انوارِ رحمانی

ترجمہ

غایۃ الامانی

تالیف

امام علامہ ابو المعالی محمود شکری آلوسی

جلد دوم

جامعۃ العلوم الاثریہ
جہلم — پاکستان

وفقہ اللہ تعالیٰ

سلسلہ اشاعت نمبر ۱۶

انوارِ رحمانی

ترجمہ

غَایَةُ الأمانِی

تالیف

إمام علامہ ابو المعالی، محمود شکری آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۳ھ — ۱۳۴۲ھ

جلد دوم

الناشر

محمد مدنی بن حافظ عبد الغفور

رئیس جامعۃ العلوم الاثریہ جہلم پاکستان

اس کتاب کے جملہ حقوق
"جامعۃ العلوم الأثریۃ" جہلم (پاکستان) کے نام محفوظ ہیں

سلسلہ اشاعت نمبر ۱۶

انوار رحمانی ترجمہ (غایۃ الأمانی)

مترجم: حضرت مولانا ابوبکر صدیق سلفی حفظہ اللہ
تسوید و تصحیح: اکرام اللہ ساجد کیلانی

طبع اول: رجب المرجب ۱۴۱۱ھ مطابق جنوری ۱۹۹۱ء
(۲۰۰۰)

مطبع: جاوید ریاض پرنٹرز ــــ لاہور
فوٹو آفسٹ: اورینٹ پروسس ــ لاہور

باہتمام
حافظ عبدالحمید عامر حافظ عبدالغفور
مدیر
جامعۃ العلوم الأثریۃ
جہلم ○ پاکستان

فون: ۰۵۹۶۱ ۳۶۶۰/۳۷۷۱

برائے مفت تقسیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

الحمد للہ رب العلمین، والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم، وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین۔ اما بعد!

مختصر سیرت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (اردو) ——— اور پھر انوارِ رحمانی (ترجمہ غایۃ الامانی فی الرد علی النبہانی) کی پہلی جلد کی اشاعت کے صرف دو تین ماہ بعد ہی اس کتاب کی دوسری جلد بھی قارئینِ کرام کے ہاتھوں میں ہے۔ بلاشبہ دینِ حنیف کی یہ گرانقدر علمی خدمت محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے بے پایاں انعام و احسان کا نتیجہ ہے، ورنہ ہماری بساط ہی کیا ——— وما توفیقنا الا باللہ العلی العظیم!

"جامعۃ العلوم الاثریۃ" کے زیرِ اہتمام "مجلس التحقیق الاثری" کی بنیاد والدِ محترم حافظ عبدالغفور بن محمد اسماعیل (رحمہما اللہ تعالیٰ) نے ۱۴۰۴ھ (۱۹۸۴ء) میں رکھی تھی۔ اور اس کی نگرانی کے لیے فضیلۃ الشیخ حافظ ثناء اللہ زاہدی حفظہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب بھی آپ ہی نے فرمایا تھا۔ موصوف جہاں خود کئی عربی کتب کے مصنف ہیں، وہاں علمائے کرام سے علمی و تحقیقی کام کروانا بھی اپنے فرائض میں شامل کر چکے ہیں ——— بحمد اللہ، جب سے اب تک کے اس قلیل عرصہ میں مجلسِ ہٰذا کے تحت مذکورہ بالا کتب کے علاوہ، چودہ مزید علمی کتابیں اہلِ علم اور اصحابِ ذوق قارئین سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

اس تحریر کا مقصد کسی بھی مدح و ستائش کے صلہ کی تمنا کیے بغیر، محض تحدیثِ نعمتِ ربِ غفران ہے ——— اور یا پھر محترم قارئین سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اس خصوصی دعا کی درخواست، کہ اللہ رب العزت ہمیں اپنے دینِ حقہ کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق ارزانی فرمائے اور ان مساعی کو قبول فرماتے ہوئے ان کے اجر و ثواب میں ہمیں، ہمارے والدین اور ہمارے اساتذہ کو بھی شامل فرمائے ——— آمین! وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ!

محمد مدنی بن حافظ عبدالغفور غفر اللہ لہ

ولوالدیہ ولاساتذتہ ولجمیع المسلمین)

مطبوعات جامعة العلوم الأثرية

١- توجيه القارى الى القواعد والفوائد الأصولية والحديثية والاسنادية فى فتح البارى: لفضيلة الأستاذ حافظ ثناء الله الزّاهدى۔
٢- تحقيق الغاية بترتيب الرّواة المترجم لهم فى نصب الراية: للشّيخ الزّاهدى ايضًا۔
٣- احاديث الصّحيحين بين الظن واليقين: للشّيخ الزّاهدى ايضًا۔
٤- غاية الأمانى فى الرّد على النّبهانى: (فى اللّغة العربية) . للامام العلامة ابى المعالى محمود شكرى الآلوسى رحمه الله تعالىٰ۔
٥- غاية الأمانى فى الرّد على النّبهانى: (فى اللّغة الانجليزية)۔
٦- مختصر سيرة الرّسول (فى اللّغة العربية) للشّيخ عبد الله بن الشّيخ محمّد بن عبد الوهّاب۔
٧- إزالة الشّبهة عن حديث الرّبة: لفضيلة الأستاذ عبد القادر حبيب الله السّندى حفظه الله تعالىٰ. المحاضر بالجامعة الاسلامية بالمدينة المنوّرة۔
٨- الضّوء القرآنى والسنى على عقيدة النّبهانى: لفضيلة الأستاذ عبد القادر حبيب الله السّندى حفظه الله تعالىٰ۔
٩- عرض ونقد حول كتابة بعض النّاس، للشّيخ السّندى ايضًا۔
١٠- إزاحة القناع عن مكر أهل الشّرك والابتداع: (فى اللّغة الاردية) لفضيلة الشّيخ الحافظ عبد الغفور بن محمّد اسماعيل رحمه الله تعالىٰ۔
١١- ازاحة القناع عن مكر أهل الشّرك والابتداع: (فى اللّغة العربية) لفضيلة الشّيخ الحافظ عبد الغفور رحمه الله تعالىٰ.
١٢- امراض العقيدة وعلاجها (فى اللّغة العربية) للشّيخ عبد الله محمّد الزاحم۔
١٣- تلخيص الأصول (فى اللّغة العربية) لفضيلة الأستاذ حافظ ثناء الله الزّاهدى۔
١٤- تيسير الأصول (فى اللّغة العربية) لفضيلة الأستاذ حافظ ثناء الله الزّاهدى۔
١٥- مختصر سيرة الرّسول صلّى الله عليه وسلّم (اردو)
١٦- انوارِ رحمانى (ترجمہ غاية الأمانى فى الرّد على النّبهانى) - جلد اوّل، دوم.

ترتیب

نمبر	مضمون	صفحہ	نمبر	مضمون	صفحہ
۱	حرفِ آغاز	۱۳	۱۸	تنقید	۳۳
۲	نبہانی کی کتاب کا پانچواں باب۔ تنقید	۱۵	۱۹	جواب	۳۴
۳	جواب	۱۵	۲۰	تنقید	۳۸
۴	تنقید	۱۷	۲۱	جواب	۳۹
۵	جواب	۱۷	۲۲	تنقید	۴۵
۶	تنقید	۲۱	۲۳	جواب	۴۵
۷	جواب	۲۱	۲۴	تنقید	۴۹
۸	شرعی زیارت	۲۱	۲۵	جواب	۵۰
۹	شرکیہ زیارت	۲۲	۲۶	تنقید	۵۳
۱۰	لوگوں اور بادشاہ کے درمیان وسائط	۲۶	۲۷	جواب	۵۳
۱۱	وجہِ اول	۲۶	۲۸	تنقید	۵۴
۱۲	وجہِ ثانی	۲۷	۲۹	جواب	۵۴
۱۳	وجہِ ثالث	۲۸	۳۰	تنقید	۵۴
۱۴	تنقید	۲۹	۳۱	امام سبکی کی عبارت	۵۴
۱۵	جواب	۲۹	۳۲	ابنِ عبد الہادی کی عبارت	۵۵
۱۶	تنقید	۳۰	۳۳	نبہانی کا اعتراض	۵۵
۱۷	جواب	۳۰	۳۴	جواب	۵۶

نمبر	مضمون	صفحہ	نمبر	مضمون	صفحہ
۳۵	جاحظ کا جواب	۷۰	۵۶	جواب	۱۰۴
۳۶	تنقید	۷۴	۵۷	اصلِ اوّل	۱۱۶
۳۷	جواب۔ وجہِ اوّل	۷۵	۵۸	اصلِ ثانی ــ مرتبۂ اولیٰ	۱۱۹
۳۸	وجہِ ثانی	۷۶	۵۹	مرتبۂ ثانیہ	۱۲۰
۳۹	وجہِ ثالث	۷۶	۶۰	ارکان	۱۲۱
۴۰	وجہِ رابع	۷۹	۶۱	مرتبۂ ثالثہ	۱۲۱
۴۱	تنقید	۸۰	۶۲	اصلِ ثالث	۱۲۳
۴۲	جواب	۸۴	۶۳	تنقید	۱۲۸
۴۳	اعتراض	۸۵	۶۴	جواب	۱۲۸
۴۴	جواب	۸۵	۶۵	تنقید	۱۲۹
۴۵	تنقید	۸۷	۶۶	جواب	۱۲۹
۴۶	جواب	۸۸	۶۷	تنقید	۱۳۰
۴۷	تنقید	۸۸	۶۸	جواب	۱۳۱
۴۸	جواب	۸۸	۶۹	تنقید	۱۳۶
۴۹	تقریظ احمد بک شاوی	۹۶	۷۰	جواب	۱۳۶
۵۰	فاضل مقرظ کا تعارف	۹۷	۷۱	تنقید	۱۳۶
۵۱	عبدالحمید بک شادی کی تقریظ	۹۹	۷۲	جواب	۱۳۶
۵۲	اس ادیب اریب کا تعارف و ترجمہ	۱۰۰	۷۳	تنقید	۱۴۴
۵۳	تنقید	۱۰۴	۷۴	جواب	۱۴۴
۵۴	جواب	۱۰۴	۷۵	تنقید	۱۵۱
۵۵	تنقید	۱۰۴	۷۶	جواب	۱۵۱

نمبر	مضمون	صفحہ
۷۷	تنقید	۱۵۴
۷۸	جواب	۱۵۴
۷۹	تنقید	۱۶۱
۸۰	جواب	۱۶۲
۸۱	سوال	۱۶۳
۸۲	جواب	۱۶۳
۸۳	تنقید	۱۷۰
۸۴	جواب — وجہِ اول	۱۷۰
۸۵	وجہِ ثانی	۱۸۳
۸۶	وجہِ ثالث	۱۸۷
۸۷	اہلِ بدعت کی مثال	۱۹۲
۸۸	نبہانی کا تعصّب	۱۹۳
۸۹	وجہِ رابع	۱۹۴
۹۰	آلِ جمیل کی حالت	۱۹۶
۹۱	شرعی احکام	۱۹۸
۹۲	نبہانی کا فریب	۱۹۹
۹۳	وجہِ خامس	۲۰۰
۹۴	کتاب "حدیقۃ الورود" کی وجہِ تلخیص	۲۰۶
۹۵	ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات	۲۰۷
۹۶	صاحبِ "روح المعانی"	۲۰۹
۹۷	نبہانی کے فخر و غرور کی وجہ	۲۱۰
۹۸	شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے مناقب پر کتابوں کے مؤلفین	۲۱۲
۹۹	انصاف پسند علماء	۲۱۳
۱۰۰	ابن الزملکانی کا تعارف	۲۱۸
۱۰۱	امام صاحب کا ابتلاء	۲۱۹
۱۰۲	امام محمد بن ابی بکر دمشقی شافعی کی رائے	۲۲۲
۱۰۳	علامہ بلقینی شافعی کی تقریظ	۲۲۳
۱۰۴	علامہ عبدالرحمٰن التفہنی الحنفی	۲۲۷
۱۰۵	علامہ قاضی القضاۃ بساطی مالکی	۲۳۱
۱۰۶	سراج الدین ابو حفص بزار	۲۳۳
۱۰۷	شہاب الدین احمد العمری الشافعی	۲۳۳
۱۰۸	امام شمس الدین صاحب "الصارم المنکی"	۲۳۷
۱۰۹	حافظ ابنِ قیم الجوزیہ	۲۳۷
۱۱۰	سید صفی الدین حنفی بخاری	۲۳۸
۱۱۱	شیخ محمد التافلانی	۲۴۰
۱۱۲	شیخ مرعی الحنبلی	۲۴۳
۱۱۳	عراق میں دوست و دشمن	۲۴۸
۱۱۴	عراق — فتنوں کا مرکز	۲۴۸
۱۱۵	اصحاب المجلّات	۲۵۰
۱۱۶	نبہانی کی جہالت	۲۵۴
۱۱۷	ابن تیمیہ کی وجہِ تسمیہ	۲۵۹

نمبر	مضمون	صفحہ
۱۱۸	ولادت	۲۵۹
۱۱۹	ابنِ تیمیہ پر ائمہ کی مدح و توصیف	۲۶۰
۱۲۰	حافظ مزی	۲۶۰
۱۲۱	شیخ ابراہیم الرقی	۲۶۰
۱۲۲	ابنِ حریری	۲۶۱
۱۲۳	ابو حیان	۲۶۱
۱۲۴	علامہ ابن الوردی	۲۶۱
۱۲۵	ابنِ دقیق العید	۲۶۲
۱۲۶	حافظ فتح الدّین	۲۶۲
۱۲۷	شیخ علم الدّین برزالی	۲۶۳
۱۲۸	علامہ الزملکانی	۲۶۴
۱۲۹	شیخ امام ابوالعباس احمد واسطی	۲۶۵
۱۳۰	حافظ ذہبی	۲۶۶
۱۳۱	شیخ علم الدین	۲۷۰
۱۳۲	ابنِ تیمیہ کے قدیم ساتھی	۲۷۰
۱۳۳	ابنِ قدامہ المقدسی	۲۷۱
۱۳۴	احمد شہاب الدین بن فضل اللہ العمری الشافعی	۲۷۲
۱۳۵	حافظ البزار	۲۷۴
۱۳۶	ابنِ تیمیہؒ کی تصانیف	۲۸۲
۱۳۷	وسعتِ حفظ اور قوتِ ملکہ	۲۸۴

نمبر	مضمون	صفحہ
۱۳۸	منقول کی صحت وسقم کی معرفت	۲۸۶
۱۳۹	استنباطِ معانی	۲۸۶
۱۴۰	معارضہ اہلِ بدعت	۲۸۶
۱۴۱	آپ کے چند مآثرۂ حمیدہ۔عبادت	۲۸۷
۱۴۲	ورع و تقویٰ	۲۸۸
۱۴۳	زہد	۲۸۸
۱۴۴	فقر و ایثار	۲۸۹
۱۴۵	فیاضی وسخاوت	۲۹۰
۱۴۶	لباس	۲۹۱
۱۴۷	تواضع	۲۹۱
۱۴۸	کرامات	۲۹۲
۱۴۹	شجاعت وجہاد	۲۹۵
۱۵۰	اہلِ جبل کی سرکوبی	۳۰۱
۱۵۱	ابنِ تیمیہ کا تمسک بالکتاب والسنّۃ	۳۰۳
۱۵۲	ابنِ تیمیہ کی آزمائش اور طریقِ سلف کے ساتھ تمسک	۳۰۵
۱۵۳	شیخ کا مصر میں ورود وابتلاء	۳۱۹
۱۵۴	مصر کے لیے روانگی	۳۲۱
۱۵۵	ابنِ تیمیہؒ کے دمشق واپس آنے کے بعد کے واقعات	۳۲۱
۱۵۶	اختیارات	۳۲۱

نمبر	مضمون	صفحہ
۱۵۷	قلعۂ دمشق میں نظر بندی	۳۲۴
۱۵۸	مسئلہ زیارتِ انبیاءؑ وصالحین کے بارے سوال — اور شیخ کا جواب	۳۲۶
۱۵۹	علماء بغداد کا شیخ کی مدد کرنا	۳۴۳
۱۶۰	علماء شافعیہ کا ایک اور جواب	۳۴۶
۱۶۱	علماء مالکیہ کا ایک اور جواب	۳۴۷
۱۶۲	شام کے ایک مالکی عالم کا ایک اور جواب	۳۴۹
۱۶۳	اہلِ بغداد کا ایک خط	۳۴۹
۱۶۴	علماء بغداد کا ایک اور خط	۳۵۳
۱۶۵	شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ کی وفات	۳۵۴
۱۶۶	آپ کی وفات پر قصائد اور مرثیے	۳۵۹
۱۶۷	وعظ و نصیحت پر خاتمہ	۴۰۱
۱۶۸	سوال	۴۰۶
۱۶۹	جواب	۴۰۷
۱۷۰	شیخ الاسلام پر اعتراضات کی حقیقت	۴۱۲
۱۷۱	اعتراض — ابنِ حجر مکی اور شیخ الاسلام کے درمیان موازنہ	۴۱۵
۱۷۲	ابنِ حجر مکیؒ	۴۱۶
۱۷۳	ابنِ تیمیہؒ	۴۱۷
۱۷۴	جواب	۴۱۸
۱۷۵	نبہانی کے اعتراض کا بودا پن — پہلی وجہ	۴۳۰
۱۷۶	دوسری وجہ	۴۳۱
۱۷۷	تیسری وجہ	۴۳۲
۱۷۸	چوتھی وجہ	۴۳۳
۱۷۹	پانچویں وجہ	۴۳۴
۱۸۰	چھٹی وجہ	۴۳۵
۱۸۱	ساتویں وجہ	۴۳۶
۱۸۲	آٹھویں وجہ	۴۴۰
۱۸۳	نویں وجہ	۴۴۴
۱۸۴	سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ ؟	۴۵۰
۱۸۵	ان ہفوات کا جائزہ	۴۵۱
۱۸۶	نبہانی کے نقل کردہ اوراد و وظائف	۴۷۰
۱۸۷	شیخ الاسلام سے ایک سوال اور اس کا جواب	۴۷۱
۱۸۸	ایک اور سوال اور شیخ الاسلام کا جواب	۴۷۹
۱۸۹	اعتراض	۴۷۹

نمبر	مضمون	صفحہ
۱۹۰	جواب	۴۷۹
۱۹۱	قبر پرستوں اور "اعمیٰ" کے توسل میں فرق	۴۸۴
۱۹۲	وجہِ اول	۴۸۴
۱۹۳	وجہِ ثانی	۴۸۴
۱۹۴	وجہِ ثالث	۴۸۵
۱۹۵	عقیدۂ توحید کے خلاف نبہانی کے بیان کردہ شرکیہ اوراد و وظائف	۴۸۵
۱۹۶	کتاب و سنّت کی ادعیہ کی مخالفت	۴۸۶
۱۹۷	بحثِ اول	۴۸۷
۱۹۸	بحثِ ثانی	۴۸۸
۱۹۹	بحثِ ثالث	۴۸۸
۲۰۰	بحثِ رابع	۴۸۹
۲۰۱	بحثِ خامس	۴۸۹
۲۰۲	بحثِ سادس	۴۸۹
۲۰۳	اللہ۔ رب۔ رحمٰن ــــ رحیم اور مالک توحید کے لیے دلیل ہیں!	۴۹۴
۲۰۴	اللہ	۴۹۴
۲۰۵	رب	۴۹۴
۲۰۶	رحمٰن	۴۹۵
۲۰۷	رحیم	۴۹۵
۲۰۸	مالک یوم الدّین	۴۹۶
۲۰۹	الدّین	۴۹۷
۲۱۰	إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ	۴۹۸
۲۱۱	اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ	۴۹۹
۲۱۲	غیر المغضوب علیهم	۵۰۰
۲۱۳	تفسیر سورۂ اخلاص	۵۰۲
۲۱۴	سورۂ فلق کی تفسیر	۵۰۶
۲۱۵	ادعیہ مسنونہ سے ثبوت	۵۱۰
۲۱۶	شیخ عبدالقادر جیلانی کی وصیت	۵۱۷
۲۱۷	شیخ صوفیہ محی الدین ابن عربی کا کلام	۵۱۹
۲۱۸	اللہ تعالیٰ سے استغاثہ کے لیے چند بہترین اشعار	۵۴۲
۲۱۹	اعتراض	۵۵۸
۲۲۰	جواب	۵۵۸
۲۲۱	وجہِ اول	۵۵۸
۲۲۲	وجہِ ثانی	۵۵۹
۲۲۳	وجہِ ثالث	۵۵۹
۲۲۴	وجہِ رابع	۵۶۰

نمبر	مضمون	صفحہ
۲۲۵	اعتراض	۵۶۲
۲۲۶	جواب	۵۶۳
۲۲۷	وجہِ خامس	۵۸۵
۲۲۸	وجہِ سادس	۵۹۹
۲۲۹	وجہِ سابع	۶۰۵
۲۳۰	قبر پرستوں کے دو فرقے	۶۰۶
۲۳۱	پہلا فرقہ	۶۰۶
۲۳۲	دوسرا فرقہ	۶۰۶
۲۳۳	اعتراض	۶۰۶
۲۳۴	جواب	۶۰۷
۲۳۵	اعتراض	۶۱۸
۲۳۶	جواب	۶۱۸
۲۳۷	ابو الولید طرطوشی کی امام غزالی کے متعلق رائے	۶۲۳
۲۳۸	شیخ تقی الدین ابن الصلاح کی رائے	۶۲۴
۲۳۹	علامہ شیخ عبد اللطیف حنبلی	۶۲۶
۲۴۰	خاتمہ	۶۳۵
۲۴۱	ہم عصر علماء کی، کتاب " غایۃ الامانی فی الرد علی النبہانی" پر تقاریظِ بلیغہ	۶۴۲

بسم الله الرحمن الرحيم

حرفِ آغاز

اے اللہ! ہم پر اور تیرے پہلے اور پچھلے بندوں پر تیری ہر نعمت کے بدلے تیرے لیے اس کثرت سے تعریفیں ہیں جس کثرت سے اشیاء تیرے احاطۂ علم میں ہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک کے بدلے کئی گنا زیادہ؛ بے حد و حساب اور لاتعداد و بے انتہا قیامت تک ابدی و سرمدی حمدیں تیرے لیے ہیں۔

پھر ہم ان تعریفات کو تیری خوشنودی کا سبب، تیری بخشش کا ذریعہ، تیری جنت کی طرف راہ، تیرے انتقام سے پناہ، تیرے غضب سے امن، تیری طاعت کا مددگار، تیری معصیت سے رکاوٹ اور تیرے حق کی ادائیگی میں وسیلہ و معاون بناتے ہیں! —— تو اپنی رحمتوں اور بڑھتی رہنے والی برکتوں کو اس ذاتِ مبارک تک پہنچا جس کو تو نے جہانوں کے لیے رحمت اور ٹیڑھی راہ چلنے والوں کے لیے عذاب بنا کر بھیجا ہے یہاں تک کہ تیرا حکم ظاہر ہو تیرا کلمہ بلند ہو اگرچہ مشرکوں کو یہ ناپسند ہو!

اور اسی طرح کی رحمتیں پہنچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل و اصحابِ کرامؓ پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر اور احزاب پر اور ان پر جو قیامت تک نیکی میں ان کی راہ چلیں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے ہم نے "غایۃ الامانی" کا نصفِ اول مکمل کر لیا تو اب صرف اس کی مدد و توفیق کے ساتھ ہم نصفِ ثانی شروع کر رہے ہیں۔ اس میں فریق مخالف کی کتاب کے پانچویں باب سے لے کر آخر تک بحث ہوگی۔ اس میں اُس نے جو کچھ بیان کیا ہے، وہ قیامت کے حساب اور خوفِ آخرت سے بے نیاز ہو کر کیا ہے۔ ہم آئندہ بحث میں بھی حسبِ سابق انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑیں

گے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں اس نے سیدھی راہ سے بھٹکنے نہیں دیا جیسے کہ اُس نے ہمیں نرم خوئی کی عادت سے نوازا ہے۔ ہدایت اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف سے ہے!

نبہانی کی کتاب کا پانچواں باب

تنقید نبہانی نے اپنی کتاب کے پانچویں باب میں امام ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اغاثۃ اللہفان"، "الصارم المنکی فی الرد علی السبکی" اور "جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین" پر تنقید کی ہے اور ہر کتاب کے لیے الگ فصل مخصوص کی ہے۔ پہلے اس نے "اغاثۃ اللہفان" پر نظرِ کرم کی ہے اور اس میں سے ان عبارتوں کو نقل کیا ہے جن میں آپ نے بدعی زیارتِ قبور اور قبور بین کے بے اصل و بے دلیل نیز کبیرہ اعمال و افعال کو طشت از بام کیا ہے۔ "اغاثۃ" کی عبارت کے بعد اس نے قسطلانی کی عبارت نقل کی ہے جس سے بدعی زیارتِ قبور کے لیے استدلال کر کے اپنے غلو کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ عبارت کو نقل کر کے کہا ہے کہ "یہ ہے اس امام کا کلام جس کو نقل کرنے کا میں نے ارادہ کیا"۔ پھر لکھا ہے کہ "قسطلانی نے زیارتِ نبوی، آپ سے استغاثہ اور مدینہ منورہ کی فضیلت کے متعلق احادیث اور نفیس فوائد ذکر کیے ہیں، جو چاہے وہ اس کا مطالعہ کرے"۔

پھر کہا ہے "اس نور، اس ہدایت اور اس ظاہر اور روشن حق کو دیکھو گے تو اس سخت اندھیرے کو جان لو گے جو ان بدعتیوں پر مستولی ہے اور جب تم ابنِ قیم اور قسطلانی کے کلام کا موازنہ کرو گے تو حق اور باطل تمہارے سامنے واضح ہو کر آجائے گا۔ الخ!"

جواب "اغاثۃ اللہفان" پر اس کی تنقید کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں بدعی زیارت پر بحث اور اس سے منع کرنا قسطلانی کی عبارت کے خلاف ہے۔ اس استدلال کے غلط ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ استدلال کا مدار کتاب و سنت پر ہے، غالیوں کے اقوال پر نہیں۔ ہم قبل ازیں اقسامِ زیارت پر اہلِ علم و دین سے ان کا کلام نقل کر کے مکمل بحث کر چکے ہیں۔

نبہانی کا دل چونکہ بدعات و خواہشات کے اندھیروں سے پُر ہے، اسی لیے وہ موقعہ بے موقعہ اپنی خواہشات کی تکرار کرتا رہتا ہے۔ جب کسی کو کسی چیز سے محبت ہو جائے تو وہ اس کے ذکر پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ کسی نے کہا ہے ؎

ارید لانسی ذکرھا فکانما   تمثل لی لیلی بکل طریق

"میں اس کے ذکر کو بھول جانا چاہتا ہوں، لیکن مجھے ایسا لگتا ہے گویا ہر راہ میں لیلیٰ کھڑی ہے"۔

جب اس کے دل پر اشراک باللہ اور غلو بالصالحین کی محبت چھائی ہوئی ہے تو وہ ضلالت کی وادیوں میں چرتا پھرتا نظر آتا ہے جب کسی بات کو اپنے موافق دیکھتا ہے تو اس کو نقل کرنے میں پھرتی دکھاتا ہے اور جب کوئی بات حق کے موافق اور دینِ متین کے تقاضوں کے مطابق دیکھتا ہے تو اس کے قائل کو گالیاں بکنے، اس کو ذلیل کرنے بلکہ اس کی تکفیر تک کے لیے دوڑتا ہے۔ یہ ہے بنیاد جس پر اس نے اپنی عمارت کھڑی کر رکھی ہے اور اسی پر اپنی دلیل کو قائم کیا ہے اسی پر اپنی کتاب تالیف کی اور اپنے خطاب کا فیصلہ کیا۔

جب اس کے باطل پر اس کو ملامت کی جائے تو وہ اس کا اور زیادہ دلدادہ ہو جاتا ہے ؎

وذی سفه یواجهنی بجهل　　فاکره ان أکون له مجیبا

یزید سفاهة فأزید حلما　　کعود زاده الاحراق طیبا

"بیوقوف جہالت کے ساتھ میرا مقابلہ کرتا ہے اور میں اس کو جواب دینا پسند نہیں کرتا تو وہ اور زیادہ بیوقوفی پر اتر آتا ہے اور میں اور زیادہ برداشت کرتا ہوں، عود ہندی کی طرح کہ جب اس کو جلایا جائے تو اور زیادہ خوشبو دیتی ہے"۔

اس کے بھائیوں اور سلف وخلف کا یہی حال تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے یہودی بھائیوں کی طرف سے اپنی کتابِ کریم میں حکایت کی ہے ارشاد ہے:

"وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ" (البقرة: ١٢٠)

"تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے، نہ عیسائی۔ یہاں تک کہ ان کے مذہب کی پیروی کرلو کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت (دینِ اسلام) ہی ہدایت ہے۔ اگر تم نے ان کی خواہشات کی پیروی کی اس کے بعد کہ تمہارے پاس علم آچکا ہے تو تم کو اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے بچانے والا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ مددگار"۔

لہٰذا ہم اپنی پہلی بحث کو ہی کافی سمجھ کر اس سے اعراض کرتے ہیں۔

کتاب "اغاثۃ اللھفان فی مصائد الشیطان" کتبِ سنّت میں ایک مشہور کتاب ہے، جس میں مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اہم مطالب کو سمیٹا ہے اور شیطان کے ذرائع اور جال، اس کی دسیسہ کاریوں اور مکر و فریب کا تار پود بکھیرا ہے۔ اگر اس سے اس کا لشکر، اس کے اعوان و انصار متنفر و مضطرب ہیں، تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ مفسدین کے عملوں کی اصلاح نہیں فرماتا۔

تنقید نبہانی نے کلام سابق کے بعد ایک فصل میں کہا ہے "کاش ابن قیم اپنی کتاب مذکور میں ایک فصل کا اضافہ کرتے اور اس میں یہ لکھتے: شیطان کا یہ حال ہے کہ وہ بعض علماء کو غلو فی الدین کے لیے گمراہ کرتا ہے۔ استغاثہ اور انبیاء و صالحین کی قبور کی زیارت کی وجہ سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے پر تحسین کرتا ہے اور شیطانی حیلے سے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ اس میں رب العالمین کے ساتھ شرک ہوتا ہے حالانکہ معاملہ اس لعین کی وسوسہ اندازی کے خلاف ہوتا ہے۔ اس طرح وہ ان کو دین میں شدید ضرر پہنچاتا ہے" اس طرح کی اور ہذیان گوئی کی ہے۔

جواب جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید کا عقیدہ رکھتا ہے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں بناتا وہ یہ کہے "ہش تیرے کی! اے دشمنِ خدا! اللہ تعالیٰ بُرائی، بے حیائی اور ظلم کا حکم نہیں دیتا۔ مسلمانوں کے لیے قبروں کی پرستش اور مشاہد و خانقاہوں میں منکر افعال، نیز شریعت نے دارین کی سعادت کے لیے جو کچھ واجب ٹھہرایا ہے، اس سے اعراض، یہ ہیں وہ امور، جو درحقیقت مسلمانوں کے لیے سخت ضرر رساں ہیں۔ اے غیر اللہ کی عبادت کے داعی! تیرا کلام، تیرے شیطانی لشکر میں ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ بلکہ تیرا معاملہ اس سے بھی آگے ہے۔ اور شیطان تیرے لشکر کا ایک سپاہی ہے، جیسا کہ تیرے کسی بھائی کے لیے شاعر نے کہا ہے ؎

وکان فتی من جند ابلیس فارتقی ۔ بہ الحال حتّٰی صار ابلیس من جندہ

"جوان ابلیسی لشکر کا سپاہی تھا اس نے اتنی ترقی کی کہ شیطان اس کے گروہ کا ایک سپاہی بن کے رہ گیا۔"

ہم بحمد اللہ، روشن شریعت کے اوامر پر عمل پیرا ہیں۔ اور اللہ و رسول ﷺ اور انبیاء کرام علیہم السلام نے جن باتوں سے روکا ہے، ان سے رُک جانے والے ہیں ہم غیر اللہ کو نہیں پکارتے اور مشکلات میں

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے سوال نہیں کرتے :

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔ ؎۱

" جو کوئی اسلام کے سوا کوئی دین تلاش کرے، وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔"

ہم اہم معاملات میں کہتے ہیں: اے اللہ! اے وہ ذات، جس کے ذریعے مشکلات کی گرہیں کھلتی ہیں۔ اور اے وہ ذات، جو سختیوں کو سکون میں بدل دیتی ہے۔ اے وہ ذات، جس کی قدرت کے سامنے مشکلات ذلیل ہوتی ہیں اور جس کے لطف و کرم سے اسباب مہیّا ہوتے ہیں اور جس کے ارادے سے اشیاء گزر گئیں۔ وہ جس کے کہے بغیر محض مشیئت سے تعمیل ہوتی ہے اور جس کے روکے بغیر محض ارادے سے ہی ڈانٹ پڑ جاتی ہے، تو ہی اہم امور میں پکارے جانے کے لائق ہے اور مصائب میں تو ہی پناہ گاہ ہے۔ وہی چیز رُکتی ہے جس کو تو روکے اور وہی مصیبت دُور ہوتی ہے جس کو تو دور کرے۔ جس کو تو لائے کوئی اس کو لے جانے والا نہیں۔ جس طرف تو رخ کرے کوئی اس کو پھیرنے والا نہیں اور جس کو تو بند کرے کوئی اس کو کھولنے والا نہیں ——————— جس کو تو کھولے کوئی اس کو بند کرنے والا نہیں جس کو تو تنگ کر دے کوئی اس کو آسانی دینے والا نہیں اور جس کی مدد سے تو ہاتھ اٹھالے اس کا کوئی حامی و ناصر نہیں!

نبہانی نے جو کچھ ذکر کیا ہے، وہ محض وحی شیطانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ؎۲ الاٰیۃ!"

" اور شیطان اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں، تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔"

"شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۔" ؎۳

" انسانوں اور جنوں میں سے شیاطین ایک دوسرے کی طرف ملمّع شدہ بات کی وحی کرتے ہیں، دھوکا دینے کے لیے۔"

؎۱ آل عمران : ۸۵ ؎۲ الانعام : ۱۲۲ ؎۳ الانعام : ۱۱۳

ہم پر اس سے پناہ مانگنا واجب ہے انسانوں میں سے شیطان، جنوں کے شیطانوں سے زیادہ ضرر رساں ہیں۔ ہم کہتے ہیں، "اے اللہ! ہم تیری پناہ مانگتے ہیں، شیطان مردود کے برائی پر اکسانے سے اور اس کی خفیہ تدابیر سے۔ اس کے وعدوں، اس کی خواہشات، اس کی دھوکا بازی اور اس کے جالوں کو قابلِ اعتبار سمجھنے سے! اور ہم پناہ مانگتے ہیں کہ وہ امید رکھے تیری طاعت سے ہمیں گمراہ کرنے کی اور تیری معصیت میں ہمیں استعمال کرنے کی اور ہم پناہ مانگتے ہیں کہ جو شیطان کو خوب صورت لگتا ہے، ہمیں بھی خوب صورت لگے اور جو ہمیں ناگوار و ناپسند ہے، اس کو ہم پر لاد دے۔ اے اللہ! ہم سے اس کو اپنی عبادت کے وسیلے سے دھتکار دے اور تیری محبت میں ہماری کوشش کی برکت سے اس کو رسوا کر۔ ہمارے اور اس کے درمیان ایسا پردہ حائل فرما جس کو وہ پھاڑ نہ سکے اور ایسی ٹھوس آڑ بنا جس کو وہ توڑ نہ سکے۔ اے اللہ! ہم سے اپنے بعض اعداء کے ذریعے اس کو مشغول کر دے اور ہماری اس سے بہترین حفاظت فرما۔ اس کے خطرے سے تو ہمیں کافی ہو جا۔ اے اللہ! ہم سے اس کو پھیر دے اور ہم سے اس کے اثر کو مٹا دے۔ اے اللہ! اس کی گمراہی کے بجائے ہمیں ہدایت دے۔ اور اس کی گمراہی اور تباہی کے خلاف ہمیں تقویٰ کا توشہ عطا فرما اور اس کی ہلاکت کے خلاف ہمیں پرہیزگاری سے چلا۔ اے اللہ! اس کا ہمارے دلوں میں دخل نہ دے اور ہمارے پاس اس کو پڑاؤ نہ ڈالنے دے۔ اے اللہ! اس نے باطل کا جس طرح ہمیں دھوکا دینا چاہا ہے، اس کو ہم نے پہچان لیا ہے جب تو نے ہمیں اس کی معرفت دی ہے، تو اس سے ہمیں بچا بھی۔ اور ایسی بصیرت عطا فرما کہ اس کی سازشوں کا مقابلہ کر سکیں اور دلوں میں ایسی باتوں کو الہام فرما جن سے ہم اس کا مقابلہ کر سکیں۔ اس کی طرف میلان کی جس غفلت میں ہم سوئے ہوئے ہیں، اس سے بیدار کر۔ اپنی بہتر توفیق سے اس کے خلاف ہماری مدد فرما۔ اے اللہ، ہمارے دلوں کو اس کے علم کا انکار سمجھا دے اور اس کے حیلوں کو توڑنے میں ہم پر مہربانی فرما۔ اس کے غلبے کو ہم سے پھیر دے اور ہم سے اس کی امید کو کاٹ دے۔ ہم پر فریفتہ ہونے کی بجائے اس کو خوف زدہ کر دے۔ ہمیں اس سے مضبوط قلعے میں اور مضبوط غار میں پناہ دے اور اس سے بچنے کے لیے ہمیں غیر مرئی زرہیں پہنا اور اس کے مقابلے میں مؤثر اسلحہ سے لیس فرما۔

اے اللہ! اس دعا میں ہر اس شخص کو داخل فرما جس نے تیری ربوبیت کی شہادت دی اور وحدانیت کو تیرے لیے خالص کیا اور تیری خاطر حقیقی عبودیت کے ذریعے اس سے دشمنی کی۔ اور علوم ربانی کی معرفت میں اس پر غالب آنے کے لئے تجھ سے مدد مانگی۔ اے اللہ! اس کی گرہوں کو کھول دے، اس کے سیے ہوئے کو اُدھیڑ دے، اس کی تدبیر کو فسخ کر دے، اور اس کے عزم کو روک دے۔ اس کے پروگرام کو ناکام بنا دے۔ اے اللہ! اس کے لشکر کو ہزیمت سے دوچار کر دے۔ اس کی چال کو باطل کر دے، اس کی پناہ گاہ کو برباد کر دے، اور اس کو ذلیل و رسوا کر دے۔ اسے اللہ! ہمیں اس کے اعداء کی لڑی میں پرو دے اور اس کے دوستوں میں شمار ہونے سے دور رکھ۔ جب وہ ہمیں پیچھے پھینکنا چاہے، تو ہم اس کے قابو سے نکل جائیں۔ اور جب ہمیں بلائے، تو اس کی بات نہ مانیں۔ جو ہماری بات مانے، ہم اس کو اس کی دشمنی کی تلقین کریں جو شخص ہماری زجر و توبیخ کو مانے، اس کو نصیحت کریں۔ اے اللہ! اس کی جن باتوں سے ہم نے پناہ مانگی ہے، ان سے ہمیں پناہ دے اور ہم نے اس کے خوف سے تیری پناہ مانگی ہے، تو ہمیں پناہ دے، اور ہماری دعائیں سُن لے اور اس طرح ہمیں صالحین کے درجات سے اور مومنوں کے مراتب سے نواز دے۔ آمین یا ربّ العالمین!"

پھر نبہانی نے اولیاء کی طرف۔ اپنے پسندیدہ باطل اور ضلالت کو اور دل میں جو کچھ آیا — منسوب کر دیا ہم ان شاء اللہ عنقریب اس پر گفتگو کریں گے اور اس کے دعوے کو باطل کریں گے بالخصوص اس نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو کچھ منسوب کیا ہے، ہم ان کے کلام سے ثابت کریں گے کہ وہ توحید کے مسئلے میں سب سے زیادہ مضبوط تھے اور اس کا سب سے زیادہ شوق رکھتے تھے۔

نبہانی ان مسلمانوں کو جنھوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا ہے، بُرے القاب سے یاد کرتا ہے۔ درحقیقت یہ مشرکین اور اہلِ کتاب، جو اہلِ جاہلیت تھے کی خصلت ہے اس نے ہدایت یافتہ لوگوں کو وہابیت کا، کبھی حشویہ کا اور کبھی مجسّمہ کا لقب دیا ہے یہی طریقہ اس کے اہلِ جاہلیت بھائیوں کا تھا جو شخص ان کے دین سے نکل جاتا وہ اس کو صابی کہتے تھے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صابی کا لقب دیا جیسا کہ بہت سی احادیثِ صحیحہ سے ثابت

ہے۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ ان کی راہ کے علاوہ سب سے نفرت کریں۔ اس امّت کے اکثر لوگوں کا حال ایسا ہی ہے کہ جو شخص ان کی بدعات واہواء کی مخالفت کرتا ہے، وہ ان کو مکروہ ناموں سے یاد کرتے ہیں تاکہ لوگ ان سے متنفر ہو جائیں اور ان کو بُرا جانیں۔ زیارت کے سفر اور استغاثہ بغیر اللہ کے بارے میں نبہانی نے جو کچھ ذکر کیا ہے، اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔

تنقید | مشرک لوگ اللہ تعالیٰ کو دنیاوی بادشاہ کی مانند سمجھتے ہیں جس طرح وہ اپنے وزراء اور خواص کی سفارشوں کو مانتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ انبیاءؑ و اولیاء اور صالحین کی سفارشوں سے لوگوں کی حاجت براری کرتا ہے۔ حافظ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مثال کا رد کیا ہے۔ نبہانی ان کی ممانعت کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے "ان کا منع کرنا غلط ہے کیونکہ یہ تشبیہ کے قبیل سے ہے اور اس طرح کی تشبیہ قرآنِ مجید میں موجود ہے فرمایا:

"مَثَلُ نُوْرِہٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ"[1] "اس کے نور کی مثال طاقچے کی ہے جس میں چراغ ہو۔"

آگے چل کر کہتا ہے کہ "ابنِ قیمؒ نے اس لیے اس سے منع کیا اور اس مثال کو بیکار بنانے پر لمبی چوڑی باتیں کی ہیں کہ اس سے انبیاءؑ و صالحین جو بندگانِ خواص ہیں، سے استغاثہ کا جواز ملتا ہے۔" پھر "جلاء الافہام فی الصلوٰۃ علیٰ خیر الانام" کے انتالیسویں فائدے سے ایک عبارت نقل کی ہے جس سے اس کے زعمِ باطل میں مخلوق سے خالق کی تشبیہ ثابت ہوتی ہے اور قسطلانی، شعرانی اور علی الخواص وغیرہ سے نقل کیا ہے، "خالق کو مخلوق پر قیاس کرنا اور تشبیہ دینا جائز ہے۔"

جواب | نبہانی نے اس مسئلہ میں تلبیس و تحریف اور وسوسہ اندازی سے کام لیا ہے۔ پہلے ہم حافظ ابنِ قیمؒ کی عبارت کو نقل کریں گے، پھر اس پر گفتگو کریں گے۔ حافظ ابنِ قیمؒ نے اپنی کتاب "اغاثۃ اللھفان" کی ایک فصل میں موحدین اور مشرکین کی زیارتِ قبور میں فرق کو واضح کیا ہے۔

شرعی زیارت | موحدین کے زیارتِ قبور سے تین مقاصد ہوتے ہیں۔

۱۔ آخرت کو یاد کرنا، عبرت اور نصیحت حاصل کرنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد میں

---

[1] النور: ۳۵

اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

"زُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُكُمْ بِالْاٰخِرَةِ" "قبروں کی زیارت کیا کرو، اس سے تمہیں آخرت یاد آئے گی"

۲۔ میّت کے ساتھ حسنِ سلوک اور زیادہ عرصے تک اس سے دُور نہ رہنا کہیں ایسا نہ ہو کہ لاتعلّق ہو کر اس کو بھول جائے جس طرح عرصے تک کوئی کسی زندہ شخص سے ملاقات نہ کرے تو وہ بھُول جاتا ہے۔ اگر اس کی زیارت اور ملاقات کو جائے تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔ میت اس کے زیادہ لائق ہے کیونکہ وہ ایسے گھر میں چلا جاتا ہے، جہاں اس کو اس کے گھر والے، اس کے بھائی اور دوست واحباب وغیرہ چھوڑ آتے ہیں۔ جب کوئی اس کی زیارت کو جاتا ہے، اس کو دعا، اور صدقے کا ہدیہ دیتا ہے، یا ایصالِ ثواب کرتا ہے، تو اس سے اس کو بہت خوشی اور مسرت ہوتی ہے جس طرح کہ زندہ اپنے ملاقاتیوں اور ہدیوں اور تحفوں سے خوش ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے زائر کو حکم دیا کہ وہ اہلِ قبور کے لیے دعا کرے، ان کو پکارے نہیں اور نہ ان کے پاس نماز پڑھے۔

۳۔ زائر کا اپنے لیے اتباعِ سنّت اور شریعت پر عمل درآمد کے لیے ثواب حاصل کرنا اور اس طرح اپنے اور میت کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔

شرکیہ زیارت یہ زیارت دراصل بت پرستوں سے لی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قابلِ تعظیم میّت، جس کی روح کو اللہ تعالیٰ کے ہاں قربت و منزلت اور امتیازی شان حاصل ہوتی ہے، پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ لطف و کرم برستا رہتا ہے اور اس کی روح پر شرف و کرم کا فیضان ہوتا ہے۔ جب زائر اپنی توجّہ کو میّت کے ساتھ ملاتا ہے اور اس کے قریب کر دیتا ہے، تو میت کی روح کے واسطے سے زائر کی روح پر اسی لطف و کرم کا تعلق مل جاتا ہے، جس طرح صاف آئینے یا پانی وغیرہ سے شعاع ٹکرا کر اس کے مقابل کھڑے جسم پر پڑتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مکمل زیارت یہ ہے کہ زائر اپنی روح اور دل کے ساتھ میت کی طرف متوجّہ رہے اور پوری ہمت سے اس کی طرف اپنی توجّہ اس طرح مسلسل مبذول رکھے کہ اس میں محو ہو جائے۔ جتنی زیادہ ہمت اور جمعیتِ خاطر کے ساتھ وہ متوجّہ اور معتکف رہے گا، اتنا ہی زیادہ اس سے فائدہ اُٹھا

سکے گا۔ اس انداز سے زیارت کرنے کو ابنِ سینا اور فارابی وغیرہ نے بھی بیان کیا ہے۔ کواکب پرستوں نے ستاروں کی پرستش میں اسی طریقہ کو بالصراحت بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں جب نفسِ ناطقہ کا ارواحِ علویہ سے مضبوط تعلق ہو جاتا ہے تو اس کو نور کا فیضان حاصل ہوتا ہے۔ ستارہ پرستی کی بنیاد اسی بے بنیاد راز پر قائم کی گئی ہے ۔ ان کے لیے ہیکل تعمیر کیے گئے ہیں ۔ دعائیں وضع کی گئی ہیں اور ان کے مادی بُت بنائے گئے ہیں ۔ بعینہٖ یہی وہ بنیاد ہے جس پر قبر پرست عیدوں، جشنوں اور عرسوں کی عمارت تعمیر کرتے ہیں ۔ ان پر پردے لٹکاتے اور چراغ روشن کرتے اور عبادت گاہیں تعمیر کرتے ہیں۔ اسی کو مٹانے اور پوری طرح باطل کرنے اور اس تک پہنچنے کے ذرائع کو مسدود کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے محاذ آرائی کی۔ اور یہی وہ شفاعت ہے جس کا یہ مشرکین زیارتِ قبور میں ذکر کرتے ہیں۔ اور گمان کرتے ہیں کہ ان کے معبود اس طریقے سے ان کو فائدہ دیتے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش کرتے ہیں ۔

وہ کہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرب بندے کی روح سے کسی انسان کی روح کا تعلق ہو جاتا ہے۔ اور وہ پوری ہمت اور دلی توجہ سے معتکف ہو جاتا ہے تو ان کے درمیان اتصال پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس ذریعے سے اس کو بھی اس فیضان کا حصہ ملتا ہے جو مقرب کو اللہ تعالےٰ سے حاصل ہو رہا ہوتا ہے ۔ انہوں نے اس شخص کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو کسی صاحب جاہ وحشمت کی خدمت کرتا ہے جس کو بادشاہ سے قریبی اور گہرا تعلق ہے۔ اب جو کچھ بادشاہ کی طرف سے اس کو انعامات ومراتب حاصل ہوں گے، وہ بھی ان سے اپنے تعلق کے مطابق اس سے فیض یاب ہو گا ۔

یہ ہے بت پرستی کا راز اور اس کی بنیاد۔ اس بنیاد کو ڈھانے اور اس راز کو باطل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسولؑ بھیجے اور کتابیں نازل فرمائیں ۔ اس کے مرتکبین کی تکفیر کی اور ان پر لعنت برسائی ۔ ان کے مالوں اور جانوں کو مباح کیا ، ان کی اولادوں کو لونڈی غلام بنانے کی اجازت دی اور ان کے لیے دوزخ کو واجب ٹھہرایا ۔ قرآنِ مجید اوّل تا آخر ان مشرکین اور ان کے مذہب کی تردید وابطال سے مملو ہے۔ پھر اس سے متعلق بہت سی آیات اور نصوص بیان فرمائی ہیں، جن سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ جن مشرکین نے غیر اللہ کی عبادت کی تھی،

اس کی بنیاد اور سبب اللہ تعالیٰ اور ان کے درمیان واسطے وسیلے ہی تھے۔ جب کوئی مشرک ان کو شریک بناتا ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے سفارشی بناتا ہے، ایسا شخص رب تعالیٰ کے حقوق و واجبات اور ممنوعات کے بارے میں سب سے بڑا جاہل ہے۔ بھلا رب تعالیٰ کو بادشاہوں اور بڑوں پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے، جو اپنے خواص اور دوستوں میں سے ایسے شخص کو مقرر کرتے ہیں کہ وہ ان کے پاس حوائج وضروریات کی سفارش کیا کرے؟ اسی فاسد قیاس کی وجہ سے بت پرستی کو سہارا ملا اور مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے سوا سفارشی اور مددگار بنا لیے۔ ان دونوں کے درمیان اتنا ہی فرق ہے، جتنا خالق اور مخلوق، عبد اور رب، مالک اور مملوک، غنی اور فقیر، جو کسی کا محتاج نہ ہو اور ہر لحاظ سے غیر کے محتاج کے درمیان ہے۔

مخلوق کے نزدیک ان کے سفارشی ان کے شریک کار ہوتے ہیں۔ ان کی مصلحتیں ان کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں، وہ ان کے اعوان و انصار ہوتے ہیں۔ بادشاہوں اور بڑوں کے سہارا ہوتے ہیں۔ اگر وہ نہ ہوں، تو وہ لوگوں سے بے تکلف نہیں ہو سکتے۔

اپنے سفارشیوں کے محتاج ہونے کی وجہ سے وہ ان کی سفارشوں کو قبول کرنے میں مجبور و محتاج ہوتے ہیں، چاہے وہ سفارش کی اجازت نہ دیں اور اس کو پسند نہ بھی کریں کیونکہ ان کو ڈر ہوتا ہے کہ اگر ان کی سفارش نہ مانی تو ان کی اطاعت و وفاداری کمزور ہو جائے گی، اور ان کا رجحان دوسروں کی طرف ہو جائے گا۔ لہٰذا وہ ان کی سفارش قبول کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

لیکن وہ ذاتِ بے نیاز جس کے ذاتی لوازم میں بے نیازی اور غنا ہے، اور اس کی ذاتِ پاک کے سوا ہر کوئی اس کا محتاج ہے۔ آسمانوں اور زمین کے سب باسی اس کے غلام ہیں اور اس کے غلبے سے مغلوب ہیں، ان کے سب تصرفات، اس کی مشیئت کے مطابق ہیں، اگر وہ ان سب کو ہلاک کر دے، تو اس کی عزت وسلطنت، ملک و ربوبیت اور الہیت میں ذرہ بھر فرق واقع نہیں ہوتا۔ پھر اس پر قرآنی دلائل پیش فرمائے ہیں، جن کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا۔ کتاب متداول ہے، جو چاہے اصل کتاب کا مطالعہ کرے۔

ہم نے جو حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نقل کی ہے، اس سے نبہانی کی تلبیس اور فریب دہی صاف عیاں ہے، اس نے عبارت کو قطع و برید کر کے پیش کیا ہے، تاکہ وہ اپنی غرض

فاسد کو مزین کر سکے یعنی خالق کو مخلوق پر قیاسِ فاسد کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے لیے وسائط ثابت کر سکے۔ اس کے کلامِ فاسد کی بناء پر تو اللہ تعالیٰ کی ہر عبادت کو غیر اللہ کے لیے کرنا جائز ہونا چاہیے اگر کہا یہ جائے کہ وہ واسطہ ہے جس طرح وزیر، بادشاہ اور لوگوں کے درمیان واسطہ ہوتا ہے۔

حافظ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ بیان فرمایا ہے ان کے شیخ مکرم پہلے ہی اس کو بیان فرما چکے تھے اور انہوں نے ایسی گفتگو کئی مقامات پر کی ہے۔ مثلاً انہوں نے رسالہ "واسطیہ" میں پوری صراحت سے بیان فرمایا ہے: جو شخص کہے جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت کے لئے واسطہ ایک لابدی امر ہے نیز رزق اور مدد و ہدایت کا سوال واسطے سے کرے اور اسی کی طرف رجوع ہو تو یہ سب سے بڑا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بناء پر مشرکین کی تکفیر کی ہے کہ انہوں نے جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا اولیاء و شفعاء گھڑ لیے تھے لیکن شفاعت اس شخص کے لیے حق ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ اجازت دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ" (السجدۃ: ۴)

"اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب چھ دنوں میں پیدا فرمایا۔ پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔ تمہارا اس کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ سفارشی کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے؟"

اور بھی نصوص بیان فرمائی ہیں۔ اس مضمون کی آیات قرآن مجید میں بکثرت ہیں جو کوئی انبیاء علیہم السلام کے سوا علماء و دین کے مشائخ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے درمیان معتبر وسائط ثابت کرے کہ وہ امت کو تبلیغ کرتے اور تعلیم دیتے ہیں اور ان کو ادب سکھاتے ہیں اور وہ ان کی اقتداء کرتے ہیں، ان کو وسائط بنانے والے لوگ سچے ہیں۔ یہ لوگ جب اجماع کر لیں، تو ان کا اجماع حجتِ قاطعہ ہے۔ وہ گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتے۔ اگر ان کے درمیان کسی بات میں تنازع پیدا ہو جائے تو اس کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹایا جائے گا کیونکہ ان میں سے کوئی ایک بھی علی الاطلاق معصوم نہیں ہے بلکہ ہر شخص کی بات قبول بھی کی جا سکتی ہے اور ترک بھی کی جا سکتی ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ فَاِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ"

"علماء انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں۔ انبیاء علیہم السلام درہم دینار ورثے میں نہیں چھوڑتے انہوں نے تو صرف علم ورثے میں چھوڑا ہے جس نے علم حاصل کیا اس نے اپنا حصہ وافر پالیا۔"

اور اگر کوئی ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان دربانوں کی طرح وسائط سمجھے جو بادشاہ اور رعیت کے درمیان ہوتے ہیں اور سمجھے کہ وہ مخلوق کی حاجات اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی وساطت سے لوگوں کو ہدایت اور رزق دیتا ہے مخلوق ان سے مانگتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں جس طرح کہ بادشاہ کے وسائط قرب کی وجہ سے بادشاہ کے سامنے لوگوں کی حاجات پیش کرتے ہیں اور لوگ بادشاہ کے ادب کی بنا پر اس سے خود سوال نہیں کرتے بلکہ ان وسائط سے سوال کرتے ہیں یا اس لیے کہ بادشاہ سے سوال کرنے کی نسبت وسائط سے سوال کرنا ان کے لیے زیادہ مفید ہوتا ہے کیونکہ وہ ضرورت مند کے زیادہ قریب ہوتے ہیں جو کوئی اس طرز پر وسائط کو ثابت کرے وہ کافر مشرک ہے ان سے توبہ کرانی واجب ہے اگر وہ توبہ کر لے تو بہتر ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے تشبیہ ثابت کرتے ہیں انہوں نے مخلوق کو خالق کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور اس کے شریک بنائے ہیں اور فرمایا قرآن مجید میں ان لوگوں کا اتنا رد کیا گیا ہے کہ اس کو بیان کرنے کی اس فتوے میں گنجائش نہیں ہے۔

لوگوں اور بادشاہ کے درمیان وسائط

بادشاہ اور لوگوں کے درمیان وسائط کا تعلق تین وجوہ میں سے ایک کے ساتھ ہوتا ہے۔

وجہ اوّل وہ وسائط یا تو بادشاہوں کو لوگوں کے احوال سے باخبر رکھتے ہیں جن سے وہ بے خبر ہوتے ہیں۔ چنانچہ:

جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے احوال کو نہیں جانتا جب تک اس کو بعض فرشتے

یا انبیاءؑ یا کوئی اور خبر نہ دیں وہ کافر ہے بلکہ اللہ تعالیٰ پوشیدہ اور ظاہر ہر چیز کو جانتا ہے۔ آسمان اور زمین میں کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ سنتا اور دیکھتا ہے۔ وہ مختلف حاجات کی چیخ و پکار مختلف زبانوں میں سنتا اور سمجھتا ہے۔ ایک کی بات دوسرے کی بات سننے میں رکاوٹ نہیں بنتی اور نہ ہی مسائل اس کے سامنے خلط ملط ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ الحاح وزاری کرنے والوں سے زچ ہوتا ہے۔

وجہ ثانی بادشاہ اپنی کمزوری کے باعث اعوان و انصار کے بغیر امورِ مملکت سرانجام دینے سے عاجز ہوتا ہے اور اکیلا رعیت کی دیکھ بھال اور دشمن کا دفاع نہیں کر سکتا لہٰذا اس کمزوری کی وجہ سے اس کے لئے اعوان و انصار لابدی ہوتے ہیں۔

مگر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ عاجزی و کمزوری سے پاک ہے اس لیے اس کو کسی مددگار و معاون کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ" [1]	"کہہ دو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا معبود خیال کرتے ہو ان کو بلاؤ وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ بھر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں نہ ان کی ان میں شرکت ہے نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے"۔
وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا" [2]	"کہو سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے اور نہ عاجزی و کمزوری کی وجہ سے کوئی اس کا مددگار ہے اس کو بڑا جان کر بڑائی بیان کرتے رہو"۔

جتنے اسباب موجود ہیں ان کو پیدا کرنے والا، ان کا رب اور مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ اپنے سوا ہر ایک سے بے نیاز ہے اور اس کے سوا سب اس کے محتاج ہیں۔ بادشاہوں کا

---

[1] سبا: ۲۲ [2] الاسراء: ۱۱۱

معاملہ اس کے خلاف ہے۔ وہ اپنے انصار و اعوان کے محتاج ہوتے ہیں درحقیقت وہ حکومت میں بادشاہوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی حکومت و بادشاہت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے بلکہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہی ہے اسی کے لیئے سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وجہ ثالث بادشاہ کو جب تک خارجی محرک نہ ہو اپنی رعیت کی بہتری اور ان سے حسن سلوک اور مہربانی کا خیال نہیں آتا جب بادشاہ سے کوئی ناصح یا خیر خواہ گفتگو کرے یا ایسا شخص جس سے اس کو امید یا خوف ہو۔ رعیت کی طرف اس کی رہنمائی کرے تو پھر بادشاہ کو تحریک ہوتی ہے۔ اور وہ رعیت کی حوائج کو پورا کرنے کا ارادہ کرتا اور ہمت باندھتا ہے۔ اس کی وجہ یا تو نصیحت کنندہ، واعظ اور مشیر کی گفتگو سے اس کے دل کا متاثر ہونا ہوتا ہے یا سفارش کرنے والے کی محبت یا اس کا خوف ہوتا ہے۔

مگر اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا رب اور مالک ہے وہ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جتنی کہ ماں اپنے بچے پر ہوتی ہے۔ ہر چیز اور ہر کام اسی کی مشیئت سے ہوتا ہے جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ جب وہ بندوں کو ایک دوسرے سے نفع پہنچانا چاہتا ہے تو وہ آپس میں ایک دوسرے سے نیک سلوک کرنے لگتے ہیں دعا کرتے ہیں یا سفارش کرتے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے ہوتا ہے۔ اسی نے اس محسن، داعی اور سفارش کنندہ کے دل میں احسان، دعا اور سفارش کرنے کا ارادہ پیدا کیا ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی اللہ تعالیٰ کو اس کے ارادہ کے خلاف مجبور کر سکے یا اس کو وہ کچھ بتائے جس کو وہ نہیں جانتا یا اللہ تعالیٰ کو کسی سے اپنے مفاد کی توقع ہو یا کسی کا خوف ہو اس لیئے وہ اس کی سفارش ماننے پر مجبور ہو۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"لَا يَقُولَنَّ اَحَدُكُمُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي اِنْ شِئْتَ اللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي اِنْ شِئْتَ وَلٰكِنْ لِيَعْزِمِ الْمَسْاَلَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا مُكْرِهَ لَهٗ"	"تم میں سے کوئی یہ ہرگز نہ کہے" اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے۔ اگر تو چاہے، تو مجھ پر رحم فرما لیکن وہ زور دے کر سوال کرے۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا"

اس کے حضور اجازت کے بغیر کسی کو سفارش کرنے کی ہمت نہیں پھر دلیل کے طور پر اس مضمون کی آیات بیان کی ہیں ۔ آگے چل کر بیان فرمایا: اس سے واضح ہو جاتا ہے جس کو بھی اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا جائے اس کا بادشاہی میں کوئی حصہ نہیں ہے ——— اور نہ ہی کوئی اس کا مددگار ہے ۔ ان کی سفارش کا اسی کو فائدہ مل سکتا ہے جس کے لئے وہ اجازت دے ۔ یہ دنیاوی بادشاہوں کی حالت کے سراسر خلاف ہے ۔ بعض دفعہ سفارشی خود بادشاہ ہوتے ہیں ۔ اور کبھی بادشاہی میں ان کے شریک ہوتے ہیں کبھی ان کی حکومت کے اعوان و انصار ہوتے ہیں ۔ پھر یہ لوگ سفارش کرنے کے لئے بادشاہوں سے اجازت نہیں لیتے ۔ بادشاہ کبھی ان کا محتاج ہوتا ہے کبھی ان سے خوف محسوس کرتا ہے کبھی ان کے حسنِ سلوک کبھی ان کی وفاداری کا معترف ہوتا ہے لہٰذا ان کی سفارش اس کو قبول کرنی پڑتی ہے بلکہ وہ تو اپنے بیٹوں اور بیوی کی سفارش کو بھی قبول کرتا ہے کیونکہ اس کو بیوی اور بچوں کی احتیاج ہوتی ہے اگر اس کے بیوی بچے اس سے اعراض کریں تو اس کو نقصان پہنچ سکتا ہے ۔ وہ اپنے غلام اور نوکر کی سفارش بھی قبول کر لیتا ہے کیونکہ اس کو خطرہ ہوتا ہے کہ اگر اس کی بات نہ مانی تو وہ اس کی اطاعت نہیں کرے گا یا اس کو نقصان پہنچائے گا ۔ غلام جو ایک دوسرے کی سفارش کرتے ہیں وہ اسی جنس سے ہوتی ہے ۔ سفارش قبول کرنے کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں : رغبت یا رہبت ۔ ——— جبکہ اللہ تعالیٰ نہ کسی سے امید رکھتا ہے نہ ڈرتا ہے نہ کسی کا محتاج ہے بلکہ وہ بذاتہٖ بے نیاز ہے ۔ پھر اس پر بکثرت نصوص بطورِ شہادت پیش کی ہیں اور خوب تفصیل سے گفتگو کی ہے ۔

ہماری اس نقل کردہ عبارت سے یہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ خالق کو مخلوق پر قیاس کرنا انتہائی غلط ہے بلکہ یہ بہت سی وجوہات کی بنا پر "قیاس مع الفارق" ہے ۔ غبی نہالی کی ساری بحث کا غلط ہونا اس سے صاف معلوم ہو جاتا ہے اور یہ کہ وہ فنِ اصول سے قطعاً واقف نہیں ہے ۔ اس کو مسئلہ قیاس کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے ۔

تنقید اس کا یہ کہنا کہ "ابن قیمؒ نے اس پر منع وارد کیا ہے ، تو یہ منع وارد کرنا بذاتِ خود ممنوع ہے" ۔

جواب اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کو کسی علم میں پختگی اور مہارت حاصل نہیں ہے اس کو بحث و مناظرہ کے آداب کا علم مبتدی طالب علموں کے برابر بھی نہیں ہے ۔ اگر شمہ بھر علم اس کے پاس ہوتا تو اس کو معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ منع پر منع وارد نہیں ہوتا ۔ بحث و مناظرہ کا قاعدہ

ہے منع پر منع وارد کرنا اور منع کی تائید پر منع کرنا بے فائدہ ہوتا ہے۔ اگر یہ قاعدہ اس فن کے مشہور مسائل میں سے نہ ہوتا تو ہم اس پر بالتفصیل گفتگو کرتے۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے حق کا دشمن اور سنت کا مخالف ایسے لوگوں کو بنایا جو سعادت کی راہوں پر لے جانے والے علوم سے پرلے درجے کے جاہل ہیں پھر ان کو سیدھی راہ سے بھٹکا دیا۔

تنقید اس نے "جلاء الافہام" سے فائدہ نقل کیا ہے اور ابن قیمؒ نے "اغاثہ" میں خالق کو مخلوق پر قیاس کرنے کا جو رد کیا ہے دونوں کے درمیان بزعم خود تناقض ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

جواب ہم کہتے ہیں صورت وہ نہیں جو اس نے سمجھی ہے دونوں عبارتوں میں کوئی تناقض اور مخالفت نہیں ہے۔ "جلاء الافہام" سے مکمل فائدے کو نقل کرنے سے ہماری بات واضح ہو جائے گی اور نبہانی کے مغالطے کی قطعی کھل جائے گی۔ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مذکور میں انتالیس فائدے شمار کرنے کے بعد فرمایا:

"چالیسواں فائدہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنا بندے کی طرف سے دعا ہے اور بندے کی دعا اور سوال ۲ دو نوع کا ہوتا ہے:

۱۔ وہ اپنی حوائج، اہم معاملات اور رات دن پیش آنے والے کاموں کے لئے سوال کرتا ہے یہ دعا و سوال درحقیقت بندے کا اپنے محبوب و مطلوب کو پسند کرنا ہے۔

۲۔ وہ سوال کرتا ہے کہ وہ اپنے خلیل و حبیب کی ثنا کرے اور ان کی تشریف و تکریم میں اضافہ فرمائے اور آپؐ کے ذکر اور تعریف کو بلند کرے لاریب، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پسند فرماتے ہیں کہ اس نے اپنی پسندیدہ چیزوں اور طلب حوائج پر اس کو مقدم رکھا ہے۔ بلکہ یہ مطلوب اس کے نزدیک سب سے محبوب اور پسندیدہ ہے۔ اس نے گویا اپنی پسند پر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کو ترجیح دی۔ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کی پسندیدہ باتوں کو اس کے ماسوا کے مقابلے میں چن لیا۔ جزا جنس عمل سے ہوتی ہے جس نے اللہ تعالےٰ کو غیر اللہ پر ترجیح دی، اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کی پسند کو اس کے غیر پر ترجیح دے گا۔ اس کو سمجھنے کے لئے دیکھئے کہ لوگ بادشاہوں کا قرب اور عزت حاصل کرنے کے لئے

اسی پر عمل کرتے ہیں۔ وہ بادشاہوں اور رؤساء سے اس شخص پر انعام و اکرام کی درخواست کرتے ہیں، جس کو وہ رعیت میں سب سے زیادہ ان کا محبوب اور منظورِ نظر سمجھتے ہیں جیسے جیسے وہ بادشاہ سے اس کی تشریف و تکریم کا زیادہ سوال کرتے ہیں، اس کے نزدیک ان کا مرتبہ اور عزت زیادہ ہوتی جاتی ہے اور ان کا قرب اور مرتبہ بڑھتا جاتا ہے کیونکہ وہ ان کے اپنے محبوب کو انعامات سے نوازنے اور اس کی تشریف و تکریم کے ارادے سے واقف ہوتے ہیں۔ ان کو زیادہ پسند وہ شخص ہوتا ہے جو شوق سے زیادہ سے زیادہ یہ سوال کرتا رہے کہ وہ اپنے محبوب کو زیادہ سے زیادہ انعامات و احسانات سے نوازے۔ ہر شخص اس کا مشاہدہ کرتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ اِس شخص کا مرتبہ اور اُس شخص کا مرتبہ جو اپنی حوائج کا طالب ہو اور بادشاہ کے محبوب کی تشریف اور انعام کا ایک بار سوال کر کے فارغ ہو جائے، برابر نہیں ہو سکتا۔

جب برائے نام دنیا کے بادشاہوں اور درباریوں کا حال یہ ہے تو بادشاہِ حقیقی کے دربار میں یہ پسندیدہ طریقہ اختیار کرنا کتنا زیادہ مفید ہوگا۔

اگر آپ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھنے کا اس کے سوا اور کوئی فائدہ نہ بھی ہو تو مومن کی تشریف و تکریم کے لئے یہی کافی ہے۔"

یہ جلاء الافہام کا انتالیسواں نہیں، چالیسواں فائدہ ہے جیسا کہ نبہانی کو وہم ہوا ہے۔ آپ جان گئے ہیں کہ اس نے بہت سی چیزیں نقل نہیں کیں جس بات کو اس نے حذف کر دیا ہے، اسی سے مسئلہ کی وضاحت ہوتی ہے۔ یہ اس کی عادت ہے کہ وہ اپنے خلافِ مقصد عبارت کو حذف کر دیتا ہے اور وہ حصہ نقل کرتا ہے جس سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ وہ ایسی گفتگو کریں جس سے کتاب و سنت اور سلف کی مخالفت لازم آئے۔ ان کے کلام میں تناقض نہیں، توافق ہے۔ ان کا کلام ایک دوسرے کی تصدیق و وضاحت کرتا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور التجا، عبادت، توکل اور نذر وغیرہ میں واسطے وسیلے بنانے سے جو منع کیا ہے، انہوں نے اپنی کسی کتاب میں بھی اس کے خلاف نہیں لکھا۔

مخلوق سے رزق مانگنا اور اس کو رزق کے حصول کے لئے واسطہ بنانے کا قصد کرنا جائز نہیں ہے اور یہ بھی جائز نہیں کہ کسی فرشتے یا انسان سے تکلیف کو دور کرنے یا ایک جگہ سے بدل کر دوسری

جگہ کرنے کا اس نیت سے سوال کیا جائے کہ وہ اس مقصد میں اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں جس طرح بادشاہوں اور اکابر کے حضور واسطوں کے ذریعے سفارش کرائی جاتی ہے جیسا کہ گزر چکا ہے" یہ قیاس مع الفارق" ہے جن باتوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو قدرت حاصل نہیں، ان میں وسیلے بنانا مشرکین کا شرک ہے جس کو مٹانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل مبعوث فرمائے اور "جلاء الافہام" میں جو یہ ذکر ہے کہ "اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرنا کہ وہ اپنے رسول ﷺ کی ثنا کرے، اس کی عزت بڑھائے اور اس پر رحم فرمائے۔ یہ اس کے نزدیک اپنے لئے سوال کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے" پھر انہوں نے مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "بادشاہوں کا قرب اور عزت حاصل کرنے کے لئے لوگ اسی پر اعتماد کرتے ہیں"

اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کو یہ سوال کہ وہ اپنے خلیل و حبیبؑ کے مراتب فضیلت میں اضافہ کرے —— عام رعایا کے لئے سوال کرنے سے زیادہ پسند ہے اس نے اس سوال کو زیادہ پسند کیا ہے کہ بادشاہ اپنی رعایا میں سے اپنے منظور نظر کسی امیر یا وزیر یا کسی اور کو اپنے لطف و کرم کا مورد بنائے غور کرنے سے یہ بات بالکل درست ہوگی کہ بادشاہ کو یہی سوال زیادہ پسند ہوگا۔ اس کی ایک مثال یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ایک باپ کے کئی بیٹے ہوں اور ان میں ایک بیٹا دوسروں سے اس کو زیادہ پیارا ہو جب کوئی بیٹا باپ سے یہ درخواست کرے کہ وہ اپنے پیارے بیٹے پر زیادہ مہربان ہو اور اس کو عطیے اور احسان سے نوازے تو یہ سوال باپ کو اس کے اپنے لیے سوال سے زیادہ پسند ہوگا۔ یہ محض مسئلے کی توضیح کی خاطر مثال بیان کی گئی ہے۔ اس میں غیر اللہ کے لیے وسائط مقرر کرنا اور اس کے حضور میں التجا کرنا کہاں سے آگیا؟ مثال بالکل درست ہے۔ قیاس صحیح ہے اور وجہ جمع موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بندے کا اپنی ذات اور مصلحت کے لیے سوال کرنے سے، اس کا وہ سوال زیادہ پسند ہے جو اللہ تعالیٰ کو مرغوب و محبوب ہو۔

اس ملحد اور غلط رد کی عبارت کو دیکھئے کہ اس نے "اغاثہ" اور "جلاء الافہام" کی عبارتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا حالانکہ اتنا ہی فرق ہے ان میں، جتنا کہ روشنی اور اندھیرے میں ہے۔

پھر اس نے شیخ محی الدین سے نقل کیا ہے کہ اس نے "فتوحاتِ مکیہ" میں اس قیاس کو درست قرار دیا ہے۔ اس نے کہا ہے: "جب اللہ تعالیٰ سلطانِ اعظم ہے، باوجود اس کے کہ

وہ جگہ کو قبول نہیں کرتا، پھر بھی اس کے لئے ایک جگہ لابدی ہے جس میں اس سے حاجات کا قصد کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے مرتبۂ بلند کا تقاضا تھا کہ وہ عرش کو پیدا کرے۔" پھر اس نے ذکر کیا کہ "وہ عرش پر مستوی ہوا تاکہ دعا، اور طلبِ حوائج میں اسکا قصد کیا جا سکے۔" پھر اس سے "وسیلہ" قیاس کر لیا جو عین شرک ہے۔

شیخ محی الدین نے عرش کی تخلیق کا سبب بیان کر کے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر مستوی ہوا ہے تاکہ دعا، اور طلبِ حوائج میں اس کا قصد کیا جا سکے۔ دونوں مقاموں میں فرق جلی ہے اور دونوں کلاموں میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔ اور قسطلانی کی کتاب "مسالک الحنفاء" سے نقل کر کے جو انہوں نے دنیوی بادشاہوں پر قیاس کیا ہے جس سے وسائط اختیار کرنے کی تائید ہوتی ہے، یہ قیاس مردود ہے قسطلانی بھی غالی ہے۔ اس کا کلام مسلمانوں کے لئے حجت نہیں ہے۔ استدلال کا مدار کتاب و سنت ہے سوءِ فہم کے مفاسد اور خرابیاں ان گنت ہیں!

تنقید نبہانی نے کہا "میں یہ تحریر کر چکا تھا، کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت نظر سے گزری۔ جو ابنِ قیمؒ وغیرہ کے لئے تشبیہ کے جواز کی سب سے قوی اور مسکت دلیل ہے۔ کتاب "منہاج السنۃ" میں مذکور ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب ہم نے اللہ تعالیٰ کو ان صفات سے متصف کیا، تو جہمیہ نے کہا "جب تم کہتے ہو کہ "اللہ تعالیٰ اور اس کا نور"۔ "اللہ تعالیٰ اور اس کی قدرت" ——— "اللہ تعالیٰ اور اس کی عظمت"! تو یہ تم نے نصاریٰ کی بات کہی جب تم نے کہا کہ "اللہ تعالیٰ اور اس کا نور ہمیشہ رہے گا"۔ "وہ اور اس کی قدرت لازوال ہے" تو ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں: ہم یہ نہیں کہتے کہ "اللہ تعالیٰ اور اس کی قدرت لازوال ہے"۔ "وہ اور اس کا نور لازوال ہے" لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور نور کے ساتھ دائمی ہے۔ کب اور کیسے قادر ہوا؟ یہ ہم نہیں کہہ سکتے۔" اس نے کہا کہ "تم موحد نہیں بن سکتے جب تک یہ نہ کہو کہ اللہ تعالیٰ تھا اور کوئی چیز نہیں تھی"۔ یہ درست ہے۔ لیکن جب ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ سے اپنی جمیع صفات کے ساتھ تھا تو کیا ہم ایک اللہ کو بیان نہیں کرتے؟ ہم ایک مثال سے سمجھاتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں، ہمیں اس کھجور کے درخت کے بارے میں بتاؤ، کیا اس کا تنا، ٹہنی، جڑ، چھال، شاخ، پتے وغیرہ نہیں ہیں؟ اس کا ان سب صفتوں کے ساتھ ایک ہی نام ہے، کھجور کا درخت۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ، اگرچہ اس کی مثال بہت بلند ہے، وہ اپنی سب صفات کے ساتھ واحد ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ: "ایک وقت تھا جب

وہ صاحب قدرت نہیں تھا، یہاں تک کہ اس نے قدرت کو پیدا فرمایا۔ جس کو قدرت نہیں وہ تو عاجز ہوا۔ اسی طرح ہم یہ بھی نہیں کہتے " ایک وقت تھا جب وہ کچھ نہیں جانتا تھا، یہاں تک کہ اس نے اپنی ذات کے لیے علم پیدا کیا، جو بے علم ہو وہ جاہل ہوتا ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں' وہ ہمیشہ سے قادر، عالم، مالک ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے: کب اور کیسے؟ ۔ اللہ تعالیٰ نے ولید بن مغیرہ کو' جو ایک کافر تھا' وحید کہا ہے۔ ارشاد فرمایا:

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ۝ (المدثر: ۱۱) "مجھے اور اس کو، جسے میں نے وحید (اکیلا) پیدا کیا ہے (نپٹنے کے لئے) چھوڑ دو۔"

جس کو اللہ تعالیٰ نے "وحید" فرمایا ہے' اس کی دو آنکھیں، دو کان، زبان، دو ہونٹ، دو ہاتھ، دو پاؤں اور بہت سے جوارح تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی سب صفات کے ساتھ اس کو "وحید" فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے بہت اونچی مثال ہے۔ وہ بھی اپنی سب صفات کے ساتھ الٰہ واحد ہے۔"

نبہانی نے کہا' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بحروفہ ختم ہوا' پھر کہا:

" آپ نے دیکھا کہ انہوں نے "کذلک اللہ تعالیٰ" (اسی طرح اللہ تعالیٰ ہے) کہہ کر ایسے بادشاہ سے تشبیہ نہیں دی جس کے وزراء ہوں' انہوں نے جماد یعنی نخلہ (کھجور کے درخت) ولید بن مغیرہ کافر کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ جب جماد اور کافر کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات علیہ کی مثال بیان کرنی جائز ہے تو کیا اللہ تعالیٰ' اس کے انبیاء اور اس کے نیک بندوں کی مثال' شاہان دنیوی اور ان کے وزراء اور خواص کے ساتھ بیان کرنی جائز نہیں ہے؟ ابن قیم جیسے ذہین و فطین اور علم کی باریکیوں کو جاننے والے کے لئے اس میں تردد کرنے کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ اس کا جواز واضح ہے لیکن اس کی خواہش اس بدعت کی مدد کرنے میں ہے' اور وہی اس کے لئے حجاب بن گئی ہے۔"

جواب میں کہتا ہوں' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ صحیح منقول ہے' یہ ان کی کتاب "الرد علی الجھمیہ" میں ہے! ۔ جہمیہ سے مراد جہم بن صفوان کے پیروکار ہیں' جو اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کے قائل ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مختصر رسالے میں ان کا اور ان کے اصحاب کا رد فرمایا ہے۔ یہ رسالہ متداول ہے اور ہندوستان میں چھپ چکا ہے' لیکن اس عبارت میں نبہانی کے مطلب کی کوئی دلیل

نہیں اور اللہ تعالیٰ سے استعانت اور اس کے حضور التجا وغیرہ میں اس کے اور اس کے بندے کے درمیان وسائل بنانے کے جواز پر اس سے استدلال کرنا فہم کی بے بضاعتی ہے اور نبہانی کی جہالت، غباوت اور ہر فضیلت سے اس کے افلاس کی دلیل ہے۔ حیرانی ہے کہ میں نے اس ٹیڑھے مسلک پر چلنے والے جتنے لوگ دیکھے ہیں، وہ غبی و جاہل تھے اور ان کی بصیرت پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ[1]"

"جو لوگ کافر ہیں تم ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔"

"وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۝ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ[2]"

"اور کہیں گے اگر ہم سنتے اور سمجھتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔ وہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے۔ سو دوزخیوں کے لئے رحمتِ خداوندی سے دوری ہے۔"

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ موحدین کے جلیل القدر مشائخ میں سے تھے۔ وہ مشرکین کے مذہب وسائل و وسائط کے جواز میں کیسے فرما سکتے تھے؟ انہوں نے جہمیہ سے ان مسائل پر مناظرہ کیا، جن میں اُنہوں نے اہلِ سنّت کا خلاف کیا تھا۔ ان مسائل میں مسئلہ صفات بھی تھا۔ اس عبارت سے پہلی عبارت سے مسئلہ صاف ہوتا ہے جس کو نبہانی نے نقل نہیں کیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ہم نے جہمیہ سے کہا قیامت کے دن ان الفاظ کا قائل کون ہوگا؟

"یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ[3] الآیۃ!"

"اے عیسیٰ بن مریمؑ! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنالو؟ وہ کہیں گے تو پاک ہے . . .!"

---

[1] البقرۃ: ۶، ۷ [2] الملک: ۱۰، ۱۱ [3] المآئدۃ: ۱۱۶

کیا اس کا فاعل اللہ تعالیٰ نہیں ہے ؟ تو انہوں نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تعبیر ہوگی۔ جس طرح کہ ایک چیز کو موسیٰؑ کے لیے تعبیر کیا تھا۔

ہم نے کہا اس کا فاعل کون ہے ؟

"فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ" [1]

"جن کی طرف رسولؑ بھیجے گئے ان سے بھی ہم پوچھیں گے اور رسولوں سے بھی پوچھیں گے۔ پھر اپنے علم سے ان کے سامنے حالات بیان کریں گے ہم کہیں غائب تو نہیں تھے۔"

کیا اللہ تعالیٰ سوال نہیں کرے گا ؟ انہوں نے کہا یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعبیر ہوگی۔

ہم نے کہا تم نے اللہ تعالیٰ پر عظیم جھوٹ بولا ہے۔ تمہارے زعم میں اللہ تعالیٰ کلام نہیں فرماتا۔ اس طرح تم نے اللہ تعالیٰ کو ان بتوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے کیونکہ بت نہ بولتے ہیں، نہ حرکت کرتے ہیں نہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بالارادہ منتقل ہو سکتے ہیں۔ جب ان سے کوئی جواب نہ بن آیا تو کہہ دیا کہ کلام تو اس نے کیا ہے لیکن اس کا کلام مخلوق ہے۔

ہم نے کہا اسی طرح انسانوں کا کلام مخلوق ہے، تو تم نے اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق سے تشبیہ دے دی کہ تم کہتے ہو کہ اس کا کلام بھی مخلوق ہے۔ تمہارے مذہب کے مطابق ایک وقت تھا جب اللہ تعالیٰ کلام نہیں کرتا تھا یہاں تک کہ اس نے تکلم کو پیدا کیا۔ اسی طرح انسان بھی کلام نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ ان کے لئے کلام کو پیدا کیا اس طرح تم نے کفر اور تشبیہ کو جمع کر لیا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس صفت سے بہت بلند ہے۔

بلکہ ہم کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے جب چاہا صفت کلام سے متصف رہا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ پہلے کلام نہیں کرتا تھا حتیٰ کہ اُس نے کلام کو خلق کیا نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ بے علم تھا، حتیٰ کہ اُس نے علم کو خلق کیا تو جانا۔ وہ بے قدرت تھا حتیٰ کہ اس نے اپنے لئے قدرت کو خلق کیا۔ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ وہ بے نور تھا حتیٰ کہ اُس نے اپنے لئے نور کو پیدا کیا اور وہ بے عظمت تھا حتیٰ کہ اس نے اپنے لیے عظمت کو پیدا کیا۔

---

[1] الاعراف: ۶،۷

جب ہم اللہ تعالیٰ کو ان صفات سے متصف کرتے ہیں، تو جہمیہ ہمیں کہتے ہیں: تمہارا خیال ہے کہ "اللہ تعالیٰ اور اس کا نور"۔ "اللہ تعالیٰ اور اس کی عظمت"، "اللہ تعالیٰ اور اس کی قدرت"، تو تم نے نصاریٰ جیسی بات کہی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا نور دائمی ہے"۔ اس سے آگے پہلے نقل ہو چکا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا "نخلہ" اور "وحید" کی مثال سے مقصد یہ ہے کہ ذات، جو صفات سے متصف ہو وہ وحدانیت سے متصف ہوتی ہے کیونکہ صفات کا مستقل الگ وجود نہیں ہے، اور نہ ہی ذات سے ذہن کے سوا ان کو الگ کرنا ممکن ہے۔ جہمیہ اور معتزلہ کا اہلِ سنت پر اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اور نصاریٰ کا مذہب مقابلے کی تاب نہیں رکھتا۔ انہوں نے اقانیم ثلاثہ کو ثابت کیا ہے، اور ان میں سے ہر ایک کا وجود مستقل ہے لہٰذا تعدّد (ایک سے زیادہ ہونا) متحقق ہوا۔

اور صفات کو ثابت کرنے والوں کے نزدیک ذات صفات سے کبھی بھی الگ نہیں ہوتی لہٰذا تعدد منتفی ہوا۔ اس کی تفصیل کلام کی کتب میں ہے۔ امام صاحب نے ذات متصفہ بالصفات پر واحد کے اطلاق کی جو مثال دی ہے، وہ بڑی بلیغ ہے۔ وہ یہ ہے کہ اسم "نخلہ" (کھجور کے درخت) کا اطلاق تنے چھال، ٹہنی، پتوں وغیرہ سب چیزوں پر ہوتا ہے، جن سے مل کر وہ درخت بنا ہے۔ اسی طرح ولید بن مغیرہ کو "وحید" کہا گیا ہے، حالانکہ وہ مختلف اعضاء اور اجزاء محسوسہ سے مل کر بنا تھا۔ اسی طرح دیوار، سواری چارپائی، کتاب وغیرہ بے شمار اشیاء ہیں، جو مختلف چیزوں سے مرکب ہیں، اور ان پر واحد کا لفظ بولا جاتا ہے۔ وہ ذات، جو صفات سے متصف ہو کیوں متحد نہیں ہو سکتی؟ اور اس پر واحد کے لفظ کا اطلاق کیوں نہیں ہو سکتا؟

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں رب العالمین کو نخلہ یا ولید وغیرہ مخلوقات کے ساتھ تشبیہ نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔ انہوں نے تو صرف واحد کے اللہ تعالیٰ پر اطلاق کو مختلف اجزاء والی اشیاء پر لفظِ واحد کے اطلاق سے تشبیہ دی ہے۔ جہمیہ وغیرہ کے خیال کے مطابق ان اشیاء پر واحد کا اطلاق نہیں کرنا چاہیے لیکن کیا جاتا ہے، تو جو ذات متصف بالصفات ہو، اس پر واحد کے اطلاق کا جواز اور صحت زیادہ اولیٰ ہے۔

نبہانی کی سوء فہمی کو دیکھئے کہ اس نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے کیسا غلط مطلب سمجھا ہے، اور اپنی جہالت سے قعرِ ضلالت میں کس بری طرح گرا ہے۔ کہتا ہے کہ حضرت الامام نے

الہ العالمین کو نخلہ وغیرہ سے تشبیہ دی ہے۔ اس کو یہ ذلت اس "واسطے" اختیار کرنے اور غیر اللہ کی عبادت کے عشق میں اٹھانی پڑی ہے۔

پھر اس کی مزید جہالت یہ ہے کہ اُس نے نخلہ کو جمادات میں شمار کیا ہے اور یہ نہ لغوی لحاظ سے، نہ عرفی لحاظ سے، نہ حقیقی لحاظ سے نہ مجازی لحاظ سے درست ہے بلکہ نخلہ درخت ہے۔ صحیح حدیث میں مومن کو اس سے تشبیہ دی گئی ہے۔

الحمدللہ، اللہ نے حق وسنّت کے اعداء ان جاہلوں کو بنایا ہے جو نباتات اور جمادات میں فرق نہیں کر سکتے۔ اور خالق کو مخلوق سے تشبیہ دیتے ہیں اور اعمال وعقائد میں اندھی اونٹنی کی طرح پاؤں مارتے پھرتے ہیں۔

نبہانی کے "مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ" سے استدلال پر گفتگو حسب سابق ہے، یہاں "نور" سے کیا مراد ہے؟ اس میں کئی اقوال ہیں ان کے ذکر کا یہ مقام نہیں۔

تنقید نبہانی نے کہا ہے کہ "ابن قیمؒ نے اپنی کتاب "طریق الہجرتین" کی ایک فصل میں آخرت میں مکلفین کے مراتب اور طبقات بیان کئے ہیں، وہ اٹھارہ طبقات ہیں:

طبقہ اولیٰ: یہ رسالت کا مرتبہ ہے اور سب سے بلند ہے۔ درحقیقت سب رسولؑ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساری مخلوق سے زیادہ باعزت اور خصوصی مرتبے کے حامل ہیں۔ وہ اس کے بندوں کا خلاصہ ہیں؛ آگے چل کر کہا ہے "ان کے فضل وشرف کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ سبحانہ نے ان کو اپنی وحی کے لئے مخصوص کر لیا ہے اور اپنی رسالت کا امین بنایا ہے۔ اپنے اور بندوں کے درمیان واسطہ بنایا ہے اور گوناگوں عزتوں سے نوازا ہے۔ کسی کو خلیل بنایا، کسی کو کلیم بنایا اور کسی کو سب سے بلند درجات عطا فرمائے۔ بندوں کے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا واحد راستہ رسولوں کا راستہ ہے۔ جنت میں وہی داخل ہوں گے جو ان کی اقتداء میں چلیں گے۔ جس کسی کو عزت اور کرامت حاصل ہوئی ہے ان کے ہاتھوں سے ہوئی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور ساری مخلوق سے زیادہ قریبی وسیلہ ہیں اور اس کے نزدیک درجے میں بلند ہیں اور محبت وکرامت میں سب سے آگے ہیں۔ دنیا وآخرت کی بھلائیاں ان کے ذریعے سے بندوں کو ملی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت انہی کے ذریعے سے حاصل ہوئی ہے اور انہی کے ذریعے اس کی محبت، عبادت اور اطاعت کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے ذرائع

بھی انہی سے حاصل ہوئے ہیں۔ ان میں سے اولوالعزم اور بلند مرتبہ رسولوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت میں کیا ہے:

"شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى ۔ الآیۃ"[1]

"اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر کیا ہے جس کا نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا اور جس کی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تمہاری طرف ہم نے وحی بھیجی ہے اور جس کا حکم ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا۔"

یہ ساری مخلوق میں بلند ترین طبقہ ہے شفاعت کبریٰ کی بات انہی پر گھومے گی یہاں تک کہ افضل الانبیاء و خاتم النبیین تک پہنچے گی اور مسئلہ حل ہوگا۔"

نبہانی نے کہا "ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ختم ہوگئی ہے۔ اس میں وہ خود انبیاء اور رسولوں کی وہ صفات بیان کرتے ہیں جن کے وہ اہل اور حقدار ہیں اس میں انہوں نے تصریح کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سب سے قریبی وسیلہ ہیں — دنیا و آخرت کی بھلائی ان ہی کے ذریعے سے بندوں کو ملی ہے۔ یہ بیان کرنے کے بعد کون سا ایسا سبب پیدا ہوگیا ہے کہ انہوں نے اپنے شیخ ابن تیمیہؒ کی متابعت میں، اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے ذریعے استغاثہ اور اس کے اور بندوں کے درمیان ان کو واسطہ بنانے اور لوگوں کی دینوی اور اخروی حاجت روائیوں میں ان کو وسیلہ بنانے کو ممنوع قرار دے دیا ہے۔ کیا یہ ابن قیم کا تناقض نہیں ہے؟"

جواب ابن قیمؒ ان کے شیخؒ اور بہت سے ان کے ہم مسلک لوگوں کو انبیاء اور رسولوں کے ساتھ گہری محبت ہے۔ ان کی کتابیں ان کی توقیر و احترام کی فرضیت سے بھری ہوئی ہیں "مفتاح دار السعادۃ" میں اس کا مفصل بیان ہے کہ لوگوں کو اس کی کتنی شدید ضرورت و حاجت ہے اور ان کی ہدایت پر عمل کتنا زیادہ ضروری ہے؟ یہاں تک کہ اگر دنیا ان کی ہدایت سے خالی ہو جائے تو فساد برپا ہو جائے۔ اور دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے وغیرہ ان سے ان کی محبت و توقیر کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے ان کے ارشادات اور سنن اور جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ سے لائے ہیں ان کی حفاظت کی ہے۔ انبیاء علیہم السلام

---

[1] الشوریٰ: ۱۳

کی دعوت و عمل یہ تھا کہ عبادت، التجا، نذر و توکل، مصائب و مشکلات میں ندا، اور حاجت روائیوں کے لئے استغاثہ وغیرہ کو صرف ایک اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کر دیا جائے اور ربوبیت و الوہیت کے سب حقوق و اختیارات صرف اسی کے ساتھ خاص ہوں۔

نبہانی نے ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ سے جو کچھ نقل کیا ہے، وہ ہر موحد مسلمان کا عقیدہ ہے جو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ یہ صرف شیخ الاسلامؒ اور دوسرے ائمہؒ ہی کا مسلک و عقیدہ نہیں۔

لاریب، شریعتوں کی تبلیغ اور جو کچھ اللہ سبحانہ، بندوں سے ارادہ فرماتے ہیں اور دینوی اور اخروی سعادت کے اسباب کو بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ کے رسول، بندوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہیں۔ وہ ایسے وسائط نہیں ہیں، جو نبہانی سمجھتا ہے۔ اس نے اپنی سوء فہمی ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے ذمے لگا دی ہے اور پھر خود ہی ڈانٹ بلاتا ہے کہ کون سا ایسا سبب پیدا ہو گیا ہے کہ اپنے شیخ ابن تیمیہؒ کی مطابقت میں ان کے ذریعے استغاثہ وغیرہ کو ممنوع بنا دیا ہے۔ الخ

بلکہ ابن قیمؒ کے کلام میں "وسائط" سے مراد وہ معنیٰ ہے، جو ہم نے ابھی ذکر کیا ہے، یہی اکابر موحدین اور ائمۂ اسلام کا عقیدہ و مذہب ہے۔

شیخ الاسلام قدس اللہ روحہ نے دو آدمیوں کے مناظرے میں، اس سوال کے جواب میں کہ:

"ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ لازمی ہے، ہم اس کے بغیر اس تک نہیں پہنچ پاتے" فرمایا:

"حمد صرف ربّ العالمین کے لئے ہے، اگر واسطے سے اس کی مراد اللہ تعالیٰ کے حکم کو پہنچانا ہے، تو یہ حق ہے، مخلوق، اللہ تعالیٰ کی پسند اور محبت کے کاموں سے اور اس کے مامورات و منہیات سے بے خبر ہے اور جو اس نے اپنے اولیاء کے لئے عزت و کرامت تیار رکھی ہے اور اپنے دشمنوں کے لئے عذاب کا جو وعدہ کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ جن اسماء حسنیٰ اور صفات علیا کا مستحق ہے، ان کی معرفت سے عقلیں درماندہ ہیں، اس طرح کے دوسرے امور کی معرفت صرف رسولوںؑ کے ذریعے ممکن ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی طرف بھیجا ہے۔ رسولوں پر ایمان لانے والے، ان کی راہ پر چلنے والے ہیں، وہی ہدایت یافتہ ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ اپنے قرب کے مرتبے سے سرفراز کرتا ہے۔ ان کے درجات بلند فرماتا ہے، اور دنیا و آخرت میں ان کو معزز بناتا ہے۔

اور جو رسولوں کے مخالف ہیں، وہ ملعون ہیں اپنے رب سے گمراہ اور محجوب ہیں فرمایا:

"يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِىْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ" [1]

"اے بنی آدم! جب تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آیا کریں، اور ہماری آیتیں تم کو سنایا کریں (تو ان پر ایمان لایا کرو) جو شخص ڈرتا رہے گا، اور سنور جائے گا، ان کو خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے، اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، اور ان سے سرتابی کی، وہی دوزخی ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔"

اور فرمایا:

"فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۝ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى" [2]

"اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے، تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف میں پڑے گا، اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی۔ اور قیامت کے روز اس کو اندھا کر کے اٹھائیں گے، وہ کہے گا میرے رب: تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا میں تو دیکھتا بھالتا تھا۔ فرمائے گا، "اسی طرح تیرے پاس میری آیات آئیں تو تو نے ان کو بھلا دیا، آج تجھے بھی بھلا دیا جائے گا۔"

ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی ضمانت دی ہے جو قرآنِ مجید پڑھے اور اس پر عمل کرے وہ دنیا میں گمراہ نہیں ہوگا اور آخرت میں عذابوں سے محفوظ رہے گا۔"

اور اللہ تعالیٰ نے اہلِ نار کے بارے میں فرمایا:

"كُلَّمَآ اُلْقِىَ فِيْهَا فَوْجٌ" "جب بھی اس میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو

---

[1] الاعراف: ۳۵، ۳۶ [2] طٰہٰ: ۱۲۳ - ۱۲۶

سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝" ؎۱

دوزخ کے داروغے ان سے سوال کریں گے، کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ کہیں گے، کیوں نہیں، ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا۔ ہم نے اس کو جھٹلایا اور کہا اللہ تعالیٰ نے تو کوئی چیز نازل نہیں کی تم نہیں ہو مگر بڑی گمراہی میں۔"

"وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ" ؎۲

"اور کافروں کو گروہوں میں جہنم کی طرف لے جایا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اس کے داروغے ان سے کہیں گے کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبرؑ نہیں آئے تھے جو تم کو تمہارے پروردگار کی آیتیں پڑھ کر سناتے اور تمہیں اس دن کے پیش آنے سے ڈراتے؟ کہیں گے کیوں نہیں، لیکن عذاب کا حکم کافروں پر ثابت ہو چکا ہے۔"

"وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ" ؎۳

"ہم پیغمبروںؑ کو صرف اس لیے بھیجتے ہیں کہ وہ خوشخبری دیں اور ڈرائیں اب جو شخص ایمان لے آیا اور اس نے اصلاح کرلی تو ایسے لوگوں پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی ان پر اس وجہ سے عذاب پڑے گا کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔"

"اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ

"اے محمد ﷺ! ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی جس طرح نوح علیہ السلام اور اس کے بعد

؎۱ الملک: ۸-۹ ؎۲ الزمر: ۷۱ ؎۳ الانعام: ۴۸، ۴۹

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ[1] -الآیۃ!	نبیوںؑ کی طرف بھیجی تھی اور جس طرح ہم نے ابراہیمؑ اسماعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ اور اس کی اولاد عیسیٰؑ ایوبؑ، یونسؑ، ہارونؑ، سلیمانؑ کی طرف بھیجی تھی اور ہم نے داؤدؑ کو زبور دی تھی۔ ہم نے بہت سے رسولوں کے حالات تمہارے سامنے بیان کر دیئے ہیں اور بہت سوں کے بیان نہیں کیے اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ سے خود باتیں کیں۔ سب رسولوں کو خوشخبری دینے اور ڈرانے کے لیے بھیجا تھا تاکہ پیغمبروں کے بعد لوگوں کا اللہ تعالیٰ پر کچھ الزام نہ رہے"۔

اس مضمون کی آیات قرآن مجید میں بکثرت ہیں۔

یہ ان باتوں میں سے ایک ہے جس پر مختلف اہلِ ملل مسلمانوں، یہودیوں، عیسائیوں کا اتفاق ہے۔ وہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان وسائط کو ثابت کرتے ہیں اور "وسائط" سے مراد اللہ تعالیٰ کے رسولؑ ہیں، جنہوں نے اس کے حکم اور خبریں لوگوں تک پہنچائیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰۗئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ[2] -الآیۃ!"	"اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور انسانوں میں سے رسولؑ چن لیے ہیں"۔

جو شخص ان وسائط کا منکر ہو وہ سب ملتوں میں کافر ہے۔

مکی سورتیں، مثلاً انعام، اعراف اور جن کی ابتداء "الٓر، حٰمٓ، طٰسٓ" سے ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں اور یومِ آخرت پر ایمان جیسے اصولِ دین پر مشتمل ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے قصے بیان فرمائے ہیں جنہوں نے رسولوں کی تکذیب کی تھی اور ان کے انجامِ بد کو بھی بیان فرمایا ہے اور اپنے رسولوں اور اپنا نداروں کی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور ان کی کامیابی کو ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

"وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا	"ہمارے پیغام پہنچانے والے بندوں سے ہمارا

---

[1] النساء: ۱۶۳ - ۱۶۵ [2] الحج: ۷۵

الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ " [1]

وعدہ ہو چکا ہے کہ وہی مظفر و منصور ہوں گے۔ اور یقیناً ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔"

" اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ " [2]

" ہم اپنے رسولوں کی اور ان کی جو ان پر ایمان لائے۔ بھئے دنیا کی زندگی میں مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔"

یہ وہ سچے وسائط ہیں جن کی اطاعت و اتباع اور اقتدا کرنے کا حکم ہے ارشاد ہے :

" وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ [3] - الآیۃ "

" اور ہم نے جو رسول بھیجا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔"

" مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ [4] - الآیۃ "

" جو شخص رسولؐ کی فرماں برداری کرے گا بیشک اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔"

" قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [5] الآیۃ "

" اے پیغمبرؐ! لوگوں سے کہہ دیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دوست رکھے گا۔"

" فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ " [6]

" پس جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت کی اور انہیں مدد دی اور جو نور ان کے ساتھ نازل ہوا اس کی اتباع کی وہ لوگ مراد پانے والے ہیں۔"

" لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ [7] - الآیۃ "

" اور تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے۔"

آپ فرماتے ہیں "اگر اس کی مراد یہ ہو کہ انبیاء و اولیاء کو حاجت روائی و مشکل کشائی کے لیے واسطہ بنانا لابدی ہے اور لوگوں کے رزق، ان کی مدد اور ہدایت میں وہ وسیلہ ہیں لوگ ان سے سوال کریں اور

---

[1] الصافات: ۱۷۱-۱۷۳ [2] غافر: ۵۱ [3] النساء: ۶۴ [4] النساء: ۸۰ [5] آل عمران: ۳۱

[6] الاعراف: ۱۵۷ [7] الاحزاب: ۲۱

ان ہی کی طرف رجوع کریں، تو یہ وہی شرکِ اعظم ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مشرکینِ مکہ کو کافر قرار دیا تھا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اولیاء اور شفعاء بنا لیے تھے۔ اور وہ اپنے حوائج و منافع میں ان کو واسطہ بناتے تھے اور مصائب و مشکلات کے رفع کرنے میں ان کو وسیلہ بناتے تھے" جیسا کہ شیخ الاسلامؒ کا یہ کلام ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

معلوم ہوا کہ حافظ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو سمجھنے میں نبہانی نے سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ اس کا صحیح مفہوم وہی ہے جو شیخ الاسلامؒ اور جمہور اہلِ ایمان نے بیان کیا ہے۔ اگر نبہانی اور دوسرے غالیوں کی عقلیں اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں، تو اس میں ان کا کیا قصور ہے؟

تنقید نبہانی نے کہا ہے "ابنِ قیمؒ کے اس تناقض کی طرح ان کا ایک اور تناقض ہے کہ انہوں نے اپنی گزشتہ عبارت میں قبر کو جو زیارت گاہ بن گئی ہو وثن کہا ہے اور اس کے زائرین کے جو اوصاف بیان کیے ہیں، وہ وہی ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زائرین کے اوصاف ہیں اور دوسری طرف قصیدہ "نونیہ" میں حق بات کہی ہے اور اس میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی دعا اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ۔ کو شرفِ قبول بخشا ہے وہ اشعار یہ ہیں ؎

ولقد نہانا ان تصیر قبرہ	عیدًا حذار الشرك بالدیان
ودعا بان لا یجعل القبر الذی	قد ضمہ وثنا من الاوثان
فاجاب رب العالمین دعاءہ	واحاطہ بثلاثۃ الجدران
حتی اغتدت ارجاؤہ بدعاءہ	فی عزۃ وحمایۃ وصیان

"آپؐ نے ہمیں شرک باللہ سے بچنے کے لیے اپنی قبر کو عید بنانے سے منع فرما دیا ہے۔"

"اور آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی تھی کہ وہ آپؐ کی قبر کو "وثن" (بت) نہ بنائے۔"

"رب العالمین نے تین دیواروں سے اس کا احاطہ کر کے آپؐ کی دعا کو شرفِ قبول بخشا۔"

"آپؐ کی دعا سے اب اس کی اطراف پوری طرح محفوظ ہو گئی ہیں۔"

اور اپنی گزشتہ عبارت میں انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے اوصاف بیان کیے ہیں بلا شبہ ان سے ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ استغاثے اور حاجت روائی کا وسیلہ بننے کے صحیح اہل ہیں۔"

جواب معترض نے جس نقل کا ذکر کیا ہے اور اس میں ہیرا پھیری کی ہے، وہ قبر پرستوں اور غالیوں

کا عام وطیرہ ہے ۔ اس پر طرہ یہ کہ دوسروں کے کلام میں تصرف کر کے اور خود اپنے کلام میں وہ خطاء اور فریب کاری کا مرتکب ہوا ہے اور اس طرح اپنی کم فہمی اور کوتاہ نظری کا ثبوت بہم پہنچایا ہے ۔ مثلاً علماء کے کلام سے ان کی مراد کے خلاف مفہوم پیدا کرنا اور ان کی عبارت کے مقصد کی مخالفت کرنا اور ظنِ کاذب کے ذریعے ان کے خلاف فیصلہ دینا ۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے :

"اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ " "گمان سے بچو کیونکہ گمان سب سے جھوٹی بات ہے "

اس گمراہ کی ، اپنے اسلاف کے حسبِ معمول ، یہ عادت ہے کہ وہ غیر واضح اور متشابہ امور سے چمٹتا ہے ۔ محکم اور واضح امور سے اعراض برتتا ہے ۔ اس کی عادت ہے کہ وہ ضعیف یا جھوٹی یا متشابہ خبر پر اعتماد کرتا ہے ، جو مطلوب پر دلالت کناں نہیں ہوتی ۔ یہ طریقہ ایسے علماء کا قطعاً نہیں ہو سکتا ، جن کے سامنے دین کی توضیح اور مسلمانوں کو راہِ راست پر لانا ہے ۔ ہم خواہشِ نفس کی پیروی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں ۔

نبہانی نے یہاں غلط طور پر گمان کیا ہے کہ "ابنِ قیمؒ نے اپنی دو کتابوں میں متناقض بات کی ہے ۔ "اغاثہ" میں تو کہا ہے کہ "استغاثہ بغیر اللہ شرک ہے اور غیر اللہ کو پکارنا ضلالت ہے ۔" اس کو اس دلیل سے مبرہن کیا ہے جو اہلِ علم و نظر کو معلوم ہے ۔ ابن قیمؒ نے اس سے یہ سمجھا کہ جس نے نبی اکرم ﷺ کی قبر کے پاس آپؐ سے استغاثہ کیا ، اس نے غیر اللہ کی پرستش کی ، اور اس طرح نبی کریم ﷺ کی قبر کو "وثن" بنایا ۔ اور "نونیہ" جو ان کی منظوم کتاب ہے ، جس کا نام "الکافیۃ الشافیہ" ہے ، میں یوں کہتے ہیں کہ :

"نبی اکرم ﷺ نے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کی قبر کو "وثن" نہ بنائے ۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی دعا قبول فرمالی اور آپؐ کی قبر کو وثن نہ بنایا ، جس کی عبادت کی جائے ۔" مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی دعا کو قبول فرمالیا ، لہٰذا زائرین ، وہاں جو استغاثہ و توسل اور دیگر اعمال کرتے ہیں ، وہ شرک نہیں ہے جیسا کہ مانعین کہتے ہیں ۔" یہ نبہانی کے وہم کا خلاصہ ہے کہ ابنِ قیمؒ کے کلام میں تناقض و مخالفت نظر آتی ہے ۔ نبہانی کے ، اور جس کے دل اور کان پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہو اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہو اور جس کے لیے عذابِ عظیم ہو ، اس کو یہی کچھ سمجھنا چاہیے تھا ۔ ہم زیارتِ قبور کے بارے میں شیخ الاسلامؒ کی جو عبارت نقل کر چکے ہیں ، اسی میں اس غبی کی کج فہمی کا جواب ہو گیا ہے ۔ اس میں

فرماتے ہیں: "آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کے لفظ کا وہ مفہوم نہیں ہے جو دوسری قبروں کی زیارت کا ہے۔ زائران تک پہنچتا ہے ان کے پاس بیٹھتا ہے اور زائرین کو وہاں سنّت و بدعت کے افعال کرنے ممکن ہوتے ہیں کیونکہ وہ قبریں کھلی جگہ پر ہوتی ہیں، لیکن آپ ﷺ کی قبر تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ اور راستہ نہیں۔ آپ ﷺ کو گھر میں دفن کیا گیا تھا اور وہاں تک رسائی ممکن نہیں۔ زائر صرف آپ ﷺ کی مسجد میں داخل ہوتا ہے۔ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

"لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يَحْذَرُ مَا فَعَلُوْا قَالَتْ عَائِشَةُ وَلَوْلَا ذَالِكَ لَاُبْرِزَ قَبْرُهٗ وَلٰكِنْ كَرِهَ اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا۔"

"اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو عبادت گاہیں بنا لیا تھا۔ اس اشارے سے آپ ﷺ کا مقصد اس فعلِ بد سے بچنے کی تاکید ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ ﷺ کی قبر کو کھلا رکھا جاتا لیکن آپؐ نے اس کا مسجد بنایا جانا پسند نہ کیا۔"

آپ ﷺ کو گھر میں اس لیے دفن کیا گیا تھا کہ کہیں آپؐ کی قبر کو مسجد، وثن اور عید نہ بنا لیا جائے۔ سنن ابی داؤد میں احمد بن صالح کی حدیث ہے۔ انہوں نے عبداللہ بن نافع سے روایت کی، انہوں نے ابن ابی ذئب سے، انہوں نے سعید مقبری سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہ آپؐ نے فرمایا:

"لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا وَّلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وَّصَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ۔"

"اپنے گھروں کو قبریں نہ بنانا اور میری قبر کو عید نہ بنانا اور مجھ پر درود پڑھا کرو جہاں بھی تم ہو گے، وہ مجھے پہنچ جائے گا۔"

مؤطا وغیرہ میں انہی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُّعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ۔"

"اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے۔ اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔"

صحیح مسلم میں انہی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے وصال سے صرف پانچ دن پہلے فرمایا:

"اِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوا یَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَاِنِّیْ اَنْھَاکُمْ عَنْ ذَالِکَ۔"

"تم سے پہلی امتیں قبروں کو عبادت گاہیں بنا لیا کرتی تھیں۔ خبردار! تم قبروں کو عبادت گاہیں نہ بنانا میں تمہیں اس سے روکتا ہوں۔"

آپؐ نے اپنی امت کو اس سے بچانے اور ڈرانے اور روکنے کے لیے ایسے لوگوں پر لعنت کی، جو قبروں کو عبادت گاہیں بنا لیتے ہیں اور آپؐ نے اپنی قبر کو عید بنانے سے روک دیا، اور آپؐ اپنے حجرے میں مدفون ہوئے، تاکہ کسی کو اس کا موقعہ ہی نہ مل سکے، چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی حجرہ میں رہائش پذیر تھیں، اس وجہ سے ان کی زندگی میں کوئی اندر نہیں جاتا تھا، جو جاتا تھا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتا تھا۔ جب آپؓ وفات پا گئیں، تو اس میں کوئی رہنے والا نہ تھا، پھر جب حجرہ مسجد میں داخل کیا گیا، تو اس کو بیرونی دیوار بنا کر بند کر دیا گیا، اس صورت میں کسی کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ زیارت قبور کے عام اور معروف سنی یا بدعی طریقے کے مطابق قبر نبویؐ کی زیارت کر سکے۔ ہاں لوگ مسجد نبوی میں جاتے ہیں۔ اس کو سلف زیارت قبر نبویؐ کا نام نہیں دیتے تھے۔ کسی ایک صحابیؓ سے بھی قبر نبویؐ کی زیارت کا لفظ ہرگز ثابت نہیں، نہ ہی صحابہ کرامؓ یہ لفظ بولتے تھے۔ ایسے ہی عام تابعینؒ زیارت قبر نبویؐ کا لفظ اپنی گفتگو میں استعمال نہیں کرتے تھے۔ یہ معنی و مفہوم ہی ان کے نزدیک ممتنع ہے، تو وہ اس کو کیونکر اور کیسے کرتے؟

آپؐ نے اپنے گھر اور قبر کو عید (عرس) بنانے سے منع فرما دیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی، آپؐ کی پوجا کر کے اس کو "وثن" کا درجہ نہ دے دیا جائے۔ آپؐ نے قبروں کو مساجد بنانے سے منع فرما دیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا:

"اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ ھِمْ مَسَاجِدَ۔"

"جن لوگوں نے اپنے انبیاءؑ کی قبروں کو عبادت گاہیں بنا لیا، ان پر اللہ تعالیٰ سخت غضب ناک ہے۔"

اسی بنا پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے ائمہؒ نے یہ لفظ کہنے ہی ناپسند کیے ہیں کہ:

"ہم نے نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کی ہے۔"

——————— اگر سلف یہ الفاظ بولتے ہوتے تو امام مالکؒ اس کو ناپسند ہرگز نہ فرماتے۔
حالانکہ آپؒ تابعینؒ کے ساتھ مدینہ میں سکونت رکھتے تھے اور تابعین ایسے مسائل کو، دوسروں سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ اگر نبی کریم ﷺ کی معروف حدیث اس سلسلہ میں کوئی ہوتی تو تابعین اس کو جان لیتے۔ اور رسولِ اکرم ﷺ نے یہ لفظ بولا ہوتا تو اس کو اہلِ مدینہ اور امام مالکؒ ناپسند نہ کرتے۔ آپؒ تو عام گفتگو میں بھی رسولِ کریم ﷺ کے الفاظ تلاش کر کے بولا کرتے تھے تو اس صورت میں اب کو یہ لفظ کس طرح ناگوار ہو سکتا تھا؟ البتہ علماء کے طائفے نے اس کا نام زیارتِ قبر رکھا تھا۔ یہ لفظ بول کر امام مالکؒ اور آپؒ کے پیروکاروں کی مخالفت مقصود نہیں تھی، بلکہ دونوں ہی مسجدِ نبوی میں آپؐ پر صلوٰۃ و سلام اور وسیلے وغیرہ کو مستحب جانتے ہیں۔ ایک گروہ نے اس کو زیارتِ قبرِ نبویؐ کا نام دیا۔ دوسرے نے اس کو ناپسند کیا۔ متاخرین میں بعض بدعات پیدا ہو گئی تھیں، جن کو ائمہ اربعہ میں سے کسی نے مستحب نہیں سمجھا مثلاً آپؐ سے استغفار کا سوال کرنا بعض جاہلوں نے ایسی بدعات جاری کر لی ہیں، جن کے حرام یا کفر ہونے میں مسلمانوں کا اجماع ہے مثلاً آپؐ کے حجرہ شریفہ کو سجدہ کرنا، اس کا طواف کرنا اور اس طرح کے دوسرے کام جن کے ذکر کا یہ موقع نہیں ہم یہ نفیس بحث قبل ازیں مکمل بیان کر چکے ہیں۔

اس سے یہ بات صاف عیاں ہو جاتی ہے کہ شیخ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں کوئی تناقض نہیں۔ بلکہ یہ نبہانی کی ضلالت و جہالت کی واضح دلیل ہے۔ اس سے اس کی ہذیان گوئی کی جڑ کٹ گئی ہے۔

تنقید نبہانی، حافظ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عبد الہادی الحنبلی المقدسی کی "الصّارم المنکی فی الرّد علی السّبکی" پر بحث کرتے ہوئے دوسری فصل میں یوں گویا ہے:

"حافظ مقدسی نے "شفاء السّقام فی زیارۃ خیر الانامؐ" کے رد میں "الصّارم المنکی فی الرّد علی السّبکی" تالیف کی ہے۔ اس سے ان کا مقصد بدعت، اور استغاثے اور آپ ﷺ کی زیارت کے سفر کی ممانعت میں اپنے شیخ ابنِ تیمیہؒ کی تائید ہے۔ جب میں نے اس کا مطالعہ شروع کیا تو مجھے اس امام بلکہ سید الانام کے مقابلے میں ان کی جرأت و بے باکی پر تعجب ہوا۔ انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سیّد الوجود ﷺ کی وفات کے بعد اب ان کی کوئی فضیلت و خوبی باقی نہیں رہی اور اب ان کی حیثیت عوام الناس جیسی ہے۔ جو حدیث یا اثر یا کسی عالم کا قول ان کے عقیدے کے خلاف

ہوتا ہے' وہ اس کی تاویل کرنے یا اس کو موضوع ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سبکی نے ان احادیث اور آثار کو ثابت کیا تھا' اور وہ ان کو بیکار اور غیر مؤثر بنانے میں اپنی کوشش کو صرف کرتے نظر آتے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں ان کو بڑے تکلّف و تعصب اور بے راہروی سے کام لینا پڑا ہے' اور بڑی غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔ انہوں نے اپنے شیخ کی بدعت میں ان کی تائید و ہم نوائی پیش نظر رکھی ہے' وہ صحیح یا باطل جس طریقے سے بھی ہو۔ اس کے باوجود میرے دل میں اس بارے لکھنے کا کبھی خیال پیدا نہیں ہوا کیونکہ بدعت کو حکایت کرنے سے اس کی اشاعت ہوتی ہے۔ اس کا ذکر چاہے رد کرنے کے انداز میں ہو' اس کو پھیلانے کا موجب بنتا ہے۔ میں نے کہا کہ محسن کو اس کا احسان' اور بدکردار کو اس کی بدکرداری ہی کافی ہے۔" الخ

جواب "الصارم المنکی" پر یہ تبصرہ غلط فہمی اور غلط بنیادوں پر ہے۔ لہٰذا جواب کے لائق نہیں۔ اس کی عبارت انتہائی پوچ اور رکیک ہے۔ یہ بلند بانگ دعویٰ رکھنے والے کے لیے تو درکنار کسی طالب علم کے معیار کی بھی نہیں۔ ہم پہلے ان کی کمزوریوں اور غلطیوں کی نشان دہی کرتے وقت کہہ چکے ہیں کہ اس میں فضیلت و اخلاق، علم و ادب' حیا وایمان، تقویٰ و عرفان نام کی کوئی چیز نہیں۔ ہم حسب سابق آئندہ بھی دلائل سے اس دعوے کو ثابت کریں گے۔

لیکن "الصارم المنکی" کے مصنّف فقیہ، حنبلی، مقریٔ، محدّث، حافظ، ناقد، نحوی، متفنّن اور جبل راسخ ہیں' علیہ الرحمۃ والرضوان صاحب شذرات اور دیگر مؤرخین نے لکھا ہے کہ وہ ماہِ رجب سن سات سو چار یا پانچ یا چھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور جمادی الآخر سن سات سو چالیس ہجری میں فوت ہوئے۔ اس طرح ان کی عمر صرف چالیس سال یا اس سے بھی کم بنتی ہے۔ انہوں نے کثیر اساتذہ سے سماع کیا۔ ان میں سے حجّار بھی ہیں۔ انہوں نے حدیث اور اس کے فنون میں خوب دلچسپی لی اور اس میں فضیلت و مہارت حاصل کی۔ مسندِ فتویٰ پر متمکن ہوئے' درس دیا اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک مدت تک رہے۔ ذہبیؒ وغیرہ سے بھی اخذ و استفادہ کیا۔ انہوں نے خود اس کا ذکر "طبقات الحفاظ" میں کیا ہے۔ وہ بہت سی کتابوں کے مصنّف ہیں۔ بعض پایۂ تکمیل تک پہنچ گئیں' اور بعض مہلتِ زندگی نہ ملنے کی وجہ سے مکمل نہ ہو سکیں۔ وہ قرآن و حدیث' فقہ اور علوم میں بڑی وسعت کے حامل اور ذہنِ رسا کے مالک تھے۔ ان کی چند تصانیف محفوظ ہیں۔ ابنِ رجبؒ نے اپنے طبقات میں ان کی ستّر سے زائد تصانیف شمار

کی ہیں!۔کوہ قاسیون کے دامن میں مدفون ہوئے۔

ان کے علم وفضل اور وسعتِ اخبار اور مزید خوبیوں کی شاہد عدل آپ کی کتاب "الصارم المنکی فی الرد علی السبکی" ہے۔ یہ نہایت عمدہ اور مفید کتاب ہے جس میں حق کو الحاد سے میز کیا ہے۔ اگر ان کے پاس قیامت کے روز اس کتاب کے سوا کوئی اور نیکی نہ بھی ہو تو نجات کے لیے یہی کافی ہے۔ اس کتاب سے سبکی کا کھوٹ اور اس نے باطل کو حق پر جو فوقیت دی ہے عیاں ہوگئی ہے۔ اور یہ بھی واضح ہوگیا ہے کہ وہ علمِ حدیث میں پرلے درجے کا جاہل، جھگڑالو، خود پسند، بندۂ نفس اور اسیرِ خواہش ہے اور اکثر و بیشتر اپنے عقیدے میں ردّی اقوال اور گری پڑی آراء کو اختیار کرتا ہے۔

اہلِ فضل وانصاف میں سے جس شخص نے "الصارم المنکی" کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے، اُس کی حیثیت سمندر میں قطرے کے برابر ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ ہی سے دست بدعا ہیں کہ وہی "الصارم المنکی" کے مصنّف کو بہترین جزا سے نوازے اور اس سے ساری دنیا کو فیض یاب کرے!

گمراہ نبہانی سے اس فاضلِ جلیل کے حق میں جو کچھ صادر ہوا ہے وہ قابلِ تعجب نہیں کسی نے کیا خُوب کہا ہے:

؎

واذا أتتك مذمتی من ناقص فهی الشهادة لی بانی کامل لقد زادنی حبا لنفسی اننی بغیض الی کل امرئ غیر طائل وانی شقی باللئام ولا ارى شقیا لهم الا كريم الشمائل وكل امرئ الفى اباه مقصرا عدو لاهل المكرمات الافاضل	"جب نکمے اور ناقص لوگ میری مذمت کریں تو یہی میرے کامل ہونے کی دلیل ہے۔ جب میں اپنے آپ کو بے کار اور نکمّے لوگوں کے نزدیک ناپسندیدہ دیکھتا ہوں تو مجھے اپنے آپ سے محبّت ہوجاتی ہے۔ میں کمینوں کے نزدیک بدبخت ہوں۔ اور ان کے ہاں بدبخت کو اچھے خصائل کا مالک سمجھتا ہوں۔ جس شخص کا باپ کمینہ ہو وہ فاضل اور بہترین صفات لوگوں کا دشمن ہوتا ہے۔"

ایک شاعر نے کہا ؎

اذا ما نالت السفهاء عرضی
ولم یخشوا من العقلاء لوما
کسوت من السکوت فمی لثاما
وقلت نذرت للرحمٰن صوما

"جب احمق میری عزت کے درپے ہوں اور عقل مندوں کی طرف سے ملامت سے نہ ڈریں، تو میں اپنی زبان پر مہرِ سکوت لگا لیتا ہوں اور کہتا ہوں میں نے آج رحمٰن کے لیے روزے کی نذر مانی ہوئی ہے۔"

جب نبہانی جیسے کمینے 'صاحبِ "الصارم المنکی" کی عزت پر ہاتھ ڈالیں اور وہ جواباً یہ شعر پڑھے تو نہایت ہی موزوں ہوگا ؎

لقد صبرت علی المکروہ أسمعه
من معشر فیك لولا أنت ما نطقوا
وفیك داریت قوما لا خلاق لهم
لولاك ما کنت أدری أنهم خلقوا

"میں نے تمہارے بارے میں ایک جماعت سے ناپسندیدہ باتیں سن کر صبر کیا ہے۔ اگر تم نہ ہو تو وہ نہ بولیں۔"
"میں نے تمہارے متعلق ایک بد اخلاق قوم سے مدارت سے کام لیا ہے۔ اگر تم نہ ہوتے تو مجھے یہ بھی پتہ نہ ہوتا کہ وہ پیدا ہوئے ہیں۔"

اے نبہانی! تو نے میرے پہلے خطاب و بیان کو جو سُنا ہے، وہ تو ہے ہی ؎

ولقد أقول لمن تحرش بالهوی
عرضت نفسك للبلا فاستهدف

"جس شخص کو میرے درپے آزار ہونے کا شوق ہو، میں اسے کہہ دیتا ہوں کہ تُو نے اپنی جان کو مصیبتوں کے لیے نشانہ بنا لیا ہے، اب نشانہ بن۔"

کیا تُو نے امام شافعیؒ کا یہ ارشاد نہیں سُنا ؎

اذا رمت ان تحیا سلیما من الاذی — وحظك موفور وعرضك صین
لسانك لا تذکر به عورة امرئ — فکلك عورات وللناس السن
وعینك ان أرتك یوما نقیصة — لناس فقل یا عین للناس أعین
وعاشر بمعروف وسامح من اعتدی — وفارق ولکن بالتی هی احسن

"جب تو چاہے کہ امن و چین سے زندگی گزارے، اور تو خوش نصیب ہو اور تیری عزت محفوظ

رہے تو اپنی زبان سے کسی انسان کی پردہ دری نہ کر کیونکہ لوگ بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں اور تیرا پردہ فاش کر سکتے ہیں۔ اگر تجھے لوگوں میں کوئی نقص نظر آئے تو اپنی آنکھ سے کہا کر وائے آنکھ! لوگوں کی بھی آنکھیں ہیں، وہ تیرا عیب دیکھ سکتی ہیں۔ لوگوں سے حُسنِ سلوک سے پیش آؤ جو زیادتی کرے، اس سے درگزر کرو اور نہایت احسن طریقے سے اس سے الگ ہو جاؤ۔"

تجھے مناسب یہ تھا کہ ان راہوں سے کنارہ کش رہتا جو لوگ اپنے زمانے سے آج تک علم و فضل کے ساتھ معروف ہیں، تیری ان سے کیا نسبت ہے

للحروب رجال یعرفون بھا ولِلدواوین حساب وکتاب

"جنگ وہی کر سکتے ہیں جو فنِ سپہ گری سے واقف ہوں اور دفتروں میں تو حساب و کتاب ہوتا ہے۔"

کیا تُو نے کسی کہنے والے کو نہیں سُنا ہے

اضحی یسد فم الافعی باصبعہ یکفیہ ماذا یلاقی منہ اصبعہ

"اُس نے سانپ کے منہ کو اپنی انگلی سے بند کرنے کی کوشش کی ہے اس کی انگلی کو جو تکلیف پہنچی ہے، وہی اس کے لیے کافی ہے۔"

تنقید اس کے بعد نبہانی نے سبکی کی کتاب "شفاء السقام" کے بارے میں قسطلانی کی عبارت نقل کی ہے کہ اس کے مصنف نے اس کے ذریعے مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈک اور سکون پہنچایا ہے پھر ابنِ حجر کی کتاب "الجوہر المنظم" سے "الصارم المنکی" کی مذمت میں عبارت نقل کی ہے۔

جواب یہ کوئی حیران کن بات نہیں ہے۔ نبہانی، سبکی، ابنِ حجر سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ ان کے دل ایک جیسے ہیں۔ ان کے سینوں میں اہلِ حق کے لیے بغض اور دشمنی مشترکہ ہے ان کے مونہوں سے دشمنی ظاہر ہو رہی ہے لیکن دلوں میں اس سے کہیں بڑھ کر دشمنی چھپی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بھائیوں سے اسی قسم کی بُرائی نقل فرمائی ہے ارشاد ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ

"اللہ تعالیٰ کو عار نہیں کہ وہ مچھر یا اس سے بڑھ کر کسی چیز (مثلاً مکھی، مکڑی) کی مثال بیان کرے۔ مومن یقین رکھتے ہیں کہ وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور کافر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی

بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۙ ؎

اس مثال سے کیا مراد ہے؟ اللہ تعالیٰ اس سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے۔ اور گمراہ صرف نافرمانوں ہی کو کرتا ہے"۔

تنقید پھر اس نے کتاب کا خلاصہ بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ "جن احادیث کو انہوں نے ضعیف کہا ہے وہ سب صحیح ہیں۔ انہوں نے یہ کچھ محض اپنے شیخ ابن تیمیہؒ کی بدعت کی ترویج کی خاطر کیا ہے"۔

جواب ان سب باتوں کا جواب گزر چکا ہے ہم قبل ازیں سنّت و بدعت کا معنیٰ بیان کر چکے ہیں۔ بھلا جو کوئی اللہ تعالیٰ کی توحید کا عقیدہ رکھتا ہے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرتا وہ بدعتی ہے یا وہ جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کی عبادت سے اعراض کرے، اور اہلِ قبور کے حضور التجائیں کرے جو خود اپنی جانوں کے نفع و نقصان اور موت و زندگی اور مرنے کے بعد اٹھنے کا بھی اختیار نہیں رکھتے؟

تنقید نبہانی کہتا ہے "جس نے بھی امام سبکی کا خصوصاً اس قسم کے مسائل میں رد کیا ہے، اس کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی نے کہا ہے ؎

کناطح صخرۃ یوما لیوھنھا
فلم یضرھا واوھی قرنہ الوعل

"جس طرح کہ پہاڑی بکرا کسی دن چٹان کو کمزور کرنے کے لیے سینگ مارنے لگے وہ اس کو تو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا، البتہ اپنے سینگ کمزور کر لے گا"۔

——اس کے باوجود میں نے اس کی طرف عدمِ التفات اور عدمِ تعرض ہی کو مناسب سمجھا" آگے چل کر کہتا ہے "پھر میری نظر سے ایسی عبارت گزری جس پر خاموش رہنا جائز نہ تھا کیونکہ وہ کتاب مطبوع ہو کر اشاعت پذیر تھی۔ اس میں صاحبِ کتاب نے امام سبکی کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں وجوب کا کھلے الفاظ میں رد کیا تھا۔ میں نے ضروری سمجھا کہ دونوں عبارتوں کو ذکر کردوں۔ پھر اس کی عبارت کے نقص اور عیب واضح کردوں" پھر اس نے پہلے سبکی کی عبارت کو ذکر کیا ہے کہا ہے:

امام سبکی کی عبارت قرآن اوّل تا آخر اور دین کا اجماع، سیرِ صحابہؓ و تابعینؒ، مسلمانوں کے سب علماء اور سلف صالحین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور اس میں مبالغے پر متفق ہیں۔ جو شخص قرآنِ مجید میں غور و فکر کرے گا اور اس میں آپؐ کی تعظیم و توقیر اور ادب و احترام اور اس میں مبالغے کی صراحت و اشارہ کو سوچے گا، نیز صحابہ کرامؓ آپؐ کی تعظیم و احترام میں جس طرح مبالغہ آرائی کرتے تھے،

ہا سے ذہن میں لائے گا" تو اس کا دل ایمان سے مملو ہو جائے گا۔" پھر نبہانی نے ایک اور عبارت ذکر کی ہے :

ابن عبدالہادی کی عبارت سبکی کا کہنا کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں مبالغہ واجب ہے"، کیا اس کی اس سے مراد وہی ہے جو عوام کالانعام کرتے ہیں؟ یہاں تک کہ آپؐ کی قبر کا حج اور اس کو سجدہ کرنا، اس کا طواف کرنا، اور یہ اعتقاد رکھنا کہ آپؐ غیب جانتے ہیں، آپؐ کو دینے اور روکنے کا اختیار حاصل ہے، جو کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا آپؐ سے استغاثہ کرے، آپؐ اس کے نفع اور نقصان میں مختار ہیں؛ اور یہ کہ آپؐ سائلوں کے حوائج پورے فرماتے ہیں، اور مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبتیں دُور فرماتے ہیں؛ آپؐ جس کی چاہیں سفارش کرتے ہیں، اور جس کو چاہیں جنت میں داخل فرماتے ہیں؟ ایسی تعظیم میں مبالغے کے وجوب کا دعویٰ درحقیقت شرک میں مبالغہ ہے، اور دین سے نکل جانا ہے۔ انتہیٰ!"

نبہانی کا اعتراض نبہانی کہتا ہے کہ "انہوں نے اپنی عبارت میں اہلِ سنّت پر کذب بیانی سے کام لیا ہے اور بعض جگہ حق کے ساتھ دشمنی کی ہے۔ کذب بیانی یہ ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ آپؐ کی قبر کا حج اُس کو سجدہ کرنا اور اس کا طواف کرنا بھی تعظیم میں اگر داخل ہے، تو یہ سب سے بڑا شرک ہے۔ یہ صریح کذب بیانی ہے اور من گھڑت بات ہے۔ اہلِ سنّت وجماعت کے جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے لیے (جو سب سے بڑی عبادت و قربت ہے) سفر کے قائل ہیں، وہ ان مذکورہ باتوں میں سے کسی کے بھی قائل نہیں، تو پھر اس کو یہ کہاں سے جواز مل گیا کہ ان عبارات سے ان کو تعبیر کرے؟ یہ تو جاہل ترین مسلمان بھی حجِ بیت اللہ اور زیارتِ قبرِ نبویؐ میں فرق ملحوظ رکھتا ہے کہ حج فرض ہے اور زیارت سنّت ہے۔ اسی طرح کوئی بیت اللہ شریف کے طواف کی طرح قبر شریف کے طواف کا اعتقاد نہیں رکھتا۔ اسی طرح اس کو سجدہ کرنے کا بھی کوئی قائل نہیں۔" پھر سلسلہ گفتگو دراز کرتا گیا ہے۔

اس کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے غیوبِ کثیرہ پر مطلع فرما دیا ہے۔ پھر اس نے اس سلسلہ میں بہت سی اکاذیب بیان کی ہیں۔ مثلاً اس کے شیخ نے اس کو غیب کی خبر دی ہے۔ پھر آگے چل کر کہتا ہے کہ "رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دینا اور روکنا اور مسلمانوں کی حاجت روائی

کرنا وغیرہ۔

——— یہ ایسی غیر مشکوک بات ہے کہ اس کی صحت و واقعیت میں اسی کو تردد ہو سکتا ہے جس کے دل پر جہالت کے اندھیروں کی گہری چھاپ ہو اور جس کو شک ہو کہ آپؐ اللہ کی مدد سے دیتے اور رد کرتے ہیں اور آپؐ اللہ تعالیٰ کی مدد سے سائلوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو سفارش کا حق دیا ہے اس کی بناء پر آپؐ جس کی چاہتے ہیں سفارش کرتے اور جس کو چاہتے ہیں جنت میں داخل فرماتے ہیں۔ کوئی بھی مسلمان یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ آپؐ ذاتی طور پر یہ سب اختیار رکھتے ہیں۔" پھر آپؐ کی زندگی میں اور اس کے بعد ان کے وقوع کا ذکر کیا ہے اور اس سلسلہ میں ابوعبداللہ محمد بن نعمان المغربی التلمسانی مالکی کی کتاب "مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام" اور شیخ نور الدین علی الحلبی صاحب السیرت کی کتاب "بغیۃ الاحلام" میں سے چند حکایتیں نقل کی ہیں، اور حدیث "حیاتی خیر لکم" اور حدیث شفاعت ذکر کر کے گفتگو کی ہے۔

جواب ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق و اعانت سے اعتراضات کا جواب چند وجوہ سے پیش کرتے ہیں۔

۱۔ سبکی نے زیارتِ قبر شریف کے لیے سفر اور اس کے لیے سواری کے اہتمام اور آپؐ سے استغاثے کو آپؐ کی تعظیم و توقیر قرار دیا ہے۔ حافظ ابن قدامہؒ نے اس کا رد فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر تعظیم مشروع نہیں ہے سجدے میں تعظیم ہوتی ہے حالانکہ وہ غیر اللہ کے لیے کفر ہے۔ قبر کا طواف بھی تعظیم ہے، وہ بھی منع ہے۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ آپؐ عالم الغیب ہیں اس میں بھی تعظیم ہے جب کہ علم غیب، الوہیت کی خصوصیات میں سے ہے اسی طرح ان سب صفات میں، جو الوہیت کے ساتھ خاص ہیں، تعظیم و توقیر ہے مگر ان کا غیر اللہ کے لیے اثبات جائز نہیں، وہ کوئی مقرب فرشتہ ہو یا نبی اور رسول ہو۔ سبکی نے جو ایسی باتیں ذکر کی ہیں، وہ اسی قبیل سے ہیں۔ ان کی اس سے مراد یہ نہیں کہ اس کے قائل ان امورِ منکرہ کے مرتکب ہوتے ہیں کہ اس سے نبہانی کا اعتراض وارد ہو سکے: "انہوں نے اپنی بعض عبارتوں میں اہل سنت کے بارے میں کذب بیانی کی ہے اور کسی جگہ انہوں نے حق کا انکار کیا ہے۔ الخ!"

وکم من عائب قولا صحیحا — "کتنے ہی لوگ صحیح بات کو غلط سمجھتے ہیں ان پر

وآفتہ من الفھم السقیم — یہ آفت فہم سقیم کی وجہ سے آتی ہے۔"

حاصل یہ ہے کہ جس بات سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرما دیا اس پر

سرزنش فرمادی ہے، اس کو کرنا جائز نہیں چاہے وہ افعالِ تعظیمی ہوں۔ درحقیقت آپ ﷺ کے حکم کو بجا لانا اور جس سے منع فرما دیں، اس سے رُک جانا آپ کی سچّی تعظیم و توقیر ہے۔ اسی میں دنیا و آخرت کی سعادت اور کامیابی ہے جس سے خوشی اور امن وچین حاصل ہوگا اور وہ اعمال، جو آپؐ کی پیش کردہ شریعت کے خلاف ہوں، وہ رب تعالیٰ کے غضب اور محبتِ رسولؐ سے حرمان کے موجب ہیں اگرچہ کرنے والے کی نیّت تعظیم کی ہی ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ[1] الآیۃ"

"اے پیغمبرؐ! فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبّت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبّت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا۔"

۲۔ حافظ ابنِ قدامہ نے ان اعمال کی نسبت اہلِ سنّت کی طرف نہیں کی، اگر وہ نسبت کرتے، تو دین سے خروج کے مرتکب غالیوں کی طرف کرتے جو مومنوں کی راہ سے گمراہی اور بدعات کی وجہ سے، خارج ہو گئے ہیں۔ دعا، عبادت کا مغز ہے جس نے ان کاموں میں، جن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو قدرت نہیں، غیر اللہ کو پکارا۔ اس سے التجا کی، اس پر توکّل کیا، اس سے پناہ چاہی، اس سے مدد مانگی وغیرہ، تو اس نے غیر اللہ کی عبادت کی، اس کا دینِ اسلام سے کیا تعلّق؟ نبہانی اور اس طرز کے دوسرے غالی یہ سمجھتے ہیں کہ اہلِ سنّت وہ ہیں، جو ان کے طریقے اور عقیدے پر ہیں۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں، اہلِ سنّت وہ سعادت مند لوگ ہیں، جو کتاب و سنّت کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور وہ اسی راہ پر ہیں، جس پر نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ وہ اس میں کسی قسم کا تغیّر و تبدّل نہیں کرتے۔ ہم یہ بات پہلے بھی کئی جگہ بیان کر چکے ہیں۔

۳۔ نبہانی کا یہ کہنا کہ "انہوں نے یہ کہہ کر کذب بیانی کی ہے یہاں تک کہ آپؐ کی قبر کا حج اس کو سجدہ اور اس کا طواف۔" یہ اس کا سفید جھوٹ ہے اور محض دعویٰ بلا دلیل ہے بلکہ دیکھتے ہی اس کا جھوٹ عیاں ہو جاتا ہے ؎

ولیس یصح فی الاعیان شیٔ
اذا احتاج النھار الی دلیل

"جب دن اپنے وجود کے لیے دلیل کا محتاج ہو،
تو پھر کوئی چیز صحیح ثابت نہیں ہو سکتی۔"

---

[1] آلِ عمران: ۳۱

یہ مشاہد و مزارات جو آج کل زیارت گاہ بنے ہوئے ہیں، غالی وہاں عرس کرتے ہیں۔ ان کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھتے ہیں، ان کے طواف کرتے، ان کو چومتے چاٹتے اور چھوتے ہیں، ان کی زمین پر اپنے رخسار رکھ کر، ان کو خاک آلود کر کے ان کے سامنے اپنی عاجزی اور ذلت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور ان کے سامنے فریادیں کرتے ہیں — ان سے مدد، رزق، تندرستی، ادائیگی قرض، مشکل کشائی، غمزدہ کی فریاد کو پہنچنا وغیرہ طرح طرح کے سوالات اور درخواستیں کرتے ہیں۔ یہ بالکل وہی درخواستیں اور سوال ہیں، جو بُت پرست اپنے بتوں سے کرتے تھے جس کو یقین نہ آئے، وہ عراق کے کسی مشہد و مزار پر جا کر بنظرِ سر دیکھ لے۔ غالی تو دُور سے کسی مشہد یا مزار پر نظر پڑتے ہی اپنی سواریوں سے اتر کر پاپیادہ وہاں تک پہنچتے ہیں تماتھے ٹیکتے اور زمین کو چومتے ہیں — سروں کو ننگا کرتے ہیں، اور اونچی آواز میں گریہ زاری کرتے ہیں۔ وہ اس زور سے روتے ہیں کہ ان کی ہچکیاں بندھ جاتی ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ وہ حاجیوں سے زیادہ نفع اور فائدے میں ہیں۔ وہ اُن کے حضور فریادیں کرتے ہیں، کہ جو کسی مرحلے پر کوئی اغنیا نہیں کھتا۔ وہ ان کو دُور دُور سے پکارتے ہیں جب ان کے قریب پہنچتے ہیں، تو قبر کے پاس دو رکعت نماز پڑھتے ہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ انہوں نے بہت سا اجر سمیٹ لیا ہے حالانکہ جو دو قبلوں کی طرف نماز پڑھتا ہے، اس کو کوئی اجر ہی نہیں ملتا۔ وہ آپ کو قبر کے اردگرد رکوع اور سجدے میں گرے نظر آتے ہیں۔ اور وہ میّت سے فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ دراصل ان لوگوں نے ناکامیوں اور نامرادیوں سے دامن بھر لیے ہیں۔ وہ غیر اللہ کے لیے بلکہ شیطان کے حضور آنسو بہاتے ہیں، اور چیخ و پکار کرتے ہیں! بہت سے حاجتیں مانگتے ہیں اور حلِ مشکلات چاہتے ہیں۔ محتاج دولت کا سوال کرتے ہیں۔ اور بیماروں اور آفت زدوں کے لیے عافیت و تندرستی کی درخواست کرتے ہیں، پھر قبر کے گرد بیت اللہ (خانہ کعبہ) کی طرح طواف کرتے ہیں۔ اور اس طرح اس کو بیت اللہ سے تشبیہ دیتے ہیں، جس کو اللہ تعالیٰ نے مبارک، اور جہانوں کے لیے ہدایت کا مرکز بنایا ہے۔ پھر وہ اس کو چومنے، چاٹنے اور چھونے لگتے ہیں جس طرح کہ حاجی بیت الحرام میں حجرِ اسود کے ساتھ کرتے ہیں۔ پھر وہ اپنے ماتھے اس پر رگڑتے اور رخسار ٹکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس خشوع و خضوع سے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ نہیں کرتے، پھر قبر کے حج کی تکمیل سر کترواکر یا منڈواکر کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی حصہ نہیں۔ انہوں نے اپنا حصہ اس بُت (قبر) سے حاصل کرنے کی کوشش کی، اور وہاں قربانیاں دیں۔ ان کی نماز اور قربانی،

اور دیگر کام اللہ رب العالمین کی بجائے دوسروں کے لیے ہوئے۔

حافظ ابنِ قیمؒ نے مندرجہ بالا باتیں نقل کرکے فرمایا ”ان کے اعمال اور امور کی حکایت میں ہم نے تجاوز نہیں کیا بلکہ ان کی بدعات اور گمراہیاں اس سے کہیں بڑھ کر ہیں، جو تصوّر و خیال میں نہیں آسکتیں۔

ابوالوفا ابنِ عقیل (رحمہ اللہ) نے فرمایا: جب جاہلوں اور نچلے درجے کے عوام کو شریعت کے مقدس مقامات پر پہنچنے میں دشواری نظر آئی تو انہوں نے اپنی طرف سے اور جگہیں مقدس بنالیں اور ان کی تعظیم کرنے لگے۔ ان کو اس میں آسانی نظر آئی کیونکہ اس میں وہ کسی دوسرے کے حکم کی تعمیل نہیں کر رہے ہوتے، بلکہ وہ ان کی اپنی خواہش ہوتی ہے اور میرے نزدیک وہ کافر ہیں مثلاً قبروں کی تعظیم اور وہاں وہ کام کرنے جن سے شریعت نے روکا ہے چراغ جلانا، ان کو چومنا، عود و اگربتی جلانا، خوشبو سے بسانا اور مُردوں سے حاجات طلب کرنا —رقعے اور عریضے لکھنا کہ ”اے میرے مولا! میرے ساتھ یہ کر“ وغیرہ۔ وہاں کی مٹی کو تبرک کے لیے لینا اور ان کی طرف سفر کا اور سواری کا اہتمام کرنا —لات و عزیٰ کے پجاریوں کی اقتدا میں درخت پر کپڑے کے چیتھڑے ڈالنا! ان کے نزدیک وہ شخص بڑا بدنصیب ہے جو مشہدِ کف کو بوسہ نہیں دیتا اور بدھ کے روز مسجد ملموسہ کی اینٹ پر ہاتھ نہیں پھیرتا —یا اگر جنازہ اٹھانے والے ”ابوبکر صدیقؓ، محمدؐ، علیؓ“ نہیں کہتے۔ ان کے نزدیک اس شخص کے لیے بھی ویل ہے، جو اپنے باپ کی قبر پر لمبی چوڑی چُونے اور سیمنٹ کی عمارت تعمیر نہ کرے، اور گھاس وغیرہ نہ اُگائے۔ —اس پر کپڑے کا غلاف نہ ڈالے اور قبر پر گلاب کا پانی نہ چھڑکے —انتہیٰ!“

نبہانی نے ایک فصل میں، وہ افعال مرزوقی سے نقل کرکے بیان کیے ہیں، جو زائر کے لیے جائز نہیں ہیں۔ وہ افعال ان بدعات کے قبیل سے ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ خوفناک! تو پھر وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ ابنِ عبدالهادی نے اس میں کذب بیانی کی ہے؟ الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے اہلِ حدیث، اور سنّت کے حفاظ کو جھوٹ سے محفوظ رکھا ہے البتہ جھوٹے صوفی اور مشیخت کا کاروبار کرنے والے جھوٹ کا سرچشمہ ہیں۔

نبہانی نے ابنِ حجر سے نقل کیا ہے کہ ”قبر شریف پر جھکنا مکروہ ہے اور اس سے زیادہ قبیح بات یہ ہے کہ زمین کو بوسہ دیا جائے۔ ابنِ جماعہ نے بیان کیا ہے کہ یہ قبیح بدعات سے ہے اور بے علم لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تعظیم کا شعار ہے اور اس سے قبیح تر یہ ہے کہ آپؐ کی خاطر زمین کو بوسہ دیا جائے۔

کیونکہ سلف صالحین نے ایسا نہیں کیا، اور بھلائی ان ہی کی اتباع میں ہے جو خیال کرے کہ زمین کو بوسہ دینا زیادہ برکت کا باعث ہے، وہ اس کی جہالت اور غفلت ہے کیونکہ برکت نوان کاموں میں ہے، جو شرع اور سلف کے اقوال و اعمال کے موافق ہوں مجھے ان پر تو کوئی تعجب نہیں، جو بے علمی کی وجہ سے اس کے مرتکب ہوتے ہیں تعجب نوان پر ہے، جو اس کی تحسین کا فتویٰ دیتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ عمل قبیح ہے اور سلف کے عمل کے خلاف ہے" پھر اس پر ایک شعر سے استشہاد کیا ہے کہ سید سمہودی نے فرمایا: "میں نے بعض جاہل قاضیوں کو دیکھا کہ وہ حضرت منلا میں ایسا کرتے تھے اور سجدہ کرنے والے کی مانند ما نغار رکھتے تھے۔"

ابن حجر نے کہا "میرے سامنے اولیاء کی بعض قبروں کے ساتھ بعض صالحین سے اس طرح کے فعل سرزد ہوئے ہیں، لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ فعل ان سے لاشعوری طور پر سرزد ہوئے ہیں۔ ایسی صورت میں اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی۔"

باانصاف ناظرین! نبہانی اور اس جیسے بندۂ ہوا کی دشمنی دیکھئے اس نے خود اس سے، جس کی امامت سے اس کو عقیدت ہے، اس کو نقل کیا ہے پھر اس کے وقوع کا انکار کرتا ہے اور سچے حفاظِ حدیث پر کذب بیانی کی تہمت دھرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے، وہ کتنا سخت دل ہے اور قبولِ حق سے کتنا دُور ہے؟ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسوں کو ختم کرے اور زمین کو ان کے وجودِ مسعود سے پاک کرے اور مسلمانوں کو ان کے شر سے کافی ہو۔

۴۔ نبہانی نے مسئلہ علمِ غیب پر جو کچھ کہا ہے وہ درست نہیں یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے، اور اس میں بہت سی قیل و قال ہے۔ کتاب و سنّت اور ائمۂ اعلام کے افادہ کے مطابق ہم یہاں حق کو بیان کرتے ہیں۔

سنو! غیب کی دو اقسام ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے پہلی قسم کو صرف اپنے ساتھ خاص کیا ہے۔ اس کو کوئی مقرب فرشتہ، نبی و رسول صفی و ولی، منجم و کاہن و رمال وغیرہ کوئی بھی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں اسی کا ذکر ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا "اللہ تعالیٰ ہی کو قیامت کا علم ہے وہی بارش برساتا ہے وہی حاملہ کے پیٹ کی چیزوں کو

فِی الْاَرْحَامِ ط وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا ط وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ۔الآیۃ[1]

جانتا ہے کوئی نہیں جانتا وہ کل کیا کام کرے گا۔ اور کوئی متنفس نہیں جانتا اسے کس جگہ موت آئے گی؟

ان باتوں کی اللہ تعالیٰ نے کسی نبیؑ، ولی کو اطلاع نہیں دی۔ اس آیت کی تفسیر کتبِ تفاسیر میں مفصل موجود ہے۔ لہٰذا یہاں اس کے ذکر کی ضرورت نہیں۔

۲۔ علمِ غیب کی دوسری قسم وہ ہے جس کو غیر اللہ کا جاننا اور اطلاع پانا جائز ہے۔ وہ ان مذکورہ بالا پانچ امور کے علاوہ ہیں۔ اس کے بہت سے اسباب ہیں مثلاً وحی، کہانت، منتر کے طور پر کنکری پھینکنا، شگون کے لیے پرندے کو اڑانا اور اسی طرح کی اور باتیں۔ علامہ ابن خلدون نے "مقدمہ" میں مدارکِ غیبیہ پر بڑا مزے دار کلام کیا ہے۔ مثلاً فرمایا ہے: "نفسِ انسانی میں بشریت سے نکل کر روحانیت کی طرف جانے کی استعداد موجود ہے۔ پرہیزگار انسان جن کی فطرت میں یہ شامل ہے کو اس سے لمحہ ملتا ہے وہ اس میں محنت کے محتاج نہیں ہوتے۔ ان کو تصورات یا افعالِ بدنیہ یا کسی اور امر سے کسی کلام یا حرکت کی استعانت نہیں ہوتی۔ عقلی تقسیم کے مطابق یہاں بشر کی ایک اور صنف ہے جو اس قسم کے رتبے سے کم درجہ رکھتی ہے وہ کامل ضد کے مقابلے میں ناقص ضد ہے۔ وہ ایسی بشری صنف ہے جس کی فطرت میں قوتِ عقلیہ بالکل اسی طرح متحرک ہوتی ہے جس طرح بالارادہ فکری حرکت ہوتی ہے جب کہ نزوع (باطن کا اشتیاق) اس کی متابعت میں ہوتا ہے اور وہ اس سے ناقص ہوتی ہے۔ وہ شفاف اجسام اور حیوان کی ہڈیوں اور مقفیٰ کلام اور پرندے یا جانور کے دائیں بائیں گزرنے سے شگون لینے جیسے متخیلہ یا محسوس جزئی امور کے ذریعے دور بینی والے اعمال سے متعلق ہوتا ہے۔ اس احساس اور تخیل سے وہ ہمیشہ عالمِ روحانیت کی طرف نکلنے میں تعاون کا طلب گار رہتا ہے۔ وہ رخصت کرنے والے کی مانند اس کے ساتھ چلتا رہتا ہے۔ اس صنف میں یہ قوت اس ادراک کا مبدا ہوتی ہے۔ اسی کو کہانت کہتے ہیں۔

چونکہ یہ نفوس کمال تک پہنچنے سے قاصر ہوتے ہیں اور ان کی فطرت میں نقص ہوتا ہے،

---

[1] لقمان : ۳۴

لہٰذا یہ کلیات کے ادراک کی نسبت سے جزئیات کا زیادہ ادراک کرتے ہیں۔ وہ جزئیات میں منہمک اور کلیات سے غافل رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات ان کی قوتِ متخیلہ نہایت قوی ہوتی ہے اور جزئیات ان کے پاس ہر دم تیار اور حاضر ہوتی ہیں۔ قوّتِ متخیلہ کاہن کے لیے آئینہ کی طرح ہوتی ہے جس میں وہ ہر وقت ان کو دیکھتا رہتا ہے۔ کاہن کو معقولات کے ادراک میں کمال حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اس کا نقصان فطری اور اس کا ذریعہ معلومات شیطانی ہے۔ اس صنف کا سب سے ارفع حال یہ ہوتا ہے کہ وہ مسجع اور موزوں کلام سے مدد حاصل کرتی ہے تاکہ حواس کی بجائے اس میں مشغول رہے۔ فی الجملہ اس ناقص انسلاخ پر اس کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ اس حرکت سے اس کے دل میں ٹھوکا لگتا ہے اور اس اجنبی سے جس کلام کا تعلّق ہوتا ہے، وہ اس کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات وہ سچّا اور حق کے موافق ہوتا ہے اور بسا اوقات وہ جھوٹ ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے نقص کو مدارک و مبائن کے ذریعے پورا کرتا ہے جو اس سے میل نہیں کھاتا۔ لہٰذا صدق و کذب دونوں اس کے سامنے آجاتے ہیں اور اس کو اس پر وثوق نہیں ہوتا۔ بلکہ اکثر دفعہ اس کو بزعمِ خود ادراک کی کامیابی کی حرص کی وجہ سے، اور دھوکے کے لیے جھوٹی بات کو خوب صورت بنانے کے لیے ظنوں اور تخمینوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

اس صنف کا سب سے بلند مقام یہ ہے کہ وہ مسجع و موزوں کلام سے مدد لے اور اس میں کسی اجنبی قوت کا دخل نہ ہو تو وہ اپنی بات میں سچّا ہوگا، اور سچائی نبوّت کے خواص سے ہے۔ اسی وجہ سے رسولِ اکرم ﷺ نے ابنِ صیاد سے اس کا حال معلوم کرنے کے لیے جب پوچھا تھا کہ "تیرے پاس احکام کیسے آتے ہیں"؟ تو اس نے کہا تھا "میرے پاس ایک صادق اور ایک کاذب آتا ہے" تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا "تجھ پر بات خلط ملط ہو گئی ہے"۔ آپ ﷺ کی اس سے مراد یہ تھی، اس میں کذب ہونے کی بنا پر وہ غیر معتبر ہے۔ یہ اس کی نبوّت کی نفی کی طرف اشارہ تھا اور یہ بتانا مقصود تھا کہ نبوّت میں جھوٹ کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔

کہا گیا ہے کہ اس صنف کا بلند ترین خیال سجع ہے کیونکہ سجع کا مددگار سب مرئیات و مسموعات کے مددگاروں سے زیادہ آسان اور ہلکا ہے۔ معین و مددگار کی خفت کا اندازہ اس انسلاخ و اتصال کے قرب پر ہوتا ہے اور فی الجملہ اس میں بُعد، عجز سے ہے۔ علومِ کہّان میں شیطانوں کے عمل دخل

پر انحصار نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ جس طرح شیطانوں کی طرف سے ہوتا ہے' ان کے اپنی طرف سے بھی نامکمل انسلاخ ہوتا ہے۔ اور فی الجملہ عالم کے ساتھ اس کا اتصال بعض اسباب کے واسطے سے ہوتا ہے جس سے آنے والے حوادث وغیرہ پوشیدہ نہیں ہوتے۔

بعثت کے بعد شیطانوں کو رجم کر کے آسمان سے خبر کے انقطاع سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کہانت ختم ہو گئی ہے جو کاہن زمانہ نبوّت میں موجود تھے' وہ نبی کریم ﷺ کی صداقت کو جانتے' اور آپ کے معجزات کی دلالت کو پہچانتے تھے۔ کیونکہ ان کو نبوت کا کچھ وجدان حاصل تھا۔ ان کو ایمان سے اس وسوسے نے روکے رکھا تھا کہ شاید ان کو نبوّت مل جائے یہی بات ان کے عناد کا باعث تھی۔ جیسا کہ امیّہ ابن ابی الصلت کا واقعہ ہے۔ اس کو نبی بننے کی امیّد تھی۔ یہی حال ابن صیاد اور مسیلمہ وغیرہ کا تھا۔ بعض دفعہ ان کی یہ امیّدیں منقطع ہو گئیں' تو وہ سچّے دل سے ایمان لے آئے۔ جیسا کہ طلیحہ اسدی اور سواد بن قارب کا واقعہ تھا۔ اسلامی فتوحات میں انہوں نے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے جن سے ان کا صادق الایمان ہونا ثابت ہوتا ہے۔"

اور انہوں نے عام اس سے' کہ وہ کاہن ہوں یا نہ ہوں' بعض اشخاص کے امورِ غیبیہ کے ظاہر ہونے سے قبل خبر دینے کی استعداد پر طویل کلام کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

نفسِ انسانی میں روحانیت موجود ہے۔ اس کو بلا واسطہ اور بذاتہٖ ادراک حاصل ہے' لیکن وہ روحانیت بدن و حواس اور ان کی مشغولیتوں کی وجہ سے محجوب ہے۔ کیونکہ حواس ہمیشہ ظاہر کی طرف کشش کرتے ہیں۔ اس ادراکِ انسانی کی وجہ سے' جس پر انسان پیدا کیا گیا ہے' کئی دفعہ وہ ظاہر سے باطن کی طرف غوطہ زن ہوتا ہے۔ تب قلیل وقت کے لیے بدن کا حجاب اٹھ جاتا ہے۔ یا تو اس خاصے کی وجہ سے' جو ہر انسان کو لاحق ہے' مثلاً نیند۔ یا بعض اشخاص میں موجود خاصے کی وجہ سے' جیسا کہ اہلِ سجع کاہن۔ اور جو کنکریوں اور گٹھلیوں کے ذریعے خبریں معلوم کر لیتے۔ اور جو آئینوں' پانیوں' جانوروں کے دلوں' جگروں اور ہڈیوں کی طرح کے شفاف اجسام میں جھانک لیتے ہیں۔ اس میں دیوانے بھی شامل کیے جا سکتے ہیں' اور دینی ریاضت کے ساتھ اہلِ کشف صوفی اور جادوگر اہلِ کشف بھی اس کے ساتھ شامل ہو سکتے ہیں۔ وہ اپنے اوپر ملاءِ اعلیٰ کی ذوات کی طرف ملتفت ہوتے ہیں' کیونکہ وجود میں ان دونوں کے افق کے درمیان اتصال موجود ہے۔ وہ ایسے جوہر ہیں' جو ادراکِ محض اور عقول بالفعل ہیں۔ ان میں

موجودات کی شکلیں اور حقائق موجود ہیں جیسا کہ اپنی جگہ ان کا بیان موجود ہے۔ ان صورتوں سے کوئی چیز ظاہر ہو جاتی ہے، اس سے علم حاصل کر لیا جاتا ہے۔ بسا اوقات وہ مدرکہ صورتیں خیال میں واقع ہو جاتی ہیں، وہ ان کو معتاد قوالب میں ڈھال لیتا ہے، پھر وہ اپنے ادراک کو حس کی طرف، اس کے قوالب یا غیر قوالب کی طرف لوٹا دیتی ہیں، اس طرح وہ اس کی خبر دے دیتے ہیں۔ انتھیٰ!"

اس میں ملأ اعلیٰ کے متعلق فلاسفہ کے مسلک کی کچھ تائید ہوتی ہے، جس کو وہ عام طور پر "مجردات" کہتے ہیں۔ کبھی اس کو "عالم عقول" بھی کہتے ہیں، ان کے نزدیک وہ دس عقول میں محصور ہے، اس حصر کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، یہی وجہ ہے، بعض متاخرین فلاسفہ نے ان کو بے شمار اور ان گنت بتایا ہے۔ متکلمین اور محققین نے یہاں بحث کی ہے، جس کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

فی الجملہ بات یہ ہے کہ علم غیب اللہ سبحانہٗ کے ساتھ خاص ہے، لہٰذا کسی اور کو عالم الغیب نہیں کہا جا سکتا، اگر کسی کو وحی وغیرہ کے ذریعے کسی بات کا علم ہو، تو یوں کہا جائے گا "اللہ تعالیٰ نے اس کو مطلع فرمایا ہے"، ہر مسلمان کو بہت سی غیب کی باتیں معلوم ہیں، مثلاً وہ خبریں جن کا تعلق احوالِ برزخ، حساب، جنت اور دوزخ سے ہے، ان میں سے کسی کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔ بہت سے صوفی بننے والے دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے مشائخ غیب جانتے ہیں۔ یہ بہت قبیح تعبیر ہے، بسا اوقات کہتے ہیں کہ وہ کشف کے ذریعے علم غیب رکھتے ہیں۔ اس کی کوئی اصل نہیں، اگر کوئی بات درست بھی ہو، تو وہ اسی طرح ہو گی جس طرح ابن خلدون نے بیان کیا ہے، یا کسی قرینے کے واسطے سے ہو گی، ورنہ کشف کی کوئی اصل و بنیاد نہیں!

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ ارشاد ہے:

وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ۖ الآیۃ! [1] — "مجھے معلوم نہیں کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا سلوک ہو گا۔"

آپؐ نے جو غیبی خبریں دی ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعے دی ہیں، ارشاد ہے:

"وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی" [2] — "وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے۔ جب بولتے ہیں، تو وحی سے بولتے ہیں۔"

---

[1] الاحقاف: ۹ [2] النجم: ۳، ۴

انبیاءؑ و رسلؑ کا یہی حال ہے!

نوح علیہ السلام کو دیکھو ان کو کشتی بنانے کا حکم ہوا لیکن اس کا سبب انہیں معلوم نہیں تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ساتھ ملاقات سے پہلے معلوم نہیں تھا کہ معاملہ کیا صورت اختیار کرے گا؟ یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا:

"وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ" [1] "ان کا مجھ پر ایک گناہ ہے، میں ڈرتا ہوں کہ مجھ کو مار ہی نہ ڈالیں"

ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حکم دیا کہ اپنے فرزند کو ذبح کر دو تو انہوں نے فوراً تعمیل کی۔ نہ ان کو اور نہ حضرت اسماعیلؑ کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ یہ حکم منسوخ فرما دے گا۔ یعقوب علیہ السلام کو دیکھیے کہ وہ اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کے غم میں روتے رہے یہاں تک کہ ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور انہیں یوسف علیہ السلام کے حال کا پتہ نہ چل سکا۔ داؤد علیہ السلام کو دیوار پر چڑھنے والوں کی حقیقتِ حال کا علم نہ ہو سکا انہوں نے کہا:

"خَصْمَانِ بَغَىٰ بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ" [2] "دو جھگڑالو ہیں ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے" (پورا قصہ)

اور کھیتی کے مقدمے میں جو فیصلہ کیا؟ حضرت سلیمان علیہ السلام اس جھگڑے اور فیصلے کی تہ تک پہنچ گئے اور لوط علیہ السلام کے مہمانوں اور قوم کا قصہ آپؐ کو ان کی حقیقت سمجھ نہ آ سکی تھی۔ یہاں تک کہ پکار اُٹھے تھے:

"هَٰؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ" [3] "یہ میرے مہمان ہیں، مجھے رسوا نہ کرو"

اور یونس علیہ السلام کا قصہ، جب وہ ناراض ہو کر نکل گئے تھے اور اس کے بعد پورا واقعہ پیش آیا۔ اگر ان کو انجامِ کار کی اطلاع ہوتی اور ان کو حقیقت کا کشف ہوتا تو وہ نہ نکلتے نہ دریا میں ڈالے جاتے:

"فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ" [4] "قرعہ ڈالا تو انہوں نے زک اٹھائی"

اگر ہم ساری باتوں کو بالاستیعاب بیان کریں تو کلام لمبا ہو جائے گا۔

قرآنِ مجید میں انبیاءؑ و رسلؑ کے واقعات پڑھ لو، بات واضح ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

[1] الشعراء: ١٤ [2] صٓ: ٢٢ [3] الحجر: ٦٨ [4] صافات: ١٤١

"عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ[1]۔ الآیۃ" | "اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کر دیا تم نے ان کو اجازت کیوں دی تھی؟"

"یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ[2]۔ الآیۃ" | "اے نبیؐ! جو چیز اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہے، اس کو حرام کیوں کرتے ہو؟ کیا اس سے بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو؟"

"مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ[3]۔ الآیۃ" | "پیغمبرؐ کی شان کے لائق نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں۔ یہاں تک کہ زمین میں کثرت سے خون بہا دے۔"

اور دوسری آیات جو انبیاء علیہم السلام کے ان باتوں میں عدمِ علم پر نص ہیں جن کا اللہ تعالےٰ نے ان کو حکم نہیں دیا۔ جاحظ کی کتاب "الحیوان" میں ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا:

"وَتَفَقَّدَ الطَّیْرَ فَقَالَ مَا لِیَ لَآ اَرَی الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِیْنَ ۝ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِیْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ۔"[4] | "جب انہوں نے جانوروں کا جائزہ لیا تو کہنے لگے: "کیا سبب ہے کہ ہدہد نظر نہیں آتا۔ کیا کہیں غائب ہو گیا ہے میں اس کو سخت سزا دوں گا یا ذبح کر ڈالوں گا یا میرے سامنے اپنی بے قصوری کی صریح دلیل پیش کرے گا!"

پھر فرمایا "فَمَكَثَ غَیْرَ بَعِیْدٍ"۔ "ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ ہدہد آ موجود ہوا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنہوں نے اس کو ذبح کرنے کی دھمکی دی تھی، یہ سزا کے طور پر فرمایا تھا۔ سزا معصیت پر ہوتی ہے، اور معصیت کا تعلّق آدمی سے ہے۔ اس کی سزا ذبح نہیں۔ پتہ چلا کہ یہ اس کی معصیّت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی معصیت اس سے ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہو یا جس کے لیے معرفت حاصل کرنا ممکن ہو مگر وہ اس کی معرفت حاصل نہ کرے۔ پھر اس نے سلیمان علیہ السلام سے کہا تھا:

"اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ" | "مجھے ایک ایسی چیز معلوم ہوئی ہے جس کی آپ

---

[1] التوبۃ: ۴۳ [2] تحریم: ۱ [3] الانفال: ٦٧ [4] النمل: ۲۰-۲۱

وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِيْنٍ ۝ اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ۝" [1]

کو خبر نہیں اور میں سبا شہر سے ایک یقینی خبر لایا ہوں میں نے ایک عورت دیکھی ہے، جو ان لوگوں پر بادشاہت کرتی ہے اور ہر چیز اس کو میسّر ہے اور اس کا ایک بڑا تخت ہے۔"

پھر اس نے عوام اور بادشاہ، عورت اور مرد کے درمیان فضیلت کو سمجھا، پھر اس نے اس کے تخت کی بڑائی اور اس کو ہر قسم کی چیزوں کے، اپنے ملک میں دیئیے جانے کو پہچانا، پھر کہا:

"وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝" [2]

"میں نے اس کو اور اس کی قوم کو دیکھا ہے کہ وہ سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا! اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال خوبصورت کرکے دکھائے ہیں اور ان کو رستے سے روک رکھا ہے پس وہ رستے پر نہیں آتے۔"

اس نے سورج کو سجدہ کرنے کو جانا اور گناہوں اور نافرمانیوں کو ناپسند کیا، پھر کہا:

"اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝" [3]

"کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ تعالیٰ کو جو آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے، اور جو تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو سب کچھ جانتا ہے۔"

اسے غیر اللہ کو سجدہ کرنے پر تعجّب ہوا، پھر اس کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے غیب جانتا ہے۔ وہ پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے۔ پھر کہا:

"اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝" [4]

"اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے۔"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ (ہدہد) بہت سے صاحبِ علم اور صاحبِ عقل تمیز کرنے والے، استدلال کرنے اور غور و فکر کرنے والے، بہت سے لوگوں سے زیادہ علم رکھتا تھا حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

---

[1] النمل: ۲۲، ۲۳ [2] النمل: ۲۴ [3] النمل: ۲۵ [4] النمل: ۲۶

"سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ"[1]

ہم دیکھیں گے، تو نے سچ کہا، یا تو جھوٹا ہے"

پھر فرمایا:

"اِذْهَبْ بِّكِتٰبِىْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ○ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّىْۤ اُلْقِىَ اِلَىَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ○ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَىَّ وَاْتُوْنِىْ مُسْلِمِيْنَ"[2]

"میرا یہ خط لے جاؤ، اس کو ان کے پاس پہنچا دو، پھر ان کے پاس سے پھر آ اور دیکھ، وہ کیا جواب دیتے ہیں، ملکہ نے کہا اے درباریو! میرے پاس ایک گرامی نامہ پہنچا ہے۔ وہ سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور مضمون یہ ہے کہ: میں شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے، میرے سامنے سرکشی نہ کرو اور میرے پاس مطیع ہو کر آجاؤ"

"فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ"[3]

"جب قاصد سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچا تو سلیمانؑ نے فرمایا، کیا تم مال سے مجھے مدد دینا چاہتے ہو؟ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے، وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے بلکہ تم ہی اپنے تحفے پر خوش ہو"

پھر اس نے کہا:

"اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ○ وَاِنِّىْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ"[4]

"جب بادشاہ کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں، تو اس کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور وہاں کے باعزّت لوگوں کو بے عزّت کر دیا کرتے ہیں اسی طرح یہ کریں گے۔ میں ان کو کچھ تحفے بھیجتی ہوں اور دیکھتی ہوں، قاصد کیا جواب لاتے ہیں"

---

[1] النمل: ۲۷ [2] النمل: ۲۸ تا ۳۱ [3] النمل: ۳۶ [4] النمل: ۳۴-۳۵

سلیمانؑ نے ہدہد سے کہا:

"ارْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُودٍ لَا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا أَذِلَّةً وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ۝ قَالَ عِفْرِيتٌ مِنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَقَامِكَ ۖ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ۝ قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ ۖ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ" [1]

"ان کے پاس واپس جاؤ، ہم ان پر ایسے لشکروں سے حملہ کریں گے جن کے مقابلے کی ان میں طاقت نہیں ہوگی اور ہم ان کو ذلیل کر کے نکال باہر کریں گے اور وہ ذلیل رہ جائیں گے۔ سلیمانؑ نے کہا 'اے درباریو! تم میں سے کون اس کا تخت لائے گا' قبل ازیں کہ وہ فرمانبردار ہو کر آئیں، جنوں میں سے ایک قوی ہیکل دیو نے کہا، قبل اس کے کہ آپؑ اپنی جگہ سے اُٹھیں، میں لا حاضر کر دوں گا۔ میں قدرت بھی رکھتا ہوں اور امانت دار بھی ہوں۔ جس کے پاس کتاب الٰہی کا علم تھا کہنے لگا 'میں آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے پہلے اس کو لا حاضر کر دوں گا۔ جب تخت کو اپنے پاس دیکھا تو کہا 'یہ میرے رب کا فضل ہے' تاکہ وہ مجھے آزمائے، میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں؟ اور جو شکر کرتا ہے، وہ اپنے ہی فائدے کے لیے کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار بے پرواہ کرم کرنے والا ہے۔"

جاحظ نے ان آیات پر تفصیل سے کلام کیا ہے اور آگے چل کر کہا ہے "سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں دہریوں نے طعن اور اعتراضات کیے ہیں" اور کہا "تم نے گمان کیا ہے کہ سلیمانؑ نے اپنے رب سے سوال کیا تھا:

"وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ

"اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما کہ میرے بعد کسی

[1] النمل: ۳۷ تا ۴۰

مِّنۡ ۢ بَعۡدِیۡ ۔الآیۃ!" کے شایاں نہ ہو"

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور ان کو ایسی ہی بادشاہی عطا فرمائی ان کی حکومت انسانوں اور جنوں پر تھی اور ان کو پرندوں کی بولی سکھائی، ہوا کو ان کے حکم کے تابع کر دیا، جن ان کے لیے گھوڑوں کا کام دیتے تھے اور ہوائیں ان کے لیے مسخر تھیں۔ اے دہریو! پھر تم کہتے ہو ان کی حکومت شام میں یا عراق میں تھی۔ یمن میں ایسی صفات والی کوئی ملکہ نہیں تھی۔ ہمارے آج کل کے بادشاہ سلیمانؑ سے قدرت میں کم ہیں۔ وہ بھی خزر، روم، ترکی اور نوبہ کے حاکموں سے بے خبر نہیں ہیں۔ تو پھر سلیمانؑ اتنا قریب علاقہ ہونے کے باوجود اس سے کیسے بے خبر رہ سکتے تھے؟ پھر ان کے درمیان سمندر اور پہاڑ اور مشکل راہیں حائل نہیں تھیں۔ گھڑسواروں اور اونٹ سواروں اور پیادہ لوگوں کے لیے راستہ واضح اور صاف تھا جب جن و انس ان کے تابع تھے، تو ان کے لیے تو بڑی آسانی تھی جب ہدہد نے اس کی جگہ کی خبر دی، تو آپؑ نے اس سے اعراض کر لیا تو کہنے والا کہہ سکتا ہے، ہدہد ان کے پاس کون سی نئی خبر لایا تھا حضرت سلیمانؑ کو پہلے سے ہی اس کی خبر تھی اور اس طرح کے دوسرے دلائل سے تمہاری پیش کردہ خبریں غلط ہو جاتی ہیں"۔

جاحظ کا جواب ہم کہتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کا دنیا اور اہلِ دنیا سے، اور ان کے معاملات اور عادات سے الگ تھلگ ہو جانا ممکن ہو، تو تمہاری بات بھی قبول کی جا سکتی ہے۔ دیکھئے حضرت یعقوبؑ بن اسحاق بن ابراہیمؑ اپنے زمانے میں سب سے زیادہ باخبر مشہور تھے کیونکہ وہ خود نبی اور نبی کے بیٹے تھے اور یوسفؑ شاہِ مصر کے وزیر تھے۔ اور وہ ایسے مشہور مقام پر تھے جو دور نہیں تھا۔ پھر ڈاک کا انتظام بھی تھا اور سب خبروں کے جواب بھی ان کے پاس پہنچتے تھے مگر پھر بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسفؑ کی جگہ کا، باوجود شہرت، نزدیکی اور قدرت کے، عرصے تک پتہ نہ چل سکا۔ حضرت موسیٰؑ اور ان کے تیہ کے ساتھیوں کے بارے میں بھی یہی کہا جا سکتا ہے کہ تیہ کا علاقہ ان کے کھیل کے میدان اور سیر گاہیں تھیں۔ وہ امتوں میں سے ایک امت ہونے کے باوجود چالیس سال تک چند فرسخوں میں بھول کر گھومتے رہے۔ عموماً ایسا لشکر جس میں راہنما، ساربان، چالاک، وسیع النظر لوگ شریک ہوں اور جس میں رسول اور تاجر لوگ بھی شامل ہوں، راہِ راست سے بھٹک نہیں

لہ ص ۳۵:

سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو چکر میں ڈال دیا۔ اور ان کے دلوں سے اس ارادے کو نکال دیا۔ اسی طرح وہ شیاطین ہیں جو ہر رات میں چوری چھپے سن گن لیتے ہیں تو تم ان کے بارے میں کہہ سکتے ہو جب بھی ان میں سے کسی کا اوپر جانے کا ارادہ ہو تو اس کا ذکر ہو کہ اس کو یا اس کے ساتھی کو رجم کر دیا گیا ہے۔ اور وہ عرصہ دراز سے اسی طرح ہے' تو پھر کوئی اس کے ساتھ چوری چھپے سن گن نہ لے سکتا اس طرح دیکھ لینے یا بیان کرنے کی جگہ سے کوئی اس کا ارادہ تک نہ کرتا۔ الخ"!

ان مسائل پر بحث طویل الذیل ہے۔ فی الحال ہم نے جو بیان کر دیا ہے' اتنا ہی کافی ہے اور اس نے جو اپنے مشائخ کے کشف کو نقل کیا ہے' وہ بے اصل و بے بنیاد بات ہے۔ ہاں حدیث میں اتنا آتا ہے:

"اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ" "مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔"

اس کے علاوہ جو کچھ ہے' وہ سب شیطانی وسوسہ ہے۔ اس موضوع پر جاہلیتِ عرب کے بہت سے واقعات ہیں جو کسی دوسری جگہ مذکور ہیں۔

۵۔ نبہانی نے جو بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ دیتے اور روکتے ہیں' اور سائلوں کی حاجت برآری فرماتے ہیں الخ" یہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ نبویہ کے خلاف ہونے کی بناء پر مردود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا" (الاسراء: ۵۶-۵۷)

"کہہ دو! جن کے معبود ہونے کا تمہیں گمان ہے' ان کو بلا دیکھو وہ تم سے تکلیف کو دور کرنے یا اس کو بدل دینے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ یہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں' وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعہ تقرب تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون ان میں سے اللہ تعالیٰ کا زیادہ مقرب ہوتا ہے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بلاشبہ

تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے"

"قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۝ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ الآیۃ[۱]

"کہدو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا معبود خیال کرتے ہو ان کو بلا دیکھو، وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ بھر کسی چیز کے مالک نہیں ہیں نہ ان کی ان میں شرکت ہے، نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے اور اس کے ہاں کسی کی سفارش نفع نہ دے گی مگر اس کو جس کے لیے وہ اجازت بخشے"

سلف کے ایک گروہ نے بیان کیا ہے کہ کئی قومیں حضرت مسیح علیہ السلام، حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتوں کو پکارتی تھیں۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انبیاء اور ملائکہ کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ تکلیف دور کر دیں یا بدل دیں، وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے حضور قرب حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے خوف سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۭ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ"[۲]

"کسی بشر کو شایاں نہیں کہ اللہ تعالیٰ تو اس کو کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ بلکہ ان کو یہ کہنا چاہیے کہ تم ربانی ہو جاؤ۔ کیونکہ تم کتاب پڑھتے پڑھانے رہتے ہو۔ ان کو یہ بھی نہیں کہنا چاہیئے کہ فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو بھلا جب تم مسلمان ہو چکے تو کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے سکتے ہیں؟"

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور نبیوں کو رب بنانا کفر قرار دیا ہے جو شخص فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کو وسائط بنا کر پکارے، ان پر توکل کرے، ان سے گناہوں کی مغفرت، دلوں کی ہدایت اور مصائب و شدائد سے نجات دلانے اور فاقوں کو مٹانے اور جلب منفعت اور دفع مضرت

---

۱ سبا ۲۲، ۲۳ ۲ آل عمران: ۷۹، ۸۰

وغیرہ کے لیے سوال کرے تو وہ بالاجماع کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ الآية!"[1]

"اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے جو اپنی رحمت کا دروازہ کھول دے تو اس کو کوئی بند کرنے والا نہیں۔ اور جو بند کر دے تو اس کے بعد کوئی اس کو کھولنے والا نہیں۔"

"قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۭ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۭ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ"[2]

"کہو بھلا دیکھو جن کو تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پکارتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو کیا وہ اس تکلیف کو دور کر سکتے ہیں؟ اور اگر وہ مجھے رحمت سے نوازے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟ کہہ دو مجھے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ بھروسہ رکھنے والے اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔"

"قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ"[3]

"کہہ دو (اے پیغمبر!) میں اپنے فائدے اور نقصان کا کوئی اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی میں تو مومنوں کو ڈرانے اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔"

"وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَاۗدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ الآية!"[4]

"اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو کوئی اس کو اس کے سوا دور کرنے والا نہیں اگر وہ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔"

ان کے علاوہ بھی، بہت سی آیاتِ قرآنیہ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی دیتا ہے اور وہی روکتا ہے اور سائلوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی وہی کرتا ہے۔ پریشان حال اور مصیبت زدہ

---

[1] فاطر: ۲ [2] الزمر: ۳۸ [3] الاعراف: ۱۸۸ [4] یونس: ۱۰۷

لوگوں کی مصیبتیں اور پریشانیاں وہی دور کرتا ہے۔ وہ جس کے حق میں چاہے شفاعت کی اجازت دے اور قبول فرمائے۔ اور جس کو چاہے جنت میں داخل فرمائے۔ اس مفہوم کی بہت سی احادیث صحیحہ ہیں ان میں سے ایک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے:

"وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ اَنْ یَّضُرُّوْکَ لَمْ یَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَ اللهُ عَلَیْکَ"

"اور خوب سمجھ لو کہ اگر پوری دنیا تجھے نقصان پہنچانے کیلئے جمع ہو جائے تو وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی مگر اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھا ہوا ہے" (اسی طرح نفع بھی)، اور بخاری شریف کی حدیث میں ہے:

"یَا فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ لَا اُغْنِیْ عَنْکِ مِنَ اللهِ شَیْئًا"

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور تیرے کسی کام نہیں آسکوں گا۔"

آیتوں، حدیثوں اور اقوالِ سلف سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلے کے پاس ہی نفع و نقصان کے سب اختیارات ہیں۔ نبہانی ان نصوص کے سراسر خلاف کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیتے اور روکتے ہیں، نفع اور نقصان پہنچاتے ہیں، اسی طرح سب انبیاء اور رسول اور بزرگ بھی یہ اختیارات رکھتے ہیں۔ اور دلیل میں خواب اور خرافات بیان کی ہیں۔ اپنے جیسے غالیوں کے اقوال پیش کئے ہیں۔ اس طرح نبہانی نے اللہ تعالیٰ سے اختلاف کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نفع و نقصان کے اختیارات اس کے سوا کسی نبی، ولی، صفی اور فرشتے کو بھی حاصل نہیں۔ نبہانی کا بیڑا غرق ہو کہتا ہے "نہیں' جو کچھ اللہ و رسول فرماتے ہیں' ایسا نہیں ہے۔ بلکہ نبی یا ولی سے مدد مانگی جاسکتی ہے اور اس سے امید رکھی جاسکتی ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ سے! ——— اب ہم نبہانی اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جھگڑے کا فیصلہ' با انصاف اور اہلِ عقل و خرد ناظرین کے حوالے کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سب سے سچا کلام اللہ تعالیٰ کا ہے اور بہترین راہنمائی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی ہے۔ رہے نبہانی کے اقوال اور ہر بدعتی کی آراء' وہ شیطانی ہونے کی وجہ سے اسی پر مردود ہیں۔ استغاثہ پر بحث مفصل گزر چکی ہے تتمہ میں بھی کچھ ذکر آئے گا!

تنقید | نبہانی نے کہا کہ بعض نسخوں میں "الصارم المنکی" میم نون کے سامنے ہے جو غلط ہے کیونکہ" انتہیٰ"

رباعی کہیں استعمال نہیں ہوا کتبِ لغت اس سے خالی ہیں صرف "نکا" ثلاثی "ہمزہ" کے ساتھ استعمال ہوا ہے کہا جاتا ہے "نکا العدو ونکاہ نکایۃ" "اس کو تکلیف پہنچائی" یہ سمجھ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ کتاب کو "منکی" کے لفظ سے مشتہر کرنا غلط ہے کیونکہ مصنف، اکابر علماء میں سے ہے اور اس سے یہ بات اوجھل نہیں رہ سکتی۔ یہ ان کی غلطی نہیں، بلکہ کاتبوں کی ہے کتاب کا صحیح نام جو اس کے مؤلف نے رکھا جیسا کہ "کشف الظنون" میں ہے "مبکی" "باء" کے ساتھ ہے۔

کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے، ابن عبد الہادی علم حدیث میں تبحر کے باوجود علم عربیت میں کمزور ہوں، اس لیے ان سے یہ خطا سرزد ہوگئی ہے۔ بالخصوص ان کی "نکایۃ" کے ساتھ تعبیر دشمن پر ان کے رد کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے۔ یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ علم عربیت میں بھی ماہر ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کا نام رکھتے وقت ان کی بصیرت اس طرح سلب کر لی ہو جس طرح کتاب لکھتے وقت ان کو بے بصیرت کر دیا تھا تاکہ کتاب کی طرح اس کا نام بھی غلط ہو جائے۔ اس احتمال کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ نفس کتاب میں نام کی نسبت زیادہ واضح غلطیاں موجود ہیں۔ اس لیے میں "کشف الظنون" کے مطابق "مبکی" نام سے متفق ہوں اور درست بھی یہی ہے۔ واللہ اعلم!

یہ سب نبہانی کا کلام تھا، پاک ہے وہ ذات جس نے اس کا باطل گو اور ہر خیر سے خالی ہونا عالم کے لیے آشکارا کر دیا ہے۔ اہلِ فضل لوگوں کے سامنے اس کی حقیقت کھول دی ہے اور علوم میں اس کی بے مائیگی کو ایسا واضح فرما دیا ہے کہ اس کی جہالت کے بارے میں کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ اس جاہل کو ایسی معمولی باتوں کا بھی علم نہیں جن کو عام طالب علم تک جانتے ہیں اور زبانِ عربی کے مبتدی بھی جانتے ہیں جن سے نبہانی غافل اور بے بہرہ ہے۔ اب ہم اس کی ہذیان گوئی اور غلطیوں پر بحث کرتے ہیں۔

جواب اس کے اعتراض کا جواب کئی وجوہ سے ہے:

وجہِ اوّل علماء وضع کی تحقیق کے مطابق عَلَم موضوع کے لیے وضعِ خاص کے ساتھ موضوع کی قسم سے ہوتا ہے۔ اس وضع سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسمّٰی کی اس طرح تعیین ہو جائے کہ اس وضع میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہ ہو یہی وجہ ہے کہ اعلام مشترکہ ہیں، ایک کی اپنی وضع میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں ہوتا۔ جب غرض مسمّٰی کو دوسروں سے جدا کرنا اور اس کی تعیین ہو تو وہ جس لفظ سے بھی ہو درست

ہے۔ وہ اصول کے مطابق ہو یا نہ ہو!

جب کسی شخص کا ایسا نام رکھا جائے جس کی نظیر لغتِ عرب میں نہ ملتی ہو اور نہ اس کا معنیٰ موجود ہو تو وہ جائز اور درست ہے جیسا کہ "خلاصہ" میں ہے۔ اسمِ عَلَم کی اسی بنا پر دو قسمیں ہیں:

۱۔ منقول ۲۔ مرتجل

ومنہ منقول کفضل واسد "اس کی ایک قسم منقول ہے جیسا کہ فضل و اسد وذوار تجال کسعاد وادد ہے اور دوسری "مرتجل" ہے جیسا کہ سعاد اور ادد ہے"

لہٰذا نبہانی کی اس پر ہذیان گوئی کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس کی اس غلطی کے بعد کسی اور جواب کی ضرورت تو نہ تھی تاہم فائدے کی تکمیل کی غرض سے ہم اس کی غلط بیانی کو زیادہ وضاحت سے بیان کرتے ہیں:

وجہِ ثانی منقول عَلَم کو جب کسی کا نام رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پہلے اور اصلی معانی باقی نہیں رہتے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے "عبد اللہ" کو عَلَم مفرد شمار کیا ہے اور عَلَم مفرد وہ ہے جس کا جزء اپنے معنیٰ کے جزء پر دلالت نہ کرے۔ اگر وہ اپنے اصلی معنیٰ پر ہوتا تو وہ مرکبِ اضافی ہوتا کیونکہ اس میں لفظ کا جزء معنیٰ اضافی کے جزء پر دلالت کرتا ہے۔ ہمارے زیرِ بحث مسئلہ میں بھی یہی صورت ہے۔ وہ ایک کتاب کا نام ہونے کی وجہ سے مرکب کی قید سے آزاد ہو گیا ہے اور مفردات کی قسم میں شامل ہو گیا ہے۔ اس طرح اب عَلَمیت کی صورت میں کسی جزء کو معنیٰ پر دلالت کے طور پر نہیں دیکھا جائے گا۔ اب اس کا اصلی معنیٰ کنایہ کے طور پر مقصود ہو گا جیسا کہ علمِ معانی کی کتب میں ابولہب اور ابوجہل کے سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے۔ یہی حال ان القاب کا ہے جن سے مدح یا ذم کا پہلو مترشح ہوتا ہے اور یہی حال ان اسماء کا ہے جو صفات و افعال سے منقول ہوتے ہیں۔ عَلَمیت میں آنے کے بعد ان کے اصلی معانی مراد نہیں ہوتے۔ ہاں! بعض دفعہ مشتقات سے منقول کئی اعلام پر صفت کے معانی کے جھلکنے کی وجہ سے "الف لام" داخل ہو جاتا ہے جیسا کہ الفضل، الحارث، النعمان وغیرہ لہٰذا اس کا اعتراض باطل ہے۔

وجہِ ثالث یہ بہترین جواب ہے "کتاب الضرائر و ما یسوغ للناظم دون الناثر" میں ہے، دسواں مسئلہ، ضرائرِ شعریہ کے ساتھ ملحق نثر کا ہے۔ جب نثر کے ایک حصے کو وزن یا سجع میں دوسرے حصے کے

برابر کرنے کی ضرورت ہو تو اس کو ضرورتِ شعریہ کے معنیٰ میں سمجھ کر ائمہ فن نے اس کی اجازت دی ہے۔
"درۃ الغواص" میں علامہ حریری نے اس کی مثال لکھی ہے کہ لوگ "قَدْ حَدُثَ اَمْرٌ" میں "دال" کو "پیش" دیتے ہیں۔
وہ اس کو اس محاورے سے لیتے ہیں: "اخذہ ماحدُث وقدم" یعنی "اس کو نئے پرانے غموں نے گھیر لیا" وہ قیاسِ عقلی میں خطاء کرکے کلمہ منقولہ میں تحریف کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ "حدث" کا اصل صیغہ "حَدَثَ" عین کلمہ کے "فتحہ" سے ہے جیسا کہ خراسان کے ایک ادیب نے مجھے ابوالفتح بستی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر سنایا ؎

جزعت من أمر فظیع قد حدث ٭ أبو تمیم ھو شیخ لاحدث ٭ قد حبس الاصلع فی بیت الحدث

"مجھے نوید قبیح امر سے گھبراہٹ ہے کہ ابوتمیم بوڑھا ہے جوان نہیں مصیبت کا مارا بیت الخلاء میں محبوس ہے۔"

جب "قدم" کے ساتھ "حدث" کا استعمال ہو تو مجاورت اور موازنت کی وجہ سے اس کی "دال" کو "ضمہ" دیتے ہیں مگر جب وہ اکیلا ہو تو "دال" کے "فتحہ" کے ساتھ استعمال ہوتا ہے کیونکہ ازدواج میں اس کی "دال" میں ضمہ دینے کا جو سبب تھا وہ ختم ہو گیا۔ اس کو پہلے صیغے اور اصل حرکت یعنی "دال" کے فتحہ کی طرف لوٹایا جائے گا۔

علامہ حریری فرماتے ہیں کہ عرب بہت سے الفاظ کو ازدواج کی وجہ سے ان کے اصل صیغوں سے بدل دیتے ہیں اور جب ان کو اکیلا استعمال کیا جائے تو اصل صیغے کی طرف لوٹا دیتے ہیں مثلاً وہ بولتے ہیں: "الغدایا والعشایا" (دن کے پہلے حصے اور دن کے آخری حصے) مگر جب "الغدایا" کو اکیلا استعمال کرتے ہیں تو پھر "الغدوات" بولتے ہیں (دن کے ابتدائی حصے) اور کہتے ہیں "ھنأنی الشیُٔ ومرأنی" جب "مرأنی" کو مفرد استعمال کرتے ہیں تو بولتے ہیں: "امرأنی" اسی طرح کہتے ہیں "ماسارہ ونارہ" جب کہ "نارہ" کو مفرد کرتے ہیں تو "انارہ" بولتے ہیں اور "رجس نجس" بولتے ہیں اور مفرد کی صورت میں "نجس" بولتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ" (التوبۃ: ۲۸) "مشرک لوگ نجس ہیں۔"

جو بہادر شخص اپنی جگہ جما رہے اس کے لئے بولتے ہیں: "اھیس الیس" اور "اھیس" اصل میں "الاھوس" تھا کیونکہ اس کا اشتقاق "ہاس یہوس" سے ہے مگر "الیس" کے ساتھ مطابقت کی خاطر "واؤ" کو "یاء"

سے بدل کر "اہبیں" استعمال کیا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے الفاظ منقول ہیں جن میں آپؐ نے ایک دوسرے کے وزن کا لحاظ رکھا ہے: مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کے متعلق فرمایا جو عید میں کھلے بندوں بن سنور کر نکلتی ہیں: "اِرْجِعْنَ مَأزُوْرَاتٍ غَیْرَ مَاْجُوْرَاتٍ"۔ (ثواب کی بجائے گناہ کا بوجھ لے کر واپس جاؤ)

آپؐ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے کے لیے دعا کی۔ اس میں فرمایا:

"اُعِیْذُ کُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّۃِ مِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ وَمِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَھَامَّۃٍ"۔

"میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے پورے کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں، ہر نظر بد سے اور ہر شیطان اور زہریلے کیڑے مکوڑوں سے"۔

"مأزورات" اصل میں "وزر" سے مشتق ہے اس لیے اس کو "موزورات" ہونا چاہیے۔ اسی طرح "لامۃ" اصل میں "ملمۃ" ہے کیونکہ وہ "المت" سے فاعل ہے مگر یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ماجورات" کے وزن کے مطابق کر کے "موزورات" کو "مأزورات" فرمایا اور "تامۃ" اور "ہامۃ" کے وزن کے مطابق کرنے کے لیے "لامۃ" فرمایا۔ اسی طرح آپؐ کا ارشاد ہے:

"من حفنا و رفنا فلیقتصر"۔

"جو شخص ہماری خدمت کرے یا کھلائے، وہ کفایت شعاری سے کام لے"۔

"حفنا" دراصل "احفنا" تھا مگر "رفنا" کے مطابق بنانے کے لیے "حفنا" فرمایا!

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلوں میں مروی ہے کہ آپؓ نے قارصہ، قامصہ اور واقصہ کی دیت دو تہائی مقرر فرمائی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ تین عورتوں میں سے ایک دوسری پر سوار ہوئی تو تیسری نے اس کی چٹکی لی جس پر دوسری سوار تھی اس سے وہ اچھلی کودی اور جو سوار تھی، وہ گر گئی اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے دوسری دونوں پر دو تہائی دیت کا فیصلہ کیا اور تیسرا حصہ معاف فرما دیا۔ اس لئے کہ وہ دونوں اس فعل میں شریک تھیں جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی یہاں "واقصۃ" بمعنی "موقوصۃ" ہے۔

فراء نے مندرجہ ذیل شعر میں "باب" کی جمع "ابوبۃ" استعمال کی ہے تاکہ اس کا اور "اخبیۃ" کا وزن

ایک ہو جائے ؎

هناك أخبية ولاج أبوبة يخلط بالجد منه البر والليـنا

حریری سے نقل شدہ عبارت ختم ہوئی!

یہی صورت تناسبِ کلمات کی ہے اور تناسبِ کلمات کی دو قسمیں ہیں۔ کلماتِ منصرفہ کا تناسب، جب اس کے ساتھ غیر منصرف مل جائے مثلاً "سلاسلاً و اغلالاً" اور آیتوں کے آخر کا تناسب جیسا کہ پہلا "قواریرا" ہے[1]۔ اس کو اس لئے تنوین یا اس کے بدلے الف دیا گیا ہے تاکہ تنوین پڑھنے یا وقف کی صورت میں ساتھ والی آیات کے آخر کے مطابق ہو جائے۔ دوسرے "قواریر" کو پہلے "قواریرا" کے ساتھ مشاکلت کی غرض سے تنوین دی گئی ہے۔ تناسب اور ضرورت میں فرق یہ ہے کہ ضرورت میں صرف واجب ہوتا ہے اور تناسب میں جائز۔ یہ مسائل کتاب الضرائر سے لکھے گئے ہیں۔ اس سے واضح طور پر معلوم ہو گیا ہے کہ "الصارم المنکی فی الرد علی السبکی" میں میم کے بعد نون ہے۔ یہی مصنف سے متواتر ہے اور یہی درست ہے۔ رہا نبہانی، تو تحریف و تبدل اس کی عادت ہے۔ اس نے چاہا کہ جس طرح قرآن و سنت کی نصوص میں تبدیل و تحریف کا ارتکاب کرتا ہے، اسی طرح اسماء میں بھی تحریف کی عادت پوری کرے۔ اللہ تعالٰے نے سب علاقوں میں اس کو جہالت کی وجہ سے ذلیل و رسوا کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے دشمنوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرمائی۔

وجہِ رابع "الصارم المنکی" میم کے بعد "با" کے ساتھ بے معنی نام ہے کیونکہ عرب صارم کو "نکایت" کے ساتھ موصوف کرتے ہیں "بکا" کے ساتھ نہیں۔ البتہ عصا اپنے مضروب کو رلاتا ہے مگر صارم کا کام قتل کرنا ہے اور قتل نکایت کی انتہا ہے مگر اس کا کیا کیا جائے کہ نبہانی جس طرح کاغذ سیاہ کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے وساوسِ ابلیس کی وجہ سے اس کا چہرہ سیاہ کر دیا ہے۔

الغرض "الصارم المنکی" پر اس کے سب اعتراضات مردود ہیں اور اس کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

"الصارم المنکی" کے مصنف، صاحبِ فضل بزرگ ہیں جن کی فضیلت کی چادر کوان سے اتارا نہیں جا سکتا اور ان کے ساتھیوں میں ان کی نظیر نہیں ملتی وہ علامۃ المعقول والمنقول، اصول و فروع کو بہت زیادہ سمجھنے والے علم کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر، پہلوں اور پچھلوں کے لئے فخر، قدوۃ الفضلاء، خاتمۃ الاجلاء،

[1] دیکھئے سورۃ الدھر، آیت ۱۵-۱۶

شیخ الاسلام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عبد الہادی المقدسی الحنبلی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو ٹھنڈا اور آرام دہ بنائے اور اعلیٰ علیین میں ان کو سرفراز کرے ۔ آمین!

یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے آرام و آسائش سے بے نیاز ہو کر لمبے لمبے سفروں کی صعوبتیں برداشت کی جائیں، تو یہ اس لائق ہے۔ یہ اپنے موضوع پر بے نظیر و بے مثل کتاب ہے۔ مصنّف نے اس میں بہت سا مواد جمع کر دیا ہے گویا دریا کوزے میں بند کر دیا ہے۔ یہ کتاب نہایت مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے۔ انہوں نے اس میں سبکی کا اصل چہرہ دکھایا ہے، اور اس کی غلط بیانیوں اور مغالطہ آمیزیوں کا ترکی بہ ترکی جواب دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو غالیوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے رسوائی کا سامان بنا دیا ہے، اور مومنین کے دلوں کے لئے سکون اور چین کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ اس کا مقابلہ کرنے یا اس کے سامنے ٹھہرنے کی ان میں طاقت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزا سے نوازے۔ اعداء دین نے دینِ مبین میں جو فریب کاریاں کی تھیں، اور سازشوں کے جو جال بچھائے تھے، انہوں نے ان کا تار پود بکھیر کر دین کا خوب خوب دفاع کیا ہے۔

تنقید نبہانی نے کہا ہے کہ "تیسری فصل میں جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین پر بحث ہوگی۔ اور یہ بیان ہوگا کہ مصنّف، ابنِ تیمیہؒ سے بہت متاثر ہے، اور ان کی جانب داری کرتا ہے اور ابنِ حجر کو جھوٹا ثابت کرتا ہے۔ وہ اس سلسلہ میں کسی قانون یا حد بندی کا لحاظ نہیں کرتا وہ ائمۂ اسلام اور اونچے درجے کے علماء، بالخصوص ابنِ حجر ہیتمی، تقی سبکی اور اس کے بیٹے تاج الدین کے خلاف شدید تعصّب رکھتا ہے اور ابنِ تیمیہؒ نے امتِ محمدیہ کی مخالفت میں جو شاذ مسائل اختیار کیے ہیں، ان میں وہ ان کا مؤید ہے۔ اس کا اصل مذہب وہابیت ہے اسی وجہ سے وہ اہلِ سنّت کے مذاہبِ اربعہ کے ائمہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے"۔ پھر کہا ہے کہ "یہ کتاب مسلمان عوام اور معمولی درجے کے طلبہ کے لئے سخت نقصان دہ ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اس کتاب کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے، جو مذہب دشمن کتابوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس کا مطالعہ نہ کیا جائے، بلکہ اس سے کلی اعراض کیا جائے تاکہ اس کے شکوک، ان کے یقین پر اثر انداز، اور ان کے امورِ دین میں خلل انداز نہ ہوں۔

لیکن علماء کو اس سے کوئی نقصان اور خدشہ نہیں ہے کیونکہ وہ ابنِ تیمیہؒ اور طائفہ وہابیہ کی

خطا، اور سبکی اور ابنِ حجر اور جمہورِ امتِ محمدیہ کے صواب کو سمجھتے ہیں اور مؤلف نے حق و باطل کو جس طرح خلط ملط کر دیا ہے، اس میں وہ فرق کر سکتے ہیں اور اس میں جو چکنی چپڑی باتیں ہیں، اور اس میں جو غلط اوہام کی ملمع سازی کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ابنِ تیمیہؒ کی لغزشیں ہی سلف صالح میں سے علماء و ائمۂ اسلام کا مذہب تھا اُس سے خوب واقف ہیں تاہم علماء کے لئے بھی اولی یہی ہے کہ وہ بھی اس سے اعراض کریں۔ محض اس کا رد کرنے، اس میں فاش غلطیوں کو واشگاف کرنے اور ابنِ حجر، سبکی اور اس کے بیٹے تاج الدین جیسے علماءِ عاملین، امت کے ہادیوں اور ملت کے لئے روشنی کے میناروں کے خلاف اس کے تعصبِ شدید کو بیان کرنے، اور مسئلہ استغاثہ و زیارت اور قول بالجہت وغیرہ جمہور مسلمانوں کے عقائد کی اس میں جو مخالفت کی گئی ہے، اس کو واضح کرنے کی غرض سے اس کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ ان امور پر بڑے بڑے علماء ہی قدرت رکھتے ہیں۔ عوام اور معمولی طلبہ اگر اس کا مطالعہ کریں گے، تو ان کے عقائد کے بگڑنے کا خدشہ ہے۔"

پھر اس نے کہا ہے "واللہ میں اس کے معاملے میں بڑا حیران ہوں۔ اگر میں یہ کہوں کہ یہ اس کا اعتقاد ہے، تو مجھے خیال آتا ہے کہ وہ حنفی المذہب ہے۔ اور بغداد کے خاندانِ علم و سیادت کا چشم و چراغ ہے۔ وہ سب کے سب اہلِ سنّت و جماعت ہیں۔ مگر اس نے اپنی کتاب میں ابنِ تیمیہؒ کی لغزشوں کی تائید کرنے میں جن باتوں پر اعتماد کیا ہے، وہ مذہبِ وہابیہ ہے، حنفیہ نہیں ہے۔ نہ اس کے شافعی سادات بزرگوں کا مذہب ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ اس کا حقیقی اعتقاد نہیں ہے، بلکہ اس نے اس کے ذریعے صاحبِ تصانیفِ کثیرہ مشہورہ، ہندوستان میں ریاست بھوپال کے نواب صدّیق حسن خاں وہابیہ کی خدمت کی ہے، تو یہ بھی اس جیسوں کے مناسب و لائق نہیں تھا۔ اگرچہ بظاہر اس کی محررات و مراسلات اسی قسم کے ہیں۔ جب اس نے اپنی کتاب "جلاء العینین" کے بعد ایک کتاب "غالیۃ المواعظ"، لکھی، تو اس کو ابنِ حجر کی کتاب "الزواجر" اور "الصواعق"، کے اقتباسات سے مزیّن کیا ہے اور ابنِ تیمیہؒ سے بہت کم نقل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ اس کتاب سے اس کی نیّت اور ارادہ کیا ہے۔"

مجھے ابنِ حجر کے بعض اقوال کے جوابات پر، اور غلط و صحیح عبارات سے استشہاد پر کوئی اعتراض نہیں۔ اگرچہ ان اقوال کی نسبت یہ اچھا ہے، برا نہیں۔ لیکن اس نے اسی پر بس نہیں کی، بلکہ ابنِ

حجر کے متعلق ایسے شنیع الفاظ استعمال کئے ہیں' جو امام کبیر تو درکنار عام طلبہ پر ان کا استعمال مستحسن نہیں۔ اس کا یہی سلوک تقی الدین سبکی کے ساتھ ہے کہ ان کے متعلق بھی قبیح و شنیع الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کو امام اور شیخ الاسلام کے نام سے بھی یاد نہیں کیا بلکہ یہ کہا ہے "سبکی نے' یا قاضی سبکی نے کہا ہے" حالانکہ وہ فی الحقیقت شیخ الاسلام کے لقب کے حق دار ہیں اس لئے کہ وہ شام کے قاضی القضاۃ تھے' اور کبار ائمہ اسلام میں سے تھے۔ ورنہ تو پھر ابن تیمیہ بھی "شیخ الاسلام" کے لقب کے مستحق نہیں ہیں۔ ہاں وہ مسلمانوں کے اکابر شیوخ اور علماء اعلام کے ائمہ میں سے ہیں۔ اگر استعانت اور زیارت کے متعلق ان کی بدعت سے صرف نظر کر بھی لیا جائے تو بھی وہ عقیدہ بالجہت کی وجہ سے مطعون ہیں۔

اور سبکی باتفاق ائمہ اہل سنت وجماعت' امام اہل سنت اور ائمہ اسلام میں بڑی فضیلت کے حامل ہیں اور ان کا بیٹا باتفاق علماء اعلام' امام ابن امام ہے تو پھر "جلاء العینین" کا مصنف ان کے درپے آزار کیوں ہے؟ اور ابن تیمیہؒ کی پوری حمایت کس بناء پر کرتا ہے؟ ان کی مخالفت اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اہل بدعت سے ہے' اہل سنت سے نہیں۔ روحوں کے بھی' اپنے ساتھ مناسبت رکھنے والی روحوں کے ساتھ مل کر لشکر اور گروہ ہوتے ہیں۔ اس اصول کے مطابق مصنف کی روح ابن تیمیہ کی روح کے لشکر سے ہے لہٰذا ان کی روح ائمہ اعلام کے ساتھ مانوس نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اس کا ان کے ساتھ یہ سلوک ہے بالخصوص' اس کے جد اعلیٰ ﷺ کی تعظیم کے معاملہ میں' اور اس کا امام اس کے برعکس ہے۔ لیکن شرافت اور خاندان' علم و ادب کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔" آگے چل کر کہتا ہے کہ "مصنف" جلاء العینین" کا صرف ابن تیمیہؒ کے ساتھ ہی نہیں' بلکہ تمام وہابیوں کے ساتھ بھی تعلق ہے اور اس کا یہ فیصلہ سبکی، اس کے بیٹے اور ابن حجر کے ساتھ ہی مخصوص نہیں' بلکہ تمام اہل سنت شافعیوں، حنبلیوں، مالکیوں اور حنفیوں کے متعلق بھی ہے جو کوئی اس کی اس کتاب کا انصاف کے ساتھ مطالعہ کرے گا وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ اس نے اپنے اور اپنے باپ' اور مسلمانوں کے متعلق عموماً اور سید المرسلین ﷺ کے متعلق خصوصاً" فاش غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے۔ اور وہابیت کی بدعات کی پلیدیوں سے اپنے دامن کو ملوث کر لیا ہے جن کو ساری دنیا کے سمندر بھی نہیں دھو سکتے۔

اس نے اپنے آپ کو، اور مذاہبِ اربعہ کے اس شخص کو ایذا دی ہے جس نے اس کی کتاب کا مطالعہ کیا ہے! ___ یہاں تک کہ اہلِ انصاف حنبلیوں کو بھی جب تک اس کی یہ کتاب موجود ہے، اس کی مذمت کرنی پڑی ہے۔"

پھر اس نے فضول اور بیکار سی باتیں کر کے کہا ہے "کاش میں جان سکتا کہ تفسیر "روح المعانی" کی نقل کے مطابق اُس نے خود اپنے لئے اور اپنے باپ کے لئے مسئلہ زیارت و استغاثہ کی مخالفت کو کیسے گوارا کر لیا، جس سے لازمی طور پر نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر ثابت ہوتی ہے، اور جس کو معلوم کرنے کی ہر کسی کو حاجت ہے، اور جو اُمّتِ محمدیہ کے جمہور کا تکیہ اور ہر زمانے کے علماء و ائمہ کا متفقہ مسئلہ ہے۔ رہا ابنِ تیمیہؒ اور طائفہ وہابیہ اور دوسرے شاذ مذاہب، جو اس سے منع کرتے ہیں، تو وہ سرے سے ہی غیر معتبر ہیں۔ کیونکہ ان کو زیارت واستغاثہ میں الوہیت کے اعتقاد کے خطرات و خدشات کا وہم ہوا ہے جو کسی جاہل سے جاہل کے دل میں کبھی نہیں آسکتا چہ جائیکہ صاحبِ علم لوگوں میں یہ خدشہ محسوس کیا جائے۔ پھر اس میں ہر وہ شخص رسولِ کریم ﷺ کی سوءِ ادبی محسوس کرے گا، جس کے دل میں معمولی سا نور بھی ہو۔

بہ صورتِ حال کوئی صاحبِ عقل اپنے بھائی کے لئے بھی قطعاً پسند نہیں کر سکتا چہ جائیکہ اپنے لئے یا اپنے باپ کے لئے پسند کرے، میں حلفیہ کہتا ہوں کہ اس نے ان نقول کے ذریعے جن سے لوگ بے خبر تھے، اپنے باپ کو اذیت دی ہے کیونکہ وہ نقول جو اس کی تفسیر میں متفرق تھیں اس نے اپنی اس کتاب میں ان کو جمع کر دیا ہے اور اس پر نازاں ہے۔ اس طرح اس نے سید صدیق حسن خاں اور اس کے طائفے کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ اس کا باپ بھی اس کے مذہب و مشرب پر تھا۔

یہی وجہ ہے کہ میں نے مکہ مکرمہ کے بعض علماء سے اس کے حق میں اور اس کے باپ کے حق میں بڑی بُری باتیں سُنی ہیں۔ چونکہ اُس نے اپنی کتاب میں اہلِ سنّت اور ان کے مذہب پر حملے کئے ہیں۔ بالخصوص امام سبکی، ان کے بیٹے اور ابنِ حجر کو خوب لتاڑا ہے، اور ابنِ تیمیہؒ اور ان کے مذہب اور ان کے ہم مسلک لوگوں کی تعصّب کی حد تک مدح کی ہے، لہٰذا میں نے مناسب سمجھا کہ ابنِ تیمیہ اور ابنِ حجر کے درمیان فرق واضح کر دوں۔ تاکہ ہر کوئی فیصلہ کر سکے کہ اس نے ابنِ تیمیہ کے حق میں غلط فیصلہ دیا ہے۔" "جلاء العینین" پر نبہانی کا تبصرہ یہاں ختم ہوتا ہے۔

میں نے نبہانی کی یہ طویل ہزلیات بیان کر دی ہیں، اگرچہ اس میں سیاہی، کاغذ اور وقت ضائع ہوا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس کی سب باتوں پر اور اس کی سب غلطیوں پر بحث کی جا سکے۔

جواب نبہانی نے اس فصل میں جو کچھ دہرایا ہے، وہ قبل ازیں کئی بار دہرایا جا چکا ہے۔ بس اس کے دماغ میں ایک ہی سودا سمایا ہوا ہے کہ وہ علم و فضل سے کورا ہونے کے باوصف ایک کتاب گھسیٹ کر مؤلفین میں طفیلی کا درجہ حاصل کر سکے۔ اس کے پاس سرمایۂ علم اور کمالات کا دائرہ بس زیارت القبور سے متعلقہ مباحث اور ایسے اشعار تک محدود ہے، جن میں غلو اور غیر اللہ کے حضور التجا ہے، جن کو عوام کالانعام یاد کر لیتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ یہ امور، دینِ اسلام سے متصادم ہیں۔ لوگ ان اشعار کو جمگھٹوں اور مولود کی محفلوں میں پڑھتے ہیں۔ اس کا دین، اور عقیدہ کا عنوان یہ ہے کہ استغاثہ بغیر اللہ، رکنِ دین اور مسلمانوں کی توحید کا مدار ہے۔ اور ابنِ تیمیہؒ کو گالی بکنا، ان کو بدعتی اور گمراہ ثابت کرنا، اور ان کے ہمنواؤں اور معاذین کو کجرو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرنا ——— نیز سبکی، ابنِ حجر وغیرہ غالیوں کی تردید کرنے والوں کی تذلیل کرنا باعثِ افتخار ہے!

اس کی کتاب اوّل تا آخر اسی طرح کی ہزلیات، جھوٹ اور بہتان سے بھری ہوئی ہے۔ کتاب کا حجم بڑھانے کے لیے اس نے بیان شدہ مسائل کا بار بار اعادہ کیا ہے۔ اور فصول و ابواب کو بے فائدہ طور پر لمبا کیا ہے، تاکہ اپنے جیسے عوام پر فخر کر سکے اور بے وقوف جاہلوں کے سامنے اپنی بڑائی کی بڑ ہانک سکے۔ اس کی اس کتاب سے مجھے اندازہ ہوا کہ نبہانی بڑا جھگڑالو، کینہ پرور، بدعات کا عاشق، آراء فاسدہ اور اقوالِ کاسدہ کی تقلید پر مر مٹنے والا ہے۔ اس پر کسی قسم کی بھی گفتگو غیر مؤثر ہے۔ اور نہ ہی وہ ملامت سے متاثر ہونے والا ہے۔ وہ عقل و دین کے نقصان اور رعونت، بے حیائی اور قلتِ ایمان کے ساتھ ساتھ جہلِ مرکب کا شکار ہے۔ اس کی گمراہی اور جہالت کی کوئی حد نہیں!

مجھے یقین ہے کہ اس پر ہر بات بے اثر ہے۔ جب اس کا رد کیا جاتا ہے، تو وہ اس سے راہِ ہلاکت و ضلالت پر اور تیز رفتار ہو جاتا ہے۔ میری اس کے بارے میں رائے یہ ہے کہ وہ خود پسندی، جہالت و عناد اور حسد کا پیکر ہے۔ بعینہٖ یہی حالت ان یہودیوں کی تھی، جو رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آ گئے تھے۔ انہوں نے محض حسد و بغض کے تحت کفر کا ارتکاب کیا تھا۔ گمراہوں کے دل ایک دوسرے جیسے ہوتے ہیں۔ اگر وہ گمراہ اور جاہل نہ ہوتا، تو وہ "جلاء العینین" پر اور اس کے مصنف

پر یوں بُری طرح حملہ آور نہ ہوتا اور بدترین گفتگو نہ کرتا۔ مصنف "جلاء العینین" اور ان کے والد ماجد اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب پر برسنے کا اس کے پاس اس کے سوا کوئی جواز ہی نہیں ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ جس نے اسلام کے رُکن کو گرا دیا ہو، مسلمانوں کے قواعد و اصول کی عمارت ڈھا دی ہو، اور اسلام کی بساط لپیٹ دی ہو، اس پر اس نے کبھی ایسی جسارت نہیں کی بلکہ اس کی طرف سے عذر پیش کر کے مقاصدِ حسنہ پر محمول کیا ہے۔

یہ بات ہر شخص کے علم میں ہے کہ مسائلِ علمیہ میں ہمیشہ سے علماء کے درمیان معرکہ آرائی رہی ہے۔ ان میں انہوں نے گھوڑے بگٹٹ دوڑائے ہیں۔ اگر اس کج رو کو عقل و معرفت کا کچھ حصہ ملا ہوتا اور وہ اختلافی مسائل کا شہسوار ہوتا، تو اس کا فرض تھا کہ وہ "جلاء العینین" کو یوں لتاڑنے کی بجائے اس کا ایک مسئلہ بیان کرتا، پھر (اپنی نظرِ فاسد اور فہمِ کاسد کے مطابق) اس پر اعتراضات کر کے اظہارِ صواب کی خاطر مناظرے کی راہ اختیار کرتا۔ یہ ان اختلاف کرنے والوں کا طریقہ ہے، جو اپنے مذاہب کے حمایتی ہوتے ہیں، جیسا کہ ائمہ اربعہ اور ان کے سمجھدار پیروؤں کا مسلک تھا۔

اس نے "جلاء العینین" اور اس کے مصنف کی شان میں جو رکیک باتیں کی ہیں، ان کا جواب قبل ازیں کئی بار دیا جا چکا ہے اور اس کے اقوالِ کاسدہ کو ہم کھلے بندوں باطل کر چکے ہیں، لیکن وہ تو متنبی کے اس شعر کا مصداق ہے ؎

من یھن یسھل الھوان علیہ ۔۔۔ "ذلیل آدمی کو ذلت میں مزہ آتا ہے، مُردے

ما لجرح بمیت ایلام ! ۔۔۔ کو زخم سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔"

یہاں بھی ہم اس کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ لے کر اس کی خطائیں اور غلطیاں بیان کرتے ہیں، تاکہ ناظرین کے سامنے اس کی جہالت اور اس کے فاسد اقوال آشکار ہو جائیں :

اعتراض اس کے اقوال جو نظر و فکر کی تیر اندازی کا ہدف، محلِ اعتراض اور فساد کا سرچشمہ ہیں، میں سے ایک قول یہ ہے کہ "مصنف "جلاء العینین" نے ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ محبت و عقیدت کا رویہ اختیار کیا ہے، اور ابنِ حجر کے ساتھ دشمنی کا۔ الخ !"

جواب اس کا کہنا درست نہیں بلکہ "جلاء العینین" کے مصنف نے پہلے شیخ اور ان کے بعض اسلافِ کرام کے تراجم بیان کئے ہیں، پھر کچھ ایسے علماء کا ذکر کیا ہے جن کو ستایا گیا، اور مصائب میں مبتلا

کیا گیا اس کے بعد ابن حجر نے فتاویٰ حدیثیہ میں شیخؒ پر جو کذب و افترا کے طوفان اٹھائے ہیں ان کو بیان کیا ہے۔ پھر شیخ الاسلام کے حاسدوں اور ان کے علم و فضل کے منکرین کے تراجم ذکر کئے ہیں بعد ازاں آپ کے مداح تلامذہ وغیرہ کے تراجم کو الگ بیان کیا ہے پھر ان متصوفین کا ذکر کیا ہے جن کے بارے میں ابن حجر نے کہا ہے کہ "شیخ ان کا تتبع کرتے ہیں" اور ایک فصل میں شیخ الاسلام کی اس عبارت پر بحث کی ہے جس کو ابن حجر نے نقل کیا ہے اور بہت سے اصحاب اقوال کے تراجم ذکر کئے ہیں۔ بعد میں شیخ الاسلامؒ کے اختیارات کو ذکر کر کے ان کے حسن و قبح پر بحث کی ہے۔ اور کلام نفسی اور اس بارے میں حنابلہ و اشاعرہ کے مذہب پر تفصیلی بحث کی ہے اور صفات کی بحث اور سلف کے مذہب کو پوری وضاحت سے بیان کیا ہے پھر دو اقوال کے درمیان شیخ نے جو توسط کی راہ اختیار کی ہے، اس کو ذکر کیا ہے اور استغاثہ و توسل کے مسائل بیان کئے ہیں ایک فصل میں مجوزین کے، اور دوسری میں مانعین کے دلائل بیان کئے۔ آخر میں ابن رجب نے اختیاراتِ شیخ سے جو نقل کیا ہے، اس کے جوابات نقل کر کے کتاب ختم فرمادی ہے۔

یہ ہے "جلاء العینین" کا خاکہ۔ پھر مصنف نے باطل پر حق کی ترجیح ظلم و ضلالت کی راہ چلنے والوں کی بجائے اہل فضل و انصاف قارئین پر چھوڑ دی ہے۔ اگر نبہانی کے خیال کے مطابق انہوں نے دلائل کے ساتھ حق کو باطل پر ترجیح دی ہے، تو یہ کوئی عار کی بات نہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ [1] الآية"	"جب اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں سے جن کو کتاب عطا فرمائی تھی، اقرار لیا کہ وہ اس کو لوگوں کیلئے صاف صاف بیان کرتے رہیں گے اور اس کو چھپائیں گے نہیں"۔

صحیح حدیث میں ہے:

"مَنْ عَلَّمَهُ اللّٰهُ عِلْمًا فَكَتَمَهُ اَلْجَمَهُ اللّٰهُ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ"	"جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہو وہ اس کو چھپائے تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ کی لگام پہنائے گا"۔

سورۃ العصر کی تفسیر میں امام شافعیؒ کے کلام کو ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں اور کمال کے مراتب اربع،

---

[1] آل عمران : ۱۸۷

جن پر سورت مشتمل ہے میں سے ایک "تواصی بالحق" بھی ہے یعنی لوگ آپس میں ایک دوسرے کو حقائقِ امور اور نفس الامر کی تعلیم دیں اور "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" وہ امتیازی وصف ہے جس کی وجہ سے اُمتِ محمدیہ کی "خیریت" دوسری سب اُمتوں پر لازم ٹھہری۔ ابنِ حجر اور اس کے ہم مسلک لوگوں نے حضرت امام ابنِ تیمیہؒ کو ظلم کا تختۂ مشق بنایا ہے اور آپ پر تہمت طرازی اور آپ کے بارے میں گھٹیا گفتگو سے ان کا مقصد رضائے الٰہی نہیں در اصل انہوں نے اس طرح اپنی اَنا کو تسکین، اور اپنی خواہشات کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے ورنہ رافضیوں، ناصبیوں، خارجیوں، معتزلہ اور زیدیہ وغیرہ اسلامی فرقوں اور اسلام سے پہلے لوگوں کا اس نے اتنا رد نہیں کیا، جتنا ابنِ تیمیہؒ کا کیا ہے۔ یہی حال اس سے پہلے سبکی اور اس کے ہم مسلک لوگوں کا ہے۔

رہی بات، جو ابنِ حجر مکی نے شیخ سے اپنے فتاویٰ میں نقل کی ہے، وہ محض جھوٹ اور بہتان ہے۔ یہ الزام اسی طرح کا ہے جس طرح آپؒ کو یہ الزام دیا جاتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی جسمیت اور جہت، نیز تورات و انجیل کی عدمِ تحریف جیسے مسائل کے قائل ہیں۔ شیخ الاسلام کی کتابیں موجود ہیں، ہر کوئی پڑھ کر دیکھ سکتا ہے کہ یہ الزامات کہاں تک درست ہیں؟ بلکہ حقیقت یہ ہے، ان میں ان الزامات کے بالکل برعکس تصریحات موجود ہیں اور آپ کی سب کتابیں جہت وجسمیت کی نفی سے پُر ہیں آپ کی کتاب "الجواب الصحیح" کا تقریباً نصف حصہ اس بات کو ثابت کرنے کے لیے وقف ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنی کتابوں میں تحریف کی ہے۔ کون سا منصف اور متدین ہے، جو ابنِ حجر کی اس بات کی تکذیب نہیں کریگا، اور اس کو جھوٹا نہیں کہے گا؟ اور اس کا اقرار نہیں کرے گا کہ شیخ محققین علماء میں سے ہیں؟

دوسرے جن مسائل کے بارے میں ابنِ حجر نے شیخ پر الزام دھرا ہے کہ انہوں نے اس اجماع کو توڑ دیا ہے جس کے سلف قائل تھے اور اس پر صحیح دلیل موجود تھی، اس سے بڑا جھوٹ اور بہتان اور کیا ہو سکتا ہے؟ کیا کسی عالم کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ یہ طرزِ عمل اختیار کرے، جو ایک عام آدمی کے لیے بھی معیوب ہے؟ کیا اب ایک انصاف پسند آدمی شیخؒ کے لیے محبت وعقیدت اور ابنِ حجر کے جھوٹا ہونے کا فیصلہ نہیں کرے گا؟ کیا کسی اہلِ نظر کے لیے ابنِ حجر کے جھوٹ میں کوئی شک باقی رہ گیا ہے؟

تنقید نبہانی کا یہ کہنا، وہ ائمۂ اسلام اور علماءِ اعلام کے خلاف سخت تعصب میں حدوں کو پھلانگ گیا ہے۔ بالخصوص ابنِ حجر ہیتمی، تقی سبکی اور اس کے بیٹے کے بارے میں، اور اس نے

ابنِ تیمیہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی بڑی شد و مد کے ساتھ تائید کی ہے وغیرہ"!

جواب یہی بات اس سے پہلے بھی کی ہے، اور ہم اس کا جواب دے چکے ہیں۔ بھلا جو شخص دلیل (بُرھان) کو مانتا ہو اور اس کے تقاضوں کے مطابق چلتا ہو، اس کو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ حد سے تجاوز کر گیا ہے؟ بلکہ حد سے تجاوز تو وہ کرتا ہے، جو شریعت سے منحرف ہو جائے، حق پر یقین و اذعان عین انصاف، اور ظلم و جور سے نفرت ہے۔ اور حق اس لائق ہے کہ اس کو قبول کر لیا جائے۔ اس کا مخالف حق کا منکر ہے، بلکہ اصحابِ عقل و بصیرت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہر منصف مزاج صاحبِ عقل و فہم جانتا ہے کہ ابنِ حجر، سبکی اور ان کے حواریوں نے جو کچھ کہا ہے، اس سے محض اتباعِ اہوا، حق کا انکار اور تکلیف پہنچانا مقصود ہے۔ جب صورتحال یہ ہے کہ شیخ کے اختیارات دلیل و بُرھان سے ثابت ہیں، اور ان کے اقوال وہی ہیں، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور سلفِ اُمت اور اکابرِ امت کا فرمان ہے، جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں۔ تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ابنِ تیمیہؒ کے یہ اقوال شاذ ہیں؟ اس کی گفتگو سے غباوت و مکابرہ اور انکار للضرورۃ اور تقلیدِ آراء صاف صاف مترشح ہوتی ہے۔

مذاہبِ اربعہ کے ممتاز علماء شیخ سے کسی قسم کی ناراضگی نہیں رکھتے، بلکہ با انصاف علماء کی کتابیں آپ کی تعریف سے بھری پڑی ہیں۔ صرف سبکی اور اس کے حواری اور ضلالت میں اس کے مقلد غالی، حسد و خصومت کی بناء پر آپ سے بد کتے ہیں۔ آپ کے مناقب میں ان شاء اللہ اس کی تفصیل آئے گی۔

تنقید اس نے ایک بات یہ کہی ہے کہ "یہ کتاب عام مسلمانوں اور کم فہم طلبہ کے لیے بہت ضرر رساں ہے، اس لیے عوام کو چاہیئے کہ اس کتاب کے ساتھ وہی سلوک کریں، جو اپنے مذاہب و مسالک کی مخالف کُتب کے ساتھ کیا جانا چاہیئے۔"

جواب اس فاسد کلام کی بُنیاد محض حسد و بغض اور اتباعِ اہوار و ضلالت ہے۔ "جلاء العینین" فی الواقع ایسی کتاب ہے ——— کہ جو موحدین کی آنکھوں کا نور اور دلوں کا سرور ہے۔ کتنے ہی گمراہ لوگ اس کی وجہ سے راہ یاب ہوئے ہیں، اور کتنے ہی حیران و پریشان لوگوں کو اس سے تسکین حاصل ہوئی ہے۔ کتنے ہی مسلمانوں نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے، اور کتنے ہی سچائی کے متلاشیوں

نے اس سے حق کو پہچانا ہے۔ اس کتاب کے الفاظ و معانی پسندیدہ اور خوش کن ہیں۔ اور وہ اپنے موضوع پر اعلیٰ پایہ کی کامیاب کتاب ہے۔ جب کوئی ناقد اس کا گہری نظر سے مطالعہ کرتا ہے، تو اس میں پکے ہوئے لذیذ اور خوشبودار پھلوں کا مشاہدہ کرتا ہے جن کی خوشبو کستوری کی طرح مہکتی ہے، گویا وہ عطار کی دکان ہے۔ اس کا تخیّل بڑا بلند اور نتھرا ہوا ہے۔ وہ ایک ایسا باغ ہے، جو اونچے ٹیلے پر ہو، اور اس کی عنبری لپٹیں ماحول کو معطر کر رہی ہوں۔ گویا وہ عطر فروشوں کا بازار ہے، جو مہک رہا ہے۔ انہوں نے معنوی اور لفظی خوبیوں کو موسمِ بہار کے شگوفوں، کلیوں اور پھولوں کی مانند نہایت قرینے سے آراستہ کیا ہے اور کتاب کا مضمون اور ترتیب ایسی دل کش ہے، گویا وہ دُلہن ہے، جس کو حیران کن حد تک آراستہ و پیراستہ کر کے پیش کیا ہے۔ اس کی عبارت پاکیزہ اور نرم ہے، گویا وہ اعلیٰ قسم کے انگور کا صاف شدہ رس ہے۔ اس کی شیرینی شہد کی سی ہے، اور اس کی لطافت بادِ نسیم کی مانند ہے۔ اس کی تعبیرات نہایت پاکیزہ اور نفیس ہیں، جن کو پڑھ کر طبیعت پر وجد طاری ہو جاتا ہے، اور جذبات کو انگیخت ہوتی ہے۔ قاری عش عش کر اٹھتا ہے، اور بڑا لطف اٹھاتا ہے۔ بقول شخصے:

رقّ لفظا فقیل خمر حرام	"——— عبارت ایسی عمدہ کہ قاری
راق معنی فقیل سحر حلال	مست ہو جائے گویا وہ خمرِ حرام ہے، اور معانی ایسے پیارے، گویا سحرِ حلال ہیں۔"

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ "جلاء العینین" کے مصنف کو اپنے پاس سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔ اور ان انعامات سے نوازے، جو اس نے شریعت کے متبع اور مخلص بندوں کے لیے تیار فرمائے ہیں کیونکہ کتاب کی تالیف میں انہوں نے نہایت خوبصورتی اور محنت کے ساتھ اپنی صلاحیتوں کو کھپایا ہے۔ اس طرح اس کتاب نے اہلِ عقل و دانش کے نزدیک فصل الخطاب کا ممتاز مقام حاصل کر لیا ہے۔ اور کتاب کے ابواب کی ترتیب اتنی عمدہ اور حسین ہے کہ پہلے اور پچھلے اہلِ کمالات و آداب اس کے سامنے ماند پڑ گئے ہیں۔ اس میں ایسے لطیف نکات بیان فرمائے ہیں، جن کی روشنی چودھویں رات کے چاند کی روشنی کو بھی مات کر رہی ہے۔ اور ایسی بے مثل باتوں سے اس کو مرصع کیا ہے، جن سے ترتیب و نظم کی چمک میں اضافہ ہوا ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

فی بطن قرطاس رخیص ضمنت	احشاء کا درر الکلام الغالی

"کاغذ تو سستا ہے، مگر اس نے اپنے اندر بہت قیمتی کلام کے موتی سمیٹ رکھے ہیں۔"

اس کا مؤلف کتنا بڑا صاحب طرز عالم و فاضل ہے؟ جس نے حق کا واشگاف الفاظ میں اعلان کیا، اس کی عبارت شائستہ ہے، اور سنہری حروف سے لکھنے کے لائق ہے۔ اس کے ابواب کی ترتیب بہترین ہے، جس سے سنہری کرنیں پھوٹتی ہیں۔ انہوں نے انگارے کو بلاغت کے کوہ طور پر شعلہ بار کر کے اس کے سانچے کے حسن میں اضافہ کر دیا ہے، جس سے ناظرین کے کندھے طرب و مسرت سے مٹکنے لگتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ وہ اوصاف اور روشن پہلو بھی ہیں، جن کو بعض ہم عصر افاضل نے اپنی تقاریظ میں لکھا ہے۔

مصنف کے معاصرین میں سے مذاہب اربعہ کے اعیان کی ایک جماعت نے "جلاء العینین" پر تقاریظ لکھیں، اور اس کی تعریف کی تھی۔ ہم ان میں سے مشتے نمونہ از خروارے کے مطابق کچھ بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی توفیق و اعانت سے عرض ہے کہ اس کتاب کی تعریف لکھنے والوں میں سے ایک علامۃ المنقول والمعقول، فہامۃ الفروع والاصول، خاتمۃ الادباء، تذکرۃ فحول الشعراء، فرید العصر، وحید الدھر جن کی بزرگی اور بلند مقام کا شہرہ دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور جن کی فضیلت و خوبی کا سورج حجاز و عراق میں نصف النہار پر ہے، احمد پاشا فاروقی موصلی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو اپنی رضوان جلی کے عطر سے معطر کرے۔ انہوں نے "جلاء العینین" کی ایسی نفیس تقریظ لکھی ہے، جو ادباء کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ ایسی تقریظ عقل و دانش سے ہی لکھی جا سکتی ہے، غفلت اور شراب نوشی سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا مسکن و مقام جنت کے وسط و درمیان میں بنائے۔ فرماتے ہیں ؎

بجلاء العینین کحلت عینی وأجلت الافکار فی الاحمدین

"میں نے "جلاء العینین" کا سرمہ آنکھوں میں لگایا ہے، اور دو احمدوں کے بارے میں افکار کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

فرأیتُ الصّواب ماقدحکاہ نص ھٰذاالکتاب من غیر مین

"حق و صواب وہی ہے جس کی حکایت صاحبِ "جلاء العینین" نے کی ہے۔ اس کتاب نے بغیر کسی جھوٹ کے حق و صواب کو منصوص کر دیا ہے۔"

قد حوٰی فی اصدافہ خیر در فترائت أوراقہ من لجین

"اس کی سیپوں میں بہترین موتی ہیں۔ اس کے اوراق روپہلی نظر آتے ہیں۔"

وکذالک الاشیاء یظہر فیھا　　رونق الحسن جامع الضّدّین

"اسی طرح اشیاء میں وہ رونق نمایاں ہوتی ہے، جو ضدّین کی جامع ہوتی ہے۔"

اوضح الحقّ لذی کلّ راء　　وجلا عن عیونہ کلّ غین

"اس نے ہر دیکھنے والے کے لیے حق کو واضح کر دیا ہے اور اس کی آنکھوں کے سامنے سے ہر قسم کے پردوں کو چاک کر دیا ہے۔"

وخصوصا قد باعد البحث منہ　　بین من یدعی الضّلال وبینی

"بالخصوص اس میں ضلالت و ہدایت کے مدعیوں کے درمیان بحث کو خوب پھیلایا ہے۔"

فلنا بالنّعمان خیر اتباع　　ثابت الاصل محکم الطّرفین

"ہمارے لیے امام نعمان بن ثابت رحؒ کی بہترین اتباع ہے، جس کی اصل مضبوط اور طرفین محکم ہیں۔"

کم جلا الشّکّ عن جلیلین کانا　　فی سماء العلوم کالنّیرین

"دو جلیل القدر ہستیوں سے، جو آسمانِ علوم میں دو پہلوانوں کی مانند تھیں، کتنے ہی شک رفع فرما دیئے۔"

خدمۃ ساقھا لاجل رضی　　اللہ ونفی الظّنون عن ھٰذین

"انہوں نے یہ خدمت محض رضاء خداوندی کی خاطر انجام دی ہے اور ان دونوں سے بدگمانیوں کی نفی کی ہے۔"

نسج الفکر منہ حسن ثیاب　　لبستہا مناکب الشّیخین

"انہوں نے فکر کو بہترین کپڑوں کی طرح تیار کر کے شیخین کے کندھوں کو پہنا دیا ہے۔"

حاکھا بالافکار علما فلیست　　وشی صنعا یحوکھا بالیدین

"انہوں نے ان کو علمی افکار سے تیار کیا ہے، وہ کوئی دستی بیل بوٹے نہیں، جو ہاتھوں سے تیار ہوتے ہوں۔"

بنقود النّصوص وفی حقوقا　　وسواہ قضی الدّیون بدین

"انہوں نے نصوص کے سکوں سے حقوق کو پورا کیا ہے اور قرضوں کو قرض کیساتھ چکا دیا ہے۔"

عن ابیہ تورث العلم حتی صار بالفضل مجمع البحرین

"وہ اپنے باپ سے علم کے وارث ہوتے، یہاں تک کہ وہ "مجمع البحرین" بن گئے۔"

فھو للدین ساعد وعماد و لصدر الاسلام قرۃ عین

"وہ دین کے سردار اور سہارا ہیں۔ اور صدرِ اسلام کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک!"

کم لہ من فضائل کشموس اشرقت فی مطالع المشرقین

"سورجوں کی مانند جو مشرق و مغرب میں چمکتے ہوں، ان کے کتنے ہی فضائل ہیں۔"

اشعری المقام علما وحکما سلفی الطراز فی الاثنین

"وہ علم اور حکم میں امام اشعری کا مقام رکھتے ہیں، اور ان کا طریقہ اور مسلک سلفی ہے۔"

علوی نجارہ من قریش ھاشمی الآباء والجدین

"وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سلسلہ نسب سے ہیں اور ان کی اصل قریش ہے۔ ان کے باپ دادے ہاشمی ہیں۔"

کالانا نیب بعضھا فوق بعض من علی وجعفر وحسین

"تہ بر تہ مشک کی مانند آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ سلسلہ نسب رکھتے ہیں۔"

فھم قدوۃ الوریٰ وملاذ النـاس طرا فی حالۃ النشأتین

"وہ دنیا و آخرت میں سب لوگوں کے لیے نمونہ ہیں۔"

"فاضل صاحبِ تقریظ کا تعارف":

وہ باعزت اور بڑی صاحب مجد و شرف قوم کے چشم و چراغ تھے۔ ان کا سلسلۂ نسب سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب کتبِ انساب میں مذکور اور بڑا مشہور و معروف ہے۔ ان کے متعلق کہا گیا ہے

بنو فاروق تیجان المفارق واعیان المغارب والمشارق

"حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے خاندان کے لوگ سروں کے تاج اور دنیا کی ممتاز شخصیتیں ہیں۔"

فکم من برجهم طلعت بدور وکم من اُفقهم قد ذر شارق

"ان کے بُرجوں سے کتنے ہی چودھویں رات کے چاند طلوع ہوئے۔ اور ان کے اُفق سے کتنے ہی سورج چمکے۔"

ماٰثرهم نجوم سما معال لها عقدوا میازرهم مناطق

"ان کے کارنامے بلند آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں۔ اسی غرض کے لیے انہوں نے اپنی کمروں پر پٹکے کس کر باندھ لئے ہیں۔"

فلو مدوا الی العیوق باعا لجاوزه ولیس هناك عائق

"اگر وہ "ثریا" ستارے سے آگے "عیوق" ستارے کی طرف بڑھنا چاہیں، ان کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی اور وہ آگے بڑھ جائیں گے۔"

محابرهم بحور زاخرات سل الاقلام عنها والمهارق

"ان کی دواتیں بحرِ زخار ہیں آن کے بارے میں کاغذوں اور قلموں سے پوچھئے، وہ بتائیں گی۔"

فما هم والمعالی منذ کانوا وکانت غیر معشوق وعاشق

"ان کا ہمیشہ بلند مراتب سے وہی تعلق رہا ہے، جو عاشق و معشوق کا ہوتا ہے۔"

وهم فحوی حقیقة کل شیٔ وهم عنوان دیوان الحقائق

"وہ ہر چیز کی حقیقت کا بیان ہیں اور دیوانِ حقائق کا عنوان ہیں۔"

باقی نظم میں ان کے مجد و شرف، شان و شکوہ اور وجاہت کو بیان کیا ہے۔ ان کا ترجمہ و تعارف لکھنے والے نے اپنی کتاب "العقود الجوہریہ" میں دونوں اطراف کے سلسلۂ نسب کو بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے:

میری ولادت مقامِ موصل پر سن ۱۲۴۴ ہجری میں ہوئی۔ چار سال کی عمر میں قرآنِ مجید پڑھنا شروع کیا اور سات سال کی عمر میں ختم کرلیا اور کچھ حصہ یاد بھی کیا۔ میں نے اپنے نحو میں استاد ملا عبدالرزاق جبوری سے قرأت حفص روایت کی ہے۔ سن ۱۲۵۴ ہجری میں میرے چچا عبدالباقی الفاروقی، جو ایک مشہور فاضل ہیں، نے مجھے اپنے پاس بلالیا۔ اس وقت وہ بغداد میں مقیم تھے۔ میں

ان کے پاس تقریباً چھ ماہ تک ٹھہرا رہا۔ اس دوران میں نے مدرسہ جامع آصفیہ کے مدرس شیخ اسعد آفندی موصلی سے سیوطی کی "شرح الفیہ" مکمل کی پھر موصل واپس آگیا اور وہیں عالم فاضل شیخ عبدالرحمٰن کلاک سے اصولِ فقہ، علمِ حساب اور کچھ حصہ علمِ وضع کا پڑھا اور ان کے صاحبزادے شیخ عبداللطیف سے قرأتِ سبع میں جمع صغیر و جمع کبیر کو جمع کیا۔ منطق کے بعض متون عابد، زاہد، عالم، فاضل شیخ محمد امین بن ملا عبیدہ سے پڑھے اور علمِ بدیع اور علمِ معانی و بیان کا کچھ حصہ رئیس العلماء جن کے علم و ورع کی شہادت دی گئی ہے، شیخ عبداللہ فاروقی قدس اللہ روحہ، سے حاصل کیا۔ سن ۱۲۶۱ ہجری میں میرے چچا مرحوم نے دوبارہ مجھے اپنے پاس ٹھہرانے کے لیے والد صاحب سے منگوالیا چنانچہ میں بغداد پہنچ گیا۔ اس زمانے میں بغداد علماء و فضلاء اور ادباء کا مرکز تھا میں نے وہاں رہ کر فنونِ شعر اور علمِ ادب میں تربیت اور مہارت حاصل کی، اور اس کی فضیلت کے پروں سے اڑنے لگا۔ اس اثنا میں قطب ابن عقیل کی "شرح شمسیہ" خاتمۃ المفسرین، علامۃ العلماء المحققین، ابوالثناء شہاب الدین سید محمود آلوسی قدس اللہ روحہ، جو مفتی الزوراء اور فضلاء کے مرجع تھے، سے تبرکاً پڑھی اور فاضل شیخ احمد سنندجی نزیل بغداد سے "تشریح الافلاک" پڑھی اور ان کے فاضل بیٹے شیخ طٰہٰ آفندی سے فارسی زبان میں مہارت حاصل کی سن ۱۲۶۹ ہجری تک میں چچا مرحوم کے پاس بغداد میں رہا، وہیں حکومتِ عثمانیہ سے متعلق ہوا اور مختلف عہدوں پر کئی علاقوں میں گھوما پھرا یہاں تک کہ امیر المؤمنین ——————
سلطان عبدالحمید خاں نے مجھے "میر میراں" کے منصب اعلیٰ پر سرفراز فرمایا آج بھی میں آپ کے یہاں مہمان، اور آپ کے درِ دولت پر ٹھہرا ہوا ہوں اور آپ کے حق میں رہتی دنیا تک دوام کے لئے دعاگو ہوں۔ انتہیٰ!

کتاب "بدائع الانشاء" میں جس میں مشاہیر ادبا کے ساتھ میری مکاتبت کو جمع کیا گیا ہے، اس فاضل ادیب کا یہ تعارف موجود ہے کہ سن ۱۳۰۰ ہجری کے بعد کے رمضان المبارک میں عثمانی دارالسلطنت استانبول سے ہمیں ان کی وفات کی خبر ملی کہ آپ کی روحِ شریفہ مغفرت کے عشرے کے وسط میں، دارِ رحمت و رضوان یعنی جنت کی طرف پرواز کر گئی ہے۔ ایک ادیب نے آپ کی تاریخِ وفات میں کہا ہے: "ادخلوہ الجنان احمد عزت" اس وقت میں اس حادثے سے شدید متاثر ہوا اور ان کی موت کے غم نے میرے سارے پروگراموں

کی بساط لپیٹ کر رکھ دی اور غم و افسوس نے صبر کے سب بندھن ایک ایک کر کے توڑ دیئے اس حادثہ فاجعہ نے ذہنی اور قلبی لحاظ سے مجھ پر تکلیف دہ اثر ڈالا کلیجہ پھٹا جا رہا ہے، دل ڈوب رہا ہے، عقل مختل ہے، رات کی نیند اڑ گئی ہے۔ اس مسلسل رنج و غم کا کوئی مداوا نظر نہیں آتا۔ آپ قد آور شخصیت کے مالک تھے سب کی نظریں آپ کی طرف اٹھتی تھیں۔ وہ دنیا کے عظیم اور واحد سردار اور رہنما انسان تھے۔ دنیا کی بہار و رونق اور شان و شکوہ آپ سے قائم تھی ؎

وما کان أبهى منه فی النّاس منظرا ولا کان أذکی منه فی النّاس مخبرا

"اس سے زیادہ لوگوں میں کوئی خوبصورت نہیں تھا اور نہ کوئی اس سے قابل صاحب اخبار تھا۔"

تفقّدت منه وابل القطر ممطرا وفارقت منه طلعة البدر نیّرا

"میں نے اس کو اس حالت میں گم پایا کہ وہ موسلا دھار بارش کی طرح برستا تھا اور میں اس سے اس حال میں جدا ہوا کہ وہ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔"

لئن غیبوه فی التّراب وأظلمت معالم کانت تفضح الصّبح مسفرا

"اگر لوگوں نے اس کو مٹی میں دفن کر دیا ہے، تو راستے کے نشانات چھپ گئے ہیں، جو صبح کو روشنی کیا کرتے تھے۔"

فما أغمدوا فی التّرب الّا مهنّدا ولا حملوا فی النّعش الّا غضنفرا

"انہوں نے مٹی میں ہندوستان کی بنی ہوئی تلوار کو چھپایا ہے اور تابوت میں شیر کو اٹھایا ہے۔"

پھر میں نے ان کی طویل مدح و ثنا بیان کی ہے اور کہا ہے آپ رحمہ اللہ زمانے کا حسن، ممتاز لوگوں کی آنکھوں کے تارے تھے آپ ادبِ عالی کے ممتاز رکن تھے۔ آپ کے کمالات و فضائل بکثرت اور مشہور ہیں آپ کے اشعار نہایت اعلیٰ اور خوشگوار تھے آپ کی نثر بہت بلند درجے کی تھی ؎

له الکلمات الجامعات تخالها نجوما بآفاق البلاغة طلعا

"ان کی باتیں ایسی جامع تھیں کہ تو ان کو بلاغت کے آسمان پر طلوع ہونے والے ستارے خیال کرتا تھا۔"

وان کتبت أقلامه فحمائم تبثّ الی السّمع الکلام المسجّعا

"اگر ان کا قلم پر جوش عبارت لکھتا تھا، تو کانوں میں مسجع کلام، رس گھولتا تھا۔"

وکتب لدین اللہ اضحت مطالعا   کما کانت الافلاک للشمس مطلعا

"ان کی تحریروں کو اللہ تعالیٰ کے دین میں وہی حیثیت ہے، جو سورج کے لیے افلاک کی ہے۔"

اذ اضلّت الافہام عن فہم مشکل   ھدی وعلیہ فی الحقیقت اطلعا

"جب عقل وفہم کسی مشکل مسئلے کو سمجھنے سے قاصر ہوں تو ان کی رہنمائی کام آتی ہے۔ اور فی الحقیقت اس مسئلے سے وہ خوب باخبر ہوتے ہیں۔"

وان قال قولا فہولا شک فاعل   قوول من الامجادان قال ابدعا

"وہ جو بات کرتے ہیں، اسے پورا کر دکھاتے ہیں۔ وہ بات کرتے ہیں بزرگوں کی سی اور انوکھی۔"

کلام تری الاقلام فی الطرس سجدا   لہ وتری اھل الفصاحۃ رکعا

"ان کی تحریر ایسی نفیس تھی کہ معلوم ہوتا تھا قلمیں اس کے سامنے سجدے میں اور اہل فصاحت رکوع میں ہیں۔"

یحیر ارباب الرجال کانما   اتانا باعجاز من القول مصقعا

"ان کا ایسا فصیح و بلیغ کلام تھا جس نے بڑے بڑے انسانوں کو حیرت زدہ کر دیا گویا انہوں نے ایسی فصیح بات کی ہے کہ کوئی اس طرح کی بات کرنے سے عاجز ہے۔"

وہ مرحوم ومغفور حنفی المذہب اور سلفی العقیدہ تھے۔ ان کے افعال واعمال سب صحیح اور درست تھے۔ ان کی ثنا جمیل کا کلام طویل باقی ہے، ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور اس کو اس کے اہل کے لیے ترک کرتے ہیں۔

تقریظ احمد بک شاوی

"جلاء العینین" پر تقریظ لکھنے اور اس کی تعریف کرنے والوں میں خاتمۃ الادبا، جس کی تقریروں نے مصائب کے اندھے کنوئیں سے ہلاکت زدہ طلبہ کو نجات دلائی۔ اصمعی اور ابن درید کی یادگار، سیبویہ ثانی، ابوعبید، بصرہ میں مذہب حنفی کے مفتی احمد بک شاوی شافعی حمیری ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت کی آغوش میں لے، اور جنت کے اعلیٰ مقام میں راحت نصیب کرے!

انہوں نے ایک طویل نظم میں "جلاء العینین" پر نظم لکھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

"لوگ بزعم باطل اور بغیر دلیل و برہان کے شیخ کو خطا کار ثابت کرتے ہیں لطف یہ ہے کہ ان کا استدلال غیر صحیح سند سے ہوتا ہے پھر اپنی کمزور بات کو بغیر قوت و رجحان کے ترجیح دیتے ہیں۔ ان کی باتیں شیطانی وساوس کے سوا کچھ نہیں ہیں، اور اللہ ذوالجلال نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔

اگر تمہارا ارادہ یہ ہو کہ حق کو واقعی حق کے طور پر پہچانو تو جس طرح اصحاب معرفت پہچانتے ہیں، اگر تم چاہو کہ ہدایت کا راستہ سورج کی طرح واضح اور روشن ہو تو تمہارے لیے ضروری ہے کہ حضرت امام نعمان بن ثابت نے جو روایت فرمایا ہے اس کو قبول کرلو وہ عظیم فقیہ اور خبردار تھے۔ اور جن باتوں میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے ان کے عالم اور عامل ہیں وہ اختلاف کے اندھیروں کو انصاف کے ساتھ فیصلہ کر کے دور فرما دیتے ہیں زمانے کو اگر انسانی شکل دے دی جائے تو ان کو زمانے کی آنکھ کی پتلی کا درجہ حاصل ہوگا ان کی بہت سی عالمانہ تالیفات ہیں جن میں خشک مضامین کو دلچسپ بنا دیا گیا ہے۔ انہوں نے ہمیں علم کے ایسے حواس سے آشنا کیا ہے جس کا علامہ شعرانی کو بھی علم نہیں ہو سکا ان کا علم دوسروں کے علوم پر بھاری ہے، اور انہوں نے "جلاء العینین" کے ذریعے ذہنوں کو شک کی تاریکیوں سے نکال کر منور کر دیا ہے۔ سبحان اللہ!

مصنف کیسا باکمال ہے۔ وہ اہل توحید اور اہل ایمان کے لیے آنکھوں کا نور اور دلوں کا سرور ہے جس باطل پر حق کا خوبصورت لیبل لگا دیا گیا تھا اس نے اس کا سر توڑ دیا اور اس کے افک و بہتان کو واضح کر کے ختم کر دیا اس نے شیخین کے شروط پر احادیث روایت کی ہیں اگر تصانیف کو شمار کیا جائے تو ان میں وہ ایک منفرد اور بے مثال تصنیف ہوگی۔ دوستو! اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت سے نوازے، اس کی اتباع اور پیروی کرو وہ یقیناً بہترین ہادی اور بلوغ امانی کے لیے بہترین راہنما ثابت ہوگی۔"

فاضل مقرظ کا تعارف

میں نے فاضل موصوف کا تعارف و ترجمہ اپنی کتاب "بدائع الانشاء" میں لکھا ہے جس میں میری مختلف ادیبوں سے مکاتبت کو شائع کیا گیا ہے میں نے اس میں موصوف کے بہت سے فصیح شعر اور نہایت عمدہ اور بلیغ کلام ذکر کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے: ان کا اسم گرامی احمد بک بن عبدالحمید بک

بن سلیمان تک ہے سلسلۂ نسب یمن میں حمیر قبیلے کے تبع اکبر سے جاملتا ہے یہ سلسلہ قابلِ فخر، اور بہترین آباؤ اجداد پر مشتمل ہے۔

مرحوم ومغفور سن ۱۲۴۴ ہجری میں تولد ہوئے اور آہستہ آہستہ فضائل کے موتیوں سے مزین ہوتے رہے۔ اپنے زمانے کے بہترین علماء سے ربط ضبط رکھا اس طرح خزاں کے بعد دوبارہ گلستان میں بہار بن کر آئے اور آسمانِ فضیلت پر چاند بن کر چمکے۔ ان کی وجہ سے علم وعرفان کے درختوں کی ٹہنیاں پھلوں سے جھک گئیں اور نطق وبیان کی دقیقہ سنجیوں اور ان کے حقائق کے انوار کی رونق لوٹ آئی۔ انہوں نے اچھوتے انداز میں نئے نئے افکار پیش کئے، انہوں نے حدیث وہ بیان فرمائی، جو ہر طرح تسلی بخش ہے اور شعر ایسے کہے، جو اعلیٰ پائے کے ہیں اور علم و ادب وہ پیش کیا، جو حسین وجمیل ہے جب وہ بات کرتے تھے، تو سامعین کی تمنا یہی ہوتی کہ وہ بات کرتے رہیں اور ہم سنتے رہیں ان کے ساتھ ہم نشینی باکرامت تھی ان کی طبیعت نہایت لطیف اور راست، اور گفتگو شیریں اور شریفانہ تھی۔ مقابلے میں بڑے سخت اور مضبوط تھے ان کے معانی میں رقت اور بنیادوں میں مضبوطی تھی جب بولتے تھے، تو منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ قوتِ حافظہ اور لہجے میں فصاحت سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اگر ان کا فضل وادب مانع نہ ہو، تو کہہ دیں، انہوں نے جنگلوں میں خالص عربوں میں پرورش پائی ہے۔

وہ "جاہلیین" کے نوادر اور ایام واخبار کے تو حافظ تھے اگر وہ ایک کتاب میں جمع کئے جائیں تو وہ ایک عظیم وضخیم کتاب بن جائے۔

رہا زبان دانی اور اس کی عزیب وفصیح تراکیب واسالیب کا مسئلہ، تو اس کا اعتراف تو حق کے دشمن کو بھی ہے اور اس پر اکابر واصاغر نے مہرِ تصدیق ثبت کی ہے ان سب خوبیوں کے باوجود وہ اقارب واجانب کے لیے بڑے متواضع تھے اور مکارمِ اخلاق، نرم مزاجی اور بہترین اوصاف سے متصف تھے۔

وہ مختلف مناصب اور عہدوں پر سرفراز رہے اور مراتب کی ترقی کے منازل طے کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ گھوم پھر کر بصرے کی مسندِ افتاء پر پہنچے اور اس علاقے میں شرعی احکام پھیلانے میں سرگرمِ عمل رہے بہت سی مصروفیات وعلائق کی بناء پر ان کے لیے ممکن نہ تھا کہ کوئی باقاعدہ کتاب تالیف

کرتے، یا کسی مسئلہ اور موضوع پر باقاعدہ قلم اٹھاتے تھے۔ ہاں ان کے بہترین شعر اور اعلیٰ درجے کی لطیف نثر موجود ہے۔ اگر ان کو جمع کر دیا جائے، تو حضرت حسانؓ اور نابغہ کی طرز پر نظم و نثر کا ایک عظیم دیوان بن جائے۔ میرے اور ان کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔ وہ خط و کتابت میں نے "بدائع الانشا" میں شائع کر دی ہے، وہاں پڑھی جا سکتی ہے۔ مرحوم و مغفور حق بات کا علی الاعلان اظہار فرمایا کرتے تھے، اور "اصح الاقوال" پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ تا آنکہ سن ۱۳۱۹ ہجری میں رب ذوالجلال کی آغوشِ رحمت میں تشریف لے گئے۔ جو لوگ آپ کی قدر و منزلت سے آگاہ تھے، ان کو آپ کی وفات سے بڑا صدمہ ہوا۔ آپ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے جوار میں مدفون ہوئے۔ آپ کے شاگرد اور آپ کی مسندِ افتاء کے وارث شیخ طٰہٰ آفندی، جو آلِ شواف کے نام سے معروف ہیں، نے آپ کا مرثیہ لکھا ہے۔

لا تبعدن ابا عبد الحميد وقد   بعدت عنّي فروى تربك المطر

"اے ابو عبد الحمید مجھ سے دور نہ ہو حالانکہ تو دور ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ تیری قبر کو رحمت کی بارش سے سیراب کرے!"

اذا رثيتك بالشعر البديع فمن   من بعد شخصك يدري منه ما الخبر

"میں نے شعر بدیع میں تیرا مرثیہ کہا، لیکن تیری شخصیت کے بعد کون اس کو جانتا ہے؟ کسی کو اس کی کیا خبر ہے؟"

فاذهب عليك سلام الله في دعة   فسوف ترثيك منّي اعين غزر

"راحت و سکون میں جاؤ، تم پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو، میری طرف سے بکثرت آنسو بہانے والی آنکھیں تیرا مرثیہ کہتی ہیں۔"

مرحوم و مغفور شافعی المذہب تھے، کسی دوسرے مذہب کی طرف میلان نہیں تھا، البتہ وہ غالی شوافع سے متفق نہیں تھے۔ اپنے امام کی طرح سلفی آراء کو پسند فرماتے تھے۔ واللہ یتولی الصالحین!

عبد الحمید بک شادی کی تقریظ

اس کے مقرظین میں سے ایک شیر بیشۂ علم و فضل، جن کے مرتبے کو ان کے اقران میں سے کوئی بھی حاصل نہ کر سکا، یادگارِ اہلِ ادب، مجمعِ فضائلِ عرب، عبد الحمید بک شادی بغدادی ہیں۔ اللہ تعالیٰ

ان کو رحمت و رضوان سے ڈھانپ لے اور جنت الفردوس میں آسودہ حال فرمائے وہ فرماتے ہیں ؎

ابا ثابت یھنیک اَنّک ثابت علی الحقّ اذ زلت عن الحقّ ارجل

"اے ابو ثابت، تمہیں مبارک ہو کہ تم اس وقت حق پر ثابت قدم رہے جب اس سے قدم ڈگمگا گئے تھے۔"

جلوت العمی والشّکّ عن کلّ مؤمن بقول یمیط الھزل حقا و یفصل

"تم نے ہر مومن سے اندھے پن اور شک کو ایسے قول سے دور کر دیا، جس نے حق سے بیہودگی کو مفصل طور پر جدا کر دیا۔"

فھذا جلاء العینین یعجز اخرا مداہ ولم یبلغہ قبلک اوّل

"اس نے آنکھوں کو نور دیا جس کی انتہا سے دوسرا عاجز تھا اور وہاں تک پہلے کوئی نہ پہنچ سکا۔"

فیا طالب الاخرٰی ویا مبتغی الھدٰی لیسعد عند اللہ فی یوم یسأل

"اے آخرت کے طالب اور ہدایت کے متلاشی، تاکہ وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے ہاں سعادت حاصل کرے!"

لعمری لھذا الحقّ یعلو منارہ علیک بہ انّ الاباطیل تسفل

"میری عمر کی قسم اس کی وجہ سے حق کی روشنی پھیلی ہے۔ اس کو لازم پکڑو، اس سے اباطیل زیرِ زمین چلی جائیں گی۔"

اس ادیب و اریب کا تعارف و ترجمہ

میں نے اس فاضل کا ترجمہ و تعارف "بدائع الانشاء" میں بالتفصیل لکھا ہے کیونکہ میرے اور ان کے درمیان ادبی مکاتبت ہوتی رہی ہے خلاصہ یہ ہے کہ وہ ایک ایسا ادیب تھا جو علوِ ہمت، شرافتِ نفس، نرمیٔ مزاج، معرفتِ ادب، رقتِ نثر، جزالتِ شعر، ذکاءِ طبع، طبیعت کی سخاوت، زود فہمی، سُرعتِ ذہن اور نظر و فکر کی گہرائی میں امتیازی شان کا حامل تھا ؎

متيقظ الافكار يدرك رأيه　　　ما لم يكن بالظنّ والتخمين

"وہ بیدار افکار والا ہے اس کی رائے جچی تُلی ہوتی ہے جس میں ظن وتخمین نہیں ہوتا"

من أسرة رغموا الانوف وأصبحوا　　　من ألف هذا المجد كالعرنين

"وہ ایسے خاندان کا چشم وچراغ ہے جن کے سامنے لوگ ذلیل ہیں اور وہ شان وشکوہ میں سب کا سردار ہے"

قوم يصان من الخطوب نزيلهم　　　ونوالهم بالبرّ غير مصون

"وہ اس قوم کا فرد ہے جس میں ٹھہرنے والا مصائب ومشکلات سے محفوظ رہتا ہے جبکہ دوسرے لوگ جس کے ساتھ حسنِ سلوک روا رکھیں، وہ غیر محفوظ ہوتا ہے"

اللّابسون من الفخار ملابسا　　　ومن الوقار سكينة يسكون

"اس نے قابلِ فخر باتوں کا اور وقار وسکینت کا لباس زیب تن کیا ہوا ہے"

ان کے اخلاق بادِ نسیم سے زیادہ لطیف اور تسنیم سے زیادہ شیریں۔ لطف ومہربانی سے پیش آنے والے، پاکیزہ مزاح کرنے والے۔ ان کی مجلس میں طبیعت نہیں اکتاتی تھی، اور ان کے دوست ان سے کبھی بددل نہیں ہوئے۔ ان کو لغتِ عربی میں یدِطولیٰ حاصل تھا۔ اور لغتِ ترکیہ کے درجۂ اوّل کے ماہرین میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

أقلامه افتخرت على سمر القنا　　　فرأيت كلّ الفخر للاقلام

"اس کے قلم نیزے کی لاٹھیوں پر بجا طور پر فخر کرتے ہیں میرے خیال میں اس کے قلم اس فخر کے حقدار ہیں"

خط يسرّ الناظرين ولم يزل　　　في العين أحسن من عذار غلام

"اس کا خط ناظرین کے لیے مسرت آفرین ہے اور وہ نوجوان لڑکے کے رخسار سے بھی زیادہ حسین دکھائی دیتا ہے"

وكأنّما نظم النجوم قلائدا　　　في الكتب مشرقة لدى الايّام

"گویا اس نے ستاروں کو پرو کر ہار بنا دیا ہے جو رہتی دنیا تک کتابوں میں ضو بار رہیں گے"

ان کے نہایت عُمدہ اشعار کی اونچے درجے کی لمبی لمبی نظمیں ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک بڑا سمندر موجزن ہے۔ انہوں نے اپنی وفات سے چند دن پہلے ایک روشن اور فصیح و بلیغ قصیدہ لکھا تھا جس میں اعیانِ وطن کی بے وفائی، حالات کی ستم ظریفی بیان کی تھی اور آخر میں نقیب بغداد کی، اہلِ کمالات سے دشمنی کو بیان فرمایا تھا قصیدہ پچاس سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہے۔

مرحوم و مغفور بہت سے علوم میں ماہر تھے اور ایک مُدت تک علوم کے منطوق و مفہوم میں مصروفِ سعی و جہد رہے۔ وہ سلف صالحین کے آثار سے محبت رکھتے تھے اور ناخلف غالیوں کی آراء کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ عمر کی صرف پینتالیس بہاریں ہی دیکھ پائے تھے کہ داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ان کے والدِ مکرم کو ان کی وفات سے سخت صدمہ ہوا اور تھوڑے عرصہ بعد وہ بھی اپنے بیٹے سے جا ملے۔ میں نے ان کو بیٹے کی وفات پر تعزیت کا خط لکھا تھا، انہوں نے میرے خط کے جواب میں لکھا :

"اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مطلوب ہے۔ اور اسی پر بھروسہ ہے۔ اور میں اسی سے استعانت کا طالب ہوں۔ ہر مشکل اور مصیبت میں وہ بہترین مددگار رہے۔ اس کے سوا کہیں پناہ نہیں۔ اس کے سوا کسی سے فریاد نہیں۔ ہر حال میں اسی کا شکر ہے۔ آخر کار ہمیں بھی اس کے حضور حاضر ہونا ہے۔ اب صورتِ حال کچھ ایسی ہے کہ میں حوادث کا نشانہ بن چکا ہوں، اور ان کے تیر مجھ پر برس رہے ہیں۔ مصائب و شدائد اونٹ کی طرح مجھ پر سواری بنا چکے ہیں، اور مشکلات اور غموں کے بوجھوں سے لدا جا رہا ہوں۔ شاباش میرے دل کو، وہ کتنا زیادہ صبر و تحمل والا ہے۔ اور میرے جسم کو کہ وہ کتنا قوی اور مضبوط اور سخت جان ہے۔ اگر میرا دل لوہے کا ہوتا تو اب تک پگھل گیا ہوتا۔ میرا وجود پتھر ہوتا تو مصائب کی سختیوں سے پھٹ گیا ہوتا۔ موت کے اس صدمے نے میری زندگی کو تباہ و برباد اور میری لذتوں کو خراب کر دیا ہے۔ اب میرا حال یہ ہے کہ میں نے صبر کا لباس پہن لیا ہے۔ اور موت کا جو گلے میں پھندا لگ چکا ہے، اس کو نگلنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ غم و الم کی حرارت میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اور اضطراب و بے چینی کے انگارے

زیادہ دکھ رہے ہیں۔ اب اس مصیبت میں مبتلا ہونے کے بعد اس کے سوا اور کیا تدبیر ہو سکتی ہے کہ صبر سے کام لیا جائے۔ اضطراب و بے قراری کی بجائے رضاء و تسلیم کو اختیار کیا جائے۔ جب اللہ تعالیٰ کی تقدیر عین عدل و انصاف ہے، اور اس کا فیصلہ اٹل ہے، تو اس پر ناراضگی اور اس سے کراہت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ہم اس کے فیصلوں اور قضاء و قدر کو دل سے تسلیم کرتے ہیں۔ مجھے جب آپ کا مکتوب شریف موصول ہوا تو میں نے عزت و تکریم کے ساتھ ہاتھ میں لیا جب میں نے کھولا اور پڑھا، تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خط کی عبارت کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئی ہیں۔ اس سے غم و افسوس کے جذبات بالکل واضح تھے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ اس مصیبت میں ہمارے ساتھ شریک ہیں گویا آپ ہمارے کنبے کے ایک فرد ہیں۔ چاہے مصیبت اور غم ہو یا خوشی، آپ اُن سے قدرتی طور پر متاثر ہوتے ہیں۔ دعا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو عمرِ دراز سے نوازے۔ تاکہ آپ اپنے علم سے مدارس کو معمور رکھیں، اور زمانے کے حوادث میں اپنے بھائیوں کے معاون بنیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، !

دُعا گو۔ مفتی البصرہ احمد بن عبد الحمید شادی

۵ ربیع الآخر ۱۳۱۶ ہجری "

وہ بھی بصرہ ہی میں فوت ہوئے اور مقبرہ زبیر میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ! "جلاء العینین" پر تقریظ لکھنے والے بہت سے فضلاء باقی ہیں بعض کی تقاریظ کتاب کے ساتھ مطبوع ہیں۔ اور بہت سے ایسے ہیں جن کی تقاریظ غیر مطبوع ہیں۔ اگر ہم ان سب تقاریظ کو، ان کے مقرظین کے تعارف اور تراجم کو لکھنا چاہیں، تو اس کے لیے ایک بڑی جلد کی ضرورت ہو گی۔ فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔ اس سے ہی نبہانی مخذول کے اس تبصرے کا تار پود بکھر جاتا ہے، جو اس نے "جلاء العینین" پر لکھا ہے۔ اور واضح ہو جاتا ہے کہ یہ تبصرہ جھوٹ و افتراء کا پلندہ، اور بے بصیرتی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

رہا نبہانی کا یہ مشورہ کہ "اس کتاب کو خلافِ مذہب کتب میں شامل کرنا لازم ہے۔ الخ!" تو ہم قبل ازیں یہ واضح طور پر بیان کر چکے ہیں کہ "جلاء العینین" میں بیان شدہ اصول و فروع امور سب کے سب اہلِ سنّت کے مذہب کے عین مطابق ہیں۔ ہم مسئلہ علو پر نصوص بیان کر کے بحث مکمل کر چکے ہیں، اب اس پر کسی اضافے کی ضرورت نہیں۔

تنقید اس کا یہ کہنا کہ "جلاء العینین" میں جمہور مسلمان اہلِ سنّت و جماعت کے عقائد کے خلاف دوسرے عقائد کو ترجیح دی گئی ہے۔ الخ!"

جواب یہ اس کی جہالت کا بڑا ثبوت ہے۔ اس بے چارے کو اتنا بھی علم نہیں کہ ایمان و شرک میں اور اہلِ حق اور اہلِ باطل کے اقوال میں کیا فرق ہے؟ اس نے بزعمِ باطل یہ سمجھ لیا ہے کہ اہلِ سنّت و جماعت وہی لوگ ہیں جو اس کے ہم مسلک، اور باطل و ضلالت میں اس کے ہمنوا ہیں۔ قبل ازیں کئی بار ہم اس کے اس زعم کی قلعی کھول کر حقیقتِ حال واضح کر چکے ہیں کہ فرقہ ناجیہ وہی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا پیرو کار، اور انہی کے عقیدۂ عمل کو اختیار کرنے والا ہے۔

قول بالجہت کے بارے میں ہم بتلا چکے ہیں کہ شیخ الاسلامؒ کی کتابیں اس کی تردید سے بھری ہوئی ہیں مسئلہ علو و استواء پر بحث گزر چکی ہے۔ وہیں ہم ائمہ وغیرہ کے اقوال ذکر کر چکے ہیں۔

تنقید نبہانی نے یہ بھی کہا: "مجھے مصنف 'جلاء العینین' کے بارے میں بڑی حیرانی ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ یہ اس کا عقیدہ ہے، تو یہ اس کے حنفی المذہب ہونے کے خلاف ہے۔ پھر وہ علم و سیادت کے ایسے خاندان سے متعلق ہے، جو سب کے سب اہلِ سنّت و جماعت تھے۔ اور اس نے اس کتاب میں ابنِ تیمیہ کی جن لغزشوں کی تائید کے لیے جن باتوں پر اعتماد کیا ہے، وہ مذہبِ وہابیہ ہے، حنفیہ نہیں۔ الخ!"

جواب اس مردود و مطرود کو یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ تُو اپنے معاملے میں کیوں حیران نہیں ہے؟ جب کہ دوسروں کے تم ذمہ دار نہیں ہو۔ ہر شخص اپنا کیا پائے گا، اور جو عمل کرے گا بالیقین اس کا بدلہ اس کو مل جائے گا۔ تو نے قبر میں اترنے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر کیوں نہ دیکھا کہ تو نے اپنی گزشتہ زندگی ضلالت اور فاسد اعمال میں گنوا دی

ہے! ۔ تو طاغوتی نظامِ قضاء سے وابستہ رہا اور ذوالجلال کی شریعت سے اعراض کئے رہا۔
کبھی تو گمان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت، ہر جگہ موجود ہیں، اور کبھی یہ دعویٰ داغتا ہے کہ جس نے مخلوق کو نہ پکارا، ان سے مدد نہ مانگی، وہ بدعتی ہیں، اور اسلام غیر اللہ کو پکارنے اور صالحین میں غلو کرنے کا نام ہے۔ اور کبھی حلول و اتحاد کی بات کرنے لگتا ہے، اور وہی اعتقاد رکھتا ہے، جو اہلِ الحاد رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود اپنے بارے میں تجھے حیرانی نہیں ہوتی، اور دوسروں کے معاملے میں حیران ہے۔ تجھے علماء میں کون شمار کرسکتا ہے؟ تو تو اجہل الجہلاء ہے ؎

اقرأ كتابك واعتبره قريبا   وكفى بنفسك لى عليك حسيبا

"اپنے نامہ اعمال کو پڑھ کر جلدی عبرت حاصل کر، تیرا خود ہی اپنے آپ سے حساب لینا کافی ہے۔"

ومن الفصيح كلام اخوان الصفا   ان خاطبوا جعلوا الخطاب خطوبا

"اخوانِ باصفا کا یہ فصیح کلام ہے۔ اگر وہ خطاب کریں، تو اس کو خوب بڑھا چڑھا کر بیان کریں گے۔"

ماكان عذرك لو آتيت بمثله   أو كنت فيما تشتهيه مجيبا

"اگر تو اس جیسی بات کرتا، یا جیسا کہ چاہتا تو جواب دیتا، تو تیرا عذر قابلِ قبول نہ ہوتا۔"

نبہانی کی اس حیرت کا موجب کیا ہے؟ انہوں نے تو بات کو روزِ روشن کی طرح عیاں کر دیا ہے۔ اور ہم کہہ چکے ہیں کہ "جلاء العینین" میں بیان کردہ سب باتیں مذاہبِ ائمہ اور اساطینِ اُمت کے مطابق ہیں، خصوصاً امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے عین موافق ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی کتابیں غالیوں کی بدعات کی تردید سے پُر ہیں۔ یہی حال کتبِ شافعیہ اور مالکیہ وغیرہ کا ہے۔ اہلِ مدینہ کا تو مشہور مذہب ہے کہ بدعات کے ذرائع کا سدِباب کیا جائے۔ مذہب حنفی کے علماء کبار نے مخلوق کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ سے مانگنے پر جو کچھ لکھا ہے، اس سے موحد کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ اللہ کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ کسی مخلوق کی اس کے سامنے قسم کھائی جائے یا کسی مخلوق کے ساتھ اس سے سوال کیا جائے۔ ائمہ اسلام نے اس کا واضح طور پر

انکار فرمایا ہے۔

ابوالحسین قدوری نے شرح کتاب کرخی میں لکھا ہے کہ بشر بن ولید نے کہا میں نے امام ابویوسفؒ سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا "کسی کو لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پکارے مگر اللہ کے ساتھ" اور فرمایا "میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ کوئی کہے بحق فلان و بحق انبیائک و رسلک و بحق البیت الحرام!" "میں یہ بھی مکروہ جانتا ہوں کہ کہا جائے" بمعقد العز من عرشك" یعنی تیرے عرش میں عزت و غلبے کے مقام کے ذریعے" ابوالحسن فرماتے ہیں کہ لوگوں کا غیر اللہ کے ساتھ سوال کرنا بُرا ہے کیونکہ غیر اللہ کا اللہ تعالیٰ پر کوئی حق نہیں۔ حق تو صرف مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا ہے۔ البتہ "بمعقد العز من عرشك" کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے مکروہ فرمایا اور ان کے شاگرد رشید امام ابویوسفؒ نے اس کی رخصت دی اور کہا کہ روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ سے دُعا کی تھی اور اس لیے کہ "معقد العز من العرش" سے مراد قدرت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت کے باوجود اسے پیدا فرمایا گویا سائل نے اللہ تعالیٰ کے اوصاف کے ساتھ دعا کی ہے"۔

ابن بلدجی نے "شرح المختار" میں لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کو اسی کے ساتھ پکارنا چاہیے، غیر کے ساتھ پکارنا مکروہ ہے۔ یوں نہ کہے" میں فلاں کے طفیل سوال کرتا ہوں تیرے فرشتوں کے واسطے سے" یا تیرے نبیوں کے واسطے سے سوال کرتا ہوں" کیونکہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں ہے۔ "بمعقد العز من عرشك" کے ساتھ دعا نہ کرے۔ البتہ امام ابویوسفؒ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب جہاں یہ فرمائیں کہ "میں اس سے کراہت کرتا ہوں" تو ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ "یہ حرام ہے"۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک وہ حرام کی طرف زیادہ قریب ہے اور تحریم کی جانب راجح ہے"۔ فتاویٰ ابی محمد ابن عبدالسلام میں ہے کہ "یہ جائز نہیں کہ انبیاءؑ ہوں یا کوئی اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کیا جائے"۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں انہوں نے توقف کیا ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں جس حدیث میں یہ آیا ہے، اس کی صحت کی انہیں پرکھ نہیں ہو سکی۔

جب شیطان نے لوگوں کو یہ باور کرا دیا کہ اللہ تعالیٰ کو انبیاءؑ و اولیاء کی قسم دلانا، اور ان کے ذریعے دعا کرنا ان کی تعظیم و احترام میں اضافہ ہے، اور حاجت روائی میں کامیابی کا بڑا ذریعہ ہے، تو اس نے ایک درجہ آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سوا ان بزرگوں کی ذات کی طرف دعوت دے ڈالی۔

پھر اس سے اگلا قدم یہ اٹھایا کہ ان کی قبور کو وثن اور بت بنا کر پوجا جائے، ان کے پاس اعتکاف اور چلہ کشی کی جائے، ان پر قندیلیں روشن کی جائیں، اور جھاڑ فانوس معلّق کئے جائیں، ان پر پھول اور چادریں چڑھائی جائیں، ان پر مساجد تعمیر کی جائیں۔ پھر ان کی قبروں کو سجدہ کرکے، ان کا طواف کرکے، ان کو چوم اسٹ کر، ان کا حج کرکے، ان پر قربانیاں کرکے، ان کی عبادت کی جائے۔ اس سے اگلے درجے میں لوگوں کو ان کی عبادت، عرس، حج وغیرہ کی دعوت دے دی۔ اور ان کو یہ بتا کر کہ یہ سلسلہ ان کے دین و آخرت میں نافع ہے، گمراہی کے آخری درجے تک پہنچا دیا۔

قبروں کے نزدیک جاری کردہ بدعات، جن کا شریعت سے دور کا بھی واسطہ نہیں، میں سے سب سے بڑی بدعت یہ ہے کہ صاحب قبر سے اپنی حاجت روائی کا سوال کرے، اور اس سے مدد چاہے جس طرح کہ بہت سے جاہل لوگ کرتے ہیں۔ وہ درحقیقت بُت پرستوں کی ایک قسم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی کبھی شیطان ان کے سامنے بزرگانہ شکل میں آتا ہے جس طرح بُت پرستوں کے لیے بزرگوں کی شکل میں آ کر ان کو گمراہ کرتا ہے۔ کفار و مشرکین اور اہلِ کتاب کو بھی شیطان اس طرح کے جھانسے دیتا ہے۔ جب ان میں سے کوئی اپنے کسی قابلِ تعظیم بزرگ کو پکارتا ہے، تو کبھی شیطان اس بزرگ کی شکل میں ظاہر ہو کر ان کو گمراہی میں پختہ کرتا ہے کبھی ان سے بعض غیبی امور کے بارے باتیں کرتا ہے۔ اسی طرح قبر کو سجدہ اور اس پر ہاتھ پھیرنے کے لیے بھی بعض شعبدہ بازیاں دکھاتا ہے، تاکہ اس کے پیروکار گمراہی میں پختہ رہیں۔

امام محمد برکوی، جو ترکی کے اکابر علماء حنفیہ میں سے ہیں، کی کتاب "الطریقۃ المحمّدیہ" میں اس قبیل کی بہت سی چیزیں ہیں۔ اسی طرح کی چیزوں کو انہوں نے اپنے ایک دوسرے

رسالہ "زیارۃ القبور" میں ذکر کیا ہے۔ یہ رسالہ نہایت مفید ہے۔ اس کو پڑھ کر شرک کے مرض سے شفا، اور توحید کی تشنگی سے تسکین حاصل ہوتی ہے۔ انہوں نے اس میں حق کو ثابت کیا ہے، اور باطل کی خوب تردید فرمائی ہے۔

"فتاویٰ بزازیہ" جو حنفیہ کی اجل کتاب ہے، میں ہے "جو کوئی یہ کہے کہ "مشائخ کی ارواح حاضر ہیں اور جانتی ہیں" اس کی تکفیر کی جائے۔

شیخ صنع اللہ حلبی حنفی نے اپنی کتاب "الرد علیٰ من ادعیٰ ان للاولیاء تصرفات فی الحیاۃ و بعد الممات علیٰ سبیل الکرامۃ" میں فرمایا ہے:

"اب مسلمانوں میں ایسے گروہ پیدا ہو گئے، جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اولیاء کرام کو ان کی زندگی میں اور موت کے بعد تصرفات کی قدرت حاصل ہے۔ شدائد و بلیات میں ان سے فریاد کی جانی چاہیئے۔ اور ان کی توجہ سے بڑے اہم مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ وہ ان کی قبروں پر حاضری دیتے ہیں، اور حاجت روائی کے لیے ان کو پکارتے ہیں۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ یہ ان کی کرامات ہیں۔ پھر اُن کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ اولیاء میں ابدال و نقباء، اوتاد و نجباء، اور ستر اور چوالیس ہوتے ہیں ان میں قطب ہوتا ہے، وہی لوگوں کا فریاد رس ہوتا ہے۔ ان کا مدار اسی بات پر ہے۔ وہ ان کے لیے قربانیاں اور نذریں جائز قرار دیتے ہیں، اور ان کے اجر و ثواب کا فتویٰ دیتے ہیں" پھر فرمایا "ان کی اس بات میں افراط و تفریط ہے، بلکہ اس میں ابدی ہلاکت اور سرمدی عذاب ہے۔ کیونکہ اس سے بالتحقیق شرک کی بدبو آ رہی ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب قرآنِ عزیز سے متصادم ہے۔ ائمہ کرام کے عقائد اور اجماعِ امت کے سراسر خلاف ہے۔ قرآنِ مجید میں ہے:

"وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۚ وَسَاۤءَتْ مَصِيْرًا"[1]

"اور جو شخص سیدھی راہ معلوم ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے سوا اور راستہ اختیار کرے تو اس کو ہم ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے اور اسکو جہنم میں داخل کرینگے۔ اور وہ بری جگہ ہے۔"

---

[1] النسآء: ۱۱۵

پھر فرمایا: "قرآنِ مجید ان کی اس بات کی تردید فرماتا ہے کہ اولیاء کو زندگی میں اور بعد از زندگی تصرفات کی قدرت ہے ارشاد ہے:

۱۔ "ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ"[1] "کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور بھی کوئی معبود ہے؟" (ہرگز نہیں!)

۲۔ "اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ"[2] "دیکھو مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے۔"

۳۔ "لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ"[3] "آسمانوں اور زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب پر اللہ تعالیٰ کی بادشاہی ہے۔"

اس مفہوم کی اور بہت سی آیات ہیں، جو ثابت کرتی ہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی خلق و تدبیر، تصرف و تقدیر میں منفرد و یکتا ہے۔ غیر میں سے کسی کو کسی لحاظ سے بھی کوئی اختیار حاصل نہیں۔ ہر چیز اس کی ملکیت اور غلبے میں ہے۔ ہر چیز میں تصرف و اختیار، موت و زندگی اور پیدائش اکیلے اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت کی خود اپنی کتابِ عزیز میں تعریف اور مدح فرمائی ہے ارشاد ہے:

۱۔ "هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ"[4] "کیا کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا خالق ہے؟"

۲۔ "وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ"[5] "اور جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو، وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں۔"

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ذکر فرمائی ہیں۔ پھر فرمایا کہ "ان سب آیات میں "مِنْ دُوْنِهٖ" سے مراد "غَيْرُهٗ" ہے۔ یہ عام ہے جس میں وہ بھی داخل ہے، جس کے ولی ہونے کا عقیدہ رکھا جائے اور شیطان بھی داخل ہے معتقد مدد مانگتا ہے اور جو کوئی خود اپنی مدد نہیں کر سکتا وہ دوسروں کی مدد کیا خاک کرے گا؟" آگے فرمایا: "یہ قول ردی اور

---

[1] النمل: ۶۰ تا ۶۴ [2] الاعراف: ۵۴ [3] المائدۃ: ۱۲۰ [4] فاطر: ۳ [5] فاطر: ۱۳

شرک عظیم ہے۔ اور یہ کہنا کہ موت کے بعد بھی ان کو تصرف حاصل ہے، اس سے بھی بدترین ہے کہ زندگی میں ان کو قدرت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ"[1] "بے شک آپ بھی فوت ہوں گے اور بیشک وہ بھی مرنے والے ہیں"

"اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى۔ الآیۃ"[2] "اللہ تعالیٰ موت کے وقت ان کی روحیں قبض کر لیتا ہے اور جو مرے نہیں، ان کی روحیں سوتے میں قبض کر لیتا ہے۔ پھر جن پر موت کا حکم کر چکتا ہے، ان کو روک رکھتا ہے، اور باقی روحوں کو مقررہ وقت پر چھوڑ دیتا ہے"

"كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ"[3] "ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے"

"كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ"[4] "ہر جان اپنے کیئے کے بدلے گروی ہے"

حدیث شریف میں ہے:

"إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ اِنْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ الحدیث"

"جب انسان مرجاتا ہے تو تین قسم کے عملوں کے سوا اس کے سب عمل منقطع ہو جاتے ہیں"

ان اور ان جیسے دوسرے دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ میت سے حس و حرکت منقطع ہو جاتی ہے اور ان کی ارواح بند ہوتی ہیں (آزاد نہیں) اور ان کے اعمال میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ میت اپنی ذات میں تصرف کا اختیار نہیں رکھتی کسی اور میں تو کیا کرے گی؟ جب وہ خود حرکت سے بھی قاصر ہے تو دوسروں میں تصرف کیسے کر سکتی ہے، اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ارواح اس کے پاس ہوتی ہیں اور یہ ملحد کہتے ہیں کہ ارواح آزادانہ گھومتی ہیں اور تصرف کرتی ہیں:

"قُلْ ءَأَنتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللّٰهُ۔ الآیۃ"[5] "ان سے پوچھئے کہ ان کو زیادہ علم ہے، یا اللہ تعالیٰ کو؟"

---

[1] الزمر: ۳۰ [2] الزمر: ۴۲ [3] آل عمران: ۱۸۵ [4] المدثر: ۳۸ [5] البقرۃ: ۱۴۰

یہ بھی فرمایا کہ "ان کا یہ اعتقاد کہ یہ سب تصرفات از راہِ کرامات ہیں، سب سے بڑا مغالطہ ہے۔
اس لیے کہ کرامات سے مُراد وہ باتیں ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اور اہلِ اطاعت کا اکرام فرماتا ہے ان میں ان کے اپنے ارادے کا کوئی دخل نہیں ہوتا، نہ وہ کرامات کا چیلنج کر سکتے ہیں، نہ ان کو ان کرامات کی قدرت ہو سکتی ہے، نہ علم۔ اس کی مثال حضرت مریم بنت عمران، حضرت اسید بن حضیر اور ابو مسلم خولانی کے قصے ہیں۔"

پھر فرمایا "ان کا یہ قول کہ "شدائد میں ان سے فریاد کی جائے" یہ پہلے سے بھی زیادہ قبیح ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے پوری طرح متصادم ہے:

"اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَیَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ[1] الاٰیۃ"	"بھلا بے قرار کی التجا کون قبول کرتا ہے، جب وہ اس کو پکارتا ہے، اور اس کی تکلیف کو کون دور کرتا ہے؟ اور کون زمین میں تم کو اگلوں کا جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے؟"
"قُلۡ مَنۡ یُّنَجِّیۡکُمۡ مِّنۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ[2] الاٰیۃ"	"کہہ دیجئے! تمہیں جنگل اور سمندر کے اندھیروں سے کون نجات دیتا ہے؟"

اور اس مضمون کی اور آیات ذکر کی ہیں، پھر فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے بار بار اس حقیقت کا اعلان فرمایا ہے کہ وہی نقصان اور تکلیف اور مصائب و مشکلات سے بچانے والا ہے، اور کوئی نہیں! ۔ اور مضطر کی دُعا کو صرف وہی اکیلا شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے۔ اور صرف اُسی سے فریاد کی جائے، اور مدد مانگی جائے۔ وہی مصیبت کو دور کرنے والا اور بھلائی پہنچانے والا ہے، وہ اس میں منفرد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ ثابت شدہ حقیقت ہے، تو اس سے فرشتے، نبی، ولی سب کے سب خارج ہو گئے۔ اور ان امور میں کسی کا تصرف ثابت نہ ہوا۔"

فرمایا: "امورِ حسی کے ظاہری عادی اسباب میں استغاثہ جائز ہے مثلاً قتال، دشمن یا کسی درندے وغیرہ کو پکڑنا۔

---

[1] النمل: ۶۲ [2] الانعام: ۶۳

مثلاً "اے زید میری مدد کو پہنچو" اور "اے مسلمانو، میری مدد کو آؤ" یہ بالفعل، افعالِ ظاہری کے مطابق ہوتا ہے۔

لیکن جو استغاثہ بالقوۃ ہو، یا اثر پیدا کرنے، اور نتیجہ خیز بنانے کے لیے ہو، یا شدائد و مصائب کے معنوی امور سے متعلق ہو مثلاً بیماری، ڈوبنے کا خوف، تنگی، فقر، طلبِ رزق وغیرہ، تو ایسے سب امور اللہ تعالیٰ کے خصائص میں سے ہیں وہ کسی اور سے طلب نہیں کئے جاسکتے۔

اور یہ عقیدہ کہ قضاء حاجات میں تاثیر ان کی طرف سے ہوتی ہے، جیسا کہ جاہلی عرب کے لوگ اور جاہل صوفی کرتے ہیں وہ ان کو پکارتے، ان سے مدد طلب کرتے ہیں، یہ منکرات میں سے ہے جس نے بھی یہ عقیدہ رکھا کہ کسی نبی، ولی یا روح وغیرہ کو شدائد و مصائب کے دور کرنے اور حاجت روائی میں تاثیر حاصل ہے، وہ جہالت کی ہولناک وادی میں گر کر دوزخ کے کنارے جا پہنچا!

اور یہ استدلال کہ یہ سب کچھ ان کی کرامات ہیں۔ اللہ کی پناہ کہ اولیاء اللہ کو اس مقام و درجہ پر سمجھا جائے، یہ تو بت پرستوں کی شکلیں تھیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ[1] الآية!"	"اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے سفارشی ہیں۔"
"وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ[2] الآية!"	"اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست بنا رکھے ہیں، وہ کہتے ہیں ہم تو ان کو صرف اسی لئے پوجتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بنادیں۔"
"ءَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِ آلِهَةً إِن يُرِدْنِ الرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنقِذُونِ[3]"	"کیا میں اس کو چھوڑ کر اوروں کو معبود بناؤں؟ اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو ان کی سفارش مجھے کوئی فائدہ نہ دے سکے اور نہ مجھے وہ چھڑا سکیں۔"

---

[1] یونس: ۱۸ [2] الزمر: ۳ [3] یٰسٓ: ۲۳

ایسی ہستیوں کا امداد حاصل کرنے کی نیت سے ذکر جو نہ نفع پہنچا سکیں اور نہ ضرر سے بچا سکیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے کیونکہ تکلیف اور مصیبت کو دور کرنے پر اس کے سوا کسی کو قدرت حاصل نہیں۔ اگر بھلائی مل سکتی ہے تو اسی کی طرف سے!

اور ان کا یہ کہنا کہ ان میں ابدال و نقباء اور اوتاد و نجباء ہوتے ہیں، ان سے ستر کو خصوصیت حاصل ہوتی ہے۔ ان میں سے چالیس اور مخصوص ہیں اور قطب لوگوں کا فریاد رس ہوتا ہے۔ یہ ان کا من گھڑت جھوٹ ہے جیسا کہ قاضی محدث ابن العربی نے "سراج المریدین" میں، اور ابنِ جوزی اور ابنِ تیمیہؒ نے ذکر کیا ہے۔ انتہیٰ!"

حنفیہ اور دوسرے مذاہب کی کتابوں میں اس مضمون کو کثرت سے بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ علمائے سنّت پر رحم فرماتے کہ انہوں نے نزاع پیدا کرنیوالے مخالف کے باطل شبہات کو پہلے سے رفع فرما کر ہمیں زحمت سے بچا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت پر اس کی حمد اور شکر ہے۔

نبہانی! ذرا حنفیہ کے ان نقل کردہ اقوال کو دیکھو کیا یہ "جلاء العینین" کے بیان اور فریقین کے محققین کے مذہب کے خلاف ہے؟ تجھے حیرت ہے تو کس بات پر؟ تجھے بہت سے وساوس نے کیوں گھیر رکھا ہے؟ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز تیری یہ بات ہے کہ "اس کتاب میں مصنف نے جن باتوں پر اعتماد کیا ہے اس میں ابنِ تیمیہؒ کی زلالت کی تائید ہوتی ہے۔ اور وہ وہابیہ کا مذہب ہے، حنفیہ اور اس کے شافعی آباء و اجداد کا مذہب نہیں!" نبہانی مسکین مسالک و مذاہب سے بے خبر ہے۔ اب وہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتا ہے۔ مکرر سہ کرر وہی باتیں دہراتا ہے۔ اور اپنے غلط فیصلوں کو بار بار بیان کرتا ہے کہ ابنِ تیمیہؒ اور اس کے ہم مسلک لوگ اہلِ سنّت نہیں ہیں، بلکہ وہ بدعتیوں کے مذہب پر ہیں۔ ہم قبل ازیں اس غلط فہمی کو دلائل و براہین سے دور کر چکے ہیں اور بتا چکے ہیں کہ اہلِ سنّت کا مذہب وہی ہے جس پر اہلِ حدیث عمل پیرا ہیں اور یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ اہلِ نجد کا مذہب، ائمہ اربعہؒ کے مذہب کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ دینِ مبین نے وہی کچھ دیا ہے جس پر اہلِ نجد عمل پیرا ہیں۔ فریقِ مخالف کا ان پر وہابیت کا اطلاق، غلط ہونے کے ساتھ "تنابز بالالقاب" کے ضمن میں آتا ہے۔ یہی طرزِ عمل مشرکینِ مکہ کا مسلمانوں کے

بارے میں تھا وہ بھی مسلمانوں کو صابی، لامذہب اور بے دین کہتے تھے!

"سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا"[1]	"یہی اللہ تعالیٰ کی سنّت ہے جو پہلے سے چلی آ رہی ہے تم اللہ تعالیٰ کی سنّت میں کوئی تبدیلی نہ دیکھو گے"

اہل نجد کا مذہب وہی ہے جو امام احمد بن حنبل نضر اللہ وجہہ کا تھا میں نے عقائد میں ایک رسالہ دیکھا جو علامہ شیخ ابو عبداللہ محمد رحمہ اللہ کی تصانیف میں ہے اور جس کو اہل نجد کے بچے اور جوان حفظ کرتے ہیں اس رسالے میں ایسی ایک بات بھی نہیں، جو کتاب و سنّت یا مذہب ائمہ اسلام سے متصادم ہو اور وہ یہ ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! — اے مخاطب! جان لو کہ علم حاصل کرنا فرض ہے اور وہ بیمار دلوں کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہے وہ تمام واجبات سے زیادہ اہم ہے اس پر عمل کرنا جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے علم سے بے بہرہ رہنا اور اس کو ضائع کرنا دوزخ میں جلنے کا باعث ہے چار مسائل واجب ہیں:

۱۔ دلائل کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کی معرفت۔

۲۔ اس پر عمل کرنا۔

۳۔ اس کی طرف دعوت دینا۔

۴۔ اس راہ میں جو تکالیف و مصائب اور نقصانات پیش آئیں، ان کو برداشت کرنا، اور صبر کرنا۔

-اس کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۧ"[2]	"عصر کی قسم، انسان خسارے میں ہے۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق کی تلقین، اور صبر کی تاکید کرتے رہے"

---

[1] الفتح: ۲۳ [2] العصر

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی اہمیت یہ بیان فرمائی کہ اگر اللہ تعالیٰ مخلوق پر حجت کے لیے یہی ایک سورت نازل فرما دیتا تو کافی تھی۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں تبویب فرمائی ہے: "باب العلم قبل القول والعمل"۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے "فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ" [1]
"پس جان رکھو! کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہ کی معافی مانگو"

اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے یہ بات سمجھ کر پلّے باندھ لو کہ ہر مسلمان مرد و عورت پر اللہ تعالیٰ نے ان تین مسائل کو سیکھنا اور ان پر عمل کرنا واجب و لازم کر دیا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ شتر بے مہار نہیں چھوڑ دیا بلکہ ہماری طرف رسول ﷺ بھیجا جس نے اس کی اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جس نے نافرمانی کی وہ دوزخ میں جائے گا۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ۔ الآیۃ [2]
"ہم نے تمہاری طرف ایک عظیم رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہی دے گا۔"

۲۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو قطعاً پسند نہیں فرماتا کہ اس کی عبادت میں کسی کو شریک بنایا جائے چاہے وہ مقرب فرشتہ ہو، یا اللہ تعالیٰ کا نبی ہو۔ دلیل یہ ہے:

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا [3]
"اور مساجد صرف ذکرِ الٰہی کے لیے ہیں، تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔"

۳۔ رسولِ اکرم ﷺ کی اطاعت گزار اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا عقیدہ رکھنے والے کو یہ جائز نہیں کہ ان لوگوں سے دوستی رکھے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ اکرم ﷺ کے مخالف ہیں، اگرچہ وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ الآیۃ [4]
"تم کبھی نہ پاؤ گے جو لوگ اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، ان لوگوں سے محبت کریں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن ہیں۔"

---

[1] سورۃ محمد: ۱۹ [2] مزمل: ۱۵ [3] الجن: ۱۸ [4] المجادلۃ: ۲۲

اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طاعت کی توفیق ارزانی کرے خوب جان لو کہ حنیفیت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی خالص بندگی بجالاؤ۔ ارشاد ہے :

وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝[1] "میں نے جنّ وانس کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری ہی عبادت کریں"

یہاں "يَعْبُدُوْنِ" کا معنیٰ "يُوَحِّدُوْنِ" ہے یعنی میری توحید کا عقیدہ رکھیں، اللہ تعالیٰ کے مامورات میں سب سے عظیم تر توحید ہے اور وہ یہ ہے کہ عبودیت صرف ایک اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کی منہیات میں عظیم تر شرک ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کو پکارا جائے دلیل یہ ہے :

"وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا[2] الآیۃ" "اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ بناؤ اور والدین سے حسن سلوک کرو"

جب تجھ سے وہ تین سلوک پوچھے جائیں جن کی معرفت انسان پر واجب ہے تو جواب دو :

اصلِ اوّل

یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کو اور اپنے دین اور نبی ﷺ کو پہچانے۔

جب تجھے یہ سوال کیا جائے "تیرا رب کون ہے" تو جواب میں کہو "میرا رب وہ ہے جس نے اپنی نعمت اور مہربانی سے مجھے اور سب جہان کو پالا میرا معبود وہی ہے اس کے سوا میرا اور کوئی معبود نہیں دلیل یہ ہے : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ "سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں جو سب عالم کا پروردگار ہے" عالم سے مراد ماسوی اللہ سب کچھ عالم ہے اور میں بھی اسی میں شامل ہوں"

جب پوچھا جائے کہ "تم نے اپنے رب کو کیسے پہچانا" تو بتاؤ "اس کی آیات اور مخلوقات کے ذریعے اس کی آیات میں سے رات، دن، سورج اور چاند وغیرہ ہیں اور اس کی مخلوقات میں سے ساتوں آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور ساتوں زمینیں اور ان کے اندر اور ان کے درمیان جو کچھ ہے دلیل یہ ہے :

---

[1] الذّاریات : ۵۶ [2] النسآء : ۳۶

۱۔ "وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ۔ الآیۃ"[1] "اس کی آیات میں سے رات اور دن سورج اور چاند ہیں۔"

۲۔ "اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ۔ الآیۃ"[2] "تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔"

رب ہی معبود ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝[3] "اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا فرمایا، تاکہ تم بچو۔"

مشہور مفسر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "سب اشیاء کا خالق ہی مستحق عبادت ہے"۔

عبادت کی مختلف اقسام ہیں جن کو بجا لانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے مثلاً اسلام، ایمان، احسان! – انہی میں سے دعا، رجاء، خوف، توکل، رغبت و رہبت، خشوع و خشیت، انابت و استعانت، استغاثہ و استعاذہ، ذبح و نذر وغیرہ عبادت کی انواع ہیں ان سب پر عمل درآمد کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے دلیل یہ ہے:

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝[4] "مساجد صرف ذکر الٰہی کے لیے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو (نہ کسی کی عبادت کرو)!"

جس کسی نے ان میں سے کوئی چیز غیر اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے صرف کی، وہ مشرک و کافر ہے دلیل یہ ارشاد الٰہی ہے:

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝[5] "جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے، جس کی اس کے پاس قطعاً کوئی دلیل نہیں، اس کا حساب صرف اس کے رب کے پاس ہے۔ بلاشبہ کافر فلاح نہیں پائیں گے۔"

---

[1] فصلت: ۳۷ [2] الاعراف: ۵۴ [3] البقرۃ: ۲۱ [4] الجن: ۱۸ [5] المؤمنون: ۱۱۷

اور حدیث شریف میں ہے "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ" "دعاء عبادت کا مغز ہے" اور دعاء کی دلیل ارشادِ رب تعالیٰ ہے:

"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ الآیۃ"[1] "تمہارے رب نے فرمایا مجھے پکارو میں تمہارے لیے قبول کروں گا۔"

خوف کی دلیل یہ ہے: فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ○[2] "ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو۔" اور رجاء کی دلیل یہ ہے "قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا"[3] "کہہ دیجئے: اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب گناہ بخش دیتا ہے۔"

خشیتِ الٰہی کی دلیل یہ ہے: "فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي"[4] "ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو" اور انابت، اس کی دلیل یہ ہے "وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ۔ الآیۃ"[5] "اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار ہو جاؤ۔" استعانت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: "إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ"[6] "ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" اور حدیث شریف میں ہے "إِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ" "جب تو مدد مانگے، تو اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگ"۔ استغاثے کی دلیل ارشادِ باری تعالیٰ ہے "إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ۔ الآیۃ"[7] "جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے —— تو اس نے تمہاری فریاد کو قبول فرمایا" ذبح کی دلیل یہ ہے "قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ○"[8] "کہہ دیجئے میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی کا حکم ہے اور میں پہلا مسلمان ہوں"۔ سنت سے دلیل آپ ﷺ کا ارشاد ہے "لَعَنَ اللهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ" "اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہے، جس نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا۔"

---

[1] غافر: ۶۰ [2] آل عمران: ۱۷۵ [3] الزّمر: ۵۳ [4] البقرۃ: ۱۵۰ [5] الزّمر: ۵۴ [6] الفاتحہ: ۵ [7] الانفال: ۹ [8] الانعام: ۱۶۲، ۱۶۳

نذر کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ○ [1] "وہ نذر کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر پھیلنے والا ہوگا۔"

اصلِ ثانی یہ ہے کہ دینِ اسلام کو دلائل سے سمجھنا اور اس طرح عقیدہ توحید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہونا، طاعت کے ساتھ اس کا منقاد ہونا اور شرک سے الگ ہو جانا۔ شرک اور مشرکین سے بے زار ہونا! — اس کے تین مراتب ہیں: اسلام، ایمان، احسان۔ ہر مرتبے کے ارکان ہیں۔

مرتبہ اولیٰ اسلام کے پانچ ارکان ہیں سنّت سے اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَىٰ خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ وَحَجِّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ"! "اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے: (۱) گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) رمضان شریف کے روزے رکھنا (۵) بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔

توحید و رسالت کی گواہی کی دلیل یہ ہے: شَهِدَ اللهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ [2] "اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور فرشتوں نے اور علم والوں نے بھی انصاف کے ساتھ یہ گواہی دی، درحقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔ وہ غالب و دانا ہے۔"

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ معبودِ برحق اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کی عبادت کی جاتی ہے، ان سب کی نفی کر دی گئی ہے "اِلَّا اللّٰہ" میں عبادت کو صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لیے ثابت کیا گیا ہے۔ یہ نفی بالکل اسی طرح ہے جس طرح ملک و حکومت میں اس کے شریک کی نفی ہے۔ اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے:

"وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ" "اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ

---

[1] الدّھر: ۷ [2] آلِ عمران: ۱۸

"اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ۝ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ الآیۃ"[1]

اور اپنی قوم سے کہا "میں ان سب سے جن کی تم عبادت کرتے ہو بیزار ہوں سوائے اس کے جس نے مجھے پیدا کیا"۔

اس کی دلیل کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، قرآن مجید میں یہ ہے:

۱- "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ الآیۃ"[2]

"محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی کفار پر سخت اور آپس میں مہربان ہیں"۔

۲- مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۝[3]

"محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں"۔

نماز اور زکوٰۃ کی دلیل، نیز توحید کی تفسیر یہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاۗءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ۝"[4]

"انہیں حکم صرف اسی بات کا دیا گیا تھا کہ صرف ایک اللہ کی اخلاص کے ساتھ عبادت کریں، اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں، اور یہ ہے سیدھی راہ چلنے والوں کا دین"۔

روزوں کا ثبوت قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَي الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝[5]

"اے ایمان والو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو"۔

حج کی دلیل قرآن مجید میں یہ ہے:

"وَلِلّٰهِ عَلَي النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا"[6]

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں پر جو بیت اللہ پہنچنے کی طاقت رکھتے ہوں، حج کرنا فرض ہے"۔

مرتبۂ ثانیہ | ایمان ہے اور اس کی ستر شاخیں ہیں سب سے اعلیٰ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" ہے اور سب سے

---

[1] الزخرف: ۲۶، ۲۷ [2] الفتح: ۲۹ [3] الاحزاب: ۴۰ [4] البینۃ: ۵ [5] البقرۃ: ۱۸۳ [6] آل عمران: ۹۷

کم تر راستہ سے کسی تکلیف کو ہٹا دینا ہے اور حیاء ایمان کی شاخ ہے۔

ارکان اس کے چھ ارکان ہیں (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان (۲) اس کے فرشتوں پر ایمان (۳) اس کی کتابوں پر ایمان (۴) اس کے رسولوں پر ایمان (۵) یوم آخرت پر ایمان (۶) اس پر ایمان کہ اچھی بُری تقدیر، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

"اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ[1] الاٰية"!

"رسولؐ اس کتاب پر ایمان لے آئے جو ان کے رب کی طرف سے ان پر نازل ہوئی اور مومن بھی سب، اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر ایمان لے آئے کہ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں فرق نہیں رکھتے"۔

چھٹا رکن اس آیت سے ثابت ہے: اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ[2] "ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا ہے"۔

مرتبہ ثالثہ تیسرے مرتبے کا ایک ہی رکن احسان ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اگر یہ کیفیت پیدا نہ ہو سکے، تو اتنا ہی سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ دلیل یہ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ[3]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی معیت ان کو حاصل ہے، جو اس سے ڈرتے ہیں اور محسن ہیں" اور سنت سے دلیل مشہور حدیث جبریلؑ ہے، جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا:

"بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهٗ مِنَّا اَحَدٌ" "ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک شخص

---

[1] البقرۃ: ۲۸۵ [2] القمر: ۴۹ [3] النحل: ۱۲۸

وہاں آیا جس کے کپڑے سفید اور بال کالے سیاہ تھے، اس پر سفر کا کوئی نشان نظر نہیں آتا تھا اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا!" ———

"حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ
عَلٰى فَخِذَيْهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ! اَخْبِرْنِىْ
عَنِ الْاِسْلَامِ قَالَ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ
تُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِىَ الزَّكٰوةَ
وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ
اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ○ قَالَ
صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْاَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ
قَالَ اَخْبِرْنِىْ عَنِ الْاِيْمَانِ؟ قَالَ اَنْ
تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَ
رُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَبِالْقَدَرِ، قَالَ
صَدَقْتَ قَالَ اَخْبِرْنِىْ عَنِ الْاِحْسَانِ،
قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ
تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ، قَالَ صَدَقْتَ!
قَالَ اَخْبِرْنِىْ عَنِ السَّاعَةِ، قَالَ مَا
الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ اَخْبِرْنِىْ
عَنْ اَمَارَاتِهَا قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ
رَبَّتَهَا وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ
رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِى الْبُنْيَانِ
فَمَضٰى فَلَبِثْتُ مَلِيًّا فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

"وہ آکر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس طرح
دوزانو مؤدب بیٹھ گیا کہ گھٹنے گھٹنوں کو چھوتے
تھے اس نے ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لیے اور پوچھا: اے
محمد ﷺ اسلام کے بارے میں مجھے خبر دیجیے"
آپ ﷺ نے فرمایا "وہ یہ ہے کہ تو اسکی گواہی
دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد
ﷺ اسکے رسول ہیں تو نماز قائم کرے، زکوٰۃ دے اور
رمضان شریف کے روزے رکھے اگر طاقت ہو تو حج
بیت اللہ کرے" اس نے کہا "آپ ﷺ نے
سچ فرمایا" ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ پوچھتا بھی ہے
اور تصدیق بھی کرتا ہے، اس نے پوچھا "آپ
مجھے ایمان کے متعلق خبر دیجیے" فرمایا "وہ یہ ہے کہ تو
ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر، اسکے فرشتوں پر، اسکی
کتابوں اور رسولوں پر اور یوم آخرت پر اور تقدیر پر"
اس نے کہا "آپ نے سچ فرمایا" اس نے عرض کی "مجھے احسان
کی خبر دیجیے" آپ نے فرمایا "احسان یہ ہے کہ تم اللہ
تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اس کو دیکھ
رہے ہو اگر یہ نہیں تو کم از کم یہ سمجھو وہ تمہیں
دیکھ رہا ہے" اس نے کہا "آپ نے سچ فرمایا" پھر
اس نے قیامت کے متعلق پوچھا، آپ نے فرمایا،
"اس سلسلہ میں مسئول سائل سے زیادہ نہیں

وَسَلَّمَ: يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ هٰذَا جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ!"

جانتا" پھر اس نے کہا مجھے اس کی علامات بتایئے" فرمایا "یہ کہ لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی اور تم دیکھو گے کہ ننگے پاؤں ننگے جسم والے غریب لوگ بکریوں کے چرواہے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر عمارتیں بنانے لگے" پھر وہ چلا گیا میں ٹھہرا رہا۔ آپ نے فرمایا "جانتے ہو یہ کون تھا؟" ہم نے کہا "اللہ و رسول خوب جانتے ہیں" فرمایا "یہ جبریل ؑ تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے"

اصلِ ثالث

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی معرفت، اور وہ ہیں محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ اور ہاشم قریش میں سے ہیں۔ اور قریش عرب ہیں۔ اور عرب، حضرت اسماعیل علیہ السلام بن ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اولاد ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تریسٹھ سال تھی چالیس سال قبلِ نبوت، اور تیئس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی زندگی تھی نبوت "اِقْرَاْ" کے نازل ہونے پر ملی، اور رسالت "يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ" کے نازل ہونے سے حاصل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر مکہ مکرمہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے مبعوث ہوئے تھے کہ شرک سے ڈرائیں، اور توحید کی طرف دعوت دیں۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

"يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ"

(المدثر: ۱ تا ۷)

"اے کپڑا لپیٹ کر پڑنے والے اٹھو اور ڈراؤ، اپنے رب کی بڑائی بیان کرو، اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔ اور ناپاکی سے دور رہو اور اس نیت سے احسان نہ کرو کہ زیادہ ملے گا اور اپنے رب کے لیے صبر کرو"

"قُمْ فَأَنذِرْ" کا معنی ہے کہ شرک سے ڈراؤ، اور توحید کی طرف دعوت دو "وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ" کا معنی ہے کہ اپنے رب کی توحید کے ساتھ عظمت بیان کرو "وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ" اور اپنے اعمال کو شرک سے پاک کرو "وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ" "رجز" سے مراد اصنام ہیں یعنی بت پرستی کو چھوڑ کر اس سے

اور بت پرستوں سے بیزار ہو جاؤ، بتوں اور بت پرستوں سے دشمنی رکھو۔ آپ ﷺ دس سال تک اس پر عمل پیرا رہے پھر آپؐ کو معراج کی سعادت حاصل ہوئی اور پانچ نمازیں فرض ہوئیں اس کے بعد آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں تین سال رہے اس کے بعد ہجرت کا حکم ہوا۔

"ہجرت" سے مراد شرک کے علاقے کو چھوڑ کر چلے جانا ہے اور یہ حکم قیامت تک باقی ہے۔

اس کی دلیل ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا (الی) وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ۝ [۱]

"وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہوتا ہے، جب فرشتے ان کو فوت کرتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں "تم کس حال میں تھے؟" وہ کہتے ہیں "ہم ملک میں عاجز و ناتواں تھے" تو فرشتے کہتے ہیں "کیا اللہ کی زمین فراخ نہ تھی تم وہاں ہجرت کر جاتے (آگے تک) "اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے"!

"يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ [۲] الآية!

"اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو میری زمین فراخ ہے"۔

سنت سے ہجرت کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"لا تنقطع الهجرة حتى تنقطع التوبة ولا تنقطع التوبة حتى تطلع الشمس من مغربها"

"ہجرت منقطع نہیں ہوگی یہاں تک کہ توبہ منقطع ہو جائے اور توبہ اس وقت منقطع ہوگی جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا"۔

جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لے گئے تو زکوٰۃ، روزہ، حج، جہاد اور "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" جیسے شرعی احکام نافذ فرمائے اور دس سال اسی طرح گزر گئے۔

پھر آپ ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے مگر آپؐ کا دین باقی ہے آپ ﷺ نے ایک بھلائی بھی ایسی نہیں جو امت کو نہ بتائی ہو اور کوئی برائی ایسی نہیں جس سے آپ ﷺ نے ڈرایا نہ ہو خیر عقیدہ توحید ہے اور اس کے مطابق سب احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتے ہیں۔

---

[۱] النساء: ۹۷ تا ۹۹ [۲] العنکبوت: ۵۶

اور اس سے خوش ہوتے ہیں۔ اور آپ ﷺ نے جس شر سے ڈرایا وہ شرک ہے اور شرک کو اللہ تعالیٰ سخت ناپسند فرماتا ہے اور اس سے ناراض ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سب لوگوں کی طرف بھیجا اور آپ ﷺ کی اطاعت کو سب جن و انس پر فرض کر دیا۔

دلیل یہ ہے:

"قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا [1] الآیۃ!" "فرما دیجئے، اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں"۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے دین مکمل فرما دیا اس کا ثبوت اس آیت میں ہے:

"اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا [2] الآیۃ!" "آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت (نبوت) پوری فرما دی ہے اور تمہارے لیے دینِ اسلام پسند فرمایا ہے"

آپ ﷺ کی وفات کی دلیل، اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ۝ [3] "اے پیغمبر! آپ بھی فوت ہوں گے اور یہ بھی مر جائیں گے پھر تم قیامت کے دن اپنے رب کے حضور جھگڑو گے (اور اس کا فیصلہ کر دیا جائے گا)"!

لوگ جب مر جائیں گے تو دوبارہ اٹھائے جائیں گے یہ مسئلہ اس آیت سے ثابت ہے:

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ۝ [4] "ہم نے تمہیں زمین ہی سے پیدا کیا اور اسی میں لوٹائیں گے اور پھر اسی سے دوبارہ نکالیں گے"۔

وَاللَّهُ أَنْبَتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ۝ [5] "اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین سے پیدا فرمایا۔ پھر تمہیں اسی میں لوٹائے گا اور نکال کھڑا کرے گا"

دوبارہ زندہ ہونے کے بعد لوگوں سے حساب لیا جائے گا اور ان کو ان کے اعمال کا

---

[1] الاعراف: ۱۵۸ [2] المائدۃ: ۳ [3] الزمر: ۳۰، ۳۱ [4] طٰہٰ: ۵۵ [5] نوح: ۱۷، ۱۸

بدلہ دیا جائے گا ارشاد ہے:

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ اَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ اَحْسَنُوا بِالْحُسْنٰى ۝ [1]

"تاکہ جن لوگوں نے برائیاں کی ہیں ان کو ان کے اعمال کی سزا ملے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں ان کو جنت ملے"۔

جو کوئی دوبارہ زندہ ہونے کا منکر ہو، وہ کافر ہے ارشاد ہے:

زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ [2]

"کافروں کا یہ غلط خیال ہے کہ ان کو دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا، فرما دیجئے کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ پھر تمہیں ضرور تمہارے اعمال کی خبر دی جائے گی۔ اور یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے سب رسولوں کو بشارت سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا ہے۔

ارشاد ہے:

"رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ بَعْدَ الرُّسُلِ [3] الآیۃ"

"رسولوں کو بھیجا خوش خبری دینے اور ڈر سنانے والے بنا کر تاکہ رسولوں کو بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے لوگوں کو کوئی بہانہ نہ مل سکے"۔

سب سے پہلے رسول نوح علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ نوح علیہ السلام کا پہلا رسول ہونا اس آیت سے ثابت ہے:

"اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ [4] الآیۃ"

"ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے نبیوں کی طرف بھیجی تھی"۔

جس جس امت کی طرف، حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] النجم: ۳۱ [2] التغابن: ۷ [3] النساء: ۱۶۵ [4] النساء: ۱۶۳

تک اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجا تھا وہ ان کو اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کا حکم دیتا تھا اور طاغوت کی عبادت سے روکتا تھا ارشاد ہے :

"وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ[1] الآیۃ"

"ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا جس کی دعوت یہ تھی کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچ جاؤ"

اللہ تعالیٰ نے سب بندوں پہ طاغوت کے ساتھ کفر اور اللہ تعالیٰ پہ ایمان لانا فرض کر دیا ہے حافظ ابنِ قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں "طاغوت سے مراد ہر وہ کوئی ہے جو اپنے بندے ہونے کی حد سے بڑھ جائے۔ وہ معبود ہو یا متبوع و مطاع ہو"

طواغیت بہت سے ہیں ان کے سرغنے پانچ ہیں : ابلیس لعین ـــــ جس کی عبادت کی جائے اور وہ اس پر راضی ہو ـــــ جس نے علمِ غیب کا دعویٰ کیا ہو ـــ جس نے اپنی ذات کی عبادت کے لیے دعوت دی ہو ـــ جس نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے بغیر فیصلہ کیا ہو دلیل ملاحظہ ہو ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ[2]

"دین اسلام میں زبردستی نہیں ہدایت گمراہی سے جدا ہو چکی ہے جو کوئی طاغوت کے ساتھ کفر کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے ایسی مضبوط رسی پکڑ لی جو ٹوٹنے کی نہیں اور اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والا ہے"

یہی معنیٰ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" کا ہے حدیث شریف میں ہے :

"رأس الامر الاسلام وعموده الصلاة وذروة سنامه الجهاد في سبيل الله"

"سب سے اہم اور بڑا کام اسلام ہے اس کا ستون نماز ہے اور اس میں سب سے بہترین اور اعلیٰ کام جہاد فی سبیل اللہ ہے"

شیخ ابو عبداللہ کا عقائد کے بارے میں رسالہ یہاں ختم ہوا !

---

[1] النحل : ۳۶ [2] البقرۃ : ۲۵۶

نبہانی! اس رسالے کا اول تا آخر مطالعہ کر۔ بھلا جو شخص قرآن و سنت کے مطابق ان عقائد کا حامل ہو، وہ بدعتی اور گمراہ ہو سکتا ہے؟ یا بدعتی وہ ہے جس نے تغیر و تبدل کیا، تحریف و تاویل سے کام لیا؟ اور اس طرح "غیر سبیل المؤمنین" کو اختیار کیا، جس کی مسلمانوں کے دین میں کوئی دلیل نہیں۔ اے کجرو! تو نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ و اکمل التسلیم کے حق میں غلوِ عظیم کا مرتکب ہوا ہے اور شریعت اور سنتوں کو ترک کر کے دوسری راہیں اختیار کر لی ہیں۔

اے شیخ شیطانی نبہانی! بھلا بدعتی ہونے کا زیادہ حق دار کون ہے؟ تو اور تیری راہ چلنے والے تیرے غالی اور گمراہ ساتھی؟ یا حزب الرسول، جن کے دینِ مبین میں عقائد کو تو ابھی سن چکا ہے؟

میں بلند شان والے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نبہانی کو دین کی اتنی معرفت بھی نہیں، جتنی بچوں کو ہوتی ہے۔ کاش نبہانی، حزب الرسول میں سے کسی بزرگ کے ہاتھ پر اپنے ایمان کی تجدید کرے اور وہ بزرگ اس کو مندرجہ بالا اصولی عقائد پڑھ کر سنائے تاکہ کجرو اور جاہل ضلالت کی پگڈنڈیوں سے نکل کر جادۂ ہدایت پر گامزن ہو سکے۔

تنقید نبہانی کہتا ہے "اگر کوئی یوں کہے کہ یہ اس کے حقیقی عقائد نہیں ہیں الخ"!

جواب اس کا جواب یہ ہے: یہ ان بدظنیوں میں سے ایک ہے، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ[1] الآیۃ"

"اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بلاشبہ بعض گمان گناہ ہیں"

مصنف رحمہ اللہ سید صدیق حسن نواب بھوپال رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعارف اور مکاتبت سے بہت پہلے "جلاء العینین" تصنیف فرما چکے تھے۔ جب صاحبِ "جلاء العینین" نے ۱۲۹۰ھ میں مکہ مکرمہ شرفہا اللہ کا سفر کیا، وہیں اس امامِ ہمام بلکہ ملک العلماء الاعلام کے ایک شاگرد سے تعارف و ملاقات ہوئی۔ ان کی زبانی نواب رحمہ اللہ کے علمی کمالات اور معرفتِ حدیث

---

[1] : الحجرات: ۱۲

اور دیگر علوم دین میں ان کا بلند مقام و مرتبہ معلوم ہوا تو انہوں نے ان کے ذریعے نواب صاحب سے سند اور اجازت حاصل کی جب یہ ہندوستان میں واپس آئے اور نواب بھوپال رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مصنف "جلاء العینین" کے کمالاتِ علمی اور حدیث اور دیگر علوم میں ان کی فضیلت بیان کی اور درخواست کی کہ ان کو اپنی طرف سے سند و اجازت بھیج دیں۔ نواب رحمہ اللہ نے ایک نسخہ بھیجنے کی درخواست کی، وہ انہوں نے بھیج دیا، تو آپ نے مفصل اجازت لکھ بھیجی۔ مصنف "جلاء العینین" نے لکھا تھا اگر یہ کتاب پسند ہو تو اس کو طبع کرا دیا جائے"۔ جب نواب موصوف نے کتاب دیکھی تو بہترین موضوع پر بہترین کتاب دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور مصر سے طبع کرا دیا۔ نواب رحمہ اللہ کو کسی کے تعاون اور خدمت کی ہرگز حاجت نہ تھی، وہ ایسی مشہور و معروف اور صاحبِ علم و عمل اور صاحبِ فضائل و مناقب ہستی تھی، جو ہمارے تعارف کی ہرگز محتاج نہیں تھی پھر ان کا مذہب بھی وہابی نہیں تھا اور وہابیوں کا کوئی الگ مذہب نہیں، جو انہی کے ساتھ مخصوص ہو۔ بلکہ وہ حنابلہ ہیں، جیسا کہ قبل ازیں واضح کیا جا چکا ہے۔ اور نواب رحمہ اللہ محدث اور صحیح احادیث کے پیروکار تھے اور یہی اہل الحدیث، اور سید البشر کے متبعین کی خوبی تھی یہ جماعت حضرت نواب صاحب رحمہ اللہ سے قبل ہندوستان میں موجود تھی، اور بعد میں بھی موجود ہے۔

تنقید "مجھے اس پر اعتراض نہیں کہ انہوں نے ابنِ تیمیہ (رحمہ اللہ) کی طرف سے جوابات دیئے ہیں، کہ ابنِ حجر نے ابنِ تیمیہ (رحمہ اللہ) کے کچھ اقوال نقل کیئے ہیں، اور ان پر اعتراض کیا ہے حالانکہ ان اقوال کی نسبت ابنِ تیمیہ (رحمہ اللہ) کی طرف درست نہیں۔ الخ!

جواب ابنِ حجر کے بارے میں مصنف "جلاء العینین" نے نہایت محتاط زبان استعمال فرمائی ہے اور ان کے تعارف میں یوں تعریف فرمائی ہے کہ "وہ اپنے زمانے کے منفرد عالم، علامۃ المنقول و فہامۃ المعقول شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر الھیتمی السعدی الانصاری الشافعی ہیں، انکی نسبت اپنے ایک دادے کی طرف ہے، جو اکثر خاموش رہتے تھے اور تشبیہاً ان کو حجر کہا جاتا تھا"۔ پھر ان کی پیدائش اور وفات، تصانیف اور اساتذہ کا ذکر کیا ہے ان کی فضیلت کی ہر بات کو ذکر کیا ہے مترجم کا حق یہ ہے کہ جس کا ترجمہ لکھے اس کی خوبیاں اور خرابیاں بیان

کر کے اس کی صحیح تصویر پیش کر دے اہلِ علم نے اس کے مذہبی تعصب اور مخالفین پر کیچڑ اچھالنے اور ائمہ مسلمین پر افترا بازی اور اس کے غیر واضح اقوال اور ایک بات پر ثابت قدم نہ رہنے کو بیان کیا ہے مگر انہوں نے اس کی یہ خرابیاں بیان نہیں کیں جو شخص "الزواجر والقواطع"، کا موازنہ "الجوہر المنظم" اور "الفتاوی الحدیثیہ" کے ساتھ کرے گا وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ "الزواجر" میں بات کو صراحت و وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ پھر انہوں نے یہ ذکر بھی نہیں کیا، کہ مصنف صحیح حدیث سے جاہل ہے اور اس کو اپنے فن میں ملکہ حاصل نہیں ہے جبکہ اس کی کتاب "الصواعق" اور "تطہیر الجنان فی الذب عن معاویہ بن ابی سفیان" اور اس طرح کی اس کی دوسری کتابوں کو دیکھیں تو وہ احادیثِ موضوعہ اور خرافاتِ مکذوبہ سے بھری نظر آئیں گی۔
صاحب "جلاء العینین" نے اس کا یہ عیب بھی بیان نہیں کیا کہ وہ دوسروں کی لکھی ہوئی کتابیں اپنی طرف منسوب کر لیتا تھا، نہ ہی اس کی خود پسندی اور خود ستائی کو بیان کیا ہے مصنف "جلاء العینین" نے ان تمام باتوں سے مکمل طور پر صرفِ نظر کیا ہے ——— اور جس کی، ہمیں کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ شاید انہوں نے غالی شافعیہ سے بچنے کی کوشش کی ہے یا پھر وہ اس کی ان مشہور و معروف کوتاہیوں سے واقف نہیں تھے۔ ہاں! اتنا ہے کہ انہوں نے "تطہیر الجنان" کے رد میں ایک کتاب لکھی تھی، اور اس کا نام رکھا تھا: "صادق الفجرین فی الجواب عن سوال اہل البحرین"۔ یہ بھی خبر ملی ہے کہ یہ کتاب عراقی علاقوں میں متداول ہے اور "الصواعق" کا رد تو بہت سوں نے لکھا ہے۔

اس گفتگو سے مقصود یہ ہے کہ نبہانی کا اعتراض و تنقید بالکل بے جا ہے، بلکہ یہ صریح زیادتی ہے جو اس کے بے ایمان ہونے کا تقاضا ہے اور انہوں نے ابنِ حجر کی بعض نقول کو جو غلط قرار دیا ہے، وہ قوانینِ مناظرہ کے عین مطابق ہے جو شخص فنِ مناظرہ اور اس کی اقسام و انواع سے علم و واقفیت رکھتا ہے اس پر یہ مخفی نہیں ہے۔

تنقید نبہانی کا یہ کہنا کہ صاحب "جلاء العینین" نے امام تقی الدین سبکی کے ساتھ نہایت بُرا، رسوا کن اور رنجیدہ سلوک کیا ہے یہاں تک کہ ان کے لیے "امام" اور "شیخ الاسلام" جیسے الفاظ استعمال کرنے سے گریز کیا ہے بس یوں کہا ہے کہ: "سبکی نے" یا "قاضی سبکی نے"

کہا در حقیقت وہ "شیخ الاسلام" کے لقب کے مستحق ہیں کیونکہ وہ شام کے قاضی القضاۃ تھے اور جید علماء کے امام تھے "شیخ الاسلام" ایک اصطلاح ہے جو شخص قاضی القضاۃ ہو لوگ اس کو اس لقب سے یاد کرتے ہیں۔ اس اصطلاح کے مطابق ابن تیمیہ "شیخ الاسلام" کے مستحق نہیں ہیں، اگرچہ وہ مسلمانوں کے اکابر شیوخ اور علماء اعلام کے امام تھے۔

جواب اولاً یہ کہ اعتراض خلافِ واقعہ ہے "شذرات" اور دوسری کتابوں کے مطابق مصنف "جلاء العینین" نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے "الامام، العلامہ، شیخ الاسلام، علم الاعلام تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی الشافعی، الاصولی اللغوی البیانی، الجدلی الخلافی النظار" پھر امام سیوطی سے ان کی پیدائش اور اساتذہ کو نقل کیا ہے اور ان کا یہ قول بھی لکھا ہے کہ ان سے بہت سے لوگوں نے مختلف علوم میں مہارت حاصل کی، اور فضلاء نے اس کا اقرار کیا ہے۔ جلال قزوینی کے بعد شام کا عہدۂ قضاء ان کے سپرد ہوا تھا انہوں نے بہت سی مطول اور مختصر کتب لکھی ہیں۔ ان کے بعض اشعار بھی ذکر کئے ہیں۔ پھر ان کی تاریخِ وفات بیان کی ہے، اور ان کی اس خواہش و درخواست کا بھی ذکر کیا ہے کہ عہدۂ قضاء پر ان کے بیٹے کو ان کا جانشین بنایا جائے۔ ان کی یہ درخواست قبول کر لی گئی تھی۔ پھر ان کے لیے "رحمہ اللہ" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اب اس کے بعد اور کیا کہنا چاہیے، بس اتنی کسر رہ گئی تھی کہ کہا جاتا، ان کے پاس وحی آتی تھی۔ اور آسمان کے فرشتے ان کے شاگرد تھے، اور ان سے علوم و فنون حاصل کرتے تھے۔ اور خضر نے علم لدنی ان ہی سے حاصل کیا تھا۔ اس طرح کی اور باطل اور فضول باتیں کہی جاتیں، اور غلو کیا جاتا تاجو بدنصیب لوگوں کا کام ہے۔ بس پھر شیخ بنہانی اور ہیکل صمدانی خوش ہو جاتا۔ وہ ان مبالغہ آمیز باتوں کو خاطر میں نہیں لایا۔ اس نے سبکی اور ابن حجر کے بارے میں ان عبارتوں کو بہت کم خیال کیا اور کہا کہ "اس نے ابن حجر کے بارے میں غیر مستحسن الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ایسے الفاظ عام طلبہ کے لیے بھی مناسب نہیں ہیں، اور ان دونوں کے ساتھ تحقیر آمیز اور برا سلوک کیا ہے"۔ حالانکہ انہوں نے دونوں کے بارے میں بہترین عبارت لکھی ہے اور ان کے ساتھ ایسا بہترین معاملہ کیا ہے جس کے وہ فریقین کے نزدیک مستحق نہ تھے، وہ جو عبارت بھی استعمال فرماتے، اس کے خیال میں وہ ان کے لائق نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے

ایسے ہی لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے :

"لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ[1]"

"ہرگز نہ گمان کریں ان لوگوں کو جو اپنے (ناپسندیدہ) کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی ایسے کاموں پر تعریف کی جائے جو انہوں نے کیے نہیں۔ ہرگز خیال نہ کیجئے کہ وہ عذاب سے چھوٹ جائیں گے۔"

اس کی تفسیر دیکھ لیجئے۔

ثانیاً اگر ہم تسلیم کر بھی لیں کہ انہوں نے ابن حجر اور سبکی کی تعظیم و ادب کا وہ خیال نہیں رکھا جو نبہانی اپنی عبارتوں میں رکھتا ہے اور اپنی عبارات میں ان کا حق ادا نہیں کیا تو یہ کوئی قابلِ مؤاخذہ امر نہیں۔ کیونکہ وہ ان کی تعریف اور قصیدہ گوئی لکھنے نہیں بیٹھے تھے، بلکہ انہوں نے شیخ پر ان کی افترا پردازیوں پر گرفت کی ہے اور شیخ پر ان کے اعتراضات کا رد کیا ہے۔ اور بتایا ہے شیخ کے بارے میں ان کی بات قابلِ قبول نہیں۔ کیونکہ وہ دونوں ان کے سخت مخالف، بلکہ دشمن ہیں۔ یہ مقام ان کی مدح گوئی کا نہیں کہ ان پر آفرین کے ڈونگرے برسائے جائیں۔ فنِ بلاغت سے سوجھ بوجھ رکھنے والوں سے یہ مخفی نہیں ہے!

ثالثاً اگر انہوں نے سبکی کے حق میں ایک دو بار "شیخ الاسلام" کا لفظ استعمال نہیں کیا تو اس سے کسی کے نزدیک بھی سجدہ سہو لازم نہیں آگیا۔ نہ حنفیہ کے نزدیک، نہ شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک، نہ حنبلیہ اور ظاہریہ کے نزدیک، نہ کسی اور کے نزدیک بلکہ وہ اس قانون کے مطابق بھی کسی سزا کے لائق نہیں، جس قانون کے مطابق فیصلے کرنے میں نبہانی بدنصیب نے بیت المقدس میں اپنی نصف عمر کھپا دی ہے۔ بلکہ یہ واجباتِ دینیہ اور مشروعاتِ اسلامیہ کا حصہ بھی نہیں ہے۔ بلکہ اگر کوئی یوں کہے "قال ابوبکر، قال عمر، قال عثمان، قال علی" — یا کہے "ابوہریرہ نے روایت کی" — یا کہے "حدثنا شعبة" (ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی) اسی طرح سب صحابہ کرام کا نام لے — یا کہے

---

[1] آلِ عمران : ۱۸۸

ابو حنیفہ سے، یا مالک سے، یا اوزاعی وغیرہ مجتہدین سے روایت کی ہے ——— یا ان جیسے دوسرے ائمہ کا صرف نام لے کر ذکر کرے —— اور ان کے ساتھ "شیخ الاسلام" کا لفظ نہ لگائے، تو اس سے اس نے کون سا قابلِ ملامت کام کیا ہے؟

ہاں! بعض علماء یہ ضرور فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کا ذکر کرتے وقت "رضی اللہ عنہم" کہنا مستحسن ہے!

اسی طرح علماء اور صلحاءِ اُمت وغیرہ کا ذکر کرتے وقت "رحمہم اللہ" کہنا چاہیے! —— شفاء کی شرح میں شہاب نے یہی تقریر کی ہے۔

ہم شیخ نبہانی سے پوچھتے ہیں کہ کتاب و سنت میں کہاں آیا ہے کہ سبکی وغیرہ کا ذکر "امام اور شیخ الاسلام" کے الفاظ سے کرنا چاہیے، اور اس کا تارک واجب التعزیر ہے؟ پھر تو ضروری تھا کہ ان دونوں میں سے کسی نے اس پر ایک رسالہ بھی لکھ مارا ہوتا۔ نبہانی کو ایسی گفتگو کرتے، اور عوام کے درمیان ایسی ہذیان گوئی کرتے حیا نہیں آتی؟ ایک صحیح حدیث میں وارد ہے:

"ان مما ادرک الناس من کلام النبوة الاولیٰ: اذا لم تستحی فاصنع ما شئت"!

"نبوتِ اولیٰ کا کلام جو لوگوں کو مل سکا ہے، اس میں سے یہ بھی ہے کہ جب تجھے شرم نہ رہے، تو جو چاہے سو کر"!

رابعاً کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ سبکی کسی فضیلت کی بناء پر "شیخ الاسلام" کے لقب کا مستحق ہے۔ کیا اس لیے کہ اس نے عوام میں غیر اللہ کی عبادت کا شوق پیدا کرنے کی سر توڑ کوشش کی ہے، اور دین میں غلو کا مرتکب ہوا ہے؟ یا اس لیے کہ اس نے رشوت کے ذریعے ملکِ شام میں نیابت حاصل کی؟ اب وہ اس عہدے کا اتنا حریص ہے کہ چھوڑے نہیں چھوڑتا، اور خواہش رکھتا ہے کہ اس کے بعد اس کا بیٹا اس عہدے پر متمکن ہو۔ یا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے بہترین بندوں کو گالیاں بکتا ہے؟ یا کتاب و سنت کی تعلیم سے جہالت کی بناء پر؟ جیسا کہ حافظ شہیر عبدالہادی نے اس طرف توجہ دلائی ہے! غرضیکہ وہ کسی لحاظ سے بھی "شیخ الاسلام" کے لقب کا مستحق نہیں، البتہ جس لقب کا وہ صحیح طور پر حق دار ہے، وہ ہے: "شیخ الغلاة" "جلاء العینین" کے مصنف نے (اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے) شیخ کے دشمن اور مخالفین نیز دشمنانِ حق، اپنی گمراہی کی بناء پر جن القاب و الفاظ کے حق دار تھے، وہ انہوں نے ان کے لئے استعمال

نہیں فرمائے۔ حدیث شریف میں ہے :

"اذا مدح الفاسق غضب الرّب ۔" "فاسق کی مدح سے رب تعالیٰ غضبناک ہوجاتا ہے ۔"

پھر صاحبِ عناد و بلادت نبہانی کی یہ بات بھی بڑی عجیب ہے کہ "قاضی القضاۃ کو شیخ الاسلام" کے لقب سے ملقب کیا جاتا تھا اور ابن تیمیہ اس اصطلاح کے مطابق شیخ الاسلام کے لقب کے مستحق نہیں۔ الخ" !

اس نادان نے اس طرح اپنے امام کی لاشعوری طور پر مذمت کی ہے گویا اس کا مطلب یہ ہوا: شیخ الاسلام ایک بے معنی لفظ ہے اور بغیر مسمّٰی کے اس اسم کا دعویٰ باندھ لیا ہے ایسے لوگوں کی آج بھی یہی عادت ہے۔ ہم سنتے ہیں کہ اس زمانہ میں اسلام کے بہت سے مشائخ ہیں لیکن بغیر مسمّٰی کے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: فلاں صاحبِ فضیلت، فلاں صاحبِ سماحت، فلاں صاحبِ سعادت اور فلاں صاحبِ عزّت وغیرہ لیکن جس شخص کے متعلق یہ الفاظ کہے جاتے ہیں ان میں نہ فضیلت ہوتی ہے نہ سماحت اور نہ سعادت و عزّت یہ بات معمولی علم و فہم کا آدمی بھی جانتا ہے مگر وہ لوگ ان الفاظ کا ایسے لوگوں پر اطلاق نہیں کرتے جو فی الواقع ان معانی و صفات سے متصف ہوتے ہیں کیونکہ ان کو عصری اصطلاح مانع ہوتی ہے۔ اس کی مثال اس طرح سمجھئے کہ اہلِ لغت نے فلاۃ (جنگل) کا نام مفازہ (کامیابی) رکھا ہوا ہے اور اعمٰی (نابینا) کا بصیر (بینا) لدیغ (جس کو سانپ بچھو نے کاٹ لیا ہو) کو سلیم (تندرست) آدمی وغیرہم الفاظ جو اپنے مقام پر مذکور ہیں۔

علامہ ابنِ خلدون نے مقدمے کی بتیسویں فصل میں "امیرالمومنین" کا لقب اختیار کرنے پر بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ خلافت کی خصوصیات میں سے ہے۔ یہ عہدِ خلفاء میں ہی جاری ہوا تھا اور فرمایا: عجمی شاہانِ مشرق کو خلفاء ایسے خصوصی القاب سے نوازتے تھے جو ان کی وفاداری اور اطاعت گزاری اور بہترین نظمِ حکومت کے مظہر ہوں۔ مثلاً شرف الدولہ، عضد الدولہ، رکن الدولہ، معز الدولہ، نصیر الدولہ، نظام الملک، بہاء الدولہ، ذخیرۃ الملک وغیرہ عبیدیین بھی اپنے امراء کو مخصوص ناموں سے نوازا کرتے تھے۔ جب وہ خلافت کے قابو سے نکل گئے تو بھی خلافت کا ادب و لحاظ ان کے پیشِ نظر رہا اور وہ وہی القاب استعمال کرتے رہے جو ان کو بارگاہِ خلافت سے عطا ہوئے تھے اور خلافت کے الفاظ

سے پرہیز کرتے رہے، اور اس کے مخصوص امتیازات سے بچتے رہے جب حکومت پر ان کا استبداد چھا گیا، دولت وسلطنت میں ان کی شان بلند ہوگئی اور خلافت کی عصبیت ختم ہوگئی تو ان حالات میں متغلبین اور مستبدین اور مشرق کے عجمی متاخرین نے ایسے القاب اختیار کئے جن سے ان کی مطلق العنانی کا اظہار ہو اور ثابت ہو کہ وہ کسی کے ماتحت نہیں ہیں۔ اس پر انہوں نے اضافہ یہ کیا کہ ان القاب کی دین کی طرف اضافت کی وہ کہنے لگے، صلاح الدین، اسد الدین، نور الدین لیکن اندلس میں طوائف الملوکی کے دوران وہاں کے سربراہوں نے خلافت کے القاب تقسیم کر لئے کیونکہ وہاں خلافت کی عصبیت موجود تھی انہوں نے ناصر، منصور، معتمد، مظفر وغیرہ القاب اختیار کئے۔ ابن ابی شرف اس برائی کو یوں ظاہر کرتا ہے ؎

مما یزھدنی فی أرض أندلس　　أسماء معتمد فیھا و معتضد

"مجھے ارضِ اندلس سے اس لئے دلچسپی نہیں ہے کہ وہاں معتمد اور معتضد جیسے نام ہیں"۔

ألقاب مملکۃ فی غیر موضعھا　　کالھر یحکی انتفاخا صورۃ الاسد

"مملکت کے ان غلط القاب کی بالکل وہی حیثیت ہے، جو بلی کی ہوتی ہے وہ جب غراتی ہے، تو شیر کی صورت سامنے آجاتی ہے"۔

ابن خلدون نے اس پر طویل بحث کی ہے۔

شیخ نبہانی کا مقصد بھی یہی مفہوم ہے۔ اصطلاحاً اس لقب کا اس پر اطلاق کر کے اپنے امام کی وہی تصویر پیش کی ہے، جس طرح بلی پھول کر شیر کی شکل پیش کرتی ہے۔ سبحان اللہ! کتنی باریک بینی ہے، اور کتنی دور کی کوڑی ہے؟ اگر شیخ الاسلامؒ ایک اصطلاحی لفظ ہے، جو اپنے معنیٰ سے خالی ہے، تو ایسا اصطلاحی لقب ہم ابن تیمیہؒ کے لئے تجویز نہیں کرتے۔ ہم ان کو شیخ الاسلام کا لقب لغوی اور شرعی لحاظ سے دیتے ہیں۔ الحمد للہ وہ معنیٰ سے خالی اصطلاحی تعبیرات سے مستغنی ہیں۔ ابن تیمیہؒ کے آثار وفضائل جن کا اقرار ہر موافق ومخالف کو ہے، ان کو اس قسم کے الفاظ کے اطلاق سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔

علامہ حافظ، امام ناصر الدینؒ شافعی نے "الرد الوافر" میں ایسے لوگوں کو بیان کیا ہے، جنہوں نے شیخ ابن تیمیہؒ کی مدح گوئی کی ہے اور ان کو "شیخ الاسلامؒ" کے لقب کا حقدار قرار دیا ہے، جس سے نبہانی رسوا ہو کر رہ گیا ہے۔

تنقید "ابنِ تیمیہ تو ایسا شخص ہے جس کے عقیدے کو مطعون کیا جاتا ہے الخ"!

جواب ایسی باتوں کا جواب کئی بار دیا جا چکا ہے' اب پھر اس کے جواب سے سمع خراشی کی ضرورت نہیں ہے۔ ابنِ سند کہتا ہے ؎

وما علی العنبر الفواح من حرج ان مات من شمه الزبال والجعل

"مہکنے والے عنبر کا اس میں کوئی قصور نہیں' کہ اس کو سونگھ کر گوبر اور گندگی کے کیڑے مر جائیں"۔

أو هل علی الاسد الکرار من ضرر ان ینهق العیر مربوطا أو البغل

"یا بھلا پلٹ کر حملہ آور ہونے والے شیر کو بندھے ہوئے گدھے یا خچر کے ہینگنے سے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے؟"

أو هل علی الانجم الخضراء منقصة ان عابها من حصی الخضراء منجدل

"اگر سر سبز اور تازہ گھاس کو خاک آلود سبز سنگریزے طعنہ دیں' تو کیا اس سے اس کی شان میں کمی واقع ہوتی ہے؟"

تنقید "نہ معلوم صاحب 'جلاء العینین' نے ان سے بدسلوکی کیوں کی ہے؟ اور ابنِ تیمیہ کی طرف پوری طرح کیوں جھک گیا ہے' جب کہ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ اہلِ سنت و جماعت میں سے ہے؟ نہیں' بخدا وہ اہلِ بدعت سے ہے' اور روحوں کی مناسبت و مطابقت کی وجہ سے وہ آپس میں ایک "جنودِ مجندۃ" (جمع شدہ لشکر) ہیں' اس کی روح ابنِ تیمیہ کی روح کے لشکر سے ہے' اس لیے ان ائمہ اعلام (سبکی اور ابنِ حجر وغیرہ غالیوں) کے ساتھ وہ کیسے مانوس ہو سکتے ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ اس نے ان کے حق میں یہ وطیرہ اختیار کیا ہے۔ الخ"!

جواب اس کا جواب کئی وجوہ سے ہے:

۱۔ اے کج فہم نبہانی! ہم تجھ سے پوچھتے ہیں' ابنِ حجر اور سبکی نے شیخ ابنِ تیمیہؒ' ان کے شاگردوں' ان کے ساتھیوں' اور حفاظ الحدیث کی جماعت کی مخالفت میں ان سے جو ہو سکا سو کیا۔ ان کو گالیاں بکیں اور ان پر لعن طعن کیا۔ یہ باتیں ان کی کتابوں میں مشہور ہیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

ابنِ حجر نے اپنی ایک کتاب میں ہی اس کو کافی خیال نہیں کیا' بلکہ 'تحفہ' میں اور 'فتاویٰ فقہیہ' میں اور 'فتاویٰ حدیثیہ' وغیرہ میں اس کو بیان کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب "الجوهر المنظم فی زیارۃ القبر المعظم" میں لکھتا

ہے" مجملاً یہ کہ ابن تیمیہ ایک ایسا بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ و بے راہ کر دیا ہے اور اس کے لیے ذلت و رسوائی کا سامان مہیا کر دیا ہے اور تباہ کر دیا ہے اور اس کے زبردست افتراء و کذب نے اس کو بدنامی اور ذلت و رسوائی کے مقام پر لا کھڑا کیا ہے اس طرح اس کو بدنصیب بنا دیا ہے، پھر کہا ہے کہ "شیخ الاسلام، عالمِ انام جن کی جلالتِ قدر، اجتہاد و صلاحیت اور امامت پر اجماع ہے یعنی تقی سبکی قدس اللہ روحہٗ و نور ضریحہٗ نے ایک مستقل تصنیف میں اس کا رد کیا ہے جو نہایت عمدہ اور مفید ہے اور اس میں سب درست باتیں کی ہیں۔ اس میں انہوں نے واضح دلائل کے ساتھ راہِ صواب کو واضح کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کی قدردانی کرے اور ہمیشہ ان پر اپنی رحمت اور رضاء کی بارش برسائے!" — پھر کہا:

"کائنات کی یہ کتنی بڑی ستم ظریفی ہے کہ ایک جھوٹے حنبلی نے بڑی جسارت کی ہے اور با پردہ خوب صورت چہروں پر گرد اڑائی ہے جن کو کسی جن و انس نے کبھی چھوا تک نہ تھا۔ اس نے ایسی باتیں بیان کی ہیں جن سے اس کی جہالت و غباوت کا پردہ چاک ہو گیا ہے۔ کاش جب اس نے جہالت کا مظاہرہ کیا تھا تو اپنے رب ہی سے شرم کرتا! اور جب اس نے کوتاہی کی تھی تو عقل ہی سے کام لیتا۔ مگر جب شقاوت غالب آجائے اور غباوت مستحکم ہو تو یہی صورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے پناہ میں رکھے اور ہم تیرے حضور تضرع کرتے ہیں کہ ہمیں ہمیشہ واضح ترین مسلک پر چلا۔ ابن تیمیہ کی صورتِ حال مذکورہ بیان کے عین مطابق ہے یہ لغزش ختم ہوتی نظر نہیں آتی — اس مصیبت کی نحوست دائمی و سرمدی ہے۔ اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں اس نے نفس و خواہش —— نیز شیطان کی تسویل و اغواء سے سمجھا کہ مجتہدین کے ساتھ اس نے درست نشانہ بازی کی ہے۔ اس محروم کو پتہ نہیں کہ وہ قبیح ترین برائی کا مرتکب ہوا ہے کیونکہ اس نے مسائلِ کثیرہ میں اجماع کا خلاف کیا ہے اور اپنے ائمہ خصوصاً "خلفاء راشدین" پر بودے اعتراضات کیے اور ایسی خرافات بیان کیں جن کو کوئی سننا پسند نہ کرے اور طبائع اس سے نفرت کریں۔ یہاں تک کہ بڑھ کر وہ اللہ تعالیٰ کی جناب، جو ہر نقص سے منزہ اور نفیس ترین کمالات کی مستحق ہے، کی طرف عظائم و کبائر کی نسبت کی اور اس کی عظمت کی دیوار میں نقب زنی کی اور اس کی جلالت و کبریائی کو توڑا اور سرِ عام منبر پر جہت و تجسیم کو بیان کیا اور ان متقدمین اور متاخرین کو گمراہ کہا جو یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ علماء عصر اس کے مقابلے میں آ

گئے' اور سلطان کو اس کے قتل یا قید کر دینے پر مجبور کرنے لگے۔ چنانچہ اس مطالبے کی بناء پر سلطان نے اس کو قید کر دیا اور وہیں فوت ہوا۔ تب جا کر یہ بدعات ختم ہوئیں! اور اندھیرے چھٹے!۔ اس کے بعد اس کے پیروکاروں نے اس کی تائید کی' اللہ تعالیٰ انہیں ترقی اور عزت نہ دے' بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ذلت و مسکنت ڈال دی، اور وہ غضب الٰہی کے ساتھ لوٹے۔ یہ ان کی نافرمانی اور تجاوز حدود کا نتیجہ ہے۔ انتھیٰ کلام ابن حجرؒ۔ ایسی گفتگو اس کی کتابوں میں بکثرت ہے۔ ہم نے اس کا نزکی ترکی جواب دیا ہے' اور اس کے افتراء، جھوٹ اور غلط بیانی کو واضح کیا ہے جو ہوائی قلعے تعمیر کئے تھے، ہم نے دلائل و براہین سے ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے۔ اس سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ ہم نبہانی سے پوچھیں، ابن حجر کی اس بے باکی اور جسارت کی کیا وجہ ہے؟ اور اس کے کینے اور دشمنی کا سبب کیا ہے، جو اس نے مومنوں اور سلف کے بارے میں ظاہر کی ہے؟ ابن حجر کی طرف سے جو تم جواب دو گے' وہی ہمارا جواب مصنف "جلاء العینین" کی طرف سے ہوگا۔ حالانکہ انہوں نے ابن حجر پر نہ تو لعنت بھیجی ہے' اور نہ اس کو گالی دی ہے۔ انہوں نے اس کے' اور اس جیسے دوسرے غالیوں کے بارے میں وہ نہیں کہا' جو اللہ تعالیٰ نے یہود کے حق فرمایا ہے کہ ان پر ذلت و مسکنت ڈال دی گئی ہے اور وہ غضب الٰہی کے ساتھ لوٹے ہیں۔ حضرت شیخ ابن تیمیہؒ اور آپؒ کے شاگردوں اور ساتھیوں نے تو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی ہے' اور صالح عمل کئے ہیں' اور اس کے دین کی مدافعت کی ہے' اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا ہے' اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال تعظیم کی ہے' اور بدعت و گمراہی اور کفر کے ارکان کو منہدم کیا ہے۔ ان کی متداول کتب اس پر شاہد عدل ہیں' اور ابن حجر کے جھوٹ کو طشت ازبام کر رہی ہیں' اور اس کے چہرے پر ذلت و رسوائی کی ایسی کالک مل رہی ہیں' جو کبھی اتر نہ سکے گی۔ کیا احسان کا یہی بدلہ ہے؟ کیا قرآن و سنت کے نگہبانوں کے متعلق یہ انداز بیان درست ہے؟

نبہانی اگر عبارت کو درست پڑھ سکتا ہے' تو "جلاء العینین" کے مطالعے سے اس کے سامنے یہ حقیقت کھل کر آ گئی ہوگی کہ مصنف نے ابن حجر کے متعلق اچھے الفاظ استعمال کرنے اور اس کا ادب اور لحاظ کرنے میں بخل سے کام نہیں لیا' حالانکہ ہر انصاف پسند جانتا ہے کہ ابن حجر اس حسن سلوک کا اہل نہیں ہے۔

اس کی کیفیت کا تصور بھی محال ہے۔ وہ امثال واشکال میں داخل نہیں ہے۔ اس کی صفات بھی اس کی ذات کی طرح ہیں تو وہ اپنی صفات میں جسم نہیں، اور وہ اپنی پیدا کردہ مخلوق کے ساتھ مشابہت سے بہت بلند ہے۔ ارشاد ہے:

"لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ" ۱ "اس کی مثل کوئی چیز نہیں، وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔"

جو کچھ دنیا کر رہی ہے، اس کے ارادے سے ہے۔ اگر ان کو اس کی طرف سے عصمت حاصل ہوتی تو اس کی نافرمانی نہ کرتے۔ اگر وہ چاہے کہ سب اس کے اطاعت گزار ہوں، تو سب اس کے اطاعت گزار بن جائیں۔ اس نے مخلوقات اور ان کے افعال کو پیدا کیا ہے، اور ان کی عمروں اور رزقوں کا اندازہ کیا ہے۔ آسمانوں اور زمینوں میں اس کا کوئی ہم نام اور برابر کا نہیں ہے۔ وہ عرش پر مستوی ہے، اور دنیا پر حاوی ہے۔ اس کا علم سب اشیاء کو محیط ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور اس کی صفات میں سے ایک صفت ہے، جو غیر محدث اور غیر مخلوق ہے۔ وہ رب العالمین کا کلام ہے، جو حفاظ کے سینوں میں محفوظ ہے۔ بولنے والوں کی زبان پر جاری ہے، کانوں سے سنا جاتا ہے، اور کاتبوں کے ہاتھوں سے لکھا جاتا ہے۔ ناظرین اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس کی برہان ظاہر ہے، اس کا حکم زبردست ہے، اس کا معجزہ ہونا اظہر من الشمس ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی، تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے نفوس کو پیدا فرما کر ان کو سیدھا، درست اور برابر کیا۔ ان کو فجور اور تقویٰ کا الہام کیا، اور ان کا تقدیر کے اچھے برے ہونے پر ایمان ہے۔ اور یہ کہ ہر بندے کے ساتھ اس کا محافظ اور اعمال لکھنے کے لیے فرشتہ ہر وقت تیار ہوتا ہے، اور حفاظت کنندہ اور گواہ ہوتا ہے۔ وہ دونوں اس کی نیکیاں اور برائیاں لکھتے رہتے ہیں۔ ہر مومن و کافر اور نیک و بد کو اس کی موت کے وقت اس کا عمل دکھا دیا جاتا ہے۔ وہ مرنے سے قبل ہی دوزخ و جنت میں اپنا مقام دیکھ لیتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے سوا ہر ایک کے پاس قبر میں منکر اور نکیر فرشتے آتے ہیں، اس سے سوال کرتے ہیں، اور اس کے عقیدے کا اور ایمان کا امتحان لیتے ہیں۔ مومن قبر میں نعمتوں سے خوش کیے جاتے ہیں، اور کافر کو عذاب الیم دیا جاتا ہے۔ مخلوق میں سے کوئی بھی تقدیر سے بچ نہیں سکتا۔ لوح محفوظ میں لکھے سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ قیامت

---

۱ الشوریٰ : ۱۱

۲۔ نبہانی سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر مصنف نے کہیں ایسا کیا ہے تو انہوں نے انصاف سے کام لیا ہے اور اس کا ایک سبب اقوالِ ائمہ اور قرآن و سنت کا مزید علم اور تعمیلِ ارشادِ خداوندی ہے کہ :

"کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ[1] ۔ الآیۃ"	"تم بہترین امت ہو جو اس لیے برپا کیے گئے ہو کہ لوگوں کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دو"

اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بجا آوری ہے :

"من علمه الله علماً فکتمه الجمه الله بلجام من النار"	"جس کو اللہ تعالیٰ علم کی دولت سے نوازے، اور وہ اس کو چھپائے تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ کی لگام پہنائے گا"

اس طرح اس نے حق و انصاف کو اختیار کیا ہے جو اہلِ سنت کا شیوہ ہے وہ اللہ و رسولؐ کے حکموں کو من وعن قبول کرتے ہیں، اور نصوص کو اپنی خواہشِ نفس کے مطابق نہیں توڑتے مروڑتے بلکہ متشابہ احکام کو محکم نصوص کی روشنی میں حل کرتے ہیں۔ یہ صفت اہلِ حق کی ہے جو قیامت کے دن نجات پانے والے ہیں۔ سنت و بدعت کا معنیٰ و مفہوم پہلے بیان ہو چکا ہے وہیں ہم نے یہ واضح کر دیا ہے کہ اہلِ حق کون ہیں؟ اور بدعتی کون ہیں؟ مصنف "جلاء العینین" کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالےٰ ایک ہے، وہ ذاتِ صمدانی ہے اس میں کسی وقت کوئی تبدیلی نہیں آسکتی نہ کوئی اس کا باپ ہے، نہ بیٹا۔ وہ سمیع و بصیر ہے، بدیع و قدیر ہے، حکیم و خبیر ہے، علی و کبیر ہے، ولی و نصیر ہے، قوی و مجیر ہے۔ نہ کوئی اس جیسا ہے، نہ اس کی کوئی نظیر ہے نہ اس کا کوئی معاون و مددگار رہے، نہ کوئی اسکا شریک ہے نہ کوئی مشیر و وزیر ہے وہ قدیم ہے، اپنی قدامت کے ساتھ کوئی بھی اس کی کیفیت کو بیان کرنے پر قادر نہیں۔ آنکھیں اس کو دیکھ نہیں سکتیں کہ بیان کرسکیں۔ کوئی جگہ اور کوئی زمانہ اس کے علم سے خالی نہیں اس سے پہلے کوئی زمانہ یا وقت نہیں تھا اور نہ اس سے پہلے کون و مکان تھا۔ اس کی کنہ اور ماہیت الفاظ کی گرفت میں نہیں آسکتی، اور نہ کسی کو اس کی طاقت ہے۔

---

[1] آلِ عمران : ۱۱۰

بہرحال آنی ہے اور قبروں کے سب لوگ اس دن اُٹھائے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ دوبارہ اسی طرح پیدا فرمائے گا جس طرح پہلی بار پیدا فرمایا تھا چاہے وہ قبروں میں ہوں یا ان کو مچھلیاں اور درندے کھا گئے ہوں یا پرندے نوچ گئے ہوں۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے نیک بندوں کے لئے تجلّی فرمائے گا اور وہ اس کی اپنی آنکھوں سے زیارت کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کچھ مخلوق کو دوزخ سے نکال کر جنت میں بسائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گنہگاروں کے حق میں شفاعت قبول فرمائے گا۔ پل صراط حق ہے اس سے نیک لوگ خیریت سے گزر جائیں گے اور قیامت کے دن میدانِ حشر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حوض ہوگا جس سے مومن سیراب ہوں گے اور کفار کو اس سے پیچھے دھکیل دیا جائے گا۔ اور ایمان نام ہے قول باللسان اور اخلاص بالجنان اور عمل بالارکان کا۔ ایمان نیک اعمال سے بڑھتا ہے اور گناہوں سے کم ہوتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیّین اور افضل المرسلین ہیں۔ آپؐ کی امت سب امتوں سے بہتر اور افضل ہے۔ اس امت کا بہترین زمانہ وہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے۔ لوگ آپؐ پر ایمان لائے اور آپؐ کی تصدیق کی۔ اور اس زمانہ میں بہترین لوگ چودہ سو صحابہ کرام ہیں جنہوں نے آپؐ کے دستِ مبارک پر بیعتِ رضوان کی تھی اور ان سے افضل بدری صحابہ ہیں اور ان میں سے افضل وہ چالیس ہیں جنہوں نے گھر میں آپؐ کی حفاظت کی تھی۔ ان میں سے افضل عشرہ مبشرہ ہیں جنہوں نے آپؐ کو قوت دی اور آپؐ کی تعظیم کی اور آپؐ نے ان کو جنت کی بشارت دی۔ آپؐ جب فوت ہوئے تو ان سے راضی تھے۔ ان دس بزرگوں سے افضل چار خلفاء راشدین ہیں۔ ان چار میں سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ، ان کے بعد حضرت عثمانؓ، ان کے بعد حضرت علیؓ۔ صحابہؓ کے بعد افضل زمانہ تابعین کا ہے، پھر تبع تابعین کا پھر ان کے بعد کا۔ پھر وہ لوگ افضل ہیں جو ان کے متبع اور پیروکار ہیں اور ہم سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت کرتے ہیں اور ان کے اختلافات پر بحث سے گریز کرتے ہیں۔ ان کی غلطیاں نہیں پکڑتے، ان کا ذکر احسن طریقے پر کرتے ہیں اور ان کے اختلافات میں دخل نہیں دیتے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل درآمد کرنے کے لیے :

"وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ" [1]

"اور جو لوگ ان کے بعد آئے، وہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے، نیز ایمان لانے والے ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے، جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں ——— اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے بارے میں کینہ نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے پروردگار، تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے"!

اللہ تعالیٰ اس پر ہمیں ثابت قدم رکھے، اور ہمیشہ صراطِ مستقیم پر گامزن رکھے۔ آمین!

صاحب "جلاء العینین" نے جب سے ہوش سنبھالا اور حرام و حلال کو سمجھنے لگے، ان کا عقیدہ یہی تھا یہاں تک کہ وہ قبر میں پہنچ گئے، اور ان کے والد صاحب، جو ایک مشہور مفسر گزرے ہیں، نے عقائد کے موضوع پر جو لکھا تھا، اس میں سے یہ بعض باتیں ہم نے ذکر کی ہیں۔

اب بتایا جائے کہ نبہانی کو کیا پڑی تھی کہ وہ ان عقائد کے حامل کو "بدعتی" سے تعبیر کرتا، پھر اس ظالم نے اسی پر بس نہیں کی، بلکہ حلفاً کہا کہ "صاحب "جلاء العینین" اہلِ سنت میں سے نہیں کیونکہ وہ ابنِ تیمیہ کا مؤید ہے، غیر اللہ کے لیے استغاثہ اور مخلوق سے دعاؤں کو ناجائز بتاتا ہے" وہ اپنی قسم کو توڑ بیٹھا ہے۔ اگر وہ اہلِ ایمان میں سے ہے، تو اس پر کفارہ واجب ہے۔

درحقیقت وہ لمبی گمراہی میں ہے، اور ضلالت کے آخری درجے تک جا پہنچا ہے!۔ اس کے اشعار میں غلو اور الحاد کی بیماری ہے، اور جس مسلک پر وہ چلتا رہا، اسی پر اس کو موت آئی۔ یہ سب ببانگِ دہل اعلان کرتے ہیں کہ وہ ایمان سے خارج ہو گیا ہے، اس پر مزید یہ ہے کہ اس نے اہلِ توحید کو بدنام کرنے کی مہم شروع کر رکھی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو گالیاں بکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی کتنا بردبار ہے۔ کتنا بلند شان اور عظمتوں والا ہے کہ اس نے ان کو مہلت دے رکھی ہے!

اس کے متقدمین بھائی (یہودی) بھی ایسی ہی باتیں کرتے رہے ہیں، اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی حق ہے، جس پر وہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] الحشر: ۱۰

"وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ" (البقرة:۱۱۳)

"یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی کسی چیز پر نہیں — اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی کسی چیز پر نہیں حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں . . !"

"وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ" (البقرة:۱۲۰)

"اور آپؐ سے یہودی اور عیسائی کبھی راضی نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ آپؐ ان کی ملت کی پیروی کریں کہہ دیجئے! اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے اگر آپؐ نے علمِ وحی آجانے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کو اللہ تعالیٰ سے بچانے والا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار!"

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں سے ہر ایک گروہ یہ باطل خیال رکھتا ہے کہ وہ حق پر ہے، کوئی اور نہیں ان کی یہ بات بلا دلیل ہے، اور عقل اس کو تسلیم ہی نہیں کرتی۔ یہ بات وہ محض تقلیدِ آباء کی وجہ سے کہتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ وہ کتاب بھی پڑھتے ہیں جس میں یہ بات مذکور ہے کہ حق وہ ہے جس پر دلیل و برہان قائم ہو نہ کہ وہ جس کا جھوٹا دعویٰ باندھ لیا جائے۔ یہی حال نبہانی اور اس قماش کے دوسرے غالی لوگوں کا ہے۔ وہ بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حق وہ ہے جو انہوں نے اپنے اسلاف و مشائخ سے لیا ہے اگرچہ دلیل اس کے خلاف ہی ہو!

دوسری آیتِ شریفہ میں بتایا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں سے کبھی راضی نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ ان کی ضلالت و گمراہی کو وہ قبول کرلیں حالانکہ ان کی ضلالت و گمراہی کی خرابی اور بطلان، دلائل و براہین سے ثابت ہے ان کا اعتماد دلائل و براہین پر نہیں ہے، بلکہ تقلیدِ آباء پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ جب آپؐ کو اپنے برحق ہونے پر اطمینان ہے، نیز آپؐ کو ان کے باطل ہونے کا علم و یقین حاصل ہو چکا ہے، تو اس کے بعد بھی آپ نے اگر ان کی خواہشاتِ نفس کو (جسے انہوں نے دین و مذہب کا نام دے رکھا ہے) قبول کرلیا تو حق سے اعراض کرنے اور راہِ مستقیم سے ہٹ جانے والے جس سزا کے مستحق ہیں، اس سے آپ کو کوئی معین و ناصر نہیں بچا سکتا، نہ آپ کو کہیں پناہ مل سکے گی! یہود و نصاریٰ کی طرح نبہانی بھی اپنے باطل و ضلالت

کے مخالف کو جو کلام اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے دلائل سے ثابت شدہ حق پر قائم ہو، معاف کرنے کے لیے تیار نہیں یہاں تک کہ اس کے الحاد اور بے دینی جس کے فاسد و باطل ہونے پر ہزاروں دلائل موجود ہیں، کی اتباع کی جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حق اتباع کے زیادہ لائق ہے اور اللہ اور رسول کی رضا، ان کے دشمنوں کی رضا پر مقدم ہے۔ ان حالات میں نبہانی اگر اہلِ حق کو گالیاں بکے، اور ان کو غلط اور ذلت آمیز الفاظ و القاب سے یاد کرے تو تعجب کی بات نہیں ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

اذا رضیت عنّی کرام عشیرتی　　　فلا زال غضبان علیّ لئامھا

"جب میرے رشتہ داروں میں سے معزز لوگ مجھ سے راضی ہوتے ہیں، تو میرے خاندان کے کمینے لوگ مجھ پر ناراض ہوتے ہیں"۔

تنقید اس نے کہا کہ "ارواح کے مناسبات کی وجہ سے لشکر ہوتے ہیں۔ اس کی روح ابنِ تیمیہ والے ارواح کے لشکر میں سے ہے، وہ ان ائمہ اعلام کی ارواح کے ساتھ مانوس نہیں ہو سکتی یہی سبب ہے کہ اس نے ان کے ساتھ یہ رویّہ اختیار کیا ہے جب کہ ان کی زیرِ بحث باتیں ایسی ہیں، جن سے ان کے جدِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ظاہر ہوتی ہے اور اس کے امام ابنِ تیمیہ کا رویہ اس کے الٹ ہے مگر خاندانی وجاہت علم و ادب کی جگہ نہیں لے سکتی۔ الخ"!

جواب ہم کہتے ہیں، اس نے یہاں جو کچھ ذکر کیا ہے، وہ درحقیقت "کلمۃ الحق ارید بہا الباطل" کا مصداق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا"۔ [1]

"جو کوئی اللہ و رسول کی اطاعت کرتا ہے، وہ قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کی معیت میں ہوگا اور وہ کتنے اچھے ساتھی ہیں!"

آیت کی تفسیر یہ ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی، شریعت کی اتباع اور اس کے فیصلوں

---

[1] النساء: ۶۹

پر راضی ہو۔ جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی شدہ، اور جنہیں آپؐ لوگوں تک پہنچانے والے ہیں، تو وہ اللہ تعالیٰ کے بہترین انعام یافتہ بندوں نبیوں و صدیقوں و شہیدوں اور صالحین میں شامل ہو جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے:

"جَاءَ رجل الی النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلم وقال یا رسول اللہ انّک لَاَحبُّ الیّ من نفسی وانّک لَاَحبّ الیّ من ولدی وانّی لاکون فی البیت فاذکرک فما اصبر حتّٰی اٰتی فانظر الیک واذا ذکرتُ موتی وموتک عرفت انّک اذا دخلت الجنّة رفعتَ مع النّبیّین وانّی اذا دخلت الجنّة خشیتُ ان لّا اراکَ۔ فلم یرد علیہ النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلم شیئًا حتّٰی نزل جبریلؑ بھٰذہ الاٰیة۔"

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ مجھے میری جان و اولاد سے زیادہ محبوب ہیں۔ میں جب گھر میں ہوتا ہوں، اور آپؐ مجھے یاد آتے ہیں تو میں صبر نہیں کر سکتا یہاں تک کہ اگر آپؐ کی زیارت کرتا ہوں اور پھر جب میں اپنی اور آپؐ کی موت کو یاد کرتا ہوں تو مجھے یقین ہوتا ہے کہ آپؐ ضرور بالضرور جنت میں داخل ہو کر نبیوں کے پاس بلند ترین درجات پر فائز ہوں گے اور میں جب جنت میں داخل ہوں گا تو مجھے خدشہ ہے کہ آپؐ کی زیارت سے مشرف نہیں ہو سکوں گا۔ نبی کریمؐ خاموش رہے، اور کوئی جواب نہ دیا۔ حتیٰ کہ جبرئیلؑ یہ آیت لے کر اترے۔"

صدیق، شہید اور صالح کا معنیٰ تفسیروں میں بالتفصیل مذکور ہے۔ اس آیت میں طاعت کے نتیجے کو ظاہر کر کے اس کی ترغیب و فضیلت کو بیان کیا ہے تاکہ مزید شوق پیدا ہو کیونکہ اس کا نتیجہ وہ ہے، جو امتوں کی ہمتوں کی آخری حدیں ہیں اور ان کی آرزوؤں کا انتہائی مقام ہے۔ اس اعلیٰ مقام کو جو سب مخلوقات میں سے عظیم ترین ذات کی مجاورت ہے، جس کی طرف گردنیں اٹھا اٹھا کر للچائی نظر سے دیکھتے ہیں۔ "معیت" سے "درجے کا اتحاد" اور "جنت میں مطلق اشتراک" قطعاً مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک اس حالت میں ہو گا، جس سے ایک جنتی دوسرے جنتی کی جب چاہے گا رؤیت و زیارت سے مستفید ہو سکے گا۔ اگرچہ ان میں بہت زیادہ بُعد و مسافت ہی کیوں نہ ہو؟

بعض کہتے ہیں، اس میں کوئی چیز مانع نہیں کسی کو بطور عزت کے جب اللہ تعالیٰ چاہے اوپر لے جائے پھر اس کو واپس لے آئے اس سے اس کے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہوگا کہ وہ اس سے بہتر اور اعلیٰ زندگی میں ہے اس لئے اس کے دل میں حسرت نہیں ہوگی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اعلیٰ لوگ نیچے تشریف لے آیا کریں پھر بغیر کسی نقص وغیرہ کے اوپر چلے جایا کریں۔ بہت سی احادیث سے ثابت ہے کہ جنتی لوگ آپس میں ایک دوسرے کی زیارت کیا کریں گے۔ یہ شیخ ابن تیمیہ قدس اللہ روحہٗ لوگوں میں اللہ و رسولؐ کے سب سے زیادہ طاعت گزار تھے۔ ان کی کتابیں "الصارم المسلول" وغیرہ اس کی گواہ ہیں ہیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مخالفین سے بہت سی مشقتیں برداشت کی تھیں۔ اس پر مزید یہ کہ آپ زہد و تقویٰ اور پرہیزگاری کے بلند مقام پر فائز تھے جس کا انکار آپ کے دشمن بھی نہیں کر سکتے۔ ان کے ساتھی اور تلامذہ بھی ایسے ہی تھے!۔ آپؒ کے بارہ میں اکابر امتؒ کی شہادت کو ہم آپ کے مناقب میں ذکر کریں گے۔ حدیث شریف میں ہے:

"انتم شهداء الله في ارضه" "تم اللہ تعالیٰ کی زمین پر اس کے گواہ ہو"

اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے امید ہے کہ آپ انعام یافتہ بلند ہستیوں کی معیت میں ہوں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک جنازہ گزرا اور لوگوں نے اس کی تعریف کی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وجبت" کہ "اس کے لئے واجب ہے" اس سے بھی ہماری امید کو تقویت ملتی ہے کہ آپ کی روح ضرور انعام یافتہ بلند ہستیوں کی ارواح کے ساتھ ہوگی۔ "جلاء العینین" کے مصنف کے بارہ میں بھی امید یہی ہے کہ اس کی روح اس عظیم انسان کی روح کے ساتھ ہوگی جو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اطاعت گزار تھا مصنف موصوف کا شمار بھی ان لوگوں میں ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے مطیع اور اس کے دین اور سنت رسولؐ کی مدافعت کرنے والے ہیں۔ انہیں دشمنان دین اور اعداء موحدین نے زندگی میں بھی اور اس کے بعد بڑی تکلیفیں دی تھیں۔ ان میں سے اللہ و رسولؐ کا دشمن بنہانی بھی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے وہ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرما رہے تھے:

"الارواح جنود مجندة فما تعارف منها ائتلف وما تناكر منها اختلف" "ارواح کے جمع شدہ لشکر ہیں جن کی ارواح ایک دوسرے سے مانوس ہیں۔ ان کی آپس میں محبت

ہے اور جن کا آپس میں تعارف نہیں، ان کا
آپس میں اختلاف ہوتا ہے۔"

فتح الباری میں ہے کہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا مفہوم یہ بیان کیا ہے "احتمال ہے کہ اس سے خیر و شر، صلاح و فساد میں تشاکل مراد ہو نیک لوگ نیک لوگوں سے محبت و شوق رکھتے ہیں اور شریر لوگ شریر لوگوں سے محبت و انس رکھتے ہیں۔ ارواح کا تعارف طبیعتوں کے جبلی خیر و شر کے مطابق ہوتا ہے جب وہ متفق ہوتی ہیں، تو ان کی آپس میں محبت ہوتی ہے۔ جب اختلاف ہوتا ہے تو غیر مانوس ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی احتمال ہے، اس سے مراد ابتدائے آفرینش کی حالتِ غیب میں خبر دینا ہو جیسا کہ آیا ہے کہ ارواح اجسام سے پہلے پیدا کی گئی تھیں۔ وہ آپس میں ملتی تھیں اور ایک دوسری میں داخل ہوتی تھیں جب وہ اجسام میں داخل ہوئیں، تو ان کا تعارف و تناکر، امرِ اول اور عہدِ متقدم کے مطابق ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ "ارواح کی جسموں سے قبل پیدائش" کا مسئلہ سلفیوں کے نزدیک غیر پسندیدہ ہے، اس لئے یہ احتمال التفات کے لائق نہیں ہے" کسی اور نے کہا:

"اس سے مراد یہ ہے، ارواح ابتداء میں دو قسموں کی پیدا کی گئی تھیں —— ان کے تقابل کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اجسام جن میں ارواح ہیں، جب دنیا میں آپس میں ملتے ہیں تو وہ ارواح آپس میں مانوس یا غیر مانوس ہوتی ہیں" حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اس بات کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ بعض دفعہ دو متنافر روحیں آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگتی ہیں کیونکہ وہ ابتدائی ملاقات پر محمول ہوتی ہیں۔ یا پھر دوسری حالت میں ایسے نئے وصف کو اپنے اندر پیدا کر لیتی ہیں، جو نفرت کے بعد الفت کو چاہتا ہے۔ مثلاً کافر کا ایمان لانا، یا بدکردار کا نیکی کرنا وغیرہ "جنودٌ مجندۃ" یعنی "روحیں ہم جنس ہوتی ہیں، اور وہ جمع شدہ لشکروں کی طرح ہیں۔"

ابن جوزی نے کہا: "اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے، جب انسان کسی صاحبِ فضیلت و صلاحیت شخص کے بارے میں دل میں نفرت محسوس کرے، تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ اس کے سبب کو کرید ے، تاکہ اس کا ازالہ کر سکے اور اس وصفِ مذموم سے چھٹکارا حاصل کر سکے۔ یہی حال اس کے برعکس صورت کا ہے۔"

قرطبی نے کہا: "ارواح اگرچہ اپنے ارواح ہونے میں متفق ہیں لیکن امورِ مختلفہ میں ایک دوسری

سے ممتاز ہوتی ہیں۔ اس طرح وہ کئی انواع میں بٹ جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نوعِ واحد کے اشخاص ہم خیال و ہم شکل ہوتے ہیں اور اس نوع میں مناسبت کی وجہ سے ایک خاص معنیٰ ہوتا ہے جس کی بنا پر وہ مجتمع ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نوع کے اشخاص اپنی نوع کے ساتھ مانوس اور مخالف سے غیر مانوس ہوتے ہیں۔ پھر ہم یہ بھی پاتے ہیں کہ نوعِ واحد کے بعض اشخاص تو مانوس ہوتے ہیں، اور بعض غیر مانوس۔ یہ ان امور کے مطابق ہوتا ہے جن کی وجہ سے اتفاق و انفراد معرضِ وجود میں آتا ہے"۔ انتہیٰ!

اس حدیث کے مذکورہ معانی و مفہوم سے واضح ہو جاتا ہے نبہانی کمبخت کی روح، رسول اللہ ﷺ کے متبعین، نیز حفاظِ حدیث، سنتوں پر عامل، خواہشات اور بدعتوں کے دشمنوں، دنیا اور اس کے زخارف سے اعراض کرنے والوں، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے طالبوں کی ارواح کے ساتھ متعارف نہیں ہوئی کیونکہ ان کی روحیں طیب و طاہر ہیں، اور اس کی روح خبیث! اس لئے ان کا آپس میں انس امرِ محال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان کا مخالف اور دشمن ہے ـــــ اسی لیے ان کی بدگوئی، عیب جوئی اور گالیوں سے اس نے اپنی کتاب بھر دی ہے۔ اس کی خبیث روح ان پاک اور طیب ارواح کے ساتھ کیسے متعارف ہو سکتی ہے؟ پھر لطف یہ ہے کہ اس نے اپنی ساری عمر احکامِ طاغوتیہ اور امورِ شیطانیہ کی ترویج میں کھپا دی ہے اور اس کا طبعی میلان مجرموں، ظالموں اور مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک مخلص دوست کی طرف سے حکایت کی ہے:

"رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَکُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ"[1] "اے پروردگار! تو نے جو مجھ پر مہربانی فرمائی ہے، میں مجرموں کا کبھی مددگار نہیں بنوں گا"

ایک صاحبِ فضل و تقویٰ بزرگ نے فرمایا: عالم کے لئے ضروری ہے کہ وہ حلم، زہد، قناعت، ترکِ دنیا کے ساتھ متصف ہو کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام کی سیرت ہے، اور علماء کے حال کے بھی یہی لائق ہے۔ بہت سی نصوص، دنیا اور دنیا طلبی کی مذمت پر مشتمل ہیں۔ عالم کا اس کو کفایت سے زیادہ طلب کرنا دو متنافی اور متضاد اشیاء کو جمع کرنا ہے، اور عوام کو اس میں انہماک کی عملی ترغیب دینا

---

[1] القصص: ۱۷

ہے۔ عالم کے لئے لازم ہے کہ اپنی حاجت کو قاضی الحاجات اور اصل معطی کے حضور پیش کرے، جس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی چابیاں ہیں، اور اس نے رزق کی کفالت اپنے ذمّے لی ہوئی ہے۔ ارشاد ہے:

"وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ الآیۃ![1]"
"ہر جاندار کے رزق کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اُوپر لے رکھا ہے۔"

"وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔ الآیۃ![2]"
"جو شخص تقویٰ اختیار کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے مشکلات سے نکلنے کی راہ بنا دیتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے، جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا جو اللہ پر بھروسہ کرے، وہ اس کو کافی ہے۔"

اور یہ کہ وہ حکام سے دُور رہے ۔ ان کو نصرت و تائید اور عدل و توفیق کی دعوت دے، اور ظالموں سے دُور رہے کیونکہ جب عالم ان کے قریب ہوگا اُن کے پاس اس کی آمد و رفت ہوگی، تو یہ محض حرام خوری کی وجہ سے ہوگا اور اس سے ظلم کی تحسین ظاہر ہوگی ۔ اس وجہ سے ان کی بدکرداری، خود عالم کے لئے، اور ظالموں اور دوسرے لوگوں کے لئے فتنہ میں پڑنے کا موجب ہوگی۔ جب زہری کی حاکموں کے پاس آمد و رفت ہوئی تو ان کے ایک عالم دوست نے ان کو لکھا :

"اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو فتنوں سے محفوظ رکھے، ہمیں اور آپ کو مصائب سے نجات دے۔ آپ اس حالت کو پہنچ گئے ہیں کہ جو شخص آپ کو جانتا پہچانتا ہے، وہ آپ کے لئے دعا کرے اور اس کو آپ پر رحم آئے ۔ آپ بڑے بوڑھے ہو گئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے فہم اور سنّتِ رسولؐ کے علم کی نعمتوں سے آپ بوجھل ہیں سنئے! آپ ایسے لوگوں کے قریب ہو کر جو حقوق کو ادا نہیں کرتے اور باطل کو نہیں چھوڑتے، کم از کم جس برائی کے مرتکب ہوئے ہیں، وہ یہ ہے کہ آپ نے ظالم کی وحشت سے مانوس ہو کر اس کی گمراہی کا راستہ آسان کر دیا ہے ۔ اس نے آپ کو قریب کر کے، آپ کی عزت کر کے، آپ سے ہمدردی کر کے، آپ کو اپنے باطل کا محور بنا لیا ہے اور آپ کو ایسا پل بنا لیا ہے جس کو وہ

---

[1] ہود: ۶ [2] الطلاق: ۲، ۳

عبور کر کے اپنی بلاؤں تک پہنچتے ہیں۔ آپ کو انہوں نے ایسی سیڑھی بنالیا ہے جس کے ذریعے وہ اپنی ضلالت تک پہنچتے ہیں۔ وہ آپ کی وجہ سے علماء کو شک میں ڈالتے ہیں اور جہلاء کے دلوں کا شکار کرتے ہیں۔ انہوں نے آپ کو کتنا زیادہ خراب کیا ہے اور کتنا کم فائدہ پہنچایا ہے؟ اس میں شک نہیں کہ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

"فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ الآیۃ[1]"

"ان کے جانشین نالائق لوگ بنے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور شہوات کی پیروی میں لگ گئے۔"

اپنے دین کا علاج کیجئے اس کو سخت بیماری لگ گئی ہے۔ لمبا سفر درپیش ہے اس کے لئے زادِ راہ تیار کر لیجئے۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز مخفی نہیں، وہ حفیظ اور مجیب ہے۔ انتہیٰ!"

گمراہ نبہانی ان علماء میں سے نہیں ہے بلکہ اس کی خست و کمینگی معروف و مشہور ہے اور اس کی دناءت کا چرچا عام ہے۔ اس پر مزید یہ کہ اس نے اللہ عز اسمہ کے بارے میں عقائدِ فاسدہ کو اختیار کر کے اپنی گمراہی میں اضافہ کر لیا ہے کیونکہ اس نے قائلینِ اتحاد و حلول کی تقلید کی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں غلو کر کے یہ اعتقاد جمایا کہ آپؐ ہر وقت ہر جگہ موجود ہیں اور اس نے دعاء غیر اللہ اور التجا الیٰ ما سوی اللہ کی طرف رغبت دلائی ہے۔ یہ سب باتیں وحدت الوجود کی ہی شاخیں ہیں۔ وحدت الوجود کے قائلین اور بت پرستوں میں سرِ مو فرق نہیں۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے سب کلام کو کلامِ غیر اللہ پر منطبق کیا ہے۔ اس کے نزدیک انسان جو زبان سے نظم و نثر ادا کرتا ہے، وہ اس کا کلام ہوتا ہے۔ یہ شیخ محی الدین کا قول اسی کے مطابق ہے۔

وکلّ کلام فی الوجود کلامہٗ
سواء علینا نثرہ ونظامہٗ

"دنیا میں جتنا کلام موجود ہے وہ نظم ہو یا نثر اسی کا کلام ہے۔"

لاریب نبہانی کی روحِ خبیثہ ان ارواح کے جنود میں سے ہے۔ اس کا تعارف غالیوں کی ارواح کے ساتھ ہے اور ان پاکباز مقدّس اور اللہ تعالیٰ کے مخلص دوستوں سے اس کا بَیر ہے۔ حدیث جس طرح اس کے مخالف پر صادق آتی ہے خود اس پر منطبق بھی ہوتی ہے۔

جس شخص کا یہ حال اور وصف ہو اور یہ اعتقاد اور یہ جہالت و ضلالت ہو، وہ پرلے درجے

---

[1] مریم: ۵۹

کا بے حیا ہو کر ہی اہلِ حق، علم کے شہ سواروں، اسلام کے اماموں، فضیلت کے سمندروں اور انبیا علیہم السلام کے وارثوں کے منہ آسکتا ہے۔ وہ ان باکمال لوگوں میں سے نہیں ہے بلکہ ان کی جوتیوں میں بیٹھنے کے بھی لائق نہیں۔ اس کے شیطان نے وسوسہ اندازی کر کے اس کو ان ہلاکت گاہوں میں دھکیل دیا ہے اور ان معرکہ آرائیوں میں کھینچ لیا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

ولقد أقول لمن تحرش بالهوىٰ
عرضت نفسك للبلاء فاستهدف

"جو شخص خواہش کے ساتھ لڑتا ہے میں اس سے کہتا ہوں تو نے اپنی جان کے لئے بلا مول لے لی ہے اب اس کا نشانہ بن۔"

تنقید یہ کہنا کہ "وہ اس کے داداجان کی تعظیم کے طرفدار رہیں۔الخ!"

جواب ان کے داداجان کی تعظیم تو شریعت کے دفاع اور سنّت کی محافظت میں ہے، نہ کہ امر و نہی میں ان کی مخالفت میں۔ شریعت کی مخالفت نافرمانی ہے جس سے محبت کٹ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔ الآیۃ!"[1]

"اے پیغمبرؐ! فرما دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ میری اتباع کرو پھر تم سے اللہ تعالیٰ محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔"

رسولِ اکرم ﷺ کی تعظیم و توقیر اتباعِ سنّت میں ہے نہ کہ بدعات میں، اور آپ ﷺ کی شریعت اور دوسرے انبیاءؑ و رسلؑ کی مخالفت میں آپؐ اور سب انبیاءؑ و رسلؑ کی تعلیم یہی تھی کہ توحید کی حفاظت کرو اور الوہیت کی خصوصیات کو غیر اللہ کے لئے ثابت نہ کرو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ عبیدی فاطمی یہ باطل گمان رکھتے تھے کہ وہ عترتِ رسول ﷺ ہیں، اس کے باوجود اپنی جاری کردہ بدعات سے وہ دین سے خارج ہو گئے اور آپؐ کی شریعت کی مخالفت کی وجہ سے آپؐ کے دشمنوں میں شامل ہو گئے۔

حق جس کی طرف سے ہو قبول کیا جانا چاہیے بات کو دیکھنا چاہیے نہ کہ بات کرنے والے کو حضرت

---

[1] آلِ عمران : ۳۱

علی کرم اللہ وجہہ کی طرف یہ قول منسوب ہے: "لاتنظر الی من قال وانظر الی ما قال" یعنی "کہنے والے کو نہ دیکھو اس کی بات کو دیکھو"۔ اللہ عز اسمہ کا ارشاد ہے:

"یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ الآیۃ"[1]

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں خاندانوں اور قبائل میں تقسیم کیا ہے تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ تم میں سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار رہے"۔

جو شعر اس نے مصنف "جلاء العینین" پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے، وہ ان پر چسپاں نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ خود اس کا مصداق ہے مصنف موصوف علمی، عملی، قولی اور فعلی اعتبار سے ہاشمی ہیں۔

باہلہ قیس عیلان میں سے ہے وہ دراصل ایک ہمدانی عورت کا نام ہے جو معن بن اعصر بن سعد بن قیس عیلان کے نکاح میں تھی اس کے لڑکے کی نسبت اس کی طرف ہے۔ باہلہ بن اعصر ایسے ہی ہے جیسا کہ تمیم بنت مر ہے۔ تذکیر "حی" (چھوٹا قبیلہ) کی نسبت سے اور تانیث قبیلے کی نسبت سے ہے چاہے اصل میں مرد کا نام ہو یا عورت کا۔

کتب حنفیہ میں ہے "قریش بعضہم اکفاء بعض" "قریشی ایک دوسرے کے کفو ہیں"۔ ہاشمی، نوفلی، تیمی اور عدوی وغیرہ کے درمیان کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں۔ باقی عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ باہلی، تمیمیہ، طائیہ اور قیسیہ وغیرہ کا کفو ہے۔

کمینے نبہانی کی نسبت اگرچہ نبہان بن جرم بن عمرو بن الغوث کی طرف ہے اور بنو نبہان طے کا ہی ایک چھوٹا قبیلہ ہے، بنو باہلہ پر اس کو کوئی فضیلت نہیں بلکہ شرعی اور عقلی لحاظ سے سب برابر ہیں۔ یہ اس صورت میں ہے جب اس کا یہ سلسلۂ نسب تسلیم کر لیا جائے۔ اگر ہم کہیں کہ وہ شام کے عجمیوں میں سے ایک عام عجمی ہے یا وہ جرامقہ میں سے ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے تو اس کے عام انسانوں میں خسیس ترین ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا چہ جائیکہ وہ عربوں میں خسیس ہو! —— مقصود یہ ہے کہ نبہانی کی ان دونوں نسبتوں کو بنو باہلہ پر کوئی فوقیت نہیں ہے جو یہ کہے کہ بنو باہلہ عربوں میں خسیس ترین

---

[1] الحجرات: ۱۳

ہیں اور وہ عربوں کے کفو نہیں، وہ غلطی پر ہے نبی کریم ﷺ کے ارشاد میں اس کی کوئی تفصیل نہیں، حالانکہ آپ ﷺ عرب قبائل اور ان کے اخلاق کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے ارشاد کو مطلق رکھا اور جن لوگوں نے ان میں عیب چینی کی ہے، وہ کسی شرعی عیب کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اسی طرح ہے جس طرح اونٹوں کے گوشت کھانے اور دودھ پینے سے عار دلائی جاتی۔ ان کا شاعر کہتا ہے

؎ تعیرنا ألبانها ولحومها — "وہ ہمیں اونٹوں کے دودھ اور گوشت کی عار دلاتی
وذالك عار یاابن ریطة زائل — ہے۔ اے ابن ریطہ، یہ عار زائل ہونے والی ہے۔"

اور جس طرح قریش کو "سخینہ" کے نام سے عار دلائی جاتی تھی۔ "سخینہ" سے مراد وہ کھانا ہے جس کو وہ قحط سالی میں تیار کرتے تھے۔ اس عار وغیرہ کا سبب جاہلیت تھی ورنہ عیب تو وہی ہے جس کو شریعت عیب قرار دے جیسا کہ وہ عیوب، جو بنو نہان میں تھے۔ ان میں سے ایک عیب یہ تھا کہ وہ "فلس" بت کے پجاری تھے۔ فلس ایک بت تھا جو نجد میں فید کے قریب نصب تھا۔ اس کے مجاور بنو بولان تھے۔ بنو بولان اور بنو نبہان آپس میں چچا زاد تھے۔ وہ اس کی پوجا کرتے تھے — اس کے پاس ہدیے لے جاتے تھے، اور ماہ رجب میں اس کے حضور جانور ذبح کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ جس کسی کو کوئی خوف لاحق ہو، وہ اس کے پاس آجائے، تو مامون ہو جاتا تھا۔ اگر کوئی کسی کے درپے ہوتا، اور وہ اس کے پاس آکر پناہ حاصل کرتا، تو اس کو کچھ نہیں کہا جاتا تھا۔ اس کے ذمہ کو نہیں توڑا جاتا تھا۔ بولان نبہان کا ابن عم ہے اس نے فلس بت کی عبادت کی ابتداء کی تھی۔ اس وقت سے فلس کو پوجا جاتا رہا تا آنکہ نبی کریم ﷺ کی دعوت ظاہر ہوئی۔ آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھیج کر اس کو ڈھا دیا۔ شاہ غسان حارث بن ابی شمر غسانی نے اس کے گلے میں دو تلواریں لٹکائی ہوئی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ دونوں تلواریں لے لیں۔ ان کا نام "مخذم" اور "رسوب" تھا۔ ان دونوں کا علقمہ بن عبدہ نے ذکر کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں تلواریں بارگاہ رسالت میں پیش کر دیں۔ آپ ﷺ نے ان میں سے ایک پہنی، پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی تلوار کو پہنا کرتے تھے۔ ان کے اور بھی بت ہیں، جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ بنو نبہان اور بنو باہلہ ایک طریقے پر تھے جس برائی کی وجہ سے ایک کی مذمت ہوگی، اسی برائی سے دوسرے کی مذمت بھی ہوگی۔ بلکہ یہ کہنا مناسب ہے کہ بنو باہلہ میں اکابر رجال موجود تھے، جن کے ذکر میں علم، دین، شجاعت اور شہسواری کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ان میں سخاوت و

کرامت کی خوبیاں موجود تھیں۔ زمانۂ جاہلیت میں وہ سب کے سب خساست کے ساتھ معروف نہیں تھے' بلکہ ان میں بڑے بڑے سخی اور شریف لوگ موجود تھے۔ اگر ان میں چھوٹا موٹا گھرانا مساکین اور کم درجہ لوگوں کا ہو تو سب کے حق میں یہ بات کہنا مناسب نہیں' پورے قبیلے کو ایک شخص کے عیب سے دھر لینا جاہلی عادت ہے۔

ہماری یہ ساری گفتگو اس صورت میں ہے' جبکہ سلسلۂ نسب نبہان طائی تک صحت کے ساتھ پہنچ جائے' اور ہم اس کے جھوٹے دعوے کو تسلیم کریں۔ اگر معاملہ یہ ہو کہ وہ شام کا ایک عامی ہے' تو پھر بنو باہلہ بہرحال حسب و نسب میں اس سے افضل و اشرف ہیں' بلکہ دین اور ادب میں بھی اس سے بلند تر ہیں۔

تنقید اس نے صاحب "جلاء العینین" کے متعلق یہ بھی کہا ہے کہ "اس کا یہ فیصلہ محض ابنِ حجر' سبکی اور اس کے بیٹے کے متعلق ہی نہیں' بلکہ شافعیہ' حنفیہ' مالکیہ اور جمہور حنبلیہ سب اہلِ سنّت و جماعت کے متعلق بھی ہے' جو شخص اس کی اس کتاب کا انصاف کے ساتھ مطالعہ کرے گا' وہ یقیناً اس نتیجے پر پہنچے گا کہ اُس نے اس میں اپنے حق میں اور اپنے باپ کے حق میں اور سب مسلمانوں کے حق میں عموماً' اور سیّد المرسلین کے حق میں خصوصاً ٹھوکر کھائی ہے' اور اس نے وہابی بدعات کی پلیدی میں اپنے آپ کو ملوّث کر لیا ہے' جس کو سمندروں کے پانیوں سے قیامت تک دھو کر صاف نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح اس نے اپنے آپ کو سخت اذیت میں مبتلا کیا ہے' اسی طرح اس نے مذاہبِ اربعہ کے ہر مسلمان کو اذیت میں مبتلا کر دیا ہے' جو اس کی کتاب کا مطالعہ کرے' حتیٰ کہ با انصاف حنابلہ بھی اس کی مذمت کیے بغیر نہ رہ سکے' اور اس کی بیہودگی کو تا قیامت محسوس کرتے رہیں گے۔ ہاں اس نے اس کے بدلے میں اپنے دوستوں اور فرقہ وہابیہ کو خوش کر لیا ہے۔ اس کتاب میں مسلمانوں کو جو اس نے دھوکا دیا ہے' اور ان کو اس وہم میں مبتلا کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسئلہ زیارت اور استغاثہ میں ابنِ تیمیہ اور اس کی جماعت نے اہلِ سنّت کی مخالفت میں جو بدعاتِ شنیعہ اختیار کی ہیں' وہی حق ہے' اور اس کا سبکی' اس کے بیٹے اور ابنِ حجر جیسے ائمہ مسلمین کے مقابلے میں فخر و غرور کرنا۔ الخ!"

جواب نبہانی! کیا یہی تیرا مبلغ علم ہے کہ تو بار بار ایک ہی رٹ لگائے جا رہا ہے' اور ہذیان

گوئی کر رہا ہے ؛ ہم اس کتاب میں تیری ان سب باتوں کا کئی بار جواب دے چکے ہیں ۔ حالانکہ تیری یہ باتیں درواز ے کی چرچراہٹ اور مکھیوں کی بھنبھناہٹ اور کتوں کے بھونکنے کے عین مطابق ہیں ۔ صاحبِ "جلاء العینین" نے اپنی طرف سے تمہارے ان مذکورہ لوگوں کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں دیا بلکہ فریقین کے متنازعہ مسائل میں دلائل ذکر کر دیئے ہیں ۔ اکابر اہلِ علم اور ائمہ مسلمین نے ان مسائل میں جو کچھ فرمایا ہے، اس کو بیان کر دیا ہے ۔

اگر صاحبِ "جلاء العینین" اپنی کتاب تصنیف نہ فرماتے، تو کیا یہ مسائل اہلِ علم اور افاضل مدققین کے لیے پردۂ خفا میں رہتے ؟ کیا یہ مسائل پوری تفصیل کے ساتھ کتابوں میں موجود نہیں ہیں ؟ سید صفی الدین کی کتاب "القول الجلی" کو لیجئے، جو صاحبِ "جلاء العینین" کی پیدائش سے کئی سال پہلے تصنیف ہو چکی تھی، اور اس میں "جلاء العینین" کے سب مضامین مجمل طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں ۔ اسی طرح "الدرۃ المضیۃ" اور "الرد الوافر" جو حافظ ابن ناصر الدین شافعی کی تصنیف ہے اور شیخ ابراہیم کورانی کی تصنیف "افاضۃ العلام" ہے، اور انہی کی تصنیف "مسلک السداد" ہے اور دوسری بہت سی جدید و قدیم کتابیں، جو اس موضوع پر موجود ہیں، نبہانی نے ان کتابوں اور ان کے مصنفوں کا ذکر کیوں نہیں کیا ؟ وہ کیوں "جلاء العینین" اور اس کے مصنف کو گالیاں بکنے پر اُتر آیا ہے، اور اس پر کیوں لے دے کی ہے، اور ایک ہنگامہ بپا کر دیا ہے کہ اس کو پڑھ کر قاری سمجھے گویا آسمان پھٹ پڑا ہے، ستارے بکھر گئے ہیں اور قبریں کرید ڈالی گئی ہیں ۔ جنگلی جانور خوف و ہراس کی وجہ سے آبادیوں میں گھس آئے ہیں، اور قیامت ٹوٹ پڑی ہے ۔ مصنف "جلاء العینین" نے جو مسائل ذکر کئے ہیں، کیا ان سے نبہانی پر قیامت آگئی ہے ؟ اس کے نزدیک "زیارت القبور" اور "استغاثہ بالموتیٰ" کی اتنی اہمیت کیوں ہے، کہ ان سے بدحواس و خوفزدہ ہو گیا ہے ۔ مجھے تو ایسے محسوس ہوتا ہے، یہ کرشمہ سازی ساری خوئے بد، حسد کی زیادتی کی وجہ سے ہے ۔ حسد کے کیا کہنے، جس سے یہ پہلی بار کیا گیا، اس کو قتل کروا ڈالا ۔ مناسب ہے کہ صاحبِ "جلاء العینین" کی زبان سے یہ شعر پیش کر دیا جائے ؎

ان یحسدونی فانّی غیر لائمھم — قبلی من النّاس اھل الفضل قد حسدوا

فدام لی ولھم ما بی وما بھم — ومات اکثرنا غیظا بما یجد

"اگر وہ مجھ سے حسد کرتے ہیں، تو میں ان کو ملامت نہیں کروں گا کیونکہ مجھ سے پہلے اہلِ

فضل لوگوں سے حسد کیا جاتا رہا ہے میری، انکی یہی حالت برقرار رہیگی جبکہ ہم میں سے اکثر اسی غصہ کی نذر ہوکر مر گئے"!

نبہانی کا یہ کہنا کہ "جو شخص انصاف سے اس کتاب کا مطالعہ کرے گا وہ جان لے گا کہ وہ راہِ راست سے بھٹک گیا ہے"۔ مردود اور قابلِ مذمت ہے کیونکہ بہت سے انصاف پسند اہلِ فضل نے اس کا مطالعہ کیا، اور انہوں نے اس کو درست قرار دیا — اس کی تعریف کی، انہوں نے اس میں حق کو پہچان لیا اور ائمہ مسلمین، جو بہترین مومن تھے، کے حق میں حسنِ ظن کے قائل ہو گئے، نیز مصنف کو، اس کے والدین کو اور کتاب کے ناشرین کو دعائیں دیں، اور اس کتاب سے وہ فوائد حاصل کئے، جن سے پہلے وہ آگاہ نہیں تھے۔ اور انہوں نے کہا، اس کے ذریعے مسلمانوں کی عموماً، اور سید المرسلین ﷺ کی خصوصاً، بہت بڑی خدمت انجام دی گئی ہے کیونکہ آپؐ کے دین اور شریعتِ عزا کو گدلا کرنے اور خراب کرنے والی چیزوں کی مصنف نے حفاظت کی ہے۔ انہوں نے وہی بات کہی ہے، جو حضرت امام احمد نضر اللہ وجہہ، نے فرمائی تھی:

"سب تعریفیں اس ذاتِ پاک کی ہیں، جس نے ایک زمانہ ایسا رکھا، جس میں رسول موجود نہیں۔ اور ان کی جگہ کچھ اہلِ علم باقی رکھے، جو گمراہوں کو ہدایت کی طرف دعوت دیتے ہیں، اور ان گمراہوں کی طرف سے دی گئی تکلیفوں کو برداشت کرتے ہیں۔ وہ کتاب اللہ کے ذریعے مُردوں (کفار و مشرکین) کو زندہ کرتے ہیں (مومن و موحد بناتے ہیں) اور اندھوں کو اللہ تعالیٰ کی روشنی دے کر صاحبِ بصیرت بناتے ہیں۔ کتنے ہی ہیں، جن کو ابلیس نے قتل کر ڈالا تھا، اور انہوں نے ان کو زندہ کر دیا۔ کتنے ہی متکبر و مغرور گمراہوں کو انہوں نے راہ یاب کر دیا۔ ان کا لوگوں سے کتنا عمدہ سلوک ہے، اور لوگ ان سے کتنی بدسلوکی سے پیش آتے ہیں۔ وہ کتاب اللہ سے ان غالیوں کی تحریف کو اور ان باطل پرستوں کی نسبت کو اور ان جاہلوں کی تاویل کو روکتے ہیں، جنہوں نے بدعات کے جھنڈے اٹھائے، اور فتنے کی آگ کو بھڑکا دیا۔ وہ کتاب اللہ میں اختلاف کر کے اس کی مخالفت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ کتاب کو چھوڑنے پر متفق ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بے سروپا، اور کتاب اللہ کے بارے میں بے علمی کی باتیں کرتے ہیں، وہ دھوکا دینے والی باتیں کر کے جاہلوں کو شکار کرتے ہیں۔ ہم گمراہ کن لوگوں کے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ انتہیٰ"!

اے انصاف پسند دوست! اس خطبے میں جاہلوں کے وصف کو دیکھئے، پھر نبہانی کی باتوں پر

اس کا انطباق کیجئے۔ آپ کو ایسا معلوم ہوگا حضرت الامام نضر اللہ وجہہٗ کے پیشِ نظر نبہانی اور اس کی کارستانی ہے جس پر آپ تبصرہ فرما رہے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ"۔ یعنی "مومن کی فراست سے ڈرو، وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی بصیرت اور روشنی سے دیکھتا ہے"۔ میں نے ان جاہل غالیوں کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے لیکن جو ہذیان گوئی اس کج رو نے کی ہے، مجھے کسی اور میں نظر نہیں آئی تاہم میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کا رد لکھا ہے۔ اس میں تھوڑی بات کے ذریعے اس کی لمبی باتوں کا جواب دے دیا ہے، اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی استعانت سے ہو سکا ہے۔ میں جب اس مقام پر پہنچا تو مجھے یاد آیا کہ نبہانی کے سلف، رسولِ اکرم ﷺ کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے؟ اس کا ذکر یہاں مناسب خیال کرتا ہوں، تاکہ صاحبِ بصیرت ناظرین یہ دیکھ سکیں کہ دشمنانِ حق کا ہر زمانے میں ایک ہی وتیرہ رہا ہے۔ ان کے دل ایک جیسے ہیں، جن میں ایک جیسے خیال گزرتے ہیں ؎

الا انما الایام ابناء واحد　　وھذی اللیالی کلھا اخوات

فلا تطلبن من عند یوم ولا غد　　خلاف الذی مرت بہ السنوات

"سنو! دن، ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں اور راتیں سب آپس میں بہنیں ہیں"

"آج اور کل میں، اس کے خلاف تلاش نہ کر، جو پہلے سالوں میں گزر چکا ہے"

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے محمد بن اسحٰق کی حدیث روایت کی ہے کہ عروہؓ کہتے ہیں، میں نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص سے پوچھا:

"ما اکثر ما رأیت قریشا اصابت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما کانت تظھر من عداوتہ؟ قال: حضرتھم وقد اجتمع اشرافھم یوما فی الحجر فذکروا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فقالوا: ما رأینا مثل

"قریش نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی عداوت کے اظہار کے لئے جو زیادہ سے زیادہ تکلیف پہنچائی، وہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا، ایک دن قریش کے اشراف حجر (حطیم بیت اللہ) میں جمع ہوئے، اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر چھڑ گیا۔ وہ کچھ اس طرح کہنے لگے کہ جتنا ہم نے اس شخص کی باتوں پر صبر کیا ہے، اتنا کسی اور

ما صبرنا عليه من امر هٰذا الرّجل قطّ۔ قد سفه احلامنا، وشتم آباءنا، وعاب ديننا، وفرّق جماعاتنا، وسبّ آلهتنا، لقد صبرنا منه على امر عظيم، او كما قالوا! فبينما هم في ذالك اذ طلع عليهم رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، فاقبل يمشي حتى استلم الرّكن، ثم مرّبهم طائفا بالبيت، فلمّا ان مرّبهم غمزوه ببعض ما يقول، قال: فعرفت ذالك في وجهه، ثم مضى۔ فلما مرّ الثّانية غمزوه بمثلها فعرفت ذالك في وجهه، ثم مضى۔ فمرّبهم الثّالثة فغمزوه بمثلها، فقال: تسمعون يا معشر قريش، اما والّذي نفس محمّد بيده لقد جئتكم بالذّبح۔ فاخذت القوم كلمته حتّى ما منهم رجل الّا كأنّما على رأسه طائر واقع، حتّى انّ اشدّهم فيه وصاة قبل

بات پر نہیں کیا، اس نے ہماری عقلوں کو بیوقوف کہا، ہمارے باپ دادوں کو گالیاں دیں، ہمارے دین کو برا کہا۔ ہماری جماعتوں میں تفریق پیدا کی، اور ہمارے معبودوں کی مذمت کی ہم نے اس کی باتوں پر بڑا ہی صبر کیا ہے۔ وہ ابھی باتیں کر ہی رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ چلتے ہوئے تشریف لائے، اور حجر اسود کو چھو کر بیت اللہ کا طواف شروع کیا، پھر مشرکین کے پاس سے گزرے جب آپؐ ان کے پاس سے گزرے، تو انہوں نے آپؐ کی بعض باتوں کو برا کہا۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں، ان کی بات کا اثر میں نے آپؐ کے چہرۂ مبارک میں دیکھا، پھر آپؐ چلے گئے، جب آپؐ دوبارہ گزرے تو انہوں نے پھر اسی طرح آپؐ کی باتوں پر طعن کیا۔ میں نے اس کا اثر آپؐ کے چہرۂ مبارک میں دیکھا، پھر آپؐ تشریف لے گئے۔ تیسری بار جب آپؐ ان کے پاس سے گزرے، تو انہوں نے پھر آپؐ کی باتوں کا مذاق اڑایا۔ آپؐ نے فرمایا: "اے قریش کے گروہ! سنو! مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تمہارے لئے ذبح ہونا لایا ہوں" وہ لوگ اس بات سے ایسے خائف اور خاموش ہوئے، گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں اس سے پہلے جو سخت طبیعت شخص

ذالك ليرفأه باحسن ما يجد من القول، حتى انه ليقول: انصرف انصرف يا اباالقاسم انصرف راشدا، فوالله ما كنت جهولا، فانصرف رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى اذا كان من الغد اجتمعوا فى الحجر وانا معهم، فقال بعضهم لبعض: ذكرتم ما بلغ منكم وما بلغكم حتى اذا باداكم بما تكرهون تركتموه. فبينما هم فى ذالك، طلع رسول الله صلى الله عليه وسلم فوثبوا اليه وثبة رجل واحد فاحاطوا به، يقولون له: انت الذى يقول كذا وكذا لما كان يبلغهم عنه من عيب آلهتهم ودينهم، قال: فيقول رسول الله صلى الله عليه وسلم: نعم انا الذى اقول ذالك، قال: فلقد رأيت رجلا منهم اخذ بمجمع ردائه، وقام ابوبكر الصديق دونه يقول - وهو يبكى - اتقتلون رجلا ان يقول ربى الله؟ ثم انصرفوا عنه"۔

تھا کہ وہ اب آپ ﷺ سے مصالحت کی خاطر بہترین بات کرنے لگا، اور کہنے لگا: "اے ابوالقاسم! آپ تشریف لے جائیں، آپ تشریف لے جائیں۔ آپ بھلائی کے ساتھ تشریف لے جائیں۔ اللہ کی قسم آپ سخت نہیں تھے" رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے۔ اگلے دن وہ پھر حطیم کعبہ میں جمع ہوئے، میں بھی ان میں موجود تھا۔ وہ آپس میں کہنے لگے کہ تم سب عجیب ہو، تم اس کی تکلیفوں کو بیان کرتے ہو جب وہ تمہارے ساتھ ایسی گفتگو کرتا ہے جو تمہیں ناپسند ہے تو اس کو چھوڑ دیتے ہو۔ وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ وہ سب ہی ایک آدمی کی طرح اچھلے اور آپ ﷺ کے گرد ہو گئے۔ کہنے لگے "تم وہ ہو جو ہمارے معبودوں اور ہمارے دین کے عیب بیان کرتے ہو؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں، میں ہی ہوں، جو یہ کہتا ہوں" حضرت عبیداللہ نے فرمایا، میں نے ان میں سے ایک آدمی کو دیکھا اس نے آپ ﷺ کو چادر کے کناروں سے پکڑ کر قابو کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہیں موجود تھے، وہ درمیان میں حائل ہو گئے اور رو کر کہنے لگے: تم اس لئے ایک آدمی کو قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے؟ چنانچہ وہ آپ ﷺ کو چھوڑ کر چلے گئے۔"

حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا:

"اراد صاحب الیمن ان یؤوی النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلم فاتاہ الولید فزعم انّ محمّدا ساحرٌ واتاہ العاص بن وائل فاخبرہ انّ محمّدًا تعلم اساطیر الاوّلین، واتاہ اٰخر فزعم انّہ کاھنٌ واٰخر انّہ شاعرٌ واٰخر زعم انّہ مجنونٌ فاھلکھم اللہ کلّ منھم اصابہ عذاب سوی عذاب صاحبہ۔"

"یمن کے حاکم نے نبی کریم ﷺ کو اپنے پاس بلانے کا ارادہ کیا۔ اس کے پاس ولید گیا، اور کہا کہ (محمد ﷺ) تو جادوگر ہیں۔ عاص بن وائل نے اس سے کہا کہ محمد ﷺ پہلوں کی کہانیاں جانتے ہیں۔ ایک اور آیا اُس نے کہا کہ آپؐ کاہن ہیں۔ ایک اور نے کہا آپؐ شاعر ہیں۔ ایک اور نے کہا آپؐ دیوانہ ہیں (معاذ اللہ!) اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ عذاب دے کر ہلاک کیا۔"

پھر ان کے عذاب کی تفصیل بیان کی!

ہم گفتگو کر رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو قریش وغیرہ مشرکین عرب کی طرف سے کن مصائب و شدائد کا سامنا کرنا پڑا تھا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے میں آپؐ کی مدد فرمائی، اور ان سے انتقام لیا۔ اسی طرح آپؐ کے ورثاء اور عاملین بالسنّۃ کے دشمنوں سے انتقام لیا، اور ان کو ہلاک کیا جیسا کہ نبہانی وغیرہ غالی ہیں، جو اپنے بت پرست سلف کے طریقہ اور ان کے مذموم مسلک پر ہیں۔ سیرت کی کتابوں میں اعداء رسولؐ کے حشر اور بُرے انجام کو بیان کیا گیا ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الجواب الصحیح" میں فرمایا ہے: "اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے انتقام کے مظہر وہ مختلف عذاب ہیں، جن کو لوگ ہمیشہ دیکھتے اور سنتے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو آپؐ کو گالیاں دیتے تھے اور آپؐ کی اور آپؐ کے دین کی مذمت کرتے تھے کس طرح انواع واقسام کے عذابوں کے ذریعے انتقام لیا۔ اس سلسلہ کے بہت سے واقعات ہیں جن کو یہاں نقل کرنے سے صفحات کی تنگ دامانی مانع ہے۔ ہم نے سنا اور دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا انتقام عذاب کی کن کن شکلوں اور صورتوں میں آیا جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کا حامی و ناصر ہے، اور آپؐ کی شان و شکوہ کو بڑھانا چاہتا ہے اور آپؐ کی تعظیم اور نیک شہرت کو دُور دُور تک پھیلانا اس کا مقصود ہے۔ لوگوں کے ہر طبقے کے پاس ایسی باتیں موجود ہیں، جو اہلِ عقل و خرد کے لئے تازیانۂ عبرت ہیں۔ یہ بات مشہور و معروف ہے،

اور شام کے ملک میں مسلمانوں کے لشکر کی آزمودہ ہے کہ انہوں نے اہل کتاب کے ایک قلعے کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ محاصرہ طویل ہوتا گیا اور قلعے کی فتح کی کوئی صورت سامنے نہیں آرہی تھی۔ یہاں تک کہ دشمن رسول اللہ ﷺ کو گالیاں بکنے کی جرأت کرنے لگا۔ اس وقت مسلمانوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اب اللہ تعالیٰ دشمن سے انتقام لے گا، اور قلعہ جلد فتح ہو جائے گا۔ مسلمانوں کو مندرجہ ذیل آیت شریفہ کی روشنی میں اس کا کئی بار تجربہ ہوا :

"اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ" (الکوثر:۳) "اے نبیؐ! آپکا دشمن ہی بے نشان ہوگا۔"

جب کسریٰ نے آپ ﷺ کے نامہ مبارک کو پھاڑ دیا، اللہ تعالیٰ نے لمبی مدت سے قائم ملک اور بادشاہت کو تہ و بالا کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور جب ہرقل اور مقوقس نے آپؐ کے نامہ مبارک کی عزت کی، تو ان کی حکومت کو نقصان نہ پہنچا۔ انتہیٰ!"

اب ہم منتظر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نبہانی اور اس کے غالی ساتھیوں سے کب انتقام لیتا ہے، اور ان کے ساتھ عدل کا معاملہ کرتا ہے؟ انہوں نے اہلِ حق کے ورثاء سے اور نبی ﷺ کے ورثاء اور حفاظِ دین سے دشمنی کی ہے، اور ان کی برائیاں بیان کی ہیں — ان پر افتراء پردازی کی ہے، اور ان پر بڑے بڑے گناہوں کے طوفان باندھے ہیں۔ اس ایذاء رسانی کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی توحید اور عبادت میں اس کی یکتائی کے داعی تھے! نبہانی انہی اعداء میں سے ایک ہے۔ وہ کہتا ہے، یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے خصائص میں سے نہیں ہیں، اور مزید یہ کہ وہ اللہ و رسولؐ کے اعداء میں سے ہے۔ اس نے روشن شریعت کی مخالفت کی، اور اپنی عمر کا بیشتر حصہ ایسے قوانین کے مطابق فیصلے کرتے گزارا، جو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے ساتھ متضاد تھے۔ پھر وہ برائیوں اور منکرات کا جو مرتکب ہوتا رہا ہے، وہ الگ رہا۔

تنقید اس کا یہ کہنا کہ "صاحب 'جلاء العینین' نے اپنے باپ کو تکلیف دی ہے اور ان باتوں کو نقل کر کے، جن سے لوگ بے خبر تھے، اس کا نافرمان ٹھہرا ہے۔ کیونکہ وہ باتیں تفسیر میں مختلف مقامات پر تھیں، اس نے ان کو بڑے فخر کے ساتھ جمع کیا اور (نواب) صدیق حسن اور ان کے گروہ کو یہ باور کرا دیا کہ اس کا باپ بھی اس مسئلہ میں ان کے مذہب و مشرب پر کاربند تھا۔ میں نے اسی وجہ سے بعض علماء مکہ سے اس کے اور اس کے باپ کے حق میں بڑی قبیح باتیں سنیں۔ الخ!"

جواب جن مسائل میں غالی، اہلِ حق کے مخالف ہیں، تفسیر "روح المعانی" میں ان کو بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً غیر اللہ کو پکارنا، اور ماسوی اللہ کے سامنے التجا کرنا، غیر اللہ کی قسم کھانا، اور غیر اللہ کی نذر و نیاز۔ نیز دوسرے وہ مسائل جو الٰہ اور معبود کے خصائص میں سے ہیں۔ وہ مسائل قرآنِ مجید اور احادیثِ صحیحہ میں پوری صراحت سے بیان کر دیئے گئے ہیں اور ائمہ کرامؒ کی تصنیفات ان مسائل سے پُر ہیں۔ یہی صورت مسئلہ کلام، مسئلہ علو ـــــ اور دوسری صفات کی ہے ان پر بہت سی کتابیں موجود ہیں جو بڑی شہرت رکھتی ہیں ان کا بیان معہ دلیل و برہان پہلے گزر چکا ہے۔ صاحبِ "جلاء العینین" نے تو اس میں سے تھوڑا سا حصہ بیان کیا ہے۔ ان سے بہت سے مسائل چھوٹ گئے ہیں! "روح المعانی" ان مسائل کے ذکر میں منفرد نہیں جن کی صحت پر قطعی دلائل اور عقلی و نقلی براہین قائم ہیں جس نے بیضاوی، کشاف اور تفسیر ابنِ جریر وغیرہ کا مطالعہ کیا ہے، اس کے سامنے معاملہ سپیدۂ صبح کی مانند واضح ہو چکا ہوگا۔ اگر کتاب کی طوالت کا خوف مانع نہ ہوتا تو ہم وہ سب یہاں نقل کر دیتے۔ تفاسیر کی یہ کتب عام ہیں صاحبِ بصیرت اور انصاف پسند حضرات کو اس کا علم ہے۔ مصنف "جلاء العینین" نے اپنے باپ کی نافرمانی نہیں کی، بلکہ اس فضیلت کو شہرت دی، اور کوشش کی کہ لوگ اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔ بیٹا، باپ مسلمان بھائیوں کو نفع پہنچانے اور نصیحت کرنے میں ایک ہی مسلک پر کاربند ہیں ؎

بأبه اقتدى عدي في الكرم ومن يشابه أبه فما ظلم

"اس نے اپنے باپ کی اقتداء کی ہے اور کرامت میں ان سے آگے بڑھ گیا ہے اور جو اپنے باپ کے مشابہ ہو، اس نے کوئی ظلم نہیں کیا۔"

صاحبِ "روح المعانی" سلفی العقیدہ اور بین الاقوامی ساکھ کے ایسے بزرگ تھے، کہ علم و عمل میں ان کی طرف سب کی نگاہیں اٹھتی تھیں۔ میں نے ان کا تصنیف کردہ ایک رسالہ دیکھا ہے، جس میں انہوں نے اپنا عقیدہ اور مذہب بیان کیا ہے اور علومِ عقلی و نقلی کی تحصیل میں اپنی مصروفیت اور اجازتوں کی کیفیت بیان کی ہے۔ اس میں اپنے اساتذہ کے تراجم اور اپنے امام شافعی اور امام اشعری رحمہما اللہ کا ترجمہ بھی لکھا ہے۔ اپنا عقیدہ، جو انہوں نے کتاب و سنت سے حاصل کیا، ذکر کرنے کے بعد، اور یہ دعویٰ کرنے کے بعد کہ امام اشعری کا بعینہٖ یہی عقیدہ ہے، بیان کرتے ہیں

کہ امام اشعریؒ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کا خلاف نہیں کرتے چنانچہ فرماتے ہیں:

سوال: اگر یہ سوال کیا جائے کہ ہیں نے امام اشعریؒ کے مذہب میں جو جو باتیں بیان کی ہیں وہ سب ان کا مذہب نہیں ہیں، جیسا کہ کتابوں کو کھنگالنے سے واضح ہو جاتا ہے، بلکہ وہ امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب ہے...

جواب: تو اس کے جواب میں میں یہ عرض کرتا ہوں کہ امام اشعریؒ کا مذہب، محققین اور انصاف پسند علماء کے نزدیک، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ہی مذہب ہے، جیسا کہ ان کی کتاب "الابانہ فی اصول الدیانہ" سے ظاہر ہے۔ یہ ان کی آخری تصنیف تھی جو لوگ ان پر زبانِ طعن دراز کرتے ہیں، ان کے دفاع میں ان کے اصحاب اسی کتاب پر اعتماد کرتے ہیں۔ اس میں فرماتے ہیں:

"فصل۔ اہلِ حق و سنّت کے قول کی وضاحت میں"۔ اگر کوئی کہے، جب تم معتزلہ، قدریہ، جہمیہ، حروریہ، رافضہ، مرجیہ کے قول کا انکار کرتے ہو تو وہ قول جس کے تم قائل ہو، اور جس کو دین سمجھتے ہو۔ بتاؤ کہاں ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے جس قول کو ہم اختیار کرتے ہیں اور جس بات کو ہم دین سمجھتے ہیں۔ وہ ہے اپنے رب تعالیٰ کا کلام اور اپنے نبیؐ کی سنت۔ اور جو صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ حدیث سے مروی ہے ہم اس پر اور ابو عبد اللہ احمد بن حنبل نضر اللہ وجہہ و رفع درجتہ کے اقوال پر مضبوطی سے کاربند ہیں۔ اس امامِ فاضل اور رئیسِ کامل کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حق کو واضح کر دیا ہے ۔ گمراہی کو دور کر دیا ہے، اور راستے کو پوری طرح روشن کر دیا ہے۔ اور بدعتیوں کی بدعتوں کو، اور کجرووں کی کجروی کو، اور شک کرنے والوں کے شک کو آپ کی وجہ سے جڑ سے اکھاڑ دیا ہے۔ اس امامِ مقدم، جلیلِ معظم اور کبیرِ مفخم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں!

ہماری بات کا خلاصہ یہ ہے: ہم اقرار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس کے رسولوں کا، اور جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے اس کا۔ اور جو ثقہ راویوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے، اس میں سے ہم کسی چیز کا انکار نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالیٰ یقیناً ایک ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ یکتا اور بے نیاز ہے۔ نہ اس کی بیوی ہے، نہ بچہ اور یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

ان کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا۔ بلاشبہ جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، اور قیامت لازماً آئے گی۔ اس میں قطعاً کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ قبروں سے مُردوں کو اُٹھا کھڑا کرے گا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے عرشِ کریم پر مستوی ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

"اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى[1]" "رحمٰن (اللہ تعالیٰ) عرش پر مستوی ہوا"

اس کا چہرہ ہے جیسا کہ خود اس کا اپنا ارشاد ہے:

"وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ[2]" "اور تیرے ربِ ذوالجلال والاکرام کا چہرہ باقی رہے گا"

اور بلا کیف اس کے دو ہاتھ ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے:

"بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ[3]" "بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں"

بلا کیف اس کی دو آنکھیں ہیں، ارشاد ہے:

"تَجْرِیْ بِاَعْيُنِنَا[4]" "وہ ہماری آنکھوں کے سامنے رواں تھی"

جو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اس کا غیر ہیں، وہ گمراہ ہے ہم اس کو بھی دین سمجھتے ہیں کہ اللہ مقلب القلوب ہے، اور دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ وہ آسمانوں کو ایک انگلی پر اور زمینوں کو ایک انگلی پر رکھے گا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے اور ایمان قول و عمل کا نام ہے، جو کم اور زیادہ ہوتا ہے۔ ہم ان سب روایات کو تسلیم کرتے ہیں، جن کو ثقہ لوگوں نے عدلاً عن عدلٍ روایت کیا ہے اور ہم ان تمام روایتوں کی تصدیق کرتے ہیں، جن کو اہلِ نقل نے ثابت سمجھا اور روایت کیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے، اور کہتا ہے: "فَھَلْ مِنْ سَائِلٍ، فَھَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ؟" اور وہ سب باتیں، جن کو انھوں نے نقل کیا ہے اور ثابت سمجھا ہے۔ گمراہ اور کجرو اس کے برخلاف ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تشریف لائے گا، ارشاد ہے:

"وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا[5]" "اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے قطار در قطار ہوں گے"

---

[1] طٰہٰ: ۵ [2] الرحمٰن: ۲۷ [3] المآئدۃ: ۶۴ [4] القمر: ۱۴ [5] الفجر: ۲۲

اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے قریب ہوتا ہے جس طرح چاہتا ہے ارشاد ہے :

"وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ"[1] "ہم رگِ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں"

"ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى"[2] "پھر قریب ہوئے اور آگے بڑھے تو وہ بنے دو کمان کے فاصلے پر یا اس سے بھی کم۔"

صاحب تفسیر "روح المعانی" رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن عساکر نے اپنی کتاب "تبیین کذب المفتری ، فیما نسب للامام الاشعری" —— میں ان الفاظ کی بجائے دوسرے الفاظ میں اسی مفہوم کا ذکر کیا ہے پھر اس کے بعد فرمایا: اسی پر ہمارے امام اور متقدمین اصحاب ہیں لیکن متاخرین اشاعرہ اور حنابلہ میں مقالہ بازی ہوتی رہی، اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ہر فریق مخالف فریق کو گمراہ کہنے سے بھی نہ چوکا، اور یہ ایسے مسائل تھے جن میں حنابلہ نے ظاہر کتاب و سنت سے تمسک کیا تھا۔ مثلاً استواء، نزول، قدم، وجہ، عینین، اور دوسری صفات جو احادیث سے ثابت ہیں اور فرمایا کہ ولی اللہ بلا نزاع ، حامل لواء الشریعۃ والحقیقۃ بلا دفاع "ملا ابراہیم بن حسن بن شہاب الدین ، کورانی شہرانی شہرزوری کردی، شافعی نزیلِ مدینہ منورہ نے حنابلہ کی طرف منسوب باتوں کی خوب تحقیق کی ہے۔ انہوں نے بہت سے رسائل اور مفید کتب جمع کر کے ان کا مطالعہ کیا۔ پھر ایک رسالہ تالیف کیا۔ اس میں فرمایا: جب میں نے قوم کے رسائل اور مصنفات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا، تو اس نتیجے پر پہنچا کہ ہمارے شافعی بھائیوں نے ان پر جو تجسیم و تشبیہ کے الزامات دھرے ہیں، وہ ان سے یکسر پاک ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ وہ لوگ اکابر محدثین کے مذہب سے تمسک کرتے ہیں جیسا کہ ان کے امام کا مشہور طریقہ ہے کہ وہ آیات و احادیث کو ظواہر کے مطابق پیش فرماتے ہیں۔ اسی طرح ان کے ظواہر پر ایمان رکھتے ہیں جن کے معانی مشکل ہوں، ان کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اس کی کسی اشعری نے مذمت نہیں کی۔ ہاں! حنابلہ ان آیات و احادیث کی تاویل کو رد کرنے میں متشدد ہیں اور جو تاویل کرے اس کو جاہل جانتے ہیں اور کہتے ہیں "سلفِ امت ان آیات و احادیث کے معانی کو ان مؤولین سے زیادہ بہتر جانتے تھے۔ اور جن کی تاویل ان سے منقول ہے ، وہ اس لئے کہ وہ معنیٰ ان سے مخفی تھا، اور جو معنیٰ اِن سے مخفی تھا وہ اُن پر کیسے ظاہر ہو گیا؟ یا اس لئے کہ ان

---

[1] قٓ: ۱۶ [2] النجم: ۸-۹

کے الفاظ سے یہی معنیٰ ظاہر ہوتا ہے۔ چونکہ شریعت لغتِ عرب کے مطابق ہے، لہٰذا ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی مراد وہ معانی ہیں جو لغتِ عرب میں مراد ہوتے ہیں اور مناسب موقعہ پر استعمال ہوتے ہیں۔ استواء، فوق اور نزول سے مراد ان کے وہی معانی ہیں جو کلامِ عرب میں مقصود ہیں۔ جب یوں کہا جائے کہ "زَیْدٌ فَوْقَ السَّرِیْرِ" تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ زید سریر کے اوپر متمکن ہے اور جب ہمیں علم ہے کہ زید اور سریر دونوں اجسام ہیں، تو پھر یہ بھی متحقق ہے کہ یہاں 'فوقیت' سے مراد سریر کے اوپر اس کا قرار پکڑنا اور اس کے ساتھ مس کرنا اور ایک جہت میں اس کا متحیز ہونا اور دوسرے اوصاف ہیں، جو ایک جسم کے دوسرے جسم پر قرار پکڑنے سے واجب ہوتے ہیں۔

لیکن اللہ جلّ جلالہٗ کی ماہیتِ ذات کا ادراک کسی مخلوق کو نہیں تو پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ عرش پر اس کے استقرار سے اس سے مس کرنا اور ایک جہت میں اس کا متحیز ہونا لازم آتا ہے؟ کیونکہ مس کرنا اور جہت میں متحیز ہونا جسم کے استقرار کا نتیجہ ہیں۔ لیکن جو جسم نہیں، اس کے متعلق یہ فیصلہ نہیں دیا جا سکتا کہ اس سے فلاں فلاں بات لازم آتی ہے، جب تک اس کی ماہیت معلوم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی ماہیت غیر معلوم ہے۔ لہٰذا ہم اس کے لئے سارے عرش پر حقیقی استقرار ثابت کرتے ہیں اس لئے کہ اس نے اپنی کتابِ عزیز میں اور اپنے رسول ﷺ کی زبان سے اس کو اپنے لئے خود ثابت کیا ہے۔ یہ استقرار ایسا ہے جو اس کی شان اور اس کے کمالِ صفات کے مطابق ہے۔ یہی صورت نزول اور باقی نظائر میں ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے اشعری ائمہ کا ایسے مقامات میں شدید رد فرمایا ہے، اور غلط طرزِ بیان اختیار کیا ہے۔ اور یہاں تک کہہ دیا ہے کہ "لام الاشعریۃ کنون الیھودیۃ" اور خطاب میں بھی ان کا طرزِ بیان مستحسن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے، ان کا راہِ صواب سے ہٹ جانا محض عصبیت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ اشعریوں نے استویٰ کا انکار نہیں کیا، بلکہ وہ اس کا اقرار کر کے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتے ہیں۔ ہاں بعض نے محض اس لئے اس کی تاویل کی ہے کہ ظاہری طور پر وہ اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے، اور 'استویٰ' کا معنیٰ 'استولیٰ' کیا ہے۔ کیونکہ لغتِ عرب میں یہ دو لفظ اکٹھے وارد ہوئے ہیں۔ اس قسم کے تعصباتِ فاسدہ سے دونوں فریقوں کو نقصان پہنچا ہے، ورنہ دونوں ہی ان شاء اللہ ہدایت پر ہیں۔ صاحبِ تفویض بھی مسلم ہے، اس لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی مراد کو اس لئے ترک کر دیا ہے کہ وہ اس کا مکلف نہیں۔ اور صاحبِ تاویل ایسی بات کا متبع ہے،

جس کو سمجھتا ہے کہ اس کی صحت وثبوت کتاب وسنّت سے معلوم ہے۔ وہ اس کو اس وقت تک اس پر محمول کرتا ہے، جب تک اس کا معنیٰ واضح نہ ہوجائے۔ ایسی صورت میں عقیدہ مکمل طور پر ایک ہی ترتیب سے ہوجائے گا۔

قاصر الفہم کو جائز نہیں کہ وہ ایسا معنیٰ رب تعالیٰ کے لئے ثابت کرے، جو اس کی ذاتِ پاک کو لائق نہیں۔ یہ تاویل بہتر ہے، اس لئے اس سے غلط عقیدہ سے بچایا جاسکتا ہے۔ جب قاصر الفہم استویٰ کا لفظ سنتا ہے، تو اس کے ذہن میں محال معنیٰ متبادر ہوتا ہے۔ جب وہ عالم کا قول سنتا ہے، کہ 'استویٰ' سے مراد 'استولیٰ' ہے، یعنی قہر و غلبے کے ساتھ اس کا استیلاء تو اس کے دل سے شُبہ زائل ہوجاتا ہے۔ یہ ہے جس کی وجہ سے ہم نے 'استواء' کی تاویل کی ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مراد نہ بھی ہو، تو بلاشبہ یہ معنیٰ تو بہر حال اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے۔ اس کے ساتھ متصف ہونا اس معنیٰ کے منافی نہیں، جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک معتبر ہے۔ اس میں کوئی بڑا نقصان نہیں، نہ اس فیصلے میں خواہش کا دخل ہے۔ کیونکہ ہم یہ تو کہتے نہیں کہ اس کا صرف یہی معنیٰ ہے بلکہ کہتے ہیں کہ احتمال ہے، اس کا یہ معنیٰ ہو، اور یہ سچ ہے!۔ ظاہر ہے، اس کا احتمال تو ہے ہی!

اور یہ بھی فرمایا: مجھے شیخ ابن تیمیہؒ کے ایک رسالے کا پتہ چلا، جو حنابلہ کے نزدیک معتبر ہے۔ میں نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ میں نے اس میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی، جو عقائد میں پھینک دینے کے لائق ہو، اتنا ہے کہ تاویل کے رد میں اس میں تشدید ہے، اور ظاہری نصوص کے ساتھ تمسک ہے۔ اور تفویض کو اختیار کیا ہے، اور تنزیہ میں خوب مبالغہ کیا ہے، جس سے یہ قطعی ثابت ہوتا ہے کہ وہ تجسیم و تشبیہ کے قائل نہیں ہیں، بلکہ اس کی ایسی تصریح کی ہے، جس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا! ——————— ایسے لوگوں پر تعجب ہے، جو تشبیہ و تجسیم کی نفی کے صریح لفظ کو ترک کرکے ان کے اس قول کے لازم کو لیتے ہیں، جس کے وہ قائل نہیں ہیں، اور نہ وہ اس کے لزوم کو تسلیم کرتے ہیں۔ بہرصورت وہ معاملہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ بہت سے مشائخ نے شیخ محی الدین کے بارے میں کہا ہے۔ سیدنا علامہ شیخ عبداللہ بن محمد عیاشی نے فرمایا ہے کہ میں اکثر اپنے شیخ علامہ سیدی عبدالقادر سے سنا کرتا تھا، وہ فرمایا

کرتے تھے کہ ان کا محکم کلام ان کے متشابہ کلام کا فیصلہ کر دیتا ہے اور ان کے مطلق کلام کو مقید کلام کی روشنی میں، اور مجمل و مبہم کو مبیّن اور صریح کلام کی روشنی میں دیکھنا چاہیئے۔ ہر اس شخص کے کلام کا یہی حال ہے جس کی عدالت واضح ہو۔ حنابلہ کی طرف جو کچھ منسوب کیا جاتا ہے، وہ اس سے بری ہیں۔ اسی طرح اشعری بھی تعطیل اور کلام اللہ کی تحریف کے الزامات، جو ان پر دھرے جاتے ہیں، سے پاک ہیں۔ سب حق پر ہیں، اور دینِ حق کو اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ایک مختصر سا گروہ مخالف ہے جن کی کوئی حیثیت نہیں ہے جیسا کہ تاج الدین سبکی نے اپنی کتاب "معید النعم، و مبید النقم" میں کہا ہے۔ پھر اس کا پورا کلام نقل کیا ہے۔ انتہیٰ کلام الکورانی! اس کی نقل سے فارغ ہو کر کہا ہے: میں کہتا ہوں، جو شخص چاہے کہ اس کو شرحِ صدر حاصل ہو، اور بات ایسی ظاہر ہو کہ اشعری مذہب کی صحت میں اور اس کے اہل سنّت وجماعت کا مذہب ہونے میں کوئی شبہ باقی نہ رہے، اس کو چاہیئے کہ امام ابوالقاسم ابنِ عساکر کی کتاب "تبیین کذب المفتری فیما نسب الیٰ ابی الحسن الاشعریؒ" کا مطالعہ کرے۔ انہوں نے اس میں کتاب وسنّت کے دلائل اور سلف و خلف کے اقوال بیان کر دیئے ہیں۔ ان کو دیکھ کر کوئی عاقل، جو متعصب نہ ہو، اس میں شک نہیں کرے گا کہ وہ امامِ سنّت اور رئیسِ جماعت ہیں جس کی عصمت کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے۔

پھر صاحب "روح المعانی" نے اپنے رسالے میں کورانی کے کلام کو ذکر کیا ہے جس میں اشعری کے عقائد کی تعریف کی ہے، اور بتایا ہے کہ وہ سلف کے مذہب پر تھے۔ پھر طویل گفتگو کے بعد کہا ہے: اگر مجھے بد دلی کا خوف اور ملامت سے بچنے کا خیال نہ ہوتا تو میں اس مقام پر پوری بحث کرتا جس سے بات صاف ہو جاتی، اور تشنگی دُور ہو جاتی۔ لیکن ہر معلوم بات کہی نہیں جاتی۔ ہر زمانے کی ایک فضا ہوتی ہے، اور اس کے مطابق انسان ہوتے ہیں۔ بلکہ میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے، وہ رشد و ہدایت کے طالبین کے لئے کافی ہے لیکن جو لوگ جہالت کے گڑھوں میں گر چکے ہیں، اور عقل کی مہار چھوڑ کر تعصب اور حسد کی زنجیروں سے بندھے ہوئے ہیں، اور ان کے پیشِ نظر کچھ اغراض ہیں، اور بے توجہی کے دھوکے میں پڑے ہیں، ان کے لئے نہ اختصار مفید ہے، نہ اطناب، اور نہ کتاب، نہ خطاب۔ ان کی بیماری کا علاج تلوار ہے، یا پھر دعاء! ــــــ ؎

الحمد للہ ھذی العین لا الاثر "الحمد للہ یہ حقیقت ہے محض تاریخی بات نہیں۔

فما الذی باتباع الحق ینتظر
یہ ہے جس کا اتباعِ حق میں انتظار ہے۔"

وقت یفوت واشغال معوقة
وضعف عزم ودار شأنها الغیر
"وقت تیزی سے گزر رہا ہے اور مصروفیات اور عزم کی کمزوری اور ایسا گھر جس کا کام ہی تبدیل ہونا ہے، رکاوٹ بنا ہوا ہے۔"

والناس رکضی الی مھوی مصارعھم
ولیس عندھم من رکضھم خبر
"لوگ اپنی موت اور قبر کی طرف بھاگے جا رہے ہیں، مگر انہیں اس کی خبر نہیں ہے۔"

تسعی بھا خادعات من سلامتھم
فیبلغون الی المھوی وما شعروا
"ان کو سلامتی کا دھوکا دینے والیاں دوڑا کر ہلاکت گاہ میں پہنچا رہی ہیں، لیکن ان کو شعور نہیں۔"

والجھل أصل فساد الناس کلھم
والجھل أصل علیہ یخلق البشر
"جہالت سب لوگوں کے فساد کی جڑ ہے اور جہالت بشر کی تخلیق کی اصل ہے۔"

وانما العلم عن ذی الرشد یطرحہ
کما عن الطفل یوما تطرح السرر
"علم صاحبِ رشد انسان سے جہالت کو پرے پھینک دیتا ہے جس طرح ایک دن لڑکے سے ناف کی نال کو ہٹا دیا جاتا ہے۔"

وأصعب الداء داء لا یحس بہ
کالدق یضعف حسا وھو یستعر
"سب سے مشکل وہ بیماری ہے جس کا احساس نہ ہو جیسا کہ دق کا مرض پھیلتا رہتا ہے اور احساس نہیں ہوتا۔"

وانما لم تحس النفس موبقھا
لأن أجزاءہ قد عمہ الضرر
"نفس اس کو محسوس نہیں کرتا اس لئے کہ اس کے اجزاء کو عام ضرر پہنچ چکا ہوتا ہے۔"

یہ اقتباس ہم نے صاحبِ تفسیر "روح المعانی" کے رسالے سے نقل کیا ہے جو کجرو نبہانی کی ذلت کے لئے کافی ہے جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ امام اشعری کا مذہب وہی ہے جو سلف کا اختیار کردہ تھا۔ منسوبین میں سے جس کسی نے ان کی مخالفت کی ہے اس نے اس میں تغیر و تحریف سے کام لیا ہے۔ مصنف "جلاء العینین" نے اگر اپنے والد کی بدعتوں سے محفوظ عقیدے میں موافقت کی ہے تو اس نے حق کے ساتھ موافقت کی ہے جو قبول و اتباع کے لائق ہے مگر نبہانی جو ہر خیر و خوبی سے محروم ہے، اپنی جہالت کی بناء پر سمجھتا ہے کہ حق اور عدل وہی ہے جس کو اس نے اختیار کیا ہے۔

تنقید "میں نے اسی سبب سے بعض علماء مکہ سے اس کے حق میں قبیح گفتگو سنی ہے۔ الخ"!

جواب اس کی یہ بات ان کے اور ان کے والد صاحب کے بارے میں کئی وجوہ سے مردود ہے:

وجہ اوّل: بالفرض نبہانی کی بات سچّی ہو اور اس کی نقل صحیح ہو تو ہم اس سے پوچھتے ہیں، بھلا دنیا کی زبان سے اور لوگوں کی بُری گفتگو سے کون محفوظ رہا ہے؟ اور کون ہے جس کی محبت پر سب متفق ہوں؟ سب جہانوں، زمینوں اور آسمانوں کے معبود ہی کو دیکھ لے کہ اس نے اپنی کتابِ کریم میں اپنے اعداء کو، اور جو کچھ وہ اس کے بارے میں کہتے ہیں، اس کو بیان کیا ہے جو ہر صاحبِ بصیرت پر روشن ہے۔ اور اس سلسلہ میں یہودیوں کی کارستانی بھی تورات میں، اور ان کا "افتراء علی اللہ وعلی رسلہٖ" قرآنِ مجید میں مذکور ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤدؑ اور مسیحؑ کو معاذ اللہ ولدالزنا کہا۔ انہوں نے اسی پر بس نہیں کی، بلکہ اس کو تورات کی طرف منسوب کیا۔ اسی طرح انہوں نے حضرت لوطؑ کے دونوں بیٹوں کو ولدالزنا کہا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام اور دوسرے انبیاءؑ کو لوطؑ کے ان دونوں بیٹوں کی طرف منسوب کیا۔ یہ بھی بکواس کی کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان بنا کر تھک گیا تھا، اسی لئے اس نے ساتویں روز آرام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ان کی تردید فرمائی، فرمایا:

"وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ[۱]" "ہمیں زمین اور آسمانوں کی پیدائش وغیرہ سے کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی۔"

پھر انہوں نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہے۔ قرآنِ مجید میں ان کی اس بات کی حکایت کی گئی ہے:

"لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ[۲]"

"اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بات سن لی ہے جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے، اور ہم غنی ہیں جو انہوں نے کہا، ہم لکھ لیتے ہیں اور ان کا انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کرنا بھی اور ہم کہیں گے جلانے والا عذاب چکھو۔ اس کی وجہ وہی ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔"

---

[۱] قٓ: ۳۸ [۲] آلِ عمران: ۱۸۱-۱۸۲

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اس وقت نازل فرمائی جب انہوں نے کہا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے محتاج نہیں، وہ ہمارا محتاج ہے جس طرح وہ ہمارے سامنے تضرع کرتا ہے، ہم اس کی طرف تضرع نہیں کرتے۔ ہم اس سے بے نیاز ہیں اگر وہ ہم سے بے نیاز ہے تو ہم سے قرض نہ مانگتا! —— ان کی یہ بات بڑی خراب اور ہولناک تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا، یعنی ان کی باتوں کو ہم قیامت کے دن کے لئے محفوظ رکھتے ہیں، وہ ضائع نہیں ہو سکتیں!

پھر انہوں نے کہا، اللہ کا ہاتھ بندھا ہے، سخی اور کریم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ بات نقل کی، اور فرمایا:

"وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ"[1] "یہودیوں نے کہا، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے"

اُن کی تردید اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد سے فرمائی:

"غُلَّتْ اَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوطَتٰنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ"[1] "ان کے ہاتھ بندھے ہیں، وہ اپنی ہی بات سے ملعون ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ فرماتا ہے"

انہوں نے یہ بھی کہا، حضرت عزیر علیہ السلام ابن اللہ ہیں اور وہ خود بھی اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

"وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُنِ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ"[2] "یہودیوں نے کہا، عزیر علیہ السلام ابن اللہ ہیں۔ عیسائیوں نے کہا، مسیح علیہ السلام ابن اللہ ہیں"

"وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّٰٓؤُهٗ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ"[3] الآیۃ! "یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا، ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ آپ ان سے پوچھئے تو پھر وہ کیوں تمہیں تمہارے گناہوں کی وجہ سے عذاب دے گا؟ بلکہ تم عام بشر ہو، اس کی مخلوق"

"قَالُوٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ "اور انہوں نے کہا، اللہ تعالیٰ نے ہم سے عہد رکھا ہے کہ ہم اس وقت تک کسی رسول پر ایمان نہ

---

[1] المائدۃ: ۶۴ [2] التوبۃ: ۳۰ [3] المائدۃ: ۱۸

حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ" (آلِ عمران : ۱۸۳)

لائیں۔ جب تک وہ ایسی قربانی نہ کرے جس کو آگ کھا جائے"۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا :

"قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ" (آلِ عمران : ۱۸۳)

"کہہ دیجئے! مجھ سے پہلے تمہارے پاس رسول کھلے دلائل لے کر اور وہی چیز لے کر آئے تھے، جو تم نے کہی ہے تو پھر تم نے ان کو قتل کیوں کر دیا اگر تم سچے ہو؟"

یہودیوں نے یہ بھی کہا :

"لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً" (البقرۃ) "ہمیں آگ نہیں چھوئے گی، مگر چند (گنتی کے) دن"۔

انہوں نے یہ بھی کہا "اللہ تعالیٰ طوفان پر رو دیا۔ یہاں تک کہ اس کو آشوبِ چشم کا عارضہ لاحق ہوا، اور فرشتوں نے اس کی مزاج پرسی کی" اور یہ بھی کہا :

"اور ان سے دو لڑکے ہوئے جن کی طرف انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت منسوب ہے" اور انہوں نے اپنی نماز کی ایک دعا میں کہا "اے پروردگار! جاگ، تو کب تک سوتا رہے گا؟ اپنی نیند سے بیدار ہو"۔ انہوں نے رب العالمین کے حضور میں یہ گندی مناجات پیش کرنے کی جسارت کی۔ گویا وہ اس طرح اس کی تعریف کر رہے ہیں، تاکہ وہ ان کے لئے ہوشیار ہو اور ان کا حامی بنے۔ گویا وہ اس کو بتا رہے ہیں کہ :—

—— اس نے اپنے اور اپنے محبوبوں کے لئے سستی اختیار کر رکھی ہے۔ وہ اس خطاب کے ذریعے اس کو خبردار اور ہوشیار کرتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کا جو سلوک تھا، وہ تو بہت مشہور رہے ہی!

مجمل طور پر یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں، اس کے انبیاء پر افترا پردازی کی اور رب العالمین اور اس کے رسولوں کو بڑے بڑے کاموں کا الزام دیا۔ علامہ ابنِ حزم نے اپنی کتاب "الملل والنحل" میں اور حافظ ابنِ قیم نے اپنی کتاب "ہدایۃ الحیاری" میں اسکے کچھ نمونے ذکر کئے ہیں۔

نصاریٰ کو دیکھئے! ان کا اعتقاد ہے، آسمانوں اور زمین کا رب تبارک و تعالیٰ اپنی عظمت

کی کرسی اور عرش سے اترا اور ایک عورت کی شرمگاہ میں داخل ہو گیا جو کھاتی پیتی تھی، پیشاب اور پاخانہ کرتی تھی۔ وہ اس کے پیٹ کے ساتھ لگ گیا اور نو ماہ تک پیشاب، پاخانے، خون اور حیض میں پڑا رہا۔ پھر وہ پنگھوڑے اور چارپائی کی طرف نکلا۔ جب وہ روتا تو اس کی ماں اس کو اپنی چھاتی کا دودھ پلاتی پھر وہ بچوں کے درمیان مکتب میں پہنچا۔ آخرکار وہ یہاں تک پہنچا کہ یہودیوں نے اس کے گالوں اور گدی پر تھپڑ مارے، اس کے چہرے پر تھوکا اور اس کے سر پہ کانٹوں کا تاج رکھا نرکل اُس کے ہاتھ میں تھا۔ اس کو ذلیل کرنے اور اس کی عزت خراب کرنے کے لئے پھر اس کو بلاؤں والی سولی پر چڑھایا، اس کو اس پر مضبوطی سے رسیوں کے ساتھ باندھ دیا اور اس کے ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں ٹھونک دیں۔ وہ روتا اور چلاتا رہا۔ لوہے کی گرمی اور سولی کے درد سے، مدد کے لئے پکارتا رہا۔ ان کے زعمِ باطل میں یہ ہے وہ خدا جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا۔ رزق اور اجلیں تقسیم کیں۔ لیکن اس کی حکمت اور رحمت کا تقاضا تھا کہ اس نے اپنے اوپر اپنے دشمنوں کو مسلط کیا۔ تاکہ اس کو جو تکلیف دے سکتے ہوں دے لیں اور اس طرح عذاب اور جہنم کے قید خانے کے مستحق ہو جائیں۔ وہ اپنے نبیوں، رسولوں اور ولیوں کے لئے اپنی جان کا فدیہ دے اور ان کو ابلیس کے قید خانے سے نکالے۔ ان کے نزدیک آدمؑ و ابراہیمؑ، نوحؑ اور سب نبیوں کی ارواح جہنم میں ابلیس کے قید خانے میں تھیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کو موقعہ دیا کہ وہ اس کو سولی پر لٹکا کر ان کو نجات دلائے۔

یہ ان کے کفر و شرک اور بدگوئی کا ایک حصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کہا جاتا ہے جو گالیاں انہوں نے اللہ و رسول کو دی ہیں کسی اور نے نہیں دیں۔ نبی کریم ﷺ سے ایک صحیح قدسی حدیث مروی ہے جس میں رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"شتمنی ابن ادم ولم یکن لہٗ ذالک وکذبنی ابن ادم ولم یکن لہٗ ذالک اما شتمہ ایای فقولہ اتخذ اللہ ولدا وانا الاحد الصمد الذی لم الد ولم اولد

"مجھے ابنِ آدم نے گالی دی اور اس کے لئے یہ مناسب نہ تھا اور مجھے جھٹلایا اور اس کے لئے یہ مناسب نہ تھا۔ اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے حالانکہ میں ایک ہوں، بے نیاز ہوں جس نے نہ جنا اور نہ ہی جنا

ولم يكن لي كفوًا احدٌ، واما تكذيبه اياي فقوله لن يعيدني كما بدأني، وليس ذالك باهون علي من اعادته"

گیا، اور نہ ہی میرا کوئی ہمسر ہے جبکہ اس کا مجھے جھٹلانا اس کا یہ قول ہے کہ جس طرح اس نے مجھے پہلی بار پیدا کیا تھا، دوبارہ نہیں پیدا کریگا۔ حالانکہ پہلی بار اور دوبارہ پیدا کرنا میرے لیے یکساں ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : "اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ۝ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ"[۱]

"دیکھو! وہ اپنی جھوٹ بنائی ہوئی بات کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں"۔

"لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ"[۲]

یعنی: "وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم اللہ ہے"۔

اور بہت سی آیات جن میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان کے سوء اعتقاد کی خبر دی گئی ہے! اور مشرکین عرب کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭسُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۭ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ"[۳]

"اور ان لوگوں نے جنوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا، حالانکہ ان کو اسی نے پیدا کیا ہے اور بے علمی میں اس کے لئے بیٹے بیٹیاں گھڑ لیں۔ وہ ان باتوں سے جو اس کی نسبت بیان کرتے ہیں، پاک ہے اور اس کی شان اس سے بلند ہے۔ آسمانوں اور زمین کا خالق وہی ہے اس کی اولاد کیونکر ہو سکتی ہے جبکہ اس کی بیوی ہی نہیں اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر پیدائش کو جاننے والا ہے"۔

"وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ

"اور کہہ دو سب تعریف اس ذات کی ہے جس کی اولاد نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اس کی بادشاہی میں اس کا شریک ہے اور نہ ہی وہ عاجز ہے،

---

[۱] الصّٰفّٰت: ۱۵۱، ۱۵۲ [۲] المآئدۃ: ۷۲ [۳] الانعام: ۱۰۰، ۱۰۱

مِّنَ الذُّلِّ"[1]

کہ اس کا کوئی مددگار ہو۔"

"تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا"[2]

"بابرکت ہے وہ ذات جس نے حق و باطل میں فرق کرنے والا (قرآن مجید) اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ وہ اس سے سب جہانوں کو ڈرائے۔ وہ اللہ جس کی بادشاہی آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور نہ ہی اس کی اولاد ہے اور نہ ہی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کا خوب اندازہ کیا۔"

"وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّىْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ"[3]

"اور کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے (وہ بیٹے بیٹیوں سے) پاک ہے بلکہ (جن کو اس کی بیٹیاں کہتے ہیں) وہ باعزت بندے ہیں۔ اس سے آگے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ وہ جو کچھ ان کے آگے اور ان کے پیچھے ہے سب جانتا ہے۔ وہ سفارش نہیں کرتے مگر اسی کی جس کو اس نے پسند فرما لیا اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں اور جو کوئی ان میں سے کہے کہ میں اس کے سوا معبود ہوں ہم اس کو جہنم کی سزا دیں گے اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔"

"وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ

"اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دو معبود نہ بناؤ معبود تو صرف وہ ایک ہی ہے پس مجھ ہی سے ڈرو۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کا ہے۔

---

[1] الاسراء: ۱۱۱ [2] الفرقان: ۱-۲ [3] الانبیاء: ۲۶-۲۹

الدِّیْنُ وَاصِبًا (الیٰ قولہٖ) وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ [1]"

اور عبادت اسی کی لازم ہے (آگے یہاں تک) اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔ وہ پاک ہے اور ان کے اپنے لئے وہ ہے جس کو پسند کریں اور چاہیں۔"

"وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝

"اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود تجویز نہ کر، ورنہ تو ملامت زدہ اور راندہ درگاہ بنا کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ۝

بھلا تمہارے رب نے تمہارے لئے بیٹے پسند کئے ہیں، اور فرشتوں کو اپنے لئے بیٹیاں بنا لیا ہے، بلاشک تم بہت بڑی غلط بات کہتے ہو۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۝

اور ہم نے اس قرآن میں نئے نئے اسلوب سے بات بیان کی ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں، لیکن وہ اس سے اور زیادہ بدکتے ہیں۔

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا [2]"

کہہ دیجئے! اگر اس کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے، جیسا کہ وہ کہتے ہیں، تب وہ عرش والے تک (لڑنے کے لئے) راستہ تلاش کرتے۔"

"فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ۝ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝

"ان سے پوچھئے! کیا تیرے رب کے لئے بیٹیاں ہیں، اور ان کے لئے بیٹے ہیں؟ یا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا؟ اور وہ اس وقت موجود تھے، دیکھ رہے تھے؟ یہ اپنی جھوٹ بنائی ہوئی بات کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔ بلاریب وہ جھوٹے ہیں

---

[1] النحل : ۵۱-۵۷   [2] الاسراء : ۳۹، ۴۲

اَصۡطَفَى الۡبَنَاتِ عَلَى الۡبَنِيۡنَ ؕ
مَا لَكُمۡ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ ۝
اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ۝ اَمۡ لَكُمۡ سُلۡطٰنٌ
مُّبِيۡنٌ ۝ فَاۡتُوۡا بِكِتٰبِكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ
صٰدِقِيۡنَ ۝ وَجَعَلُوۡا بَيۡنَهٗ وَبَيۡنَ
الۡجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدۡ عَلِمَتِ الۡجِنَّةُ
اِنَّهُمۡ لَمُحۡضَرُوۡنَ ۝ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ
عَمَّا يَصِفُوۡنَ ۝ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ
الۡمُخۡلَصِيۡنَ ۝ فَاِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ ۝
مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَيۡهِ بِفٰتِنِيۡنَ ۝ اِلَّا مَنۡ
هُوَ صَالِ الۡجَحِيۡمِ [1]"

کیا اُس نے بیٹوں پر بیٹیوں کو پسند کر لیا ہے؟ تمہیں
کیا ہو گیا ہے، کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ کیا پس نصیحت
نہیں پاتے؟ یا تمہارے پاس کوئی کھلی دلیل ہے؟
تو اگر تم سچے ہو تو اپنی کتاب لا کر دکھاؤ۔ انہوں
نے اس کے اور جنوں کے درمیان رشتہ مقرر کیا
ہے، اور جنوں کو علم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے
حاضر کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے، اس
سے جو وہ بیان کرتے ہیں مگر اس کے مخلص بندے
(عذاب سے بچ جائیں گے) تم اور جن کی تم پوجا
کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کے خلاف بہکا نہیں سکتے
—— مگر اس کو جو جہنم رسید ہونے والا ہے۔"

"اَفَرَءَيۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ
الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰى ۝ اَلَـكُمُ
الذَّكَرُ وَلَهُ الۡاُنۡثٰى ۝ تِلۡكَ
اِذًا قِسۡمَةٌ ضِيۡزٰى ۝ اِنۡ هِىَ
اِلَّاۤ اَسۡمَآءٌ سَمَّيۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَ
اٰبَآؤُكُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ
سُلۡطٰنٍ ؕ اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا
الظَّنَّ وَمَا تَهۡوَى الۡاَنۡفُسُ ۚ
وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمُ الۡهُدٰى ؕ
(الٰی قولہٖ) اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ
لَيُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓئِكَةَ تَسۡمِيَةَ الۡاُنۡثٰى [2]"

"بھلا تم لوگوں نے لات اور عزّیٰ کو دیکھا، اور تیسرے
منات کو (کیا یہ خدا ہو سکتے ہیں؟) کیا تمہارے
لئے تو بیٹے، اور اس (اللہ تعالیٰ) کے لئے بیٹیاں؟
یہ تقسیم تو بھونڈی اور ناانصافی کی ہے۔ وہ تو صرف
نام ہی نام ہیں، جو تم نے اور تمہارے باپ دادا
نے گھڑ لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی کوئی سند
نہیں اُتاری۔ تم تو محض اٹکل اور نفسانی خواہشات
کی پیروی کرتے ہو۔ البتہ تحقیق ان کے پاس ان
کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے (آگے
تک) بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں
رکھتے، وہ فرشتوں کے نام عورتوں جیسے رکھتے ہیں۔"

---

[1] الصّٰفّٰت : ۱۴۹-۱۶۳
[2] النجم : ۱۹-۲۷

"وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا"[1] "اور انہوں نے اس کے بندوں میں سے اس کے لئے اولاد مقرر کی۔"

یعنی حصہ اور جزء مقرر کیا' یا اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کا حصہ تجویز کیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بلند ہے! ۔ بیٹا باپ کا جزء ہوتا ہے ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "فاطمۃ بضعۃ منی" ۔ "فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے۔"

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ" کلبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت زندیقوں کے حق میں اتری ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور ابلیس دونوں شریک ہیں ۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے نور کا اور لوگوں' جانوروں' اور چارپایوں کا اور ابلیس خالق ہے اندھیرے کا' درندوں' سانپوں' بچھوؤں وغیرہ کا۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد "خَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ" کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے :

"اس سے ان کی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ فرشتے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ یہاں جنوں سے مراد فرشتے ہیں' کیونکہ وہ نظروں سے اوجھل ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اس سے مراد فرشتوں کا ایک گروہ ہے' جن کو جن کہتے ہیں اور ابلیس اسی گروہ سے ہے' اور وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ کلبیؒ فرماتے ہیں' وہ ملعون کہتے تھے کہ اس سے مراد وہ بیج ہیں' جن سے فرشتے نکلتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "خَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ" کی تفسیر میں ثعلبیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کفارِ عرب ہیں' جو یہ کہتے تھے کہ فرشتے اور بُت اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں' اور اس سے مراد یہود بھی ہیں' جو حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے ہیں' اور اس طرح کی اور گالیاں' جو وہ "اللہ فاطر السمٰوٰت والارض" کو بکتے ہیں۔ ہم ایک کتاب لکھ رہے ہیں' جس کا نام ہے "آراء بنی آدم فی الٰہ العالم"۔ جو ابھی مکمل نہیں ہوئی' اس میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ لوگوں نے اپنے معبود اور الٰہ عزاسمہٗ کے بارے میں کیا کیا بدتمیزی کی گفتگو کی ہے؟

رہی یہ بات کہ امتوں نے اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کیا کیا سلوک کیا؟ اور انہوں نے کس کس طرح سے ان کو ستایا' گالیاں بکیں' اور مذاق اڑایا وغیرہ یہ ایسی داستان ہے کہ یہاں ان سب کو بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اور جو سلوک عرب کے جاہلوں' بالخصوص قریش نے خاتم الانبیاء

---

[1] الزخرف : ۱۵

والمرسلین ﷺ کے ساتھ روا رکھا اس سے روح لرز جاتی ہے اور اس کو لکھتے وقت روشنی گناہگار ہو کر سیاہی بن جاتی ہے۔ تفصیل تاریخ اور سیرت کی کتب میں موجود ہے۔

شیخ الاسلام نے اس موضوع پر اپنی کتاب "الصارم المسلول" میں بڑی اہم فصلیں قائم فرمائی ہیں۔ انہوں نے اس اندھے کا قصہ ذکر کیا ہے جس نے اپنی ام ولد کو جو نبی کریم ﷺ کی ہجو کرتی تھی، قتل کردیا۔ پھر کعب بن اشرف یہودی کے قتل کا قصہ بھی ذکر کیا ہے۔ اسی طرح آپؐ کی ہجو کرنے والی بنو خطمہ کی ایک عورت عصماء بنت مروان، اور ابن ابی سرح، اور آپؐ کی ہجو کرنے کے جرم میں ایک یہودی ابو عفک، اور آپؐ کی ہجو کرنے والے ابن زنیم دیلمی کے قتلوں کے قصے بیان فرمائے ہیں۔ اسی طرح ان دو کسبی عورتوں کے قتل کا واقعہ بیان کیا ہے، جو آپؐ کی ہجو گایا کرتی تھیں۔ ابن خطل کے قتل کی حکایت کی ہے، اور یہ حکم بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کی ہجو کرنے والے، یا ایذاء دینے والے قریش کے شعراء کے قتل کا آپؐ نے حکم صادر فرمادیا تھا۔ رسول اکرم ﷺ کو ایذاء دینے والے یہودی ابو رافع کا قصہ، اور اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑانے والوں کے قتل کا قصہ بیان کیا ہے اور اعرابی کی حدیث لکھی ہے، جس نے غنیمتوں کے مال کی تقسیم کے موقعہ پر انتہائی قابل مذمت الفاظ کہے تھے کہ آپؐ نے عدل نہیں کیا، اور صحیح فیصلہ نہیں فرمایا! اور قرآنی قصے — کہ ظالم اور کمینے آپؐ کو اذیت دیتے رہے ہیں — بیان کئے ہیں مثلاً کبھی یہ تہمت دھری کہ آپ شاعر ہیں۔ کبھی یہ جھوٹ بولا کہ آپ کاہن ہیں، کبھی یہ کہا آپ (معاذ اللہ) دیوانہ ہیں، وغیرہ اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیا، اور مومنوں کے قلوب کو تسکین بہم پہنچائی۔

ماوردی کی کتاب "اعلام النبوۃ" میں ہے، اگر یہ کہا جائے کہ "انبیاء علیہم السلام کا تشریف لانا دنیا کے مصالح کا موضوع ہے، اور ان کو حکم ہے کہ نرمی اور مہربانی برتیں۔ اس کے برخلاف حضرت محمد ﷺ جو شریعت پیش فرماتے ہیں، اس میں تلوار، خون بہانے اور لوگوں کو قتل کرنے کا حکم ہے، لہٰذا ان کی شریعت حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی شریعتوں کے خلاف ہے اور سیرت میں اس مخالفت کی وجہ سے آپؐ کا نبوت میں بھی ان کے ساتھ اتحاد نہ رہا"۔ فرماتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ:

"تلوار کو طلب حق کے لئے استعمال کرنا قابل تعریف ہے جب نرمی اقرار باطل کے ساتھ ہو، تو وہ قابل مذمت ہے کیونکہ شریعت کا موضوع فضائل الٰہیہ، حقوق دینیہ کا اقرار ہے شریعت میں قتل

کا باعث یہی ہے تاکہ خیر قائم ہو اور شر مٹ جائے۔ شریر نفوس کو محض ڈر کافی نہیں ہوتا، لہٰذا اس میں سختی اطاعت کے لئے رغبت سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ اور عرب کے لوگ کثرتِ تعداد اور بہادری کی قوت کی بناء پر بہت زیادہ شریر اور سرکش تھے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ نرمی برتنے کی بجائے سختی زیادہ مفید تھی۔

اور یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ آپؐ کے جہاد میں رسولوں سے کوئی مختلف اور انوکھی چیز نہیں تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اس پر عامل تھے۔ انہوں نے ان چار بادشاہوں سے جہاد کیا تھا جو بلادِ جزیرہ میں لوٹ مار کرنے جا رہے تھے۔ آپؑ نے ان سے جنگ کی، اور ان کو لشکروں سمیت شکستِ فاش دی۔ حضرت یوشعؑ بن نون نے شام کے تیس سے زیادہ بادشاہوں کو قتل کیا، اور ان کے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ انکا نام و نشان تک مٹا دیا، اور غنیمتیں سمیٹیں۔ اس کا باعث دین کی دعوت نہ تھی، اور نہ ہی خراج کا مطالبہ تھا۔ ان کی کتابوں میں موجود ہے کہ حضرت داؤدؑ بلادِ شام میں لڑے اور وہاں کے ہر مرد عورت کو قتل کر دیا۔

اس کے برخلاف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے پہلے دین کی طرف دعوت دی، اور مقابلے میں اڑ جانے والوں سے جنگ کی۔'' اس کے بعد اپنی اس گفتگو کو مکمل کرنے کے بعد فرمایا: ''ملحدوں کا مقصد اس قسم کے اعتراضات سے نبوتوں میں طعنہ زنی ہے۔ انہوں نے کسی نبی کو معجزے میں، اور سیرت میں طعنہ زنی سے معاف نہیں کیا۔ ہمارے زمانے کا ایک ملحد اپنی نظم میں حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت محمد علیہم السلام پر طعنہ زنی کرتا ہے کہ (ترجمہ): ''بحیرۂ قلزم کو پھاڑنے والے کو دیکھو کہ اس نے اس کے کناروں کو نہیں توڑا، جبکہ گرمی کی شدت نے وہاں تباہی مچا رکھی تھی۔ ایک مدعی چیزوں کو پیدا کرنے کا دعویٰ کرتا ہے مگر صورت یہ ہے کہ وہ خود فنا ہو چکا ہے، اور اشیاء موجود ہیں۔ ایک دوسرا، تلوار کے ساتھ دلیل کا مدعی ہے، مگر تلوار کی دلیل باطل ہوتی ہے۔''

پھر فرمایا، یہ اشعار میری موجودگی میں جب ایک اہلِ علم کے پاس پہنچے تو انہوں نے جواب دیا: (ترجمہ) ''اس شخص کو کہہ دو جو رسولوں کی تکذیب کرتا ہے، اور ان کے معجزوں کو اپنی کجروی اور خیانت کے باعث رد کرتا ہے، اس نے یہ جھوٹ سے آراستہ اشعار اس لئے کہے ہیں، تاکہ لوگوں کے دین میں شک پیدا کیا جائے۔ فلقِ بحر کے بعد موسیٰؑ کا راہ بھول جانا اُس کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے، تاکہ لوگوں

کو بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پھاڑا ہے اور موسیٰ علیہ السلام گزر رہیں جو راہوں میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ پانی کو پھاڑنے اور اس کو خشک کرنے سے مخلوق عاجز ہے اس میں کسی حیلے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت مریم بتول کے بیٹے حضرت مسیح کے جس دعوے کا تو نے ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے پاک قرار دیا ہے۔ وہ تو صرف مٹی سے پرندہ بناتے تھے اور اللہ تعالیٰ اس کو زندہ کر دیتا تھا۔ اور آپؑ نے خود فرما دیا تھا کہ اس کو زندہ کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے نہ کہ میرا! صاحب سیف جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار اس وقت حجت بنی جب آپؐ ان کو ہر طرح سمجھا چکے۔ آپؐ نے ابتداء میں پوری کوشش کے ساتھ خیر خواہی کی اور ان کے سامنے معجزات پیش کئے جن کے سامنے اصحابِ عقل حیران ہو جاتے تھے۔ ان معجزات میں سے ایک قرآنِ مجید ہے جس کا نظم و ترتیب نہایت عجیب ہے اس میں غیب کی باتیں ہیں جو رسولوں کی طرف بذریعہ وحی بھیجی گئیں۔

جب اس نے نہایت نرمی کے ساتھ علی الاعلان چیلنج دیا تو اس سے شعراء لاجواب ہو گئے۔ آپؐ کی مبارک انگلیوں سے میٹھے پانی کے چشمے اُبلے حالانکہ وہاں کوئی نہ پتھر تھا نہ پانی کا نام و نشان تھا۔ بھیڑیئے نے چرواہے کو آپؐ کی بعثت کی خبر دی تو وہ فوراً مسلمان ہو گیا اور لکڑی کے ستون کو جب آپؐ نے چھوڑا تو وہ اس غم میں اونچی آواز میں رونے لگا۔ آپؐ نے لوگوں کے سوالوں کے جوابات میں بغیر کسی احتمال کے ان کے دلوں کے راز بتا دیئے۔ اس بات کی پیش گوئی کی جو پوری ہوئی کہ رومی سات سال بعد ایرانیوں پر غالب آجائیں گے۔ اسی طرح آپؐ نے خسرو پرویز شاہِ ایران کے قتل کی پیش گوئی کی جو صحیح ثابت ہوئی۔ اگر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات شمار کرنے لگوں تو نظم لمبی ہو جائے اور میں تھک ہار کر بیٹھ جاؤں" انتہیٰ ما ذکرہ الماوردی انبیاء علیہم السلام کے قصے اور امتوں کی طرف سے ان کو جس طرح ستایا گیا سب تاریخ اور تفسیر اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہے۔

ہم نبہانی سے پوچھتے ہیں کہ کیا صاحبِ "جلاء العینین" اور ان کے والدِ محترم کے لئے انبیاء علیہم السلام کے ایسے واقعات اسوۂ حسنہ نہیں ہیں؟ کیا کسی دشمنی کا بغض ان کے شرف میں کوئی کمی کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! ؎

من کان فوق محل الشمس رتبتہ ۔۔۔ فلیس یرفعہ شیئ و لا یضعہ

"جس شخص کا مرتبہ سورج کے مقام سے بھی بلند تر ہو اس کو کوئی چیز نہ اُٹھا سکتی ہے نہ

گرا سکتی ہے"۔

اے نبہانی! تجھے علم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور اس کے رسول ﷺ کے مخالفوں کا کیا انجام ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کی جمعیت بکھیر دی، اور ان کے اجتماع کو پارہ پارہ کر دیا۔ ان کا نام و نشان مٹا دیا، ان کو ذلیل کیا جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کا یہ حال ہے، تو یہ بھی ممکن ہے، اس کے رسولوں کے وارثوں کو بھی یہی صورتِ حال پیش آجائے کیا خوب کہا ہے ؎

قیل انّ الالٰہ ذو ولد   قیل انّ الرّسول قد کھنا

"جب اللہ تعالیٰ کو صاحبِ اولاد کہہ کر گالی دی گئی، اور رسولؐ کو کہا گیا کہ اس نے کہانت کی ہے"۔

ما نجا اللہ والرّسول معاً   من لسان الورٰی فکیف انا

"۔ اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم ﷺ مخلوق کی زبان سے محفوظ نہ رہے، تو میں کس باغ کی مولی ہوں؟"

نبہانی سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ کیا تو نے رافضیوں کو نہیں سنا کہ انہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، کے حق میں کیا طعنہ زنی کی ہے؟ تو کیا اس سے ان کے مقام و مرتبہ کو وہ گرا سکے ہیں؟ ہرگز نہیں! بلکہ رافضیوں کے بغض اور طعن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا ہے، اور رافضی اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے اس سے اور دُور ہو جاتے ـــ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لے لیتے ہیں۔ زمانے میں اہلِ حق کے دشمنوں کا یہی حال رہا ہے!

واذا اراد اللہ نشر فضیلۃ   طویت اتاح لھا لسان حسود

"جب اللہ تعالیٰ لپٹی فضیلت کو پھیلانا چاہتا ہے، تو اس کے لئے حاسدوں کی زبان کھل جاتی ہے"۔

یاد رکھیے کہ رافضی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جو عیوب و مثالب بیان کرتے ہیں، وہ دو قسم کے ہیں:

۱۔ پہلی قسم وہ ہے جو جھوٹ ہے یا تو وہ سراسر جھوٹ ہوتا ہے، یا اس میں کمی بیشی کر کے تحریف کی گئی ہوتی ہے جس سے ان کی مذمت اور طعن کا پہلو نکلتا ہے جو صریح طعن منقول ہیں،

ان میں سے اکثر اسی قسم کے ہیں۔ ان کو کذاب راوی جن کا کذب معروف ہوتا ہے، بیان کرتے ہیں مثلاً ابو مخنف لوط بن یحییٰ ، ہشام بن محمد بن سائب کلبی، اور اس قسم کے دوسرے کذاب۔

۲۔ دوسری قسم وہ ہے جو سچ ہے۔ ان امور میں سے اکثر میں ان کے پاس عذر تھے، جن کی بنا پر وہ گناہ کے دائرے سے نکل جاتے ہیں، اور ان کی حیثیت اجتہادی ہو جاتی ہے۔ اور مجتہد کا اجتہاد اگر درست ہو تو اس کے لئے دو اجر ہیں۔ اگر خطاء کرے تو ایک اجر ہے۔ اس سلسلے میں خلفاء راشدین رضؓ سے جو عام طور پر منقول ہے، وہ اسی قبیل سے ہے۔ ان امور میں ان سے کوئی گناہ ثابت نہیں ہے یہ باتیں ان کے فضائل و مناقب، سبقت فی الخیرات اور ان کے اہل جنت ہونے میں قادح نہیں ہیں۔ کیونکہ ثابت گناہ سے بھی بہت سے اسباب کی وجہ سے آخرت میں عذاب کو روک دیا جائے گا۔ شیخ نے منہاج السنۃ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور وہ اسباب بیان فرمائے ہیں، جن سے گناہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس مسئلہ میں انہوں نے نہایت جامع اصول بیان فرمایا ہے۔ جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے، وہ دشمنانِ علماء دین و حفاظ موحدین پر منطبق ہوتا ہے۔ نبہانی اور ان کے غالی ساتھی ہمیشہ سے رافضیوں کی زبان میں باتیں کرتے رہے ہیں۔

یہی بات ناصبیوں اور خارجیوں کے متعلق بھی ہے۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ان کے حد سے تجاوز کرنے سے حضرت الامیر کی شان کم نہیں ہوئی۔ نبہانی اور اس کے ٹولے نے اپنے مخالفوں کی شان میں جو گستاخیاں کی ہیں، اعداءِ صحابہؓ کی بدگوئیوں کے مقابلہ میں ان کی حیثیت وہی ہے جو قطرے کو سمندر سے ہے۔ یہ عقل مندوں کے نزدیک نہیں، بلکہ صرف ناقص اور جاہل انسان کے نزدیک ہی عیب اور طعن ہے، جس کی کوئی حیثیت نہیں!

وجہِ ثانی نبہانی کو بتا دیا جائے کہ "جلاء العینین" کے مصنف اور ان کے والدِ محترم پر طعن و تشنیع اور بعض بلاشبہ قبر پرست غالیوں کی طرف سے ہے۔ کیونکہ اس سے ان کے شرک کی عمارت ڈھے جاتی ہے، اور ان کی دلیل و برہان بے اثر و باطل ہو جاتی ہے۔ یہ اس لئے نہیں کہ ان سے کوئی ایسا گناہ سرزد ہوا ہے جو ناقابلِ معافی ہے۔ بلکہ جب گناہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے سلسلے میں ہو تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ انسان پر لازم ہے کہ وہ اس باب میں محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے

رسولؐ کے اتباع کی نیت رکھے تاکہ اس کا عمل خالص بھی ہو اور صواب بھی ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ"[1]

"یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا جنت میں کوئی نہیں جائے گا یہ ان کے خیالات باطل ہیں کہو اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو کیوں نہیں جس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی گردن جھکا دی اور وہ نیکوکار بھی ہے اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔"

"وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۗ وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا"[2]

"اس شخص سے کس کا دین اچھا ہو سکتا ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ کیلئے فرمانبردار کرلیا اور وہ نیکوکار بھی ہے اور اس نے ابراہیمؑ کے دین کی پیروی کی جو یکسو مسلمان تھے اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست بنایا تھا۔"

مفسرین اور اہلِ لغت اس آیت کا یہ معنیٰ بیان کرتے ہیں "جس نے اپنے دین اور عمل کو صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کے لئے خالص کرلیا اور اس کا عمل سنتِ رسولؐ کے مطابق ہوا۔"

فرّاء نے اللہ جل شانہٗ کے ارشاد "فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ" کی تفسیر یہ کی ہے کہ "أَخْلَصْتُ عَمَلِي" "میں نے اپنے عمل کو اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لئے خالص کرلیا ہے"۔ قرآن کی تعلیم اس معنیٰ کے گرد گھومتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے اور اس کی عبادت سے مراد مامورات کی تعمیل اور منہیات سے پرہیز ہے۔ پہلے دین و عمل کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرنا ہے اور دوسرے احسان ہے یعنی عمل سنت کے مطابق ہو، یہی صالح عمل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا کیا کرتے تھے:

---

[1] البقرة: ۱۱۱-۱۱۲ [2] النساء: ۱۲۵

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ عَمَلِیْ کُلَّہٗ صَالِحًا وَاجْعَلْہُ لِوَجْھِکَ خَالِصًا وَلَا تَجْعَلْ لِاَحَدٍ فِیْہِ شَیْئًا"	"اے اللہ! میرے پورے عمل کو سنّت کے مطابق، اور خالص اپنے لئے بنا اور اس میں کسی کا کوئی بھی حصہ نہ رکھ۔"

یہی عمل خالص اور صواب ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا" کی تشریح یوں فرمائی ہے "زیادہ خالص اور زیادہ صواب" لوگوں نے پوچھا "اے ابو علی! زیادہ خالص اور زیادہ صواب کیا ہے؟" فرمایا:

"انّ العمل اذا کان خالصاً ولم یکن صوابًا لم یُقبل، واذا کان صواباً و لم یکن خالصًا لم یقبل حتّٰی یکون خالصًا صوابًا، والخالص ان یکون للّٰہ والصّواب ان یّکون علی السّنّۃ۔"	"عمل جب خالص ہو اور صواب نہ ہو تو قبول نہیں ہوتا، اور جب صواب ہو اور خالص نہ ہو تو قبول نہیں ہوتا حتیٰ کہ خالص بھی ہو اور صواب بھی! خالص سے مراد یہ ہے کہ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کے لئے ہو اور صواب یہ ہے کہ سنّت کے مطابق ہو۔"

"امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دوسرا نام "امر بالسنّۃ اور نہی عن البدعۃ" ہے اور یہ اعمالِ صالحہ میں سے افضل عمل ہے لہٰذا لازم ہے کہ اس سے محض رضاءِ الٰہی مقصود ہو اور سنّت کے مطابق ہو حدیث شریف میں ہے:

"من امر بالمعروف ونھٰی عن المنکر فینبغی ان یّکون عالمًا بما یأمر بہٖ، عالمًا بما ینھٰی عنہ، رفیقًا فیما یأمُرُبہٖ، رفیقًا فیما ینھٰی عنہ، حلیمًا فیما یأمر بہٖ، حلیمًا فیما ینھٰی عنہُ۔"	"امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے کے لئے لائق ہے کہ وہ جس کا حکم دے، اس کا اس کو علم ہو ــــ اور جس سے روکے، اس کا بھی علم ہو! ـــــ نیز جس کا حکم دے، اس میں نرمی اختیار کرے اور جس سے روکے، اس میں بھی نرمی اختیار کرے۔ جس کا حکم کرے، اس میں بُردباری کا مظاہرہ کرے۔ اور جس سے منع کرے، اس میں بھی بردباری کا مظاہرہ کرے۔"

علم، امر سے پہلے ہو۔ اور نرمی حکم کے ساتھ ہے اور حلم حکم کے ساتھ ہے۔ اگر وہ عالم نہیں تو

اس کے لئے جائز نہیں کہ ایسی چیز کی پیروی کرے جس کا اس کو علم نہیں جب عالم ہو اور اس میں نرمی نہ ہو تو اس کی مثال اس طبیب کی ہے جس میں نرمی نہ ہو اور وہ مریض پر سختی کرے تو اس سے بات قبول نہیں کی جا سکتی۔ جیسا کہ سخت خو اور سخت گیر استاد سے بچہ استفادہ نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ و ہارونؑ کو فرمایا:

"فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى[1]" — "اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ سوچے یا ڈر جائے"

پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عموماً نتیجہ مخالفتوں اور مصائب کی صورت میں سامنے آتا ہے تو اس موقع پر صبر و بردباری سے کام لینا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ط اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ[2]" — "اچھے کاموں کا حکم دینا، بُرے کاموں سے منع کرتے رہنا اور جو تکلیف آئے اس پر صبر کرنا۔ بلا ریب یہ بڑی ہمت والے کام ہیں"

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بہت سی جگہوں میں مشرکوں کے ایذاء دینے پر صبر کی تلقین فرمائی ہے۔ آپؐ تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں کے امام ہیں۔ انسان کو لازم ہے کہ اولاً اس کا کام صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور مامورات میں اس کی اطاعت مقصود ہو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ مامور کی اصلاح ہو اور اس پر حجت قائم ہو۔ اگر کوئی عمل طلب سیاست کے لئے یا کسی گروہ کی خاطر یا کسی کی تنقیص کرنے کے لئے کرے تو یہ اس کی خطا ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو قبولیت حاصل نہیں ہوگی۔ یہی صورت ریاکار اور شہرت کے طالب کے لئے ہے اس کا عمل اکارت جاتا ہے پھر جب اس کا رد کیا جاتا ہے یا اس کو خطاکار اور خود غرض قرار دیا جاتا ہے تو اس کا نفس چاہتا ہے کہ اس کا مقابلہ کر کے بدلہ لے! ——— اس کے پاس شیطان آتا ہے، تو ابتداء میں اس کی نیت — جو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے تھی — بعد میں خواہش نفس میں تبدیل ہوگئی جس سے وہ اشتغال میں آکر ایذاء دینے والے سے بدلے کا طالب ہوتا ہے۔ بسا اوقات وہ اس پر زیادتی کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ یہی حال مختلف مذاہب کے اصحاب کا ہوتا ہے ان میں

---

[1] طٰہٰ: ۴۴ [2] لقمان: ۱۷

سے ہر ایک یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ حق اس کے ساتھ ہے، اور وہ سنت پر عمل پیرا ہے۔ ان میں سے اکثر کے پیشِ نظر اپنی جاہ و ریاست وغیرہ کی حمایت ہوتی ہے۔ مقصد یہ نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو اور دین خالص اسی کا ہو جائے، بلکہ وہ اپنے مخالف پر غضب ناک ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ مجتہد معذور ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک نہیں ہوتا! ۔ وہ ان لوگوں سے خوش ہوتے ہیں جو ان کے موافق ہوں چنانچہ اگر وہ جاہل بدمقصد ہو، نہ اس کے پاس علم ہو، نہ اس کی نیت ہی درست ہو، یہ اس کو یہاں تک پہنچا دیتا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی تعریف کرنے لگتا ہے جن کی تعریف اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرمؐ نے نہیں کی، اور ان کی مذمت کرنے لگتا ہے جن کی اللہ و رسولؐ نے مذمت نہیں کی۔ ان کی دوستی و دشمنی کی بنیاد ہوائے نفس ہوتی ہے، نہ کہ اللہ و رسولؐ کا دین۔ یہی حال کافروں کا ہے۔ ان کا مطلوب بھی خواہشِ نفس ہوتی ہے، نہ کہ اللہ و رسولؐ کا دین۔ اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرمؐ ان کا مقصود نہیں ہوتے۔ وہ کہتے ہیں یہ ہمارا دوست، اور یہ ہمارا دشمن ہے۔ اسی سے لوگوں کے درمیان فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ"[1] "اور ان سے لڑو حتیٰ کہ شرک باقی نہ رہے، اور دین صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جائے۔"

جب تک دین مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے لئے نہ ہوگا، فتنہ موجود رہے گا۔ اس اصول کو جان لینے کے بعد یہ سمجھنا آسان ہے کہ غالیوں کا ہر زمانے میں، مذمت و بغض کا سبب کیا رہا ہے۔ اس سے نبہانی کی اس باب میں ذکر کردہ سب باتیں ساقط ہو جاتی ہیں۔

وجہِ ثالث یہ دراصل گذشتہ وجہ کی وضاحت اور اس کا تتمہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ دین کی اصل یہ ہے کہ محبت محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ خوف و امید اسی سے ہو۔ دیں تو اسی کے لئے، اور نہ دیں تو اسی کے لئے۔ اور دشمنی بھی محض اسی کے لئے ہو۔ تعلقات صرف اسی کے لئے ہوں، عبادت صرف اسی کی ہو، استعانت محض اللہ تعالیٰ سے ہو۔ ان سب باتوں میں رسولِ کریم ﷺ کی سنّت کی پیروی بھی لازم ہے، کیونکہ آپؐ کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ آپؐ کا منع فرمانا اللہ تعالیٰ کا منع فرمانا ہے۔ آپؐ کی دشمنی اللہ تعالیٰ کی دشمنی ۔ آپؐ کی طاعت اللہ تعالیٰ کی طاعت ہے، اور آپؐ کی نافرمانی

---

[1] الانفال : ۳۹

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ ہوائے نفس اپنے پیروکاروں کو اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔ اس سلسلہ میں ان کے پیشِ نظر اللہ و رسولؐ کے احکام نہیں ہوتے، نہ وہ ان کے طالب ہوتے ہیں۔ خوشی اور ناراضی کے سلسلہ میں ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی خوشی اور ناراضی نہیں ہوتی۔ بس ان کی رضا اور ناراضگی خواہشِ نفس کے تابع ہوتی ہے۔ پھر وہ اس مغالطے میں ہوتے ہیں کہ وہ سنّت، دین اور حق کی خاطر راضی اور ناراض ہوتے ہیں۔

بالفرض خالص حق یعنی دینِ اسلام اس کے ساتھ ہو، مگر اس کی نیت یہ نہیں کہ دین صرف اللہ تعالیٰ کا ہو جائے، اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو، بلکہ اپنے لئے، یا اپنے گروہ کے لئے، یا ریا کاری کے لئے، تاکہ اس کی تعظیم و تعریف کی جائے۔ یا وہ بہادری دکھانے کے لئے، یا طبعی طور پر اس نیک کام کو کرتا ہے۔ یا اس میں کوئی دنیاوی غرض ہو، تو وہ کام اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہوگا، اور نہ وہ مجاہد فی سبیل اللہ شمار ہوگا۔ حق اور سنّت سے اس مدعی کے پاس نرا دعویٰ ہی ہوگا۔ اس کی مثال اس شخص کی ہے جس کے پاس حق و باطل اور سنّت و بدعت دونوں ہوں، اور اس کے مخالف کا بھی یہی حال ہو۔ یہ ان اختلاف کنندگان کا حال ہے جنہوں نے اپنے دین کو مختلف فرقوں میں بانٹ لیا، مختلف پارٹیاں بنالیں۔ پھر ایک دوسرے کو کافر و فاسق بنانے میں لگ گئے۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ ۚ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ"[۱]

"اہلِ کتاب نہیں فرقوں میں بٹے مگر کھلی دلیل آجانے کے بعد، اور ان کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں۔ خالص کرنے والے اس کیلئے عبادت کو اسی کے ہو کر نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں، یہی ہے سچا دین۔"

اور ارشاد فرمایا:

"كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً"[۲]

"پہلے سب لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا۔"

یعنی پھر انہوں نے آپس میں اختلاف کیا، جیسا کہ سورۂ یونس میں ہے۔ بعض صحابہ کرامؓ کی قرأت بھی ایسی ہے، اور یہ جمہور صحابہؓ و تابعینؒ کی قرأت ہے کہ وہ دینِ اسلام پر تھے۔ جبکہ عطیہ کی تفسیر میں

---

[۱] البیّنۃ: ۴، ۵ [۲] البقرۃ: ۲۱۳

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ہے کہ وہ کفر پر تھے، لیکن یہ ثابت نہیں ہے بلکہ ثابت یہ ہے کہ انہوں نے فرمایا حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے درمیان دس صدیاں ایسی گزری ہیں جن میں سب لوگ اسلام پر تھے سورۂ یونس میں ہے :

"وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّآ أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا لے الآیۃ" — "لوگ ایک ہی مذہب پر تھے پھر انہوں نے آپس میں اختلاف کیا"

اللہ تعالیٰ نے ایک دین پر ہونے کے بعد اختلاف کی مذمت بیان فرمائی ہے معلوم ہوا وہ مذہب اسلام تھا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اختلاف دو طرح پر ہیں۔

۱۔ وہ اختلاف جو پورے کا پورا مذموم ہے۔ ارشاد ہے :

"إِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ" ٢ے — "جن لوگوں نے کتاب میں اختلاف کیا وہ مخالفت میں دُور نکل گئے ہیں۔"

۲۔ وہ اختلاف جس میں بعض حق پر اور بعض باطل پر ہوں ارشاد ہے :

"تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِينَ مِن بَعْدِهِم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَلَٰكِنِ اخْتَلَفُوا فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ وَمِنْهُم مَّن كَفَرَ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلُوا وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ" ٣ے

"یہ پیغمبر (جو ہم وقتاً فوقتاً بھیجتے رہے ہیں) ہم نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے ان میں سے بعض سے اللہ تعالیٰ نے گفتگو فرمائی اور بعض کے درجے بلند کیئے اور عیسیٰ ابن مریمؑ کو ہم نے کھلی نشانیاں عطا کیں اور روح القدس سے ان کو مدد دی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو پچھلے لوگ کھلی نشانیاں آجانے کے بعد آپس میں نہ لڑتے۔ لیکن انہوں نے اختلاف کیا بعض ایمان لے آئے اور بعض نے کفر کیا اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ نہ لڑتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔"

جب اختلاف مطلق ہو تو وہ مذموم ہے ارشاد ہے :

لے یونس : ۱۹   ٢ے البقرۃ : ۱۷۶   ٣ے البقرۃ : ۲۵۳

"وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ - الآیة"[1] — "اور وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر تیرا رب مہربان ہوا اس نے اسی لیے ان کو پیدا کیا ہے"

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"انما هلك من كان قبلكم بكثرة سؤالهم واختلافهم على انبيائهم" — "تم سے پہلے لوگوں کی ہلاکت کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے اپنے نبیوں سے بکثرت سوال کئے، اور کثرت سے اختلاف کیا۔"

فراء نے کہا ان کے اختلاف میں دو وجہیں تھیں:

۱۔ ایک دوسرے کی کتاب سے کفر کرنا۔

۲۔ مختلف قسم کی تبدیلیاں۔

اختلاف کرنیوالوں میں سے ہر ایک کے پاس حق اور باطل تھا۔ وہ دوسروں کے پاس جو حق تھا اس سے کفر کرتے تھے اور ان کے پاس جو باطل تھا اس کی تصدیق کرتے تھے اور یہ تھیں ان کی تبدیلیاں۔ اختلاف میں لازماً دو قسمیں موجود ہیں، اسی لئے سلف میں سے ہر ایک نے اس کی مختلف انواع بیان کی ہیں:

۱۔ **اجتماع کا دن:** جس دن کا ان کو حکم تھا وہ جمعۃ المبارک کا دن تھا مگر انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ یہودیوں نے ہفتہ اور عیسائیوں نے اتوار لے لیا۔ صحیحین میں نبی کریم ﷺ سے مروی ہے:

"نحن الاٰخرون السابقون یوم القیامة بید انهم اوتوا الکتاب من قبلنا واوتیناه من بعدهم فهذا الیوم الذی اختلفوا فیه فهدانا الله له الناس لنا فیه تبع الیوم لنا وغدا للیهود وبعد غد للنصارٰی" — "ہم دنیا میں سب سے آخر میں ہیں لیکن قیامت کے دن سب سے پہلے ہوں گے بس اتنا ہے کہ ان کو ہم سے پہلے کتاب ملی اور ہم کو بعد میں۔ پھر دیکھو یہ دن جس میں انہوں نے اختلاف کیا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی ہدایت بخشی لوگ اس میں ہمارے پیچھے ہیں۔ آج (جمعہ) ہمارے لئے کل (ہفتہ) یہود کے لئے اور پرسوں (اتوار)

---

[1] ہود: ۱۱۸ - ۱۱۹

نصاریٰ کے لئے ہے "

یہ حدیث قرآن مجید کی اس آیت کی تشریح ہے:

"فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ [1] الاٰیۃ"	"جس امر حق میں انہوں نے اختلاف کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مومنوں کو اس کی راہ دکھادی "

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز پڑھنے کے لئے اُٹھتے تو پڑھتے:

"اللّٰھم رب جبریل ومیکائیل واسرافیل فاطر السمٰوٰت والارض عالم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادك فیما کانوا فیه یختلفون اھدنی لما اختلفوا فیه من الحق باذنك انك تھدی من تشآء الی صراط مستقیم"	"اے جبریل ومیکائیل اور اسرافیل کے رب، اے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمانے والے نیز غیب وحاضر کو جاننے والے تو بندوں کے درمیان ہونے والے اختلاف میں فیصلہ فرماتا ہے جس حق میں اختلاف ہے، مجھے اپنی رحمت سے اس میں ہدایت دے بلاشبہ تو جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے"

پہلی حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اختلاف سب کا سب مذموم ہے کیونکہ مسلمانوں کو اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے دوسری چیز کی ہدایت دی جس میں ان کو اختلاف تھا مسلمان نہ یہود کے ساتھ تھے، نہ نصاریٰ کے ساتھ تھے۔

۲۔ **قبلہ** ان میں سے بعض مشرق کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں، بعض مغرب کی طرف۔ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے مشروع نہیں کیا، لہٰذا دونوں مذموم ہیں۔

۳۔ **ابراہیم علیہ السلام** یہودیوں نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے عیسائیوں نے کہا عیسائی تھے۔ دونوں کا اختلاف مذموم تھا، ارشاد ہے:

"مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ	"ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے، نہ عیسائی۔ لیکن وہ صرف اللہ تعالیٰ کے ہوجانے والے،

---

[1] البقرۃ: ۲۱۳

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؕ[1] اور اسی کے فرمانبردار تھے اور مشرکوں میں نہ تھے"

۴ - عیسیٰ علیہ السّلام | یہودیوں نے آپؑ کو کھلونا بنایا اور عیسائیوں نے معبود! دونوں نے افراط و تفریط کر کے اختلاف کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس جھُوٹ سے بہت بلند ہے۔

۵ - کتبِ منزلہ | یہودی بعض پر ایمان لائے، عیسائی بعض پر۔

۶ - دین | یہودیوں نے الگ دین پکڑا اور عیسائیوں نے الگ۔

اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

"وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ[2] الْاٰيَة"

"یہودیوں نے کہا کہ نصرانی صحیح راستہ پر نہیں، اور نصرانیوں نے کہا کہ یہودی صحیح راستہ پر نہیں!"

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا، مدینہ کے یہودی اور نجران کے عیسائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑنے لگے۔ یہودیوں نے کہا، نصرانی صحیح راستے پر نہیں اور جنت میں صرف یہودی جائیں گے ——— اسی طرح وہ انجیل اور حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ کفر کے مرتکب ہوئے۔ نصرانیوں نے کہا، یہودی صحیح راستے پر نہیں ——— اس طرح انہوں نے تورات اور حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کفر کا ارتکاب کیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت اور اس کے بعد کی آیت نازل فرمائی۔

اہلِ بدعت کی مثال | اہلِ بدعت کا اختلاف بھی اسی نوعیت کا ہے۔ خارجی کہتے ہیں، شیعوں کے پاس کچھ نہیں۔ اور شیعہ کہتے ہیں، خارجی ہدایت سے خالی ہیں ——— یہی حال تقدیر کا اثبات کرنے والوں، اور منکرینِ تقدیر کا ہے ——— اور وعیدیہ مرجئہ کو ہدایت سے خالی قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح مرجئہ وعیدیہ کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں ——— یہی صورتِ حال "اہلسنت" کی نسبت رکھنے والے اصولی اور فروعی اہلِ مذاہب کے درمیان موجود ہے۔ چنانچہ کلابی کرامیوں کو بے اصل جانتے ہیں اور کرامی کلابیوں کو ——— اشعری سالمیوں کے بارے میں، اور سالمی اشعریوں کے بارے میں یہی کہتے ہیں۔

---

[1] آلِ عمران: ۶۷ [2] البقرۃ: ۱۱۳

سالمی نے اشعریوں کی مذمت میں کتاب لکھی، جیسا کہ ابوعلی اہوازی اور ابن عساکر اشعری نے سالمی کے مقابلے میں کتاب لکھی۔ اس میں سالمیوں کے عیوب و مثالب بیان کیے گئے ہیں۔
یہی صورت چاروں اہلِ مذاہب وغیرہ میں موجود ہے۔ ان میں سے اکثر مصنفین نے اصولی مقالات کو آپس میں گڈمڈ کر دیا ہے۔ جبکہ حنفی، شافعی اور مالکی مصنفین نے شافعی، مالک اور احمد رحمہم اللہ کے مذہب میں اشعری اور سالمی وغیرہ کے اصولوں کو خلط ملط کر دیا ہے۔
پھر لطف یہ ہے کہ وہ ان اصولوں کو امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے مذہب کا حصہ قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح حنفیوں نے معتزلہ، کرامیہ اور کلابیہ کے بعض اصولوں کو مذہب حنفی میں ملا دیا ہے، اور ان کی نسبت امام ابوحنیفہ ؒ کے مذہب کی طرف کر دی ہے۔ یہ رویّہ رفض و تشیع کی جنس سے ہے ــــ اور یہ تشیع بعض صحابہ کرامؓ کی تفضیل کا نہیں، بلکہ بعض گروہوں اور علماء کی تفضیل کا ہے۔
اصل یہ ہے کہ ہر کلمہ گو مسلمان پر واجب ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا قائل ہو ــــ وُہ بلاشرکتِ غیرے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے ــــ اسی کے ساتھ وہ گھومے پھرے، اور جہاں بھی اسے پائے، قبول کرکے اس کی اتباع کرے ــــ یہ سب باتیں حضرت شیخ نے بیان فرمائی ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے تفصیلی، پُرلطف گفتگو فرمائی ہے!

نبہانی کا تعصّب نبہانی نے جو کچھ ذکر کیا ہے، اور اپنے دعوای کو اہلِ مکہ سے نقل کیا ہے، وُہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ ہر کوئی اپنے مذہب، اپنے ائمہ اور ان کے پیروکاروں کے اقوال کے سلسلہ میں ایسا ہی تعصّب اور گروہی حمایت رکھتا ہے! ــــ اس میں ذرا شک نہیں کہ غالی قبر پرست ایسے شخص کے سب سے بڑے دشمن ہوتے ہیں، جو اُن کے اقوال اور ان کے مذہب کا ردّ کرے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ "جلاء العینین" اور اس کے بزرگ، حق کے گرد گھومتے اور اس کی پیروی کرتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے ان قبر پرستوں کو توحیدِ الٰہی، اللہ تعالیٰ کی بے آمیز اور خالص عبادت، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی طرف دعوت دی، تو انھوں نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی ــــ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ (الانعام: ۹۲)
"فرما دیجئے: (ہدایت) اللہ تعالیٰ ہی نے (نازل فرمائی ہے!) پھر ان کو چھوڑ دیجئے کہ وُہ اپنی

بیہودہ بحث میں کھیلتے رہیں!"

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

ومن ظنّ ممّن یلاقی الحروب　　　اَن لاّ یصاب فقد ظنّ عجزا

" جنگوں میں حصہ لینے والا اگر یہ سمجھے کہ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی، تو یہ اس کی خام خیالی ہے!"

——— جس شخص کے پیشِ نظر یہ مقصد ہو کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے، نیز وُہ ثواب اور جنت کی ہمیشہ ملنے والی نعمتوں کا طالب ہو، وہ لوگوں کے اقوال کی طرف توجہ نہیں دے گا۔ اسلامی، غیر اسلامی فرقوں اور مختلف مذاہب کے متبعین کا ایک دوسرے کے ساتھ جو معاملہ ہوتا ہے، وہ آپ پہلے ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اگر تنگ دامانیٔ صفحات کا خدشہ نہ ہوتا، تو ایک دوسرے کی مخالفت پر مبنی ہم ان کے اقوال کو بیان کرتے ——— کسی کہنے والے نے کہا ہے ؎

یالیت مابینی وبینک عامر　　　بینی وبین العالمین خراب

اذا صحّ منک الودّ فالکلّ ھیّن　　　وکلّ الّذی فوق التّراب تراب

" اے کاش، میرے اور تمہارے درمیان آبادی ہوتی۔ اور میرے اور دنیا والوں کے درمیان کھنڈر ہوتے۔ جب تیری طرف سے محبت صحیح ہے تو پھر ہر چیز آسان ہے۔ اور ہر چیز جو مٹی کے اوپر ہے، وہ مٹی ہے!"

وجہِ رابع بنہانی نے "طعن و تشنیع" کی جو بات کہی ہے، اس کی تصریح نہیں کی۔ بہ ظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ طعن و تشنیع وہ ہے، جو ابنِ جرجیس ایسے غالی عراقی اور اس کے متبعین نے کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مصنّف "جلاء العینین" وہابیوں کے طریقے پر تھے ——— واضح رہے کہ ابنِ جرجیس، جو ایک غالی شافعی ہے، نے مصنّف "جلاء العینین" کے والدِ مکرم کی کتاب "الطراز المذہب" کی کسی عبارت پر اعتراض کیا ہے۔ یہ اعتراض ایک پمفلٹ کی صورت میں ہے، جس میں استغاثہ، استعانت اور ندائے غیر اللہ کے بارے میں بے کار اور فضول باتوں سے سمع خراشی کی گئی ہے۔ مصنّف "جلاء العینین" نے اپنے والدِ محترم کی وفات کے بعد اپنی جوانی کی عمر میں یہ رسالہ دیکھا اور

اس کا مسکت و دندان شکن جواب لکھا۔ اس کا نام انہوں نے "شقائق النعمان علیٰ شقاشق ابن سلیمان" رکھا۔ ابن سلیمان سے مراد داؤد بن جرجیس بن سلیمان ہے، جو بہت بڑا جاہل متعصب نیز تحریف و تدلیس میں اس قدر بے باک اور دلیر تھا کہ اس نے شیطان کے بھی کان کترے ہیں ـــــ اس کے اس رسوائے زمانہ پمفلٹ کا جب رد لکھا گیا، تو وہ ذلیل و رسوا ہو کر رہ گیا۔ اس کی تقریظ وقت کے بڑے علماء نے لکھی۔ ان میں سے ایک بڑا شاعر فتاً روقی لکھتا ہے ـــ

شقاشق ابن سلیمان اصخت لها   سمعنا فاسمعنی تعبیرها القبجا

ومن شقائق نعمان علیہ بها   ما منہ أظهر عن أفصاحہ البجحا

"ابن سلیمان کی بڑبڑاہٹ نے سمع خراشی کی اور بے زار کیا ہے۔ میں اس کی تعبیر برتنوں کے بجنے کی بے معنی آواز سے کرتا ہوں۔ نعمان نے اس کا ردِ گلِ لالہ (ایسی عبارت) سے کیا ہے اور اس کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں۔"

نیز کہا ـــ

مزامیر داؤد النبی لنا بها   غنی عن سماع فی شقاشق داؤد

فدع عنك یا نعمان رد اعتراضہ   ولا ترمہ اذ جاء یعوی بجلمود

"اللہ تعالیٰ کے نبی داؤدؑ کی خوش آوازی اور ترنم نے ہمیں داؤد بن جرجیس کی بڑبڑاہٹ سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اے نعمان! اس کے اعتراضات کا رد نہ کر، نہ اس پر تیر اندازی کر کہ وہ پتھر ایسی بے اثر باتیں لے کر آیا ہے۔"

پھر کہا ـــ

شقاشق لابن سلیمان قد   حکت غداۃ الطعن یوم الکفاح

کتیبۃ خضراء مهزومۃ   شقائق النعمان فیها جراح

"ابن سلیمان کی لایعنی باتیں ایسی ہیں، گویا مقابلے کے دن طعن و تشنیع کو نقل کر دیا گیا ہے۔ ـــ شکست خوردہ لشکر کو نعمان کے گلِ لالہ نے زخم لگائے ہیں!"

اسی داؤد نے اپنی کتاب "صلح الاخوان" میں یا کسی دوسری کتاب میں جمادات کے لیے جاہِ کثیر اور دیگر حیوانات کے ساتھ توسل کے جواز میں کئی شبہات ذکر کرنے کے بعد کہا ہے:

"سب سے بڑی اور واضح دلیل، جس سے اللہ تعالیٰ کے حضور وسیلہ ثابت ہوتا ہے، وُہ ہے کہ جسے فقہاء نے باب الاستسقاء میں ذکر کیا ہے۔" پھر کہتا ہے: "جو کچھ ہم نے پہلے بیان کیا ہے، اس سے آپ پر یہ بات مخفی نہیں رہی کہ آثارِ صحیحہ میں آثارِ صریحہ میں (جو صحابہؓ و تابعین اور سلف صالحین سے مروی ہیں) جمادات و حیوانات کے ساتھ توسل کا ذکر موجود ہے۔ یہاں ان کا تفصیلی بیان مشکل ہے۔"

وہ اسی طرح کی ہفوات بکتا رہا، تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر دیا۔ مصنف "جلاء العینین" اس کے گلے کی تلوار بن گئے تھے۔ کتنی ہی بحثوں میں اس کو لاجواب کر دیا تھا۔ یہ کج فہم اور اس کے حواری صاحبِ "جلاء العینین" کو نامناسب القابات سے ذکر کرتے رہے، مثلاً وہ وہابی ہے، منکر ہے وغیرہ!

آلِ جمیل کی جہالت ان کے حاسدین اور انتقامی جذبہ رکھنے والے، ان کے اپنے شہر کے آلِ جمیل ہیں۔ وُہ سب جاہل واجڈ ہیں، جن کو دائیں بائیں کی خبر نہیں۔ پھر لادین ہیں۔ نہ وُہ نماز پڑھتے ہیں، نہ روزے رکھتے ہیں، نہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اللہ کے فرائض میں سے کوئی فرض بھی ادا نہیں کرتے۔ ان کی عادت مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنا، انہیں دھوکا دینا، افتراء پردازی اور دعاوی کاذبہ ہیں۔ بایں ہمہ وُہ علماء کے روپ میں اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ وُہ سب سے بڑے جاہل ہیں۔ مصنف جلاء العینین اور ایمانداروں کے وُہ سخت ترین دشمن ہیں۔ وُہ ان کے بارے میں حکومت سے چغلی کھاتے رہے، اور ایسی افتراء پردازیاں کرتے رہے، جن کا کسی مسلمان میں تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک و برباد کیا۔ اور آج دنیا میں ان کے چند بے عقل لڑکوں کے سوا کوئی باقی نہیں بچا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور انبیاء کے وارثوں کے اعداء سے انتقام لیتا ہے۔ اگر صفحات کی تنگی مانع نہ ہوتی، تو اس خبیث خاندان کے حالات کو شرح و بسط سے بیان کیا جاتا۔ میرے پاس ان کے مفصّل حالات موجود ہیں ——— ان کے بارے میں ان کے اپنے شہر کے شعراء نے جو کچھ کہا ہے، وہ بھی مجھے معلوم ہے۔ یہ لوگ گدھوں کا کاروبار کرتے تھے۔ پھر وہ بغداد میں آکر بس گئے، اور کئی سال پہلے انہوں نے قادری النسب ہونے کا

دعویٰ کیا۔ ایک مجلس میں، جس میں شہر کا حاکم موجود تھا، اہلِ بغداد نے ان کے جھوٹ کو ظاہر کر دیا۔ اس روز وہ خوب رسوا ہوئے، اور اسی سے وُہ اہل تھے۔ ان کے خلاف گواہی دینے والوں میں مصنّف جلاء العینین۔ دیگر علماء اور اکابرینِ شہر تھے۔ وہ ان سب کے دشمن بن گئے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اہلِ حق کے دشمن بہت ہوتے ہیں۔ بلکہ ایک صحیح حدیث کی رُو سے عالم کے ساتھ سب سے زیادہ بے رخی برتنے والے اس کے پڑوسی اور اہلِ خانہ ہوتے ہیں۔ شاید وہ مکّی، جس نے مصنّف "جلاء العینین" اور ان کے والدِ مکرم کی شان میں گستاخی کی ہے، وہ ابنِ دحلان یا اس کے بعض حواری ہیں۔ ابنِ دحلان مخلوق کو پکارنے میں بڑا غالی ہے۔ اس نے مصنّف "جلاء العینین" کے والدِ مکرم کے قدوری کی ایک عبارت نقل کرنے پر تنقید کی ہے، جو کسی مخلوق کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کے مسئلہ پر ہے۔

جس کو علم کے ساتھ معمولی مس ہو وُہ بھی اس نقل کی صحت کو جانتا ہے۔ یہ حسبِ سابق قدوری کی کتاب میں مذکور ہے، مگر ابنِ دحلان نے محض حسد اور جہالت کی بناء پر اس کی تکذیب کی ہے۔

عالمِ جلیل ایسے لوگوں سے نہیں بچ سکتا، جو حسد بھی کرتے ہیں اور دوستی کا دم بھی بھرتے ہیں۔ آپ اکثر لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ دوستی ظاہر کرتے ہیں لیکن جب غور سے دیکھیں تو نہ ان میں دوستی ہوتی ہے نہ سرداری۔ بظاہر وہ صلاح و محبت کے دعویدار ہوتے ہیں، جبکہ دشمنی اور فساد کو چھپاتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو گمنام کرے، اُن کے غم و فکر کو دُور نہ کرے، عوام کے درمیان ان کا نام عزت سے نہ لیا جائے۔ نہ ان کے حال، نہ ان کا مال بہتر بنائے ؎

كلّ خليل كنت خاللته   لا ترك الله له واضحة

كلّهم أروغ من ثعلب   ما أشبه الليلة بالبارحة

"سب دوست، جن سے تم نے واضح دوستی کی، ان کی خاطر اللہ تعالیٰ کو مت چھوڑ۔"

"وہ سب کے سب لومڑی سے زیادہ مکار ہیں، ان کی رات گزشتہ رات کے ساتھ کتنی زیادہ مشابہت رکھتی ہے؟"

انہوں نے حسد کیا اور مذمت کی لیکن ان کی مذمت درحقیقت مذمت کیے جانے والوں کے کمال کی شہادت ہے۔ اس سے ان کا مزید فضل وافضال ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے حسد میں اضافہ کرے، اور ان کو نہایت ذلت کے ساتھ مارے۔ کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے ؎

ایھا الحاسد المعد لذمی　　　ذم ما شئت رُبّ ذم کحمد

لا فقدت الحسود مدۃ عمری　　　انّ فقد الحسود اخبث فقد

کیف لا اُوثر الحسود بشکری　　　وھو عنوان نعمۃ اللہ عندی

"اے میری مذمت کے لیے تیار ہونے والے حاسد، جب تک تو چاہے مذمت کر، کیونکہ کئی مذمتیں حمدیں ہوتی ہیں۔"

"خدا کرے عمر بھر میرے حاسد گم نہ ہوں، کیونکہ حاسدوں کا مفقود ہونا نہایت خراب گمشدگی ہے۔"

"میں حاسدوں کا شکریہ کیوں ادا نہ کروں، جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا عنوان ہیں۔"

منجملہ جس کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مذمت کریں، وہ یقیناً مذموم ہے۔ جس پر وہ راضی ہوں، وہ پسندیدہ ہے۔ اور جس کی عدالت کا وُہ فیصلہ فرما دیں، وہ عادل ہے۔

شرعی احکام امام ابن تیمیہؒ اپنی ایک گفتگو کے اثناء میں فرماتے ہیں:

"کفر اور فسق شرعی احکام ہیں۔ یہ ان احکام میں سے نہیں، جن کا صرف عقل سے تعلق ہو۔ کافر وہ ہے، جس کو اللہ و رسولؐ کافر بنا دیں۔ اور فاسق وُہ ہے، جس کو وہ فاسق بتلائیں۔ بالکل اسی طرح مومن اور مسلم وُہ ہے، جس کو اللہ و رسوؐل مومن اور مسلم قرار دیں۔ جس کو اللہ و رسولؐ عادل قرار دیں، وہ عادل ہے۔ اور معصوم الدم وہ ہے، جس کو وہ معصوم الدم فرما دیں۔ آخرت میں سعادت مند وہ ہے، جس کی خبر اللہ و رسوؐل دیں کہ وہ آخرت میں سعادت مند ہے۔ اور آخرت میں وہی بدبخت ہو گا، جس کی بدبختی کی وُہ خبر دیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ میں سے وہی واجب ہو گا، جس کو اللہ و رسولؐ واجب فرما دیں۔ میت کی وراثت کے صحیح حقدار وہ ہیں جن کو انہوں نے وارث بنایا۔ حد اور قصاص میں اسی کو قتل کیا جائے گا، جس کو انہوں نے مباح الدم

کر دیا ہے۔ اسی طرح فَے اور خمس کا وہی حقدار ٹھہرے گا، جس کو اللہ و رسولؐ اس کا حقدار بنا دیں۔ دوستی اور دشمنی کا مستحق وہ ہے، جس کو دوستی و دشمنی کا وہ مستحق بنا دیں۔ حلال وہ ہے، جس کو اللہ و رسولؐ نے حلال کیا۔ اور حرام وُہ ہے، جس کو انہوں نے حرام کیا۔ اسی طرح دینِ صحیح وُہ ہے جس کو اللہ و رسولؐ مشروع گردانیں ــــ یہ سب باتیں شریعت سے ثابت ہیں۔"

نبہانی نے جو کچھ کہا ہے ــــ اگر وُہ سچا بھی ہو، تو وُہ قابلِ التفات نہیں۔ قبل ازیں ہم "جلاء العینین" کے مصنّف کے عقیدہ کی صحت، خلوصِ نیت، اتباعِ سنّت۔ ان اعمال پر عمل، جن کو اللہ تعالیٰ نے مشروع کر دیا ہے ــ سلفی سیرت، دین کا دفاع، اعدائے دین سے مخاصمت نیز ان کے رد کا ذکر کر چکے ہیں۔ یہ سب وُہ باتیں ہیں، جن کو اللہ و رسولؐ نے نجات، قبولِ عمل، تزکیہ کا باعث قرار دیا ہے ــــ جو اس کے ہاں پسندیدہ عدالت کے دلائل ہیں، اور اس کی رضا، جنت میں داخلہ، نیز آگ سے نجات کے قوی ترین براہین ہیں۔

تقاضائے حال کے مطابق غالباً کسی نے اسی موقعہ کے لیے کہا ہے ؎

قل للذی یذکرنی ۔۔۔ بین الملا من البشر
من قال خیرا یلقہ ۔۔۔ ومن یقل شرا فشر

"اس سے کہہ دو ــــ جو اونچی سوسائٹی میں میرا ذکر کرتا ہے۔"
"جو بہتر بات کہے گا اُس کو مل جائے گی۔ اور جو بری بات کہے گا، تو بری بات سنے گا۔"

نبہانی کا فریب ہاں نبہانی نے آپ کی جرح کو مبہم، اور قدح کو مخفی رکھا ہے ــ تاکہ اس طرح وہ مطالعہ کنندگان کے سامنے اِس کو بری صورت میں ظاہر کرے، اور سامعین کے لیے اس کو خوفناک بنا کر پیش کرے۔ حالانکہ جب سورج وسطِ آسمان میں موجود ہو، تو کیا اس کے ظہور کی شدت اخفاء ہوتی ہے؟ یہ ایک مشہور مقولہ ہے! جیسا کہ اہلِ ادب کو معلوم ہے کہ دوستی اور دشمنی کا سلب لابدی ہے۔ درحقیقت نبہانی "ابن تیمیہؒ" سے ان کے "اختیارات" اور "شدِّ رحال" کے مسئلہ میں انتقام لینا چاہتا ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ ابنِ تیمیہؒ کا یہی وہ گناہ اور عیب ہے کہ جسے بخشنے اور چھپانے کو وُہ تیار نہیں۔ اس کے قائل کو وُہ مجروح، اور اس کی نصرت کرنے والے کو مقدوح سمجھتا ہے۔ شرحِ مبین کے مقاصد کی واقفیت رکھنے

والے اہلِ انصاف کو معلوم ہے کہ اس سے جرح و قدح لازم نہیں آتی۔ بالخصوص جبکہ یہ مسئلہ نصوصِ قرآنی اور سنّتِ سید المرسلینؐ سے ثابت ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ یہ مسائل، دین کے اعلیٰ مقاصد میں سے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ مدح و قدح کا مدار شریعتِ غراء پر ہے۔ ہم اللہ سبحانہٗ سے اس کی رضا، اور روزِ جزا میں معافی کا سوال کرتے ہیں!

وجہِ خامس | نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحیح حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

" انتم شهداء الله فی الارض "۔" تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو!"

نیز فرمایا:" یوشك ان تعلموا اهل الجنّة من اهل النار، قالوا: بم یارسول الله؟ قال بالثّناء الحسن والثّناء السّیّئ "۔" تم اہلِ جنت کو اہلِ دوزخ سے جان سکتے ہو"۔ صحابہؓ نے پوچھا:" یارسول اللہ! یہ کس طرح؟" آپؐ نے فرمایا:" اچھی اور بری تعریف کے ذریعے سے"۔

حضرت ابوثورؒ اسی حدیث سے استدلال کر کے فرماتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں، امام احمد بن حنبلؒ جنّت میں ہیں۔ یہ اس شخص کے قول کے مطابق ہے، جو کہتا ہے کہ جنت کی شہادت اس شخص کے حق میں دی جا سکتی ہے، جس کے حق میں مومن گواہی دیں ـــ ہر مومن کے لیے اس میں نص موجود ہے۔

ان میں وہ لوگ بھی ہیں، جو انبیاء کرامؑ کے سوا کسی کے جنتی ہونے کی شہادت نہیں دیتے۔ یہ محمّد بن حنفیہؒ اور اوزاعیؒ کا قول ہے۔

بعض کہتے ہیں، جنت کی شہادت ہر اس مومن کے حق میں دی جا سکتی ہے، جس کے حق میں نص وارد ہو ـــ یہ قول اکثر اہلِ حدیث کا ہے۔

جنت کی شہادت کے سلسلے میں یہ تین اقوال ہیں، ان پر مفصل گفتگو کسی اور جگہ ہوگی۔ پہلا قول مشہور ہے، اور یہ جمہور علماء کی ایک جماعت کا قول ہے۔

جب مدح و ثنا اور تعریف و توصیف ایسی ہستی کی ہو، جس کی عدالت و ثقاہت معلوم ہو، تو یہ تعریف و توصیف اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت نیز اس کی رضا اور اس کی بارگاہ میں فوز و فلاح کی دلیل ہوتی ہے۔ اس اصول کے مطابق ہمیں معلوم ہے کہ" جلاء العینین" کے مصنّف

اور ان کے والدِ مکرم (الحمدللہ) اللہ تعالیٰ کے بہترین صالح بندوں اور باعمل علماء میں سے تھے۔ میں نے علامۂ مشہور، مفسرِ قرآن، تفسیر رُوح المعانی کے مصنف قدس اللہ روحہٗ کے مناقب پر دو بڑی جلدیں دیکھی تھیں، جو بغداد کے ایک شافعی فقیہ نے لکھی ہیں۔ اس کے مؤلف نے اس کا نام "حدیقۃ الورود فی مدائح ابی الثّنا شھاب الدین السیّد محمود" رکھا۔ مؤلف نے اس میں صاحبِ ترجمہ کا نسب اور ان کے علوم و فنون، جن کے وُہ حامل تھے، ذکر کیے ہیں۔ پھر علماءِ عصر کے ساتھ مباحث و مناظرات، دقیق مسائل، نیز صاحبِ ترجمہ نے ان کے جو جوابات دیے، وُہ بیان فرمائے ہیں ــــ اقطار و بلاد سے جو کتابیں اور رسائل ان کے پاس جمع ہوئے، ان کی تفصیل لکھی ہے ــ ان کے حق میں شعراء نے جو قصیدے لکھے ہیں، ان کا تذکرہ کیا ہے۔ اہلِ سنّت اور مختلف مذاہب کے متبعین کی طرف سے عمر بھر جو ان کو احترام و تعظیم ملی، اور علماء و ادباء و شعراء نے نظم و نثر میں جو مرثیہ کہے، ان کو ذکر کیا ہے۔ ایسے مرثیے ہمارے زمانے میں شاید ہی کسی کے کہے گئے ہوں گے۔ ان کے اساتذہ کرام اور تلامذہ کا ذکر بھی اس میں ہے، اور ان کی تصنیفات اور اعلیٰ پائے کی تحریریں اس میں موجود ہیں۔ ان کے تقویٰ و ورع، عبادت میں انکی محنت و کوشش، دین کی اشاعت میں جہاد اور اس کے دفاع وغیرہ مختلف پہلوؤں کو بیان کیا ہے۔ یہ دلائل واضح و صریح ہیں کہ آپ باعمل، اکابر علماء اور اللہ کے بندگانِ صلحاء میں سے تھے! ــ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے، ان سے اور دیگر علماء سے راضی ہو!

اس کتاب یعنی "حدیقۃ الورود"، کی تقاریظ ادباءِ عصر اور مشہور شعراء نے لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک مشہور اور بے مثل شاعر و ادیب الفاروقی مرحوم نے ان الفاظ میں انہیں خراجِ تحسین پیش کیا ہے ــ

وغادۃ قد اکسبت عادۃ   مھما تقل فانھا صادقۃ

"کتاب کی حیثیت سرسبز و شاداب علمی میدان کی ہے۔ آپ جب بھی بات کرتے ہیں، وہ سچی ہوتی ہے۔"

وانھا مثل حذام بما   تقولہ اُولو النّھیٰ واثقۃ

"یقیناً اس کی حیثیت تیز نظر والی عورت کی مانند غیر معمولی ہے ــــ اہلِ عقل و فہم اور

صاحبِ اعتبار لوگ ہی ایسی بات کہتے ہیں۔"

فصیحۃ مستعذب لفظھا　　　أشعارھا جزیلۃ رائقۃ

"اس کی عبارت فصیح، اس کے الفاظ میٹھے، اس کے اشعار اعلیٰ درجے کے اور خوبصورت ہیں!"

ابو الثّنا مفتی الوری کفوھا　　　لیست لحبر غیرہ لائقۃ

"وہ تعریف والے، مخلوق کے مفتی ہیں۔ ان کے سوا کوئی عالم ان کی ہمسری کے لائق نہیں!"

وکم لہ من شیمۃ أصبحت　　　شمس السنا لحسنھا عاشقۃ

"کتنی ہی ان کی عادات ہیں کہ جن کے حسن پر روشن سورج بھی عاشق ہے۔"

وفیك یا محمود قد أرخوا　　　ترجمۃ أحبب بھا فائقۃ

"اور اے محمود! انہوں نے آپ کا تاریخی ترجمہ لکھا ہے، تم اس کے ذریعے بڑے محبوب بن جاؤ!"

عراق کے ایک مضبوط ادیب اور شاعر نے ان الفاظ میں تقریظ لکھی ہے:

ے حدیقۃ قد صدحت أطیارھا　　　باسم الشریف السیّد محمود

"یہ کتاب ایک باغیچہ ہے، جس کے پرندے اونچی سروں سے اسم شریف سید محمود گا رہے ہیں۔"

ومن یداہ سفحت أنھارھا　　　اذ ھی قاموس الندی والجود

"اس کے دونوں ہاتھوں سے نہریں بہ رہی ہیں، کیونکہ وہ جود و سخا کا عظیم خزانہ ہیں۔"

ومن نداہ لقحت أشجارھا　　　وأثمرت باللؤلؤ المنضود

"اس کی سخاوت نے باغ کے درختوں کو بار آور بنایا ہے، جس میں تہ بہ تہ موتیوں کے پھل لگے ہیں۔"

ومن شذاہ نفحت أزھارھا　　　طیبا کأنفاس أریج العود

"جس کی اعلیٰ خوشبو نے اس کے پھولوں میں ایسی مہک بھر دی ہے جس طرح عود کی مہک کی لپٹیں ہوتی ہیں۔"

ومن سناہ لمحت أقمارہا نورا سری فی سائر الوجود

" جس کی چمک نے اس کے چاندوں کو روشنی سے چمکا دیا ہے، اور وہ اس کے باقی وجود میں سرایت کر گئی ہے۔"

أنبتہا مفتی الوری حتی غدت بالحسن تحکی جنۃ الخلود

" مفتیٔ جہان نے اس کو اگایا ہے، اب وُہ خوبصورتی میں بہشت معلوم ہوتی ہے۔"

وافتنیت من طبعہ فارخوا طبعا زھت حدیقۃ الورود

" اس کی طباعت سے روشنی پھیلی ہے، اس کی تاریخ نکالی ہے: " زھت حدیقۃ الورود" یعنی" گلاب کا باغیچہ شاداب رہے۔"

ایک اور ادیب، فاضل اور شاعر، سید شہاب موصلی نے یوُں اس کی تاریخ نکالی ہے:

سہ طلعت فی أوج مجد طلعۃ فارتنی الشمس منہا مغرمۃ

" اوجِ ثریا میں ایک ستارہ طلوع ہوا جس کا سورج بھی مقروض نظر آنے لگا۔"

فتنتنی والذی صورہا من جمال منہ روحی ھائمۃ

" اس ذات کی قسم، جس نے اس کی خوبصورتی سے تصویر بنائی! اس سے محبت کی وجہ سے میں پاگل ہو رہا ہوں۔"

عللتنی بکلام لین ینعش ویحی رممہ

" انہوں نے نرم و نازک کلام کے ذریعے میرے دل کو موہ لیا ہے، اور اس نے بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈال دی ہے۔"

وأشارت وسناہا ساطع فی شہاب الدین أسنی ترجمۃ

" شہاب الدین کے بارے میں اس کی چمک ظاہر ہو رہی ہے، اور اس نے اس کے بہترین کلام کی طرف اشارہ کیا ہے۔"

ھی أمۃ للأغانی صیرت نزھت الدنیا لدیہا کالأمۃ

" وہ گیتوں اور سروں کی بنیاد ہے۔ دنیا کی تفریح کو اس نے اس کے سامنے لونڈی کی طرح کمتر اور خادمہ بنا دیا ہے۔"

روضۃ غناء یزھو زھرھا　　من معان فی علاہ عائمۃ

"وہ گیت کا باغیچہ ہے۔ اس کے شگوفے معانی کے ساتھ کھلتے ہیں، جو بلندیوں کی طرف چلتے ہیں۔"

لربیع الفضل فیھا بھجۃ　　تشرح الصّدر وتبری سقمہ

"اس میں موسم ربیع کی طرح فضل و بزرگی کی رونق اور تازگی ہے، جس سے شرح صدر ہوتا ہے اور بیماریوں سے شفا ملتی ہے۔"

أنبتت من کلّ مدح رائق　　قد سقاہ بالعطایا الدّائمۃ

"وہ ہر تعریف کی بہار سے پیدا ہوئی ہے، جس کو انہوں نے ہمیشہ کے عطیوں سے سیراب کیا ہے۔"

حاتمی الجود وکفا کفہ　　راح یروی عن عطاہ عکرمہ

"وہ جود و سخا کے حاتموں میں سے ہیں، ان کا ہاتھ کافی ہے۔ رات کے اندھیرے میں ان کی عطاء سے کبوتری بھی سیراب ہوتی ہے۔"

حیدر والدہ أن ینتمی　　أمّ الزھراء حقا فاطمۃ

"ان کے والد حضرت علیؓ ہیں اور وہ بالکل صحیح طور پر حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔"

خصّہ اللہ بمعنی جاذب　　لقلوب النّاس حبّا ألزمہ

"اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے معنیٰ کی خصوصیت سے نوازا ہے، جو لوگوں کے دلوں میں سما جانے والی محبت کی کشش رکھتا ہے۔"

خف روحا ورجیح فضلہ　　لا یوازی الشّعر قدرا قیمہ

"وہ مہربان ہیں، ان کی بزرگی کو ترجیح دی گئی ہے۔ شعر اُن کی اعلیٰ قدر و قیمت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔"

وافق الغیب سداد رأیہ　　یحسم الخطب ویمحو ظلمہ

"وہ الہامی ذہن والے ہیں، ان کی رائے درست ہوتی ہے۔ وہ بڑے بڑے معاملات نپٹا دیتے، اور ظلم کو مٹا دیتے ہیں۔"

والفتاوی وجدت أحکامها　　　منذ شدت فی عراه المحکمة

"میں نے ان کے فتاوی میں احکام پائے ہیں۔ اس سے اس (دین) کی مضبوط شاخوں میں قوت وطاقت پیدا ہوئی ہے۔"

قد أعزّ الدّین علما وتقی　　　واذلّ الجهل حتّی أعدم

"انہوں نے دین کو علم اور تقوی سے عزت دی ہے، جہالت کو ذلیل کر کے ختم کر دیا ہے۔"

عالم الدّنیا الیه یلتجی　　　کلّ علم حیث أضحی علمه

"وہ پوری دنیا کے عالم ہیں ان کا علم دوپہر کی طرح ظاہر ہے، ہر علم ان کے پاس پناہ لیتا ہے۔"

والصّدور العلماء قد أرخو　　　أصدر المحمود نعم التّرجم

"بڑے بڑے علماء نے ان کی تاریخ ان الفاظ سے نکالی ہے: "اصدر المحمود نعم التّرجم" "محمود نے بہترین ترجمہ صادر کیا ہے۔"

اسی طرح کئی دیگر بڑے بڑے علماء وفضلاء عصر نے تقاریظ لکھی ہیں۔ اگر ان کو جمع کیا جائے تو ضخیم کتاب بن جائے۔

چونکہ حدیقۃ الورود بڑی مفصل اور ضخیم کتاب تھی، لہٰذا صاحبِ ترجمہ کے ایک جلیل القدر شاگرد، عالمِ شہیر، شیخ الکل فی الکل، شیخ عبدالسلام (جو بغداد میں اکابرین شافعیہ میں سے ہیں) اور مدرسہ قادریہ میں پچاس سال تدریسی خدمات انجام دی ہیں، نے اس کی تلخیص کی آپ دیانت، صلاح و عفت میں جنیدِ وقت تھے۔ آپ کی عمر اسّی سال سے زیادہ تھی۔ آپ کی کئی مفید تصانیف ہیں۔ آپ نے اس تلخیص کا نام "أریج الندّ والعود فی ترجمۃ شیخنا العلامہ ابی عبداللہ شہاب الدین السیّد محمود"، رکھا ـــ اس کتاب کا خطبہ یہ ہے؛

"شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے!

اللہ تعالیٰ کے لیے سب تعریفیں ہیں، جو ہر زبان سے کی گئی ہیں۔ وہ بلند شان ذات ہر قسم کی حمدوں، اور ہر قسم کے احسانات کے ساتھ موصوف ہے۔

صلوٰۃ وسلام اس پر، جو ساری مخلوق سے زیادہ کامل ہے، اور اس کی مدح وتوصیف علین

حقیقت تک پہنچانے والی ہے۔ آپؐ کی آل واصحابؓ پر سلام ہو، جو اپنی زبانوں کی تلواروں سے کھلے حق کو بیان کرنے والے ہیں اور اس کے آداب کو اختیار کرنے والے۔

امّا بعد! بندہ عبد السلام، جو مخفی الطاف کے لیے اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ اور مدرسۃ القادریہ میں مدرس ہے، کہتا ہے کہ:

کتاب "حدیقۃ الورود فی ترجمۃ حضرت شیخنا العلامہ ابی الثناء شہاب الدین محمود" میں آپ قدست روحہ کے خوبصورت قصائد و مدائح ہر منقبتِ عالیہ پر حاوی ہیں۔ یہ آپ کے انمول فضائل کی مہک پھیلانے کے لیے کافی ہے۔ اس کی لڑی میں چمکدار موتی و جواہرات پروئے ہوئے ہیں۔ اس کے گلشن بلاغت میں گلاب کے پھول کھلے ہیں۔ نظم کہی تو نہایت خوبصورت انداز میں کہی، اور نثر لکھی تو عالیشان لکھی۔

انہوں نے ان دیکھے پھلوں کے گچھوں کو نچوڑا ہے۔ اختراعی حقائق میں ان جیسی شخصیت کسی وقت نہیں پائی گئی، نہ کسی جگہ دیکھی گئی ہے۔ دنیا اس پر انگشت بدندان ہے۔

وجہ تلخیص:

چونکہ کتاب ضخیم ہے، اس لیے ہر جاننے والے کے لیے صاحب ترجمہ کے شمائل و عادات بطورِ نمونہ سامنے نہیں آتے تھے۔ لہٰذا میں نے چاہا کہ جس طرح تاریخ کی کتابوں میں مختصر تراجم کا انداز ہے، اس کے مطابق آپ کا ترجمہ و تعارف لکھنے کا شرف حاصل کروں۔

ان اوراق میں مختصر عبارت کے ذریعے فاضل ہستیوں کے فضائل کی طرز پر آپ کے فضائل کا خلاصہ لکھوں۔ میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میں آپ کے عرفان و قدر و منزلت کے شایانِ شان حق ادا نہیں کر سکا۔

میں نے یہ ہار! اللہ تعالیٰ کے کرم اور اس کے بھروسے پر پروئے ہیں۔ اور میں نے جو کچھ کہا ہے، وہ حاسدوں سے بے نیاز ہو کر کہا ہے۔

بلاشبہ ہمارے بزرگ۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو معطر کرے، اور جنت الفردوس سے ان کو سرفراز کرے! ——

عظیم دینی عالم و پیشوا ہیں، جو بے شمار فضائل سے مزین ہیں۔ یعنی ابو الثناء شہاب الدین

سیّد محمود!

گل سرسبد ہیں۔ فاضل، خلاصۂ ہم عصران، زاہد، متقی، حلیم الطبع، نرم مزاج، مولانا الحاج عبداللہ کے!

وُہ گوشۂ جگر ہیں پاک و معطر بزرگوں کے، جن کے سلسلۂ نسب میں کہیں اشتباہ نہیں، یہاں تک کہ یہ سلسلہ آپ کے جداعلیٰ سید العالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے!

آپ علیہ الرحمۃ سب علوم و فنون میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں ایک نشانی تھے — آپ عبارت اور اس کے مفہوم میں عجوبۂ روزگار تھے۔ معقول و منقول میں علامہ دہر تھے۔ اصول و فروع میں فہامۂ عصر تھے۔ آخر تک جو کہا، وُہ خوبصورت عبارتیں ہیں — گویا وُہ موتیوں کے ہار ہیں۔

یہ رسالہ نہایت مفید ہے، جو اختصار کے باوجود نادر مسائل پر مشتمل ہے۔ کئی دوسرے فضلاء نے بھی ان کا بہترین ترجمہ و تعارف لکھا ہے!

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات | آپ کے لختِ جگر، جو "جلاء العینین" کے مصنف ہیں، کا فضل و شرف مشہور ہے۔ اور ان کے علم کا جھنڈا پہاڑوں کی چوٹیوں پر لہرا رہا ہے سب علاقوں اور ملکوں میں ان کا ذکر موجود ہے۔ یہ تو معلوم ہی ہے کہ عرقِ گلاب، گلاب سے حاصل ہوتا ہے اور شیر کا بیٹا شیر ہی ہوتا ہے۔ ان کا ترجمہ و تعارف بہت ادباء اور فضلاء نے لکھا ہے، اور ان کی بہت تعریف کی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ نظم و نثر میں ان کے جو قصائد و مدائح لکھے گئے، اور اپنے شہر اور دیگر شہروں کے افاضل علماء نے جس طرح ان کی تعریف و توصیف کی ہے' ان سب کو ایک کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے۔ بلاشبہ وہ ایک بے مثل مجموعہ ہے۔ اگر مجھے وہ کتاب دستیاب ہو جاتی تو میں اس میں سے اقتباسات نقل کرتا، جن کے ذکر سے کان لذت آشنا ہوتے۔ یہ ان سب تقاریظ کے علاوہ ہے، جو ان کی کتابوں، مثلاً شقائق، جلاء العینین، غالیۃ المواعظ، القول الفصیح فی الرد علیٰ عبد المسیح (یہ نصاریٰ کے رد میں دو جلدوں میں ہے) پر لکھی گئی ہیں۔ اسی طرح دوسری قابلِ تعریف خوبیاں اور دوسرے بیشمار مناقب

ہیں، جن کو بیان کرنا ہمارے بس میں نہیں ہے۔

الغرض، قابلِ اعتماد اور ثقہ ہستیوں نے "جلاء العینین" کے مصنف اور ان کے والدِ گرامی قدر کی جو تعریف و توصیف کی ہے، وہ دلیلِ واضح ہے کہ یہ دونوں بزرگ عنداللہ مقبول و منظور، بہترین اور عادل ہستیاں ہیں۔ ان کی کتابوں سے، جو شائع ہوکر مسلمانوں کے بلاد و امصار میں پھیل چکی ہیں، امت کو بڑا فائدہ پہنچا ہے۔ جیسا کہ ہر انصاف پسند کا مشاہدہ اور احساس ہے۔

افسوس! ہمارے زمانے میں فضل و شرف کی ہوائیں رُک چکی ہیں، اور اکثر لوگوں کے افکار دینی فضائل اور ایمانی کمالات سے دور ہو چکے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر انصاف پسند کو یہ اعتراف کیے بغیر چارہ نہیں، عراق میں ان کے گھرانے کے علاوہ کوئی اور علمی گھرانہ نہیں۔ آج بھی اس خانوادۂ علم و فضل نے عراق کے اندر حسبِ روایت دین کی عمارت کو قائم رکھا ہوا ہے۔ اس کی دلیل ان کی تالیفات اور ان کے بہترین و عام اثرات ہیں۔

عراق میں ایسے اصحابِ جبہ و دستار موجود ہیں، جو دینِ مبین کے لیے بلاءِ عظیم بنے ہوئے ہیں۔ کسی فاضل نے کیا خوب کہا ہے ؎

لا تغرنّك اللحى و لا الصّور　　تسعة أعشار من ترى بقر

في شجر السرو منهم شبه　　له رواء وما له ثمر

"ان کی داڑھیوں اور ظاہری شکل و صورت سے دھوکا نہ کھانا، ایسے لوگوں میں نوے فیصد لوگ گائے بھینسوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

"وہ سرو کے درخت جیسے ہیں۔ ان میں شادابی اور خوش منظری تو ہے مگر پھل سے محروم ہیں۔"

ان کے علاقے اور شہر میں کوئی نہیں، جو کسی فن میں بھی ان سے لگا کھا سکے۔ یہ سب کے سب علم کی تحصیل اور اس کی نشر و اشاعت میں منہمک ہیں، اور دُنیا اور اس کی آرائش و زیبائش سے بے گانہ ہیں ـــــ یہ دوسرے علم کے دعویداروں کی طرح دنیا پر فریفتہ نہیں ہیں!

مختصرًا، یہ بزرگ اوران کے اسلاف وہ عظیم ہستیاں ہیں، جن پر مسلمان اہلِ علم وفضل فخر کرسکتے ہیں۔ الفاروقی رحمہ اللہ اپنی کتاب "العقود الجوہریہ" میں ان کے بعض افاضل کا ترجمہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "یہ وہ گھرانا ہے جس میں "اگر" "کہ" "ممکن ہے" اور "کاش" کی کشتیاں نہیں چلتیں ؎

بیت من المجد شادوه على كرم　　　وبالمجرة مده على طنب

"یہ ایسا مضبوط ومعزز گھرانا ہے، جس کو انہوں نے فیض وکرم پر تعمیر کیا ہے۔
اس کی بلندی کو وہ کہکشاں تک لے گئے ہیں۔"

صاحب "روح المعانی" آپ کے والد ماجد مشہور مفسر، روح المعانی کے مصنف زور ارہیں۔ فضلاء وبلغاء کی ملاقاتوں اور رابطے کا ذریعہ تھے، ان کی محفل علماء وادباء کی محفل تھی۔ آپ میں دین کی صلابت، نرمی کے ساتھ حزم واحتیاط، یقین کے ساتھ ایمان وعلم کی حرص، بردباری کے ساتھ عمل، مالداری کے ساتھ میانہ روی اور عبادت کے ساتھ خشوع تھا۔ فہم دین سے آراستہ تھے۔ بے حد صابر، حلال کے طالب، ہدایت میں نشاط وانبساط سے شناسا اور طمع سے پرہیز کرنے والے تھے۔ میں نے آپ سے منطق اور نحو وغیرہ کی کچھ کتابیں پڑھی تھیں۔ چنانچہ آپ کی مدح میں کئی قصائد لکھے ہیں، جو زمانے کی گردن پر سجے ہار ہیں۔ فروق شہر میں قیام کے دوران میری آپ سے خط وکتابت رہتی تھی۔ یہ خط وکتابت دراصل ایک چاہنے والے کی اپنے پیارے کے ساتھ تھی۔ ان باتوں کا آپ نے اپنے سفرنامہ "نشوط الشمول فی السفر الی اسلامبول" اور "نزہۃ الالباب فی الذہاب والاقامۃ والایاب" میں ذکر کیا ہے۔ دوسرے حضرات نے "حدیقۃ الورود فی مناقب ابی الثناء شہاب الدین محمود" میں یہی باتیں لکھی ہیں۔ میں نے ان سے کتنے ہی گلِ لالہ چنے ہیں جن کی مہک باغوں کی مہک کو مات دے رہی ہے۔

اولاد: آپ کے بیٹوں میں سے جو انتقال کر گئے، ان پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔ اور جو زندہ ہیں، ان کو دین ودنیا کی صلاح والے کاموں کی توفیق سے نوازے! ــــ بحمداللہ، وہ ایسے سونے کے سانچے میں ڈھلے ہوئے حلقے کی مانند ہیں، جس کے کناروں کا علم نہ ہو۔ اور اس عزت کی مانند، کہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچنے کی وجہ سے ان کا چہرہ نہ پہچانا جاسکے ؎

أيا لقيت تقل لاقيت سيدهم　　　مثل النجوم التي يسري بها الساري

" کہو! میں ان کے سردار کو ملا ہوں، جو ستاروں کی مانند تھا۔ جس کے ذریعے رات کے مسافر سفر کرتے ہیں۔"

آپ کے والد رحمہ اللہ سے میرے تعلقات دوستی اور اخلاص پر مبنی تھے، اور ہم آپس میں کافی مانوس تھے۔ ان کے قرب کی وجہ سے میں ان کا رازدان تھا، اور میرے قرب کی وجہ سے وہ میرے رازدان تھے۔ مجھے ان کی گفت گو سے کمال کی خوشبو آتی تھی۔ ان کے قلم سے جو موتی، اور ان کی زبان سے جو اقوال بکھرتے تھے، میں نے انہیں اپنے سمع ونظر کی زینت بنالیا۔ بغداد میں ہم اکٹھے رہتے تھے اور محفلوں میں اُن کی زیارت سے میں اپنے غم وفکر کو دور کرلیتا تھا۔ جیسا کہ آج بھی صاحب ترجمہ وتعارف کے اعلیٰ اخلاقِ حسنہ قسطنطنیہ میں ان کی بلندئ مرتبہ کا احساس دلاتے ہیں، میں بھی وہاں اپنے ناظرین کے سامنے ہمیشہ ان پاکیزہ ستاروں اُور ہاشمی سرداروں کے تقدس کا ذکر کرتا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہر شہر کے اکابر اور زمانے کے افاضل کا دارومدار اس خاندان پر قائم رکھے۔ انتہیٰ!

اے نبہانی! ہم نے جو کچھ تمہارے سامنے پیش کیا اور رکھا ہے، اس کے بعد تمہاری جھوٹی اور لغو باتوں کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟ ان بہترین علماء، نیک انسانوں اور شان وشرف رکھنے والے سرداروں کے ساتھ تمہیں کیا نسبت ہے؟ کیا تجھے یہ قول معلوم نہیں کہ " اللہ تعالیٰ اس مرد پر رحم فرمائے، جو اپنی قدر کو پہچانتا ہے اور وُہ اپنی حد سے تجاوز نہیں کرتا۔" کیا تو نے اہلِ علم سے سنا نہیں کہ " علماء کا گوشت زہریلا ہوتا ہے"؟ ؎

الى حكم أشكو ظلامة معتد　　　هو العدل كم أردى ظلوما وجندلا

" میں نے منصف کی خدمت میں، زیادتی کرنے والے کی بے انصافی کی شکایت کی، جو ایسا عدل کرنے والا ہے کہ اس نے کتنے ہی بڑے بڑے اور چٹان جیسے مضبوط ظالموں کو ہلاک کر دیا ہے۔"

نبہانی کے فخر وغرور کی وجہ: عالم اسلام کے نظر آنے والے واضح انحطاط کی وجہ سے ہی نبہانی کو تکبر وغرور کرنے اور ڈینگیں مارنے کا موقعہ ملا ہے۔ ہمارا گمان تھا کہ مسلمان فتنہ در فتنہ، اور اس

جیسی دوسری بلاؤں سے محفوظ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ ۗ انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ " (الانعام: ۶۵)

(اے پیغمبرؐ!) کہہ دیجیے، اللہ تعالیٰ قدرت رکھتا ہے کہ تمہارے اوپر سے تم پر عذاب بھیجے، یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے۔ یا تمہیں فرقے فرقے بنا دے اور تمہیں ایک دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ دیکھو ہم آیات کو کس طرح پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں، تاکہ وُہ سمجھیں۔"

اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ" فوقکم" سے مراد بُرے امراء ہیں۔" تحت ارجلکم" سے مراد سفلہ صفت لوگ ہیں۔ یعنی جب کمینے اور بے وقوف لوگ بہترین علماء کے مقابلے میں فخر و غرور اور تکبر کریں، تو یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کے غضب کی ایک علامت ہے۔ نبہانی اپنے کمزور علم وفکر کے باوجود غرور اور جہالت میں مبتلا ہے۔ وہ سمجھ بیٹھا ہے کہ وُہ ویرانے میں ہے، لہٰذا اپنی بڑائی کی ڈینگیں مارتا ہے ؎

و اذا ما خلا الجبان بارض　　　طلب الطعن وحده والنزالا

" بزدل جب ایسے میدان میں ہو، جہاں کوئی اس کے مقابلے میں نہ ہو، تو اکیلا ہی نیزہ بازی اور مقابلے کی دعوت دیتا ہے۔"

یہ اللہ تعالیٰ کی سنّتِ جاریہ ہے کہ نبہانی اور اس قماش کے لوگ ہمیشہ اہلِ حق کی دشمنی میں پیش پیش رہے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے یہ ارشاد نازل فرمایا:

" وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ۚ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ " (الانعام: ۱۱۲)

" ہم نے اسی طرح ہر نبی کے لیے شیطان انسانوں اور جنوں کو دشمن بنا دیا تھا،

وہ ایک دوسرے کو جھوٹ سے سجا ہوا کلام سجھاتے ہیں۔ اگر تیرا رب چاہتا تو وہ یہ نہ کرتے۔ آپؐ ان کو، اور جو وہ افتراء پردازیاں کرتے ہیں، نظر انداز فرما دیجیے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی عداوت، اور جس پر انھوں نے اپنے اقوال و افعال کی بنیاد رکھی تھی (جو کسی اور جگہ مذکور ہے) کا مشاہدہ فرمایا تھا۔ "زُخْرُفَ الْقَوْلِ" سے مراد جھوٹی بات کو ملمع کر کے خوبصورت انداز میں پیش کرنا ہے۔ "عَدُوّ" سے مراد یہاں "أعْدَاءٌ" ہے۔ جیسا کہ شعر میں ہے ؎

اذا أنا لم أنفع صديقي بودّه　　　فانّ عدوّی لم یضرّهم بغضی

"جب میں نے اپنے دوست کو اس کی محبت کی بناء پر نفع نہ دیا، تو میرے دشمنوں کو بھی میرے بغض سے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔"

آیت کی پوری تفسیر اپنے مقام پر دیکھی جا سکتی ہے۔

نبہانی نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ، ابن عبد الہادیؒ کی کتابوں اور "جلاء العینین" پر جو تنقید کی ہے، اب ہم اس پر گفتگو سے فارغ ہو رہے ہیں۔ حالانکہ اس سلسلہ میں طویل گفتگو ہو سکتی ہے، لیکن اختصار کی خاطر ہم نے اسی پر بس کی ہے ؎

ولو کان هٰذا موضع القول لاشتفی　　　غلیلی ولٰکن للمقال مواضع

"اگر بات کا یہ مناسب موقع ہوتا تو سخت پیاسے کو شفاء ملتی یعنی اس کی تسلی ہو جاتی، لیکن گفتگو کے لیے دوسرے مواقع بھی ہیں۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے مناقب پر کتابوں کے مؤلفین

خوب جان لیجئے کہ نبہانی اور اس قماش کے دیگر لوگوں نے جلیل القدر علماء پر تنقید و اعتراضات کی بوچھاڑ کی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان علماء نے شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہؒ کی نصرت و حمایت کی ہے۔ ان پر دشمنوں کے اعتراضات کی تردید کرتے ہوئے ان کا دفاع کیا اور ان کے کلام کی صحیح توجیہات بیان کی ہیں۔ نبہانی اور اس کے ٹولے کا گمان یہ تھا

کہ حق اور اہلِ حق کے مددگار معدودے چند لوگ ہوں گے۔ یہ انہوں نے غلط سمجھا۔ کیونکہ زمانے میں ایسی ہستیاں موجود رہی ہیں، جو حق کو خوب جانتے ہیں اور حق کے مطابق ہی فیصلے کرتے ہیں۔ جیسا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ارشاد ہے:

"لا تزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق لا یضرھم من خذلھم!"

"میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ حق پر نمایاں طور پر ثابت قدم رہے گا، ان کے دشمن ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے۔"

یہی لوگ دراصل دین کے محافظ اور بدعتیوں کے مخالف ہیں ــــ جو غلو کرنے والے کی تحریف، باطل پرستوں کی غلط باتوں اور جاہلوں کی تاویل سے اللہ کی کتاب کا دفاع کرتے ہیں۔ ان جہلاء نے بدعت کے جھنڈے گاڑ رکھے ہیں اور فتنہ و فساد کی مہاریں چھوڑ رکھی ہیں۔ وہ کتاب اللہ میں اختلاف کرنے والے، بلکہ اس کے مخالف ہیں، اور اس کے ترک پر متفق ہیں۔ وُہ علم کے بغیر محض جہالت سے اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتے، اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔ وہ متشابہ آیات کو بنیاد بنا کر بات کرتے ہیں اور ان کے غلط معانی بیان کر کے جاہلوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ ہم گمراہ لوگوں کے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں!

انصاف پسند علماء ہر زمانے میں بے شمار انصاف پسند علماء موجود رہے ہیں۔ ان میں سے ہم کچھ اہلِ علم کا تذکرہ کرتے ہیں جن کے بارے میں ہمیں معلوم ہے کہ انہوں نے احکام میں شیخ الاسلام کی رائے پر بات کی ہے۔ تاکہ انصاف پسند حضرات کو معلوم ہو جائے کہ "جلاء العینین" کے مصنّف کوئی پہلے بزرگ نہیں، جنھوں نے اس موضوع پر لکھا ہے اور نہ ہی یہ کوئی نئی بات ہے کہ جس کی بناء پر وُہ نبہانی اور اس کے غالی ٹولے کی مذمت و ملامت کا نشانہ بن رہے ہیں۔ چنانچہ ان پر وُہ ایسے منہ کھولے ہوتے ہیں، جس طرح کتے جمائی لیتے ہیں!ــ بلکہ ان سے پیشتر کتنے ہی بڑے بڑے امام اور عظیم علماء حمایتِ حق کا یہ فریضہ سر انجام دے چکے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بعض اکابر کا ذکر اس لیے کر رہے ہیں تاکہ یہ کتاب ان

کے فضائل ومناقب کے موتیوں کے ہار سے سجے۔ اور ایمانیات کے سلسلہ میں اعتماد واعتبار بڑھے؛

ان میں سے ایک قاضی القضاۃ نور الدین محمود بن احمد عینی حنفی ہیں۔ امام، عالم، علامہ حافظ، شیخ العصر، استاد الدہر، محدثِ زمان ہیں۔ انہوں نے صحیح بخاری کی ایک بہترین اور بے نظیر شرح لکھی ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی بہت سی مفید تصانیف ہیں۔ مصر میں منصبِ قضا پر سرفراز رہے۔ آپ نے جامع ازہر کے قریب ہی ایک عظیم درس گاہ بنائی۔ اس میں عظیم الشان لائبریری قائم کی، جس میں مختلف علوم وفنون کی نفیس کتابیں جمع کیں۔ آپ تالیف وتدریس میں زندگی بھر مشغول رہے۔ وفات سن ۷۶۲ ہجری میں ہوئی!

صحیح بخاری کی شرح کے علاوہ آپ نے بعض مشہور متون کی شروح لکھیں۔ ان کی ایک کتاب "الطبقات فی علماء الحنفیہ" ہے، جس میں ان کے حالات وتراجم لکھے ہیں۔ حافظ ابنِ عساکر کی تاریخ دمشق کی تلخیص بھی آپ نے کی، اور اس کے علاوہ بھی تاریخ پر ایک بہت مفید کتاب لکھی۔ مختصرًا یہ کہ آپ رحمہ اللہ اپنے زمانے کے علم وزہد وورع کے حامل مشہور علماء میں سے تھے۔ آپ فقہ وحدیث کے ماہرین میں سے ایک تھے۔ آپ کی وفات پر مسلمان رنج وغم میں ڈوب گئے۔ آپ ان اشعار کے پورے مصداق تھے ؎

وانی لمعذور اذا ما بکیتہ   باکثر من قطر الغمام واغزر

"جب میں گھرے ہوئے بادل کے قطروں سے بھی بہت زیادہ روتا ہوں
تو میں اس وقت معذور ہوتا ہوں۔"

ولی عبرۃ لم ترق عند ادکارہ   کما لی فیہ عبرۃ المتفکر

"میرے لیے اس کی یاد کے وقت تفکر وتدبر اور عبرت ہے، جو کم نہیں ہوتی!"

وقد کان لم یحجب سناہ بحاجب   ولم تستتر اضواءہ بستر

"اس کی چمک دمک کسی چھپانے والے سے نہیں چھپتی، اور اس کی روشنیاں
کسی پردہ کرنے والے کے پردے سے اوجھل نہیں ہوتیں۔"

فوا أسفی ان کان یغنی تأسفی   ووا حذری ان کان یغنی تحذری

"ہائے افسوس، اگر میرا افسوس کرنا کسی کام آسکے! اور اے میرے ڈر، اگر میرا ڈرنا کسی کام کا ہوا"

وکنت اَرانی فی النوائب صابرا   فاعدمنی صبری فاین تصبری

"میں اپنے آپ کو مشکلات و مصائب میں صابر سمجھتا تھا، میرے صبر نے مجھے ختم کر دیا۔ پس کہاں ہے میرا صبر کرنا؟"

و انی لمقبول المعاذیر فی الاَسی   ومن یتعذر مثلی الی الصّبر یعذر

"رنج و غم میں میرے عذر قابلِ قبول ہوتے ہیں۔ جو شخص مجھ جیسے کے سامنے عذر پیش کرتا ہے، تو پھر صبر کا عذر کیونکر کیا جا سکتا ہے؟"

آپ رحمہ اللہ علمائے حدیث اور حفّاظِ سنّتِ نبویہ سے محبت کرنے والے تھے، بالخصوص شیخ الاسلام تقی الدّین احمدؒ بن تیمیہ سے! — انہوں نے شیخ الاسلامؒ کی بڑی مدح و توصیف کی ہے، آپ کے مناقبِ جلیلہ بیان فرمائے ہیں، ان کا دفاع کیا ہے، اور جس نے ان سے ظلم و زیادتی کی ہے، اس کا مقابلہ کیا ہے۔ "الرّد الوافر" پر ان کی ایک انوکھی تقریظ ہے، جس میں شیخ الاسلام کی شایانِ شان تعریف کی ہے۔ یہ شیخ کی جلالتِ قدر کے لیے، اور اس بات کے لیے کہ آپ اکابر اہلِ سنّت میں تھے، کافی دلیل ہے۔ انہوں نے شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ کی مدح توصیف اس انداز سے کی ہے کہ اس پر اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے شیخ کی عظمتِ شان کو بیان کیا ہے اور ان کی خوبیاں تفصیل سے ذکر کی ہیں۔ "الرّد الوافر" پر تقریظ میں انہوں نے شیخ کے جو مناقب و فضائل بیان کئے، وہ اس طرح ہیں:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! لاریب بے حد مہکتا پھول، جس سے لوگوں کی زبانوں کے شگوفے پھوٹتے ہیں۔ اور وُہ انوکھا ذکر، جس سے دماغ معطر ہوتے ہیں! — اس ذات پاک کی حمد و ثنا ہے، جس نے زبان کے پودے کو بیان کے پانی سے سیراب کیا، تاکہ اس سے معانی و بیان کے ثمرات حاصل ہوں۔ اس نے حقائق کے سورج سے دماغوں کو منور کر دیا اور دلوں میں جو باریکیاں ہیں، ان کو واضح کر دیا۔ اس نے بصیرتوں اور بصارتوں کے انوار کے ذریعے افکار و خیالات کے نیزوں کا رُخ علوم و اخبار کی سرحد کی طرف کر دیا، اور اپنی مہربانیوں

کی نرم ہوا سے ظنون وشکوک کے گردوغبار کو دُور کر دیا۔ راست روی میں ہمیں صدق وسچائی کے مصائب سے محفوظ رکھا، گفتگو کی ٹھوکروں اور ملامتوں سے ہمیں راحت دی، اور آنسوؤں کے سمندر میں گرانے سے دُور رکھا۔ بے شک وہ انعام کنندہ ہے۔ اُس نے ہمیں مسالک کے انتخاب میں غلطیوں سے محفوظ رکھا ــــ جبکہ اس مقام پر بڑے بڑے ٹھوکریں کھا گئے ا ــــ ہمیں ایسے مقامات سے بچایا، جن میں عذر بھی ناممکن ہوجاتے ہیں۔

اور صلوٰۃ وسلام ہو اس عظیم ہستی پر، جس پر نبوت ورسالت ختم ہوگئی۔ جس کو فصاحت و شجاعت کی مٹی سے پیدا کیا گیا۔ اس نبوت ورسالت نے اسے ملکوت کی آخری بلندیوں پر پہنچا دیا کہ اسے کتاب عطا ہوئی۔ اسی بناء پر اس کی فرمانبرداری اور نافرمانی کا نتیجہ ثواب وعقاب ٹھہرا! اور یہ ہیں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، جن کو روزِ حساب شفاعت کے ساتھ ترجیح دی گئی۔ پھر سلام ہو آپؐ کی آل پر، جو گلستانِ نبوت میں شیروں کی طرح بہادر بنے۔ نیز آپؐ کے اصحاب پر، جنھوں نے آپؐ کی دعوت کے لیے نصرت کی تلواریں حمائل کیں۔ پھر امت کے ان علماء پر جو زمانے کے صدمات اور اس کے حملوں پر غالب آئے۔ انہوں نے عصبیت کی خاطر طعن وتشنیع کے تیروں سے اپنی زبانوں کو بند رکھا، اور سرکش نفوس کی عزتوں کے لیے غور وخوض کے تیروں کو روکے رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ وُہ ہدایت کے ستارے اور اقتدار کے لیے مکمل چاند بن گئے۔ وُہ حقدار ہیں کہ اُن کو شیخ الاسلام اور انصار شرائع خیر الانام کا لقب دیا جائے! ــــ اس کے بعد عرض ہے: کتاب "الرد الوافر" کے مؤلف نے اس خوبصورت اور خوشبودار تصنیف میں خوب محنت کی ہے۔ اور اپنی سحر صفت گفتگو کے ساتھ اس منہ پھٹ شخص کا خوب رد کیا ہے، جس نے علماء اسلام اور ائمہ کے خلاف کفر بکا۔ یہ علماء اسلام کے عظیم ستون ہیں جنھوں نے دین کی نصرت کر کے نعمتوں بھری جنتوں میں اپنے گھر بنا لیے اور ربِ کریم کی رحمت کی خوشبوؤں کو سونگھ کر اس میں بس گئے۔ جس نامراد نے ان میں سے کسی پر زبانِ طعن دراز کی، یا ان کے بارے میں کی گئی گفتگو کو غلط طریقے سے نقل کیا، تو گویا اس نے راکھ میں پھونکیں ماریں اور بے فائدہ اپنے آپ کو مشکل میں ڈال لیا۔ جو شخص اسلام کا نام لیوا ہے یا علم وفہم کے ساتھ اس کو کوئی نسبت ہے، اس کے لیے کیسے حلال ہے کہ ایسے شخص پر کفر

کا فتویٰ لگائے جس کا دل تروتازہ اور کفر کی بات سے محفوظ ہے ___ جس کے اعتقاد میں کفر کی طرف میلان کا کوئی شائبہ نہیں۔ لیکن جس شخص کی طبیعت میں توازن نہ ہو، وہ تو مریض کی طرح میٹھی اور خوشگوار چیز کو بھی کڑوا محسوس کرتا ہے۔ جہالت کی بناء پر جو شخص کسی چیز میں عیب نکالے، وُہ اپنی دشمنی کی بناء پر جانب داری کو نمایاں کرتا ہے اور اپنی گفتگو میں اندھی اونٹنی کی طرح ٹھوکریں کھاتا ہے۔ وہ گندگی کا ایسا کیڑا ہے جو گلاب کی خوشبو سے اپنی موت مرجاتا ہے! ___ چمگادڑ کی طرح ہے، جو اپنی ضعفِ بصارت اور نظر کی خرابی کی وجہ سے عالی شان روشنی سے چندھیا جاتا، تکلیف محسوس کرتا ہے۔ نہ ان کی طبیعت میں نقد و تبصرہ کی صلاحیت ہے، اور نہ روشن دماغی۔ وہ تو شور و غوغا کرنے والے مفلس کمینے، زبان دراز، آوارہ مزاج ہیں۔ ان میں شغل تکفیر رکھنے والے غیر معروف ہیں۔ ان کے باپ بھی سر منڈے غیر اہم ہیں۔ اور وُہ خود بھی ایرے غیرے نتھو خیرے کہ جنھیں کوئی جانتا تک نہیں! خود گمراہ ہیں، گمراہ کرنے والے ہیں اور گمراہی ہی کے بیٹے ہیں۔

یہ عام مشہور ہے کہ شیخ، امام، عالم، علامہ، تقی الدین ابنِ تیمیہؒ اونچے درجے کے فاضل کی خوشبو ہیں۔ اپنے جیسے بکثرت براہین میں سے ہیں۔ شائستہ اخلاق کے مالک ہی نہیں بلکہ وہ ادب گاہ ہیں، جس سے روحیں غذا پاتی ہیں۔ ان کا منتخب کلام کانوں میں رس گھولتا ہے، جس سے طبیعت میں نشاط و انبساط پیدا ہوتا ہے۔ اہلِ علم کے افکار کے پکے ہوئے پھل کی طرح آپ کی طبیعت ہے، جو با مقصد علم میں منہمک رہتی ہے اور کچے پن اور بدمزگی کی خرابی سے پاک ہے۔ آپ نے انوکھے معانی کے چہروں سے پردہ اٹھایا، اور پہلی بار ان کو پردۂ خفا سے نکالا۔ انہوں نے زنادقہ اور ملحدین کی اٹکلوں سے دین کو بچایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ و تابعینؒ سے مروی روایات کو جانچا پرکھا۔ جس نے ان کو کافر کہا، وُہ خود پکا کافر ہے جس نے ان کو لادین یا بدعقیدہ کہا، وہ خود زندیق ہے۔ آپ کی تصانیف دنیا میں پھیل چکی ہیں، ان میں کوئی بات ایسی نہیں کہ جس میں کجی اور مخالفت کا شائبہ ہو۔

مسئلۂ طلاق و زیارت انہوں نے جو لکھا ہے، وُہ ان کا اجتہاد ہے اور جو بالاتفاق جائز ہے۔ مجتہد خطاء و ثواب دونوں صورتوں میں اجر و ثواب پاتا ہے۔ پھر اس میں کوئی بات

ایسی ہے بھی نہیں، جو عیب دار اور قابلِ ملامت ہو۔ اس کے باوجود مخالفین نے حسد و بغض اور واضح سازش کی بناء پر ان کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ حسد کنندہ کی مذمت کے لیے سورۂ فلق کی آخری آیت کافی ہے۔ حاسد بے چینی میں جلتا رہتا ہے!

جس نے ان بزرگوں میں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی شرط اور نذر پوری کی، کسی ایک پر طعن و تشنیع کی، یا اس کی کسی عبارت کو غلط نقل کیا، تو اس نے گویا محال کام انجام دیا۔ اس کے بدلے وہ سزا کا ضرور حقدار ہے۔ آپ امام، فاضل، علم میں یگانۂ روزگار، متقی، پاکیزہ، پرہیزگار۔ اور علمِ حدیث، تفسیر، فقہ و اصول میں تحریرًا و تقریرًا ماہر تھے۔ بدعتیوں کے لیے شمشیرِ براں تھے۔ ایسے عالم تھے، جو امورِ دین کے ساتھ قائم تھے۔ معروف کا حکم کرنے والے، منکر سے روکنے والے، کثرت سے ذکرِ الٰہی کرنے والے۔ روزہ، نماز اور عبادت میں لگے رہنے والے سخت زندگی گزارنے والے، قناعت پسند تھے۔ زیادہ کی طلب نہیں رکھتے تھے۔ وعدہ کے بہترین پابند، اور پاکیزہ و حسین انداز سے گزر اوقات کرنے والے تھے۔ آپ دنیا کے ساز و سامان سے بے نیاز تھے۔ ان کی تصانیف مشہور و مقبول ہیں۔ ان کے فتاوٰی قطعی ہیں، جن میں کوئی علت نہیں۔ قاضی القضاۃ کمال الدین ابن الزملکانی مرحوم نے ان کی ایک کتاب پر لکھا ؎

ماذا یقول الواصفون لہ ۔۔۔۔ وصفاتہ جلت عن الحصر

ھو حجۃ للہ قاھرۃ ۔۔۔۔ ھو بیننا اعجوبۃ الدھر

"ان کی توصیف و تعریف کرنے والے چاہے کچھ کہیں، ان کی صفات شمار سے باہر ہیں۔"

"وہ اللہ تعالیٰ کی زبردست حجت ہیں، وہ ہم میں عجوبۂ روزگار ہیں۔"

ابن الزملکانی کا تعارف:

پھر ابن الزملکانی کا تعارف کراتے ہوئے انہوں نے کہا: "کیا اس عظیم عالم کی اس امام کے حق میں شہادت کافی نہیں؟ انہوں نے ان کو "حجۃ اللہ فی الاسلام" کا لقب دیا، اور دعوٰی کیا کہ ان کی صفاتِ حمیدہ کا شمار ممکن نہیں۔ بیان کرنے والے ان کی صفات کو شمار کرنے سے عاجز ہیں۔ اس صورتِ حال میں ان پر شیخ الاسلام کا لقب، یا ان کے ذکر کے

موقعہ پر اس کی ان کی طرف نسبت، کیوں جائز نہیں؟

اب عناد رکھنے والے سازشی حاسد کا انکار کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ کاش ہمیں معلوم ہو کہ اس بڑے پن کے مریض، بے تکی باتیں کرنے والے، جاہل، اور اپنے آپ کو نمایاں کرنے والے کی دلیل کیا ہے؟ حالانکہ معلوم ہے کہ لفظ "شیخ" کے لغوی اور اصطلاحی دو معانی ہیں۔ لغوی معنٰی یہ ہے، جس کو بڑھاپا آجائے۔ اور اصطلاحی معنٰی یہ ہے، جس میں یہ صلاحیت ہو کہ لوگ ان کے شاگرد بن سکیں۔

امام موصوف میں دونوں معانی موجود ہیں۔ لاریب وہ علماء اسلام کی ایک جماعت کے سربراہ، جبکہ فقہاء ان کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ اس صورت میں وُہ "شیخ الاسلامؒ" کے مصداق کیوں نہیں ہو سکتے؟ جو شخص مسلمانوں کا شیخ ہے، وُہ اسلام کا بھی شیخ ہے۔ بڑے بڑے قاضی القضاۃ حضرات اور علماء افاضل نے (جو اسلام کے ستون ہیں) ان پر اس اطلاق کی صراحت کی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں، جن کا صاحبِ "الردالوافر" نے اپنے عظیم الشان رسالے میں پوری وضاحت سے ذکر کیا ہے۔ اس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے، اس لیے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ واقف کار اس کو غور سے دیکھتا ہے، پڑھنے والا اس کو قبول کرتا ہے!

امام صاحب کا ابتلاء: اس امام کو مختلف مجالس میں بڑے بڑے واقعات پیش آئے۔ ان کے معاندین باوجود ان کے خلاف دعوٰی رکھنے کے ان پر کوئی گرفت نہیں کر سکے۔ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ سوائے بے کار اور فضول باتوں کے جو اُن کے دلوں میں دشمنی کے نتیجے میں گھر کر چکی ہیں مختصر یہ کہ آپ کو قید کیا گیا، زنجیریں پہنائی گئیں۔ جبکہ امام ابوحنیفہؒ کو بھی قید کیا گیا، اور آپ قید ہی میں فوت ہوئے۔ کیا کسی عالم نے یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کو قید کرنا درست اور حق تھا؟ امام احمدؒ کو بھی قید کیا گیا اور ان کو زنجیریں پہنائی گئیں، جبکہ انہوں نے ایک سچی بات کہی تھی۔ امام مالکؒ پر کوڑے برسائے گئے، جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے۔ امام شافعیؒ کو بھی یمن سے بغداد میں قید کر کے لایا گیا۔ امام ابن تیمیہؒ پر یہ قید و بند وغیرہ کی واردات گزری ہے، تو یہ کوئی نئی بات نہیں پہلے ائمہ اعلام پر بھی یہ مشقِ ستم جاری رہی۔ ان کو آخری بار دمشق کے قلعے میں قید کیا گیا۔ آپ نے پیر کی رات کے آخری تہائی حصے میں وفات پائی، جبکہ صبح کو بیس

ذوالقعدہ ۷۲۸ھ کی تاریخ تھی۔ آپ سترہ دن بیمار رہے۔ آپ کی نمازِ جنازہ قلعے کے دروازے پر شیخ محمد بن تمام نے پڑھائی۔ اس کے بعد جامع اموی میں عام لوگوں نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی، اور آپ کو قبرستانِ صوفیہ میں آپ کے برادرِ اکبر شیخ شرف الدّین کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ کی پیدائش ۱۰ ربیع الاوّل ۶۶۱ھ میں حران کے مقام پر ہوئی۔ پھر آپ اپنے والدِ ماجد کے ہمراہ دمشق میں منتقل ہو گئے۔ آپ کے جنازہ کے موقع پر جامع اموی میں جمعہ کے اجتماع سے بھی زیادہ رش تھا۔ جنازے میں امراء اور بکثرت درباری شامل تھے، انہوں نے جنازہ اپنے سروں پر اٹھایا ہوا تھا۔ باب الفرج سے آپ کا جنازہ نکالا گیا، قبرستانِ صوفیہ تک لوگ امڈے چلے آرہے تھے۔

پھر آپ کے بعض مرثیوں کا ذکر کیا ہے، اور بطور "مشتے از خروارے" مدح و توصیف کے اشعار لکھے ہیں۔ مثلاً امام زین الدین عمر بن الوردی اور اثیر الدین ابو حیان کے اشعار! پھر ابن الوردی کا ترجمہ لکھا ہے۔ ابو حیان کے اشعار پیش کرنے کے بعد کہا ہے:

جب امام ابو حیان جیسی عظیم ہستی نے آپ کے ناصرِ شریعت ہونے، حق کو ظاہر کرنے، اور شر کو مٹانے کی شہادت دی ہے۔ اور کہا ہے، وہ ایسے امام تھے کہ ان کی آمد کے لوگ گویا منتظر تھے۔ یہی بات ان کی مدح و تزکیہ کے لیے کافی ہے! جب امام کے اس مرتبے و مقام کی شہادت یہ امام اور دوسرے علماءِ کبار دیں، تو آپ پر کفر و زندقہ کا اطلاق کرنے والوں کی حیثیت ہی کیا رہ جاتی ہے؟ بس یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ کارستانی کسی جاہل، یا پرلے درجے کے پاگل کی ہے۔ پہلے کو تو سخت تعزیر دی جائے اور مجالس و محافل میں اس کی تشہیر کی جائے، بلکہ جب تک توبہ کر کے رجوع نہ کرلے، اس کو قید رکھا جائے۔ دوسرے کو زنجیروں اور بیڑیوں میں کسا جائے، اور ان گنت مار ماری جائے۔ یہ سب کچھ اس زمانے کے فساد اور عدل و احسان کے اظہار میں سستی و لاپرواہی کی وجہ سے ہے۔ انہوں نے مفسدوں کی جڑ نہ کاٹی، اور دشمنوں کے استیصال میں دلچسپی نہ لی۔ اس پر جاہل حد سے بڑھ گیا۔ اس نے عالم ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اور مسلمانوں کو بے عزت کرنے لگا۔ خصوصاً اہلِ حق بزرگوں کو، جو حق تعالیٰ کے پاس پہنچ گئے! یہ لوگ واقعی حق پر عمل پیرا تھے، علوم میں بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

لوگوں کے جم غفیر نے ان کی بہت سی کرامات کو بغیر کسی شک وشبہ کے نقل کیا ہے۔ انہوں نے ایک موقع پر نہایت مشکل سوالات کے فی البدیہ، فوراً اور قطعی جوابات دیے تھے۔

سوال: ان سے ایک سوال یہ کیا گیا، جبکہ وہ کرسی پر بیٹھ کر لوگوں کو وعظ کر رہے تھے اور مجلس میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی، "آپ کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے، جو کہتا ہے: سب اللہ ہی اللہ ہے۔ اور کہتا ہے: اللہ تعالیٰ ہر جگہ میں ہے۔ کیا یہ کفر ہے، یا ایمان؟"

جواب: آپ نے فوراً جواب دیا: "یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ بذاتہٖ ہر جگہ میں ہے" کتاب وسنت اور مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے۔ بلکہ یہ تینوں ملتوں کے خلاف ہے۔ خالق سبحانہٗ وتعالیٰ مخلوق سے الگ ہے۔ اس کی ذات میں سے کچھ بھی مخلوق میں نہیں، اور نہ ہی اس کی ذات پاک میں مخلوقات کی کوئی چیز ہے۔ بلکہ وہ سب مخلوق سے بنفسہٖ جدا اور بے نیاز ہے۔ صحابہؓ، تابعین میں سے ائمہ، ائمہ اربعہ اور کافی علماء دین اس پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ" (الحدید: ۴) سے یہ مراد نہیں کہ وہ مخلوق میں ملا ہوا ہے، اور ان میں حلول کر گیا ہے۔ اور نہ یہ مطلب ہے کہ وہ بذاتہٖ ہر جگہ میں ہے۔ بلکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ، بندے کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں بھی وہ ہو! اس کا کلام سنتا ہے، اس کے افعال کو دیکھتا ہے، اس کے راز اور پوشیدہ امور کو جانتا ہے، اس پر محافظ اور نگہبان ہے، بلکہ آسمان اور زمین، اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں سے کسی کے اندر حلول نہیں کیا، وہ اس سے پاک ہے!

"لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ" (الشوریٰ: ۱۱) یعنی کوئی چیز اس کی ذات، اس کی صفات، اس کے افعال کی مانند نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو اس طرح بیان کیا جائے، جس طرح خود اس نے اپنے آپ کو، اور اس کے رسولؐ نے اس کو بیان کیا ہے بغیر کسی کیفیت، تمثیل، تحریف اور تعطیل کے! امام مالکؒ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ" (طٰہٰ: ۵) کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے جواب دیا: "استواء معلوم ہے، کیفیت مجہول ہے، اس پر ایمان واجب اور اس بارے سوال کرنا بدعت ہے۔" اس عظیم امام کا عقیدہ دیکھ لیا، اور اس مخفی یقین کو جان لیا؟ جس شخص کا یہ عقیدہ ہو، اس کو حلول

اتحاد، تجسیم کے عقیدے کی طرف کس طرح منسوب کیا جاسکتا ہے؟ — یا ملحدین جس طرف گئے ہیں، اس کی امام کی طرف کیسے نسبت کی جاسکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ ہمیں کجی، گمراہی اور فساد سے پناہ میں رکھے۔ اور خیر و بھلائی کی طرف ہدایت دے۔ اس کو سب پر قدرت حاصل ہے، اور وُہ دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔

یہ تحریر قاہرہ میں، اپنے بلند و بے نیاز رب کی رحمت کے فقیر ابو محمد محمود بن احمد عینی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ جلی و خفی مہربانی کے ساتھ معاملہ فرمائے۔ آج ۱۸ ماہ ربیع الاول ۸۳۵ھ ہے۔

امام محمدؒ بن ابی بکر دمشقی شافعی کی رائے

جن بزرگوں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی اعانت و حمایت کی ہے، اور ان کا دفاع کیا ہے، ان میں سے ایک امام، حافظ محمدؒ بن ابی بکر بن ناصر الدین دمشقی، شافعی رحمہ اللہ ہیں۔ آپؒ باعمل علماء اور مضبوط حفاظ میں سے تھے۔ آپ کے علم و فضل کی شاخیں آسمان تک پہنچتی ہیں۔ آپ سے استفادہ کرنے والوں کا شمار نہیں۔ پختہ ذہن اور مضبوط طبیعت کے مالک تھے۔ آپ قوی اور غیر متزلزل عقیدہ رکھتے تھے۔ بلند اخلاق تھے، اور پسندیدہ صفات سے متصف تھے۔ آپ ذہین و فطین بزرگ تھے، اسی وجہ سے آپ درجۂ اجتہاد پر متمکن تھے۔ ان کے پاس وُہ علم تھا، جو دوسروں کے پاس نہیں تھا۔ حقائق ان پر ختم تھے۔ ان سے بڑے مشکل اُمور مروی ہیں۔ ان کی تصانیف مفید اور کتابیں بے نظیر ہیں۔ ان میں عاجزی اور انصاف، دیانت اور عفت کی صفات موجود تھیں۔ حق اور اہلِ حق کے مددگار تھے، بادلیل بات کو بے چون و چرا تسلیم کرتے تھے۔ ان کے علم و فضل پر سب متفق تھے۔ فضلاء کی ایک جماعت نے ان کا ترجمہ لکھا ہے، اور ان کے شایانِ شان تعریف کی ہے۔ جن فاضل علماء نے آپ کا ترجمہ لکھا ہے، ان میں سے علامہ، حافظ، قطب الدین الخضیری الدمشقی علیہ الرحمۃ ہیں۔ انہوں نے "طبقاتِ شافعیہ" پر ایک کتاب لکھی ہے، جس میں ان کے اوصافِ حمیدہ، فضائلِ پسندیدہ کا تھوڑا سا ذکر کیا ہے۔ وہ شیخ الاسلام کے والہ و شیدا تھے، ان کی قدر و منزلت سے خوب واقف تھے، اور شیخ الاسلام کا ان کے مخالفین سے دفاع کرتے تھے۔ ان کے موہوم اعتراضات کا رد کرتے تھے۔ سبکی کے

ہم مسلک، کجرو، راہِ راست سے ہٹ جانے والے، اور سنتِ نبویؐ سے بے تعلق ایک غالی شافعی نے ایک کتاب لکھی۔ جس میں امام ابنِ تیمیہؒ کے مسئلہ استغاثہ بغیر اللہ اور ان کے دیگر اجتہادی مسائل کے حوالے سے ان علماء کی تکفیر کی ہے، جو ابنِ تیمیہ کو "شیخ الاسلام" کہتے ہیں۔ حافظ دمشقی موصوف نے اس کا ایسا رد لکھا ہے، جس سے مومنوں کو سکون و سرور ملا۔ اس کا رد کرتے ہوئے انہوں نے شیخ الاسلامؒ کے مناقب، ان کے علوم و فنون۔ اور جن اکابر ائمہ نے ان کی تعریف و توصیف کی ہے۔ ان کا تذکرہ کیا ہے، جس سے مومنوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئی ہیں — انہوں نے اپنی کتاب کا نام "الرد الوافر علیٰ من زعم انّ من اطلق علی ابن تیمیہ شیخ الاسلام کافر" رکھا۔ کتاب بڑی مفصل ہے، جس میں اہم مسائل ذکر کیے گئے ہیں۔ اس کتاب پر مصنّف کے ہم عصر علماء نے، جو مذاہبِ اربعہ کے اکابر ہیں، تقاریظ لکھی ہیں۔ مثال کے طور پر حافظ ابنِ حجر عسقلانی، قاضی القضاۃ امام نورالدین عینی (ان کا تبصرہ پہلے گزر چکا ہے) امام بلقینی شافعی، امام قاضی القضاۃ عبدالرحمٰن تفہنی حنفی، امام شمس الدین محمدؐ بن احمد لبساطی مالکی، اور دوسرے بزرگ علماء (رحمھم اللہ!)

ہم ان شاء اللہ ان کی تقاریظ کو بیان کریں گے۔ کتاب نایاب ہے، اس کا ایک نسخہ "ولی الدین" لائبریری میں موجود ہے۔ اس کا نمبر ۱۴۴۹ ہے۔ یہ لائبریری دار السلطنت "العثمانیہ" کی جامع مسجد سلطان بایزید میں قائم کی گئی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دُعاء کرتے ہیں کہ وُہ اس کتاب کی اشاعت کے سامان پیدا فرما دے۔ یہ اس کا مسلمانوں پر انعام ہوگا کہ وُہ اس کے فوائد سے مستفید ہوں گے۔

علامہ بلقینی شافعیؒ کی تقریظ: امام، علامہ، قاضی القضاۃ، شیخ الاسلام صالح بن عمر بلقینی شافعی علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں؛

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! سب تعریفیں اللہ کی ہیں، جس کی مہربانی سے نیکیوں کی تکمیل کی توفیق ملتی ہے۔ صلوٰۃ وسلام ہو زمین و آسمان کے سرداروں کے سردار جناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر! آپؐ کی آل و اصحابؓ پر، اور ان کی راہ چلنے والوں پر! اے اللہ! آسان فرما، لطف و کرم کر، اور خیریت کے ساتھ تکمیل فرما۔ آمین!

حمد وصلوٰۃ کے بعد! مجھے اس جامع تصنیف کا علم ہوا ہے، جو پسندیدہ، انوکھی اور کانوں میں رس گھولنے والی ہے۔ میں نے اہلِ علم کے طریقے پر اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ کتاب موتیوں سے پروئی ہوئی لڑی ہے، بلکہ اس سے بھی بہتر ہے، جو خالص سونے کے ہار کو بھی مات دے رہی ہے۔ اس کی جامعیت کی خوشبو رہتی دنیا تک مہکتی رہے گی۔ زبانِ حال اس کے حق میں یوں گویا ہے کہ "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" یعنی "دیکھا سنا برابر نہیں"۔ ایسا کیوں نہ ہو، جبکہ یہ اس عالمِ زمان کے فضائل ومناقب پر مشتمل ہے جو اپنے ہم عصروں پر سبقت لے جانے والے، شریعتِ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا زبان وقلم سے دفاع کرنے والے ———————— اور دینِ حنیف کی حفاظت میں خوب تیر اندازی کرنے والے ہیں۔ آپ مشہور تصانیف اور ماثور تالیفات کے مصنف ہیں۔ آپ نے بدعتیوں اور ملحدین (جو اللہ تعالیٰ کے حلول واتحاد کے قائل ہیں) کے رد میں کتنی ہی حکمت ودانائی کی باتیں بیان کی ہیں۔ جس ہستی کی یہ شان ہو، اسے کو شیخ الاسلام کا لقب کیوں نہ دیا جائے؟ علمائے عظام کے درمیان اس کی تعریف وتعظیم کو کیوں نہ زور وشور سے بیان کیا جائے؟

وہ لوگ قابلِ التفات نہیں، جو آپ پر جھوٹے الزامات لگاتے ہیں، یا محض اپنی خواہش سے آپ کی طرف ایک گھٹیا بات کو منسوب کرتے ہیں۔ آپ کو کسی حاسد، باغی، طعنہ زن اور منکر کا قول کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ؎

وما ضرّ نور الشمس ان کان ناظرا　　　الیہا عیون لم تزل دھرھا غمضا

"سورج کی روشنی کا اس میں کوئی قصور نہیں، جبکہ اس کو دیکھنے والی ایسی آنکھیں ہوں، جو ہمیشہ بند رہتی ہیں"۔

البتہ حسد، انسان کو اتباعِ ہوا پر برانگیختہ کرتا ہے۔ اگرچہ محسود کے بارے میں وہی کچھ کہے، جو اس کے اپنے اندر موجود ہے۔ واہ حسد بھی کیسا انصاف پرور ہے کہ پہلے وہ حاسد ہی کو قتل کرتا ہے۔ کسی کہنے والے نے کہا ہے ؎

حسدوا الفتیٰ اذ لم ینالوا علمہ　　　فالقوم أعداء لہ وخصوم

"انہوں نے نوجوان پر حسد کیا، کیونکہ وُہ اس کے علم تک نہیں پہنچے۔ قوم الرسول کی دشمن اور مخالف ہے۔"

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایاکم والحسد فانّ الحسد یأکل الحسنٰت کما تأکل النار الحطب، او قال العشب۔"

"حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے، جس طرح آگ ایندھن اور گھاس کو کھا جاتی ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں حسد سے پناہ میں رکھے۔ حسد انصاف کا دروازہ بند کر دیتا ہے، اور خوبصورت اوصاف سے محروم کر دیتا ہے۔ اس عالم کی تکفیر کس طرح جائز ہو سکتی ہے، جو امام ابنِ تیمیہؒ کو شیخ الاسلام کے لقب سے ملقب کرتا ہے؟ جبکہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی کو بغیر تاویل کے کافر کہا، وہ کافر ہوا۔ کیونکہ اس نے اسلام کو کفر کہا۔

قاضی القضاۃ تاج الدین سبکی نے اپنے باپ تقی الدین سبکی کے ترجمہ میں لکھا ہے،

"علماء نے ان کی تعریف لکھتے ہوئے فخریہ کہا ہے کہ حافظ مزی نے "شیخ الاسلام" لفظ صرف تین ائمہ کے لیے لکھا ہے، اس کے باپ کے لیے، شیخ تقی الدین ابنِ تیمیہ کے لیے اور شیخ شمس الدین ابنِ ابی عمر کے لیے۔" اگر ابنِ تیمیہ علم و عمل کی آخری بلندیوں پر فائز نہ ہوتے تو سبکی اپنے باپ کو اس نقل کردہ منقبت میں آپ کے ساتھ نہ ملاتا ——— اگر ابنِ تیمیہؒ بدعتی یا زندیق ہوتے، تو اپنے باپ کو ان کا ہم مرتبہ بنانے پر کبھی تیار نہ ہوتا!

ہاں! اس نے شیخ تقی الدین کی طرف ایسی باتیں منسوب کی ہیں، جن کا ان کے معاصرین نے صاف انکار کیا ہے۔ پھر تقی الدین سبکی مسئلہ زیارت اور طلاق میں ان کے رد پر کمربستہ ہو گئے، اور ہر مسئلہ پر ایک کتاب لکھی۔ اس میں بھی ہرگز کوئی ایسی بات نہیں، جس سے ان پر کفر یا زندیقیت لازم آتی ہو۔ اصول یہ ہے کہ ہر ایک کی بات لی بھی جا سکتی ہے، اور چھوڑی بھی جا سکتی ہے ——— سوائے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے! سعادت مند وُہ ہوتا ہے، جس کی غلطیاں اور لغزشیں معدودے چند ہوں۔ پھر یہ خیال و گمان ——— کہ شیخ تقی الدین نے اس کا لاپرواہی اور زیادتی کی وجہ سے ارتکاب کیا ہے ——— اللہ بچائے، ہرگز

ایسا نہیں؛ ہو سکتا ہے، انہوں نے ایک رائے قائم کی ہو اور اس پر دلیل بھی دی ہو۔ لیکن ہمیں تلاش و جستجو کے باوجود اب تک ان کی کوئی بات نہیں مل سکی، جس سے کفر و زندقہ لازم آتا ہو۔ ہمیں اتنا معلوم ہے کہ انہوں نے اہلِ بدعت اور اہلِ اہواء وغیرہ کا رد کیا ہے، جس سے آپ کی برأت، اور علمِ دین میں بلند مرتبہ ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ علماء و کبار اور اہلِ علم و فضل کی توقیر و تعظیم سب کے نزدیک متعین ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ" (الزمر:۹)

"فرمادیں کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟"

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے:

"لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یعرف شرف کبیرنا۔"

"وہ ہم میں سے نہیں، جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور جس نے ہمارے بڑوں کی عزت و شرف کو نہیں پہچانا۔"

ایک روایت میں "حق کبیرنا" ہے۔ یعنی "ہمارے بڑوں کا حق نہیں پہچانا۔" اس جرأت کو سندِ جواز کہاں سے مل سکتی ہے کہ ایسے عالم پر کفر و فسق کا فتویٰ جڑ دیا جائے، جس میں کفر و فسق کا شائبہ تک نہیں؟ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"لا یرمی رجل رجلا بالفسق اوالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذلک۔"

"کوئی آدمی کسی آدمی پر فسق و کفر کے تیر نہیں برساتا، مگر وہ اسی پر لوٹ آتے ہیں۔ اگر اس میں وہ کفر و فسق نہ ہو!"

پھر فوت شدگان کو ناحق گالی دینے کا اقدام کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ حالانکہ فوت شدگان کو ناحق گالی دینا حرام ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"لا تسبوا الاموات فانھم قد افضوا الی ما قدموا۔"

"فوت شدگان کو گالی مت دو، کیونکہ وہ ان اعمال تک پہنچ گئے ہیں، جو

انہوں نے آگے بھیجے ہیں"۔

نیز مومن کو ناحق اذیت دینا کہاں جائز ہے؟ یہ تو حرام ہے! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا"۔ (الاحزاب: ۵۸)

"جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر کسی جرم کے تکلیف دیتے ہیں، انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا"۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت ہے: "المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ والمهاجر من هجر ما نهى الله عنہ"۔ "مسلمان وہ ہے، جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں، اور مہاجر وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کے منع کیے گئے کاموں سے باز رہے"

جن جن لوگوں نے اس عظیم عالم پر وُہ الزامات لگائے ہیں، جو ان میں نہیں، تو اُن پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کریں۔ اور آئندہ اس سے باز رہیں، تاکہ قصدِ جمیل کے ذریعے اجرِ جزیل حاصل کریں۔ اگر ان کے علم میں کوئی ایسا مسئلہ ہے، جس کی تاویل ہو سکتی ہے تو اس تاویل کی بلا دلیل مخالفت نہ کریں۔ اگر ان کے نزدیک کوئی ایسا یقینی مسئلہ ہے، جو انکار کا مقتضی ہے، تو خیر خواہی کی نیت سے اس کو ناپسند کریں۔ لیکن اس عالم کو ذلیل نہ کریں، جبکہ اس عالم کے علم وفضل، تصانیف وفتاوٰی وغیرہ دُور دراز تک مشہور ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خطا اور بے ہودگی سے بچائے، اور لغزشوں اور ٹیڑھے پن سے محفوظ رکھے۔ سب تعریف اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ یہ تحریر بروز پیر ۱۲ ربیع الاول ۹۰۵ھ کو کی گئی، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن ہے"۔

علامہ عبد الرحمٰن التفهنی الحنفیؒ

ان میں سے ایک، امام وقاضی القضاۃ عبد الرحمٰن التفهنی الحنفی علیہ الرحمۃ ہیں۔ یہ علامہ عصر، فہامہ شہر تھے۔ دینی علوم اور یقین کی حقیقتوں کے عالم بنے، حتیٰ کہ بطور امام ان کا تذکرہ ہونے لگا۔ ان کے اصحابِ مذہب کا مدار ان کے فتاوٰی پر ہے۔ ان کی تصانیف بے مثال ہیں، اور فوائد وفضائل کا ذریعہ ہیں۔ سلف صالح کے منہج پر تھے، اور ان کی مخالفت کو سب سے بڑی برائی شمار کرتے تھے۔ آپ محدّثین کی تعریفیں کرتے رہے اور دینی عقائد میں

ان کی آراء کی تصویب فرماتے رہے۔ کئی مصنّفین نے ان کے ترجمہ پر الگ مفصل کتابیں لکھی ہیں اور طویل عبارتوں میں ان کی تعریف کی ہے۔ نیز ذکر کیا ہے کہ انہوں نے شیخ الاسلامؒ کے فضائل و مناقب پر ان کے حسبِ شان ایک کتاب لکھی ہے۔ انہوں نے "الرّد الوافر" پر تقریظ لکھی ہے۔ اور جیسا کہ اکابرین نے ان کے مناقب بیان کیے ہیں، انہوں نے بھی ان کا ذکر کیا ہے:

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! سب تعریفیں اس ذات پاک کے لیے ہیں، جس نے علماء کے دل لطائفِ حِکَم کے خزانے بناتے ہیں۔ ان کی زبانوں کو اس بات سے، جس میں نقص و جرح اور دُکھ ہے، روک دیا ہے۔ ان کے کانوں کو فحش بات سننے سے بہرہ کر دیا ہے، اور لوگوں میں ان کو عظیم نعمت سے خاص کیا ہے۔ لوگوں کو بے عزت کرنے سے ان کو محفوظ رکھا ہے، اور اغراض کے ظہور کی طرف لے جانے والی باتوں سے ان کو بچا رکھا ہے! ــــ اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں ہمارے سردار حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم پر، جو عرب و عجم کی طرف مبعوث ہوئے۔ نیز کرم و ہمت سے متصف آپؐ کی آل اور اصحابؓ پر!

امابعد! اس کتاب کے مؤلف نے گہری نظر سے کتاب لکھی ہے اور خوب لکھی ہے۔

جو کچھ بیان کیا، نہایت مضبوطی سے بیان کیا، اور اپنے مقصد میں کامیاب رہے یعنی ان علماء اسلام اور ائمہ اعلام کی تکفیر کرنے والے کا رد کیا، جنھوں نے درویش عالم شیخ تقی الدین ابنِ تیمیہؒ کو "شیخ الاسلام" کا لقب دیا۔

ہم اللہ کی توفیق سے رقمطراز ہیں، ہمیں شیخ تقی الدّین ابنِ تیمیہؒ کے بارے میں ان کے ہم عصروں سے جو روایت پہنچی ہے، اور اُن کے شاگردِ رشید شمس الدین ابن قیم الجوزیہؒ (جن کی کتابیں سب علاقوں میں پھیل چکی ہیں) کے کلام سے ہمیں جو کچھ حاصل ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ مختلف علوم و فنون کے وہ ایک مضبوط عالم تھے۔ قلیل الدنیا، عابد و زاہد تھے۔ وہ مخالف کے مقابلے میں مدلل بات کرتے تھے۔ سنّت کے حافظ اور اس کے طرق کی معرفت رکھنے والے تھے۔ اصول الدین اور اصولِ فقہ کے عالم تھے۔ معانی کے استخراج کے لیے استنباط کی پوری قدرت رکھتے تھے۔ حق کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اہلِ بدعت

مجسمہ، حلولیہ، معتزلہ اور روافض وغیرہ کے مقابلے میں خم ٹھونک کر کھڑے ہونے والے تھے۔ جب کسی شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنی ہوں، لیکن اس کے ساتھ رہنے سہنے اور اس سے میل جول کا موقعہ نہ ملا ہو، تو پھر اس کے احوال و اوصاف کو اس کے آثار سے ہی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ ہم نے جو کچھ کہا ہے، اس پر دلیل کے طور پر ان کے شاگردِ رشید ابنِ قیمؒ کی صفتِ علم کافی ہے۔ ہمارے پاس یہ روایت پہنچی ہے کہ ان کے جنازے پر لوگوں کا انبوہِ کثیر تھا۔ ان کا شمار کرنا ممکن نہیں تھا، حتیٰ کہ ان کے جنازے کو امام احمد بن حنبلؒ کے جنازے سے تشبیہ دی گئی۔ ہمارے پاس منقول ہے کہ ان کو سرکش جنوں پر تسلط حاصل تھا۔ یہ غور کنندہ کے لیے غور کا مقام ہے! ان کے شاگردِ رشید ابنِ قیم جوزیہؒ نے طبِ نبویؐ میں مرگی پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے؛

"شیخ ابنِ تیمیہؒ کے اختیارات میں سے یہ ہے: صرع (مرگی) دو قسم کی ہے۔ ایک صرع کا تعلق اخلاط کے ساتھ ہے، اور ایک صرع کا تعلق ارواحِ خبیثہ کے ساتھ ہے۔ ہمارے شیخ ابنِ تیمیہؒ مصروع (مرگی زدہ) کے پاس آتے، اس کے کان میں چند کلمات کہتے، اور مریض تندرست ہو جاتا۔ پھر کبھی یہ مرض اس کو لاحق نہ ہوتا۔ ان کی یہ حکایت "ایک شخص کی بیوی اچک لی گئی" اور "ایک شخص چھت کے ساتھ جا لگتا تھا" مشہور ہیں!

ایسی ہستی، جو ان اوصاف سے متصف ہو۔ جس معنیٰ میں بھی ہو۔ اسے "شیخ الاسلام" کا لقب کیوں نہ دیا جاتے۔ اس پایہ کے شیخ یا دوسرے شیوخ (جن کا اس تالیف میں ذکر ہے) یا کوئی دوسرا اسلام سے ظاہری طور پر متصف انسان، کفر کی طرف اس کی نسبت کس طرح حلال و جائز ہے؟ —— جبکہ اہلِ سنّت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ گناہِ کبیرہ کا عمداً مرتکب ایمان سے خارج نہیں ہوتا، نہ وُہ کفر میں داخل ہوتا ہے۔ اگر وُہ بغیر توبہ کے مر جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت میں ہے۔ چاہے تو اس کے گناہ کے بقدر اس کو عذاب دے، چاہے اس کو بخش دے۔ اور معاف کر دے!

اور یہ بھی کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر جائز نہیں ہے۔ یہ عام ہے۔ وہ سنّی ہو، بدعتی ہو، معتزلی ہو، شیعہ ہو، یا خارجی! یہ بات امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے۔ ان سے خوارج کے ایک گروہ "معلنین" کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا: "وُہ خارجیوں میں خبیث ترین گروہ ہے۔"

کہا گیا: "کیا آپ ان کو کافر کہیں گے؟" فرمایا: "نہیں۔" اسی طرح امام شافعیؒ، اشعریؒ، ابوبکر رازیؒ سے مروی ہے۔ یہ اپنی جگہ مشہور مسئلہ ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ فقہاء نے کہا: "اہلِ اہواء کی گواہی قبول ہے، سوائے خطابیوں کے۔" ان کی شہادت ان کے اسلام کی وجہ سے قبول ہو گی۔ خطابیوں کا استثناء اس لیے کیا کہ وُہ شہادت میں جھوٹ کو جائز سمجھتے ہیں۔ جن کا ہم نے ذکر کیا، جب ان کا حکم یہ ہے تو ایسا مسلمان جو مذکورہ بالا اوصافِ حسنہ سے متصف ہو، وہ کیسا ہو گا؟

مجھے ایک شخص نے بتایا، جو اس کفر کا فتوٰے جڑنے والے کی مجلس میں موجود تھا۔ اس نے کہا کہ: "ابنِ تیمیہ مجوسی کافر ہے، نصاریٰ اور یہودی اس سے بہتر ہیں۔ یہود و نصاریٰ اہلِ کتاب ہیں، ابنِ تیمیہ اہلِ کتاب بھی نہیں۔" ہم اس قبیح ہولناک شیطانی وسوسہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ پھر اس نے ابنِ تیمیہؒ کا کوئی ایسا کلام بھی نقل نہیں کیا، جس سے کفر یا فسق یا دینی بدنمائی لازم آتی ہو۔ میں نے اس زمانہ کے ثقہ علماء کی مجلس میں لکھا کہ: "ہماری اطلاع کے مطابق ان سے کوئی ایسی بات سرزد نہیں ہوئی، جو اُن کے دین کو عیب دار کرے۔" تو ان علماء نے اس مجلس میں ان کے بارے میں ہمارے ذکر کردہ اوصاف سے بھی زیادہ بڑھ کر اوصاف بیان کیے۔

مسئلۂ زیارت و طلاق میں بعض علماء ان کے مخالف ہو گئے۔ ان کا قصہ مشہور ہے۔ یہ دو مسئلے اصولِ دین میں سے نہیں ہیں، یہ اصولِ شریعت کے مسئلے ہیں۔ ان کے بارے میں علماء کا اجماع ہے کہ مجتہد، خطاء بھی کرے، تو اس کو اجر و ثواب ملے گا۔ اس پر کفر و فسق کا حکم نہیں لگے گا۔ شیخؒ اُن دو مسائل میں اجتہادی گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ ان کے مخالفین نے ان دو مسائل پر ان سے مشہور مناظرہ کیا، اس میں آپ نے ایسے دلائل دیے کہ مخالف کو ان کی تاویل کی ضرورت پڑی۔ اور یہ کوئی عیب نہیں۔ مجتہد کبھی صواب کو پہنچتا ہے، کبھی خطاء کرتا ہے۔ اگر تمہارے خیال میں وہ مخطی ہے، تو بھی اس کو ثواب ملے گا۔ کاش! یہ تکفیر کرنے والا اس کارِ بے خیر کی بجائے اللہ تعالیٰ کے فرائض کی ادائیگی میں مشغول ہوتا، اپنے نفس اور زبان کو بند رکھتا، اور مسلمانوں کے احوال کی اصلاح کرتا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد

پر عمل پیرا ہوتا: "وهل يكب الناس في النار على وجوههم الا حصائد السنتهم" یعنی "لوگوں کو منہ کے بل دوزخ میں، زبانوں سے دوسروں کے بارے میں کی گئی باتیں ڈالیں گی"۔ — اور علیٰ ع کی اس بات کا خیال کرتا، جب کہ ان کو راستے میں خنزیر ملا، تو انہوں نے فرمایا: "اے برکت والے جاؤ!" اس بارے میں ان سے پوچھا گیا، تو فرمایا: "میں زبان کو خیر کا عادی بناتا ہوں!" — اور حضرت عمرؓ کے قول کو ہی پیش نظر رکھتا کہ: "اگر تیرے بھائی کے منہ سے کوئی ایسا کلمہ نکل گیا ہے، جس کا اچھا معنیٰ ہو سکتا ہے، تو اس کو برا گمان نہ کر"۔ جان لینا چاہیے کہ جب ہمارے پاس کسی شخص کا کلام منقول ہو، اور یہ صحیح شرعی طریقے سے ثابت ہو کہ یہ اس کا کلام ہے، ہم اس کلام پر غور و فکر کریں گے۔ اگر ہم اس میں صحت کی کوئی وجہ نہ پائیں، اور وُہ شریعت سے "من کلّ الوجوہ" متصادم ہو، تو پھر جس کا وُہ منقول کلام ہے — اگر وُہ فوت ہو چکا ہے، اور اس کا رجوع بھی ثابت نہیں — تو ہم اس کو کلام کے اقتضاء کے مطابق منسوب کریں گے۔ اگر وُہ زندہ ہے، تو ہم اس کے مقابلے میں کھڑے ہوں گے۔ اگر وُہ توبہ کرلے تو بہتر — ورنہ اس پر وہی حکم مرتب ہو گا، جس کی شریعت محمدیہ مقتضی ہے۔ میں تو کسی اہلِ قبلہ کو کافر نہیں کہتا!

جیسا کہ یہ مسئلہ ہے، یہی واقعہ ایک ایسے شخص کے بارے میں پیش آیا جس کے علمی تبحر، خیر، دین پر لوگ مجتمع ہیں۔ یہ ہیں شیخ شمس الدین بساطی — دیارِ مصر میں مالکیہ کے قاضی القضاۃ! — ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہیں کہ وُہ ان کی توبہ قبول کرے، انہیں ان کی زبان کی لغزشوں سے بچائے — دین کی جو خدمت ہم کر رہے ہیں، وہ خالصتاً لوجہ اللہ ہو، اور وُہ ہمیں اپنے احسان و کرم سے جنت میں داخل فرمائے۔ آمین!

عبدالرحمٰن التفهنی (اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ مہربانی کے ساتھ معاملہ فرمائے) کی یہ تحریر ۱۴/ ربیع الاول ۸۳۵ھ کی ہے!"

علامہ قاضی القضاۃ بساطی مالکیؒ

ان میں سے ایک امام علامہ قاضی القضاۃ شمس الدین محمدؒ بن احمد بساطی مالکی رحمہ اللہ ہیں۔ مالکی اکابر علماء و فقہاء اور جلیل القدر مشائخ میں سے تھے۔ انہوں نے امت میں سچی زبان رکھنے والے ائمہ سے تحصیلِ علم کی۔ ان سے ان کے معاصر علماء

اعیانِ شہر نے پڑھا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ تمام حالات و معاملات میں صاحبِ بصیرت اور محتاط تھے۔ تواضع، طبیعت کی نرمی اور خوش طبعی انتہاء کی پائی تھی۔ مختلف فنون میں ان کی کئی کتابیں ہیں، جو اپنے موضوع پر دوسری کتابوں کے مقابلے میں منفرد حیثیت رکھتی ہیں۔ اہلِ شہر میں سے ایک گروہ نے ان سے حسد کیا، اور ان پر بڑی بڑی تہمتیں تراشیں۔ جیسا کہ دیگر اہلِ علم و فضل کے ساتھ انہوں نے یہی سلوک کیا۔ موصوف نے شیخ الاسلام کی قدر پہچانی اور آپ کے فضائل و مناقب میں وہ کچھ لکھا کہ کان اور دماغ ان سے حظ اٹھاتے ہیں۔ "الردّ الوافر" پر ہمیں ان کی ایک تقریظ ملی ہے، اس سے ان کے علم و شرافت کا اندازہ ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں،

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! سب تعریفیں اللہ ربّ العالمین کے لیے ہیں۔ درود و سلام ہو سیّد المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ــــ آپؐ کی آل و اصحابؓ، سب پر!

حمد و صلوٰۃ کے بعد! میں نے اس کتاب کو غور سے پڑھا، معلوم ہوا کہ اس کا مصنّف صاحبِ علم حفاظ میں سے ہے۔ اس کتاب کے لکھنے کا جو مقصد ہے، صراحتاً یا اشارۃً، وہ اس کو حاصل کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔ علم میں امامت شیخ تقی الدین ابنِ تیمیہؒ کو حاصل ہے۔ اس بارے میں علمِ ضروری متواتر اخبار و روایات سے حاصل ہوتا ہے، کسی اور استدلال کی ضرورت نہیں۔ لیکن ان کے بارے کفر کا فتویٰ پڑھ کر ــــ یا یہ سن کر کہ "جس نے ان کو شیخ الاسلام کہا۔ وہ کافر ہے!" رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل پگھلنے لگتے ہیں ــــ ابلیسِ لعین خوش ہو کر ہنستا ہے، دشمن خوش ہوتا ہے، اور مخالفین کے سینے کھل جاتے ہیں۔ پھر اس سے کہا جائے گا، فرض کریں تمہیں اطلاع اور علم ہے، جو اُن کے حق میں یہ چاہتا ہے تو کلامِ ثانی میں تمہارے پاس کیا سند ہے؟ یہ کلیہ، جس میں پہلے اور قیامت تک کے سب لوگ شامل ہیں، تمہارے لیے کیسے صحیح ہے؟ کیا تم دعویٰ کر سکتے ہو کہ جس بات کی تمہیں اطلاع ہے، سب کو اس کی اطلاع ہے؟ یہ تو دینی احکام کا استخفاف ہے اور لوگوں کے بارے میں لاپرواہی ہے! ــــ لازم ہے کہ اس قائل سے پوچھا جائے، تم نے یہ کیوں کہا؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ اگر وہ اس کی شرعی وجہ بیان کر دے، تو بہتر۔ ورنہ اس کو ایسی عبرت ناک سزا دی جائے

کہ اس قماش کے لوگ مسلمانوں کی عزتیں پامال کرنے سے باز آجائیں۔ محمدؐ بن احمد لبساطی مالکی (اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمائے) نے ۸۲۵ھ میں یہ تقریظ لکھی ـــ سب تعریفیں ایک اللہ کے لیے ہیں!"

سراج الدین ابوحفص بزار ان میں سے ایک، امام وحافظ سراج الدین عمر بن علی بزار علیہ الرحمۃ ہیں۔ وہ ان ائمہ میں سے ہیں، جن کا مقام ثریا کی چوٹی ہے، اوران کی شہرت آسمان تک پہنچ چکی ہے۔ ان کا فضل شرابِ شیریں اور بحرِ طویل ہے۔ شریف ہیں، شریف الاصل کے بیٹے ہیں، کہ جن کے مقابلے میں عبدالحمید جیسا عالم مبتدی نظر آتا ہے۔ اور حریری جیسا ادیب بچہ معلوم ہوتا ہے۔ ابن العمید جس کے سامنے عاجز ہے! آپ نرمی، لطافت، پاکیزگی اور ظرافت کے جامع تھے۔ انوکھی اور گہری سوچ رکھنے والے ـــ بلند درجہ معانی اور اعلیٰ نکات بیان کرنے والے تھے۔ وُہ ایسے فصیح تھے کہ اُن کے سامنے زبانیں گنگ تھیں۔ بڑے زود نویس، اور قرطاس کے سمندر کے لمبے تیراک تھے کہ جس کے ساحل پر جماعتیں کھڑی رہیں۔ بلیغ ایسے کہ زمانے کو سجادیا، گویا وُہ زمانے کی کمر پر حمائل ہیں۔ ان کی بے شمار تصانیف ہیں، جن میں شگفتگی، سلاست اور حیران کن فوائد ہیں۔ یہ کتابیں مختلف فنون میں ہیں۔ ان میں سے ایک مستقل کتاب شیخ الاسلام، علم الاعلام، ابوالعباس تقی الدین ابن تیمیہؒ کے مناقب پر ہے۔ اس میں امام موصوف کی وُہ خوبیاں، فضائل اور یادگار باتیں تحریر کی ہیں کہ شاید کسی اور کتاب میں نہ ہوں۔ اس میں حیران کن بلکہ فیصلہ کن باتیں لکھی ہیں۔ یہ انکی انصاف پسندی اور اقرار بالحق کی دلیل ہے کہ اہلِ علم میں سے کم ہی کو یہ توفیق ملتی ہے۔ ورنہ اکثر اہلِ علم حق سے کترا کر اپنے ہم مذہبوں کی عصبیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس کی مثال سبکی، اس کا بیٹا، اور ابنِ حجر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بڑی خصوصیات سے نوازا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ امتِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ یہی اس کی خوبی ہے، جس سے اس نے "خیرالامم" کا لقب پایا۔ اس کتاب کے بعض حصّوں کا خلاصہ شیخ مرعی حنبلی نے اپنی کتاب "مناقب شیخ الاسلام" میں دیا ہے، ہم ان کا آئندہ ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ!

شہاب الدین احمد العمری الشافعیؒ ان میں سے ایک یگانہ ادبا، شیخ الفضلاء

شہاب الدین احمد عمری شافعی علیہ الرحمۃ ہیں۔ وُہ اپنے ہم عصر علماء میں بلند درجہ پر تھے —
ادب و معرفت پر حاوی تھے اور فرشتہ سیرت انسان تھے ——————
آسمانِ فضیلت تھے، جو کمال کے محور پر گھومتا تھا۔ بلندیوں والے آسمان میں ان کے ستارے دمک رہے تھے۔ ان کے کندھوں نے، بغیر کسی رکاوٹ کے، ستاروں کو ثریا سے پرے دھکیل دیا ہے۔ اور ان کے ہاتھوں نے ثریا کے گچھوں کو اتارا ہے۔ انہوں نے علوم کے روشن منارہ کو بلند کر دیا کہ جس کی بنیادیں کہکشاں کے اوپر استوار ہوئیں۔ اپنے فکر کے چراغ کو بلاغت کے چقماق کے ذریعے منوّر کیا، اور اپنے کمال کے چاند کو فصاحت کے آسمان سے چمکایا! —— اس کی نجابت کی شاخیں بخشش اور سخاوت کے بڑے درخت سے پھوٹیں! آپ علوم کے حصول میں مسلسل لگے رہے، ان کا جس قدر ذخیرہ کر سکتے تھے، کیا! — اپنے طویل فضل و شرف کے حواشی اپنے انوکھے طرزِ بیان اور معانی کے ذریعے نقش و نگار کیے اور علوم کے سمندر میں فکر کا غوطہ لگا کر منطوق و مفہوم کی طوفانی موجوں سے فوائد کی سیپیاں نکالیں، جو صحیح جواہرات سے بھری ہوئی ہیں۔ پھر یہ جواہرات طلبہ کے گلے کا ہار بنا دیے۔ انہوں نے دندان شکن اور مسکت دلائل کے ذریعے ہر بحث کنندہ اور مناظر کو لاجواب کر دیا۔ یہ دلائل ناظرین کے لیے تحفہ، اور طلبہ کے لیے گلستان ہیں۔ جبکہ مبتدیوں کو ان کے بغیر چارہ نہیں۔ وُہ ایسے فقیہ ہیں، جن کی نظیر نہیں ملتی۔ ایسے بلیغ ہیں کہ رات کو باتیں کرنے والے ان کے بحرِ زخار ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ ان کے کلام کے اعجاز سے دل اور کمر ٹھنڈک حاصل کرتے ہیں۔ ان کی تحریر پُر بہار اور شاداب باغ ہے۔ ان کی سوچ باریکیوں کا خزانہ ہے، تقریر پسندیدہ ہوتی ہے اور عبارت سے آنکھیں روشن ہوتی ہیں! ان کی حکایات بزرگوں کے لیے موسمِ بہار ہیں —— ایسے محدّث ہیں جنھوں نے دادوں پردادوں کو پوتوں پڑپوتوں سے ملا دیا ہے۔ انہوں نے اسناد کے ایسے فنون پیش کیے کہ جن سے روایت کا تسلسل قائم ہے۔ اپنی روایت سے طلبہ کے دامن بھر دیے، تحقیق کے قدموں پر کھڑے ہو کر چھپے ہوئے مسائل کو باریکیوں کے پردے سے نکالا اور دنیا کے سامنے پیش کر دیا ؎

بدا والعلم لیس لہ عیون　　　فأجراها ونورها أناسی

"وُہ ایسے وقت میں ظاہر ہوئے جبکہ علم کے چشمے موجود نہیں تھے۔ انہوں نے ان کو اور ان کی روشنی کو لوگوں میں جاری کر دیا"

انہوں نے مباحث کے دوران ایسے ایسے فنون پہلی بار ظاہر کیے کہ ہماری رائے میں یہ قیاس کو واضح کرنے والے ہیں۔ انہوں نے اس کے پھٹے ہوئے کپڑے کو رفو کیا، اس کے بادل میں بجلی چمکائی، اور اس کی ٹہنیوں پر پتے نکالے۔ ایمان کی روشنی ان کی رہنمائی کی وجہ سے خوب پھیلی اور روایت کا طاقچہ ان کی رائے کی بناء پر صاحبِ چراغ ہوا۔ اندھیری راتیں ان کے معارف کے باعث صبح کے سورج کی طرح روشن ہوگئیں، اور مشکلات کی گردنیں اُن کے ذہن کی کاٹ دار تلواروں سے کٹ گئیں۔ مشکل مسائل کے دستے ان کی کتابوں کی گفتگو سے ہار گئے، اور علوم کے گلستان ان کی وجہ سے کھل گئے۔ عقل و فہم کے افلاک ان کی تقریر پر گھومتے ہیں، اور بہترین توجیہ ان کی نایاب کہاوتوں سے مشہور ہے!

مٹی ہوئی کتاب کے رخسار ان کی بہترین کاوش کے باعث چمک رہے ہیں اور بیان کے مختلف انداز اس کتاب میں تحریر کے محاسن سے نقاب الٹ رہے ہیں۔ آپ فضل و مجد اور درایت کا گھرانا ہیں، اور ہمارے سلف اہلِ علم و عمل کی روایات کے حامل ہیں۔ ان کا سلسلۂ نسب حضرت فاروقِ اعظمؓ سے جا ملتا ہے ۔

قوم لهم بين الأنام مناقبٌ　　كالشّمس في العلي على التّحقيق

"وہ ایسی قوم ہے کہ لوگوں کے درمیان ان کے مناقب ایسے ہیں، جیسے سچ مچ بلندی پر سورج ہو"

ما فيهم الّا نجيب كامل　　ذاعت فضائله بكلّ طريق

"ان میں کامل شریف ہیں، جن کے فضائل ہر راستے میں پھیل چکے ہیں"

ناهيك من شرف ترى أنسابهم　　موصولة في حضرة الفاروق

"ان کے عز و شرف کے لیے تجھے اتنا ہی کافی ہے کہ تم ان کے نسب نامے کو دیکھو تو وُہ حضرت فاروقِ اعظمؓ سے جا ملتا ہے"

یہ فاضل بھی اپنے بزرگوں کے راستے پر ہیں —— انہی کے فرائض و سنن کی پابندی کرنے والے

ہیں۔ ان کی بانگ سے ان کے جدّ امجد فاروقِ اعظمؓ کی چمک نظر آتی ہے، اور ان کے قلبِ سلیم سے بچھوؤں کے زہر کا تریاقِ فاروقی ٹپکتا ہے۔ جب فن شعور کو پہنچے اور اپنے اہلِ علم اسلاف کے اثرات نظر آئے، تو فقہ، حدیث، تفسیر اور اصول کی تعلیم کے حصول میں مشغول ہو گئے! ـــ علوم عقلیہ و نقلیہ کو حاصل کیا، تا آنکہ علم میں انفرادی حیثیت حاصل کر لی، اور اُن کا کوئی معاصر اُن سے سبقت نہ لے جا سکا۔

تاریخ ابوالفداء میں یوں لکھا ہے:

"ماہِ ذوالحجہ ۷۴۹ھ میں ہمیں قاضی شہاب الدین احمد بن فضل اللہ العمری کی، دمشق میں طاعون کے باعث، وفات کی خبر ملی! ـــ ادب و انشاء میں ان کی حیثیت معروف ہے، اور نظم و نثر میں ان کی فضیلت قابلِ تعریف ہے۔ موصوف اپنے باپ محی الدین کے بعد سلطان ملک الناصر محمدؒ بن قلاوون کے، قاہرہ میں، راز دان کاتب مقرر ہوئے۔ پھر ان کی جگہ اُن کے بھائی قاضی علاؤ الدین کو مقرر کر دیا گیا پھر دوبارہ دمشق میں اسی منصب پر متعین ہوئے۔ وہاں سے فارغ ہوئے تو تالیف و تصنیف میں لگ گئے۔ جب فوت ہوئے تو بڑے خوش حال تھے۔"

ابوالفداء مزید کہتے ہیں،

"موصوف اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل "معرۃ النعمان" میں تشریف لائے اور میرے بنا کردہ مدرسے میں قیام فرمایا۔ انہوں نے اس مدرسے پر اپنی خوشی کا اظہار کیا اور اپنے ہاتھ سے دو شعر مجھے لکھ کر بھیجے۔ وُہ شعر یہ ہیں ؎

وفی بلدۃ المعرۃ دار علم — بنی الوردی منھا کلّ مجد
ھی الوردیۃ الحلواء حسنا — حمدت اللہ اذ بک تم مجدی

"المعرہ شہر میں ایک مدرسہ ہے، الوردی نے اس سے ہر قسم کی عزت کو حاصل کیا۔ یہ شیریں اور خوبصورت مدرسہ وردیہ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں کہ آپ کے سبب میری عزت کی تکمیل ہوئی!" ـــ میں نے جواباً کہا ؎

أ مولانا شھاب الدّین انّی — حمدت اللہ اذ بک تم مجدی
جمیع النّاس عندکم نزول — وانت جبرتنی ونزلت عندی

"مولانا شہاب الدین! میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں کہ آپ کے سبب میری عزت کی تکمیل ہوئی۔ سب لوگ آپ کے پاس ٹھہرے اور اترے ہوئے ہیں۔ آپ نے میری کسر پوری

کی، اور میرے ہاں قیام پذیر ہوئے۔" انتہیٰ!

ان کی بہت سی تصانیف ہیں، سب کا یہاں تعارف مقصود نہیں۔ اُن کی ایک جلیل القدر کتاب "مسالک الابصار فی الممالک والامصار" اپنے موضوع پر بے مثال اور مفصّل کتاب ہے۔ اس کی بیس سے اوپر جلدیں ہیں۔ اس میں انہوں نے شہروں اور حکومت کے احوال نہایت تحقیق و تدقیق اور تفصیل سے بیان کیے ہیں کسی دوسری کتاب میں یہ مواد نہیں ہے۔ اس میں علماء و فضلاء کے تراجم لکھے ہیں۔ اس میں ایک الگ طویل فصل شیخ الاسلام کے مناقب میں قائم کی ہے، اور ان کے شایانِ شان تعریف و توصیف کی ہے۔ ان کی خوبیاں، فضائلِ علم اور اجتہاد میں ان کا مرتبہ بیان کیا ہے۔ اگر کجرو نبہانی اور اس جیسے دیگر غالی، غیر اللہ کے پجاریوں کو پتہ چل جائے، تو ھُوک سے ان کو پھندا لگ جائے۔ ان میں سے کچھ مفید باتیں، علامہ شیخ مرعی حنبلی نے "مناقبِ شیخ الاسلام" پر لکھی ہوئی اپنی کتاب میں ذکر کی ہیں، ان کا بھی ذکر ہوگا۔

امام شمس الدّین صاحبِ "الصّارم المنکی" علیہ الرحمۃ قبل ازیں الصّارم المنکی پر کلام کے رد کے موقعہ پر ان کے حالات و فضائل کا کچھ حصّہ ذکر ہو چکا ہے۔ جتنے بھی اکابر علماء اور انصاف پسند تراجم لکھنے والے ہیں، ان سب نے ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ طبقاتِ ابنِ رجب اور شذرات میں ان کا ذکرِ جمیل موجود ہے۔ امام موصوف شیخ الاسلام کے اجل اور ارشد تلامذہ میں ہیں۔ انہوں نے اپنے استاد کے مناقب میں ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام "الدرۃ المضیئہ فی مناقب الامام ابنِ تیمیہؒ" ہے۔ شیخ مرعی نے اس میں سے آپ کے مناقب نقل کیے ہیں۔ وُہ بھی ان شاء اللہ آئندہ بیان ہوں گے۔

حافظ ابن قیم الجوزیہؒ ان میں ایک، حافظ امام اجل ابوعبداللہ محمّد بن ابی بکر بن ایوب شمس الدین حنبلی ہیں، جو ابنِ قیم جوزیہ علیہ الرحمۃ کی نسبت سے معروف ہیں۔ بڑے وسیع العلم، خلافیات اور مذاہبِ سلف کے خوب واقف تھے۔ ان کی ان گنت تصانیف ہیں۔ مثلاً اعلام الموقعین، بدائع الفوائد، جلاء الافہام فی الصلوٰۃ علیٰ خیر الانام، رفع الیدینؒ تحفۃ الودود فی احکام المولود، الفتح المکی، الفتح القدسی اور دوسری بہت سی کتابیں! — جو ان کی علوِ شان اور

ہر علم میں مہارت کی شاہد عدل ہیں۔ انہوں نے شیخ الاسلام کے مناقب میں ایک کتاب لکھی ہے کہ اس کو پڑھ کر مومن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، اور ہر مسلمان کا سینہ کھل جاتا ہے۔ ان کے کچھ حالات انہوں نے اپنی بہت سی کتابوں میں لکھے ہیں، بالخصوص مدارج السالکین، شرح منازل السائرین میں!

من جملہ ابنِ قیمؒ کی ذات ابنِ تیمیہؒ کی نیکیوں میں سے عظیم نیکی ہے۔ وُہ ایسے عالم ہیں جن کے فضائل قافلوں کے ذریعے مختلف اطراف میں پہنچ گئے ہیں۔ بقول کسے ؎

برغم الاعادی نال ما ھو نائل　　　فاجدع أناف العداۃ وارغما

"وُہ دشمنوں کے علی الرغم جہاں پہنچنا چاہتے تھے، پہنچ گئے۔ دشمنوں کی ناک کاٹ دو، اور رُسوا کر دو!"

ولو رام أن یرقی الی النجم لارتقی　　　ویوشك رب الفضل أن یبلغ السما

"اگر وُہ ارادہ کرے کہ ستارے تک پہنچے، تو وُہ پہنچ جائے گا۔ قریب ہے کہ صاحبِ فضیلت شخص آسمان پر پہنچ جائے!"

ولا غرو أن یعلو وھا ھو قد علا　　　ولا بدع أن یسمو وھا ھو قد سما

"کوئی تعجب نہیں کہ وہ بلند ہو — یہ دیکھو وُہ بلند ہوا! یہ کوئی انوکھی بات نہیں کہ وُہ آسمان پر پہنچ جائے۔ وُہ دیکھیں، پہنچ بھی گیا"

عزائمہ کالمشرفیۃ والظبا　　　وآراءہ ما ذلن فی الخطب انجما

"اُس کے عزائم بلند اور بے قرار ہیں۔ اس کی آراء ہمیشہ اہم کاموں میں ستاروں کی مانند ہوتی ہیں"

یصیب لھا الاغراض مما یرومہ　　　ولا یخطئ المرمی البعید اذا رمی

"وُہ اپنے اغراض و مقاصد کو اپنے عزائم کے ساتھ، جس طرح چاہے، پہنچ جاتا ہے۔ اور جب تیر اندازی کرے تو دور کے نشانے سے خطا نہیں کرتا"

سیّد صفی الدّین حنفی بخاریؒ ان میں سے علامہ محدّث سید صفی الدّین حنفی بخاری نزیل نابلس علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ حدیث، تفسیر، اصولِ حدیث، اصولِ تفسیر، تصوف، احوال الرجال

کے علم میں اللہ تعالیٰ کی نشانی تھے۔ اور علماء عصر میں ان کی انصاف پسندی مشہور تھی۔ ان کی انصاف پسندی کی سب سے واضح دلیل وُہ کتاب ہے، جو انہوں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے مناقب پر تصنیف کی ہے۔ جس نے ان کی اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے، اس پر اُن کی یہ خوبی مخفی نہیں رہ سکتی۔ جن لوگوں نے شیخ کو بُرا بھلا کہا، ان کا رد کیا۔ اور جن باتوں سے وُہ بری ہیں، ان کا دفاع کیا۔ نیز ان کے مختار اقوال کے دلائل ذکر کیے ہیں۔ اس کا نام انہوں نے "القول الجلی فی ترجمۃ الشیخ تقی الدین ابن تیمیہ الحنبلیؒ" رکھا۔ ان کی اس کتاب کو علماء عصر نے ہاتھوں ہاتھ لیا، اس پر تقاریظ لکھیں، اور ثناء جمیل سے نوازا۔ نیز کہا: جو کچھ اس کتاب میں ہے، وُہ حق ہے اور اس کے دلائل موجود ہیں۔ جن علماء نے ان کی تقریظ لکھی، ان میں سے امام علامہ، شیخ عبدالرحمٰن شافعی دمشقی علیہ الرحمۃ ہیں، جو "کزبری" کے نام سے مشہور ہیں۔ خطبہ کے بعد فرماتے ہیں: "حمد وصلوٰۃ کے بعد! ___ اس معزز کتاب کا پتہ چلا تو میں نے اپنی آنکھوں سے اس خوبصورت باغ کی سیر کی۔ میری رائے ہے کہ قول وخطاب کی یہ ایک انوکھی اور جامع کتاب ہے، جس میں شیخ الاسلام کے مقام ومرتبہ کا تعارف کرایا گیا ہے۔ آپ اعلیٰ درجے کے محدثین کے بادشاہ تھے، جن کے علم کی وسعت اور گہرائی کا دوست ودشمن سب کو اقرار ہے۔ جس نے ان کی کتابوں کو پڑھا ہے، اس نے ان کی تحقیق اور وسعتِ علم کا اعتراف کیا ہے۔ آپ نے سلف صالحین کی سیرت اختیار کی اور ان کے قابلِ تعریف راستے کو اپنایا۔ عقیدے کی کجی اور بداعتقادی سے محفوظ رہے۔ اصول وابتداع میں مخالفتوں کی وجہ سے جو کچھ ان کی طرف منسوب ہے، وہ اس سے بری ہیں۔ ان کی مشہور کتب میں سے ان کا جو کلام منقول ہے، وہ دلیل ہے اس بات کی کہ وُہ اہلِ سنّت ہونے کے زیادہ حقدار ہیں۔ بلند شان صوفیاء کو بُرا بھلا کہنے اور بعض دیگر فروعی مسائل میں مخالفت کا ان کو جو الزام دیا جاتا ہے، ہم اس سے متفق نہیں ہیں۔ نہ ہم اس الزام ہی کو درست تسلیم کرتے ہیں، جیسا کہ "القول الجلی" کے مولف نے تحقیق کے ساتھ لکھا ہے! ___ اللہ تعالیٰ حق کہتا ہے، وہی سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صلوٰۃ وسلام پہنچائے ہمارے سردار حضرت محمدؐ پر، آپؐ کی آل واصحابؓ پر! ___ یہ تحریر ۱۲۲۳ھ میں خاکپائے محدثین عبدالرحمٰن شافعی دمشقی، جو

کز بری کے نام سے مشہور ہے، نے لکھی۔ اللہ تعالیٰ اس کو عافیت میں رکھے، اس کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین!"

شیخ محمدؒ التافلانی اور اس پر تقریظ لکھنے والوں میں امام، علامہ شیخ محمدؒ التافلانی قدس سرہٗ یمن حنفیہ کے مفتی ہیں، انہوں نے اپنے بلیغ خطبہ کے بعد فرمایا:

" حمد و صلوٰۃ کے بعد! مجھے کتاب "القول الجلی فی ترجمۃ تقی الدین ابن تیمیۃ الحنبلیؒ" کا پتہ چلا۔ اس کا مطالعہ کیا، تو واقعی اسے قولِ جلی اور سید ھا راستہ پایا۔ مؤلف نے تعصّب سے ہٹ کر بات کی ہے۔ جو کوئی اس کے کھجوروں کے درختوں کو ہلائے گا، وہ اس پر تازہ عمدہ اور پسندیدہ کھجوریں گرائیں گے —— یہ کتاب بڑی مزیدار اور مفید ہے۔ جس کینہ ور نے اس سے اعراض کیا، وہ اس کے مولف کو کہے گا کہ تم نے غلط باتیں لکھی ہیں۔

ہرگز نہیں! ہمارے مولانا صفی الدّین جس راہ پر چلے ہیں، اس کی شیرینی اور لذت کو عارفین ہی جانتے ہیں۔ وہ ایسے صاف، روشن راستے پر گامزن ہوئے ہیں، جس کو اہلِ دانش ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ابن تیمیہؒ میں غلطی ہو سکتی ہے —— غلطی سے تو صرف معصوم رسولؐ ہی محفوظ ہیں —— تاہم موافق مخالف سب لوگ علومِ شرعیہ میں ان کی وسعت اور مہارت کا اعتراف کرتے ہیں۔ اس کا انکار وہی کرے گا، جو غبی ہو گا یا جاہل، یا حاسد، یا جامد متعصب۔ ان کی تعریف ان کے معاصرین اور متاخرین نے کی ہے۔ وہ سب ان کے بہترین مددگار تھے۔ وُہ سب ثقہ اور حفاظ تھے۔ ان میں سے بُرائی اچھائی کو جاننے والے، عکاظ کے نقد و تبصرہ کرنے والوں سے بہتر ہیں۔ ان کے بعض معاصرین نے ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا۔ کیونکہ غلط طور پر ان کے بارے خواہشِ نفس کے رسیا لوگوں نے بے پر کی اڑائی تھیں۔ پھر معاصرت کی چشمک بھی اس کا باعث بنی، جس کے زہر سے پاک باز لوگ ہی محفوظ ہیں۔ ان کے مقلّدین جانشینوں نے طعن و تشنیع کی حدیں توڑ دیں، اور ان پر ایسے بڑے بڑے الزامات لگائے، جو تعزیر اور حد کے لائق ہیں۔ اگر یہ مقلد بعض سلف کی طرح کہتا۔ جب ان سے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی کشمکش کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ "اللہ تعالیٰ نے اُن کے خون سے ہماری تلواروں کو بچایا، اب ہم اپنی زبانوں

کو کیوں نہ بچا ئیں ؟" ___ تو اس مشقت سے بچ جاتا۔ ایک دوسرے بزرگ سے اس بارے سوال کیا گیا، تو فرمایا، " تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ " (البقرۃ: ۱۴۱) کہ " وُہ ایک جماعت تھی، جو گزر چکی۔ جو انہوں نے کمایا، وُہ ان کے لیے۔ اور جو تم نے کمایا، وُہ تمہارے لیے۔ اور تم سے نہیں پوچھا جائے گا، جو وُہ عمل کرتے تھے۔"

اس امام کی تصانیف سے دُنیا بھری پڑی ہے۔ سارے جہان کے، قریب اور دُور کے علماء، ان کتابوں سے واقف ہیں۔ انہوں نے ان کتابوں میں کوئی باطل یا غلط عقیدہ نہیں پایا۔ انہوں نے گمراہ فرقوں کے مقابلے میں کتنی ہی بار کاٹ دار تلواریں سونتیں اور ان پر پہاڑوں جیسی بجلیاں گرائیں۔ ان کے روشن صحیفے عقائدِ سلف کی نداء کر رہے ہیں۔ ان کی صحت کا سلف و خلف میں سے کوئی بھی منکر نہیں۔ ان کے ہمعصر علماء نے ان کے اجتہاد کی گواہی دی ہے۔ جس نے انکار کیا، تو اس نے سخت کانٹے دار درخت کو ہاتھ سے سونتنے کی کوشش کی۔ عقائد کے علاوہ ان کی طرف کئی جزئی مسائل منسوب ہیں۔ یہ ان کے اجتہادی مسائل ہیں، جو بعض سلف کی رائے کے موافق ہیں۔ ان پر طعن کے تیروں کی بارش برسانا کیسے جائز قرار دیا جا سکتا ہے ؟ جبکہ ان مسائل میں ان کے پاس واضح دلائل ہیں!

محمدؒ بن اسحاق، جن کے بارے میں امامِ دار الہجرۃ نے فرمایا، " وُہ دجالوں میں سے ایک دجّال ہے۔" اس کے باوجود ان کے شاگرد، امام مجتہد محمدؒ بن ادریس (شافعیؒ) نے ان کو ثقہ کہا ہے، اور ان سے "قلتین" کی حدیث روایت کی ہے۔ ان کو دجّال کہنے سے سب برائیاں ان میں آگئیں۔ پھر بھی کسی نے ان پر کفر و فسق یا زندقہ کا فتویٰ نہیں جڑا۔ پہلے اور پچھلے زمانوں میں اس طرح کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ سب سے بڑی برائی جو اُن کی طرف منسوب ہے، وُہ انبیاء کرامؑ کی قبروں کی زیارت کے لیے قصداً شدِ رحال سے منع کرنا ہے ___ ضمناً ان قبورِ مقدسہ کی زیارت کی ممانعت کی نسبت ان کی طرف صحیح نہیں ہے۔ یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے، جبکہ وُہ عام مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کے استحباب کی تصریح کرتے ہیں ؟ اللہ تعالیٰ آسودہ حال کرے امام، حافظ الشام ابن ناصر کو ___ انہوں نے ان کے دفاع کے لیے ایک رسالہ تالیف

کیا، جو شمشیرِ براں سے بھی زیادہ کاٹ دار ہے — خدا بھلا کرے، امیر المؤمنین حافظ ابن حجرؒ، حافظ سیوطیؒ، اور اُن جیسے دوسرے اونچے درجے کے بزرگ ساتھیوں کا! — انہوں نے ان پر طعن کرنے والے پر، اسے چاروں طرف سے گھیر کر حملہ کر دیا اور اس طرح اجرِ وافر لے کر واپس آئے۔ یہ وُہ لوگ ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت بخشی، تم بھی ان کی اقتدار کرو! — اور کچھ دیگر مسائل بھی ہیں، جو اُن کی طرف جھوٹے منسوب ہیں، اور جن کے بہتان ہونے میں کوئی شک نہیں۔ یہ اللہ کی اپنے پیاروں کے لیے ایک مشیت ہے۔ لیکن ان کا بعض مشہور صوفیوں پر طعن کرنا کوئی ایسا مسئلہ نہیں، جس میں وُہ اکیلے ہوں۔ ان کے سلف بھی ایسے، بلکہ ان مسالک میں ان سے بڑھ کر تھے۔ ان کے اور ان کے ساتھیوں کے پیشِ نظر ظاہر شریعت کا دفاع ہے۔ ان کو ڈر تھا کہ امت کے کمزور ایمان والے لوگ کہیں بُرے عقائد میں نہ پھنس جائیں۔ ایسا مقصد رکھنے والے بزرگ کی تعریف کی جانی چاہیے، اسے ثواب کا حقدار سمجھنا چاہیے۔ اسے ملامت نہیں کرنی چاہیے"! — اس صورتِ حال میں ان کو اسلام سے خارج سمجھنے والے کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

دیکھیے اہلِ بصیرت اس کو کس طرح فیصلہ کن بات سمجھتے ہیں کہ سلف کے راستے کا اعتقاد رکھنے والا صد فی صد صواب پر ہے۔ اور جن فروعی فقہی مسائل میں انہوں نے دلیل کی رُو سے اجتہادی رائے قائم کی ہے، ان کے تبحرِ علمی کے بعد ان کی عزت پر اس سے کوئی حرف نہیں آتا۔ اور نہ ہی یہ کوئی عیب والی بات ہے۔ اگر وُہ مذاہبِ اربعہ کے خلاف ہو، یا اُن مذاہب کے خلاف، جو رائج نہیں رہے — تو ایک مقلّد جب ایک مذہب کا التزام کر لیتا ہے — اس کو کسی ایسے شخص پر طعن کا حق نہیں پہنچتا، جو علم و فضیلت میں یکتا ہو اور مرتبۂ اجتہاد پر فائز ہو! — "ینفق ذو سعۃ من سعتہٖ" "وسعت و فراخی والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے!" — جو سردار عز و مجد کے لباس میں محلوں کے بالا خانوں میں ہو، وہ دروازے پر خادم کی مانند کیسے ہو سکتا ہے؟ مولانا صفی الدین کا یہ رسالہ اونچے درجے کا مباحثہ ہے۔ بلکہ اربابِ تحقیق کے لیے یہ ایک نہایت اعلیٰ درجے کی نفیس کتاب ہے، جس کے انمول جواہر پارے ان کے ہم مسلک ہم ذہن کے پاس ہی ہو سکتے ہیں۔ ہاں لیکن انہوں نے

اپنے حسن کا نقاب اس زمانے میں کھولا ہے، جس میں اسے پسند نہیں کیا جاتا، اور اس سے کوئی سروکار نہیں رکھا جاتا! سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور صلوٰۃ وسلام ہو اس کے نبیؐ پر کہ جن کے بعد کوئی نبی نہیں! نیز آپؐ کی آل اور اصحابؓ پر!"

شیخ مرعی الحنبلی جن لوگوں نے شیخ الاسلام کے مناقب پر کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں شیخ مرعی الحنبلی (رحمہ اللہ) مشہور علامہ بھی ہیں۔ کتاب "خلاصۃ الاثر" کے مطابق یہ علامہ مجبی مرعی بن یوسف بن ابی بکر بن احمد کرمی ثم المقری ہیں۔ طور کرم نابلس کے قرب میں ایک بستی ہے، جس کی طرف آپ منسوب ہیں۔ حنابلہ مصر کے اکابر علماء میں سے ہیں۔ آپ امام، محدث، فقیہ، فقہ کی نقول نیز حدیث کی باریکیوں پر وسیع نظر رکھنے والے، اور علوم متداولہ میں پوری معرفت کے حامل تھے۔ شیخ محمد المرداوی اور قاضی یحییٰ الحجاوی سے تعلیم حاصل کی۔ پھر مصر آئے اور وہیں مستقل آباد ہو گئے۔ یہاں شیخ الاسلام محمد الحجاوی، محقق احمد الغنیمی اور دوسرے بہت سے مصری مشائخ سے علم حاصل کیا۔ ان کے شیخ نے اجازت دی تو جامع ازہر میں تعلیم و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ پھر جامع سلطان حسن میں سب سے بڑے استاد بن گئے۔ ازاں بعد ان سے چارج علامہ ابراہیم المیمونی نے لے لیا۔ اس کے بعد دونوں میں، جیسا کہ عام طور پر ایسی صورت میں ہوتا ہے، معارضات واقع ہوئے اور دونوں طرف سے رسائل لکھے گئے۔ آپ علوم میں پوری طرح منہمک رہتے تھے، اور پورا وقت فتویٰ نویسی، تدریس و تحقیق اور تصنیف میں گزارا۔ ان کی تصانیف دور دور تک پھیل گئیں۔ ان کے مخالفین اور دشمنوں کی کثرت کے باوجود کوئی ان میں طعن نہ کر سکا، نہ ان کو بے قدری کی نظر سے دیکھ سکا۔ مختلف فنون میں ان کی تقریباً ستر کتابیں ہیں۔ فتاویٰ اور مسائل، جن کو لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے رہے، ان کے علاوہ ہیں۔ نظم و نثر میں غیر معمولی صلاحیت کے مالک ہیں۔ ان کی کتاب بنام "بدیع الانشاء والصفات فی المکاتبات والمراسلات" اس پر شاہد ہے کہ آپ کو اس میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ ان کا ایک شعری مجموعہ ہے، بطور نمونہ یہ اشعار دیکھیں ؎

یا ساحر الطرف یا من مهجتی سحرا　　کم ذا تنام وکم أسهرتنی سحرا

"اے جادو کی نظر رکھنے والے، اے میری جان! تو سحری کے وقت کتنا زیادہ

سوتا ہے، اور سحری کے وقت تو نے مجھے بیدار رکھا۔"

لوكنت تعلم ما ألقاه منك لما أتعبت يا منيتي قلبا اليك سرى

"اگر تجھے معلوم ہو کہ تیری وجہ سے میں کتنی مشکل میں ہوں، تو اے میری تمنا! میں دل کو، جو رات کو تیری طرف چلا، مشقت میں نہ ڈالتا۔"

هذا المحب لقد ساءت صبابته بالروح والنفس قوما بالوصال سرا

"اس محب کے سوزشِ عشق نے غم میں ڈال دیا۔ رُوح و جان کے ساتھ پوشیدہ طور پر وصال کے لیے اٹھ کھڑے ہو!"

يا ناظري ناظري بالدمع جاد وما أبقيت في مقلتي يا مقلتي نظرا

"مجھے دیکھنے والے! مجھے دیکھنے والا تو آنسو بہاتا ہے۔ اے میری آنکھ تو نے میری آنکھ پر رحم نہیں کیا!"

يا مالكي قصتي جاءت ملطخة بالدمع يا شافعي كذ بتها نظرا

"اے مالکی! میرا سینہ آنسوؤں سے تر ہے۔ لیکن اے شافعی تو نے بھی اس کو دیکھ کر جھٹلا دیا ہے۔"

عساك بالحنفي تسعى على عجل بالوصل للحنبلي يا من بدا قمرا

"ہو سکتا ہے کہ حنفی جلد ہی حنبلی سے ملنے کی کوشش کرے۔ اے وُہ شخص جو چاند کی طرح ظاہر ہُوا ہے۔"

يا من جفا للغير موعده يا من ويا من عقلنا قمرا

"اے وہ شخص، جس نے غیر کے وعدے سے اعراض کیا، وُہ با امن رہے گا، اور ہماری عقل چاند سے محفوظ رہے گی۔"

الله منصفنا بالوصل منك على غيظ الرقيب بمن قد حج واعتمرا

"اللہ تعالیٰ حج اور عمرہ کرنے والے کے ذریعے تجھ سے ملا کر انصاف کرے گا، چاہے دشمن اس سے غیض وغضب میں مبتلا ہو۔"

ان کی وفات مصر میں ماہ ربیع الاول ۱۰۲۳ھ میں ہوئی (رحمہ اللہ) ان کی شمار کردہ کتب

میں ایک کتاب "الکواکب الدّریہ فی مناقب الامام المجتہد ابنِ تیمیہؒ" ہے۔ مجھے اس کتاب کا پتہ چلا، کتاب دیکھ کر میری رائے یہ ہے کہ وُہ اس موضوع پر سب سے بہترین کتاب ہے۔ بہ خاص طور پر اس امام کے روشن مناقب اور اس کی خوبیوں کے موتیوں پر مشتمل ہے، جو زمانے کے لیے مسکراہٹ ہے۔ یہ ایک ایسا باغ ہے جس کی خوشبو دُور دراز تک مہک رہی ہے۔ ایک ایسا گلستان ہے، جس کے پھُول کھِلے ہوئے ہیں یا انہیں دیکھ کر طبیعت مچلتی ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے، جس کو چمکدار معانی واقوال کا تاج پہنایا گیا ہے، اور امثال و شواہد کے موتیوں سے مرصّع ہے۔ اس کی سطور کی رسیاں سرور کو سینوں میں کھینچ لاتی ہیں۔ اس میں نظم ونثر کو نہایت سلیقے سے مرتب کیا گیا ہے۔ یوں سمجھیں کہ موتی اور یاقوت ہیں۔ کچھ بکھرے ہوئے کچھ پروئے ہوئے! جن جن اہلِ فضل وکمال نے اس کو دیکھا، وُہ "واہ واہ"، اور "سبحان اللہ"، پکار اُٹھے، کہ بات ہو تو ایسی ہے

أکرم بترجمۃ یضوع عبیرھا تعزی الی الشہور فی الآفاق

"کس قدر عمدہ اور معزز ترجمہ ہے، جس کی مہک پھیل رہی ہے۔ اس کو اس ذات سے نسبت ہے، جو دُنیا بھر میں مشہور ہے۔"

اللوذعی اللسن الّذی أضحت أفا ضل عصرہ بأنامل الأحداق

"وُہ ذہین وفطین، زبان دان ہے۔ اس کے ہم عصر افاضل اس کو دیکھ کر انگشت بدنداں ہیں۔"

تجنی ثمار فنونہ الغر التی بیراعہ حرثت علی الأوراق

"اس کے شاندار فنون کے پھلوں کو چنا جاتا ہے جن کے علم وفضیلت کو سلیقہ کے ساتھ کاغذوں پر کاشت کیا جاتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ شاداب کرے اس مؤلف ادیب اور مصنف عقیل کو، انہوں نے ایسی تالیف پیش کی ہے کہ جو انسان کی آنکھ میں پتلی سے بھی زیادہ خوبصورت ہے اور میٹھے اور صاف چشمے کو دیکھ کر پیاسے کو پیدا ہونے والی خواہش سے زیادہ شدید خواہش پیدا کرنے والی ہے۔ ایسے ہی مصنف کے حق میں کہا گیا ہے کہ "ہر بات کا موقع ہوتا ہے!" کسی نے خوب کہا ہے

مصنّف لو راٰہ منصف فطن   لقال ما الرّوض الابعض نزھتہ

" وُہ ایسا مصنّف ہے کہ اگر اس کو سمجھدار، انصاف پسند دیکھے تو کہہ اٹھے کہ باغ بھی اس کے مقابلے میں ہیچ ہے۔"

تظن کلّ اَدیب حین یسمعہ   صبا وذا وعد من یھوی بزورتہ

"ہر ادیب جب اس کو سنتا ہے، گمان کرتا ہے کہ یہ گویا اس شخص سے وعدہ ہے، جو اس کی ملاقات کا شوق رکھتا ہے۔"

فأین لطف الصّبا مما حواہ ولم   اَلمم اذا قلت فی تشبیہ رقتہ

" جو کچھ اس میں ہے اس کے مقابلے میں شوق و محبت کا مزہ کیا ہے؟ مجھے اس کی تشبیہ کے لیے الفاظ نہیں ملتے۔"

مجھے قسم ہے کہ محلات کے کنگروں اور درختوں کی ٹہنیوں پر صبح کے وقت چہچہانے اور گانے والے پرندوں کے نغمے معزز شخص کے کانوں کو اس قدر مزیدار معلوم نہیں ہوتے، اور سلیم طبائع کے اس قدر موافق نہیں ہوتے، جتنی یہ کتاب ہے ؎

اذا طرقت مسامعنا ابتھجنا   وفزنا فی سرور و انبساط

"جب اس کتاب کی آواز کانوں میں پڑتی ہے، ہم سرور و انبساط اور خوشی و مسرّت حاصل کرتے ہیں۔"

وخلنا ان تاٰلیھا علینا   ینادینا الی نادی النّشاط

"یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے سامنے اس کو پڑھنے والا ہمیں مجلسِ نشاط و سرور کی طرف بُلا رہا ہے۔"

کیا ہی مزیدار مناقب ہیں، جن کو سننے والا اکتاتا نہیں۔ اور اس کا مطالعہ کرنے والا تھکتا نہیں۔ یہ کوئی انوکھی اور تعجب خیز بات نہیں ہے، بعض اہلِ ادب نے کہا ہے کہ نجد کی گفتگو کی تکرار سے اکتاہٹ نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس کتاب سے جو مجدد مدح کی باتیں ہیں، کیسے اکتاہٹ ہو سکتی ہے؟ اگر گفتگو کی طوالت کا خوف نہ ہوتا، تو ہم مزید کچھ عرض کرتے ــــ تاہم تقریظ کے چند الفاظ سے نظم و نثر کی تعریف اور پوری منظر کشی کیسے ممکن ہے؟

ہم اس امام کے سب حالات کو ان شاء اللہ آئندہ بیان کریں گے !

جن افاضل اور اکابر علماء کا ہم نے ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ بھی علماء و اعاظم رجال نے شیخ الاسلام تقی الدین ابنِ تیمیہؒ کے مناقب میں کتابیں لکھی ہیں — ان کا دفاع کیا ہے۔ ان کے اقوال ان کے زمانے میں اور بعد کے زمانے میں، انہوں نے اختیار کیے ہیں۔ یہ اُن کی بصیرت اور فطانت کا ثبوت ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ جن جن علماء نے کسی بھی زمانے میں ان کا دفاع کیا، اور ان کے قول اور مسلک کو اختیار کیا ہے، وہ ذکاء و فطانت اور انصاف میں دوسروں پر فائق نظر آتے ہیں اور جن لوگوں نے ان کی مخالفت اور دشمنی اختیار کی ہے، وُہ غبی، تنگ نظر اور دُنیا سے محبت کرنے والے ہیں۔ سنّت کے مخالف اور حق کے دشمن ہیں!

اکابر مجتہدین میں سے کسی کو آپ ایسا مرتبہ حاصل نہیں ہوا۔ جتنی کتابیں ان کے مناقب میں لکھی گئی ہیں، کسی اور کے مناقب میں نہیں لکھی گئیں۔ پاک ہے وُہ ذات جس نے اپنے بعض بندوں کو ایسے خصائص سے نوازا ہے کہ دوسرے لوگ کوشش اور محنت سے بھی اس کو حاصل نہیں کر سکتے: "قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" (آل عمران ۲۶)

کہہ دیجئے اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ تو جسے چاہتا ہے، عزت دیتا ہے۔ اور جسے چاہے ذلیل کرتا ہے۔ تیرے ہاتھ میں خیر ہے، تُو یقیناً ہر چیز پر قادر ہے۔"

ہر زمانے کے جن فاضل اور مشہور علماء نے ان کی تعریف کی ہے، ان کا احصاء و شمار ممکن نہیں۔ بالخصوص اس زمانے میں۔ جبکہ آپ کی کتابیں، رسالے اور فتوٰی شائع ہو کر نشر ہو چکے ہیں۔ ہندوستان میں بہت سے محققین نے ان کے مناقب لکھے ہیں، ان کا دفاع کیا ہے اور ان کے اقوال و اختیارات کو قبول کیا ہے۔ اسی طرح نجد میں ان کے قول کی اتباع کی جاتی ہے، اور بہت سے مجتہدین کے اقوال پر ان کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ملکِ مصر میں علماء کا ایک جمِ غفیر ہے، جو اسی راہ پر ہے۔ انہوں نے آپ کے مناقب پر طویل اور مختصر مقالے لکھے ہیں! — ان کی تعریف کی ہے، ان کا دفاع کیا ہے، ان کے مخالفین کو غلط کہا ہے، اور اُن سے بغض و عداوت رکھنے والوں کو حاسد قرار دیا ہے۔ ان میں سے ایک شیخ الاسلام

امام محمد عبدہٗ دیارِ مصر کے مفتی ہیں۔ یہ ایسے عظیم فاضل ہیں کہ زمانہ فضل و انصاف، ذکاء، وبلاغت، نثر و شعر اور غیرتِ دینی میں ان کی مثل لانے سے قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو پاک کرے اور ان کی قبر کو منوّر کرے!

حلف الزمان لیاتین بمثله   حنثت یمینك یا زمان فکفر

"زمانے نے قسم کھائی کہ وہ ان کی مثل ضرور لائے گا۔ اے زمانے! تیری قسم ٹوٹ گئی ہے، لہٰذا کفارہ دے!"

تقریر و تحریر کے ذریعے ان کی مدح و تعریف کی گئی ہے۔ جس نے ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، وہ اسے جانتا ہے۔ ان میں سے ایک کتاب "الاسلام والنصرانیہ" ہے۔ یہی حال آپ کے ساتھیوں اور شاگردوں کا ہے۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک اپنے زمانے کا امام تھا۔

عراق میں دوست و دشمن عراق میں بھی اہلِ فضل و انصاف کی ایک جماعت موجود ہے، جو آپ کے اس بلند مقام و مرتبہ اور علم کا اعتراف کرتی ہے کہ جس میں کوئی آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ لیکن جن لوگوں کو آپ سے بغض و عناد ہے، وہ دراصل منافق ہیں۔ بلکہ دجّال ہیں، جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدلی ہے۔ لیکن یہ تجارت ان کے حق میں سود مند نہیں ہے۔ یہ سب کند ذہن اور غبی ہیں، جن کی کوئی حیثیت نہیں۔ نہ وہ توجہ کے قابل ہیں! ـــ بلکہ یہ شیطان کا گروہ ہے، بہتان تراشنے والی قوم ہے، اور رحمٰن کے دشمن ہیں! ـــ عراق کے رہنے والوں کا سوادِ اعظم ایسا ہی ہے جیساکہ ہم نے ذکر کیا!

عراق، فتنوں کا مرکز یہ کوئی نئی بات نہیں، کیونکہ عراق ہمیشہ سے فتنوں اور مصائب کا مرکز رہا ہے۔ اہلِ اسلام کو اس سے مصیبت درمصیبت برداشت کرنی پڑی۔ اسی عراق میں اہلِ حروراء کو دیکھیں، ان کی وجہ سے اسلام کو جو مصیبت اٹھانی پڑی، وہ مخفی نہیں۔ جہمیہ فرقہ، جن کو اکثر سلف نے اسلام سے خارج کردیا ہے، معتزلہ فرقہ ـــ جو کچھ انہوں نے حضرت حسنؒ بصری کے بارے میں کہا، کہ تواتر سے جس کی نقل موجود ہے ـــ اور ان کے اصولِ خمسہ جن سے انہوں نے اہلِ سنّت کی مخالفت کی ـــ وہ بھی یہاں پیدا ہوا۔ بدعتی صوفیوں کا فرقہ جو توحیدِ ربوبیت

میں فنا کا عقیدہ رکھتے ہیں، اور جس کے نتیجے میں آخر کار امرو نہی ساقط ہو جاتے ہیں، وہ بھی بصرہ میں پیدا ہوا۔ رافضیوں اور شیعوں کو دیکھیں کہ انہوں نے کس طرح اہلِ سنّت کے حق میں غلو کیا۔ اسی طرح امام علی اور باقی ائمہ کرام کے بارے میں قولِ شنیع کا ارتکاب یہیں سے ہوا۔ اکابر اصحابِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا بھی یہیں سے شروع ہوا۔ یہ سب باتیں مشہور و معروف ہیں! مختصر یہ کہ اہلِ علم و فضل، جو تعداد میں کم ہیں، سنّت سے محبّت کرنے والے ہیں — اہلِ سنّت کی مدد کرنے والے، اور ان کے دشمنوں سے برسرِ پیکار رہنے والے ہیں۔

دمشق اور باقی بلادِ شام میں زمانۂ حال کے علماء فضلاء کی ایک جماعت موجود ہے، جس نے ان کی نصرت کی، اور اُن کے اقوال و فتاوٰی کو اختیار کیا — ان کے جاہل اور غالی مخالفین کا رد کیا — شیخ الاسلام کی تعریف و توصیف کی، آپ کی ثقاہت کو بیان کیا، بہت سے فنون میں بہت سے ائمہ پر ان کو فوقیت دی — دشمنوں کی سازشیں اور باطل کے جھگڑے، جو انہوں نے دیکھے، ان پر صبر کیا! یہ سب لوگوں سے زیادہ تحسین کے حقدار ہیں، کیونکہ شیخ قدس اللہ روحہٗ انہی میں سے ایک، اور انہی کے ہمسائے تھے۔ انہی کے بلاد و امصار سے سنّتِ نبویہ کے انوار روشن ہوتے۔ ایک صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وُہ سنّت کے مؤید ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "لا تزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق وھم فی العرب!" یعنی "میری امت میں سے ایک عربوں کا گروہ حق کا مددگار ہوگا"۔ حدیث کے بعض شارحین نے کہا ہے کہ اس سے مراد اہلِ شام ہیں، کیونکہ ان کا حدیث شریف سے تعلق سب سے زیادہ ہے، اور سنّت کے حفظ کا وُہ اہتمام کرتے ہیں۔ علامہ حافظ ابنِ کثیرؒ نے اپنی کتاب "البدایہ والنہایہ" میں فرمایا ہے کہ حدیث صحیح میں ہے:

"لا تزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتّٰی یأتی امر اللہ وھم کذٰلک!" یعنی "میری امّت کا ایک گروہ حق کا مددگار رہے گا۔ ان کو ذلیل کرنے یا ان کی مخالفت کرنے والے ان کو حق کی مدد سے باز نہیں رکھ سکیں گے — یہاں تک کہ اللہ کا امر آجائے، اور وہ اسی حالت میں ہوں گے"۔

صحیح بخاری میں ہے: "دھم بالشام" "وُہ شام میں ہوں گے"۔ بہت سے علماء سلف نے کہا ہے، "ان سے مراد علماء حدیث ہیں"۔ یہ بھی نبوت کے دلائل میں سے ہیں۔ الحمد للہ، باقی اسلامی ممالک سے آج کل شام میں اہلِ حدیث کی اکثریت ہے ـــ خاص طور پر دمشق میں، اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرے! جیساکہ ایک حدیث میں ہے کہ شام کا ملک فتنوں کے زمانے میں مسلمانوں کی چھاؤنی ہوگی۔ ابن تیمیہؒ اور ان کے ساتھی اہلِ شام سے ہیں۔ ان کی سنّت کی نصرت اور بدعتیوں کا رد ایسا امر ہے جس میں کمی واقع نہیں ہوئی۔ ہوسکتا ہے کہ حدیث شریف میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ان کے اصحاب کی طرف اشارہ ہو۔ یہ بھی نبوت کی نشانی ہے۔ اس پر غور کیجئے، یہ بات باریک ہے!

اصحاب المجلّات | شیخ ابنِ تیمیہؒ کی تعریف کرنے والوں میں علمی مجلّات کے مالک بھی ہیں۔ ان مجلّات کی مصر، اور اس کے باہر دوسرے علاقوں تک اشاعت ہے۔ مثال کے طور پر فاضل کامل، صاحبِ "المؤید الاغر"، ـــ جو بلغاء اوّلین پر تحریر و بیان اور معلومات وغیرہ میں فوقیت رکھتے ہیں۔ موصوف جب لکھتے ہیں، تو خوبصورت لکھتے ہیں۔ جب بولتے ہیں، تو حیران کردیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں وسعت دے، وُہ ہمیشہ شیخ کی تعریف کرتے رہتے ہیں۔ ان کی کتب کی اشاعت اور ان کو حاصل کرنے کی ترغیب دیتے رہتے ہیں، ان کے مخالفین کو لگام دیے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو مسلمانوں کی طرف سے جزاء دے، اور ان جیسے مجاہد بکثرت پیدا کرے۔

ان میں سے ایک مجلّہ "المنار" کے فاضل ایڈیٹر ہیں، جن کا علم و فضل شمسِ نصف النہار کی طرح ظاہر ہے۔ ان کا مجلّہ گویا باغ ہے، جس پر بادل نقطوں کی بارش برساتا ہے۔ اور نسیمِ سحر ہے، جو سلگتے ہوئے انگارے ایسے قلبِ عاشق پر چلتی ہے۔ اس میں روحانی امراض اور جسمانی بیماریوں کا علاج موجود ہے۔ انہوں نے اس مجلّہ کے ذریعے اسلام کے ارکان کو مضبوط کیا، اور قواعد و احکام کو بلند کیا۔ کتنی بار انہوں نے حق کے چہرے کو، جس پر پردے پڑ چکے تھے نمایاں کیا۔ کتنی ہی حقائق کی باریکیوں کو ظاہر کیا، جن کو کتابوں کے شکم نے پردۂ خفاء میں چھپا رکھا تھا۔ انہوں نے شیخ الاسلام کی تعریف و توصیف کی، اور اُن کے

فضل وشرف کو عوام میں شائع کیا۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا گو ہیں کہ وہ ان کو حوادثِ زمانہ اور کمینوں کی سازشوں سے محفوظ رکھے۔ آمین!

ان میں سے ایک فاضل علامہ ہیں، جن کی تحریر نے علم وفضل کی گردن کو زینت بخشی۔ یہاں تک کہ ہر فضیلت ومنقبت اسی کو ملی، جو اس کا حقدار اور اس کے لائق تھا۔ وُہ کہ جس نے مجد وشرف کے گھوڑوں پر زینیں کسیں، جس نے حاسدوں کے منہ میں لگام دی۔ فخر وغرور کے ارکان کو گرانے کے لیے محنت کی، اور اربابِ عناد کو سرنگوں کے بل گرا دیا۔ یہ ہیں رفیق بک العظم، نزیلِ قاہرہ۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے، شرافت وبلندیوں کو ان سے قوت دے، اور زمانے کی گردشوں سے ان کو بچائے۔ انہوں نے اپنی کتاب "تنبیہ الافہام الیٰ مطالب الحیاۃ الاجتماعیۃ والاسلام" میں طویل گفتگو کے ضمن میں فرمایا ہے، "متاخرین علماء کا جمود اس حد پر نہ رُکا۔ بلکہ وہ اس سے تجاوز کر کے وہاں تک جا پہنچے، جس کی سزا عظیم وشدید ہے۔ وُہ تقلید کے ساتھ اس قدر لٹک گئے کہ انہوں نے کتاب و سنّت کی نصوص پر عمل کرنا حرام قرار دے لیا۔ مگر اس قدر، جو ضمنی طور پر شیوخ کے طریق سے آیا ہوا —— وُہ بدعات اور گمراہیوں، جو عام مسلمانوں کے اوہام میں خلط ملط ہو گئی تھیں، کی مدافعت میں اُلجھ کر رہ گئے۔ وہ بُت پرستی کے اسی قدر قریب ہو گئے، جس قدر وُہ اسلام سے دُور ہو گئے تھے۔ ان میں سے بعض نے بدعات کے حق میں کتابیں تالیف کیں۔ عوام ان کے گرویدہ ہو گئے، اور انہی کو دینی عقائد سمجھ بیٹھے۔ حالانکہ ان میں ایسی باتیں تھیں، جو اصولِ دین سے متصادم تھیں۔ جو شخص ان بدعات کا منکر ہوتا —— سادہ دین، کتاب وسنّت اور سیرتِ سلف صالحین پر عمل کی دعوت دیتا، یہ لوگ اس کو "بدعتی" کہنے لگتے۔ ایسے شخص کو بدعتی ثابت کرنے کے لیے یہ لوگ قابلِ افسوس طریقے اختیار کرتے کہ جنھیں دیکھ کر متاخرین میں حق کے فساد اور ضعفِ علم کی انتہاء کا اندازہ ہوتا۔ چنانچہ جب کوئی، بدعات کے منکر کو بدعتی ثابت کرنا چاہتا، یا کسی مسئلہ کی بناء پر کسی مجتہد پر مشقِ تکفیر کرتا —— اور وُہ دیکھتا کہ اس مجتہد اور بدعات کے منکر کے پاس تو کتاب اور سنّتِ ثابتہ صحیحہ کے دلائل ہیں، اور وہ اس سے تہی دامن ہے۔ پھر نصِ صحیح دوسری نصِ صحیح کے خلاف نہیں ہوسکتی —— تو وُہ اس مقصد کے لیے

حدیثِ موضوع یا کسی شیخ کے قول کو کتاب اللہ اور سنّتِ ثابتہ صحیحہ کے مقابلے میں پیش کرتا۔ یا متفرق نصوص کو جمع کر کے ہر نص سے مخصوص معنٰی لے کر اس سے حسب منشاء نتائج حاصل کرتا، جو اس کی بدعت کا مؤید ہو۔ جبکہ یہ طریقہ سلف کے طریقے کے خلاف ہے۔ ایسا کیوں ہے ؟ اس لیے کہ ان کے مناظرے کا مقصد حق کا بیان اور سچائیوں کو نکھارنا نہیں، بلکہ ان کا مقصد تو صرف عوام کی خوشنودی اور ان کے رسم و رواج کا اجراء ہوتا ہے۔ تاکہ عوام میں ان کی بڑائی اور بزرگی کا چرچا ہو! — یا پھر ان کا مقصد نفس کے سامنے عذر پیش کرنا ہوتا ہے، جبکہ اِن کے سامنے حق واضح اور ظاہر ہو چکا ہوتا ہے، مگر عادت و تقلید کی خاطر نفس انہیں روکتا ہے، " وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ " (البقرۃ:۱۷۰) " اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، اس کی پیروی کرو۔ تو وہ جواب میں کہتے ہیں، بلکہ ہم تو اس کی پیروی کرتے ہیں جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔ کیا اگرچہ ان کے بزرگ اور باپ دادا کچھ عقل نہ رکھتے ہوں اور ہدایت نہ پاتے ہوں "

اس کی شہادت آپ کو " جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین " میں ملے گی۔ اس سے پتہ چلے گا کہ بعض معاصرین علماء نے شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ پر جھوٹا اور ناجائز فتوای کسطرح داغا ہے۔ یہ جلیل القدر شیخ اور علماء اسلام ائمہ ہدیٰ اور مصلحین میں سے ہیں۔ یہ ایسی بدعات پر اپنے زمانے میں سخت انکار کیا کرتے تھے، جو مسلمانوں میں رائج تھیں۔ اور صحابہؓ و تابعینؒ کی راہ سے ہٹ کر اُمّت میں جو غلط عقائد آچکے تھے، ان کی مذمّت کیا کرتے تھے۔ سادہ اور خالص دین کی طرف رجوع کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ اور بدعتیوں نے عقائد میں جو خرابیاں پیدا کر دی تھیں، ان سے تطہیر کی کوشش کرتے تھے۔ اپنی ہر بات کو کتابِ عزیز اور سنّتِ صحیحہ سے مدلل کر کے بیان کرتے تھے۔

چنانچہ ایسے لوگوں کی تکفیر کرنے والے علماء کی فاسد عادات، نیز مسلمانوں میں درجۂ تعلیم کے انحطاط پر کسی اور دلیل کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے ؟ جب علماء، تعلیم و تعلّم کے اس

گھٹیا معیار تک پہنچ جائیں، تو پھر عوام کے عقیدہ و اخلاق کی خرابی پر کیا تعجب کیا جا سکتا ہے؟

اس کلام کی قوت اور قائل کا انصاف دیکھنے کے لائق ہے۔ دعا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے گھر اور جسم و جان کو بے عزتی اور شدائد سے محفوظ رکھے۔

ان میں سے ایک، علامہ اور بہت بڑے فاضل، ادب و کمال میں اپنے ساتھیوں میں ممتاز، کہ جس نے مشکلات کے حل کے لیے اپنے فکر کا چراغ جلایا، اور جس کی روشنی طلبہ کے ذہنی پروانوں کا مرکز بن گئی۔ جس نے گویا سخت پتھروں سے میٹھے اور خوشگوار پانی کا چشمہ جاری کیا۔ جو اولین کے صحیح جانشین، اور آخرین اور ہم مثل ساتھیوں کے لیے وجہ عزت و افتخار تھے! ہماری مراد جناب محمد بدرالدین الحلبی ہیں۔ ان کے علوم کے سمندر ہمیشہ موتی پھینکتے رہیں۔ اور ان کے صحائف کی پیشانی خوبصورت زلفوں سے مزین رہے! ــــ انہوں نے اپنے سیال فکر کے یاقوت سے سمندر بہا دیے اور اپنے ذہن کے نور سے فضل و شرف کے مینار کو بلند کر دیا۔ انہوں نے اسی موضوع پر ایک کتاب تالیف کی۔ اس کے فصول و ابواب میں بالکل نئی باتیں بیان کیں، جو اور کہیں سے نہیں مل سکتیں۔ سابقین میں کسی کو آپ پر پیش قدمی حاصل نہیں۔ آپ شیخ الاسلام اور ان کے ساتھیوں کے مناقب کی نشر و اشاعت کے ذریعے علماء کی محفل کو معطر کرتے رہے، اور ان کی طرف سے تحریرًا و تقریرًا حق کی مدد اور اس کے ساتھ شغف کے لیے جھگڑتے رہے۔ کتنے ہی جھگڑالو مخالفین کو انہوں نے مسکت جوابات دیے، اور ان کو اس حالت میں چھوڑا کہ وہ غصے اور خجالت کے مارے مر جانا بہتر سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی سے استفادہ کا موقع دے اور انھیں ہر قسم کی نعمتوں سے نوازے، تاکہ وہ من مراد بھلائی پا سکیں۔ اصحاب المجلّات میں سے ذہین و فطین ایک وہ ہستی ہیں، جنھوں نے اپنے ذہن کی چنگاری سے فضل و شرف کے لیمپ کی بتی کو اس کے بجھ جانے کے بعد روشن کر دیا۔ موصوف ایسے روشن دماغ ہیں، جن کی فکری شعاعیں ختم شدہ فضائل پر پڑیں، تو ان کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ یہ عالم فاضل کامل و اکمل جناب ابوالہیم محمد کرد علی مجلہ "المقتبس" کے مدیر ہیں۔ اللہ کرے ان کے عرفان کے آسمان کے چاند اُن کے کمال کے سورج سے پوری طرح روشن رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے ــــ! ان کا تیز قلمی گھوڑا کاغذ کے میدان

میں خوب دوڑا اور درس و تدریس کے میدانوں میں زبانِ بیان نے خوب جولانیاں دکھائیں۔ آپ کو امام موصوف سے ہمیشہ قلبی شغف رہا، اور ان کے قصائد و مناقب، فضائل و معارف کا عوام و خواص میں ذکر کرتے رہے۔ اپنے صحائف میں جو دقائق انہوں نے بیان کیے ہیں، ان سے مصر کے مشہور مجلات بھرے پڑے ہیں۔ کتنے ہی جھگڑالو مخالفین اور ان سے مقابلہ کرنے والے ہیں، جن کو انہوں نے حیران و ششدر کر دیا۔ آپ ہمیشہ خیر کا احاطہ کرتے رہے۔ اور ان کے علاوہ بھی دوسرے اکابر سے علوم و فضائل کی مختلف اقسام کو سمیٹتے رہے کہ جن کے احاطہ کے لیے کئی دفاتر بھی کم ہوں گے۔ شاید اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں ہمیں ایک مستقل کتاب کے افراد آسانی سے مہیا فرمادے اور ہم ان سب کو اس میں جمع کر دیں ـــ زمانہ حال کے جن اکابر و افاضل نے شیخ موصوف کے مناقب پر گفتگو کی ہے، ان کا بالاستیعاب ذکر کریں۔ نیز اس موضوع پر ان کے پاس جو نصوص اور عبارات ہیں، اور ان کی مدح میں جو نظم و نثر ہے، اس کو بیان کر دیں۔ تاکہ یہ کتاب بڑی ہی جلیل القدر کتاب بن جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے!

نبہانی کی جہالت اے نبہانی! میری تقریر و تحریر سے جو تو نے سنا، وہ سن لیا۔ کیا اب بھی "جلاء العینین" کے مصنف اور ان کے والد پر کوئی قابلِ گرفت بات باقی رہ گئی ہے؟ حالانکہ وہ حق کی نصرت، سنّت کا دفاع، نیز بدعات کا ابطال ظاہر کرتے رہے جو تیری خبیث رُوح کی غذا ہے۔

ان باپ بیٹے سے پہلے بھی بلند مرتبہ علماء، اور بزرگ مشائخ، انصاف پسند، معزز اہلِ علم و فضل یہی فریضہ انجام دیتے رہے۔ میرا گمان ہے کہ اس جاہل نے عمر بھر "جلاء العینین" کے سوا کوئی اور کتاب اس موضوع پر نہیں دیکھی۔ اس کتاب کو بھی وُہ سمجھ نہیں سکا، بلکہ اس کتاب کی عبارت اور صیغے بھی درست طور پر نہیں پڑھ سکتا۔ یہی وجہ ہے، اس نے اس کو آسانی سے گالیاں بکنے کا ذریعہ بنا لیا۔ اس کتاب اور اس کے مؤلف کو اسی طرح بُرا بھلا کہا، جس طرح اس نے اپنے مشائخ سبکی، ابنِ سبکی اور ابنِ حجر کی اندھی تقلید میں شیخ الاسلام اور ان کے ساتھیوں کو سب و شتم کا تختۂ مشق بنایا ہے۔ اس نے دلیل کی طرف التفات ہی

نہیں کی۔ ہم نے کافی حد تک اس کا کھر پُورا کر دیا ہے۔ اور اس کا حق، بلکہ کچھ زیادہ ہی اس کو دے دیا ہے۔ ہم نے تو بحث میں محض طفیلی کی حیثیت سے حصّہ لیا ہے، ورنہ مصنف 'جلاء العینین' کے بیٹوں، پوتوں پر اس کجرو کا رد کرنا واجب ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان میں بڑے بڑے فاضل موجود ہیں۔ ان کا حق تھا کہ وُہ اپنے والد کا دفاع کرتے اور اس ظالم، جھگڑالو، شر پسند کو دندان شکن اور مسکت جواب دیتے۔ ان کا اس سے اعراض یا تو اس لیے ہے کہ انھیں اس کی کتاب نہیں ملی، یا جاہل نبہانی کو انھوں نے درخورِ اعتناء نہیں سمجھا۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

عذرت البزل ان ھی خاطرتنی　　　فما بالی و بال ابن اللبون

"اس نے مضبوط اور جوان اونٹ کو بے بس و معذور کر دیا ہے، اگر وُہ مجھے یاد کر لیتی تو میری اور اونٹنی کے دو سالہ بچے کی کیا حیثیت تھی۔"

حقیقت یہ ہے کہ کتوں کے بھونکنے سے بادل کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اور مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے عقلمندوں کے ڈرنے کے کوئی معنی نہیں۔

علماء نجد میں سے ایک عراقی ابنِ سند نے کیا خوب کہا ہے ؎

یا معھد الزّیغ لاحیاك مبتکر　　　من السّحاب ضحوك البرق منھمل

"اے حق سے انحراف کے مرکز! تجھے موسم بہار کی پہلی تیز بارش کا بادل مبارک نہ ہو جس میں بجلیاں چمکتی ہیں۔"

ولا اُنبنی فیك فسطاط السعود ولا　　　اُقیم فیك لابکار الرّضا کلل

"میں تیری خاطر سعادت کا خیمہ نہیں لگاؤں گا، اور نہ تیری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے محنت کروں گا۔"

ولا عداك البلی فی کلّ اٰونۃ　　　حتّٰی تزول الجبال الشّم والقلل

"اللہ کرے تُو ہمیشہ مصائب میں مبتلا رہے، حتّٰی کہ اونچے اور بلند پہاڑ ختم ہو جائیں۔"

اذ اَنت دمنۃ خبث طالما نعقت　　　فیھا من الحمر الاَھلیۃ الھمل

"تو خباثت کا خزانہ ہے، جس میں ہمیشہ سے آبادی کے آوارہ گدھے چرتے آئے ہیں۔"

من کلّ من خبثت منہ ضمائرہ   اذا انقضٰی دخل منھا آتی دخل

"جہاں سب کے ضمیر گندے ہو چکے ہوں، ان میں سے جب ایک پاگل نکل جائے تو دوسرا پاگل آجاتا ہے۔"

رأی خیار الوری طری فجانبھم   کذا یجانب أرباب العلی السّفل

"جب مخلوق کے بہترین لوگ کسی دیوانے کو دیکھتے ہیں تو وہ اس سے بچتے ہیں، جس طرح بلند اخلاق لوگ کمینے لوگوں سے بچتے ہیں۔"

وصار یرمیھم منہ بکلّ ھجا   وما علی البدر لو أزری بہ طفل

"وہ اُن پر ہر بدگوئی کے تیر چلاتا ہے۔ کیا ہوا، چودھویں رات کے چاند کو رات کے آنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا!"

وما علی العنبر الفواح من حرج   ان مّات من شمّہ الزبال والجعل

"مہکتی عنبر خوشبو کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا، اگر اس کے سونگھنے سے گندگی کا کیڑا یا گندگی اٹھانے والا مر جائے۔"

أو ھل علی الأسد الکرار من ضرر   ان ینھق العیر مربوطا أو البغل

"اگر گدھے یا خچر بندھے ہوئے ہنہناتے رہیں، تو اس سے بار بار حملہ کرنے والے شیر پر اثر نہیں پڑتا۔"

أو ھل علی أنجم الخضراء منقصۃ   ان عابھا من حصی الغبراء منجدل

"نیک شگون ستاروں میں کیا خرابی ہے؟ اگر گرد میں اٹے اور مٹی میں گندھے ہوئے سنگریزے انھیں طعنہ دیں؟"

فلا وربّک لا یزری بشمس ضحی   أعابھا الجدی أم قد عابھا الحمل

"تیرے رب کی قسم! دوپہر کے سورج پر کوئی عیب نہیں آتا، اگر اس پر ستارہ یا آسمان کا بُرج طعن کرے۔"

وقد يعيب الفتى من ليس يدركہ ... اذ كل ضد بذم الضد مشتغل

"کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ عزت دار نوجوان کو ایسا شخص بُرا کہتا ہے، جو اس کے مقام کو پا نہیں سکتا۔ کیونکہ مخالف اپنے مخالف کی مذمت کرتا ہی ہے۔"

كما يعيب فتاة راق منظرها ... قبيحة ويعيب الصائب الخطل

"بالکل اسی طرح، جس طرح ایک بدصورت عورت حسین و جمیل نوجوان عورت کی عیب جوئی کرتی ہے۔ اور صائب الرائے کی بیوقوف عیب جوئی کرتا ہے۔"

والزج يحسد لؤما خوص سمهره ... كذاك يهجو الشجاع الباسل الفشل

"نیزے کا نچلا حصہ باقی حصے پر، اور جس طرح کھجور کی ٹہنی نیزے پر حسد کرتی ہے اسی طرح بُزدل بڑے بہادر کی ہجو کرتا ہے۔"

فلا يضر أولى الفضل الألى سبقوا ... من صحب خير الورى ان ذمهم سفل

"علم و فضل والے اصحابِ رسولؐ جو فوت ہو چکے ہیں، اگر کمینے اور ذلیل لوگ ان کی مذمت کریں، تو اُن کو کوئی نقصان نہیں۔"

مثل الأسنة والأسياف ما برحت ... بطعن اعدائهم والضرب تنصقل

"نیزے اور تلواریں ہمیشہ اپنے دشمنوں کو زخم اور ضرب لگا کر چمکتے ہیں۔"

اب ہم شیخ مرعی حنبلی کی کتاب "الکواکب الدریہ" کی نقل کا وعدہ پورا کرتے ہیں، جو اختصار کے باوجود شیخ کے حالات اور زندگی کے اشغال و اعمال پر حاوی ہے۔ انہوں نے شیخ کا ترجمہ و تعارف، آپ کا نسب اور ائمہ کرام نے ان کی جو مدح و توصیف کی ہے اسے بیان کیا ہے۔ پھر ایک فصل میں ان کی مصنفات کی فہرست، ان کی قوتِ حافظہ، مہارت اور قابلیت کا ذکر کیا ہے۔ ایک اور فصل میں ان کا تمسک بالکتاب والسنۃ اور ایک دوسری فصل میں ان کی مشکلات و مصائب، طریقۂ سلفیہ کے ساتھ ان کے تمسک اور شیخ نصر المنبجی کی ان سے عداوت کو بیان کیا ہے۔ ایک فصل میں شیخ کے مصر کے لیے سفر — اس سلسلہ میں پیش آمدہ مصائب اور ان کی دمشق واپسی کے بعد کے واقعات، نیز ان کے اختیارات کا تذکرہ ہے۔ پھر دمشق کے قلعے میں شیخ کی قید و بند سے وفات تک کی زندگی کا ذکر ہے۔ اس کے بعد زیارۃ القبور

کے لیے سفر — اس بارے میں سوال وجواب، پھر ان دنوں علماء بغداد نے ان کی جو مدد کی — شیخ جمال الدین حنبلی رحمہ اللہ کا جواب اور دیگر جوابات، جو شیخ کے قول کے موافق ہیں، نیز علماء بغداد نے ملک ناصر کو ان کی جو تعریف لکھی ہے، اس کا ذکر ہے۔ پھر آپ کی وفات پر لوگوں کے جمِ غفیر کا جنازہ میں شریک ہونا بیان کیا ہے۔ اس کے بعد شیخ موصوف کے مرثیے اور علماء کے ساتھ تعرض سے بچنے کی نصیحت کر کے کتاب کو ختم کر دیا ہے۔ یہ کتاب کا اجمالی تعارف ہے۔ یہ وُہ عظیم الشان مطالب ہیں، جو سب کے سب غالیوں کے گلے کی ہڈی ہیں۔ ان سب سے نبہانی اور اس کے ٹولے کے ہفوات کی تردید ہوتی، اور حق کے طالب کے لیے راہِ راست کی نشاندہی ہوتی ہے — جو انعام یافتہ بزرگوں کی راہ ہے، اور جو یہود ونصاریٰ کی راہ نہیں ہے۔ اب ہم اس اجمال کی تفصیل بیان کرتے ہیں، ہدایت اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے ہے۔ وہی ہے جس سے مدد مانگی جائے!

مؤلفؒ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، کے بعد کہا ہے: سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ درود وسلام بھیجے حضرت محمد ﷺ پر، جو نبیوں کے خاتم ہیں۔ اور آپؐ کی آل اصحابؓ سب پر، اور اللہ تعالیٰ باعمل علماء، ائمہ مجتہدین، اور قیامت تک نیکی میں ان کی راہ چلنے والوں سے راضی ہو۔

صلوٰۃ وسلام کے بعد واضح ہو کہ شیخ الاسلام، بحر العلوم، سب فرقوں کے مفتی اور مجتہد احمد تقی الدین ابن تیمیہ کے مناقب میں بیان کردہ مضامین لطیف بھی ہیں اور لاثانی بھی! — شیخ حافظ امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عبد الہادی بن عبد الحلیم بن عبد الہادی بن یوسف بن محمدؒ بن قدامہ المقدسی، اور شیخ عالمِ لاثانی حافظ سراج الدین ابو حفص عمر بن علی بن موسیٰ بزار، اور شیخ امامِ عالم، یگانۂ ادباء شیخ الفضلاء شہاب الدین احمد بن القاضی محی الدین یحییٰ بن العمری الشافعی نے شیخ الاسلام کے جو مناقب بیان کیے ہیں، میں نے ان کی مندرجہ ذیل تلخیص کی ہے:

میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں، ابنِ تیمیہ، شیخ، امام، عالمِ ربانی، عامل، امام الائمہ، علامۂ امت، فرقوں کے مفتی، بحر العلوم، سیدّ الحفاظ، معانی والفاظ کے شہسوار

ترجمان القرآن، فرید العصر، وحید الدہر، شیخ الاسلام، برکۃ الانام، علامہ زمان، زاہدوں کے عالم، سب سے بڑے بندے، بدعتیوں کی جڑیں کاٹنے والے، خاتم المجتہدین، تقی الدین ابوالعباس احمد بن شیخ امام علامہ شہاب الدین ابوالمحاسن عبد الحلیم بن شیخ امام علامہ شیخ الاسلام مجد الدین ابوالبرکات عبد السلام بن ابو محمد عبد اللہ بن ابی القاسم خضر بن محمد بن خضر بن علی بن عبد اللہ بن تیمیہ الحرانی نزیل دمشق لاثانی کتابوں کے مصنّف ہیں۔ ابنِ قدامہ مذکور نے ان کا ترجمہ اسی طرح لکھا ہے!

ابنِ تیمیہؒ کی وجہ تسمیہ اس میں اختلاف ہے کہ آپ کو ابنِ تیمیہؒ کیوں کہا جاتا ہے؟ کہا گیا ہے کہ آپ کے دادا محمدؒ بن خضر حج کے سفر کے دوران تیما نامی بستی سے گزرے۔ وہاں گلی میں ایک خوبصورت لڑکی دیکھی۔ جب واپس آئے تو گھر میں بچی تولّد ہو چکی تھی۔ اس کو دیکھ کر کہا، اے تیمیہ، اے تیمیہ! اس بناء پر آپ کا ابنِ تیمیہ لقب پڑ گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُن کے دادا محمدؒ کی والدہ کا نام تیمیہ تھا۔ یہ واعظہ تھیں۔ آپ ان کی نسبت سے ابنِ تیمیہ مشہور ہوئے۔

ولادت امام موصوف بمقام حران بروز پیر دس یا بارہ ربیع الاول ۶۶۱ھ پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر تک آپ حران میں رہے، پھر ان کے والد اپنے بیٹوں سمیت تاتاریوں کی تاخت و بربریت کی وجہ سے حران سے شام کی طرف ہجرت کر گئے۔ وُہ رات کو روانہ ہوئے، ان کے پاس ایک چھکڑے پر کتابیں تھیں۔ کیونکہ سواری ملتی نہیں تھی۔ دشمن نے تعاقب کیا۔ قریب تھا کہ وُہ آپ کو جالیتا اور چھکڑا وہیں کھڑا رہ جاتا، اس موقعہ پر سب نے ملک اللہ سبحانہ کے حضور گریہ زاری اور فریاد کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا، اور وُہ صحیح سلامت ۶۶۷ھ کے دوران دمشق میں پہنچ گئے۔ آپ نے دمشق میں بحمداللہ نہایت پاکیزہ اور عمدہ نشو و نما پائی۔ آپ کی پیشانی سے نجابت کی علامات بچپن ہی سے ظاہر تھیں۔ آپ صغرسنی ہی میں سارا وقت محنت و کوشش میں گزارتے تھے۔ آپ نے بچپن میں قرآنِ مجید حفظ کر لیا۔ پھر آپ حدیث، فقہ اور ادب عربی کے حفظ میں لگ گئے۔ یہاں تک کہ آپ اس میں ماہر ہو گئے۔ اس دوران آپ مجالسِ ذکر اور سماعتِ حدیث و آثار میں باقاعدہ شرکت فرماتے رہے۔ آپ نے صحیح اور عالی سند کے ساتھ کئی کتابوں کو کئی کئی اساتذہ سے سماعت فرمایا۔ بڑی بڑی اسلامی کتابیں،

جیسا کہ مسند امام احمدؒ، صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع الترمذی، سنن ابی داؤد سجستانی، النسائی، ابن ماجہ، دار قطنی، ان میں سے ہر کتاب کا سماع آپ نے کئی کئی مرتبہ فرمایا۔ حدیث کی پہلی کتاب جو آپ نے حفظ کی، وہ بقول شیخ حافظ سراج الدین ابو حفص عمر امام حمیدی کی "الجمع بین الصحیحین" ہے۔ آپ نے ابن عبدالدائم المقدسی اور اس طبقے کے مشائخ سے سماع فرمایا۔ آپ نے کتب کبار، کتب طباق و اثبات کو پڑھا اور باقاعدہ سماع کیا، اور تحصیل علوم میں مشغول رہے۔ بقول ابن عبدالہادی بن قدامہ، امام موصوف نے جن اساتذہ سے سماع کیا، ان کی تعداد سو سے زیادہ ہے۔ آپ نے مسند احمد جیسی عظیم کتاب کا کئی بار سماع کیا۔ آپ نے جن بڑی بڑی کتابوں اور اجزاء کا سماع کیا، ان میں سے ایک معجم طبرانی کبیر ہے۔ آپ نے حدیث پر خاص توجہ دی اور جن کتابوں کو پڑھا، ان کو نقل بھی کیا۔ ان کا انتخاب کیا۔ اور خوش نویسی، تحریر اور حساب سیکھا۔ پھر آپ نے فقہ کی طرف توجہ دی، عربی ادب پڑھا، اور کتاب سیبویہ پر خوب غور و فکر کیا۔ یہاں تک کہ اس کو پوری طرح سمجھ لیا اور نحو میں مہارت تامہ حاصل کی۔ پھر آپ تفسیر میں پوری طرح منہمک ہو گئے، یہاں تک کہ سب ریکارڈ توڑ دیے۔ اصول فقہ میں مستحکم ہو گئے، حالانکہ ابھی آپ کی عمر دس بارہ سال تھی۔ آپ کے فرط ذکاء، ذہن رسا، قوت حافظہ اور سرعت ادراک کو دیکھ کر بڑے بڑے فضلاء حیران و ششدر رہ جاتے تھے۔

ابن تیمیہؒ پر ائمہ کی مدح و توصیف

حافظ مزی، ابن دقیق العید، ابو حیان نحوی، حافظ ابن سید النّاس، علامہ کمال الدین بن الزملکانی، حافظ ذہبی، دوسرے عظیم علماء اور ائمہ اسلام، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تعریف میں رطب اللّسان ہیں۔

حافظ مزی جلال الدین ابو الحجاج مزی، ابن تیمیہ کے بارے میں فرماتے ہیں، "میں نے ان جیسا کوئی نہیں دیکھا، اور نہ خود انھی نے اپنے جیسا دیکھا ہے! — میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو کتاب و سنّت کا تبع نہیں دیکھا!"

شیخ ابراہیم الرقی شیخ ابراہیم الرقی فرماتے ہیں: "شیخ تقی الدین اس لائق ہیں کہ ان سے

اخذ کیا جائے اور علوم میں ان کی تقلید کی جائے۔ اگر ان کو طویل عمر ملتی تو زمین کو علم سے بھر دیتے۔ وہ حق پر تھے۔ لازم تھا کہ لوگ ان سے دشمنی کرتے، کیونکہ وُہ علمِ نبوّت کے وارث تھے۔"

ابنِ حریری | قاضی القضاۃ ابوعبداللہ بن الحریری نے فرمایا، "اگر ابنِ تیمیہ شیخ الاسلام نہیں تو اور کون ہے ؟"

ابوحیان | شیخ النحاۃ ابوحیان نے فرمایا، "میری آنکھوں نے ان جیسا کوئی نہیں دیکھا۔" اسی مجلس میں انہوں نے فی البدیہہ یہ قصیدہ کہا ؎

لما أتینا تقی الدین لاح لنا　　　داع الی اللہ فرداً ما لہ وزر

"جب ہم تقی الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو وُہ داعی الی اللہ کی شکل میں نظر آئے، ان میں کوئی عیب نہیں ہے۔"

علی محیاہ من سیما الأُلی صحبوا　　　خیر البریۃ نور دونہ القمر

"ان کے چہرے پر ایسا نور ہے، جو چاند کو مات دیتا ہے۔ ان کے چہرے پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی جھلک نظر آتی ہے۔"

حبر تسربل منہ دھرنا حبرا　　　بحر تقاذف من أمواجہ الدرر

"وہ ایسے نیک عالم ہیں کہ ان کا لباس پہن کر ہمارا زمانہ خوبصورت بن گیا ہے۔ وُہ ایسا سمندر ہے، جس کی موجیں موتی پھینکتی ہیں۔"

قام ابن تیمیۃ فی نصر شرعتنا　　　مقام سید تیم اذ عصت مضر

"ابنِ تیمیہ ہماری شریعت کی نصرت کے لیے کھڑے ہیں۔ بنو تیم کے سردار کی طرح، جبکہ مضر نا فرمان ہوئے۔"

وأظھر الحق اذ آثارہ درست　　　وأخمد الشر اذ طارت لہ شرر

"انہوں نے حق کو اس وقت ظاہر کیا، جبکہ اس کے نشانات مٹ چکے تھے۔ جب اس کے لیے چنگاریاں بھڑک اٹھی تھیں، تو انہوں نے بجھا دیں۔"

یا من یحدث عن علم الکتاب أصخ　　　ھٰذا الامام الذی قد کان ینتظر

"اے وہ شخص جو صحیح ترین کتاب کا علم بیان کرتا ہے، یہ وُہ امام ہے، جس کا انتظار کیا جا رہا تھا۔"

علامہ ابن الوردی | علامہ ابن الوردی نے اپنے خوبصورت اور مسرورکن سفرنامے کو نظم کیا ہے۔

انہوں نے جب علماء دمشق، نیز عصبیت وحمیت کے نہ ہونے کا ذکر کیا ہے، تو لکھا ہے:
"میں ابنِ تیمیہ کی مجالس میں حاضر ہوا، وہ قصیدے کے چیدہ شعر اور آبدار موتی معلوم ہوئے۔ اگر اس زمانے کے علماء کو آسمان کہا جائے، تو وہ اس کا محور ہیں۔ اگر جسم کہا جائے، تو وہ دل ہیں۔ وہ ان پر اس قدر فائق ہیں، جیسے سورج چاند پر اور سمندر قطرے پر۔ میں ایک دن انکی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے معنیٰ ومفہوم کو صحیح طور پر سمجھ لیا۔ آپ نے مجھے بغل میں لیا اور میری دائیں آنکھ کو بوسہ دیا۔ میں نے کہا ؎

انّ ابن تیمیۃ فی — کلّ العلوم أوحد

"یقیناً ابنِ تیمیہ سب علوم میں یگانۂ روزگار ہیں۔"

أحییت دین أحمدٌ — وشرعہ یا أحمد

"اے احمد (ابنِ تیمیہؒ) تو نے احمد ﷺ کا دین اور شریعت زندہ کر دی ہے۔"

ابنِ دقیق العید | قاضی ابوالفتح ابنِ دقیق العید نے کہا: "جب میں ابنِ تیمیہؒ سے ملا، تو میں نے ان کو ایسا آدمی پایا کہ سب علوم اُن کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ جس کو چاہتے ہیں لے لیتے ہیں، جس کو چاہتے ہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ میرے سان وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ جیسی عظیم ہستی پیدا فرمائے گا۔"

حافظ فتح الدین | حافظ فتح الدین ابوالفتح ابنِ سید الناس الیعمری المصری نے حافظ مزی کا ترجمہ بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ: "حافظ مزی نے ہی مجھے شیخ، امام، شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن تیمیہ کی ملاقات کی ترغیب دی۔ میں ان سے ملا، تو ان کو ایسی شخصیت میں دیکھا کہ ان کے پاس علوم کا حظِ وافر ہے۔ قریب قریب ان کو سنن وآثار بالاستیعاب حفظ تھے۔ اگر وہ تفسیر میں گفتگو فرماتے ہیں، تو لوائے تفسیر ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اگر فقہ میں فتوے دیتے ہیں، تو اس میں ان کو کمال حاصل ہے۔ اگر حدیث پر بات کرتے ہیں تو علمِ روایت میں ممتاز ہوتے ہیں۔ اگر اقوام وملل پر لیکچر دیتے ہیں تو ان جیسا کوئی دوسرا وسیع النظر نہیں ہوتا۔ ان کی درایت سب سے بلند ہے۔ ہر علم وفن میں وہ اپنے ابنائے جنس پر فائق تھے۔ کوئی ایسی آنکھ نہیں، جس نے ان جیسا دیکھا ہو۔ نہ انہوں نے خود اپنی نظر

سے کسی کو اپنے جیسا دیکھا ہے۔ جب تفسیر پر گفتگو فرماتے، تو آپ کی مجلس میں لوگوں کا جمِ غفیر ہوتا، اور وُہ آپ کے علم کے سمندر کے صاف شفاف اور میٹھے پانی سے اپنی تشنگی دُور کرتے! ـــــ ان کے فضل کے موسم بہار میں پھلوں سے لدے ہوئے شاداب باغ سے لطف اندوز ہوتے۔ یہاں تک کہ ان کے اہلِ شہر میں حسد کا مرض پیدا ہوا، اور اہلِ نظر کچھ اعتقادی امور میں ان پر تنقید پر جمع ہوئے۔ انہوں نے ان کی کچھ گفتگو کی وجہ سے انہیں طعن و تشنیع اور بدعت کے الزام کے تیروں کا نشانہ بنایا۔ انہوں نے بزعمِ خویش ان کو اپنے طریقے کا مخالف سمجھا اور اپنا مخالف فریق گمان کیا کہ زندگی بھر ان کو اذیتیں دینے کا پروگرام بنایا۔ "حالانکہ تیرا رب جانتا ہے، جو کچھ وُہ دلوں میں چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں۔" ان کی مجلس اسی طرح رہی، تا آنکہ آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف کوچ فرما گئے اور جنت کے مکین بن گئے! ـــــ سب امور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے ـــــ وُہ آنکھوں کی خیانت اور سینوں کے رازوں سے خوب واقف ہے!"

پھر فرمایا: "شیخ، امام، لوائے علوم کے حامل، عقل و فہم کی بے حد صلاحیت سے بہرہ ور تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن تیمیہ جب ہمارے پاس تشریف لائے، تو میں نے ان سے جزء ابنِ عرفہ کی حدیث پڑھی۔"

شیخ علم الدین برزالی شیخ علم الدین برزالی نے معجم الشیوخ میں لکھا ہے: "احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن ابی القاسم بن محمّد بن تیمیہ الحرانی شیخ تقی الدین ابوالعباس ایسے امام ہیں، جن کے علم و فضل اور نجابت و دین پر اجماع ہے۔ آپ نے قرآن پڑھا اور اس میں بلند مرتبہ حاصل کیا۔ اسی طرح علومِ عربیہ اور اصول میں اونچے مقام پر پہنچے۔ تفسیر و حدیث میں مہارتِ تامہ حاصل کی۔ آپ وُہ امام ہیں، جن کی گرد کو بھی دوسرے نہ پہنچ سکے۔ آپ درجۂ اجتہاد پر فائز تھے اور آپ میں مجتہدین کی سب شروط جمع تھیں۔ آپ جب تفسیر بیان کرتے، تو لوگوں کو قوّتِ حافظہ، حسین طرزِ ادا سے لبھاتے نیز ہر قول کے ساتھ ترجیح و تضعیف اور ابطال میں سے، جس کا وُہ حق دار ہوتا، وہی سلوک کرتے۔ آپ کو علم میں غور و خوض کا اس قدر انہماک ہوتا کہ حاضرین تعجّب کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ میں زہد و عبادت، اللہ تعالیٰ

کے ساتھ محویت، دنیوی اسباب سے لاتعلّقی اور مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کی خوبیاں تھیں۔ آپ ہر جمعۃ المبارک کو قرآنِ عظیم کی تفسیر کرنے کے لیے صبح کے وقت بیٹھ جاتے۔ آپ کی مجلس، نیز آپ کی دعاء کی برکت، پاکیزگیٔ نفس، صدقِ نیت، ظاہر و باطن کی صفائی اور قول و عمل کی مطابقت کے باعث بہت سے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے نفع حاصل کیا۔ آپ نے پوری زندگی فقر نیز قلیل دنیا پر قناعت کو اختیار کیے رکھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ!"

علامہ الزملکانی علامہ زملکانی، جو بلند مرتبہ امام ہیں، نے فرمایا:

"ابنِ تیمیہؒ کو حسنِ تصنیف، بہترین عبارت، بہترین ترتیب، بہترین تقسیم اور بیان میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے علوم کو اس طرح مطیع کر دیا تھا، جس طرح داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم کر دیا تھا۔ جب ان سے علم کے کسی فن کے بارے میں سوال کیا جاتا، تو ان کے جواب کو دیکھنے سننے والا سمجھتا کہ اس فن میں ملکہ انہی کو حاصل ہے، باقی کچھ نہیں جانتے۔ نہ ہی کسی اور کو ان کی طرح مہارتِ تامہ حاصل ہے۔ سب فرقوں کے لوگ جب آپ کے پاس بیٹھتے تو ان کو وُہ وُہ باتیں معلوم ہوتیں، جو وُہ قبل ازیں نہیں جانتے تھے۔ کوئی ایک واقعہ بھی نہیں کہ آپ نے کسی سے مناظرہ کیا ہو، اور آپ ہار گئے ہوں۔ جب آپ شرعی یا غیر شرعی علوم میں سے کسی علم میں گفتگو کرتے تو اس علم کے جاننے والوں اور نسبت رکھنے والوں، سب پر فوقیت لے جاتے۔ ایک مرتبہ ایک فروعی مسئلے میں مفتیوں کے درمیان اختلاف ہوا، تو آپ نے اس پر ایک ضخیم کتاب لکھ دی۔ آپ موضوع سے ادھر ادھر نہیں ہوتے تھے۔ نہ غیر متعلق باتوں کو اس میں راہ دے کر بات طویل کرتے، نہ کسی متعلق بات کو ترک کرتے۔ ایسے نکات اور نئی باتیں بیان کرتے، کہ پہلے جن سے دل و دماغ خالی ہوتے۔ آپ میں اجتہاد کی تمام شرائط بدرجۂ اتم موجود تھیں۔"

پھر شیخ الاسلام کی ایک کتاب "بیان الدلیل علیٰ بطلان التحلیل" کے بارے میں فرماتے ہیں: "ہمارے شیخ و سردار اور پیشوا، شیخ، سید، امام، عالم، علامہ، یگانۂ روزگار، ماہر، حافظ، زاہد، پرہیزگار، نمونۂ کامل العارف تقی الدین شیخ الاسلام، دُنیا کے مفتی

سیدّ العلماء، قدوۃ الفضلاء، ناصر السنّۃ، قامع البدعۃ، حجۃ اللہ علی العباد، زیغ وعناد رکھنے والوں کا رد کرنے والے، علماء عاملین میں ممتاز، آخر الائمۃ المجتہدین ابو العباس احمد بن تیمیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے ان کی زندگی کی حفاظت فرمائے، اور انہیں انکی برکات سے نوازے۔ یقیناً وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ آپ کی کتابوں میں سے ایک کتاب ہے!"

اسی طرح ان کی کتاب "رفع الملام عن الائمۃ الاعلام" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

" یہ تالیف اس عظیم ہستی کی ہے جو شیخ، امام، عالم، علامہ، یکتائے زمانہ، حافظ، مجتہد، زاہد، عابد، پیشوا، امام الائمہ، قدوۃ الامہ، علامۃ العلماء، وارث الانبیاء، خاتم المجتہدین، نابغہ علماء الدین، برکت الاسلام، حجۃ الاعلام، برہان المتکلمین، قامع المبتدعین، محی السنّہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہم پر عظیم انعام ہیں۔ جن کے ذریعے اعداء اسلام پر اللہ کی حجۃ قائم ہوئی جن کی برکت وہدایت سے راہ روشن ہوئی۔ یہ ہیں تقی الدین احمد ابن تیمیہ! اللہ تعالیٰ ان کا روشن منارہ بلند کرے، اور دین کے ارکان کو اُن کے ذریعے مضبوط کرے" پھر کہا[۵]

ماذا یقول الواصفون لہ   وصفاتہ جلت عن الحصر

" ان کی تعریف وتوصیف کرنے والے کیا کچھ کہیں؟ ان کی صفات شمار سے باہر ہیں"

ھو حجۃ للہ قاھرۃ   ھو بیننا أعجوبۃ الدھر

" وہ اللہ تعالیٰ کی زبردست حجت ہیں، وہ ہمارے درمیان عجوبہ روزگار ہیں"

ھو اٰیۃ فی الخلق ظاھرۃ   انوارھا أربت علی الفجر

" وہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی ظاہر حجت ہیں، ان کے انوار فجر سے بڑھ کر ہیں"

شیخ امام ابو العباس احمد واسطی | شیخ، امام، پیشوا، زاہد، عماد الدین ابو العباس احمد بن ابراھیم الواسطی نے فرمایا:

" ہمارے شیخ سید، امام، علامہ ہمام، محی السنہ، قامع البدعۃ، ناصر الحدیث، مفتی الفرق، حقائق کو کھولنے والے، شرعی اصولوں پر ان کو استوار کرنے والے۔ اس طالب علم کے لیے جو دوسروں پر فائق ہے۔ ظاہر وباطن کے جامع ہیں۔ آپ حق کا واضح فیصلہ کرتے ہیں، جبکہ

ان کا دل بلندیوں پر ٹھہرا ہوتا ہے۔ خلفاء راشدینؓ اور ہدایت یافتہ ائمہ کا نمونہ ہیں، جن کی سیرتیں دلوں سے غائب ہو چکی ہیں اور امت ان کے راستے کو بھول چکی ہے۔ آپ ان کے مٹے ہوئے نہج کے راہ رو ہیں! —— یہ ہیں شیخ امام تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام ابنِ تیمیہ!

اللہ کی قسم، پھر اللہ کی قسم، پھر اللہ کی قسم! آسمان کی چھت کے نیچے ان جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ علم میں، حال میں، اتباع میں، خلق میں، اپنے نفس کے بارے علم میں، اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لائق چیزوں کی بے ادبی کے موقعہ پر اس کے حق میں کھڑے ہونے والوں میں سب سے بڑھ جانے والے ہیں۔ سچا عقیدہ رکھنے والے، صحیح ترین علم و عزم والے، حق کے قیام اور اس کی نصرت میں سب سے بلند ہمت، سخی ہاتھ والے' اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی کامل اتباع کرنے والے ہیں"! پھر شیخ کے مفصّل حالات لکھے ہیں۔

حافظ ذہبی | حافظ و ناقد ابوعبداللہ شمس الدّین ذہبی فرماتے ہیں: "شیخ تقی الدّین رحمہ اللہ نے برائیوں اور عیوب سے صیانتِ تامہ و عفت، عبادت و بندگی میں یکسوئی' اور کھانے پینے میں سادگی کی حالت میں نشو و نما پائی۔ بچپن ہی سے مدارس و محافل میں حاضر ہوتے، مناظرہ کرتے، اور بڑے بڑوں کو خاموش کرا دیتے۔ علم کے گوہر نایاب ایسے بکھیرتے کہ اعیانِ شہر حیران رہ جاتے۔ آپ مسندِ افتاء پر سرفراز ہوئے، تو عمر انیس سال سے بھی کم تھی۔ آپ نے جمع و تالیف کا کام اسی عمر سے شروع کر دیا تھا اور علمی کاموں میں منہمک ہو گئے۔ آپ کے والد فوت ہو چکے تھے، جو حنابلہ کے کبار علماء و ائمہ میں سے تھے۔ آپ نے ان کے بعد اکیس سال کی عمر میں مسندِ تدریس کو رونق بخشی۔ حتیٰ کہ آپ کی شہرت اور ناموری دنیا بھر میں پھیل گئی۔ آپ تفسیرِ قرآنِ عزیز زبانی اور نہایت روانی سے بیان کرتے۔ اس دوران کبھی زبان میں ہچکچاہٹ نہ ہوتی، نہ توقف فرماتے۔ آپ بڑی محنت سے بلند اور فصیح زبان میں درس ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ تیز فہمی اور سرعتِ ادراک میں قدرتِ الٰہی کی علامت تھے۔ کتاب و سنّت کی معرفت اور اختلافی مسائل میں سب سے فائق تھے۔ نقلیات کا سمندر تھے۔ وُہ اپنے زمانے کے یکتائے روزگار عالم، زاہد، شجاع

——— سخی، نیکی کا حکم دینے والے برائی سے روکنے والے، کتبِ کثیرہ کے مصنّف تھے۔
آپ نے پڑھنا شروع کیا، حتیٰ کہ تحصیلِ علوم سے فراغت حاصل کی۔ حدیث وفقہ میں مہارت حاصل کی۔ تدریس اور فتوای نویسی کے اہل ہوئے۔ حالانکہ ابھی آپ کی عمر صرف سترہ برس تھی۔
علمِ تفسیر واصول نیز اسلام کے دقیق وجلیل سب علوم کے اصول وفروع میں سرداری حاصل کی۔
جب تفسیر کرتے تو جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہوتا۔ اگر فقہاء کا شمار کیا جائے تو وہ ان میں مجتہد مطلق ہیں۔ اگر حفاظ موجود ہوتے، تو شیخ بولتے جاتے اور دُوسرے خاموش رہتے۔ ان کا بیان نہایت اعلیٰ درجے کا ہوتا تھا۔ وہ استغناء کی دولت سے مالا مال تھے ——— اور اگر تہی دست متکلمین کے نام گنائے جائیں، تو وہ ان میں منفرد ہوں گے۔ اگر آج ابنِ سینا آکر فلاسفہ کا درجہ بڑھائے تو شیخ اسے مفلس و مایوس کر دیں، اس کی پردہ دری کر دیں' ——— اس کے پوشیدہ راز اور اندر کی باتیں ظاہر کر دیں۔ شیخ موصوف کو عربی علوم، صرف، نحو اور لغت میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ زبان ان کی توصیف و مدح کرنے سے قاصر ہے، اور قلم میں طاقت نہیں کہ ان کے اوصاف بیان کر سکے۔ ان کی سیرت، علوم ومعارف، نیز مصائب و ابتلاء اور سفر کے بیان کے لیے کم از کم دو ضخیم جلدیں درکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بخشے اور جنت میں اعلیٰ مراتب سے سرفراز کرے۔ آپ امت کے عالمِ ربانی، یکتائے روزگار، لوائے شریعت کے حامل اور مسلمانوں کے پیچیدہ، مشکل اور دقیق مسائل کو حل کرنے والے تھے۔ علم میں سردار تھے۔ آپ قیامِ حق، جہاد، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کے سلسلے میں ایسی زبردست کوششیں کرتے تھے کہ آج تک کسی اور میں نہ دیکھیں اور نہ پائیں۔ نہ ہی کوئی فقیہ اُن جیسا نظر آیا۔ مذاہب صحابہؓ وتابعینؒ میں ان کو بڑا ملکہ حاصل تھا۔ جب آپ کسی مسئلہ پر کلام فرماتے، تو اس میں مذاہب اربعہ کے اقوال ضرور بیان فرماتے۔ کئی معروف مسائل میں آپ نے مذاہبِ اربعہ کے ساتھ اختلاف کیا ہے۔ ان مسائل پر کتابیں لکھیں اور اُن کو کتاب وسنّت کے ساتھ مدلّل کیا ہے۔ جب آپ اسکندریہ میں نظر بند تھے، صاحب سبتہ نے آپ کی مرویات کی اجازت طلب کی اور درخواست کی کہ یہ لکھ بھی دیں۔ چنانچہ آپ نے دس اوراق میں روایات مع اسانید زبانی لکھ دیں، جبکہ بڑے بڑے محدّث اس سے کمتر و

قاصر ہیں۔ اب وُہ کئی سال سے مذہبِ معین پر فتوے نہیں دیتے۔ بلکہ وہی فتویٰ دیتے ہیں جن پر دلائل موجود ہوں۔ یہ شیخ نے خالص سنّت اور سلفی طریقے کی نصرت کی اور اس پر دلائل و براہین اور مقدمات، نیز دوسری ایسی باتیں پیش کیں کہ جن کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ نے ایسی عبارات کا اطلاق جرأت کے ساتھ کیا کہ پہلے اور پچھلے مرعوب ہو کر اس سے عاجز رہے۔ یہاں تک کہ علماء مصر وشام نے انتہائی شدّت سے ان کی مخالفت کی۔ انہوں نے ان پر بدعت کا الزام دھرا، ان سے مناظرہ کیا، مکابرہ کیا، لیکن ان کے پائے استقامت میں ذرا لغزش نہ آئی اور نہ ہی مداہنت اختیار کی۔ بلکہ وُہ کڑوا حق بیان کرتے رہے، جو اُن کے اجتہاد، ذہنِ رسا اور سنن واقوال میں ان کی وسعتِ نظر نے ثابت کر دیا تھا۔ باوجود اس کے کہ آپ ورع، کمالِ فکر، سرعتِ ادراک، اللہ عظیم کے خوف، اللہ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم میں شہرت پاچکے تھے، آپ کے اور ان کے درمیان علمی جنگ جاری رہی اور شام ومصر میں کئی مرتبہ ان سے معرکہ آرائی ہوئی۔ کتنی ہی بار انہوں نے ایک ہی کمان سے آپ پر تیراندازی کی، یک زبان ہو کر آپ پر طرح طرح کے الزامات دھرے اور مل کر سازشیں کیں۔ مگر اللہ تعالیٰ آپ کو ان کے شر سے بچاتا رہا۔ کیونکہ آپ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حضور مدد کے لیے گڑگڑاتے رہتے، اس کے حضور فریاد رسی کی درخواست کرتے رہتے۔ آپ مضبوط توکل والے، قوی دل والے تھے اور ہمیشہ اوراد واذکار میں مشغول رہتے تھے۔

دوسری طرف ان کے چاہنے والوں میں علماء، صلحاء، فوجی، امراء، تاجر، اعاظم رجال اور عام لوگ تھے۔ کیونکہ آپ ان کے نفع اور فائدے کے لیے کمرِ ہمت باندھے ہوئے تھے۔

شجاعت | امام موصوف کی شجاعت بھی مشہور ہے۔ بعض مواقع پر آپ نے بڑے بڑے بہادروں ایسے کارنامے انجام دیے۔ آپ نے غازان کی جنگ میں پورے نظم کا چارج اپنے ہاتھ میں لیا۔ سارے معاملات نہایت خوش اسلوبی سے مکمل کیے، اور ہمہ جہت کام کیے۔ اس سلسلہ میں بادشاہ سے دوبار ملاقات کی، اسی طرح بخطلوشاہ اور بولائے سے ملے۔ قبجق مغلوں کے مقابلے میں آپ کی پیش قدمی اور دلیری پر تعجب کیا کرتا تھا۔ بحث کے موقع پر آپ کی طبیعت میں بلا کا جوش ہوتا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ آپ لڑائی کے شیر ہیں۔ وہ اس سے بہت

بلند ہیں کہ میرے جیسا انسان ان کی خوبیوں کو پوری طرح اجاگر کرسکے۔ اگر میں رکن اور مقام ابراہیمؑ کے درمیان کھڑے ہو کر قسم کھاؤں تو کھا سکتا ہوں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے آپ جیسا کہیں نہیں دیکھا۔ نہ ہی آپ نے اپنے جیسا کہیں دیکھا ہے۔" آپ نے ایک دوسری جگہ آپ کے طویل ترجمے کے بعد کہا ہے کہ: "آپ کو رجال اور ان کی جرح و تعدیل، ان کے طبقات، فنونِ حدیث کی معرفت، عالی و نازل اسناد، اور صحیح و سقیم میں معرفتِ تامہ حاصل تھی۔ اس پر مزید یہ کہ آپ کو احادیث کے متون از بر تھے۔ آپ کے زمانے میں آپ کا ہم مرتبہ تو کجا، آپ کے مرتبے کے قریب بھی کوئی نہ پہنچا تھا۔ آپ کا استحضار اور دلائل کا استخراج حیران کن تھا۔ صحاح ستہ اور مسند کی احادیث میں آپ اتھارٹی تھے۔ اور آپؒ کے بارے میں بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ: "کل حدیث لا یعرفہ ابن تیمیۃ لیس بحدیث"۔ "جس حدیث کو ابنِ تیمیہؒ نہ پہچانیں، وہ حدیث ہی نہیں"۔ لیکن احاطۂ علم تو خاصۂ خداوندی ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ امام موصوف سمندر ہیں جبکہ دوسرے ائمہ نالوں اور چھوٹی نہروں سے چلو بھرتے ہیں۔

تفسیر | یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ کسی مسئلے پر دلیل قائم کرنے کے لیے آپ کو آیاتِ قرآنی پر مضبوط اور عجیب استحضار تھا۔ جب مقری (پڑھانے والا) آپ کو دیکھتا، تو حیرت زدہ رہ جاتا۔ تفسیر میں آپ کی مہارت اور وسعتِ معلومات کی وجہ سے اقوالِ مفسرین میں بہتوں کی خطا ظاہر ہو جاتی ہے کیونکہ آپ بہت سے اقوال کو ضعیف قرار دے کر صرف ایک قول کو جو قرآن و حدیث سے مطابقت رکھتا ہو، ترجیح دیتے اور اس کی نصرت کرتے ہیں۔ آپ تفسیر، فقہ، اصولِ تفسیر، اصولِ فقہ، فلاسفہ، یا اوائل کے رد میں سے جس پر لکھتے، رات اور دن میں چار چار اجزاء یا اس سے بھی زیادہ لکھ لیتے۔ یہ بعید نہیں کہ آپ کی تصانیف کی تعداد پانچ سو جلدوں تک پہنچ جائے۔ کئی مسئلوں میں آپ کی الگ الگ مجلدات موجود ہیں"۔ ——— اس کے بعد آپ کی تصانیف کا ذکر کیا ہے۔

حافظ ذہبی | حافظ ذہبی نے ایک طبقے کا حال اپنے قلم سے لکھا ہے۔ اس میں ایک عالم کے بارے میں لکھتے ہیں: "اس نے اس مکمل کتاب کو اس کے مؤلف سے سنا ہے۔ یہ ہمارے

شیخ، امام عالم، علامہ، یگانۂ زمانہ، شیخ الاسلام، مفتی الفرق، قدوۂ امت، عجوبۂ روزگار، بحر العلوم تقی الدین، سید العباد، ابو العباس احمد بن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

شیخ علم الدین شیخ علم الدین نے فرمایا؛ میں نے شیخ تقی الدین کے قلم سے اجازت دیکھی ہے، جس کے نیچے شیخ شمس الدین ذہبی نے لکھا ہے؛ یہ خط ہمارے شیخ امام شیخ الاسلام یگانۂ زماں، بحر العلوم تقی الدین کا ہے۔ ان کی ولادت ۱۰ ربیع الاول ۶۶۱ھ میں ہوئی۔ آپ نے قرآن اور فقہ پڑھی، مخالفین سے مناظرہ کیا اور دلائل پیش کیے ـــ جبکہ ابھی آپ بالغ نہیں ہوئے تھے۔ قرآن اور دیگر علوم میں ممتاز ہو کر مسندِ افتاء و تدریس پر متمکن ہوئے۔ جبکہ آپ کی عمر بمشکل ابھی بیس سال ہوگی۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں اور اپنے اساتذہ کرام کے سامنے ہی کبار علماء میں شامل ہونے لگے۔ آپ کی بڑی بڑی تصانیف ہیں جو دور دراز مقامات تک پہنچ چکی ہیں۔ شاید آپ کی تصانیف چار ہزار اجزاء یا اس سے زیادہ پر مشتمل ہیں۔ آپ کتاب اللہ کی تفسیر کئی سالوں تک کرتے رہے۔ یہ جمعہ کے دنوں آپ کے دروس کا ابتدائی زمانہ تھا۔ آپ روشن اور تیز فہم، بہترین دماغ کے حامل تھے۔ آپ کی حدیث کی سماعات بہت ہیں اور شیوخ کی تعداد دو صد سے زیادہ ہے۔ تفسیر کی معرفت آپ پر ختم ہے ـــ حفظِ حدیث، رجال اور صحت و سقم میں کوئی آپ کا لگا نہیں کھا سکتا۔ فقہ، مذاہب اربعہ سے آگے مذاہبِ صحابہؓ و تابعینؒ کو نقل کرنے میں آپ کی نظیر نہیں ملتی۔ مِلَل و فِرَق اور اصول و کلام میں آپ کی معرفت کی مثال نہیں۔ آپ کی عربی بہت زیادہ مضبوط اور قوی تھی۔ تاریخ و سیرت میں مہارت عجیب تھی۔ آپ کی شجاعت، جذبۂ جہاد، اور اس میں پیش قدمی ایسے اوصاف ہیں، جو بیان سے باہر ہیں۔ اونچے درجے کے فیاض لوگوں میں سے ایک تھے، جن کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ دنیا سے بے رغبت تھے، تھوڑا کھانے پینے اور سادہ لباس پر قناعت کر لیتے تھے۔ ذہبی کا کلام ختم! ـــ انہوں نے انصاف کی بات کی ہے۔

ابنِ تیمیہؒ کے قدیم ساتھی ابنِ تیمیہؒ کے ایک قدیم ساتھی آپ کی سیرت کی جھلک دکھانے کے بعد لکھتے ہیں، "آپ کی ابتدائی تربیت اور نشو و نما علماء کی گود میں ہوئی! ـــ فہم و فراست کے جام پیے۔ تفقہ کے باغات اور ہر فن کی جامع کتب کے عظیم درختوں کا پھل کھایا۔ آپ مطالعہ،

سوچ وبچار، بلند مرتبہ امور، اور خاص طور پر کتاب عزیز، سنّتِ نبویہ اور ان کے لوازم میں منہمک رہے۔ کبھی دوسری جانب دھیان نہیں دیا۔ اس علم میں آپ بہترین جانشین اور صالح سلفی ہیں۔ دُنیا سے بے نیاز، پاکیزہ اور محفوظ، مال سے حسنِ سلوک کرنے والے، پرہیزگار، عفت مآب، عبادت گزار، درویش منش، کثرت سے روزے رکھنے والے، بکثرت نفل پڑھنے والے، اللہ تعالیٰ کا ہر حال میں ذکر کرنے والے، سب احوال ومعاملات میں اسی کی طرف رجوع کرنے والے، اللہ تعالیٰ کی حدود اور اس کے اوامر ونواہی پر رُک جانے والے، معروف کا حکم کرنے والے اور منکر سے روکنے والے تھے۔ ان کا دل علم سے سیر نہیں ہوتا تھا، نہ ہی مطالعہ کی تشنگی دُور ہوتی تھی۔ آپ اس سلسلہ کی مصروفیت سے نہیں اکتاتے تھے۔ جب بھی علمی ابواب میں سے کسی ایک باب سے داخل ہوتے، تو کئی دروازے کھلتے جاتے۔ ماہرینِ علم کی کمزوریاں بیان کرتے، جس سے مقصود کتاب وسنّت کی حمایت ہوتی۔ میں نے سنا، فرماتے تھے، ابتدائی زمانے میں کسی مسئلے میں اشکال پیش آجاتا تو کم وبیش ہزار مرتبہ استغفار کرتا، اس امر سے شرح صدر ہوجاتا اور اشکال جاتا رہتا۔ چاہے اس وقت میں گلی، بازار، مسجد، مدرسہ یا کسی اور جگہ ہوتا، فوراً ذکر واستغفار میں مشغول ہوجاتا۔ حتّٰی کہ مسئلہ حل ہوجاتا؛ مزید لکھتے ہیں: ابتدائی زندگی میں جب شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ کے ساتھ مشائخ کی کسی خاص مجلسِ ذکر میں موجود ہوتا، اور مشائخ مذاکرہ علمی کرتے، تو اس میں آپ بھی اپنی نوعمری کے باوجود حصہ لیتے۔ میں نے دیکھا کہ اُن کی گفتگو دلوں کو متاثر کرتی اور ان پر محبت وشیفتگی طاری کرتی تھی۔ اس سے ایسا نفع ہوتا، جس کا اثر نمایاں ہوتا۔ جن لوگوں نے آپ کو کافی دنوں سنا، ان کے دلوں کی کیفیت بدل گئی۔ آپ کی بات بزبانِ حال ہوتی، اور حال بزبانِ قال ہوتا تھا۔"

ابنِ قدامہ المقدسی شیخ، امام حافظ شمس الدین محمدّ بن احمد بن عبدالہادی بن قدامہ المقدسی اپنی کتاب 'المناقب' میں فرماتے ہیں: "ہمارے شیخ علوم میں اضافہ، اس میں مصروفیت، علم کی نشرواشاعت اور اجتہاد فی سبیل الخیر میں متواتر لگے رہے ــــ یہاں تک کہ علم وعمل، زہد وورع، شجاعت وکرامت، تواضع وحلم، انابت وجلالت ـــ امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ہمہ قسم کے جہاد میں امام بن گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ میں صدق وامانت، عفت وصیانت،

حسنِ قصد و اخلاص، اللہ کے حضور گڑگڑانا، اس سے کثرتِ خوف ــــ غور و فکر کیجیے کثرتِ مراقبہ، حدیث کے ساتھ مضبوط تمسک، اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت، حسنِ اخلاق، مخلوق کو نفع دینا، مخلوق سے حسنِ سلوک، اذیت پر صبر اور اذیت دینے والوں کو معاف کرنا بلکہ ان کے لیے دُعا کرنا، اور دوسری ہمہ نوع بھلائیاں موجود تھیں۔ امام موصوفؒ مخالفوں کے لیے ننگی تلوار تھے، بدعتیوں اور اہلِ اہواء کے گلے میں پھنسنے والی ہڈی تھے۔ ایسے پیشوا جو ہمہ وقت حق کو بیان کرتے اور نصرتِ دین کے لیے کمربستہ رہتے تھے۔ ایسے سمندر تھے، جس کو ڈول گدلا نہ کرسکیں۔ ایسے نیک، عظیم عالم تھے، جن کی بہترین اور عقل مند لوگوں نے پیروی کی۔ ان کے ذکر سے شہر گونج رہے ہیں۔ ایسے دیدہ ور کبھی کبھار ہی پیدا ہوتے ہیں؛

علوم میں مشغول ہوئے تو بڑے تیز فہم، قوی الحافظہ، تفسیر اور اس کے متعلقات میں امام ثابت ہوئے۔ فقہ، اصول، نحو اور لغت کی خوب معرفت رکھتے تھے، اسی طرح دوسرے علومِ عقلیہ و نقلیہ میں بھی! ــــ جب بھی کسی اہلِ فن نے اپنے فن کے بارے میں اُن سے گفتگو کی، تو وُہ یہی سمجھا کہ یہ انہی کا فن ہے۔ وُہ آپ کو اس فن کا عارف، اس کا گہرا اور مضبوط علم رکھنے والا سمجھتا۔ رہی حدیث، تو اس کے تو آپ حافظ تھے ــــ صحیح و سقیم میں تمیز کرنے والے، اس کے رجال کی معرفت رکھنے والے، اور اسے خوب سمجھنے والے تھے۔ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ اور اصول و فروع میں بہت سی تعلیقات ہیں۔ آپ کے ہم عصر علماء کی ایک جماعت نے آپ کی مدح و تعریف کی ہے۔"

احمد شہاب الدین بن فضل اللہ العمری الشافعی | احمد شہاب الدین بن فضل اللہ عمری شافعی نے اپنی کتاب "مسالک الابصار فی ممالک الامصار" میں شیخ ابن تیمیہؒ کا طویل ترجمہ و تعارف لکھا ہے۔ جو تقریباً ایک جزء یا اس سے زیادہ ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں؛

"ان میں سے ایک عبدالحلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن ابی القاسم حرانی، علامہ، حافظ، حجت، مجتہد، مفسر، شیخ الاسلام، نایابِ زمانہ، نشانیٔ زہاد، تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ رحمہ اللہ ہیں! ــــ تم جس کنارے سے آؤ، وہ سمندر ہیں۔ جس رُخ سے آؤ، چودھویں کا چاند ہیں۔ جب سے ماں کا دودھ چھوڑا، علم سے سیراب ہونے لگے۔ جو بھی مقابلے پر آیا،

اس نے منہ کی کھائی۔ آپ رات اور دن مسلسل محنت کرتے رہے۔ آپ علم وعمل کے جامع تھے اور سلف کی نشانی!۔۔۔ آپ اس علمی گھرانے کے چشم وچراغ ہیں کہ زمانۂ ماضی میں جس کے علماء و عظماء سورج بن کر چمکے، اور شہرت کی بلندیوں پر پہنچے۔ آپ نے اپنے گھرانے کو اس کے نشانات مٹ جانے کے بعد از سرِ نو زندہ کیا۔ جو پودا آپ نے لگایا، اس کا تازہ پھل کھایا۔ آپ علم وفضل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہیں ۔۔۔ زمانے بھر میں ممتاز!۔۔۔ بخل آپ کے سامنے آیا، تو اسے دُور ہٹا دیا۔ سمندر رستے میں حائل ہوئے، تو ان کو پیدل عبور کیا۔ آپ کے مقابلے میں لشکروں کو بھیجا گیا تو آپ نے ان کی صفوں کو چیر ڈالا اور ان کی ناک میں نکیل ڈال دی۔۔۔ آپ کے پرسکون تالاب نے اِن نالیوں کو نگل لیا، ہوا نے اِن مخالفین کی سانسوں کو بجھا دیا، اور آپ کے علمی چراغوں نے اِن کی چنگاریوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ آپ کے زمانے میں بڑے بڑے علم کے دعویدار موجود تھے، جو بزعم خود آسمان کے ستارے تھے، لیکن آپ سورج بن کر چمکے تو ان ستاروں میں روشنی نہ رہی ؎

تقدّم راكبا فيهم اماما ولولاه لما ركبوا وراه

"وہ سوار ہو کر آگے آگے چلا امام بن کر۔ اگر وہ نہ ہوتا تو دوسرے لوگ بھی سوار ہو کر اس کے پیچھے روانہ نہ ہوتے۔"

امام موصوف نے مختلف مذاہب اور مختلف سمتوں کے راہرووں کو ایک راستہ پر جمع کر دیا، اور ائمہ سے اجماع نقل کیا۔۔۔ آپ کو ان کے مذاہب کا مکمل استحضار تھا۔ اگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہوتا اور ان کو اختیار ہوتا، تو وُہ آپ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اپنے زمانے کو آپ کے قریب کر لیتے۔ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ کو ان کا پتہ چل جاتا اور انھیں اختیار ہوتا، تو اپنا گھوڑا آپ کے پیچھے دوڑا دیتے، چاہے اس کو ٹھوکر لگ جاتی۔۔۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ خواہش کرتے کہ کاش شیخ موصوف میرے بیٹے ہوتے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ کو پتہ چلتا تو وہ اپنے گھوڑے کی باگ کو ملامت نہ کرتے، جبکہ وُہ فرطِ تعجّب سے بوڑھا ہو گیا تھا۔ بلکہ داؤد ظاہری اور سنان الباطنی کو علم ہوتا، تو وہ دونوں آپ کی تحقیق کو اپنے مذہب کا حصّہ گمان کرتے۔ ابنِ حزم اور شہرستانی کو علم ہوتا تو ان کا

ذکر اپنے مذہب میں کرتے۔ حاکم نیساپوری کو اطلاع ملتی، تو اپنی مستدرک میں آپ کے ذکر کو جگہ دیتے۔ اور حافظ سلفی کو آپ کا علم ہوتا تو اپنے رحل میں اسے شامل کرتے! ـــــ لوگ ان کے پاس فتوے پوچھنے آتے، تو انہیں مایوس نہ لوٹاتے ہر ایک کے سوال کا وافی جواب دیتے، گویا آپ بیٹھے ہی اس لیے ہیں ؎

أبداً علی طرف اللّسان جوابہ ۔۔۔ فکأنّما ھی دفعۃ من صیّب

" اچانک برسنے والی زبردست بارش کی طرح ہمیشہ جواب اُس کی نوکِ زبان پر ہوتا ہے!"

امام موصوف انتہائی تیز فہم، کثیر الحفظ اور قلیل النّسیان تھے۔ جو کچھ حفظ کیا، شاید ہی بھولے ہوں۔ تفسیر القرآن اور علوم القرآن میں امامت کے درجے پر فائز تھے۔ فقہ، اختلافِ فقہاء، واصولیین، نحو اور اس کے متعلقات، لغت، منطق، علمِ ہیئت، جبر و مقابلہ، علم الحساب کے ماہر تھے۔ اہلِ کتاب و اہلِ بدعت کے علوم، نیز علومِ عقلیہ و نقلیہ میں آپ کو پورا درک حاصل تھا۔ جب بھی کسی فن کے فاضل نے آپ سے گفتگو کی، وُہ یہی سمجھا کہ یہ آپ ہی کا فن ہے۔ حدیث کے حافظ تھے۔ صحیح و سقیم میں خوب تمیز کرنے والے، رجال کے عارف، اور اس فن میں کامل تھے۔ آپ کی بہت سی تصانیف، مفید تعلیقات اور فتاوٰی ہیں، جو اصول و فروع اور حدیث کے علوم سے پُر ہیں۔ کتاب و سنّت کے ذریعہ آپ نے بدعات کا رد فرمایا!"

ـــــ ہم نے طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفاء کی ہے، ورنہ انہوں نے تو شیخ کا مفصّل اور لمبا چوڑا ترجمہ لکھا ہے۔

حافظ البزار شیخ، امام، حافظ سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن موسٰی البزار نے اپنی کتاب "الاعلام العلیہ فی مناقب ابن تیمیۃ" میں لکھا ہے،

" علوم میں گہرائی، قرآنِ مجید سے دقائق کا استنباط، تفسیر میں علماء کے اقوال کو نقل کرنا، مدلل گفتگو ـــــ یہ سب وہ عجائبات ہیں، جو قدرت نے ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ میں ودیعت فرمائے تھے۔ فنون و حِکَم، مخفی اور نایاب باتیں، کھلی فصاحت اور ظاہری حسن، ان سب

میں مالا مال تھے۔ جب آپ کی مجلس میں قرآنِ مجید کی آیات تلاوت کی جاتیں، تو ان کی تفسیر کرنے لگتے ـــــ مجلس اور درس ختم ہو جاتا، لیکن ہنوز ایک آیت کی تفسیر بھی مکمل نہ ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ کی سنّت، اقوال و افعال، قضایا و وقائع، غزوات و سرایا اور فوجی مہمات کے سلسلہ میں آپ کو بہترین بصیرت و معرفت حاصل تھی۔ آپؒ سے منقول روایات میں سے صحیح و سقیم کو خوب پہچانتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کے اقوال و افعال، قضایا و فتاوٰی، احوال و سیر ـــــ اللہ کے دین کے سلسلہ میں ان کی کوششوں، اور امت میں ان کو جو خصوصیت حاصل ہے، اس سے خوب واقف تھے ـــــ ان سب باتوں کو آپ دوسروں سے زیادہ ضبط کرنے والے، انہیں پہچاننے والے تھے۔ جس کتاب سے حدیث یا فتوائے نقل کرتے۔ اس سے استشہاد یا استدلال کرتے، تو اس کا باقاعدہ حوالہ دیتے ـــــ صحیح، حسن وغیرہ کا ذکر کرتے اور راوی صحابی کا نام بھی بتا دیتے۔ آپ سے جب ایک اثر کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے اسی وقت اس کا اور اس کو ذکر کرنے والے کا حال بیان فرما دیا۔ اللہ کی قسم! میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کرنے والا، آپؐ کی اتباع کرنے والا اور آپؐ کے ارشادات کی نصرت و حمایت کرنے والا نہیں دیکھا۔ آپ حدیث سے ایک مسئلہ بیان کرتے، پھر اگر دیکھتے کہ دوسرے لوگ اس حدیث پر عمل کو مباح نہیں جانتے، تو خود اس پر عمل پیرا ہوتے، اس کے مطابق فیصلے کرتے اور فتوٰی دیتے۔ اور اس سلسلہ میں کسی بڑے سے بڑے کا لحاظ نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علماء کے اختلافات، ان کی نصوص اور ان کے اکثر اقوال و مسائل میں اجتہاد کی معرفت عطا فرمائی تھی۔ ہر زمانے اور علاقے کے علماء میں سے کسی میں سے جو راجح و مرجوح، مقبول و مردود مروی ہوتا، وہ آپ کے علم میں تھا ـــ آپ کی نظرِ بصیرت اسے پہچان لیتی۔ اس سلسلہ میں اگر قلم اٹھاتے تو یوں کہ رسول اللہ ﷺ، آپؐ کے صحابہ کرامؓ اور سلف و خلف علماء سے سبھی منقول باتیں سامنے آجاتیں۔ جن علماء نے آپ کو دیکھا ہے، وہ سب اس کی گواہی دیتے ہیں۔ ہر علم و فن کی کتاب آپ کے علم میں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرعتِ حفظ کی خصوصیات سے نوازا اور نسیان سے محفوظ رکھا تھا۔ علمِ دین گویا ان

کے گوشت پوست اور خون میں رچ بس گیا تھا۔ علم آپ کے ہاں مستعار نہیں تھا، بلکہ ایک شعار اور لباس کی حیثیت رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی اوصاف بخشے تھے، اور عمر بھر راہِ سعادت کی طرف بلانا آپ کی امامت کی سب سے بڑی شہادت ہے۔ ہر ذی عقل اور صاحبِ شعور اس پر متفق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بمصداق ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ان اللہ یبعث علی رأس کلّ مائۃ سنۃ من یجدّد لھٰذہ الامّۃ امر دینھا" (یعنی اللہ تعالیٰ اس امت میں دین کی تجدید کے لیے ہر سو سال کے بعد ایک شخص کو مقرر فرماتے ہیں) —— آپ کے ذریعے دین کے شرائع کو، جو مٹ چکے تھے، زندہ کر دیا۔ اور آپ کو اہلِ عصر پر حجت بنایا —— فالحمد للہ ربّ العٰلمین"!

مختصراً یہ کہ ائمہ کرام نے آپ کی لمبی چوڑی مدح وثنا کی ہے۔ ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے وُہ کافی ہے۔ اسی سے آپ کے علوِّ مرتبت اور رفعتِ شان کا اندازہ ہو جاتا ہے —— اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو —— آمین!

آپ کی زندگی ہی میں بہت سے فضلاء نے آپ کے قصائد لکھے تھے۔ ان میں سے ایک مندرجہ ذیل قصیدہ نجم الدّین اسحاق بن ابی بکر ترکی کا ہے ؎

ذرانی من ذکری سعاد و زینب ۔۔۔ ومن ندب اطلال اللوی والمحصب

"مجھے سعاد اور زینب کی یاد سے، نیز ریت اور کنکریوں والی جگہوں پر جھانکنے کے لیے بلانے سے معاف رکھو!"

ولا تنشدانی غیر شعر الی العلی ۔۔۔ یظل ارتیاحا یزدھینی ویطبی

"جو شعر بلندیوں کی طرف دعوت دے، خوشی عطا کرے اور دانا بنائے، اس کے علاوہ مجھے کوئی اور شعر نہ سناؤ۔"

وان انتما طارحتمانی فلیکن ۔۔۔ حدیثکما فی ذکر مجد ومنصب

"اگر گفتگو میں مجھ سے مقابلہ کرنا چاہتے ہو، تو تمہاری گفتگو مجد و شرافت کے ذکر پر مشتمل ہونی چاہیے۔"

بحبّ المعالی لا بحبّ امّ جندب ۔۔۔ اقضی لبانات الفؤاد المعذب

"ام جندب کی محبّت میں نہیں، بلکہ بلند اخلاق کی محبت میں اپنے زخمی دل کے لیے ڈھب سے فیصلہ کرتا ہوں۔"

خلقت امرء اجلدا علیٰ حملی الھویٰ　　　فلست أبالی بالقلی والتجنب

"میں ایک مضبوط آدمی ہوں، اس کے باوجود مجھ پر خواہشات کا بوجھ ہے۔ مجھے پہاڑوں کی چوٹیوں اور تنہائی کی پرواہ نہیں!"

سواء أرى بالوصل تعریض جؤذر　　　أو أعراض ظبی ألعس الثغر أشنب

"چاہے مجھے وصل کے باعث نیل گائے کا بچہ کاٹ لے، یا سیاہی مائل ہرن کے خوشبودار دانتوں والے چہرے کا اعراض نصیب ہو۔"

ولم أصب فی عصر الشبیبۃ والصبا　　　فھل أصبون کھلا بلمۃ أشیب

"میں لڑکپن اور جوانی کے زمانہ میں گناہوں سے محفوظ رہا ہوں، کیا اب سفید بالوں کے ساتھ بڑھاپے میں بچپنے کی طرف مائل ہوں گا؟"

یعنفنی فی بغیتی رتب العلیٰ　　　جھول أراہ راکبا غیر مرکبی

"بلند مرتبہ لوگوں کی طرف رغبت پر جاہل مجھے ڈانٹتا ہے۔ میں جس کو دیکھتا ہوں، وہ میری سواری کے علاوہ کسی اور سواری پر سوار ہے۔"

لہ ھمۃ دون الحضیض محلھا　　　ولی ھمۃ تسمو علیٰ کل کوکب

"اس کی ہمت کا مقام تحت الثریٰ ہے، جبکہ میری ہمت ثریا سے بھی بلند ہے۔"

فلو کان ذا جھل بسیط عذرتہ　　　ولکنہ یدلی بجھل مرکب

"اگر وہ جہل بسیط میں مبتلا ہوتا تو میں اسے معذور جانتا، لیکن وہ تو جہل مرکب کے باعث بدگوئی کرتا ہے!"

وھل فی ابن شیبان مقال لقائل　　　وھل فیہ من طعن لصاحب مضرب

"کیا کہنے والے کو ابن شیبان میں کوئی خرابی نظر آتی ہے؟ کیا اس میں کسی جلاد کے لیے طعن ہے؟"

أليس الّذي قد طار في الأرض ذكره　　وطبّقها ما بين شرق ومغرب

"کیا وُہ ایسی ہستی نہیں ہے، جس کی شہرت ہوا کے دوش پر شرق و غرب کے سب علاقوں میں پھیل چکی ہے؟"

امام الهدى الدّاعي إلى سنن الهدى　　وقد فاضت الأهواء من كلّ مشعب

"جبکہ ہر گھاٹی میں اہواء و خواہشات (گمراہیاں) پھیل چکی ہیں، تو وُہ امام الہدیٰ اور سنن الہدیٰ کے داعی بن کر آئے ہیں"

وأصحابه أهل الهدى لا يضرّهم　　على دينهم طعن امرئ جاهل غبي

"اس کے اصحاب اہلِ ہدایت ہیں۔ ان کے دین پر کسی جاہل، غبی کا طعن ان کے لیے باعثِ نقصان نہیں ہو سکتا"

هم الظّاهرون القائمون بدينهم　　إلى الحشر لم يغلبهم ذو تغلّب

"قیامت تک وُہ اپنے دین پر ظاہر اور قائم ہیں، کوئی زبردست اُن پر غالب نہیں آسکتا"

لنا منهم في كلّ عصر أئمّة　　هداة إلى العليا مصابيح مرقب

"ہر زمانے میں ہمارے لیے ایسے امام ہیں، جو بلندیوں کی طرف راہنمائی کرنے والے اور دُور تک روشنی پھیلانے والے چراغ ہیں"

فأيّدهم ربّ العلى من عصابة　　لأظهار دين الله أهل تعصّب

"اعلیٰ شان والے رب نے انھیں اپنے دین کے اظہار کے لیے مضبوط جتھے والی جماعت کے ساتھ قوّت دی ہے"

وقد علم الرّحمٰن أنّ زماننا　　تشعّب فيه الرّأي أيّ تشعّب

"رحمان کو معلوم ہے کہ ہمارے زمانے میں ہر طرف آراء کی ہمہ قسم شاخیں پھوٹتی ہیں"

فجاء بحبر عالم من سراتهم　　لسبع مئين بعد هجرة يثرب

"اللہ تعالیٰ ان کے سرداروں سے سات صدی ہجری کے بعد نیک اور عظیم

عالم لایا ہے۔"

یقیم قناۃ الدّین بعد اعوجاجها　　وینقذها من قبضۃ المتغصب

"وُہ دین کے نیزوں کو، ان کے ٹیڑھا ہونے کے بعد سیدھا کرتا ہے۔ اور غاصبوں کے قبضہ سے انھیں چھین لیتا ہے۔"

فذاک فتی تیمیۃ خیر سیّد　　نجیب أتانا من سلالۃ منجب

"یہ ہے نوجوان ابنِ تیمیہ، بہتر سردار اور شریف — جو ہماری طرف آیا ہے؛ شریف النّسب ہے۔"

علیم بأدواء النّفوس یسوسها　　بحکمۃ فعل الطّبیب المجرب

"دلوں کے امراض کا ماہر ہے، اور ایک تجربہ کار طبیب کی طرح دانائی سے علاج کرتا ہے۔"

بعید عن الفحشاء والبغی والاذی　　قریب الی أھل التّقی ذو تحبب

"فاحشات، ظلم و ستم اور تکلیف پہنچانے سے دُور رہتا ہے — پرہیز گار ہے، محبت کرنے والوں سے قربت رکھتا ہے۔"

حلیم کریم مشفق بید أنّہ　　اذا لم یطع فی اللّٰہ للّٰہ یغضب

"حلیم و کریم و مشفق ہے، ہاں جب اللّٰہ کی اطاعت نہ ہو تو اللّٰہ ہی کی خاطر غضبناک ہو جاتا ہے۔"

یری نصرۃ الاسلام أکرم مغنم　　واظهار دین اللّٰہ أربح مکسب

"نصرتِ اسلام کو وہ سب سے بڑی غنیمت خیال کرتا ہے، اور اللّٰہ کے دین کے اظہار کو سب سے نفع مند کمائی سمجھتا ہے۔"

وکم قد غدا بالقول والفعل مبطلا　　ضلالۃ کذّاب ورأی مکذّب

"اپنے قول و فعل سے اس نے کذّاب کی گمراہی، اور جھٹلانے والے کی رائے کو باطل کر دیا۔"

ولم یلف من عاداہ غیر منافق　　واٰخر عن نهج السّبیل منکب

"جس نے اس سے دشمنی کی، وُہ اس پر غضبناک نہیں ہوا ـــــ سوائے منافق اور راہِ راست سے ہٹ جانے والے شخص کے!"

لقد حاولوا منہ الّذی کان رامہ من المصطفیٰ قد ماجییّ بن اخطب

" انہوں نے اس سے وہی مطالبہ کیا، جو اس سے قبل حییّ بن اخطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر چکا تھا۔"

ولٰکن رأوا منہ بأسہ مثل ما رأی من المرتضی فی حربہ رأس مرحب

" وہی دلیری اور قوت انہوں نے اس میں دیکھی، جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ میں مرحب کے سر نے دیکھی تھی۔"

تمسّک أبا العباس بالدّین واعتصم بحبل الھدٰی تقہر عداک وتغلب

" ابوالعباس ابنِ تیمیہ! دین کے ساتھ تمسّک کرو، ہدایت کی رسی کو مضبوطی سے تھام رکھو، تم مخالفوں پر چھا جاؤ گے ـــــ غالب آجاؤ گے!"

ولا تخش من کید الأعادی فماھم سوی حائر فی أمرہ ومذبذب

" دشمن کی سازشوں سے نہ ڈرو، وُہ اپنے معاملہ میں حیران اور مذبذب ہیں۔"

جنودھم من طامع ومضلل مسیلمۃ منھم یلوذ بأشعب

" ان کے لشکر حریص وگمراہ ہیں۔ مسیلمہ انہی میں سے تھا، جو لوٹے سینگ والے کی پناہ لیتا تھا۔"

وجندک من أھل السّماء ملائک یمدک منھم موکب بعد موکب

" آسمان کے فرشتے تیرا لشکر ہیں، وہ ان کے مقابلہ میں تمہاری فوج در فوج مدد کرے گا۔"

لئن جحدت علیاء فضلک حسد لعمر أبی قد زاد منھم تعجبی

" اگر حاسدوں نے تیرے علم وفضل کی بلندی کا انکار کیا ہے، تو میں حلفاً کہتا ہوں کہ مجھے ان پر بے حد تعجب ہوا ہے۔"

وھل ممکن فی العقل أن یجحد السنا ضحی وضیاء الشّمس لم یتحجّب

"کیا یہ عقلاً ممکن ہے کہ بجلی کی چمک نصف النہار کے بے بادل سورج کی تیز روشنی کا انکار کرسکے؟"

ربیب المعالی یافع الجود والنّدی　　فتی العلم کھل الحلم شیخ التأدّب

"فیاضی اور سخاوت کا حامل، جو بلند اخلاق کی گود میں پلا ہے — علم کا جوان، حلم کا ادھیڑ عمر، اور ادب و تہذیب کا بوڑھا (استاد) ہے۔"

ولیس لہ فی الزّھد والعلم مشبہ　　سوی الحسن البصری وابن المسیب

"علم و زہد میں اس جیسا کوئی نہیں، سوائے حسن بصریؒ یا سعید ابن المسیّبؒ کے!"

ألیس ھو الحبر الّذی بانتصارہ　　حیّ الدّین حتّٰی بالأمانۃ قد حبی

"کیا وُہ ایسا عظیم عالم نہیں ہے کہ جس کی کوشش سے دین زندہ ہوا؟ یہاں تک کہ اس امانت کو اس نے خود پر لپیٹ لیا۔"

وجاھد فی ذات الالٰہ بنفسہ　　وبالمال والأھلین والأمّ والأب

"اللہ کی خاطر اس نے اپنی جان، مال، ماں باپ اور اہل و عیال کے ساتھ جہاد کیا۔"

وماجئت فی مدحی لہ متطلبا　　بہ عرضا یفنی ولا نیل منصب

"اس قصیدہ گوئی سے میرا کوئی مفاد وابستہ نہیں۔ میں فانی عز و جاہ یا کسی منصب کو حاصل کرنے کا متلاشی نہیں ہوں۔"

ولکنّنی أبغی رضی اللہ خالقی　　وأرجو بہ غفران زلّۃ مذنب

"ہاں میں اپنے خالق (اللہ تعالیٰ) کی رضا چاہتا ہوں، اور اس کے بدلے گناہگار کی لغزش کی بخشش کا امیدوار ہوں۔"

قاسم ابنِ محمود بن عساکر نے کہا ؎

تقی الدّین أضحیٰ بحر علم　　یجیب السّائلین بلا قنوط

"تقی الدّین علم کا سمندر ہے، جو سائلوں کے سوالات کا جواب بغیر کسی جھجک اور ہچکچاہٹ کے دیتا ہے!"

أحاط بکلّ علم فیہ نفع　　فقل ما شئت فی البحر المحیط

"وہ ہر مفید علم پر حاوی ہے۔ بحرِ محیط کے بارے میں جو کہنا چاہتے ہو، سو کہو!"
امام موصوف کے بہت سے مدحی قصائد آپ کی زندگی میں بھی لکھے گئے، اور وفات کے بعد بھی ـــ جو ان شاء اللہ آئندہ بیان ہوں گے!"

ابنِ تیمیہؒ کی تصانیف

قبل ازیں ائمہ کرام کے کلام میں اس بارے اشارہ گزر چکا ہے، اور علامہ ابن الزملکانی کا یہ قول بھی مذکور ہوا کہ: "ابنِ تیمیہؒ کو حسنِ تصنیف، جودتِ عبارت، ترتیب و تقسیمِ مضامین اور بیان میں یدِ طولیٰ حاصِل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے علوم کو آپ کے لیے اس طرح نرم کر دیا تھا، جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم کر دیا گیا تھا۔"

علامہ ذہبیؒ کا یہ قول بھی ابھی گزرا ہے کہ "آپ کی تصانیف کی تعداد پانچ سو مجلدات تک پہنچ گئی تھی۔"

جبکہ شیخ ابن الہادی بن قدامہؒ نے فرمایا: "شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف، فتاویٰ، قواعد، جوابات، رسائل اور دوسرے فوائد اتنے ہیں کہ شمار نہیں ہو سکتے۔ امت کے متقدمین اور متاخرین ائمہ میں سے میرے علم کی حد تک کوئی ایسا نہیں ہے، جس نے اتنا کچھ جمع کر دیا ہو، جتنا کچھ آپ نے جمع کیا۔ اور اتنی تصانیف کسی کی ہوں، جتنی آپ نے کی ہیں۔ مزید یہ کہ آپ نے اکثر تصانیف محض قوتِ حافظہ سے املاء کروائی تھیں۔ اور بہت سی کتابیں آپ نے قید میں لکھی تھیں، حالانکہ وہاں ضرورت کی کتابیں آپ کے پاس موجود نہیں تھیں۔

ان میں وہ کتابیں بھی ہیں، جن کا تعلق قرآنِ حکیم کی تفسیر سے ہے۔ آپ نے تفسیر کے سلسلہ میں جو مواد جمع کیا، اس میں مفسّرینِ سلف کے وُہ اقوال ہیں، جن کو انھوں نے بالاسانید اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ ان کی تعداد بتیس مجلّات سے زیادہ ہے۔ آپ کے اصحاب نے بعض مجلّدات صاف کر لیے، لیکن بہت سا حصّہ وُہ صاف نہ کر سکے۔ اگر سارے مواد کی تبییض ہو جاتی تو بلاشبہ ان کی تعداد پچاس مجلّدات تک پہنچ جاتی۔ امام موصوف فرماتے ہیں "بعض دفعہ ایک آیت کی تفسیر کے لیے سو تفسیروں کا مطالعہ کرتا ہوں، پھر اللہ تعالیٰ سے

اس کے فہم کی دُعا۔ کرتا ہوں اور کہتا ہوں، "یَا مُعَلِّمَ اِبْرَاهِیْمَ عَلِّمْنِیْ"۔ "اے ابراہیمؑ کے معلّم، مجھے فہم قرآن عطا فرما!"

ابو حفص عمر البزار "المناقب" میں فرماتے ہیں، "آپ کی مؤلفات اور مصنّفات اتنی زیادہ ہیں کہ شمار سے باہر ہیں۔ کیونکہ یہ چھوٹی اور بڑی بہت سی کتابیں ہیں، جو مختلف علاقوں میں پھیل چکی ہیں۔ شاید ہی ایسا کوئی شہر ہو، جہاں میں گیا، اور وہاں آپ کی تصانیف نہ دیکھی ہوں۔ کئی کتابیں بیس بیس جلدوں میں ہیں۔ مثلاً "تخلیص التلبیس من تأسیس التقدیس"۔ کئی سات جلدوں میں ہیں، مثلاً "الجمع بین العقل والنقل"۔ اور کئی چھ جلدوں میں ہیں، مثلاً "منہاج الاستقامہ والاعتدال"۔ اور بعض چار جلدوں میں ہیں، مثلاً "الرد علی طوائف الشیعہ و القدریہ" —— "رد علی ابن المطہر الرافضی" —— "بین جہل الرافضہ وضلالتھم وکذبھم"۔ —— اور بعض تین جلدوں میں ہیں، مثلاً "الرّد علی النّصارٰی"۔ اور بعض دو جلدوں میں ہیں، جیسا کہ "نکاح المحلل" و "ابطال الحیل" اور "شرح عقیدۃ الاصبہانیہ"! —— اور ایک جلد میں تو بے شمار کتابیں ہیں، مثلاً "تفسیر سورۃ الاخلاص" اور "الکلام علی قولہ سبحانہٗ وتعالٰی، اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى"۔ (یہ بھی ایک جلد میں ہے، اور تقریباً پینتیس اجزاء پر مشتمل ہے) "الصّارم المسلول علی شاتم الرّسول"۔ "کتاب المسائل الاسکندریہ فی الرد علی الملاحدۃ الاتحادیہ"۔ "تنبیہ الرجل العاقل علی تمویہ الجدل الباطل"۔

آپ کی فلاسفہ کے رد میں کئی مجلدات ہیں۔ امام موصوف فرماتے ہیں، "فروع کا حال اس سے بہتر ہے۔ جو کسی امام کا مقلّد ہے، اس کو اس کے قول پر عمل کرنا جائز ہے، جب تک امام کی خطا کا یقین نہ ہو جائے۔ اصول میں اہلِ بدعت وضلال نے کافی کشمکش برپا کی ہے اور لوگوں کے لیے ان کے دین میں تشکیک کا باعث بنے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے ان کے رد میں زیادہ کتابیں لکھی ہیں"۔

امام موصوف کی زیادہ کتابوں کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا۔ مختصراً یہ کہ آپ کے رسائل، قواعد اور تعالیق اتنی ہیں کہ ان کا حصر ممکن نہیں۔ ان میں سے اکثر کا ذکر حافظ ابن الہادی بن قدامہ نے کیا ہے۔ فرماتے ہیں، "اللہ تعالیٰ نے شیخ کو زود نویسی کی خوبی عنایت فرمائی تھی۔

حالانکہ آپ اپنی یادداشت کی مدد سے بغیر نقل کے لکھتے!" ——— نیز کہا، "انہوں نے صرف ایک دن میں ایک کتابِ لطیف ایک جلد میں لکھ دی تھی۔ آپ نے کئی مرتبہ ایک ہی مجلس میں چالیس چالیس اوراق لکھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ آپ ایک دن میں جو تحریر فرماتے، پھر اسی دن اس کی تبلیض بھی فرماتے۔ اور یہ مشکل ترین مسائل میں سے ایک مسئلہ پر آٹھ اجزاء ہوتے۔ آپ ایک ایک سوال کے جواب میں پوری پوری جلد لکھ دیتے تھے۔ ایسے جوابات جو پچاس ساٹھ اوراق میں ہیں، بہت زیادہ ہیں۔ آپ کے فتاوی، نصوص اور مسائل کے جوابات تو شمار سے باہر ہیں۔ ایسی صورت شاید ہی پیش آئی ہو کہ کوئی واقعہ رُونما ہوا ہو، اس کے بارے میں آپ سے سوال کیا گیا ہو، اور آپ نے اس کا فی البدیہ جواب نہ دیا ہو۔ یہ جواب ایسا ہوتا کہ دوسرے لوگ کتابوں کی مدد سے ایک عرصہ میں لکھتے، پھر بھی یہ جواب آپ کے جواب کے پایہ کا نہ ہوتا۔"

شیخ صالح تاج الدین محمدؒ نے فرمایا: "میں ایک دن شیخ کی مجلس میں حاضر تھا۔ آپ سے ایک یہودی نے تقدیر کے بارے میں سوال کیا، جسے اس نے آٹھ اشعار میں نظم کیا تھا۔ جب اس نے سوال کر لیا تو آپ نے معمولی توقّف کے بعد اس کا جواب لکھنا شروع کیا۔ آپ لکھتے رہے، اور ہم سمجھتے رہے کہ آپ نثر میں جواب تحریر فرمار ہے ہیں۔ جب آپ تحریر سے فارغ ہوئے، یکے از حاضرین نے جواب کو غور سے دیکھا تو یہ اشعار میں تھا، اور اس میں وہی بحر اور قافیہ اختیار کیا تھا جو سوال میں تھا ——— یہ اشعار تقریباً ایک سو چوراسی تھے۔ آپ نے ان اشعار میں وُہ مطالب اور علوم بھر دیے تھے کہ اگر اُن اشعار کی شرح کی جائے تو بڑی بڑی دو جلدیں درکار ہوں!" ——— یہ ہے آپ کی مہارت و دسترس! کتنے ہی استفتار کے جوابات آپ نے ایسے دیے کہ اس سے قبل نہیں دیے گئے!

وسعتِ حفظ اور قوّتِ ملکہ

اس سے قبل بہت سے ائمۂ کرام کے کلام میں اس بارے ذکر ہو چکا ہے، جس کو موافق و مخالف سبھی تسلیم کرتے ہیں کہ آپ غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل تھے۔ ابنِ عبدالہادی بن قدامہ

نے فرمایا "میرے علم میں یہ واقعہ آیا ہے کہ مشائخ حلب میں سے ایک صاحب دمشق آئے۔ انہوں نے کہا، میں نے سنا ہے کہ اس علاقہ میں ایک لڑکا ابن تیمیہ غیر معمولی حافظہ رکھتا ہے، میں اسے دیکھنے آیا ہوں۔ ایک صاحب نے کہا، یہ لڑکا کتابت سیکھنے اسی راستہ سے گزرتا ہے۔ ابھی تک وُہ آیا نہیں، آپ تھوڑی دیر ہمارے پاس تشریف رکھیں۔ جب وہ ہمارے پاس سے گزرے گا، ہم آپ کو اس سے ملوا دیں گے۔ جب آپ آئے تو ان سے کہا گیا کہ یہی وُہ لڑکا ہے جس کے ہاتھ میں بڑی تختی ہے۔ شیخ نے آواز دی اور آپ سے تختی لے لی۔ اس میں گیارہ یا تیرہ احادیث کے متن لکھے، اور آپ سے کہا، اس کو پڑھ لو۔ آپ نے ایک نظر تختی کو دیکھا۔ پھر شیخ حلبی نے تختی آپ سے لے لی، اور کہا کہ مجھے تختی پر لکھا سناؤ۔ آپ نے نہایت عمدہ طریقہ سے یہ متون فرفر سُنا دیے۔ شیخ نے پھر آپ سے تختی لے کر اس میں کئی منتخب اسانید لکھیں۔ آپ نے حسبِ سابق انھیں ایک نظر دیکھا، اور پھر یہ بھی زبانی سنا دیں۔ شیخ حلبی یہ دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا:" یہ بچہ زندہ رہا تو عظیم الشان ہوگا۔ اس جیسا کہیں دیکھا نہیں گیا —— جیسا سنا تھا، ویسا ہی پایا!"

حافظ ابوحفص نے کہا:" جب شیخ ابنِ تیمیہؒ درس شروع کرتے، تو اللہ رب العزت آپ پر اسرار و غوامض، لطائف و دقائق، فنون و نقول، آیات و احادیث سے استدلال اور علماء کے اقوال منکشف فرماتا۔ آپ علماء کے بعض اقوال کی تنقیص فرماتے، بعض کی تبیین و تضعیف کرتے اور ایضاحِ حجت فرماتے۔ اشعارِ عرب سے استشہاد بھی کرتے۔ اس دَوران آپ متلاطم سمندر کی سی روانی سے گفتگو کرتے اور بھرے دریا کی طرح بہتے۔ آپ ابتداء سے انتہاء تک آنکھیں بند کر کے گویا حاضرین سے غائب رہتے۔ اس دوران آپ کی ہیبت اور رعب چھایا رہتا، جس سے دل کانپ جاتے اور عقلیں حیران رہ جاتیں۔

عجیب تر یہ کہ جب آپ کو قید کیا گیا، آپ نے بہت سی کتابیں جیل میں لکھیں۔ ان کتابوں میں احادیث و آثار، علماء کے اقوال، محدثین و مؤلفین کے اسماء اور ان کی مؤلفات کا ذکر فرمایا۔ پھر ہر بات کو اس کے ناقلین اور قائلین کی طرف منسوب کیا۔ کتابوں کے اسماء کا ذکر کیا۔ اور بتایا کہ یہ مسئلہ فلاں کتاب کے فلاں مقام پر ہے۔ حالانکہ ظاہر ہے، یہ کتابیں آپ کے پاس

موجود نہ تھیں ــــ یہ آپ کے قوی حافظہ کا کرشمہ تھا۔ اس کے بعد جب حوالوں اور مذکورہ باتوں کی چھان پھٹک کی گئی، تو الحمدللہ کوئی فرق یا نقص نہ نکلا!

منقول کی صحت وسقم کی معرفت | شیخ ابنِ تیمیہؒ منقول کی صحت وسقم کی معرفت میں پہاڑوں کی ایسی چوٹیوں کا سا مقام رکھتے تھے، جنھیں سر نہیں کیا جاسکا۔ آپ کے سامنے کم ہی ایسی صورت پیش آئی کہ کوئی قول ذکر کیا جائے، اور آپ اس کے منکر، ذاکر، ناقل کا پورا علم نہ رکھتے ہوں ــــ جس راوی کا ذکر آپ کے سامنے ہوا، اس کے مجمل و مفصّل، جرح و تعدیل سے آپ واقف نہ ہوں۔

استنباطِ معانی | احادیثِ نبویہ اور آثارِ مرویہ سے استنباطِ معانی، نیز مسائل پر ان سے دلائل قائم کرنے، لفظ کے منطوق و مفہوم کو واضح کرنے ــــ عام کے مخصص، مطلق کے مقید، منسوخ کے ناسخ ــــ ان کے ضوابط و لوازم نیز ان پر مرتب ہونے والے مسائل کی امام موصوف کو جو مہارت حاصل تھی، اور اس سلسلہ میں جو خوبیاں اور صلاحیتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ودیعت ہوئی تھیں، ہماری قوّتِ بیان سے باہر ہیں۔

آپ جب کوئی آیت یا حدیث ذکر فرماتے، پھر اس کے معانی و مراد بیان فرماتے، تو ذہین ترین علماء ان کے حسنِ استنباط سے عش عش کر اٹھتے۔ اور امام کی گفتگو سن کر مبہوت ہوجاتے۔ ایک دن آپ سے حدیثِ نبویؐ "لعن اللہ المحلّل والمحلّل لہ" کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے اس کے مالہٗ وماعلیہ پر اس قدر مفصّل گفتگو فرمائی کہ جو ایک کتاب کے برابر تھی۔ آپ کے سامنے جب کوئی حدیث یا حکم بیان کیا جاتا، تو پورا دن اس پر گفتگو فرماتے رہتے۔ اگر قرآنِ مجید کی کوئی آیت آپ کے سامنے تلاوت کی جاتی تو اس کی تفسیر اس قدر وضاحت سے کرتے کہ مجلس اسی پر ختم ہوجاتی۔

معارضہ اہلِ بدعت | اہلِ بدعت کی بدعات اور اہلِ اہوا کی خواہشات کے معارضہ میں ان کے اقوال کی تفتیش، ان کے امثال و اشکال کے کھوٹے پن اور ان کے اندرونِ خانہ کو ظاہر کرنے، اُنکے اقوال کی چوری کی نشاندہی ــــ ان کی جمعیت کو پارہ پارہ کرنے، ان کے جوڑ کاٹنے، ان کے شیطانی شبہات کو دُور کرنے اور نفسانی معارضات کے جوابات دینے کی جو توفیق واستعداد اللہ تعالیٰ نے

آپ کو عطا فرمائی تھی ـــــ نیز جس رحمانی بصیرت اور دلائل نقلیہ، توضیحات عقلیہ کی خصوصیات سے نوازا تھا، وہ سب بڑا عجیب اور حیران کن ہے۔ یہ سب حافظ ابوحفص عمر البزار نے ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے ہمیں آپ کی زیارت و صحبت سے نوازا، اور معاصرین پر آپ کو حجت بنایا۔

میں کہتا ہوں، سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں، جس نے ہمیں امام کی محبت عطا فرمائی! کہ آپ ان بزرگوں میں سے ہیں، جو کتاب و سنّت کے ساتھ تمسک کرتے ہیں۔ ان کی مدد کے لیے کھڑے ہوتے اور ان کا دفاع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر وسیع رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین!

آپ کے چند مآثرِ حمیدہ

عبادت جیسا کہ ائمہ ناقلین نے کہا، آپ ایسے نابغۂ روزگار کم ہی سننے دیکھنے میں آئے۔ آپ کا زیادہ تر وقت عبادت میں گزرتا تھا یہاں تک کہ اپنی ذات کے لیے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ سے آپ کو غافل یا لاپرواہ کردے۔ نہ اہل و عیال تھا نہ مال و منال۔ رات کو سب سے جدا ہو کر تنہائی میں اپنے رب کے حضور خشوع و خضوع سے عبادت اور قرآنِ عظیم کی تلاوت میں مصروف رہتے۔ نماز پڑھتے وقت آپ کے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی۔ اور (طولِ قیام کی وجہ سے) کبھی دائیں جانب جھکتے تو کبھی بائیں جانب!

راہ چلتے اگر آپ کوئی منکر اور بُرا کام دیکھتے تو اس کو حتی الوسع ختم کرتے۔ کسی جنازہ کا پتہ چلتا تو اس میں شرکت کے لیے تیزی سے پہنچتے۔ اور اگر شرکت نہ کر سکتے تو رنجیدہ اور ملول ہوتے۔ آپ نے انتہائی مصروف زندگی گزاری ـــــ کہیں فتویٰ نویسی ہو رہی ہے، تو کہیں خلقِ خدا کی خدمت میں مصروف! ـــــ آپ کی مجلس میں چھوٹے بڑے، خاص و عام ہر سطح کے لوگ شرکت کرتے۔ اور ہر شخص یہی سمجھتا کہ جو عزت و تکریم آپ کے ہاں اسے ملی ہے، کسی اور کو نہیں ملی۔ سارا دن تعلیمی، تدریسی، تبلیغی، تحریری اور رفاہی کاموں میں مشغول رہتے۔ نمازِ مغرب کے بعد اسباق پڑھاتے اور سنتے۔ عشاء کی نماز پڑھا کر رات گئے تک علوم کی طرف متوجہ رہتے ـــــ رات دن کی تمام تر مصروفیات کے ساتھ ساتھ ذکرِ الٰہی اور استغفار

بھی جاری رہتا۔

ورع و تقویٰ تقویٰ و ورع میں آپ آخری درجہ پر تھے اور پوری زندگی اسی پر استوار تھی۔ لوگوں سے آپ کا میل جول خرید و فروخت، معاملت و تجارت، مشارکت و مزارعت وغیرہ کے لیے نہیں ہوتا تھا، اور نہ ہی آپ کسی چھوٹے بڑے عہدے پر فائز تھے۔ آپ نے کسی بادشاہ، کسی امیر، کسی تاجر سے کوئی وظیفہ یا صلہ قبول نہیں کیا، نہ آپ نے درہم و دینار، مال و منال اور کھانا جمع کیا۔ آپ کی پوری زندگی کی پونجی، اور وفات کے بعد میراث بس علم تھا۔ گویا اس لحاظ سے بھی آپ سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پابند تھے؛

"انّ العلماء ورثۃ الانبیاء، انّ الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما ولٰکن ورثوا العلم فمن اخذ بہ فقد اخذ بحظ وافر۔"

یعنی "لاریب علماء، انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ انبیاء کرامؑ نے درہم و دینار نہیں چھوڑے۔ ان کی میراث علم ہے۔ جس نے اس کو لیا، اُس نے حصۂ وافر حاصل کیا۔"

زُھد زُہد بچپن ہی سے آپ کا شعار تھا۔ آپ کو دیکھنے والے، اور بالخصوص وُہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہمیشہ رہے، اس بات پر متفق ہیں کہ انہوں نے آپ ایسا زاہد پوری دنیا میں نہیں دیکھا۔ یہ بات عام طور پر مشہور تھی کہ اگر کسی دور دراز شہر کے عام آدمی سے بھی سوال کیا جاتا کہ زمانۂ حال میں سب سے بڑا زاہد، دُنیا کی فضول باتوں سے مکمل طور پر پرہیز کرنے والا، اور آخرت کا سب سے بڑا حریص کون ہے؟ تو وُہ جواب دیتا کہ ابنِ تیمیہؒ جیسا ہم نے کوئی اور نہیں دیکھا۔ یہ شہرت آپ کو آپ کے دین میں خلوص اور انتہائی زہد و اتقاء کی وجہ سے ملی۔ یہ کہیں نہیں سنا گیا کہ آپ نے کبھی کسی حسین و جمیل بیوی یا کسی خوبصورت لونڈی کی خواہش کی ہو، یا درہم و دینار کی حرص رکھی ہو۔ نہ سواریوں کا شوق کیا۔ نہ لباسِ فاخرہ، جاہ و حشم کی خواہش کی اور نہ سرداری حاصل کرنے کے لیے دھکم پیل کی۔ حتیٰ کہ مباح چیزوں کے حصول میں بھی آپ کوشش کرتے کبھی نہیں دیکھے گئے۔ حالانکہ بادشاہوں، امراء، تجار اور دوسرے بڑے لوگوں کی خواہش تھی کہ آپ اشارہ کریں، تو ہم سب کچھ مہیا کر دیں۔ یہ لوگ

آپ کی عظمتِ شان کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کا قرب حاصل کرنا چاہتے تھے۔

آپ کا حال دیکھیے، اور پھر آپ کے مخالفین، آپ کی عیب جوئی کرنے والوں کا حال بھی دیکھیے ــــ چنانچہ کیا لوگوں نے آپ کی صفاتِ حسنہ اور مخالفین کے طور طریقوں کو بہ نظرِ بصیرت نہیں دیکھا ــــ ان کی زندگیوں کا موازنہ نہیں کیا؟ ــــ امام موصوف کی دنیا سے فراغت وبے رغبتی اور اس سے فرار، جبکہ مخالفین کا طلبِ دنیا میں ایک دوسرے سے حسد کرنا، امراء کی خدمت کرنا اور ان کے دروازوں پر بکثرت حاضری دینا ــــ اس کے نتیجہ میں امراء کا آپ کے سامنے تو عاجزی وادب کا اظہار، اور آپ کے مخالفین کی پرواہ تک نہ کرنا، کیا اصحابِ نظر کے لیے اس میں بصیرت کا سامان موجود نہیں؟ ــــ برا ہو حسد کا، جس نے آپ کے مخالفین کو قتل کر دیا ــــ ان کا دین بھی برباد کیا اور دنیا بھی!

فقر وایثار آپ کے زہد، قناعت اور ترکِ دنیا کے باوجود جو کچھ تھوڑا بہت آپ کے پاس ہوتا، اس میں آپ دوسروں کو بھی شریک کر لیتے تھے، اور ایثار سے کام لیتے۔ آپ تھوڑی یا زیادہ چیز کو حقیر نہ سمجھتے کہ اس بنا پر صدقہ کرنے سے رُک جائیں، اور لوگوں کے کام آنے سے صرفِ نظر کریں۔ اگر کوئی چیز موجود نہ ہوتی تو تن کے کپڑے ہی اتار کر حاجتمندوں کو دے دیتے۔

شیخ صالح زین الدین علی الواسطی نے لکھا ہے کہ میں طویل عرصہ تک آپ کی خدمت کرتا رہا۔ آپ کی حالت یہ تھی کہ صبح کو تشریف لاتے، آپ کے پاس نصف رطل (عراقی وزن) کی ایک روٹی ہوتی۔ آپ اس میں سے چند لقمے کھاتے، پھر مجھ سے پہلے ہاتھ اٹھا لیتے اور باقی روٹی میرے لیے چھوڑ دیتے۔ عجیب بات یہ کہ اللہ تعالیٰ برکت عطا فرماتا، اور شام تک کے لیے میں بھی سیر ہو جاتا۔ عشاء کی نماز کے بعد رات کا کھانا آتا، آپ کا طرزِ عمل پھر وہی ہوتا کہ چند لقمے کھا کر باقی میرے لیے چھوڑ دیتے۔ میں اصرار بھی کرتا کہ اور کھائیں، مگر آپ نہ مانتے۔ یہاں تک کہ مجھے آپ کے کم کھانے کا قلق رہتا۔ آپ کے ہاں میرے دورانِ قیام آپ کی خوراک اکثر یہی رہی، اور اس عرصہ میں میرا دل بھی بے حد مطمئن رہا۔

بہت سے لوگوں نے آپ کے کثرتِ ایثار کے مشہور واقعات بیان کیے ہیں کہ

آپ کس طرح محتاجوں اور غربا۔ کو تلاش کرتے، ان کے مصالح کے لیے کوششیں کرتے اور اُن سے حسن سلوک فرماتے تھے ــــ بلکہ ہر خاص و عام میں سے جس کے ساتھ بھی بھلائی اور حسن سلوک ممکن ہوتا، ضرور کرتے۔ جس طرح بھی ہو پاتا۔ خواہ زبان سے، خواہ عمل سے یا اثر و رسوخ سے۔ دوسروں کے کام آتے!

فیاضی و سخاوت فیاضی کا جوہر آپ میں فطری تھا۔ اس میں تصنّع نہ تھا، بلکہ یہ آپ کی طبعی خصلت تھی۔ کوئی سائل اگر آپ سے درہم و دینار اور لباس و کتب وغیرہ میں سے کسی چیز کا بھی طالب ہوتا، اسے خالی ہاتھ نہ لوٹاتے۔ حافظ ابن فضل اللہ العمری نے لکھا ہے کہ عقیدت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، آپ کی خدمت میں سونے چاندی کے خزانے، شاندار گھوڑے، مویشی اور زرعی پیداوار کے تحائف پیش کرتے، تو آپ یہ سب کچھ ہبہ فرما دیتے اور حاجتمندوں میں تقسیم فرما دیتے۔ خود اپنے لیے کوئی چیز نہ رکھتے!

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ: "ہر سال آپ کی خدمت میں بے حد و حساب مال آتا، اور آپ ہزارہا کی رقوم لوگوں میں تقسیم فرما دیتے، اپنے لیے ایک پائی بھی باقی نہ رکھتے۔ آپ کے پاس اگر نقد رقم نہ ہوتی تو اپنے لباس میں سے ہی کچھ سائل کو دے دیتے۔ اس سلسلہ میں آپ لوگوں میں مشہور تھے۔"

ایک با اعتماد شخص نے بیان کیا کہ میں ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر تھا ــــ ایک شخص آیا اور سلام کہا۔ آپ نے محسوس کیا کہ اس کو عمامے کی ضرورت ہے، تو اپنے عمامہ کا نصف اس شخص کو دے دیا، باقی کا نصف خود باندھ لیا، اور حاضرین کے سامنے اس میں کوئی خفت محسوس نہ کی۔ ایک اور شخص نے بیان کیا، آپ ایک گلی میں سے گزر رہے تھے کہ ایک فقیر نے آپ کو آواز دی۔ آپ نے سمجھ لیا کہ حاجتمند ہے، لیکن اس وقت آپ کے پاس اسے دینے کو کچھ نہ تھا۔ جھٹ سے اپنے جسم سے کپڑا اتار کر اس کو دے دیا اور فرمایا کہ اسے بیچ کر اپنی ضرورت پوری کر لو۔ ساتھ ہی معذرت بھی کی کہ فی الحال میرے پاس کوئی اور چیز نہیں ہے۔

ایک دفعہ کسی شخص نے مطالعہ کے لیے آپ سے کتاب مانگی۔ آپ نے فرمایا، اپنی پسند

کی کتاب لے لو۔ اس نے قرآن مجید کا ایک گرانقدر نسخہ اٹھالیا اور چلا گیا۔ حاضرین میں سے بعض نے اس کی اس حرکت کو ناپسند کیا تو فرمایا: "کیا اس کے مانگنے کے بعد اسے روکنا میرے لیے مناسب تھا؟ جانے دیجئے، وُہ اس سے فائدہ اٹھائے گا۔" آپ کو بعض لوگوں کا یہ عمل ناپسند تھا کہ ان کے پاس علمی کتب ہوں اور استفادہ کے لیے سائل کو نہ دیں۔ فرماتے تھے: "علم کو طالبِ علم سے روکنا مناسب نہیں!"

لباس اوسط درجہ کا لباس پہنتے تھے۔ کبھی لباسِ فاخرہ نہیں پہنا کہ لوگوں کی نگاہیں آپ کی طرف اٹھیں۔ نہ کبھی بوسیدہ اور گاڑھا لباس پہنا، جس سے بہ ظاہر علم و عبادت کی شہرت ہو۔ بلکہ آپ کا لباس و ہیئت متوسط الحال لوگوں کی سی ہوتی۔ پھر خاص قسم کا ایک ہی لباس بھی نہیں پہنتے تھے، ہاں جو کچھ میسر آجاتا پہن لیتے۔ اسی طرح جو کھانے کو مل جاتا کھا لیتے۔ ایمان کی وجہ سے شکستگی اور خستگی آپ پر نمایاں تھی۔ آپ نے عمامہ اور لباس میں، چال ڈھال میں، نشست و برخاست میں، کسی بھی تکلف و تصنع سے کبھی کام نہ لیا۔ کبھی بھی شوق سے کسی خاص لباس کی خواہش نہیں کی۔ آپ کے گھر والے حسبِ ضرورت جو لباس تیار کرا دیتے، پہن لیتے۔ لباس میلا ہو جاتا تو گھر والوں سے از خود دھونے کی فرمائش نہ کرتے۔ یہاں تک کہ اہلِ خانہ کپڑے دھلوانے کی درخواست کرتے ——— یہی حال کھانے پینے کا تھا!

کبھی یہ سنا نہیں گیا کہ آپ نے صبح و شام کھانا طلب کیا ہو۔ بسا اوقات علمی مصروفیتوں میں بھوکے ہی رہ جاتے۔ یوں بھی ہوتا کہ آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا جاتا، آپ علمی کام میں مشغولیت کی وجہ سے دھیان نہ دیتے اور یہ دیر تک وہیں رکھا رہتا۔ کھاتے تو بہت کم، پُرخوری سے ہمیشہ اجتناب کیا۔ دنیاوی لذات کا کبھی ذکر تک نہ کیا، نہ ہی ایسی گفتگو میں دلچسپی لیتے تھے۔ معیشت سے لاتعلقی رہی، کبھی اس بارے پوچھا تک نہیں۔ بس آپ کی توجہ، فکر اور گفتگو کا محور محض آخرت اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا حصول تھا۔

تواضع شنید نہیں ہے کہ آپ کے زمانہ میں آپ ایسا کوئی متواضع انسان گزرا ہو۔ ہر چھوٹے بڑے، معزز و عامی سے انکسار سے پیش آتے۔ غریب آدمی کو اپنے پاس بٹھاتے اور اس کی

عزت کرتے۔ اس کی دلجوئی کے لیے اس سے باتیں کرتے، اس کی خدمت بجا لاتے، کام کاج میں اس کا ہاتھ بٹاتے ——— ہر عذر قبول کرتے! ——— کوئی شخص آپ سے سوال کرتا تو نہ صرف یہ کہ اکتاتے نہیں تھے، بلکہ نرم مزاجی، خندہ پیشانی سے اس کی بات سنتے۔ اس وقت تک اس کے قریب ٹھہرتے، جب تک وُہ خود نہ چلا جاتا۔ اس سے کوئی ناخوشگوار بات نہ کرتے۔ لطف و انبساط کے ساتھ جواب دیتے، سمجھاتے، خطاء و صواب کی پہچان بتلاتے! آپ کی تواضع کوئی ظاہری رکھ رکھاؤ نہیں تھا، بلکہ لوگوں کی موجودگی اور عدم موجودگی میں اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے ——— اپنی مجلس اور غیر کی مجلس میں برابر متواضع ہی رہتے تھے۔

کرامات شیخ حافظ ابو حفص عمر نے کہا کہ میرے اور بعض فضلاء کے درمیان چند مسائل پر نزاع چل رہی تھی۔ اس سلسلہ میں گفتگو نے طول پکڑا اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا، تو ہم نے شیخ ابنِ تیمیہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے پاس جانے کا فیصلہ کیا۔ ہم آپ کی خدمت میں پہنچے اور اپنا سوال پیش کرنا چاہا، لیکن آپ نے از خود ہی اس مسئلہ پر گفتگو شروع کر دی جو ہمارے درمیان متنازعہ تھا۔ آپ نے علماء کے اقوال ذکر کر کے ایک قول کو دلیل کی رُو سے ترجیح دی۔ آخر کار اسی مرحلہ پر پہنچے جو ہمارے پیش نظر تھا۔ ہم اور دیگر حاضرین بھی مبہوت رہ گئے۔ جس زمانے میں مَیں آپ کی صحبت میں تھا، جب میرے دل میں کسی بحث کا کھٹکا ہوتا، آپ اس پر مختلف سوالات وارد کر کے کئی وجوہ سے ان کے جوابات دیتے تھے۔ مزید کہا کہ! یہ واقعہ مجھے شیخ صالح مقری احمد نے سنایا۔ جب میں دمشق پہنچا تو میرے پاس زادِ راہ ختم ہو چکا تھا۔ وہاں میری کسی سے جان پہچان بھی نہ تھی۔ میں حیران، گلیوں میں گھومنے لگا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ شیخ میری طرف آتے، سلام کہا، خندہ روئی سے پیش آئے اور میرے ہاتھ میں ایک تھیلی، جس میں درہم تھے، دے کر فرمایا، "آپ اس کو خرچ کریں، اور خاطر جمع رکھیں، اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔" آپ چلے گئے تو میں نے پوچھا "یہ بزرگ کون تھے؟" لوگوں نے بتایا کہ یہ ابنِ تیمیہؒ تھے۔ عجیب تر یہ کہ میرے سفرِ دمشق کا مقصد آپ سے ملاقات تھی۔ میں نے یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے بارے الہام فرمایا ہے۔ اس کے بعد جتنا عرصہ مَیں دمشق میں ٹھہرا کسی کا دستِ نگر نہیں ہوا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان انعامات سے

نوازا، جو میرے سان گمان میں بھی نہ تھے۔

مزید کہا، "مجھے شیخ عالم مقری، تقی الدین عبداللہ نے یہ واقعہ سنایا کہ جب میں سفر کر کے مصر پہنچا تو سخت بیمار تھا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے، جب شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ مصر میں تھے، میں ایک جگہ اترا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے سنا کہ کوئی میری کنیت اور نام لے کر مجھے آواز دے رہا ہے۔ میں نے کمزور آواز میں جواب دیا۔ معلوم ہوا کہ میرے پاس شیخ کے اصحاب کی ایک جماعت آئی تھی۔ میں نے پوچھا، "آپ کو اس وقت میرے یہاں آنے کا کیسے پتہ چل گیا؟ انھوں نے کہا: "ہمیں شیخ نے خبر دی تھی کہ آپ یہاں پہنچ گئے ہیں اور بیمار ہیں۔ آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم جلد از جلد آپ کو لے آئیں۔" پھر دوسری بار دمشق میں بخار اور دیگر عوارض سے سخت بیمار ہو گیا۔ مجھے پتہ چلا کہ شیخ میرے پاس آ کر سرہانے بیٹھ گئے، اور میری صحت کی دعا کی۔ مجھے فوراً افاقہ ہو گیا اور میں چلنے پھرنے لگ گیا۔

شیخ عماد الدین مقری، مطرز نے کہا: میں شیخ کی خدمت میں پہنچا اور میرے پاس اس وقت اخراجات کے لیے رقم موجود تھی۔ میں نے آپ کو سلام کہا، آپ نے جواب دیا اور مجھے خوش آمدید کہہ کر قریب بٹھایا۔ آپ نے مجھ سے یہ نہ پوچھا تھا کہ کیا تمہارے پاس رقم ہے یا نہیں؟ کچھ دنوں بعد رقم ختم ہو گئی۔ میں نے ارادہ کر لیا کہ اب میں آپ کی مجلس سے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھ کر واپس چلا جاؤں گا۔ آپ نے مجھے روک لیا اور اپنے قریب بٹھایا۔ جب سب چلے گئے اور آپ تنہا رہ گئے، تو آپ نے مجھے کچھ نقدی دی۔ آپ نے فرمایا، "اب آپ کے پاس کچھ نہیں، لہٰذا یہ قبول فرمائیں۔" مجھے اس پر بڑا تعجب ہوا۔

جب تاتاریوں نے شام پر ڈیرے ڈال دیے، اور ان کا دمشق کو فتح کرنے کا پروگرام تھا، تو دمشق کے لوگ گھبرا گئے اور مرعوب ہو گئے۔ ان کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ سے مسلمانوں کے لیے دعا کی درخواست کی۔ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور دعا کی۔ پھر فرمایا، "خوش ہو جاؤ، تین دن بعد فلاں دن اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی۔

تم بڑے بڑے سروں والوں کو دیکھو گے، جو ایک دوسرے سے بڑے ہوں گے۔ راوی کہتا ہے، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! آپ کی بات کو تین دن ہی گزرے تھے کہ آپ کے ارشاد کے مطابق ہم نے دمشق کے باہر بڑے بڑے سر والوں کو دیکھا۔

آپ بیماروں کی عیادت التزام سے فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ دمشق میں ایک نوجوان بیمار ہو گیا، آپ اس کی روزانہ عیادت فرماتے۔ ایک دن آپ اس نوجوان کے پاس آئے، اس کی صحت کے لیے دُعا کی۔ وُہ اسی وقت تندرست ہو گیا۔ پھر آپ نے اس سے فرمایا: "تم اللہ تعالیٰ سے عہد کرو کہ جلد از جلد اپنے گھر لوٹ جاؤ گے۔ کیا تمہارے لیے یہ جائز ہے کہ اپنی بیوی اور بچیوں کو ضائع ہونے کے لیے چھوڑ دو اور خود یہاں مقیم رہو؟" نوجوان نے کہا: میں نے آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا: "جناب میں اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتا ہوں!" میں آپ کے اس انکشاف پر حیران رہ گیا۔ واقعی میں اپنے اہل و عیال کو اخراجات دیے بغیر ہی آ گیا تھا، اور دمشق میں میرے حال سے کوئی واقف بھی نہیں تھا۔

ایک فاضل، مصر میں اس غرض کے لیے گیا کہ اسے وہاں عہدۂ قضا مل جائے گا۔ اس نے منصوبہ بنایا کہ جونہی میں وہاں پہنچوں گا، ایک صالح قاضی کو قتل کر دوں گا۔ جب شیخ کو اس منصوبے کا علم ہوا، تو فرمایا: "اللہ تعالیٰ اسکے اس منصوبے کو ناکام بنا دے گا۔ اور وُہ زندہ مصر میں داخل نہیں ہو گا۔"

چنانچہ یہی ہوا۔ اسے مصر میں داخل ہونے سے قبل موت نے آ لیا، اور آپ کی بات پوری ہوئی۔

حافظ ابن عبد الہادی بن قدامہ نے لکھا ہے کہ شیخ نے جب زیارتِ قبور کے لیے عدمِ شدِّ رحال کے مسئلے کا فتویٰ دیا، تو دمشق میں معروف لوگوں کی ایک جماعت اکٹھی ہوئی، اور شیخ کے بارے میں مشورہ کرنے لگے۔ ایک نے کہا، شیخ کو جلا وطن کر دیا جائے، لیکن وُہ خود جلا وطن ہو گیا۔ دوسرے نے مشورہ دیا، شیخ کی زبان کاٹ دی جائے۔ چنانچہ کہنے والے کی زبان کٹ گئی۔ ایک نے کہا، اس کو تعزیر دی جائے۔ اس تعزیر کا مشورہ دینے والے کو تعزیر دی گئی۔ ایک نے کہا، اس کو قید کر دیا جائے۔ اور وُہ خود قید کر دیا گیا۔ یہ قصہ اس

مشورہ کی محفل میں شریک ہونے والے ایک شخص نے بیان کیا ہے!

مختصر یہ کہ شیخ کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔ بیان کنندگان نے کہا، آپ کی سب سے بڑی اور ظاہر کرامت یہ ہے کہ جس نے بھی آپ سے دشمنی کی، یا زبردستی ناجائز طور پر آپ کے نقائص بیان کیے، انہی عیوب و نقائص میں وُہ خود مبتلا ہوا۔ اگرچہ اکثریت نے آپ کے دین میں ناجائز طور پر طعن کیا، تاہم یہ عجیب بات ہے (جس کی تشریح کی ضرورت نہیں) کہ کوئی صاحبِ بصیرت جس عالم کو آپ کے موافق اور آپ کا معترف پائے گا، وُہ عالم ضرور کتاب و سنّت کا عامل ہوگا۔ آخرت کا طالب اور دنیا سے اعراض کرنے والا ہوگا۔ اور جس عالم کے متعلق یہ دیکھے گا کہ وُہ آپ کا مخالف اور آپ پر طعن و عیب جوئی کرنے والا ہے، وہ سب سے بڑا دنیا دار اور بہت بڑا ریاکار ہوگا۔

شجاعت و جہاد شجاعت و جہاد آپ کا سب سے عظیم وصف ہے۔ جیسا کہ حافظ سراج الدین ابوحفص نے آپ کے مناقب میں بیان کیا ہے، آپ بہت بڑے شجاع اور مضبوط دل والے تھے۔ آپ سے زیادہ مضبوط دل کا مالک، اور دشمن کے ساتھ جہاد میں آپ سے عظیم تر میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ آپ اللہ کی راہ میں اپنے دل، زبان اور ہاتھ سے مسلسل جہاد میں مصروف رہے اور اس بارے میں کسی بھی ملامت گر کی پرواہ نہیں کی۔

مجھے بہت سے لوگوں نے بتایا کہ شیخ صاحب جہاد کے لیے مسلمانوں کے لشکر میں ہوتے اور دیکھتے کہ کچھ لوگ کم ہمت ہو رہے ہیں، تو ان کو جرأت و بہادری پر ابھارتے۔ انہیں جنت و فتح کی خوشخبری دیتے، انہیں غنیمت اور نصرتِ الٰہی کا ربانی وعدہ یاد دلاتے، اور ان کے سامنے جہاد اور مجاہدین کے فضائل بیان فرماتے۔ جب گھوڑے پر سوار ہوتے تو سب سے بڑے بہادر کی طرح دشمنوں کی صفوں میں گھومتے اور سب سے بڑے شہسوار کی طرح ثابت قدم رہتے۔ آپ دلیری سے اچانک حملہ کر کے دشمن کو قتل و زخمی کر کے زبردست نقصان پہنچاتے، اور اس کی صفوں میں موت سے نہ ڈرنے والے شخص کی طرح گھس جاتے۔ عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ عکّہ شہر کی فتح میں بہادری کے وُہ کارنامے دکھائے کہ بیان سے باہر ہیں۔ بتوفیقِ الٰہی آپ نے اپنے حسنِ نظر، مشورے اور عمل سے مسلمانوں کو بزور اس کا حکمران بنا دیا۔

جب سلطان ابنِ قازان دمشق پر حکمران بنا تو اس کے پاس شاہِ کرد آیا۔ اس نے قیمتی تحفے تحائف اور بہت سا مال دے کر بادشاہ کو ساتھ ملانے کی کوشش کی۔ اس کی اطلاع شیخ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کو ہوئی تو فوراً پورے جوش کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ مسلمانوں کو شجاعت و بہادری پر ابھارا اور دلیری کی رغبت دلائی کہ اس کے نتیجہ میں انھیں نصر، فتح وظفر، امن نصیب ہوگا اور خوف کا خاتمہ ہوگا۔ اس پر ایک مؤثر آدمی نے نمائندگی کی حامی بھری۔ چنانچہ ایک وفد اس کی قیادت میں سلطان قازان سے ملاقات کے لیے روانہ ہوا۔ وفد میں آپ بھی شامل تھے۔ جب سلطان نے آپ کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر ہیبت اور رعب طاری کر دیا۔ اس نے آپ کو اپنے قریب بٹھایا تو آپ نے شاہِ کرد کے منصوبے کے خلاف اثر ڈالنے کے لیے گفتگو شروع کر دی۔ بادشاہ کو مسلمانوں کے خون کی حرمت بتلائی، اور اس کو ضروری نصیحت کی۔ اس نے آپ کی بات بخوشی تسلیم کر لی۔ یوں بحمداللہ مسلمانوں کے خون، اموال اور اولادیں آپ کی کوشش سے محفوظ رہیں۔

شیخ کمال الدینؒ ابن الانجا نے فرمایا: میں شیخؒ کے پاس موجود تھا، جب آپ نے شاہِ تاتار سے گفتگو فرمائی۔ آپ نے سلطان کے سامنے آیاتِ قرآنی اور احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عدل و انصاف کے موضوع پر پڑھنی اور بیان کرنی شروع کیں۔ آپ کی آواز سلطان کے سامنے بلند ہوتی جا رہی تھی، اور عالم جوش میں اس کے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کا گھٹنا سلطان کے گھٹنے کے ساتھ ملنے کے قریب ہو گیا۔ اس کے باوجود سلطان ہمہ تن گوش رہا اور آپ کی گفتگو سنتا رہا۔ اس کی نظر آپ پر تھی، کسی دوسری طرف اس کی توجہ نہ تھی۔ سلطان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے بیک وقت محبت اور دہشت ڈال دی تھی۔ اس نے پوچھا، یہ شیخ کون ہیں؟ میں نے اس جگرے اور مضبوط دل کا آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ اس کی گفتگو دل و دماغ پر پوری طرح اثر انداز ہو رہی ہے، اور میں کسی کے سامنے اس قدر بے بس کبھی نہیں ہوا!" اس پر سلطان کو بتلایا گیا کہ آپ علم و عمل میں کس بلند مرتبہ کے حامل ہیں۔

آپ نے ترجمان کے ذریعے سلطانِ قازان سے کہا: "اے قازان! تیرا دعویٰ ہے کہ تُو مسلمان ہے۔ ہماری اطلاع کے مطابق تیرے ساتھ قاضی، شیخ، امام اور مؤذن بھی ہیں،

لیکن تو نے ہمارے ساتھ لڑائی کی۔ تیرے باپ دادا نے کافر ہونے کے باوجود وہ نہ کیا، جو تو نے کیا۔ تیرے باپ دادا نے عہد کیا، تو اس کو پورا کیا۔ مگر تو نے عہد کر کے اس کو توڑ دیا۔ تو نے جو باتیں کیں، ان کو پورا نہ کیا ــــ تو ظلم و جور کا مرتکب ہوا ہے۔"

آپ یہ تقریر کر کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ اپنی خلوص نیتی اور مسلمانوں کی خونریزی روکنے کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دینے کے سبب نہایت معزز و مکرم واپس تشریف لائے۔ جس کے نتیجہ میں مسلمان قیدیوں کو ان کے ہاتھوں سے رہائی ملی، وہ اپنے گھروں کو چلے گئے اور ان کے گھر بار اور بیوی بچے محفوظ ہو گئے ــــ آپ نے جس مقصد کے لیے ملاقات کی تھی، وہ پورا ہوا۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بہادری و جرأت اور شجاعت کے کس بلند ترین مقام پر فائز تھے۔ شیخ فرمایا کرتے تھے: "آدمی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے ہرگز نہ ڈرے۔ اگر ڈرے گا تو اس کا دل بیمار ہو گا۔ ایک شخص نے امام احمد بن حنبلؒ سے شکایت کی کہ میں حکمران سے ڈرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: "تیرا دل بیمار ہے۔ اگر وہ صحت مند ہوتا، تو وہ کسی سے نہ ڈرتا۔"

قاضی القضاۃ ابو العباس نے بتایا، جب ارکانِ وفد سلطان قازان کی مجلس میں حاضر ہوئے، دستر خوان چنا گیا تو ابن تیمیہؒ کے سوا سب نے کھانا کھایا۔ پوچھا گیا: "آپ کھانا کیوں نہیں کھاتے؟" آپ نے فرمایا:

" اے سلطان تیرا کھانا میں کس طرح کھا سکتا ہوں؟ جبکہ سارا کھانا لوگوں کی بکریوں کو لوٹ کر اور لوگوں کے درختوں کو ناجائز کاٹ کر تیار کیا گیا ہے۔" پھر قازان نے آپ سے دعا کی درخواست کی، آپ نے یوں دعا کی: "اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ ہے، کہ اس نے تیرا کلمہ بلند کرنے کے لیے تیری راہ میں جہاد کیا ہے تو پھر اس کو تائید و نصرت سے نواز دے اور اگر اس کی لڑائی بادشاہی، حصولِ دنیا اور مال و دولت میں اضافے کی خاطر ہے تو پھر اس کے ساتھ وہی سلوک کر، جس کا یہ حق دار ہے۔" آپ یہ دعا کر رہے تھے، اور سلطان آمین کہہ رہا تھا۔ ہم اپنے کپڑے سمیٹ رہے تھے کہ آپ کی گردن اڑا دی جائے گی اور

خون کے چھینٹے ہمارے لباس پر پڑیں گے۔ جب ہم باہر نکل آئے تو ہم نے آپ سے کہا: "آپ نے تو ہمیں بھی اپنے ساتھ ہلاک کرا دینا چاہا تھا۔ اب آپ جائیں، ہم آپ کے ساتھ نہیں جائیں گے۔" فرمایا: "نہ سہی میں بھی تمہارا ساتھ پسند نہیں کرتا۔" ہم سب چلے آئے، آپ پیچھے رہ گئے۔ امام صاحب کا یہ کارنامہ سن کر عورتیں اور مرد دُور دراز کے علاقوں سے جمع ہوئے اور آپ کا استقبال کیا۔ جب آپ شہر میں داخل ہوئے، تو تین سو گھڑ سوار آپ کے ہمرکاب تھے۔ ادھر ہم جب امام صاحب سے الگ ہو کر آگے بڑھے تو رہزنوں کی ایک جماعت کی زد میں آ گئے۔ انہوں نے ہمیں یُوں بُری طرح لوٹا کہ کپڑے تک اتروا لیے۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ آپ نے سلطان کی لڑائی کی حجت کو کس طرح کاٹا، اور اپنے آپ کو خطرے میں ڈالا۔ جبکہ ان ظالموں کی تلواریں سمندروں کی لہروں کی طرح خون بہا رہی تھیں۔ یہانتک کہ آپ سلطان محمود قازان کے پاس گئے۔ گویا شیر کے گھر جا کر اس کو لگام دی۔ آپ اس کے سامنے بیٹھے، اس کے سینے کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے رہے، اس سے رُو دَر رُو گفتگو کی، اور اس کے سامنے اس کی مخالفت کی۔ جب اس نے دُعاء کی درخواست کی، تو آپ نے ایک انصاف پسند انسان کی طرح دعاء کی، جس کا اکثر حصہ بد دعاء پر مشتمل تھا۔ اس مشکل اور ناخوشگوار ملاقات کے باوجود آپ قازان اور مغلوں کے دلوں میں اس زمانے کے بلند مرتبہ علماء سے بڑھ کر محترم تھے۔ یہ اس لیے کہ آپ کا اس سے کوئی دنیاوی مفاد وابستہ نہ تھا۔ بلکہ آپ کا جہاد اللہ تعالیٰ کی راہ میں تھا۔ بہت سے جنگی میدانوں میں آپ نے کارہائے نمایاں انجام دیے، اور کئی قسم کے مذہبی گروہوں کے ساتھ بذاتِ خود مقابلے کیے۔ تلواروں کی چمک کا غضبناک ہو کر مقابلہ کیا، نیزوں کی انیاں تیز رکھیں۔ مختلف قسم کے سخت جھگڑالو لوگوں کے جھگڑوں کو اپنی زبان کی طاقت سے نپٹا دیا، یا اپنے نیزوں کی چمک سے ان کو جلا وطن کر دیا۔ قازان، قطلوشاہ بولائے کے ساتھ کئی معاملات چلتے رہے، ملاقاتوں کے کئی دور ہوئے۔ ان سب میں محض اللہ تعالیٰ کی خاطر کھڑے ہوئے۔ ہمیشہ سچ کہا، اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرے!

سنہ۷۰۰ھ میں تاتاریوں نے قازان کی زیرِ کمان شام کو فتح کر کے مسلمانوں پر غلبہ حاصل

کرنے کے لیے یورش کی۔ امام صاحب ڈاک سواری پر سوار ہو کر تیزی کے ساتھ لوگوں کے ہمراہ گیارہ جمادی الاولیٰ کو قاہرہ پہنچے، تاکہ مصری لشکر کی کمک حاصل کر سکیں۔ آپ نے ارکانِ حکومت کے ساتھ مجلس کی، اور ان کو جہاد پر ابھارا۔ ان کے سامنے آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویؐ پڑھیں۔ ان کو وُہ ثواب بتایا، جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ اس سے عمائدینِ حکومت کو استقامت ملی، ان کی ہمتیں بندھ گئیں (اس سے قبل انہوں نے آپ کے سامنے سردی اور بارش کا عذر پیش کیا تھا) چنانچہ غازیوں میں اعلان کر دیا گیا، اور جہاد کا عزم و پروگرام یوں مضبوطی سے تیار کیا کہ لوگ آپ کی تعظیم و تکریم کرنے لگے۔ شہر کی ممتاز شخصیات آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہونے لگیں (اسی سال امام ابنِ دقیق العید نے آپ سے ملاقات کی) پھر اسی جمادی الاولیٰ کی ستائیسویں تاریخ کو ڈاک سواری پر تیزی کے ساتھ دمشق پہنچ گئے۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے دشمن پر سخت برفباری اور ژالہ باری کی نیز سخت سردی، تیز آندھی اور تلملا دینے والی بھوک میں مبتلا کر دیا، جو انسانی اندازے سے باہر اور صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں تھی۔ قازان اور اس کا لشکر سخت مصائب کا شکار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و ہلاک کیا، اور وُہ ناکام و نامراد، شکست خوردہ واپس بھاگ گئے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے مغلوں، کردوں، فارسیوں اور نئے عربوں میں (جو آپس میں حلیف تھے) دشمنی اور عداوت ڈال دی۔ جس طرح کہ غزوۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے قریش، غطفان اور یہود میں دشمنی اور عداوت ڈال دی تھی۔ شیخ نے مصر میں ایک طویل خط روانہ کیا۔ جس میں فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کیا اور مسلمان تیار ہو گئے تو بدر کے طور پر اللہ تعالیٰ نے دشمن کا منہ پھیر دیا۔ اور یہ اس بات کا اظہار تھا کہ نیتِ خالصہ اور ہمتِ صادقہ وہ خوبیاں ہیں، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنی نصرت نازل فرماتا ہے — اگرچہ عمل کی نوبت ابھی نہ آئی ہو، اور فوج اور مجاہدین دور دراز کے علاقوں میں ہوں!"

شیخ کی شجاعت کے واقعات جو ۲۰۷ھ میں شقحب اور کسروان کی جنگوں کے میدانوں میں پیش آئے، ایسے ہیں کہ صرف عظیم اور بڑے بڑے بہادر سرداروں کے بارے میں سنے گئے ہیں۔ آپ خود سپاہی بن کر دشمنوں سے لڑتے۔ اور ہتھیار پہن کر ہاتھ میں تلوار و نیزہ

بیلیے لوگوں کو ثابت قدمی اور بہادری کی ترغیب دیتے۔ انہیں نصرتِ الٰہی کا وعدہ یاد دلاتے اور غنیمت کی بشارت دیتے۔ آپ ڈاک سواری پر مہنی بن علیسٰی کے پاس تشریف لے گئے، اور اس کو میدانِ جنگ میں کھینچ لائے۔ پھر سلطان کے پاس گئے، اور اس کو میدانِ جنگ میں لانے کی کوشش کی۔ اس سے اس موقعہ پر تند و تیز گفتگو بھی ہوئی۔ نیز آپ نے امراء و عساکر سے خطاب کیا۔ جب سلطان ناصر دشمن کے مقابلے میں لشکرِ اسلام لے کر آیا، تو امام صاحب برابر اُس کو حوصلہ دلاتے رہے، اور بہادری اور ثابت قدمی کی ترغیب دیتے رہے۔ جب سلطان نے تاتاریوں کی کثرت دیکھی اور نعرہ لگایا: "یا خالد بن الولید!" (اے خالد بن ولید میری مدد کو پہنچو) تو امام صاحب نے سلطان کو فوراً ٹوکا۔ اور فرمایا: یوں مت کہیے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور استغاثہ کیجئے۔ اس اکیلے سے مدد چاہیے۔ وہ آپ کا رب ہے، لہٰذا یوں کہیے: "یا مالك یوم الدین۔ ایاك نعبد و ایاك نستعین!" (اے روزِ جزاء کے مالک، ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں!) پھر آپ کبھی خلیفہ کی طرف متوجہ ہوتے، اور کبھی سلطان کی طرف۔ ان کو ہدایات دیتے، ان کو مسلسل گرماتے اور جوش دلاتے رہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آگئی اور فتح حاصل ہوگئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے سلطان سے کہا: "ثابت قدم رہیے، فتح آپ کی ہوگی۔" بعض امراء نے شیخ سے کہا:—— "ان شاء اللہ تو کہہ لیجیے!" فرمایا: "میں ان شاء اللہ تحقیقاً کہتا ہوں، تعلیقاً نہیں۔" پھر وہی ہوا، جو آپ نے فرمایا تھا!

امراء کے ایک دربان نے یہ واقعہ بیان کیا، جنگ کے دن آپ نے مجھے فرمایا (حالانکہ دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوچکی تھی): "اے فلاں! مجھے موت کی جگہ کھڑا کرو۔" وُہ کہتا ہے، میں آپ کو دشمن کے سامنے لے گیا۔ دشمن ڈھلوان سے تیزی کے ساتھ نیچے اتر رہے تھے، اور ان کا اسلحہ غبار کے نیچے سے مکمل چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ میں نے امام صاحب سے کہا: "یہ ہے موت کی جگہ، جو آپ کرنا چاہیں کیجئے!" وُہ کہتا ہے، آپ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہے۔ دیر تک کچھ پڑھتے رہے، پھر آپ جوش میں آگئے اور بجلی کی سی تیزی کے ساتھ لڑائی میں کود پڑے۔ لوگوں نے کہا: "آپ نے دشمن کے لیے بددعاء کی ہے،

اور وُہ قبول ہو چکی ہے۔" پھر آپ کے اور ہمارے درمیان لڑائی اور قتل و غارت حائل ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے آپ کو اس وقت دیکھا، جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح و نصرت سے نواز دیا اور لشکرِ اسلام دمشق میں داخل ہو چکا تھا۔ شیخ اپنے اصحاب کے ساتھ مسلّح حالت میں تھے۔ اللہ کا کلمہ بلند ہو چکا تھا۔ آپ کی دُعا، قبول ہو چکی تھی! اس کے باوجود آپ تعریف کرنے والوں سے کہہ رہے تھے کہ" بھائی! میں امت کا ایک فرد ہوں، میں حکومت کا آدمی نہیں ہوں۔" آپ کا ایک ساتھی یہ واقعہ اور مسلمان لشکر کی فتح کا ذکر کر کے کہتا ہے:
"سبھی لوگ شیخ تقی الدین کی تعظیم و محبت پر متفق تھے۔ سب کو آپ کی گفتگو، نصیحت سننے پر اتفاق تھا۔ وُہ آپ کے مواعظ سے متاثر تھے۔ شام میں جو کوئی ترکی یا عربی موجود تھا اس نے شیخ سے ملاقات کی۔ اور آپ کی صلاحیت، نیز اللہ و رسولؐ سے محبّت، اور مومنوں کے ساتھ آپ کی خیر خواہی کا معترف ہو گیا۔"

اہلِ جبل کی سرکوبی امام صاحب نے تاتاری فتنے کو فرو کرنے کے بعد کسروان کے اہلِ جبل کی سرکوبی کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ اس سلسلے میں آپ نے شام کے اطراف میں خطوط لکھے، جن میں اہلِ جبل کے ساتھ جنگ کو جہاد فی سبیل اللہ قرار دیتے ہوئے لوگوں کو ان کے خلاف جنگ کے لیے ابھارا۔ پھر آپ نائب المملکت ولی عہد کی ہمراہی میں کوہستانِ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ ولی عہد کے ساتھ آپ ان کا مسلسل محاصرہ کئے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے کوہستان کی فتح سے نوازا اور وہاں کے رہنے والوں کو جلا وطن کیا۔ کسروانیوں کی طرف آپ ذوالحجہ ۷۰۴ھ کے ابتدائی ایام میں روانہ ہوئے تھے۔

آپ نے عصمتِ علی کے دعوے میں روافض کے شیوخ کا رد کیا، اور فرمایا "حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بعض واقعاتی مسائل میں اختلاف کیا۔ دونوں نے فتوے دیے۔ دونوں بزرگوں کے یہ فتوے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیے گئے، تو آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی تصویب فرمائی۔"

پھر شیخ نے سلطان کو خط لکھا، جس میں اہلِ جبل پر فتح پانے کی خوش خبری دی۔ نیز ان کے غلط سلط عقائد بھی اس خط میں تحریر کیے کہ: "اہلِ جبل رافضی ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

نیز ایسے شخص کے کفر کا عقیدہ رکھتے ہیں، جو صحابہ کرامؓ کو پسند کرے۔ متعہ کو حرام سمجھے یا موزوں پر مسح کرے۔ نہ وہ نماز اور روزہ مانتے ہیں، نہ دوزخ اور جنت کے قائل ہیں۔ وُہ خون، مردار، خنزیر کے گوشت کو حرام نہیں سمجھتے۔ یہ حاکمیہ، اسماعیلیہ، نصیریہ، اور باطلیہ فرقوں پر مشتمل ہیں، جو یہود و نصاریٰ سے بھی بڑے کافر ہیں۔

پھر فرمایا: "اس فتح کے مثبت نتائج حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ فسادیوں کے خاتمے کے لیے ایسے دینی مشائخ وہاں مقرر کیے جائیں، جو اُن کو نماز پڑھائیں۔ دمشق، صعد، طرابلس، حمص، حماۃ، حلب کے آس پاس ان کی بستیوں کی طرف پہنچا جائے، اور وہاں اسلام کے شرائع مثلاً جمعہ، جماعت، قراءتِ قرآن نافذ کیے جائیں۔ ان کے لیے خطباء اور مؤذن مقرر کیے جائیں۔ ان میں احادیثِ نبوئیہ پڑھی جائیں۔ نیز یہاں اسلام کے معالم اور شعائر بکثرت ہوں۔" اس طویل خط میں سلطان کو ان کے خلاف برانگیختہ کرتے ہوئے فرمایا: "ان کے ساتھ قتال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کی سیرت کی اقتداء میں کیا جائے، جس طرح انہوں نے حروریہ کے ساتھ (جو دین سے نکل گئے تھے) جنگ کی تھی۔ ان کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم اور ان کی صفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بتواتر مروی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا: (ترجمہ) "تم ان کی نماز کے مقابلے میں اپنی نماز کو، ان کے روزے کے مقابلے میں اپنے روزے کو، اور ان کی قراءتِ قرآن کے مقابلے میں اپنی قراءتِ قرآن کو حقیر جانو گے۔ وُہ قرآن پڑھیں گے، لیکن وُہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وُہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے، جس طرح شکار سے تیر نکل جاتا ہے۔ اگر میں ان کو اپنی زندگی میں پاؤں تو انھیں قوم عاد کی طرح قتلِ عام کر کے تباہ کر دوں گا۔ کاش ان سے لڑنے والوں کو (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے پتہ چل جائے کہ ان کو کتنا اجر ملے گا! یہ لوگ اہلِ اسلام سے قتال کریں گے، اور اہلِ اوثان کو چھوڑ دیں گے۔ قرآن کی قراءت کو اپنے لیے اجر خیال کریں گے، حالانکہ وُہ ان کے لیے گناہ کا باعث ہوگا۔ آسمان کے نیچے وُہ بدترین قسم کے مقتول ہوں گے۔ اور جن کو وُہ قتل کریں گے، وہ بہترین مقتول ہوں گے۔"

امام صاحب، دین کی نصرت اور اظہارِ حق ایسے قطعی دلائل کے ساتھ کرتے تھے، جن کی

کاٹ تلوار سے سوا تھی۔ صبح کی روشنی سے زیادہ روشن تھے، نیزوں کے نشانوں سے بڑے زخم کرنے والے تھے۔ جب کبھی کسی حادثہ یا واقعہ میں آپ سامنے آکھڑے ہوتے تھے، تو کندھوں سے زرہیں پھٹ جاتی تھیں، اور کڑیاں بکھر جاتی تھیں۔ چنگیز خان کے بادشاہوں نے آپ کے لیے جاسوس بھیجے۔ جب انہوں نے سلطان ناصر الدین اللہ کو خفیہ رپورٹیں دیں تو سلطان نے امام صاحب کو بلا کر آپ سے گفتگو کی۔ اور کہا: "مجھے خبر ملی ہے کہ بہت سے لوگ آپ کے زیرِ فرمان ہیں، اور آپ کا پروگرام حکومت حاصل کرنے کا ہے۔" آپ نے اس سے کوئی گھبراہٹ محسوس نہیں کی، بلکہ نہایت اطمینان کے ساتھ جواب دیا، جس کو اکثر حاضرین نے سنا کہ: "ہاں میں حکومت چاہتا ہوں۔ اللہ کی قسم آپ کی اور مغلوں کی حکومت تو میرے نزدیک ایک پیسے کے برابر بھی نہیں ہے۔" سلطان سمجھتا تھا کہ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، اس لیے وُہ مسکرایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں آپ کی ہیبت اور دہشت بٹھا دی۔ اس نے کہا: "واللہ! آپ سچے ہیں۔ جس نے مجھے خفیہ رپورٹ دی ہے، وُہ کاذب ہے۔" سلطان کے دل میں آپ کی دینی محبت جاگزیں ہو چکی تھی۔ اگر یہ نہ ہوتی تو وُہ آپ کے خلاف اُن بہت سے لوگوں کی جھوٹی رپورٹوں اور بہتان طرازی کی وجہ سے آپ کا کام تمام کر چکا ہوتا، جو بظاہر ثقہ نظر آتے تھے لیکن ان کے دلوں میں فسق اور جہالت بھری ہوئی تھی۔

ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا تمسّک بالکتاب والسّنّة

شیخ، امام، عالم، عاملِ یگانہ، فاضل حافظ سراج الدین ابو حفص عمر بن علی بن موسی البزار رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "شیخ تقی الدین ابنِ تیمیہؒ اپنے زمانے کی حق پر ثابت قدمی، مضبوطی اور توحیدِ حق کی حقانیت پر پختگی میں عظیم ترین ہستی تھے۔ کسی ملامت گر کی ملامت، کسی کہنے والے کی بات آپ پر اثر انداز نہیں ہوتی تھی۔ اور نہ ہی کسی مدعی کی حجت بازی کی وجہ سے حق سے باز آتے تھے۔ بلکہ جب آپ کے سامنے حق واضح ہو جاتا، تو اس کو اپنے دانتوں کے ساتھ مضبوط پکڑ لیتے تھے۔ اللہ کی قسم! میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو رسولِ اکرم ﷺ کی اتباع اور تعظیم کرنے والا نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ آپ جب کسی مسئلے میں حدیث بیان کرتے

اور دیکھتے کہ اس کی ناسخ کوئی دوسری حدیث نہیں ہے، تو اس پر خود عمل پیرا ہوتے، اس کے مطابق فتوائے دیتے، اور اس بارے میں مخلوق میں سے کسی بڑے چھوٹے کی بات کیطرف التفات نہیں فرماتے تھے۔" اور یہ بھی کہا:" جب کوئی منصف آپ کو عدل کی نگاہ سے دیکھے گا، تو وُہ آپ کو کتاب وسنّت کے ساتھ کھڑا پائے گا۔ وُہ دیکھے گا کہ کسی بڑے سے بڑے کی بات بھی آپ کو دوسری طرف مائل نہیں کرسکی۔ کتاب وسنّت کے علم پر عمل کرنے میں کسی اور طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتے۔ آپ کسی امیر، بادشاہ کے کوڑے اور تلوار سے نہیں ڈرتے تھے، اور کتاب وسنّت سے کسی کے قول کی خاطر نہیں ہٹتے تھے۔۔ کتاب وسنّت کی مضبوط رسی کے ساتھ متمسک رہتے تھے، اس کے پابند اور اسی پر خوش تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل پیرا تھے:

"فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ۔ الآیۃ" (النّسآء: ۵۹)

کہ " اگر کسی چیز کے بارے تم میں نزاع پیدا ہو، تو اسے اللہ اور رسولؐ کی طرف لوٹا دو۔"

نیز:

" وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۔" (الشوریٰ: ۱۰)

" اگر تمہارا کسی چیز میں اختلاف ہو جائے، تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔"

ایک طویل عرصہ تک کتاب وسنّت کی کثرت سے متابعت، ان کے معانی کو گہری نظر سے تلاش کرنے، اور ان پر عمل کرنے میں جو شہرت آپ کو ملی، وُہ کسی اور کو نہیں ملی۔ اسی لیے آپ علماء کے اقوال میں سے اس قول کے مطابق فتوائے دیتے تھے، جو کتاب وسنّت کے زیادہ موافق ہوتا۔ آپ کوشش کرتے کہ جو قول معقول ومنقول کے لحاظ سے حق کو زیادہ واضح کرتا ہو، اسی کو اختیار کریں۔ آپ کا یہ طریقہ واضح ومشہور ہے اور آپ نے اپنی ہر تصنیف و تالیف، منصوص مسئلے اور فتوے میں اسی مسلک کو اختیار کیا ہے، جس کو عقلی اور نقلی دلیل ترجیح دے۔ آپ صرف قولِ حق کی تلاش کرتے تھے، اور دعویٰ پر ایسی دلیل و برہان قائم کرتے جو قطعی، واضح اور ظاہر ہوتی۔ جب اسے ایک فطرتِ سلیم رکھنے والا سنتا تو اس کا دل اس پر مطمئن اور خوش

ہوجاتا۔ اسے یقین ہو جاتا کہ یہی حق مبین ہے۔

امام صاحب کی سب کتابوں اور تحریروں سے یہ نظر آتا ہے کہ جب ان کے نزدیک حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو اسی کو اختیار کرتے، اسی کے مطابق عمل کرتے، اور اسی کو ہر عالم اور مجتہد کے قول سے مقدم رکھتے۔ یہی قول آپ سے پہلے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا تھا کہ " اذا صحّ الحدیث فھو مذھبی " کہ " جب صحیح حدیث مل جائے، تو وہی میرا مذہب ہے "۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر حدیثِ صحیح کی پیروی کا احسان و انعام کیا تو آپ نے اپنے اہلِ زمانہ پر اس کو حجت کے طور پر پیش کیا۔ یہاں تک کہ دور دراز علاقوں سے لوگ اختلافی مسائل اور جھگڑوں میں آپ سے فتوے لیتے تھے۔ اور جن مسائل میں شکوک و شبہات ہوتے، ان کے تصفیہ کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ آپ ان کو درست اور سیدھا جواب دیتے، اور متعدد علماء کے اقوال سے اسے مبرہن فرماتے تھے۔ جب کسی صاحبِ بصیرت اور حق کے متلاشی کو اس کی خبر ہوتی، تو اسے یقین کے ساتھ قبول کرتا — اس کے معانی و مدلول کا حق ہونا اس پر واضح ہو جاتا!

ابنِ تیمیہؒ کی آزمائش اور طریقِ سلف کے ساتھ تمسّک

اس دنیا میں شاید ہی کوئی متدین، صاحبِ فضل ایسا گزرا ہو گا، جس کو مصائب و آلام میں مبتلا نہ کیا گیا ہو، اور جو سختیوں کی بھٹی میں تپایا نہ گیا ہو۔ ایسے لوگ کبھی بھی مداہنت کا شکار نہیں ہوتے۔ مشہور مقولہ ہے: " ما ترك من صدیق لعمر " کہ " حق نے عمر کا کوئی دوست نہیں رہنے دیا! " — اور سفیان ثوریؒ نے فرمایا:

" جب تم دیکھو کہ ایک شخص کی تعریف اس کے ہمسائے کرتے ہیں، تو سمجھ لو کہ وہ شخص مداہن ہے "۔

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور امام بخاری (رحمہم اللہ) جن مصیبتوں اور آزمائشوں سے دوچار ہوئے، وہ مشہور ہیں۔ ہم نے یہ واقعات اپنی کتاب " تنویر بصائر المقلدین فی مناقب الائمۃ المجتہدین " میں بیان کیے ہیں۔ لوگوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ میں بہت زیادہ

عیب چینی کی ہے۔ حتیٰ کہ امام صاحب خواب میں نظر آئے، آپ سے پوچھا گیا: "اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک فرمایا؟" جواب دیا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے لوگوں کی مجھ پر عیب چینی کی وجہ سے بخش دیا ہے، جبکہ یہ عیب مجھ میں نہیں تھے۔" امام ابوحنیفہ اور امام ابن تیمیہؒ دونوں مظلوم ہیں۔ ان کو مصائب و آلام میں مبتلا کیا گیا، لوگوں نے ان کی برائیاں بیان کیں، اور آپ کو بدعات اور تجسیم میں ملوث کیا۔ حالانکہ یہ حضرات اس سے پاک اور بَری ہیں۔

ثقہ راویوں کے مطابق آپ پر پہلا ابتلاء ماہِ ربیع الاوّل ۶۹۸ھ میں "عقیدۂ حمویہ کبریٰ" کی وجہ سے پیش آیا۔ یہ درحقیقت حماۃ کے لوگوں کے ایک سوال کا جواب ہے، جو آپ نے (چھ اجزاء پر مشتمل) ظہر اور عصر کے درمیان لکھا تھا۔ اس میں آپ نے متکلمین کے مذہب کی شناعت بیان کی، اور مذہبِ سلف کو اس پر ترجیح دی تھی ــــ اس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے، اس کے رسولِ کریم ﷺ نے، مہاجرین میں سے سابقونِ اوّلون نے، اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں نے جو کچھ فرمایا ہے، اس کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا سب پر واجب ہے۔ اسی طرح صحابہؓ و تابعینؒ، جن کی ہدایت و درایت پر اجماع ہے، کے بعد ائمۂ ہدیٰ نے جو کچھ فرمایا، اس کو بھی ماننا لازم ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ امت کے بہترین لوگوں اور افضل ترین ہستیوں نے کسی مسئلے میں کمی یا زیادتی کر کے کوتاہی کی ہو۔ اور یہ بھی محال ہے کہ آپ کے صحابہؓ اور تابعینؒ کو کسی مسئلے میں حقِ مبین کا علم نہ ہو، اور وُہ اس کے قائل نہ ہوں۔ کیونکہ اس کا نتیجہ تو عدمِ علم و عدمِ قول ہے۔ حق کے خلاف اعتقاد رکھنا اور صدق کے خلاف کہنا دونوں ہی ممتنع ہیں۔ پہلی بات تو اس لیے کہ جس کے دل میں زندگی کی کوئی رمق ہو، اور علم حاصل کرنے کی ادنیٰ سی خواہش ہو، نیز عبادت کا شوق ہو تو کسی مسئلہ کے بارے میں سوال و جواب اور معرفتِ حق اس کا سب سے بڑا مقصد، سب سے بڑا مطلوب ہو گا۔ نفوسِ صحیحہ کا کسی مسئلہ کی معرفت میں جتنا زیادہ شوق ہوتا ہے، کسی اور کا نہیں ہوتا۔ اور یہ بات فطری طور پر معلوم ہے!

پھر یہ کیسے ممکن ہے، اور کیونکر اس کا تصوّر کیا جا سکتا ہے کہ "خیر القرون" کے لوگ

اس سب سے قوی اقتضا رسے لاپرواہ ہو جاتے ؟ جب کہ یہ بات کسی سخت بلید الذہن، اللہ تعالیٰ سے اعراض کرنے والے، دنیا میں بُری طرح منہمک، اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے انتہائی غافل شخص سے بھی ممکن نہیں ؟ —— چنانچہ یہ سمجھنا کہ یہ لوگ غلط اور باطل عقیدہ رکھتے تھے، کوئی سمجھدار آدمی اس کا تصوّر تک نہیں کر سکتا۔

بعض غبی قسم کے لوگ، جو سلف کے مرتبے سے نا آشنا ہیں، کہتے ہیں کہ متاخرین متقدمین کی نسبت اللہ تعالیٰ کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ، اس کے رسولِ اکرم ﷺ اور ایمانداروں کے متعلق حقیقی معرفت سے ناواقف ہے۔ یہ کہنا کہ سلف کا طریقہ زیادہ سلامتی والا ہے، اور خلف کا طریقہ زیادہ علم والا۔ زیادہ مضبوط اور زیادہ حکمت والا ہے، اس مقولے پر غور و تدبر کے بعد ہر سمجھ دار انسان اسے انتہائی جہالت بلکہ انتہائی ضلالت قرار دے گا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ سلف کا طریقہ محض قرآن و حدیث کے الفاظ پر بلا سوچے سمجھے ایمان لانا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ بے علم لوگوں کا درجہ ہوا، اور خلف کا طریقہ انواع واقسام کے مجازات کے ذریعے نصوص سے، ان کے حقائق سے ہٹ کر، استخراج ہے۔

اس ظنِ فاسد کا منطقی نتیجہ یہ اعتقاد ہے کہ صحابہؓ و تابعینؒ عام قسم کے بے علم لوگ تھے۔ اور انہیں علم باللہ میں تبحر حاصل نہیں تھا۔ نہ ہی ان کو علمِ الٰہی کے دقائق کی سمجھ تھی۔ جبکہ خلف فضلاء ان سب باتوں میں پہلوں سے سبقت لے گئے ہیں، حالانکہ یہ بیچارے خود دین کے بارے مضطرب ہیں اور اللہ تعالیٰ کی معرفت سے بالکل کورے! —— جیسا کہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں ؎

(ترجمہ) "مجھے عمر کی قسم! میں سب دانشگاہوں میں گھوما پھرا ہوں، میں نے اپنی آنکھوں سے ان سب جگہوں کو دیکھا ہے۔ مجھے یا تو ٹھوڑی پہ ہاتھ رکھے حیران شخص نظر آیا ہے، یا پھر میں نے نادم و بے چین انسان کو دیکھا ہے!" —— اور جیسا کہ ایک سردارِ متکلمین کہتا ہے ؎

نہایۃ أقدام العقول عقال   وأکثر سعی العالمین ضلال

"عقلوں کا انتہائی اقدام باندھنے کی رسی ہے، اور اکثر عالموں کی سعی گمراہی ہے۔"

وأرواحنا فی وحشۃ من جسومنا　　　وحاصل دنیانا أذی و وبال

"ہماری روحیں ہمارے جسموں میں وحشت زدہ ہیں، اور ہماری دنیا کا حاصل تکلیف اور وبال ہے!"

ولم نستفد من بحثنا طول عمرنا　　　سوی أن جمعنا فیہ قیل وقالوا

"ہم نے اپنی پوری عمر کی بحث سے کوئی استفادہ نہیں کیا، سوائے قیل وقال کے!"

ان میں سے ایک دوسرا کہتا ہے:

"میں نے طرقِ کلامیہ اور مفاہیم فلسفیہ کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اس سے کسی بیمار کو شفا نہیں ملتی، اور نہ کسی پیاسے کی تشنگی دُور ہوتی ہے۔ میرے نزدیک سب طریقوں سے زیادہ بہتر طریقہ قرآن مجید ہے! —— اثبات کے لیے پڑھیں:

۱۔ "اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ" (فاطر: ۱۰) "اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں"

۲۔ "اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی" (طٰہٰ: ۵) "رحمٰن عرش پر مستوی ہوا!"

اور نفی کے لیے پڑھیں:

۱۔ "لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ" (الشورٰی: ۱۱) "اس کی مثل کوئی چیز نہیں!"

۲۔ "وَلَا یُحِیۡطُوۡنَ بِہٖ عِلۡمًا" (طٰہٰ: ۱۱۰) "اور وُہ اس کے علم کا احاطہ نہیں کرسکتے"

—— پس جس نے میری طرح تجربہ کیا، اس کو مجھ ایسی معرفت حاصل ہوجائے گی!"

ان میں سے ایک دوسرا کہتا ہے:

"میں نے بڑے گہرے سمندروں میں غوطہ زنی کی ہے۔ میں نے اہلِ اسلام اور اسلامی علوم کو ترک کردیا جس سے انہوں نے مجھے روکا، اسی میں گھسا۔ اگر میرا رب اپنی رحمت سے مجھے نہ نوازے، تو فلاں کے لیے ویل ہے —— لو اب میں اپنی ماں کے عقیدے پر مر رہا ہوں!"

اور ایک دوسرا کہتا ہے:

"موت کے وقت اصحاب الکلام سب سے زیادہ شک وشبہ میں مبتلا ہوتے ہیں"

پھر جب ان پر حقیقتِ حال کھلی تو اُن کے پاس نہ تو علم باللہ کی حقیقت تھی اور نہ ہی اسکی

خالص معرفت کی کوئی خبر تھی ـــــ نہ ان کو اصل چیز دستیاب ہوئی اور نہ اس کا نشان ہی ملا!
اب دیکھیے کہ ان ناقص، نابینے، کمتر، اور مشکل میں پھنسے ہوئے حیران و پریشان لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کا علم ان مہاجرین و انصار میں سے سابقونِ اوّلون، اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں سے زیادہ ہو سکتا ہے کہ جو انبیاء کرامؑ کے وارث، رسل اللہ کے خلفاء، ہدایت کے جھنڈے، شبِ دیجور کے چراغ ہیں؟ جنھیں اللہ تعالیٰ نے وُہ حکمت دی ہے، جس کے ذریعے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے متبعین میں وُہ نمایاں ہو گئے ہیں۔ نیز جو حقائق کے معارف اور بواطن کا احاطہ کرنے والے ہیں!
ـــــ کیا مدعیانِ فلسفہ کے بچو نگڑے، ہندو یونان کے پیروکار ـــــ مجوسیوں، مشرکوں، گمراہ یہود و نصاریٰ کے وارث اور ان کے اشکال و اشباہ، حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے وارثوں اور اہلِ قرآن و اہلِ ایمان سے اللہ تعالیٰ کا زیادہ علم رکھنے والے ہو سکتے ہیں؟
میں نے یہ مقدمہ پہلے اس لیے پیش کیا ہے کہ جب طالب علموں کو طریقِ ہدایت کا علم ہو جائے گا، تو وُہ اس مسئلہ نیز دیگر مسائل کا علم پا سکیں گے۔"
پھر شیخ رحمہ اللہ نے لمبی گفتگو کے بعد فرمایا ہے:
" جو پُرتکلّف بات یہ متکلمین کہتے ہیں، یعنی وُہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لیے صرف اپنی عقلوں کو ذریعہ بناتے ہیں۔ اور کتاب وسنّت سے جو بات ظاہری طور پر ثابت ہے، اسے اپنی عقلوں کے قیاس کے مقتضٰی کے مطابق روک اور چھوڑ دیتے ہیں۔ تو اس صورت میں تو لوگوں کو کتاب وسنّت کے بغیر چھوڑ دینا، ان کے لیے زیادہ نفع مند اور باعثِ ہدایت ہوتا۔ بلکہ اصل دین کے لحاظ سے کتاب وسنّت کا وجود محض ضرر ہوتا! ان لوگوں کے کہنے کے مطابق حقیقتِ امر یہ ہے کہ "اے بندوں کے گروہ! اللہ کی وُہ صفات، جن کا وُہ نفیاً یا اثباتاً حقدار ہے، نیز اس کی معرفت کتاب وسنّت اور طریقِ سلف سے تلاش نہ کرو۔ بلکہ جن صفات کا اپنی عقلوں کے مطابق اسے مستحق سمجھو، ان سے اسے متصف کرو۔ چاہے یہ کتاب وسنّت سے ثابت ہوں یا نہ! ـــــ اسی طرح جن صفات کا تمہاری عقلوں کے مطابق وُہ اہل نہیں، اس کی وُہ صفات بیان نہ کرو!" ان کے ایک گروہ نے صراحت کی ہے کہ "کتاب اللہ

اللہ تعالیٰ کی معرفت نہیں کرواتی۔ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بھیجنے والے کی صفات کی تعلیم دینے سے معزول ہو چکے ہیں"۔ ــــ اس کے بعد شیخ نے طویل گفتگو کی ہے!

پھر فرمایا: "اے سبحان اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر ایک مرتبہ بھی نہیں فرمایا، نہ ہی سلفِ امت میں سے کسی نے یہ کہا ہے کہ آیات و احادیث سے جو ثابت ہوتا ہے، اس پر عقیدہ نہ رکھو۔ ہاں بلکہ اپنے قیاسات کے مطابق عقائد اختیار کرو۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آپؐ کی امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، اس آئندہ ہونے والی بات کا آپؐ کو علم تھا۔ نیز فرمایا:

" انی تارك فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلّوا کتاب اللہ"!

یعنی "مَیں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں، اگر اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے"!

پھر فرقہ ناجیہ کی یہ صفت بیان فرمائی: " ھی من کان علی مثل ما انا علیہ الیوم واصحابی "۔ کہ " وُہ اس دین پر ہوگا، جس پر آج میں اور میرے صحابہؓ ہیں "

آپؐ نے یہ کیوں نہ فرمایا کہ: " جس نے عقیدہ میں ظاہر کتاب کے ساتھ تمسک کیا وُہ گمراہ ہے۔ اور ہدایت تمہارے وُہ عقلی ڈھکوسلے ہیں، جو تین صدیوں بعد تمہارے متکلمین بیان کریں؟"

یہ عقیدہ عصرِ تابعین کے اواخر ہی میں بال و پر نکالنے لگا تھا، اور اس کی اصل بنیاد صفات کی تعطیل ہے۔ جو یہود و نصارٰی کے شاگردوں سے ماخوذ ہے۔ وُہ پہلا شخص کہ اسلام میں جس نے یہ کہا، جعد بن درہم ہے۔ اس سے اسے جہم بن صفوان نے لیا۔ جعد نے اسے ابان بن سمعان سے لیا تھا۔ ابان نے طالوت سے، اور طالوت نے اسے اپنے خالو لبید بن اعصم یہودی جادوگر سے لیا، جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا"! ــــ پھر فرمایا:

" وہ قول، جو اس پورے مسئلہ کو شامل ہے، یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان صفات سے بیان کیا جائے، جو اس نے خود بیان فرمائی ہیں، یا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سابقونِ اوّلون نے

بیان فرمائی ہیں۔ ان میں قرآن وحدیث سے تجاوز نہ کیا جائے ـــــ سلف کا یہی مذہب ہے! ـــــ وُہ اسے بغیر کسی تحریف وتعطیل اور بغیر کسی تکییف وتمثیل کے بیان کرتے ہیں۔"

پھر شیخ رحمہ اللہ نے نہایت مفید جملے اور جامع اصول، نیز سلف امت سے بہت سی عبارات نقل فرمائی ہیں، جن سے صفات کا اثبات اور جہمیہ کا رد ہوتا ہے۔ پھر آخر میں فرمایا ہے:

"جامع بات یہ ہے کہ صفات کی آیات واحادیث کے مطابق ان کی ممکن اقسام چھ ہیں۔ ہر قسم کو اہلِ قبلہ کا ایک گروہ مانتا ہے۔ پہلی دو قسمیں وہ ہیں، جو کہتے ہیں کہ صفات اپنے ظاہر پر ہیں۔ دوسری دو قسمیں وُہ ہیں، جو اس کے خلاف کہتے ہیں۔ یعنی صفات خلافِ ظاہر ہیں۔ اور تیسری دو قسمیں وہ ہیں، جو خاموش ہیں۔ پھر پہلوں کی دو قسمیں ہیں:

۱ـــ ان میں سے ایک وہ کہ جو صفات کو ان کے ظاہر پر رکھتے ہیں، اور ان کے ظاہر کو مخلوق کی صفات کی جنس سے سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ مشبّہہ ہیں، ان کا مذہب باطل ہے ـــ سلف نے اس کا انکار کیا ہے، حق کے ساتھ اس کے رد کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

۲ـــ دوسری قسم وُہ ہے، جو صفات کو ظاہر پر جاری کرتے ہیں، لیکن اس طرح سے کہ جو اللہ تعالیٰ کے جلال کے لائق ہے۔ جیسا کہ اسمِ علیم، قدیر، رب، اللہ، اور اسی طرح کی دوسری صفات جو اپنے ظاہر پر ہیں، لیکن لائق بجلال اللہ! ـــــ ان صفات کے ظواہر مخلوق کے حق میں جوہر ہیں یا عرض ہیں۔ علم، قدرت، کلام، مشیت، رحمت، رضا، غضب، اور اسی طرح کی دوسری صفات بندے کے حق میں اعراض ہیں۔ وجہ، ید، عین، بندے کے حق میں اجسام ہیں۔

صفات ذات کی طرح ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات ایک حقیقتِ ثابتہ ہے، بغیر اس کے کہ وُہ ذواتِ مخلوقین کی جنس سے ہو۔ اسی طرح اس کی صفات ثابتہ ہیں، بغیر اس کے کہ وہ صفات مخلوقین کی جنس سے ہوں۔ معلوم ہے کہ ہر موصوف کی صفات اس کی ذات کے مناسب اور اس کی حقیقت کے موافق ہوتی ہیں۔ پھر یہ بھی معلوم ہے کہ رب تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ لہٰذا جس نے رب تعالیٰ کی صفات کو اس طرح سمجھا، جو مخلوق کے مناسب

ہوں، تو وُہ اپنی عقل اور دین میں گمراہ ہوگیا! —— ایک صاحب نے کیسی خوبصورت بات کہی ہے کہ: جب تجھے کوئی جہمی یہ کہے: "اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی کیسے ہے؟ یا وُہ سماء دُنیا میں کیسے نزول فرماتا ہے؟ یا اس کے ہاتھ کیسے ہیں؟ یا اس طرح کی اور باتیں!" تو اس سے پوچھو، "اللہ تعالیٰ فی نفسہٖ کیسا ہے؟" جب وُہ تجھے یہ جواب دے کہ "وہی جانتا ہے، وُہ کیسا ہے۔ اور کنہِ باری تعالیٰ بشر کے لیے غیر معلوم ہے۔" تو اسے بتاؤ کہ "صفت کی کیفیت کا علم موصوف کی کیفیت کے علم کے ساتھ لازم ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ موصوف کی کیفیت معلوم کیے بغیر صفت کی کیفیت معلوم کر سکیں؟ پس صفات و ذوات کا علم مجمل اور سرسری طور پر اسی طریقے سے ہو سکتا ہے، جو اس کے لائق ہے۔"

حضرت ابنِ عباسؓ سے ثابت ہے کہ دنیا میں جنت کی جو چیزیں ہیں، وُہ صرف نام کی حد تک مشابہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "لَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ۔" یعنی "کسی نفس کو معلوم نہیں کہ اس کے لیے (جنت میں) آنکھوں کی کیسی ٹھنڈک چھپائی گئی ہے!" —— اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے: "انّ فی الجنۃ ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشر۔" کہ "جنت میں ایسی نعمتیں ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں، کسی کان نے سنی نہیں اور کسی بشر کے دل میں کبھی ان کا خیال تک نہیں گزرا!" —— پس جب جنت، جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، کا حال یہ ہے تو خالق سبحانہٗ کے بارے میں کیا گمان ہو سکتا ہے؟

رُوح ہی کو لیجیے۔ ایک عقلمند انسان اس کے بارے میں لوگوں کے اضطراب و اختلاف کو جانتا ہے۔ اور یہ بھی علم میں ہے کہ اس کی کیفیت کو بیان کرنے سے نصوص تک خاموش ہیں۔ کیا اس سے ایک عقلمند انسان اللہ تعالیٰ کے بارے کلام کرنے پر غور نہیں کر سکتا؟ حالاں کہ ہمیں قطعی طور پر معلوم ہے کہ رُوح جسم کے اندر رہے ہے، جسم سے نکل کر آسمان کی طرف چڑھتی ہے اور نصوصِ صحیحہ کے مطابق جسم سے رُوح آہستہ آہستہ نکلتی ہے —— ہم مدعینِ فلسفہ اور ان سے موافقت رکھنے والوں کے غلو کی طرح اس کی تجرید میں غلو نہیں کرتے، جیسا کہ انھوں نے رُوح کے صعود و نزول، بدن کے اندر ٹھہرنے اور اس سے الگ ہونے کا انکار کیا

ہے۔ چنانچہ جب انہوں نے اس کو بدن اور اس کی صفات سے جدا دیکھا تو اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ حالانکہ روح کی بدن سے عدمِ مماثلت کی بنا پر اس کی ان صفات کی نفی نہیں ہوتی، جو خود اسی سے مطابقت رکھتی ہیں ــــ پس جب ان لوگوں نے لفظ ہی میں خطا کی، تو ان کی تشریحی گفتگو کیونکر صحیح ہو سکتی ہے ؟

رہیں وہ دو قسمیں، جو ظاہر کی نفی کرتی ہیں ــــ چنانچہ وُہ کہتے ہیں کہ صفات اپنے ظاہر کے خلاف ہیں۔ ان میں سے ایک قسم کے لوگ تو اس کی تاویل کرتے ہیں، اور مراد کو متعین کرتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ "استوٰی کا معنیٰ" استولیٰ" ہے، یا علوِ مرتبت اور قدرت ــــ یا اس کا معنیٰ عرش کے لیے اس کے نور کا ظہور ہے، یا مخلوق کی وہاں تک انتہا ہے !ــــ جبکہ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے، جو کہتے ہیں کہ اللہ ہی خوب جانتا ہے، اس سے اس کی کیا مراد ہے؛ ہاں ہمیں یہ معلوم ہے کہ اس نے ہمارے علم سے خارج صفات کا ارادہ نہیں فرمایا۔

اور وُہ دو قسمیں، جو خاموش ہیں، ان میں سے ایک قسم ایسے لوگوں کی ہے، جو کہتے ہیں: جائز ہے کہ اس کا ظاہر مراد ہو، جو اللہ تعالیٰ کے لائق ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت نہ ہو۔ یہ فقہاء وغیرہ میں سے اکثر کا طریقہ ہے۔ جبکہ ایک قسم ان لوگوں کی ہے، جو بس تلاوتِ قرآن کرتے ہیں، اور اس پر اضافہ نہیں کرتے۔ وُہ اپنے دلوں اور زبانوں کو ان تقریرات سے روکتے ہیں۔

یہ چھ اقسام ہیں، اور ممکن نہیں کہ کوئی شخص اِن چھ اقسام سے باہر ہو۔"

پھر فرمایا: "اعتدال پسند متکلمین پر، اور ان پر جو اُن کی انتہا سے رک گئے ہیں، ان لوگوں کی نسبت زیادہ خوف ہے، جو اس میں داخل ہی نہیں ہوئے۔ اس لیے کہ جو ان میں داخل ہی نہیں ہوا، وُہ عافیت میں رہا ــــ جو اس سے رُک گیا، اس نے غایت کو پہچان لیا۔ اور جو متوسط ہیں، وُہ بیچارے وہم میں مبتلا ہیں۔ یہ تقلیدی مقالات سے متاثر ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ دنیا کی اکثر خرابی کے ذمہ دار نیم متکلم، نیم فقیہ، نیم حکیم، نیم نحوی ہیں۔ نیم متکلم دین کو خراب کرتا ہے، نیم فقیہ آبادیوں کو تباہ کرتا ہے، نیم حکیم جسموں کو نقصان پہنچاتا ہے اور نیم نحوی زبان کو خراب کرتا ہے۔ متکلمین چاہے فلسفے کے مدعی ہوں یا نہ عموماً اختلاف و

تناقض کا شکار رہتے ہیں۔ ان میں سے وہی پھرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھیرا جائے۔ ذہین اور عاقل آدمی جانتا ہے کہ وہ علیٰ وجہ البصیرت بات نہیں کرتے، ان کی دلیل واضح نہیں ہوتی، اور وُہ اس شعر کے مصداق ہوتے ہیں ؎

" وہ دلائل، جن کو تُو حق سمجھتا ہے، اگر کر شیشے کی طرح کرچی کرچی ہو گئے ہیں۔ جب کہ ہر گرنے والا ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے۔"

امام شافعیؒ نے فرمایا: "اہلِ کلام کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ چھڑیوں اور جوتوں سے ان کی پٹائی کی جائے۔ اور اسی حالت میں چھوٹے بڑے قبائل میں ان کو گھمایا جائے۔ نیز واضح کیا جائے کہ جو شخص کتاب و سنّت کو ترک کر کے کلام میں منہمک ہو، اس کی یہی سزا ہے۔" چنانچہ صاحبِ بصیرت عالم جانتا ہے کہ وُہ من وجہ امام شافعیؒ کے اس حکم کے حقدار ہیں۔

آپ ایک دوسرے پہلو، یعنی تقدیر کی آنکھ سے دیکھیں کہ حیرت نے ان پر قبضہ جما یا ہُوا ہے اور شیطان ان پر غالب ہے، تو آپ کو ان پر رحم آئے گا اور آپ پر رقت طاری ہو گی۔ اس لیے کہ انہیں ذہانت تو ملی، لیکن نیکی اور پاکبازی نہ مل سکی۔ عقل و فہم تو ملے لیکن علم سے بے بہرہ رہے۔ یہ کان، آنکھیں اور دل تو عطا کیے گئے ہیں، لیکن وُہ ان سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور ان سے استہزاء کرتے ہیں، جس کی بناء پر وُہ تباہ ہو گئے۔ جو شخص ان باتوں کا علم رکھتا ہے، اس کے سامنے سلف کی حذاقت کھل کر اور نمایاں ہو کر سامنے آجائے گی۔ ان کا علم و تجربہ واضح ہو جائے گا کہ انہوں نے "کلام" سے ڈرایا، اس سے روکا اور اہلِ کلام کی مذمت بیان کی۔ حق بات یہ ہے کہ جو کوئی کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے کہیں اور سے ہدایت تلاش کرتا ہے، تو وُہ ہدایت سے محروم ہی رہے گا —— ہم صرف اللہ عظیم سے صراطِ مستقیم کی ہدایت طلب کرتے ہیں، یعنی ان لوگوں کا راستہ، جن پر اے اللہ تو نے انعام فرمایا —— نہ کہ ان کا، جن پر تیرا غضب نازل ہوا!"

فتویٰ حمویہ کبریٰ کی یہ آخری عبارت ہے۔ شیخ نے جب اس کی تالیف فرمائی، اس وقت ابھی آپ کی عمر چالیس سال نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد آپ نے فیصلہ کیا کہ فلاسفہ

جہمیہ، اہلِ اہوا اور اہلِ بدعت کا رد کیا جائے۔ چنانچہ یہ رد آپ نے ایسا کیا کہ جس کی توصیف و تعبیر کے لیے الفاظ نہیں۔ آپ نے اپنے ہمعصروں کے ساتھ مناظرے اور دقیق مباحثے شروع کیے۔ یہ مناظرے اور مباحثے علوم کی مختلف انواع میں تھے۔ یہ سنا نہیں گیا کہ آپ نے کسی مناظرہ میں شکست کھائی ہو! حافظ ذہبیؒ نے شیخ ابنِ تیمیہؒ کے ترجمہ پر گفتگو کے دوران کہا: "جب آپ نے ۶۹۸ھ میں صفات پر مسئلہ حمویہ تالیف فرمایا، تو مخالفین نے آپ کے خلاف جتھہ بندی کی۔ بات یہاں تک پہنچ گئی کہ مخالفین مسئلہ حمویہ لے کر ایک حنفی قاضی کی شہ پر ان کے پاس پہنچ گئے، اور اعلان کرا دیا کہ آپ سے فتویٰ نہ لیا جائے۔ پھر آپ کی نصرت کے لیے ایک جماعت کھڑی ہوگئی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا۔ پھر ۷۰۵ھ میں مصر سے حکم آیا کہ آپ کے عقیدے کے بارے تفتیش کی جائے۔ اس مقصد کے لیے نائبِ دمشق افرم نے علماء و قضاۃ کی ایک مجلس بلائی۔ اس میں بالاتفاق فیصلہ ہوا کہ آپ کا عقیدہ بہترین سلفی عقیدہ ہے۔ انتہیٰ!" شیخ علم الدین نے کہا: "ماہِ ربیع الاوّل ۶۹۸ھ میں دمشق میں شیخ امام تقی الدین ابنِ تیمیہؒ پر ایک آزمائش آپڑی، جو مہینے کے آغاز سے شروع ہو کر آخر ماہ تک رہی۔ اس کا مختصر بیان اس طرح ہے کہ:

آپ نے صفاتِ الٰہی کے بارے میں حماۃ کے لوگوں کے سوال کا جواب لکھا۔ اس میں سلف کا مذہب بیان کیا، اور اس کو متکلمین کے مذہب پر ترجیح دی۔ اس سے تھوڑا عرصہ قبل آپ نے منجمین کے کاروبار پر انکار کیا تھا۔ سیف الدین جاغان نے، جبکہ وُہ دمشق میں قائم مقام نائب السلطنت تھا، آپ کو بلایا۔ آپ نے اس کی دعوت قبول کر لی اور فرمایا، اس مقصد کے لیے ایک بڑی مجلس منعقد کی جائے۔ آپ کے مخالفین آپ سے پہلے ہی ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ ان کے لیے شیخ کی شہرت اور حسنِ ذکر بڑا تکلیف دہ تھا۔ انھیں اب ایک اور بہانہ ہاتھ آگیا۔ تاہم برسرِ مجلس آپ کے زہد و پارسائی، دنیا اور مناصبِ دنیا سے عدمِ دلچسپی، آپ کے تبحرِ علمی اور اعلیٰ درجے کے فہم و ذکاء کے سامنے انہیں یارائے تکلم نہ رہا۔ وُہ آپ میں کوئی عیب نہ پا سکے، تو آخر کار انھوں نے عقیدہ کے مسئلہ کو لیا۔ کیونکہ مخالفین مسئلہ صفات میں متکلمین کے مذہب کو مذہبِ سلف پر ترجیح دیتے تھے، اور وُہ اسی کو صواب سمجھتے تھے۔

وُہ آپ کے جواب کو، جو آپ نے لکھا تھا، لے کر ایک ایک قاضی اور فقیہ کے پاس پہنچے۔ ان کے دلوں کو گرمایا، کلام میں تحریف کی، جھوٹے اور غلط الزامات لگائے کہ آپ تجسیم کے قائل ہیں۔ حاشا وکلاّ! اس سلسلہ میں انہیں قاضی الحنفیہ جلال الدّین حنفی کی پرزور حمایت حاصل تھی۔ وُہ بھی ان کے ساتھ دارالحدیث اشرفیہ گیا۔ اس نے آپ کو طلب کیا، لیکن آپ نہ گئے۔ جواب لکھ بھیجا کہ عقائد کا مسئلہ آپ کے اختیار میں نہیں ہے سلطان نے آپ کو محض لوگوں کے جھگڑے نپٹانے کے لیے مقرر کیا ہے، منکرات کا انکار قاضی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ یہ خط پہنچا تو مخالفین نے قاضی کو اشتعال دلا کر غضبناک کر دیا۔ کہا کہ اس نے حاضر نہ ہو کر اور یہ جواب لکھ کر آپ کی توہین کی ہے۔ اس پر اس نے حکم دیا، شہر میں اعلان کر دیا جائے کہ آپ کا عقیدہ غلط ہے۔ چنانچہ شہر کے کچھ حصّے میں یہ اعلان کر دیا گیا۔ پھر سیف الدین جاغان نے جلدی سے ایک جماعت بھیجی، جس نے منادی کرنے والے کو اور اس کے ساتھیوں کو زدوکوب کیا، اور ان کو خاموش کرا دیا۔ یوں وُہ بُری طرح مار کھا کر نہایت ہی ذلت و رسوائی کے ساتھ واپس ہوئے۔ پھر سیف الدین نے اس شخص کو طلب کیا، جس نے یہ ناٹک رچایا تھا اور اس بارے میں کوشش کی تھی۔ پیغام بر اور اعوان شہر میں گھوم گئے، مگر یہ روپوش ہو گئے۔ پھر شیخ ابنِ تیمیہؒ قاضی امام الدین شافعی کے ہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے عقیدہ حمویہ کو مجلس میں پڑھنے کا وعدہ کر لیا۔ بروز ہفتہ ۱۴ ماہ ربیع الاوّل، دن کے پہلے پہر سے لے کر اتوار کی تہائی رات تک یہ مجلس ہوئی۔ آپ نے اس میں عقیدہ حمویہ پڑھا اور اس کے مشکل مقامات کی توضیح کی۔ نہ حاکم نے، نہ ہی مجلس کے حاضرین میں سے کسی نے اس پر انکار کیا، اور مجلس برخاست ہو گئی۔ قاضی صاحب نے فرمایا، جو کوئی شیخ ابنِ تیمیہ کو بُرا کہے، یا آپ کی مخالفت کرے گا، میں اس سے نپٹ لوں گا۔

قاضی امام الدین کے بھائی جلال الدین نے اعلان کیا کہ جو شخص شیخ کی مخالفت یا برائی کرے گا، ہم اس کو تعزیر دیں گے۔ آپ کے بارے میں عمدہ خبر سننے کے لیے لوگ گھروں سے نکل کر انتظار کرتے رہے۔ چنانچہ آپ لوگوں کے ہجوم میں اپنے گھر پہنچے۔ لوگ فرحاں و شاداں تھے، لیکن دشمنوں نے آپ پر وُہ وُہ الزامات لگائے کہ عاقل انسان ان کے بیان کرنے سے

شرماتا ہے، چہ جائیکہ وُہ الزامات گھڑے یا جھوٹ سے انہیں مزیّن کرے۔ اس طرح آپ کو تکالیف اور اذیتیں دی گئیں۔ نقصان سے بچاؤ، اور نیکی اور فائدے کا حصول محض اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے ممکن ہے۔ اس واقعہ کے بعد صلحاء کی جماعت نے بہترین نتائج دیکھے۔ اگر ان کو قلمبند کیا جائے، تو ایک جلد درکار ہوگی۔ انتہیٰ!"

پھر یہ فتنہ دب گیا۔ اس کے عرصہ دراز بعد مصر میں شیخ نصر المنبجی نے ظہور کیا، اور قاہرہ کے اربابِ حکومت پر چھا گیا۔ اس کا اثر و نفوذ عام ہوا، اور دُور تک پھیل گیا۔ امام ابنِ تیمیہؒ کو بتایا گیا کہ وُہ اتحادی ہے، یعنی وحدت الوجود پر ایمان رکھتا ہے۔ نیز وہ ابن عربی اور ابنِ سبعین کی نصرت کرتا ہے۔ آپؒ نے اسے تین صد سطور پر مشتمل ایک خط لکھا، جس میں اسے اسس سے روکا۔ نصر المنبجی نے آپ کے بارے مصر کے قاضیوں سے گفت و شنید کی، اور کہا کہ وہ (ابنِ تیمیہ) بدعتی ہے۔ مجھے ڈر ہے، لوگ اس کے شر سے متاثر ہوں گے۔ اس کے ساتھ اس مسئلے میں قاضی ابنِ مخلوف مالکی بھی لگ گیا، انہوں نے رکن الدین جاشنگیر سے مدد چاہی۔ قاضیوں نے امراء کو اپنی طرف سے بہترین تجویز پیش کی کہ شیخ کو قاہرہ طلب کیا جائے اور ان کے لیے دمشق میں ایک مجلس برپا کی جائے لیکن نصر المنبجی نے اس تجویز کو پسند نہ کیا۔ ابنِ مخلوف نے کہا، آپ امراء سے کہیں کہ یہ شخص حکومت کے لیے ویسا ہی خطرناک ہے جس طرح کہ ابنِ تومرت بلادِ مغرب میں خطرناک تھا۔ چنانچہ سلطان کا مکتوب دمشق پہنچا کہ شیخ سے اس کا عقیدہ معلوم کیا جائے۔ ۸ ر رجب ۷۰۸ھ کو نائب السلطنت افرم نے اپنے محل میں قضاۃ و فقہاء کا ایک اجلاس طلب کیا، جس میں شیخ تقی الدین کو بلایا گیا۔ اس اجتماع میں شیخ تقی الدین سے صرف ان کے عقیدے کا سوال کیا گیا۔ کہا گیا کہ یہ مجلس صرف آپ کی خاطر منعقد کی گئی ہے، اور سلطان کا حکم ہے کہ آپ سے آپ کا عقیدہ معلوم کیا جائے۔ شیخ نے عقیدہ واسطیہ پیش کیا، اور فرمایا: "یہ عقیدہ میں نے شام میں تاتاریوں کی آمد سے سات سال قبل لکھا تھا۔" اسے مجلس میں پڑھا گیا اور اس پر بحث کی گئی۔ کچھ حصہ باقی رہ گیا، جس کو دوسری مجلس تک ملتوی کر دیا گیا۔ پھر ۱۲ ر رجب کو جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد مجلس ہوئی۔ مخالفین بھی موجود تھے، اور ان کے ساتھ شیخ صفی الدین ہندی تھے۔ بالاتفاق شیخ صفی الدین

کو شیخ تقی الدین کے ساتھ مناظرے کے لیے نامزد کیا گیا، اور انہوں نے آپ کے ساتھ گفتگو کی۔ پھر انہوں نے شیخ صفی الدین کی بجائے شیخ کمال الدین ابن الزملکانی کو نامزد کیا۔ انہوں نے شیخ سے مناظرہ کیا۔ بحث اگرچہ لمبی ہو گئی، تاہم وُہ سب وہاں سے نکل گئے، اور بات واضح ہو گئی۔ دلائل کی رُو سے اللہ تعالیٰ نے شیخ ابن تیمیہ کو غالب کیا، اور فتح دی۔ مجلس میں مخالفین نے آپ کی تحریر کی جو نقول پیش کی تھیں، ان میں اختلاف تھا اور ان میں تحریف کی گئی تھی۔ شیخ کے مقالے کو غلط معانی پہنائے گئے تھے۔ ابن الوکیل اور اس کے ساتھیوں نے یہ بدزبانی بھی کی کہ شیخ نے اپنے عقیدے سے رجوع کر لیا ہے ———————

واللہ المستعان!

اس کے بعد دمشق میں ایک شخص کو، جو شیخ کے پاس پناہ گیر تھا، قاضی نے تعزیر دی اور آپ کی ایک جماعت کو طلب کرنے کے بعد چھوڑ دیا۔ اس سے شہر میں کشیدگی پھیل گئی اور فتنہ و فساد برپا ہو گیا۔ اس وقت امیر نائب السلطنت شہر سے باہر شکار کے لیے گیا ہوا تھا۔ وہ جمعہ بھر یعنی سات دن باہر رہا۔ جب وُہ واپس آیا تو شیخ اس کے پاس گئے، اور اس کی عدم موجودگی میں آپ کے اصحاب کو جو اذیتیں پہنچائی گئی تھیں، بیان کیں۔ نائب السلطنت نے ابن الوکیل کے اصحاب کی گرفتاری اور قید کا حکم جاری کر دیا۔ نیز اعلان کرا دیا کہ جو شخص عقائد پر گفتگو کرے گا، اس کا مال اور خون حلال ہو گا۔ اس کا گھر اور دوکان لُوٹ لی جائے گی۔ اس سے مقصود فتنے کو فرو کرنا تھا۔ سات شعبان، بروز منگل محل میں شیخ کے لیے تیسری مجلس بلائی گئی۔ علماء کی جماعت آپ کے عقیدہ پر مطمئن ہو گئی، اور اسی روز قاضی القضاۃ نجم الدین بن صصری نے عہدۂ قضاء چھوڑ دیا۔ اس کا سبب وُہ گفتگو تھی، جو انہوں نے شیخ کمال الدین ابن الزملکانی سے سنی۔

۲۶ر شعبان المعظم سلطان کا حکم نامہ آیا کہ قاضی صاحب دوبارہ اپنا منصب سنبھال لیں۔ اس حکم نامہ میں یہ بھی تھا کہ: "ہم نے سنا ہے، شیخ تقی الدین کے لیے ایک مجلس ہوئی تھی ہمیں اس سلسلہ کی دیگر مجالس کا بھی علم ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ وُہ مذہب سلف پر ہیں۔ میرا اس تحریر سے مقصد یہ ہے کہ شیخ باعزت بری ہوں"

پھر اس کتاب، یعنی "کتاب مناقب شیخ ابن تیمیہ" کے مؤلف شیخ مرعی نے مناظرے کی روداد اور بعض الفاظ ذکر کیے ہیں، جو شیخ نے خود بیان کیے ہیں۔ میں نے "کتاب الرد علی الزائغ النبہانی" کے مؤلف بغرضِ اختصار انہیں چھوڑ دیا ہے کہ قبل ازیں ان مجالس کی روداد بیان کر چکا ہوں، جو شیخ کے ساتھ مناظرے کے لیے قائم کی گئی تھیں۔ اس میں شیخ کی عبارات اور ان کے اصل الفاظ بھی نقل کر دیے ہیں۔ اس لیے شیخ مرعی نے اس سلسلے میں جو کچھ بیان کیا ہے، اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

شیخ کا مصر میں ورود اور ابتلاء

پھر شیخ مرعی نے ایک فصل بعنوان "مصر جانے کے بعد شیخ کی ابتلاء" قائم کر کے کہا ہے: "اس آزمائش و ابتلاء کا سبب محض آپ کا اللہ تعالیٰ کے لیے کھڑے ہونا، اہلِ بدعت و بدعقیدہ لوگوں کا رد ـــــ نیز نصیری اور دروزی رافضیوں، کسروانیوں کے ساتھ جہاد کے لیے آپ کا برانگیختہ کرنا ہے۔ پھر آپ نے اپنے مسلمان ساتھیوں کے ہمراہ ان سے جنگ کی، ان کے علاقوں کو فتح کیا۔ سلطان کا کاتب بھی اس میں شریک تھا، تاکہ ان شیوخ کا خاتمہ کیا جا سکے، جو اُن کو گمراہ کرتے تھے۔ نیز تاکہ ان کے علاقوں میں شعائرِ اسلام کو قائم کرنے کے علاوہ احادیث کی قراءت اور سنّت کی اشاعت عام کی جائے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے، ان کا استیصال ماہِ محرّم ۷۰۵ھ میں ہوا!

جمادی الاولیٰ ۷۰۵ھ میں شیخ نے فقراء احمدیہ اور رفاعیہ کا شدید رد کیا، کیونکہ یہ شریعت سے خروج کے مرتکب ہوئے تھے۔ یہ لوگ نائب السلطنت کی خدمت میں شیخ کی شکایت لے کر حاضر ہوئے۔ اور درخواست کی کہ ان کی حفاظت کی جائے، نیز شیخ کو ان کا معارضہ کرنے اور انکار کرنے سے روک دیا جائے۔ یہ بھی کہا کہ شیخ کو بلایا جائے۔ جب آپ تشریف لائے، تو ان کے درمیان طویل گفتگو ہوئی۔ شیخ نے دورانِ گفتگو فرمایا: "یہ لوگ اسلام کے طریقہ فقر و سلوک کی طرف نسبت کے دعویدار ہیں۔ ان میں سے بعض میں اگر عبادت و بندگی میں سخت محنت، وجد، محبت، زہد، فقر، تواضع، نرم مزاجی، گفتگو اور معاشرت میں نرم خوئی

پائی جاتی ہے، تو ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جن میں شرک، کفر اور اسلام میں انواع و اقسام کی بدعات پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے اعراض کرنے والے بھی ہیں، اور ان میں کذب، تلبیس، جھوٹے مخارق کا اظہار بھی ہے۔ مثلاً آگ اور سانپوں کا پکڑنا۔ خون، زعفران، گلاب کے پانی اور شہد وغیرہ کو ظاہر کرنا۔ یہ سب بالعموم معروف حیلوں اور مصنوعی اسباب کے ذریعے ہوتا ہے۔ مثلاً آگ میں داخل ہونے کے لیے جسموں پر مینڈکوں کی چربی، لیموں کا اندرونی چھلکا، ابرک کے پتھر لگانا وغیرہ۔" شیخ نے نائب السلطنت کے سامنے ان کو چیلنج کیا کہ میں اور وُہ ابھی آگ میں داخل ہوتے ہیں۔ جو جل جائے، اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ تاہم یہ آگ میں داخل ہونا حمام میں گرم پانی اور سرکے کے ساتھ غسل کے بعد ہوگا۔ یوں شیخ نے ان کا پول کھول دیا اور ان کے فریب کا پردہ چاک کر دیا۔ آپ نے فرمایا، " اگر تم آگ میں داخل ہو جاؤ، اور صحیح سالم بغیر جلے باہر نکل آؤ ـــــ ہوا میں اڑو، پانی کے اوپر چلو، تو بھی شریعت کی مخالفت کرتے ہوئے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ دجال آکر آسمان کو حکم دے گا کہ بارش برسا، تو وُہ بارش برسا دے گا۔ زمین کو فصل اور باغ وغیرہ اگانے کا حکم دے گا، تو وُہ اگا دے گی۔ کھنڈرات کو خزانے نکالنے کا حکم دے گا، تو وُہ خزانے نکال دیں گے ـــــ اس کے باوجود دجال کذاب اور ملعون ہوگا۔ کسی کو شریعت سے اور کتاب و سنّت سے خروج کی اجازت نہیں۔" ان کے لیے ابویزید بسطامیؒ کا قول ذکر کیا کہ اگر تم کسی کو ہوا میں اڑتا دیکھو تو دھوکا نہ کھانا۔ پھر اس پر تفصیلی گفتگو کی، جس سے بات منقح ہو کر نائب السلطنت کے سامنے آگئی۔ انہوں نے اعلان کر دیا کہ جو کوئی کتاب و سنّت سے خروج کرے گا، اس کی سزا موت ہے۔

پھر شیخ نصر المنبجی نے مصر میں ظہور کیا، اس کا مذہب بہت پھیل گیا۔ ابن تیمیہؒ کو بتایا گیا کہ وُہ اتحادی ہے، تو آپ نے تین صد سطور پر مشتمل ایک خط اس کو لکھا۔ اس میں اس کے عقیدے کی شناعت بیان کی۔ شیخ نصر کو قضاۃ مصر اور اس کے علماء کی تائید سے ابن تیمیہؒ کے مقابلے میں قوت حاصل تھی۔ انہوں نے آپ کے بارے مشہور کر دیا کہ آپ بدعقیدہ بدعتی ہیں، جو فقراء وغیرہ کے مقابلے میں آگئے ہیں۔ نیز سلطان کے پاس آپ کی عیب چینی کی، اور برائی بیان کی۔

اس پر سلطان کی طرف سے دمشق کے لیے ایک سرکلر جاری ہوا کہ شیخ سے ان کے عقیدے کے بارے سوال کیا جائے۔ آٹھ رجب ۷۰۵ھ کو مناظرے کے لیے ایک مجلس برپا کی گئی، جس میں علماء و قضاۃ شریک تھے۔ جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے، کچھ بعید نہیں کہ روافض وغیرہ نے مل کر شیخ کے خلاف رشوت دی ہو۔ شیخ نصر المنبجی نے اسی پر قناعت نہیں کی، بلکہ مصری علماء کا ایک جتھہ لے کر جاشنگیر کے سامنے، جو بزور مصر کا سلطان بن گیا تھا، پیش ہوا ____ شیخ نصر نے اس کو اس وہم میں ڈالا کہ ابن تیمیہ اس کو حکومت سے نکال کر دوسروں کو لانا چاہتے ہیں۔ اور وُہ بدعتی ہیں۔ سلطان کا ایک سرکلر دمشق پہنچا کہ ابن تیمیہؒ کو ۵ رمضان ۷۰۵ھ کو مصر میں حاضر کیا جائے۔ جب ان کو دیارِ مصریہ میں طلب کیا گیا، تو نائب الشام نے ان کو روک دیا۔ اور کہا میری موجودگی میں دو مجلسیں ہوں۔ جس میں قضاۃ، فقہاء اور جن سے آپ کو شکایت ہے شامل ہوں۔ پیغام بر نے نائبِ دمشق سے کہا: میں آپ کی خیر خواہی چاہتا ہوں کہ وُہ آپ کے خلاف لوگوں کو جمع کرے گا اور اُن سے بیعت لے گا۔ اس پر وُہ گھبرا گیا اور آپ کو ڈاک سواری پر قاہرہ روانہ کر دیا۔

مصر کے لیے روانگی

۱۲ رمضان المبارک ۷۰۵ھ بروز پیر آپ دمشق سے مصر کو روانہ ہوئے۔ آپ کو الوداع کہنے کے لیے ایک جمِ غفیر اور انبوہِ کثیر تھا۔ آپ کے دروازے سے جہودہ تک اور دمشق سے پہلی منزل تک لوگ ہی لوگ تھے۔ عوام میں کچھ پُرنم اور حزین تھے، کچھ متعجب اور کچھ تماش بین تھے۔ کچھ رو کنے والے اور کچھ مدہوش تھے۔ شیخ مصر کے شہر غزہ میں بروز ہفتہ داخل ہوئے اور جامع مسجد میں ایک عظیم مجلس سے خطاب کیا۔

۲۲ رمضان المبارک بروز جمعرات شیخ اور قاضی قاہرہ پہنچے۔ اگلے دن نمازِ جمعہ کے بعد قضاۃ اور اکابرِ حکومت قلعے میں ایک محفل میں جمع ہوئے، جو شیخ کے لیے بلائی گئی تھی۔ امام صاحب نے گفتگو کا آغاز کرنا چاہا، لیکن ان کو موقعہ نہ دیا گیا۔ شمس ابنِ عدلان کو آپ کی تردید کے لیے احتسابی مخالف بنایا گیا۔ اس نے قاضی ابنِ مخلوف مالکی کی عدالت میں آپ کے

خلاف دعویٰ دائر کر دیا کہ: "آپ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ حقیقتاً عرش پر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ حروف وصوت سے کلام فرماتا ہے (حافظ ذہبی نے اس پر اتنا اضافہ کیا کہ: اللہ تعالیٰ کی طرف حسی اشارہ کیا جاسکتا ہے) میں اس پر ان کی سزا کا طالب ہوں۔" قاضی نے کہا: "اے فقیہ آپ کیا کہتے ہیں"؟ شیخ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، تو قاضی نے کہا، آپ تقریر نہ کریں، صرف جواب دیں۔ آپ نے پوچھا: "میرے بارے میں فیصلہ کون کرے گا"؟ جواب دیا گیا، "قاضی مالکی!" امام صاحب نے فرمایا: "وُہ میرے بارے میں کیسے فیصلہ دے سکتا ہے، جبکہ وُہ خود ایک فریق ہے؟" اس پر قاضی سخت غضبناک اور بے قرار ہو گیا۔ فوراً آپ کو کچھ دن برُج میں بند رکھا، پھر عید الفطر کی رات مشہور قید خانے "جب" میں آپ کو اپنے دونوں بھائیوں شرف الدین عبداللہ اور زین الدین عبدالرحیم کے ساتھ قید کر دیا گیا۔ پھر نائب السلطنت سیف الدین سلار نے تقریباً ایک سال کے بعد عید الفطر ۷۰۶ھ کی رات کو شافعی، مالکی، حنفی تینوں قاضیوں کو، جبکہ فقہاء میں سے باجی، جزری، نمراوی کو بلا بھیجا، اور شیخ کی جیل سے رہائی کے بارے میں بات چیت کی۔ سب نے چند شرائط کے تحت رہائی پر اتفاق کیا۔ ایک شرط یہ تھی کہ وُہ اپنے عقیدے سے رجوع کر لیں۔ چنانچہ ایک شخص آپ کو لانے کے لیے بھیجا گیا، تاکہ آپ کے ساتھ اس سلسلہ میں گفتگو کی جائے، مگر آپ نہ آئے۔ پیغام بر چھ بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا، مگر آپ نے حاضر نہ ہونے کا قطعی فیصلہ کر لیا تھا۔ یہ مجلس دیر تک رہی، آخر سب لوگ کسی نتیجہ پر پہنچے بغیر واپس چلے گئے۔

ماہِ ذوالحجہ ۷۰۶ھ میں شیخ تقی الدین کے بھائیوں شرف الدین اور زین الدین کو قید سے نکال کر نائب السلطنت کی مجلس میں لایا گیا۔ قاضی زین الدین ابنِ مخلوف مالکی بھی موجود تھا۔ دیر تک گفتگو چلتی رہی۔ شیخ شرف الدین قاضی مالکی کے ساتھ بحث کے دوران اس پر غالب رہے۔ انہوں نے اس کی بہت سی غلطیاں پکڑیں، تاہم دونوں بھائیوں کو پھر جیل بھیج دیا گیا۔ اگلے روز شیخ شرف الدین اکیلے ہی کو نائب السلطنت کی مجلس میں لایا گیا، ابن عدلان بھی موجود تھا۔ شیخ شرف الدین نے اس سے گفتگو کی اور مناظرہ و بحث میں اس پر غالب رہے۔

ماہِ صفر ۷۰۷ھ بروز جمعہ علی الصباح قاضی بدرالدین ابنِ جماعہ نے شیخ تقی الدین سے قلعے میں ملاقات کی۔ نماز سے پہلے تک لمبی گفتگو چلتی رہی، پھر لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ماہِ ربیع الاوّل ۷۰۷ھ میں امیر حسام الدین مہنی بن علیٰی عرب کے بادشاہ مصر آئے اور بنفسِ نفیس قید خانے میں گئے، تو شیخ تقی الدین کو بروز جمعۃ المبارک قلعہ میں نائب السلطنت کے پاس لایا گیا۔ اس موقعہ پر بعض فقہاء بھی موجود تھے۔ آپ اور ان کے درمیان بحث مباحثہ ہوا، جمعہ کی نماز کی وجہ سے بحث ختم کرنی پڑی۔ پھر مغرب کے وقت اکٹھے ہوئے، مگر کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔ پھر سلطان کے حکم پر پیر کے روز جمع ہوئے۔ اس اجتماع میں بھی فقہاء کی ایک بڑی جماعت موجود تھی۔ مثلاً نجم الدین ابن الرفعہ، علاؤ الدین باجی، فخر الدین ابن بنت ابی سعد، عزالدین نمراوی، شمس الدین ابنِ عدلان وغیرہ! قضاۃ اس مجلس میں نہ آئے۔ ان کو طلب کیا گیا، مگر انہوں نے عذر تراشا۔ بعض دیگر نے بھی بیماری وغیرہ کا بہانہ کیا۔ یہ مجلس بخیر و خوبی ختم ہوئی، شیخ نے نائب السّلطنت کے ہاں رات بسر کی اور ایک خط تحریر کر کے پیر کی صبح دمشق روانہ کیا۔ جس میں اپنی رہائی وغیرہ کا ذکر کیا۔

شیخ جیل میں اٹھارہ ماہ رہے۔ آپ کی رہائی پر خلقِ کثیر نے بے حد مسرت و فرحت کا اظہار کیا، جبکہ کچھ دوسرے لوگ غمگین و حزین ہوئے۔ شیخ امام نجم الدین سلیمان بن عبدالقوی نے ایک قصیدے میں آپ کی تعریف کی ہے ؎

فاصبر ففی الغیب ما یغنیك عن حیل　　وکلّ صعب اذا اصابرتہ ھانا

"صبر کیجئے! پردۂ غیب سے آپ کو وُہ سامان حاصل ہوگا، جو آپ کو تدبیروں سے بے نیاز کر دے گا۔ جب آپ صبر کریں گے تو ہر مشکل آسان ہو جائے گی۔"

ولست تعدم من خطب رمیت بہ　　احدی اثنتین فایقن ذاك ایقانا

"آپ جن اتہامات کا نشانہ بنے ہیں، یقین کیجئے، آپ انہیں روک نہیں سکتے تھے!"

تمحیص ذنب لتلقی اللہ خالصتہ　　أو امتحانا بہ تزداد قربانا

"یہ گناہوں سے صفائی اور پاکیزگی کا سبب ہے، تاکہ آپ اللہ تعالیٰ سے

گناہوں سے خالص اور پاک ہو کر ملیں۔ یا اس امتحان سے آپ اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب ہو جائیں گے۔"

یا سعد انّا لنرجو أن تکون لنا　　سعدا و مرعاك للزوّار سعدانا

"اے سعد! ہم تجھ سے اپنے لیے برکت کے امیدوار ہیں۔ تیرا زائرین کو دیکھنا بھی باعثِ برکت ہے۔"

و ان یضرّبك الرّحمٰن طائفة　　ولت وینفع من بالود والانا

"اگر اللہ تعالیٰ تیرے ذریعے کسی گروہ کو (جو پیٹھ پھیر جائے) نقصان پہنچائے گا، تو اس شخص کو جو ہم سے محبت کرے، نفع بھی دے گا۔"

یا أهل تیمیة العالین مرتبة　　ومنصبا فرع الأفلاك تبیانا

"اے اہلِ تیمیہ، تم مرتبہ و منصب میں بلند ہو — افلاک کی خوب سیر کرو!"

جواهر الکون أنتم غیر أنکم　　فی معشر أشربوا فی العقل نقصانا

"تم کائنات کا ست ہو، لیکن تمہارا واسطہ ان لوگوں سے ہے، جن کی عقلوں کو نقصان پلایا گیا ہے۔"

لا یعرفون لکم فضلا ولو عقلوا　　لصیروا لکم الأجفان أوطانا

"وہ تمہارے علم و فضل کو نہیں پہچانتے۔ اگر ان میں عقل و فہم ہوتا، تو وہ آپ کو سر آنکھوں پر بٹھاتے۔"

یا من حوی من علوم الخلق ما قصرت　　عنه الأوائل مذ کانوا الی الآنا

"اے وہ ہستی، جس نے مخلوق کے وُہ علوم جمع کر لیے ہیں، جن سے پہلے لوگ اب تک قاصر رہے!"

ان تبتلی بلئام النّاس یرفعهم　　علیك دهر لأهل الفضل قد خانا

"اگر آپ کو کمینے اور لئیم لوگوں کے ذریعے ابتلاء پیش آیا ہے، اور زمانہ ان کو آپ پر بلند کرتا ہے، تو یہ زمانہ کی اہلِ فضل سے خیانت ہے۔"

انی لأقسم والاسلام معتقدی　　و انّنی من ذوی الایمان ایمانا

"میں حلفیہ کہتا ہوں، جبکہ اسلام پر میرا عقیدہ ہے، اور میں یقیناً ایمانداروں میں سے ہوں۔"

لم ألق قبلك انسانا أسربه　　　فلا برحت لعين المجد انسانا

"آپ سے قبل میں کسی عظیم آدمی سے نہیں ملا، جس کو گمنام رکھا گیا ہو — اللہ کرے، آپ ہمیشہ مجد وشرف کی آنکھ کی پتلی بن کر رہیں!"

ان کے علاوہ بھی بہت سے اشعار ہیں، جن میں شیخ کی مدح وثنا، نیز اعداء کی مذمت کی گئی ہے۔ جمعہ کے دن شیخ جامع مسجد حاکم میں نماز پڑھ کر بیٹھے، تو آپ کے پاس خلق کثیر جمع ہوگئی۔ انہوں نے آپ سے وعظ کی درخواست کی۔ آپ نے اعوذ باللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھی اور "إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ" کی تفسیر بیان کی۔ چنانچہ عبادت واستعانت کا معنیٰ اور تشریح عصر تک بیان فرماتے رہے۔

پھر شیخ رحمہ اللہ مصر میں قیام پذیر ہوکر لوگوں کی تعلیم وتربیت میں مصروف رہے۔ فتوے دیتے رہے، اللہ تعالیٰ کا ذکر فرماتے رہے، اس کی دعوت دیتے رہے۔ جامع مسجدوں میں منبروں پر بیٹھ کر نمازِ جمعہ کے بعد عصر تک تفسیرِ قرآن وغیرہ بیان کرنا آپ کا معمول تھا۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں؛

"آپ نے مصر میں قیام فرمایا، لوگوں کو علم پڑھاتے تھے۔ آپ کے پاس خلق کثیر جمع ہوگئی۔ آپ اتحادیہ کی تردید کرنے لگے۔ یہ وحدت الوجود کے قائل تھے، ان میں ابنِ سبعین، ابنِ عربی، القونوی اور ان جیسے دوسرے لوگ شامل تھے۔ آپ کے خلاف صوفیہ اور فقراء نے جتھہ بندی کی، اور کھسر پھسر شروع کر دی۔ بالآخر خانقاہوں سے درویش اور گوشہ نشین بہت سے لوگ اکٹھے ہوئے۔ اتفاق رائے سے فیصلہ ہوا کہ سلطان کے پاس آپ کی شکایت کی جائے — لوگوں کا ایک انبوہ تو قلعے کی طرف چلا، اور ایک انبوہ قلعے کی نچلی طرف گیا۔ انہوں نے ہنگامہ کیا، اور نعرہ بازی کی۔ یہاں تک کہ سلطان نے پوچھا، یہ کون لوگ ہیں، اور یہاں کیوں آئے ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ شیخ ابنِ تیمیہؒ کی شکایت لے کر آئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ ہمارے مشائخ کو گالیاں دیتے، ان کی مذمت کرتے اور لوگوں میں ان کو رسوا کرتے

ہیں۔ یہ ہنگامہ اسی وجہ سے ہے۔ یہ لوگ امراء سے بھی ملے ہیں، کوئی کسر نہیں چھوڑی، لیکن شنوائی نہیں ہوئی۔ اس پر بادشاہ نے دار العدل میں ایک مجلس بلانے کا حکم دیا۔ چنانچہ ۱۰ شوال ۷۰۷ھ بروز منگل یہ مجلس منعقد ہوئی۔ اس میں شیخ کے علم و شجاعت، قلبی قوت، صدق و توکل اور بیان و حجت کے ناقابلِ بیان جوہر خوب ظاہر ہوئے!"

شیخ علم الدین برزالی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ ماہِ شوال ۷۰۷ھ میں قاہرہ کے شیخ الصوفیہ کرم الدین الآملی، ابنِ عطاء اور ایک پوری جماعت، جو تقریبًا پانچ صد افراد پر مشتمل تھی، نے ابن عربی وغیرہ پر شیخ کی گفتگو کی شکایت حکومت سے کی۔ اس کے نتیجہ میں آپ کو دمشق یا اسکندریہ میں چند شروط کے ساتھ قیام، اور یا پھر قید، کا اختیار دیا گیا۔ آپ نے قید کو ترجیح دی۔ لیکن دمشق جانے والوں کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں آپ کی شرط کے مطابق حاضر ہوئی تو آپ نے ان کی بات قبول فرمالی۔ انہوں نے آپ کو ۱۸ شوال کی رات ڈاک گھوڑے پر سوار کرایا۔ لیکن اگلے دن آپ کے پیچھے ایک دوسری ڈاک سواری بھیجی گئی، اور مصر سے ایک مرحلہ فاصلے سے آپ کو واپس لایا گیا۔ دراصل اربابِ حکومت کی مصلحت آپ کو قید میں رکھنے کی تھی۔ آپ قاضی القضاۃ کے پاس فقہاء کی جماعت کی موجودگی میں حاضر ہوئے۔ بعض نے کہا، حکومت آپ کو قید کرنا پسند کرتی ہے۔ قاضی القضاۃ نے کہا، آپ کی مصلحت اسی میں ہے۔ پھر انہوں نے آپ کا مسئلہ شمس الدین تونسوی مالکی کے سپرد کر دیا کہ وہ آپ کی قید کا حکم دیں۔ مگر انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ آپ پر کوئی جرم ثابت نہیں ہوا۔ اس پر یہ مسئلہ نور الدین زواوی کے سپرد ہوا، مگر یہ بھی حیران و متحیر تھے کہ کیا فیصلہ کریں؟ شیخ نے خود ہی فرمایا، میں جیل جانے کو تیار ہوں اور مصلحت کے تقاضے کو قبول کرتا ہوں۔ اس پر نور الدین نے آپ کو آپ کی حیثیت کے مطابق سہولتیں فراہم کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ کو محلہ دیلم میں حبسِ قضاۃ میں بھیج دیا گیا، اور آپ کو وہی جگہ ملی جہاں قاضی تقی الدین ابن بنت الاعز قید رہے تھے۔ جیل میں آپ کو ایک خادم رکھنے کی اجازت دے دی گئی۔ اس ساری کاروائی کے پیچھے شیخ نصر المنبجی کا ہاتھ تھا، اور حکومت میں اپنے رسوخ کی وجہ سے ہی وہ کامیاب ہوا۔

جیل میں آپ نے دیکھا کہ قیدی سارا دن مختلف قسم کے لہو ولعب میں گزارتے ہیں، شطرنج اور نرد کھیلتے ہیں، نمازیں ضائع کرتے ہیں۔ شیخ نے ان کو لہو ولعب سے روکا، باقاعدہ نماز کی تاکید کی اور اعمالِ صالحہ، تسبیح اور استغفار اور دُعاء کے ساتھ توجہ الی اللہ کی ترغیب دی۔ ان کو حسبِ ضرورت سنّت کی تعلیم دی اور اعمالِ خیر کی طرف رغبت دلائی۔ اس کا خاطر خواہ اثر ہوا، اور جیل کے باسی درویشوں، اہلِ خانقاہ و مدارس اور گوشہ نشینوں سے زیادہ بہتر طور پر علم و دین میں مشغول نظر آنے لگے۔ حتیٰ کہ بہت سے قیدی رہائی کے بعد آپ کے پاس ٹھہر جانا پسند کرتے تھے۔ باہر سے بھی بکثرت لوگ شیخ کے پاس آتے جاتے تھے، اور جیل ان سے بھری رہتی۔ یہ لوگ آپ کے پاس آتے، زیارت سے مستفید ہوتے اور مشکل مسائل میں آپ سے فتوے لیتے۔ امراء اور اعیان کی طرف سے بھی آپ سے فتوے پُوچھے جاتے۔ یوں جب جیل میں لوگوں کی آمد و رفت اور لوگوں کا آپ کے پاس اجتماعِ کثیر ہونے لگا، تو آپ کے دشمنوں کو اس سے تکلیف ہوئی۔ ان کے سینے پھر سے تنگ ہونے لگے۔ انہوں نے آپ کو اسکندریہ منتقل کرنے کی درخواست دی، جو منظور ہوئی، اور آپ کو ڈاک سواری کے ذریعے امیر مقدم کے ہمراہ اسکندریہ منتقل کر دیا گیا۔ آپ کی جماعت میں سے کوئی بھی آپ کا ہمسفر نہ بن سکا۔ یہاں آپ کو قلعے میں قید کر دیا گیا اور مختلف قسم کی افواہیں پھیلائی جانے لگیں کہ آپ قتل کر دیئے گئے ہیں، یا آپ ڈوب گئے ہیں، وغیرہ۔ یہ خبریں دمشق پہنچیں تو لوگوں کو سخت صدمہ ہوا، اور وُہ بے چین ہو گئے۔ آپ کے لیے دعاؤں میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ ادھر شیخؒ اسکندریہ کی سرحد پر آٹھ ماہ مسلسل ایسے بند قلعے میں رہے جو بڑا خوبصورت تھا۔ اس کی دو کھڑکیاں تھیں، ایک سمندر کی طرف کھلتی تھی۔ یہاں سے عام آنا جانا تھا۔ چنانچہ اکابر و اعیان اور فقہاء آپ کے پاس آتے، مجلسیں ہوتیں، اور آپ سے استفادہ کرتے۔ صاحبِ سبتہ نے بھی شیخ کے پاس پیغام بھیج کر اجازت طلب کی۔ حتیٰ کہ سلطان ناصر جب کرک سے نکلنے اور دمشق میں آنے کے بعد ۷۰۹ھ میں مصر پہنچا، تو اس نے آٹھ شوال کو حکم دیا کہ شیخ کو جلدی اسکندریہ سے لایا جائے۔ شیخ وہاں سے مصر روانہ ہو گئے۔ آپ کو الوداع کہنے کے لیے بہت سے لوگ نکلے، یہ سبھی اللہ تعالیٰ سے اسکندریہ میں آپ کی دوبارہ واپسی کی دعاء کر رہے تھے۔ آپ قاہرہ میں اٹھارہ

شوال کو پہنچے اور سلطان سے ملاقات چوبیس شوال کو ہوئی۔ سلطان نے آپ کا بڑا اکرام کیا اور آپ کا استقبال ایک مجلس کے ذریعے کیا۔ اس مجلس میں مصر و شام کے قاضی اور فقہاء موجود تھے، سلطان نے ان سب سے آپ کی صلح کرا دی۔

حافظ ابن عبد الہادی بن قدامہ نے کہا: مجھے ہمارے ایک ساتھی نے بتایا، مجھے قاضی جمال الدین ابن القلانسی (جو فوج کے قاضی تھے) نے خبر دی کہ ایک رات جبکہ جاہلوں اور دشمنوں نے مختلف افواہیں پھیلادی تھیں، میں نے شیخ سے کہا: "لوگ ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں کہ شیخ کو قلعہ سے نکالا جائے گا، آپ پر دعویٰ دائر کیا جائے گا، اور تعزیر دی جائے گی۔" شیخ نے کہا: "جناب یہ کبھی نہیں ہوگا، نہ ہی سلطان اس کی اجازت دے گا۔" حقیقت بھی یہی تھی کہ سلطان آپ کے علم اور آپ کی دینی حیثیت کا معترف تھا۔ راوی کہتا ہے: میں آپ کو ایک عجیب بات بتاؤں، جو سلطان کی طرف سے شیخ کے حق میں واقع ہوئی؟

سلطان جب دیارِ مصریہ کی طرف روانہ ہوا، تو اس وقت اس کے ہمراہ قضاۃ و اعیان کے علاوہ نائبِ شام افرم بھی موجود تھا۔ دیارِ مصریہ میں داخل ہوکر سلطان تختِ حکومت پر متمکن ہوا۔ سلار اور جاشنگیر بھاگ گئے، سلطان کی حکومت کو قرار حاصل ہوا۔ ایک دن شاہی تخت پر شان و شوکت سے براجمان ہوا۔ دربار لگایا، مصر و شام کے امراء بھی حاضرِ خدمت تھے۔ قضاۃِ مصر دائیں اور قضاۃِ شام بائیں جانب فروکش تھے۔ پھر درباریوں کی حسبِ مراتب نشستیں تھیں۔ چنانچہ ابنِ صصری سلطان کے بائیں جانب تھا، اس کے بعد علی قاضی الحنفیہ، پھر خطیب جمال الدین اس کے بعد ابن الزملکانی بیٹھے تھے۔ میں ابن الزملکانی کے پہلو میں تھا، اور لوگ ان کے پیچھے بیٹھے تھے۔ سلطان سب سے اونچی نشست پر رونق افروز تھا۔ تھوڑی دیر بعد سلطان یکایک اٹھ کھڑا ہوا تو لوگ بھی کھڑے ہو گئے۔ پھر سلطان شاہی نشست سے نیچے اترا، کسی کو کچھ معلوم نہ تھا کہ بات کیا ہے؟ دیکھتے کیا ہیں کہ شیخ تقی الدین دروازے سے داخل ہو رہے ہیں، اور سلطان ان کی طرف جا رہا ہے۔ مکان کے کنارے پر شیخ اور سلطان کی علیک سلیک ہوئی ہے۔ اس مکان کی باغ کی طرف ایک کھڑکی کھلی تھی۔ دونوں باغ میں تھوڑی دیر بیٹھے، پھر دونوں مجلس میں اس طرح آئے کہ شیخ کا ہاتھ سلطان کے ہاتھ میں تھا۔ لوگ انھیں دیکھ کر کھڑے

ہو گئے۔ سلطان کی عدم موجودگی میں وزیر فخر الدین ابن الخلیس آیا، اور ابنِ صصری کے اوپر سلطان کے بائیں جانب بیٹھ گیا۔ سلطان شاہی نشست پر چار دں زانو بیٹھ گیا اور امراء و حاضرین کے سامنے شیخ کی ایسی مدح سرائی کی، جو کسی اور سے کبھی نہ سنی تھی۔ پھر سلطان کی آپ سے طویل گفتگو ہوئی۔ لوگ بھی آپ کی تعریف کرتے رہے۔ ان میں امراء و قضاۃ بھی تھے، بڑا عجیب وقت تھا۔ اس سے بہت سے ہم جنس حاضرین کو تکلیف پہنچی۔ سلطان نے شیخ کی مدح میں خوب مبالغہ کیا کہ ایسی مدح خاص الخاص سے بھی مشکل ہے۔ پھر وزیر نے سلطان کو توجہ دلائی کہ اہلِ ذمہ حکومت کے لیے ہر سال سات ہزار درہم خرچ کرتے ہیں۔ لہٰذا ذمی لوگوں پر یہ زیادتی ہے کہ ان کو سفید عمامے پہننے کی اجازت نہ دی جائے' اور ان کو ان رنگین عماموں کا پابند رکھا جائے، جو رکن الدین جاشنگیر نے ان کے لیے لازم قرار دیے تھے۔ سلطان نے قضاۃ سے، جو وہاں موجود تھے، پوچھا " آپ کی کیا رائے ہے ؟" لیکن سبھی خاموش رہے۔ شیخ تقی الدّین نے ان کو خاموش دیکھا، تو اپنے گھٹنوں پر کھڑے ہوئے اور سلطان سے اس مسئلہ میں پر جوش گفتگو شروع کی۔ شیخ نے وزیر کی رائے کا نہایت سختی سے رد کیا، اور وُہ باتیں کہیں، جو کوئی دوسرا نہیں کہہ سکتا تھا' بلکہ کسی اور کے لیے اس کے قریب قریب بات کرنا بھی مشکل تھا۔ یہاں تک کہ سلطان نے آپ کی بات تسلیم کرلی' اور ان پر وُہی لازم رکھا جو پہلے تھا۔

قاضی صاحب نے مزید کہا؛ میں نے شیخ تقی الدین سے سنا، آپ ذکر کر رہے تھے کہ " جب ہم کھڑکی کے پاس بیٹھے تھے تو سلطان نے بعض حاضرین کے قتل کا ایک فتوٰے نکالا، پھر مجھ سے ان کے قتل کا فتوٰی مانگا۔ میں سلطان کا مقصد سمجھ گیا، وہ اُن سے سخت ناراض تھا۔ کیونکہ انھوں نے اس کو معزول کر کے رکن الدین جاشنگیر کی بیعت کر لی تھی۔ لیکن میں نے ان کی تعریف کرنا شروع کر دی، اور کہا کہ اگر یہ لوگ قتل ہو گئے، تو اُن جیسا پوری حکومت میں نہ ملے گا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے، میں نے ان کو معاف کر دیا ہے — اور یُوں میں نے سلطان کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی!"

قاضی زین الدین ابنِ مخلوف قاضی مالکیہ اس کے بعد کہا کرتا تھا؛ " ہم نے ابن تیمیہؒ سے بڑھ کر کوئی معاف کرنے والا نہیں دیکھا، ہم نے ان کے قتل کی ہر ممکن کوشش کی، مگر جب

ان کا بس چلا، تو انہوں نے ہمیں معاف کر دیا۔"

سلطان کے ساتھ ملاقات کے بعد شیخ نے قاہرہ کو اپنا مستقر بنایا اور مشہد حسین کے پاس رہائش رکھی۔ ذہبی کا کہنا ہے کہ شیخ حکومت کے آدمی نہیں تھے، نہ ہی وُہ حکومتی عہدیدارں کے پاس جاتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے سلطان کے ساتھ ملاقات نہیں کی، اور علم کی نشر و اشاعت میں منہمک ہو گئے۔ لوگوں نے آپ پر ہجوم کیا، وُہ آپ سے پڑھتے، آپ سے فتوے پوچھتے، اور آپ ان کو زبانی و تحریری جواب دیتے۔ امراء، اکابر اور عام لوگ آپ کے پاس آتے جاتے رہے۔ ان میں وُہ لوگ بھی تھے جنھوں نے آپ کے ساتھ زیادتیوں پر آپ سے معذرت طلب کی۔ آپ نے فرمایا: "جو کچھ ہو چکا، ہو چکا، میں نے سب کو معاف کر دیا ہے"۔۔۔۔ شیخ حسبِ عادت پھر سے لوگوں کو فائدہ پہنچانے، وعظ کہنے اور نیکی کے لیے کوششوں میں مصروف ہو گئے۔

ماہِ رجب ۷۱۱ھ میں اتفاقاً متعصبین کی ایک جماعت نے جامع مسجد مصر میں آپ کو اکیلا پا کر پیٹا۔ شیخ علم الدین نے کہا کہ: کچھ دشمنوں نے آپ کو ایک خالی جگہ میں پایا، آپ کو پکڑ کر بے عزتی کی۔ اس کے بعد فوجیوں کی ایک بڑی جماعت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئی تاکہ آپ کا بدلہ لیں، لیکن آپ نے قبول نہیں کیا۔ ہمارے ایک دوست کا کہنا ہے، مَیں مصر میں آیا تو میں نے حسینیہ وغیرہ کی ایک خلقِ کثیر کو پایا، جو پیدل بھی تھے اور سوار بھی۔ وُہ شیخ کے بارے میں سوال کر رہے تھے۔ میں آیا تو آپ کو سمندر کے کنارے مسجدِ فخر میں پایا۔ آپ کے پاس بہت سے لوگ موجود تھے، اور مزید لوگ بھی دھڑا دھڑ آ رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا: "جناب حسینیہ سے اس قدر لوگ آئے ہیں کہ آپ اگر ان کو پورے مصر کے انہدام کا حکم دیں، تو وُہ کر گزریں گے"۔ شیخ نے پوچھا: "کاہے کو؟" انہوں نے کہا: "آپ کے لیے!" شیخ نے فرمایا: "یہ مجھے منظور نہیں"۔ انہوں نے کہا: "جن لوگوں نے آپ کو بے عزت کیا ہے، ہم ان کے گھروں میں جا کر ان کو قتل کر دیں گے، اُن کے گھروں کو تباہ کر دیں گے۔ انہوں نے دنیا کو تشویش میں بتلا کر دیا ہے، اور لوگوں میں فتنے کو ابھارا ہے"۔ آپ نے فرمایا: "یہ حلال نہیں ہے"۔ انہوں نے کہا: "جو سلوک انہوں نے آپ

کے ساتھ کیا ہے، کیا وہ حلال ہے ؛ ہم صبر نہیں کر سکتے — لازماً ہم ان کے ہاں جائیں گے، اور جو کچھ انہوں نے کیا، اس پر ہم ان سے لڑیں گے" شیخ ان کو روکتے اور ڈانٹتے رہے۔ جب اصرار حد سے بڑھ گیا، تو آپ نے فرمایا: "یہ بات تین صورتوں سے خالی نہیں۔ اگر انہوں نے میری حق تلفی کی ہے، تو میں نے ان کو معاف کر دیا۔ اگر تمہارا حق ہے، اور تم میری بات تسلیم نہیں کرتے، تو مجھ سے فتوا نہ لیا کرو۔ پھر جو چاہو سو کرو۔ اور اگر حق اللہ تعالیٰ کا ہے، تو وہ خود نپٹ لے گا — یا چاہے گا تو معاف فرما دے گا؛"

شیخ اس کے بعد ایک مدت تک دیارِ مصریہ میں رہائش پذیر رہے، پھر لشکر کے ساتھ شام کی طرف لڑنے کے لیے روانہ ہو گئے۔ جب عسقلان پہنچے تو بیت المقدس کی طرف چلے گئے، اور وہاں سے دمشق آ گئے۔ آپ دمشق میں یکم ذی القعدہ ۷۱۲ھ کو پہنچے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے دونوں بھائی اور دیگر ساتھیوں کی ایک جماعت تھی۔ آپ کے استقبال کے لیے لوگ ٹوٹ پڑے، اور سلامتی کے ساتھ آپ کی تشریف آوری پر بے حد خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ مجموعی طور پر دمشق سے آپ کی عدم موجودگی سات سال اور سات جمعے (ہفتے) رہی۔

ابنِ تیمیہؒ کے دمشق واپس آنے کے بعد کے واقعات

حافظ ابنِ عبد الہادی بن قدامہ نے کہا، شیخ رحمہ اللہ مصر سے دمشق پہنچ گئے، اور وہیں سکونت اختیار کر کے علم کی نشر و اشاعت، تصنیفِ کتب اور زبانی و تحریری، مختصر و طویل فتوے دینے میں مشغول ہو گئے۔ مخلوقِ خدا کی نفع رسانی، ان سے حسنِ سلوک، اور احکامِ شرعیہ کے لیے کوشش ان کا مشن تھا۔ آپ نے بعض احکام میں اپنے اجتہاد کے ذریعے ائمہ مذاہبِ اربعہ کے موافق، اور بعض احکام میں دلیل کی رُو سے ان کے خلاف فتوے دیئے، اور اس سلسلہ میں کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں کی۔

اختیارات | جن مسائل میں آپ نے دوسروں سے اختلاف کیا، اور ان کے مشہور اقوال کی موافقت نہیں کی، درج ذیل ہیں؛

۱۔ سفر میں، چاہے وہ زیادہ ہو یا کم، قصر نماز ہے۔ جیسا کہ ظاہریہ اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے۔

۲۔ کنواری عورت کو استبراء کی ضرورت نہیں، اگرچہ وہ بڑی عمر کی ہو۔ یہی مذہب حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، اور اسی کو امام بخاریؒ صاحب الصحیح نے اختیار کیا ہے۔

۳۔ سجدۂ تلاوت کے لیے وضوء شرط نہیں، جیسا کہ ابن عمرؓ کا مذہب ہے۔ امام بخاریؒ صاحبِ صحیح کا مختار بھی یہی ہے۔

۴۔ جس نے رمضان المبارک میں اس یقین کے ساتھ کھا پی لیا کہ رات ہے، پھر پتہ چلا کہ دن ہے، تو اس پر قضاء نہیں۔ یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اور بعض تابعینؒ کا مذہب ہے۔ بعد کے بعض فقہاء بھی اسی طرف گئے ہیں۔

۵۔ جس نے رمضان المبارک میں عمداً روزہ ترک کیا یا بلا عذر نماز چھوڑ دی، اس پر قضاء نہیں ہے۔ یہی بعض ظاہریہ کا قول ہے، اور ابن بنتِ شافعی سے بھی اسی کی حکایت کی گئی ہے۔ بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: "من افطر یوما من رمضان من غیر عذر ولا مرض لم یقضہ صیام الدھر وان صامہ!" کہ "جس نے رمضان المبارک کا ایک دن کا روزہ بغیر عذر اور مرض کے ترک کیا، زمانے بھر کے روزے بھی اس کی قضاء کے لیے کافی نہیں ہیں"۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی مذہب ہے۔ سعید بن المسیب، شعبی، ابن جبیر، ابراہیم، قتادہ اور حماد کہتے ہیں، اس کی قضاء کے لیے ایک دن کا روزہ رکھے۔

۶۔ متمتع حاجی کو صفا اور مروہ کے درمیان ایک ہی سعی کافی ہے، جس طرح قارن اور مفرد حاجی کے لیے ہے۔ یہی قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ ایسی ہی ایک روایت امام احمد بن حنبلؒ سے ان کے بیٹے عبداللہ نے بیان کی ہے۔

۷۔ مختلعہ کا استبراء ایک حیض ہے۔ اسی طرح شبہے میں جس عورت سے وطی کی گئی ہو، نیز وہ مطلقہ، جس کو آخری تیسری طلاق دی گئی ہو، کا استبراء رحم بھی ایک حیض ہے۔

۸۔ احرام میں ردا، کو گرہ دینا جائز ہے، اور اس میں کوئی فدیہ نہیں۔ حائضہ کے لیے اگر پاک ہو کر طواف کرنا ممکن نہ ہو، تو حالتِ حیض میں بھی طواف کر سکتی ہے، اور اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔

۹۔ اصل کی فرع کے ساتھ بیع جائز ہے۔ جیسا کہ زیتون کی زیتون کے تیل سے، اور تلوں کی تلوں کے تیل سے۔

۱۰۔ چاندی کا زیور پہننے کے لیے بنایا گیا ہو تو خالص چاندی کی کمی بیشی کے ساتھ خرید و فروخت جائز ہے۔

۱۱۔ مائع چیز نجاست پڑنے سے کم ہو یا زیادہ، پلید نہیں ہوتی، جب تک اس میں تغیر پیدا نہ ہو۔

۱۲۔ مواضع معروفہ میں تیمم، اور اماکن مشہورہ میں جمع بین الصلوتین جائز ہے۔

آپ کو جس مشہور قول کے مطابق فتوای دینے سے مصائب و آلام برداشت کرنے پڑے، وُہ حلف بالطلاق کا مسئلہ کفارہ ہے۔ نیز ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہو گی۔ اس موضوع پر آپ کی بہت سی کتابیں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب "تحقیق الفرقان بین التطلیق والایمان" ہے، جو چالیس کاپیوں پر مشتمل ہے۔ ایک اور قاعدہ، جس کا نام آپ نے "الفرق المبین بین الطلاق والیمین" رکھا ہے، تقریبًا بیس کاپیوں پر مشتمل ہے۔ ایک اور کتاب، جو ایک جلد میں ہے اور بڑی نفیس اور لطیف تالیف ہے، اس کا نام "قاعدہ فی ان جمیع ایمان المسلمین مکفرۃ" ہے۔ جبکہ ایک دوسری تالیف "قاعدہ فی تقریر ان الحلف بالطلاق من الایمان حقیقۃ" ہے۔ ان کے علاوہ بھی کئی قواعد و جوابات ہیں، جو حصر و شمار سے باہر ہیں۔ آپ نے ایک سوال، جو دیارِ مصریہ سے آیا تھا، کا طویل جواب لکھا ہے۔ یہ تین مجلدات پر مشتمل ہے۔

پھر ۱۵ ربیع الآخر ۷۱۸ھ بروز جمعرات، قاضی شمس الدین ابنِ مسلم حنبلی سے شیخ کی ملاقات ہوئی۔ انھوں نے آپ کو حلف بالطلاق کے مسئلے میں افتاء ترک کر دینے کا مشورہ دیا، جو آپ نے ان کی خیر خواہی کو محسوس کر کے قبول کر لیا۔ ۷۱۸ھ، جمادی الاولیٰ کے ابتدائی

ایام میں ہفتے کے روز دمشق میں ڈاک پہنچی، جس میں سلطان کا خط تھا۔ اس میں آپ کی رائے کے مطابق حلف بالطلاق کے مسئلے پر فتوٰے دینے سے روک دیا گیا تھا، اور حکم تھا کہ اس مقصد کے لیے ایک مجلس بلائی جائے۔ چنانچہ دارالسعادہ میں ۳ رجمادی الاولیٰ بروز بدھ شہر میں اس کا اعلان کر دیا گیا، مگر شیخ نے دوبارہ فتوٰی دینا شروع کر دیا کہ کہیں اس طرح کتمانِ حق نہ ہو جائے۔

۱۹ ر رمضان المبارک ۷۱۹ھ میں قضاۃ، نائب السلطنت کے ہاں دارالسعادہ میں جمع ہوئے۔ سب کے سامنے سلطان کا خط پڑھا گیا، جس میں ایک فصل اس مسئلہ میں فتوٰے دینے کے سلسلہ میں شیخ سے متعلق تھی۔ شیخ کو بلایا گیا، اور اس مسئلہ پر فتوٰے دینے سے باز نہ رہنے کی سزا سنائی گئی۔ نیز تاکید کی گئی کہ آئندہ وُہ یہ فتوٰے نہ دیں۔

اس کے بعد ۱۲ ر رجب ۷۲۰ھ کو دارالسعادہ میں ایک مجلس ہوئی۔ جس میں نائب و قضاۃ اور فقہاء شریک تھے۔ شیخ بھی تشریف فرما تھے، انہوں نے شیخ کو مسئلہ حلف بالطلاق پر فتوٰے دینے سے سختی کے ساتھ روکا۔ اور آپ کو قلعہ میں مقید کر دیا گیا۔ آپ جیل میں پانچ ماہ اٹھارہ دن رہے، پھر سلطان کا فرمان پہنچا کہ آپ کو رہا کر دیا جائے۔ آپ کو یومِ عاشوراء بروز پیر ۷۲۱ھ میں رہا کر دیا گیا۔ آپ اپنے گھر تشریف لے گئے اور دوبارہ درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

قلعۂ دمشق میں نظربندی

۷۲۶ھ میں انبیاءؑ و صالحین کی قبور کی زیارت کے لیے شدِّ رحال اور سواریوں کے استعمال کا مسئلہ اٹھا۔ چنانچہ اس موضوع پر شیخ کے ایک فتوے پر بڑی لے دے ہوئی۔ آپ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا، آپ کے کلام میں تحریف کی گئی اور آپ کے ذمے وُہ کچھ لگا دیا گیا، جو آپنے نہ فرمایا تھا۔ اس پر ایک پُر آشوب فتنہ و فساد برپا ہو گیا، جس کی چنگاریوں سے حالات نازک صورت اختیار کر گئے، اب اس مسئلہ کو اٹھانے والوں کی طرف سے شیخ کی جان کو خطرہ لاحق ہو گیا۔ دیارِ مصریہ و شامیہ میں تقریبًا ایک جیسے حالات ہو گئے۔ شیخ کے مضبوط اصحاب بھی کمزور پڑ گئے اور ان کے باہمت حضرات میں بھی بزدلی نے راہ پالی۔

تاہم شیخ مطمئن تھے۔ ان کا سچا توکل اور اپنے رب پر اعتماد ظاہر ہو رہا تھا۔
ادھر معروف لوگوں کی ایک جماعت دمشق میں جمع ہوئی، اور انہوں نے شیخ کے خلاف مشورہ کیا۔ بعض نے کہا، آپ کو علاقہ بدر کر دیا جائے۔ دوسرے نے کہا، آپ کی زبان کاٹ دی جائے۔ کسی نے کہا، تعزیر دی جائے، جبکہ بعض نے آپ کو قید کر دینے کا مشورہ دیا۔ اس مجلس میں شریک ہونے والے ایک صاحب نے، جو ان باتوں کو پسند نہیں کرتے تھے، باہر آکر آپ کو ان مشوروں کی اطلاع دی۔

ایک اور جماعت مصر میں جمع ہوئی۔ انہوں نے اس مسئلے کو خوب اچھالا، اور سلطان کے پاس جمع ہوئے۔ یہ لوگ شیخ کے قتل پر متفق تھے۔ لیکن سلطان نے ان سے اتفاق نہ کیا، البتہ ان کی خوشنودی کے لیے آپ کو قید کرنے کا حکم جاری کر دیا۔

چنانچہ اسی سال ۶ شعبان بروز پیر شاہی حکم پہنچا کہ آپ کو قلعے میں بند کر دیا جائے۔ سواری لائی گئی، آپ اس موقعہ پر نہایت فرحاں و شاداں تھے۔ آپ نے فرمایا: "میں اس خبر کا پہلے سے منتظر تھا، یہ بڑی اچھی خبر ہے۔" پھر آپ سوار ہو کر قلعے میں پہنچے۔ آپ کے لیے ایک خوبصورت ہال خالی کرا لیا گیا، پانی کا انتظام کر دیا گیا، اور حکم ہوا آپ یہاں رہیں۔ سلطان کے حکم سے آپ کے بھائی زین الدین کو آپ کی خدمت کے لیے ساتھ رہنے کی اجازت دی گئی، اور آپ کے لیے مناسب وظیفہ مقرر کر دیا گیا۔ بروز جمعہ ۱۰ شعبان کو جامع مسجد دمشق میں یہ شاہی فرمان پڑھ کر سنایا گیا، جس میں آپ کو فتویٰ دینے سے منع کر دیا گیا تھا۔

یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی۔ امام ابو حنیفہؒ کو بھی فتوے دینے سے روکا گیا، اور قید کیا گیا۔ یہی سلوک امام احمدؒ کے ساتھ ہوا۔ یہ دلوں کے اندھے پن کا نتیجہ تھا۔ سچ فرمایا اللہ رب العزت نے: "فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ" "آنکھیں اندھی نہیں، بلکہ سینوں میں دل اندھے ہو جاتے ہیں۔"

نصف شعبان بدھ کے دن شافعی قاضی نے شیخ کے اصحاب کی ایک جماعت کو قید کرنے کا حکم دے دیا۔ آپ کے اصحاب کی ایک جماعت کو اذیتیں اور تکلیفیں دی گئیں،

باقی روپوش ہو گئے۔ جبکہ ایک جماعت کو تعزیر دی گئی، اور ان کے بارے میں اعلان کر دیا گیا۔ پھر امام شمس الدّین محمدّ بن ابی بکر امام الجوزیہ کو قلعہ میں قید کر دیا گیا اور باقی سب کو رہا کر دیا گیا۔

"مسئلہ زیارتِ قبورِ انبیاءؑ و صالحین" کے بارے میں سوال اور شیخؒ کا جواب

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس شخص کے بارے میں، جس نے انبیاءؑ وصالحین کی قبور کی زیارت کی نیت سے سفر کیا، کیا وہ اس سفر میں قصر کر سکتا ہے؟ اور کیا یہ سفر شرعی ہے؛ جبکہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے، "من حجّ ولم یزرنی فقد جفانی" "جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی، اس نے مجھ پر ظلم کیا"۔ نیز "من زارنی بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی!" کہ "جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی، وہ اُس شخص کی طرح ہے جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی"۔ اور آپؐ سے یہ بھی روایت ہے، "لا تشدّ الرّحال الاّ الی ثلاث مساجد، المسجد الحرام ومسجدی هذا والمسجد الاقصٰی"۔ یعنی "تین مساجد؛ مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصٰی کے علاوہ کہیں شدِّ رحال کر کے جانا جائز نہیں"۔ فتوٰی دے کر اجر حاصل کریں۔

الجواب: سب تعریفیں اللہ ربّ العٰلمین کے لیے ہیں!— جس شخص نے صرف انبیاءؑ وصالحین کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر کیا، کیا وُہ نماز قصر کر سکتا ہے؟ اس میں دو قول معروف ہیں؛

۱۔ متقدمین علماء کا قول یہ ہے کہ سفرِ معصیت میں نماز قصر کرنا جائز نہیں۔ مثلاً ابوعبداللہ ابن بطہ، ابوالوفاء ابنِ عقیل، اور علماء متقدمین میں سے بہت سے لوگ اس قسم کے سفر میں نماز قصر کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ اس لیے کہ شریعت میں اس سفر کی ممانعت ہے، لہٰذا قصر نہ کی جائے۔

۲۔ قصر کی جائے!— یہ ان لوگوں کا قول ہے، جو حرام سفر میں قصر نماز کے قائل ہیں۔ مثلاً امام ابوحنیفہؒ، جبکہ امام شافعیؒ اور احمدؒ کے اصحاب میں سے بعض متاخرین کہتے ہیں کہ انبیاءؑ و صالحین کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر جائز ہے۔ مثلاً ابو حامد غزالی، ابوالحسن ابنِ عبدوس الحرانی، ابو محمدّ ابنِ قدامہ مقدسی۔ ان کا کہنا ہے کہ ایسا سفر حرام نہیں ہے، اس لیے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے عام فرمایا ہے: "زوروا القبور" "قبروں کی زیارت کیا کرو" بعض وہ لوگ، جو حدیث کے علم سے بے بہرہ ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے سلسلہ میں مروی احادیث سے دلیل لیتے ہیں۔ مثلاً "من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی" یعنی "جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی، گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی" (دارقطنی)

بعض لوگ جو یہ حدیث بیان کرتے ہیں "من حج فلم یزرنی فقد جفانی" کہ "جس نے حج کیا، اور میری زیارت نہ کی، اس نے مجھ پر ظلم کیا" اس کو کسی عالم نے روایت نہیں کیا۔ یہ حدیث ایسے ہی ہے، جیسے یہ حدیث کہ: "من زارنی وزار ابی ابراھیم فی عام واحد ضمنت لہ علی اللہ الجنۃ" "جس نے میری اور میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ایک ہی سال میں زیارت کی، میں اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کی ضمانت دیتا ہوں" علماء اس حدیث کے باطل ہونے پر متفق ہیں۔ نہ کسی نے اس کو روایت کیا، نہ اس کو دلیل کے طور پر پیش کیا۔ ان میں سے بعض دارقطنی کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ ابو محمدؒ مقدسی نے زیارتِ قبور کے لیے سفر کی دلیل یہ دی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ قباء کی زیارت فرمایا کرتے تھے۔ انہوں نے حدیث "لا تشدّ الرحال" کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ نفی استحباب پر محمول ہے۔

پہلا گروہ صحیحین کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس روایت سے دلیل لیتا ہے: "لا تشدّ الرّحال الّا الی ثلاثۃ مساجد، المسجد الحرام ومسجدی ھذا والمسجد الاقصیٰ" یعنی "تین مساجد کے علاوہ کسی طرف شدِّ رحال نہ کیا جائے: مسجدِ حرام، مسجدِ نبویؐ، اور مسجدِ اقصیٰ!"

اس حدیث کی صحت نیز عمل کرنے پر سب ائمہ کا اتفاق ہے۔ اگر کوئی شخص مذکورہ تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد یا مشہد میں نماز پڑھنے، یا اعتکاف کرنے کے لیے سفر کرنے کی نذر مان لے، تو ائمہ کا اتفاق ہے کہ یہ نذر واجب نہیں ہوگی۔ اگر یہ نذر مانے کہ سفر کرکے حج یا عمرے کے لیے مسجدِ حرام میں پہنچے گا، تو علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ اس پر واجب ہو

جائے گی۔ اگر یہ نذر مانے کہ مسجدِ نبویؐ یا مسجدِ اقصیٰ میں نماز یا اعتکاف کے لیے جائے گا، تو امام مالکؒ و امام شافعیؒ کے ایک قول کے مطابق، اور امام احمدؒ کے نزدیک اس کا پورا کرنا واجب ہوگا۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب نہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک نذر اس عمل کی واجب ہوتی ہے، جس عمل کی جنس شرع میں واجب ہو۔

جمہور ہر طاعت کی نذر کو پورا کرنا واجب جانتے ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ، ومن نذر ان یعصی اللہ فلا یعصہ"۔ یعنی "جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانی ہو، وہ اس نذر کو پورا کرے۔ اور جس نے کوئی نافرمانی کی نذر مانی تو وہ اسے پورا نہ کرے"۔ دونوں مساجد کی طرف سفر کرنا طاعت ہے۔ لہٰذا اس کو پورا کرنا واجب ہوا۔

ان مساجد کے علاوہ کسی جگہ کے سفر کی نذر مان لے، تو کسی عالم کے نزدیک اس کو پورا کرنا واجب نہیں۔ یہاں تک کہ علماء نے واضح طور پر کہا ہے، قباء کے لیے سفر نہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ ان مساجد میں شامل نہیں ہے۔ اس کے باوجود مسجدِ قباء کی زیارت اس شخص کے لئے جو مدینہ میں ہو، مستحب ہے۔ اس لیے کہ وہ شدِّ رحل نہیں ہے۔ چنانچہ حدیثِ صحیح میں ہے:
"من تطہر فی بیتہ ثم اتی الی مسجد قباء لا یرید الا الصلوٰۃ فیہ کان کعمرۃ"۔ یعنی "جو شخص اپنے گھر سے باوضو نکلے اور مسجدِ قباء میں آئے، اس کی نیت صرف اس مسجد میں نماز کی ہو تو اس کا یہ عمل عمرہ کے برابر ہے"۔

علماء اس کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ قبورِ انبیاءؑ و صالحین کی طرف تقرب کے لیے سفر بدعت ہے، صحابہؓ و تابعینؒ نے یہ عمل نہیں کیا۔ نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے اور نہ ہی مسلمانوں کے ائمہ کرام میں سے کسی نے اس کو مستحب جانا۔ جس نے اس کے عبادت ہونے کا عقیدہ رکھا اور اس پر عمل کیا، تو وہ سنّت اور اجماعِ امت کا مخالف ہے۔
یہ مضمون ابو عبداللہ ابنِ بطہ نے "الابانۃ الصغریٰ" میں سنّت اور اجماع کے خلاف بدعات کے ذکر کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ اس سے ابو محمدؒ کی دلیل کی کمزوری ظاہر ہو جاتی ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجدِ قباء میں تشریف لے جانا شدِّ رحل نہیں تھا۔ ان کو تسلیم ہے کہ

اس کی طرف سفر، نذر ماننے سے واجب نہیں ہو جاتا۔

رہا ان کا یہ کہنا کہ: "لا تشدّ الرّحال۔ الحدیث!" استحباب پر محمول ہے، اس کے دو جواب ہیں:

۱۔ ان کو یہ تسلیم ہے کہ یہ سفر عمل صالح اور قربت و طاعت نہیں ہے، اور نہ ہی یہ حسنات سے ہے۔ تو اب جو کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ انبیاءؑ و صالحین کی قبور کی طرف سفر قربت و عبادت اور طاعت ہے، وُہ اجماع کا مخالف ہوا۔ جب وُہ طاعت کے اعتقاد کے ساتھ سفر کریگا تو یہ مسلمانوں کے اجماع کے مطابق حرام ہوگا۔ یہ تحریم اس سفر کو قربت بنانے کی بناء پر ہوگی اور معلوم ہے کہ جو بھی اس کی طرف سفر کرے گا، اس کا مقصد قربت ہوگا۔ ہاں اگر کوئی شخص غرضِ مباح کے لیے اس کے سفر کی نذر مان لے، تو یہ جائز ہوگا۔ اس کا تعلق زیرِ غور مسئلہ سے نہیں!

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حدیث کا اقتضاء نہی ہے، اور نہی کا اقتضاء تحریم ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارتِ قبر کے لیے جو احادیث ذکر کی جاتی ہیں، حدیث کا علم رکھنے والوں کا اتفاق ہے کہ وُہ سب کی سب ضعیف ہیں۔ بلکہ موضوع ہیں! قابلِ اعتماد اہلِ سنن میں سے کسی نے ان کو، یا ان میں سے کسی کو، روایت نہیں کیا۔ اور نہ ہی ائمہ میں سے کسی نے ان کو دلیل بنایا ہے۔ بلکہ اس مسئلہ کو سب سے زیادہ جاننے والے اہلِ مدینہ ہیں۔ ان کے امام، امام مالکؒ نے اس قول کو مکروہ سمجھا ہے کہ کوئی شخص یوں کہے: "میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی ہے۔" اگر یہ لفظ ان کے نزدیک معروف یا مشروع ہوتا، یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور ہوتا، تو عالمِ اہلِ مدینہ امام مالکؒ اس کو مکروہ نہ فرماتے۔ امام احمدؒ اپنے زمانے کے سنّت کے سب سے بڑے عالم تھے۔ جب ان سے یہ مسئلہ پوچھا گیا، تو ان کے پاس ایک حدیث کے سوا کوئی قابلِ اعتماد حدیث نہ تھی۔ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"مامن رجل یسلّم علیّ الّا ردّ اللہ علیّ روحی حتّی اردّ علیہ السلام۔" یعنی "جو شخص بھی مجھے سلام کہے، اللہ تعالیٰ میری رُوح کو لوٹا دیتا ہے، اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔" ابو داؤد نے اپنی سنن میں اس پر اعتماد کیا ہے۔ اسی طرح امام مالکؒ نے مؤطا میں حضرت عبداللہ

بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوتے تو کہتے: "السلام علیك یا رسول اللہ، السلام علیك یا ابا بکر، السلام علیك یا ابت" پھر واپس چلے جاتے! سنن ابی داؤد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: "لا تتخذوا قبری عیدًا وّصلّوا علیّ فانّ صلٰوتکم تبلغنی حیثما کنتم" یعنی "میری قبر کو عید نہ بنا لینا۔ مجھ پر درود پڑھو، جہاں بھی ہو، تمہارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے"۔ سنن سعید بن منصور میں ہے کہ عبداللہ بن حسن بن علیؓ بن ابی طالب نے ایک شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف آتے جاتے دیکھا، تو اس سے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "لا تتّخذوا قبری عیدًا وّصلّوا علیّ فانّ صلٰوتکم تبلغنی حیثما کنتم" یعنی "میری قبر کو عید نہ بنا لینا۔ مجھ پر درود پڑھو، تم جہاں بھی ہوگے، تمہارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے" لہٰذا تم اور اندلس میں موجود شخص آپؐ کے لحاظ سے برابر ہیں۔ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپؐ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا تھا: "لعن اللہ الیھود والنصارٰی اتّخذوا قبور انبیاءھم مساجد، یحذر ما فعلوا (قالت عائشۃ:) ولولا ذٰلك لا برز قبرہ ولٰکن کرہ ان یّتّخذ مسجدا" یعنی "اللہ تعالیٰ یہود و نصارٰی پر لعنت کرے، کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاءؑ کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا تھا۔ آپؐ نے ان کے اس فعل سے اپنی امت کو بچنے کی تاکید کی (امّ المؤمنینؓ فرماتی ہیں:) اگر یہ خطرہ نہ ہوتا، تو آپؐ کی قبر شریف کو کھلا رکھا جاتا۔ لیکن آپؐ نے اپنی قبر کو عبادت گاہ بنانے کو مکروہ جانا" صحابہ کرامؓ نے آپؐ کو حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں دفن کیا۔ یہ ان کی (آبادی سے باہر جنگل میں دفن کرنے کی) عادت کے خلاف تھا۔ تاکہ کوئی آپؐ کی قبر شریف کے پاس آکر نماز پڑھنے نہ لگ جائے۔ اس طرح وہ اسے مسجد بنانے کا مرتکب ہوگا، جس کا نتیجہ قبر کو بت بنانے کی صورت میں نکلتا۔ ولید بن عبدالملک کے عہدِ حکومت تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مسجد سے باہر تھا۔ اس وقت صحابہؓ و تابعینؒ میں سے کوئی بھی قبر کے پاس نماز، یا قبر پر ہاتھ پھیرنے، یا دعا کے لیے نہ جاتا تھا۔ بلکہ وہ یہ اعمال و افعال (نماز و دعا) مسجد میں انجام دیتے تھے۔ صحابہؓ و تابعینؒ میں سے سلف جب

آپؐ پر سلام پڑھتے، اور دُعا کا ارادہ کرتے تو قبلہ رُخ ہو جاتے تھے، پھر دعا کرتے تھے۔ قبر شریف کی طرف رُخ نہ کرتے!

رہا مسئلہ آپؐ پر سلام پڑھنے کے لیے کھڑا ہونے کا، تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا: اس موقعہ پر قبر کی طرف منہ کرنے کی بجائے قبلہ رُخ ہونا چاہیے۔ اور اکثر علماء نے کہا ہے، کہ صرف سلام کے لیے خصوصًا قبر شریف کی طرف رُخ کرے۔ لیکن یہ کسی امام نے نہیں فرمایا کہ دعا کرتے وقت قبر شریف کی طرف متوجہ ہو۔ اس سلسلہ میں جو حکایات ہیں، وُہ سب کذب وافتراء ہیں۔ امام مالکؒ سے ان کے اور ان کے مذہب کے خلاف روایت کی جاتی ہے۔ ائمہ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو نہ تو چھوا جائے، نہ بوسہ دیا جائے!۔ یہ سب کچھ توحید کے عقیدے کی حفاظت کی خاطر ہے، اس لیے کہ شرک باللہ کی ایک اصل، قبور کو مساجد بنانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا" (نوح ۲۲) یعنی "انہوں نے کہا، اپنے معبودوں کو قطعًا نہ چھوڑنا۔ اور نہ ہی ود کو، نہ ہی سواع کو، اور نہ ہی یغوث، یعوق اور نسر کو چھوڑنا" کی تفسیر سلف کے ایک گروہ نے یہ کی ہے کہ یہ قوم نوحؑ کے صالح لوگ تھے۔ جب وُہ مر گئے تو (عقیدت مند) ان کی قبروں پر بیٹھ گئے۔ پھر ان کی شکلوں کے مطابق بُت بنا لیے۔ پھر عرصۂ دراز گزرنے کے بعد ان کی پوجا شروع کر دی۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں یہ مضمون حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ محمّد بن جریر طبری نے بھی اپنی تفسیر میں بہت سے سلف سے اس روایت کو ذکر کیا ہے!۔۔۔ میں نے دوسری جگہ ان مسائل کے اصول پر شرح وبسط سے کلام کیا ہے۔

قبروں پر بنائے گئے مشاہد کی زیارت کے لیے سفر کے بارے میں احادیث کو سب سے پہلے بدعتیوں اور رافضیوں وغیرہ نے وضع کیا، جو مساجد کو غیر آباد کرتے ہیں اور مشاہد کی (جن میں شرک ہوتا ہے) تعظیم کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جھوٹی روایات وحکایات بیان کی جاتی ہیں اور بدعات کا دین گھڑا جاتا ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ کتاب و سنّت میں مساجد کا ذکر ہے، مشاہد، درباروں اور مزاروں کا ذکر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ" (الاعراف: ۲۹)

یعنی "کہہ دیجیے، میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے، اور یہ کہ ہر نماز کے وقت اپنے رُخ قبلے کی طرف کیا کرو۔ اور دین کو اس (اللہ) کے لیے خالص کرتے ہوئے اسی کو پکارو۔"

نیز ارشاد فرمایا: "اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ" (التوبۃ: ۱۸)

"اللہ تعالیٰ کی مساجد کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں، جن کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہے۔" اور ارشاد فرمایا، "وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا" (الجن: ۱۸)

یعنی "سب مساجد (خالص) اللہ تعالیٰ (کے ذکر) کے لیے ہیں، سو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔"

اور ارشاد ہے: "وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ۔ الاٰیۃ" (البقرۃ: ۱۱۴) یعنی "اس سے بڑا ظالم کون ہے، جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے روکے کہ ان میں اس کے نام کا ذکر کیا جائے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہے کہ آپؐ فرمایا کرتے تھے: "انّ من کان قبلکم کانوا یتّخذون القبور مساجد الا فلا تتّخذوا القبور مساجد فانّی انھکم عن ذلك" یعنی "تم سے پہلی امتوں کے لوگ قبروں کو عبادت گاہیں بنا لیا کرتے تھے، تم قبروں کو مساجد (عبادت گاہیں) نہ بنانا۔ میں تمہیں اس سے روکتا ہوں۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا یہ آخری جواب ہے، جو آپ نے دیا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!

شیخ نے جواب مذکور سے بہت پہلے اس مسئلہ پر کلام کیا تھا، جو اس جواب سے بھی زیادہ بلیغ ہے۔ اور جیسا کہ انہوں نے اس جواب میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ جب مخالفین یہ فتوائے دمشق میں حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تو انہوں نے اس کو لکھ کر دیارِ مصریہ میں پھیلا دیا۔ جبکہ قاضی الشافعیہ نے نقل کی اصل سے تصدیق کر دی اور اس پر

ریمارکس دیا کہ: "انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاءؑ کی قبروں کی زیارت کو یقیناً اور قطعی طور پر معصیت کہا ہے۔" ملاحظہ فرمائیے، شیخ الاسلام کی عبارت میں کس طرح تحریف کی ہے؟ فتوے میں آپ نے زیارتِ قبور کے لیے شدِّ رحل کے مسئلے میں دو قول ذکر کیے ہیں۔ محض زیارتِ قبور کے لیے شدِّ رحل الگ مسئلہ ہے، اور بغیر شدِّ رحل کے زیارتِ قبور دوسرا مسئلہ ہے۔ شیخ کے نزدیک بغیر شدِّ رحل کے زیارت مستحب و مندوب ہے، اور شیخ کی کتابیں وغیرہ اس پر گواہ ہیں۔ شیخ نے فتوی میں بغیر شدِّ رحل کے زیارتِ قبور کے مسئلے پر گفتگو نہیں کی، اس لیے کہ سائل نے یہ مسئلہ پوچھا ہی نہیں تھا۔ انہوں نے یہ بھی نہیں کہا کہ یہ معصیت ہے، اس کے منع ہونے پر اجماع نقل نہیں کیا۔ اس لیے کہ علماء تو درکنار عوام بھی جانتے ہیں کہ زیارتِ قبور سنّت ہے۔ تو بھلا جو ہستی اجتہادِ مطلق کے مقام پر سرفراز ہو، اس کے بارے میں ناواقفی کا گمان کس طرح کیا جاسکتا ہے؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں!

قاضی مذکور کا خط جب دیارِ مصریہ میں پہنچا، تو اس پر بڑی لے دے ہوئی۔ اس کو اچھالا گیا اور فتنۂ عظیم کھڑا کر دیا گیا۔ قضاۃ نے اس کو طلب کر کے گفتگو کی۔ بعض نے شیخ کو جیل بھیجنے کا مشورہ دیا، حتیٰ کہ سلطان نے فرمان جاری کر دیا۔ اور پھر وہ کچھ ہوا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اس مسئلہ کو اٹھانے والوں کے بارے میں بہت سے امور چلتے رہے، جن کا ذکر یہاں ممکن نہیں۔

علماءِ بغداد کا شیخ کی مدد کرنا

کہتے ہیں، جب آپ کا یہ جواب بغداد میں پہنچا، تو علماء اس کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور انہوں نے شیخ کی موافقت میں لکھا۔ حافظ ابنِ عبد الہادی بن قدامہ نے کہا، میں نے ان کے خطوط دیکھے تھے۔ یہاں ان کا کچھ ذکر ہو جائے تو بہتر ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، جس سے ہر کلام کی ابتداء ہوتی ہے، کے بعد صلوٰۃ و سلام ہو اس کے

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ساری مخلوق سے بہتر ہیں۔ نیز آپؐ کے آل اور اصحابؓ پر، جو نیک اور عزت دار ہیں۔ ہدایت کے عَلَم اور اندھیروں میں چراغ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سب سے بڑا فقیر اور اس کی معافی کا سب سے بڑا محتاج اس جواب کے بارے کہتا ہے، جس کو امام، شیخ، علم و فضیلت میں سب پر فائق، بلند ہمت، مخلوق کے لیے سرمایۂ افتخار، اسلام کے حسن و جمال، شریعت کے ستون، سنّت کے مددگار، بدعت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والے مختلف فضائل کے جامع، قدوہ علماء اماثل نے لکھا ہے۔ اس جواب میں آپ نے علماء اور صاحبِ نجابت ائمہ کے جو اقوال نقل کیے ہیں، وہ نہایت واضح ہیں۔ انھیں رد نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے کھلے ہیں، جن پر کوئی پردہ نہیں بلکہ وُہ سورج اور چاند سے سوا ہیں، اور آنکھ والوں کے لیے صبح کی روشنی سے زیادہ ظاہر ہیں۔ مسئلہ زیرِ بحث میں سب سے افضل اور عمدہ وُہ حدیث ہے، جس کی صحت پر اتفاق کیا گیا ہے۔ علماء کے درمیان اختلاف صیغے کے دو احتمال کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "لا تشدّ الرّحال" میں نفی اور نہی ہر دو کا احتمال ہے۔ اگر نفی کا معنیٰ ملحوظ ہو تو مساجدِ ثلاثہ کے علاوہ کہیں بھی شدِّ رحل اور سواری کا استعمال فضیلت و استحباب کی نفی ہو گا۔ یعنی نفی کا اثر اُن کے استحباب و فضیلت پر پڑے گا، نہ کہ اصل مسئلہ پر۔ ورنہ خبر کا تخلف لازم آئے گا۔ اور فضیلت و استحباب کی نفی سے اباحت کی نفی لازم نہیں آتی۔ یہ اس شخص کی دلیل ہے جو اس سفر کی اباحت کا قائل ہے۔ اس صورت میں اس پر قصر نماز کی بنیاد رکھی جا سکے گی۔

اور اگر نہی کا معنیٰ ملحوظ رکھا جائے تو پھر مساجدِ ثلاثہ کے سوا کسی طرف بھی تقرب کے لیے شدِّ رحل اور سواری کا استعمال منع ہو گا۔ اصولیوں کے نزدیک یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ کسی چیز سے نہی کا مفہوم دلائل کی رُو سے حرمت یا کراہت پر دلالت کناں ہوتا ہے۔ یہ دلیل ان حضرات کی ہے، جو اس سفر میں قصر نماز کے عدمِ جواز کے قائل ہیں۔ کیونکہ اس سے منع کر دیا گیا ہے۔ اس کی حرمت کے قائل شیخ امام ابو محمدؒ جوینی شوافع میں سے، اور شیخ امام ابوالوفاء ابنِ عقیل حنابلہ میں سے ہیں۔ جبکہ مالکیہ میں سے قاضی عیاض نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور وُہ احادیث جو زیارتِ قبور کے استحباب میں ہیں، یہ اس زیارت پر محمول ہیں جس میں شدِّ رحل اور

سواری کا استعمال نہ ہو۔ اس سے احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ پھر اس بات کا احتمال بھی موجود ہے کہ کہا جائے، دوسری قسم کی حدیث درجے میں عدمِ مساوات کی وجہ سے شدِّ رحال کی حدیث کے معارض نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ شدِّ رحال کی حدیث اعلیٰ قسم کی صحیح ہے۔ واللہ اعلم!

مزید لکھا: "مجھے یہ خبر ملی ہے کہ مفتی کو تنگ اور ذلیل کیا گیا ہے۔ یہ ایسی صورت حال ہے، جس میں عقلمند حیران و ششدر رہے، اور صاحبِ بصیرت و دانا متعجب ہے۔ وہ اس سے بے اعتقادی اور شک میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اس مسئلے میں آپ کا جواب علماء کے اختلاف میں فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے مقصد انبیاء و صالحین سے ناگواری اور ناقدری کا پیدا کرنا نہیں۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو اس حدیث کی رُو سے، جس کا مرفوع ہونا متفق علیہ ہے، قبول کرنا اور آپ کے اوامر و نواہی کا تتبع اس سے مقصود ہے۔ بلاشبہ اس سے اعراض خطرناک ہے۔ جب حقیقت یہ ہے، تو پھر اگر کسی سے اس مسئلہ میں فتویٰ پوچھا گیا، اور مفتی نے فقہاء کا اختلاف بیان کر کے علماء کے بعض اقوال کی طرف میلان ظاہر کیا، تو یہ کونسا جرم ہے؟ — مسائل کی تحقیق و تنقیح کا یہ سلسلہ طویل عرصے سے اسی طرح چلا آ رہا ہے۔ آپ پر جرح و قدح کرنے والا صاف صاف بندۂ خواہش ہے، اس کا نتیجہ ہلاکت کے سوا اور کچھ نہیں۔ جس شخص سے نادر و نایاب علمی فوائد حاصل کیے جائیں، وہ اس لائق ہے کہ اس کی تعظیم و تکریم کی جائے۔ اور اس کی عظمت و کرامت وہی کرے گا جس کے پاس فہمِ سلیم، ذہنِ مستقیم ہو گا۔ تعجب ہے، جو شخص ان کا خوشہ چین ہے اور ان سے مستفید ہونے والا ہے، وہ سرِ عام ان کے خلاف فیصلہ دیتا ہے۔ یہ تو مشہور کہاوت کا مصداق ہوا کہ "الشعیر یؤکل ویذم"۔ "جَو کھایا بھی جاتا ہے اور اس کو بُرا بھی کہا جاتا ہے۔" اگر مجھے مخاطب کے اکتانے کا خوف نہ ہوتا تو میں بات کو طویل کرنے سے دریغ نہ کرتا۔" اس کے نیچے امام صفی الدین ابنِ عبدالحق حنبلی نے لکھا ہے:

"سب تعریفیں اللہ رب العلمین کے لیے ہیں۔ اور اس کی رحمت ہو ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور اس کی پاک آل پر!

مولانا، امام، عالم، عامل، جامع الفضائل، بحرالعلم، جمال الدین کاتب نے اپنا خط میرے اس خط کے سامنے لکھا ـــ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اسلام کو حسین و جمیل بنائے، اور ان پر اپنے انعامات پھیلا دے۔ انہوں نے اس میں حق کو نمایاں طور پر بیان کر دیا ہے، اور اس سلسلہ میں مشائخ کی غفلت سے اعراض کیا۔ جو سوال و جواب پہلے گزر چکے ہیں، صاحبِ عقل و فطانت پر مخفی نہیں کہ مفتی نے سوال کے مطابق جواب دیا ہے، اور اس میں متقدمین علماء کے اقوال کو نقل کیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اگر کوئی اعتراض کرنا ہی چاہے، تو ان اقوال کی نقل پر کر سکتا ہے۔ جن علماء کے یہ اقوال ہیں، ان کی کتابوں سے انکی تصدیق ہو سکتی ہے۔ اب بھی جو شخص آپ پر طعن و تشنیع کے تیر برسائے، وُہ یا تو جاہل ہے ـــ اور جو کہتا ہے اس کو جانتا نہیں! ـــ یا بد دیانت ہے، اور حسد اور جاہلی حمیت کا مریض! اسی کا نتیجہ ہے کہ وُہ ایسی بات کے رد کے درپے ہے، جو علماء کے نزدیک مقبول ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں حسد کی ہلاکتوں سے محفوظ رکھے، اور بد خوئی کے تکبر و غرور سے محفوظ رکھے۔ آمین!

علماء شافعیہ کا ایک اور جواب

بسم اللہ اور حمدِ الٰہی کے بعد کہا: "میرا ایک خادم میرے علم میں وُہ سوال لایا، جو شیخ، امام، عالم، علامہ، وحید الدہر، فرید العصر، تقی الدین ابو العباس ابنِ تیمیہؒ سے کیا گیا۔ اور آپ نے اس کا جو جواب دیا، وُہ بھی میرے علم میں آیا۔ لاریب اس مسئلہ میں علماء نے جو کچھ کہا، اس کا خلاصہ اس جواب میں موجود ہے۔ یہ بات مقتضیٰ حال کے مطابق ہے۔ اور جو عبارتیں اور اقوال اس میں نقل کیے گئے ہیں، وہ صحیح اور درست ہیں۔ اس جواب میں مسئلہ کے مالہٗ و ماعلیہ پر پوری بحث موجود ہے۔ اس میں تکلف و تصنع سے کام نہیں لیا گیا۔ نہ تو زبردستی اس میں کسی بات کو داخل کیا گیا، اور نہ ہی کسی اہم بات کو جان بوجھ کر نظر انداز کیا گیا ہے۔ معاذ اللہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تنقیص و تحقیر کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہے۔ علماء کے لیے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ عصبیت کی وجہ سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کسی تحقیر و تنقیص کے مرتکب ہوں؟ ـــ

——— حاشا و کلّا! — ہاں اگر کوئی ذکر کرنے والا ابتداء ہی میں اس کا ذکر کر دیتا، اور قرائن بھی موجود ہوتے، جس سے تنقیص و تحقیر ظاہر ہوتی، تو پھر اس کا یہ نتیجہ نکالنا ممکن تھا۔ یہاں تو اس کا نہ اشارہ نہ کنایہ ہے، نہ صراحت! — یہ کیسے ہو سکتا ہے، جبکہ سوال و جواب میں بحث و تحقیق کے سلسلے میں ہی ساری گفتگو ہوئی ہے؟ اور پھر علماء و عقلاء کے کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ محض زیارت، عبادت و طاعت نہیں۔ اگر کوئی قسم کھالے کہ وُہ عبادت یا طاعت کرے گا، تو زیارتِ قبور کے ذریعے اس کا حلف پُورا نہیں ہو گا۔ ہمارے متاخرین میں سے قاضی ابن کج نے ذکر کیا ہے کہ زیارت ان کے نزدیک قربت و عبادت ہے، نذر ماننے والے پر لازم ہو جاتی ہے۔ وُہ اس میں منفرد ہیں نقلِ صریح اور قیاسِ صحیح انکی مساعدت نہیں کرتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "لا تشدّ الرّحال۔الخ" میں مطلق خبر ہے۔ جس کا اقتضاء یہ ہے کہ مذکورہ مساجدِ ثلاثہ کے علاوہ کسی طرف کا سفر بطورِ تقرب نہ کیا جائے۔ اب جو شخص مذکورہ مواضع کی طرف شدِّ رحل کے وجوب یا مندوب ہونے کے جواز کا عقیدہ رکھے، وہ اس صریح نہی کا مخالف ہے۔ جبکہ نہی کی مخالفت معصیت ہے۔ یہ تحریر ابن الکتبی شافعی کی ہے، وُہ اللہ کی نعمتوں پر اس کی حمد و ثناء کرتا ہے۔"

علماء مالکیہ کا ایک اور جواب

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— حمد و صلوٰۃ کے بعد: شیخ اجل، لبقیۃ السّلف، قدوۃ الخلف، رئیس المحققین، خلاصۃ المدققین، تقی الملۃ والحق والدین نے اس مسئلہ کے جواب میں جو اختلاف بیان کیا ہے، اہلِ علم کی بہت سی کتابوں میں صحیح طور پر منقول ہے۔ اس پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ کوئی عیب یا نقص نہیں، نہ ہی اس میں آپؐ کی ذرہ بھر ناقدری ہے۔ شیخ ابو محمد جوینی نے زیارتِ قبور کے لیے سفر کی حرمت کو اپنی کتابوں میں واضح طور پر بیان کیا ہے۔ اور مالکیہ میں سے قاضی عیاض نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ قاضی عیاض ہمارے متاخرین میں سب سے افضل ہیں۔ مدونہ میں ہے، جس نے نذر مانی ہو کہ میں مدینہ یا بیت المقدس میں پیدل جاؤں گا، تو وہ اُس کو پورا نہ کرے۔

ہاں اگر اُن کی مساجد میں نماز کا ارادہ ہو، تو پھر اس نذر کو پورا کرے۔ انہوں نے زیارتِ قبرِ نبویؐ کو طاعت قرار نہیں دیا کہ اس کا پُورا کرنا واجب ہو۔ ہمارے ہاں قاعدہ یہ ہے کہ جو کوئی طاعت کی نذر مانے، اس پر اس نذر کو پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ چاہے اس کی جنس شرع میں واجب ہو (جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے) اور چاہے واجب نہ ہو۔ قاضی ابو اسحٰق اسماعیل بن اسحاق نے اس مسئلہ کے آخر میں کہا ہے: اگر ان مساجدِ ثلاثہ میں نماز کی نیت نہ ہو تو وہاں جانا لازم نہیں ہوتا۔ اگر آپؐ کی قبر کی زیارت طاعت ہوتی تو اس کا پورا کرنا لازم ہو جاتا۔ قیروانی نے اپنی "تقریب" میں، اور شیخ ابن بشیر نے "تنبیہ" میں اس کا ذکر کیا ہے۔ جبکہ "مبسوط میں ہے" امام مالکؒ نے فرمایا: جس نے کسی مسجد میں پیدل جا کر نماز پڑھنے کی نذر مان لی ہو، تو میرے نزدیک اس کا یہ سارا عمل مکروہ ہے۔ کیونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "لا یعمل المطی الّا الیٰ ثلاثۃ مساجد، المسجد الحرام ومسجد بیت المقدس ومسجدی ھذا"۔ یعنی تقرب کے لیے ایسا سفر جائز نہیں ہے، جس میں سواری کی ضرورت ہو — سوائے تین مساجد کے: مسجدِ حرام، مسجدِ بیت المقدس اور مسجدِ نبویؐ! محمد بن المواز نے "الموازیہ" میں اپنے والد سے روایت کی ہے: "الّا ان یکون قریباً منہ فیلزمہ الوفاء"۔ "ہاں اگر وُہ جگہ قریب ہو، تو اس نذر کو پورا کرنا واجب ہو گا"۔ اس لیے کہ اس میں شدِّ رحل نہیں ہے۔ شیخ ابو عمر ابنِ عبد البر نے کتاب "التمہید" میں کہا ہے کہ مسلمانوں پر انبیاء وصالحین کی قبور کو مساجد (عبادت گاہیں) بنانا حرام ہے۔ جب یہ ثابت ہو چکا، تو اب اس مسئلہ میں سفر کو ممنوع قرار دینے والے کی کفر کی طرف نسبت جائز نہیں۔ بلکہ جس نے بغیر موجب کے تکفیر کا اقدام کیا، وُہ خود کافر ہے۔ ورنہ کم از کم فاسق ضرور ہے۔ امام ابو عبداللہ محمد بن علی المازری نے کتاب "المعلم" میں لکھا ہے: جس نے اہلِ قبلہ میں سے کسی کو مباح جان کر کافر کہا، وُہ خود کفر کا مرتکب ہوا۔ ورنہ فاسق ضرور ہے۔ حاکم پر لازم ہے، جب یہ مقدمہ اس کے سامنے لایا جائے تو اس کو تادیب وتعزیر دے۔ تاکہ ایسے غیر ذمہ دار لوگوں کا سدِّ باب ہو۔ حاکم قدرت کے باوجود سزا نہ دے تو وُہ گناہ گار ہے — واللہ تعالیٰ اعلم: — یہ تحریر المدرسۃ الشریفۃ المستنصریہ میں طائفہ مالکیہ کے خادم محمد بن عبدالرحمٰن نے کی ہے"!

شام کے ایک مالکی عالم کا ایک اور جواب

لکھتے ہیں، "مساجدِ ثلاثہ کے علاوہ تقرب کے لیے کہیں کا سفر کرنا مشروع نہیں ہے۔ ہاں جس نے مسجدِ نبویؐ میں نماز کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کے لیے اور آپؐ کے دو صحابیوں رضی اللہ عنہما پر سلام کے لیے سفر کیا، تو یہ سفر باتفاقِ علماء مشروع ہے۔ جب وُہ سواری استعمال کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (قبر کی) زیارت کے لیے جائے اور مسجدِ نبویؐ میں نماز کا قصد نہ ہو تو اس سفر کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض اس سفر کو ممنوع کہتے ہیں، اور بعض اس کو مباح کہتے ہیں۔ ان دونوں اقوال کے مطابق یہ طاعت و قربت نہ ہوگا۔ جس نے اس کو ان دو اقوال کے مقتضیٰ کے مطابق طاعت و قربت بنایا ہے، تو اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔ شیخ (ابنِ تیمیہؒ) نے دونوں میں سے ہر ایک کی دلیل بیان کی ہے اور ایک قول کو ترجیح دی ہے، تو اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص لازم نہیں آتی۔ نہ آپؐ کی شان اس سے گھٹتی ہے۔ امام مالکؒ نے ایک سائل کے اس سوال — کہ جب کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جانے کی نذر مانی ہو تو کیا کرے؟ — کے جواب میں فرمایا: اگر مسجدِ نبویؐ کی نیت ہو تو مسجد میں آئے اور نماز پڑھے۔ اگر صرف قبر کا ارادہ ہو تو یہ نذر پوری نہ کرے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے: "لا تعمل المطی الا الی ثلاثۃ مساجد" کہ "جس سفر میں سواری کی ضرورت پڑے، تین مساجد کے علاوہ کہیں کا نہ کیا جائے"۔ — واللہ اعلم! — یہ تحریر ابوعمرو بن ابوالولید المالکی کی ہے۔"

اہلِ بغداد کا ایک خط

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں! صلوٰۃ و سلام ہو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر، جو ساری مخلوق کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں۔ اور آپؐ کی نیک اور مکرم آلؑ پر۔

اے اللہ تیرا دروازہ سائلوں کے لیے ہمیشہ کھلا رہے! تیری عنایات ہمیشہ تیرے حضور حاضر ہونے والوں کے لیے جاری رہیں کہ جن کی عادت صرف تجھ اکیلے سے سوال

کرتا ہے، اور وُہ تیرے سوا کسی اور سے سوال نہیں کرتے۔ وُہ تیرے سوا کسی کے در پر نہیں جاتے! — تو نے اپنی بخشش کی عنایات سے ان کو نوازا ہے، اور انہوں نے صرف تیری حمایت کو واجب جانا ہے۔ تو رب ہے، عظیم و کریم و اکرم ہے۔ تیرے در کے سوا کسی اور کے در کا قصد کرنا تیرے بندوں پر حرام ہے۔ تو ہی ہے جس کے سوا کوئی اللہ اور معبود نہیں۔ تیرے ہاں پناہ لینے والا ہی طاقتور ہے، تیری ثنار بڑی جلیل القدر ہے، تیرے نام مقدس ہیں۔ اپنے بندوں کا امتحان تیری ہمیشہ سے سنّت چلی آرہی ہے۔ اور یہ تیرا ان پر فضل و کرم ہے اور ان پر تیرا احسان ہے۔ تاکہ وُہ جمیع حالات میں تیرا زیادہ سے زیادہ ذکر کریں، ہر قسم کی تبدیلی میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کریں — لیکن اکثر لوگوں کو اسکا علم نہیں!

اے اللہ! تو عالم ہے، جو پوری طرح جانا نہیں گیا۔ تو سخی ہے، بخل نہیں کرتا۔ اے پوشیدہ اور ظاہر کا علم رکھنے والے! تو جانتا ہے کہ ہمارے دل خالص دعار کی رفعت میں سچے ہیں، اور ہماری زبانیں پوشید اور علانیہ دونوں حالتوں میں ناطق ہیں۔ اگر تُو ہمارے لیے اس برکت والی سلطان ناصر کی حکومت کی بلندی و رفعت و تمکین میں اضافہ فرمائے، اور اعلار کلمۃ اللہ کے لیے ہماری امیدوں کو بر لائے، تو اس سے دین کے ستونوں کی بنیادیں بلند ہوں گی — ملحدوں کے مکر و فریب کا قلع قمع ہو گا۔ کیونکہ یہ حکومت ظلم و زیادتی اور جانبداری سے پاک ہے، اور قلم و سیف کی سرکشی سے بچی ہوئی ہے۔ وُہ بات، جس کو مسلمانوں نے لمبے عرصے سے محسوس کیا اور جس کے مومن عادی ہو چکے ہیں، اہلِ دین کا اکرام اور علمار مسلین کی عزت و احترام ہے۔ علاوہ ازیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، "الدّین النّصیحۃ، قیل لمن یارسول اللہ ؟ قال للہ ولکتابہٖ ولرسولہٖ ولائمۃ المسلمین وعامتھم" کہ "دین خیر خواہی ہے۔ عرض کیا گیا، کس کے لیے ؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمان حکمرانوں اور عام مسلمانوں کے لیے!" — اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "انما الاعمال بالنّیّات" یعنی "اعمال کا دار و مدار صرف نیتوں پر ہے" صحت میں یہ دو حدیثیں مشہور ہیں، اور امت میں پھیلی ہوئی ہیں۔ پھر شیخِ معظم، جلیل القدر امام مکرم، یگانہ دہر، فرید العصر، فرشتوں جیسی زندگی گزارنے والا، دولتِ سلطانیہ کا علَم جس کے بارے کوئی قسم

کھانے والا عظیم و قدیر اللہ تعالیٰ کی قسم کھالے کہ ان کے زمانے میں اس کی نظیر نہیں ملتی، تو اس کی قسم سچی ہوگی۔ اور وُہ کفارہ سے بے نیاز ہوگا۔ ان جیسے وجود سے اس ملک کے سوا ساری دُنیا خالی ہے۔ ہر طبعِ سلیم کی جبلت رکھنے والا منصف اس سے اتفاق کرے گا۔ ہم ان کی تعریف میں غلو نہیں کرتے۔ تاہم اگر کوئی ان کی مدح وثنا۔ میں اطناب وتطویل کرے تو وُہ ان کے بعض فضائل کو پوری طرح بیان نہ کر سکے گا! — یہ ہیں احمد بن تیمیہ بے نظیر موتی، جس کے بارے ہر کسی کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے خریدا جائے، بیچا نہ جائے۔ بادشاہوں کے خزانوں میں ان جیسا بلکہ ان کے قریب قریب بھی کوئی نہیں۔ اور ان جیسے علم و مرتبہ کی کسی دوسری ہستی سے لوگ نا امید ہو چکے ہیں۔ بلاشبہ ابوالعباس احمد بن تیمیہ کی چوٹیوں تک پہنچنے والی شہرت نے کانوں کو بہرا کر دیا، اور پیر و مرید دونوں کے قوای کو کمزور کر دیا ہے۔ ایسی ہستی سے کوئی ایسا امر سرزد نہیں ہو سکتا، جس پر اسے ملامت کی جائے۔ الّا یہ کہ کوئی ایسی بات ہو، جو خلط ملط ہو گئی ہو، یا پوشیدہ رکھی گئی ہو۔

تعجب ہے آپ کو ایسی بات کی طرف منسوب کیا گیا، جو آپ جیسی ہستیوں کی شان کے لائق نہیں! حضرت عالیہ میں تطویل مناسب نہیں۔ اگر دنیا میں کوئی قطب ہے تو یقیناً آپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سلطان کو (اللہ تعالیٰ ان کی شان کو رفعت عطا فرمائے) موجودہ زمانے میں حضرت یوسف صدّیق کا فرض سونپا ہے، جبکہ حضرت یوسفؑ کو تمام علاقوں کی خوراک کا مرکز بنایا گیا تھا۔ تمام علاقے قحط زدہ تھے، اور لوگ آپؑ کے پاس جمع شدہ خوراک کے محتاج تھے۔ موجودہ صورت میں لوگوں کو رُوحانی خوراک کی اس سے کہیں زیادہ ضرورت ہے، جتنی کہ اس زمانے میں مادی جسم کو خوراک کی ضرورت تھی۔ جس رُوحانی خوراک کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وُہ کوئی پوشیدہ چیز نہیں! — اس سے مراد علوم شریفہ اور معانی لطیفہ ہیں۔ مملکتِ سلطانیہ کی، تمام علاقے (اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے) بغیر کسی صلے کی تمنا کے تعریف کرتے رہتے ہیں۔ اللہ بادشاہ کی طرف سے یہ بہت بڑا عطیہ اور بہت بھاری نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مملکت کو ایسی خصوصیت سے نوازا ہے، جس سے دوسرے ملک اور شہر محروم ہیں۔ لیکن سب علاقوں کے وفد حاضر ہوئے، تو انہوں نے دیکھا کہ روحانی خوراک کا تقسیم کنندہ تو

قلعے میں بند ہے۔ اب کسی دوسرے ملک میں ایسی روحانی خوراک موجود نہیں کہ اس کی خرید و فروخت ہو سکے۔ اس سے زمین اور قریبی علاقے خشک سالی کا شکار ہو گئے ہیں، جس نے وہاں کے باشندوں کو تباہی کے کنارے تک پہنچا دیا ہے۔ اب لوگ روحانی خوراک کی شدید حاجت کی وجہ سے موت کے منہ تک پہنچ چکے ہیں۔ اس لیے کہ بادشاہ نے خوراک بانٹنے والے کو مشکلوں اور مصائب میں مبتلا کر دیا ہے، حالانکہ ارواح کو غذا کی شدید حاجت ہے۔ شاید بادشاہ کے علم میں یہ سچی بات نہیں آئی کہ یہ امام (شیخ ابن تیمیہؒ) اکابر اولیاء اور اعیانِ اہلِ صلاح میں سے ہے۔ اور امامِ عالی شان کو پسِ زندان کرنا شیطان کے ورغلانے اور اس کی وسوسہ اندازی کا کرشمہ ہی ہو سکتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: ”وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا“ (الاسراء: ۵۳) کہ، ”آپ میرے بندوں سے کہہ دیں، بہترین بات کہا کریں۔ شیطان ان کے درمیان وسوسہ اندازی کرتا ہے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔“ رہا مسئلہ بعض علماء کی آپ کے فتوائے پر عیب چینی اور مخالفت کا، جو زیارتِ قبور کے لیے شدِّ رحال کے مسئلے کے جواب میں ہے، تو اُن کا یہ فتوائے اور جواب اس علاقے کے جیّد علماء وفضلاء کے سامنے پیش کیا گیا۔ سب نے فتویٰ دیا کہ شیخ نے اس مسئلے کا جو جواب دیا ہے، وہی صواب ہے۔ یہ بات واضح نظر آتی ہے کہ اس امام (ابن تیمیہؒ) کا اکرام وتعظیم اور ان کے ساتھ عزت واحترام کا سلوک ملک کے عظیم مفاد میں ہے۔ اس سے ملک مضبوط ہوگا، اور اس سے حکومت کا نظم وضبط۔ ملک کا اعزاز بڑھے گا۔ دعائیں ہوں گی، دشمن اور بدعات واہواء کے رسیا ذلیل ورُسوا ہوں گے۔ امت میں زندگی کی لہر دوڑ جائے گی، مشکلات دُور ہونگی۔ اجر وثواب کے کام زیادہ ہوں گے۔ شہرت زیادہ ہوگی، لڑائی رُکے گی، لوگوں کو نفع پہنچے گا؛ اللہ تعالیٰ کا ارشاد لوگوں کی زبان سے پڑھیں: ”فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ“ (یوسف: ۸۸) ”جب اس یوسفؑ) کے سامنے حاضر ہوئے تو کہا: اے عزیز! ہمیں اور ہمارے اہل کو (قحط کی) تکلیف پہنچی ہے،

اور ہم معمولی پونجی لے کر آئے ہیں۔ ہمیں نہ صرف پورا ماپ دیں، بلکہ ہمیں صدقہ خیرات سے بھی نوازیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ صدقہ و خیرات کرنے والوں کو جزاء دیتا ہے۔" چنانچہ معمولی پونجی یہی قلم کے ساتھ لکھے ہوئے اوراق ہیں، جبکہ مطلوب شیخ الاسلام کی رہائی ہے۔ ہم نے بذریعہ خط صورتِ حال کی یہ وضاحت محض رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے کی ہے کہ: "الدّین النّصیحۃ" "دین خیر خواہی کا نام ہے۔"

علماء بغداد کا ایک اور خط

اس میں بسم اللہ اور حمد و صلوٰۃ کے بعد لکھا گیا: "اے اللہ! جیسا کہ تو نے ملوک الاسلام اور ولاۃ الامر کی قوت اور غلبے کے ساتھ تائید کی ہے، ان کی شان بلند کی ہے، اور انہیں پناہ لینے والے شکستہ دل مجبور انسانوں کا تلافی کنندگان بنایا ہے، اسی طرح اے اللہ! اپنے خصوصی کرم کے ذریعے ان کے نظم و ضبط کو بھی مضبوط بنا۔ ان کی قدر و منزلت، عزت و تکریم میں اضافہ فرما اور دشمنوں پر اُن کی مدد فرما۔ اے اللہ! ان کو ہدایت اور ہمیشہ رہنے والی قوت سے نواز دے۔

جب مشرقی علاقوں اور آس پاس کے عراقی باشندوں کے کانوں تک یہ خبر پہنچی کہ شیخ الاسلام ابوالعباس تقی الدین احمد ابن تیمیہ سلمہ اللہ تعالیٰ پر سختیاں کی جا رہی ہیں، تو عام لوگوں کے علاوہ یہ دیندار لوگوں پر بھی نہایت شاق گزری۔ اس سے ملحدوں کے سر او نچے ہو گئے، اور بدعات کے رسیا، اہلِ اہواء کے دل بلیوں اچھلنے لگے۔ جب اس علاقے کے علماء نے اس بڑی آفت کو دیکھا، جو اہلِ بدعت و اہواء کی طرف سے نیز شماتتِ اعداء کی بناء پر شیخ ابن تیمیہؒ کو پیش آئی ہے، تو فیصلہ کیا کہ اس امرِ قطیع و شنیع کا حال بارگاہِ سلطانی (اللہ تعالیٰ اس کے شرف میں اضافہ فرمائے) میں پیش کیا جائے۔

شیخ سلمہ اللہ تعالیٰ نے استفتاء کا جو جواب لکھا ہے، علماء نے اس کی تصویب کے لیے کئی جوابات لکھے ہیں۔ اور ان میں انہوں نے آپ کے علم و فضل اور فضائل کی جھلک بھی دکھائی ہے۔ پھر انہیں اپنے سلطان، ملک الامراء کے سامنے پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ

سلطان کے انصار و اقتدار میں اضافہ کرے، کیونکہ ان میں دینی غیرت اور اسلامی نصیحت موجود ہے۔ الخ!

یوں معلوم ہوتا ہے، یہ خطوط سلطان ملک ناصر تک یا تو پہنچنے نہیں دیے گئے، یا ان کے پہنچنے سے پہلے ہی شیخ کی وفات ہوگئی۔ ورنہ نتیجہ ضرور ظاہر ہوتا۔ ابھی تک ان خطوط کے اثر انداز ہونے کے نتیجہ سے میں ناواقف ہوں۔ البتہ یہ جوابات اور خطوط دمشق پہنچے ضرور تھے۔ پھر شیخ دو سال تین ماہ اور کچھ دن مسلسل جیل میں رہے، تاآنکہ آپ کا انتقال ہوگیا۔ اس مدّت میں آپ ہمیشہ معزز و مکرم رہے۔ قلعے کا انچارج اور اس کا نائب آپ کا اکرام مبالغے کی حد تک کرتا رہا، اور آپ کے حوائج کو ترجیحی بنیاد پر اعلیٰ طریقے سے پورا کیا جاتا رہا۔ اس دوران آپ عبادت، تلاوت، تصنیفِ کتب اور مخالفین کے رد میں منہمک رہے۔ آپ نے تفسیرِ قرآن پر کئی مجموعے لکھے، جو عالیشان اور نفیس مضامین پر مشتمل دقیق نکات اور پرلطف معانی سے پُر ہیں۔ مفسّرین کے نزدیک آپ نے دقیق اور مغلق مقامات کو حل کیا ہے۔ جس مسئلہ کی بنا پر آپ کو قید کیا گیا، اس مدّت میں اس پر کئی مجلدات لکھ دیں۔ ان میں سے ایک "کتاب الرّد علی الاخنائی" ہے۔ یہ اخنائی مالکیہ کے قاضی تھے۔ اسی طرح ایک اور کتاب بعض شافعی قاضیوں کے رد پر مشتمل ہے۔ اس موضوع پر آپ کی کئی اور تحریریں بھی ہیں۔ متعدد کتب، جو آپ نے اس عرصے میں لکھی تھیں، قلعہ سے باہر آگئی تھیں ـــ آپ کے شاگردوں اور اصحاب نے ان کو نقل کر لیا تھا، اور یوں وُہ مشہور ہوگئیں۔ آپ کی وفات سے ایک ماہ پہلے سرکاری حکنامہ آیا کہ آپ کے پاس جو کچھ ہے، سب لے لیا جائے۔ اس حکم پر عمل ہوا۔ اب آپ کے پاس نہ کوئی کتاب تھی نہ کاغذ۔ نہ قلم، نہ دوات۔ اس کے بعد جب آپ اپنے اصحاب کو کوئی ورق لکھتے تو کوئلے سے لکھتے۔ جب آپ سے کتابیں، اوراق اور تحریریں لے لی گئیں، تو قاضی علاؤ الدین قونوی نے انہیں مدرسہ عادلیہ میں اپنے قبضے میں رکھ لیا۔

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات

مورخین کا کہنا ہے کہ شیخ ابنِ تیمیہ کی ولادت بروز پیر دس ربیع الاول ۶۶۱ھ بمقام حران

ہوئی۔ اور وفات پیر کی شب بیس ذوالقعدہ ۷۲۸ھ کو ہوئی۔ جب آپ کو کتابوں اور سامانِ نوشت و خواند سے محروم کر دیا گیا، تو آپ عبادت، تلاوت، ذکر اور تہجد میں محو ہو گئے۔ تا آنکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے طلب فرما لیا۔ اس زمانہ میں آپ ہر دس روز میں ایک قرآنِ مجید ختم کرنے لگے تھے۔ چنانچہ قلعہ میں قید کے زمانے میں آپ نے اکاسی بار قرآن ختم کیا۔ آخری بار جب آپ

"اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۙ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ"

(القمر ۵۴:۵۵) "متقی لوگ جنتوں اور نہروں میں ہوں گے، یعنی ہمہ مقتدر بادشاہ کے سامنے سچائی کے مقام میں۔" پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آ گیا اور آپ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ باقی قرآنِ مجید آپ کی میت کے پاس پڑھ کر مکمل کیا گیا۔ آپ کے مرض الموت کا عرصہ بیس دنوں سے اُوپر رہا۔ اس وقت دمشق میں ملک شمس الدین وزیر موجود تھا۔ جب اس کو آپ کے بیمار ہونے کا پتہ چلا تو عیادت کے لیے آپ کے پاس آنے کی اجازت مانگی۔ شیخ نے اجازت دے دی، وُہ آکر آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ معذرتیں کرنے لگا اور درخواست کی کہ میری طرف سے آپ کو جو تکلیف پہنچی ہو یا تقصیر سرزد ہوئی ہو، معاف کر دی جائے۔ شیخ رحمہ اللہ نے جواب دیا: "میں نے تمہیں اور جس جس نے میرے ساتھ دشمنی کی ہے، سب کو معاف کر دیا۔ میرے مخالفین اور دشمن نہیں جانتے تھے کہ میں حق پر ہوں۔" پھر آپ نے جو کچھ فرمایا، اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں نے ملک معظم سلطان ناصر کو، جس نے مجھے قید کیا، معاف کر دیا ہے۔ اس لیے کہ اس نے جو بھی کیا، دوسروں کے زیرِ اثر آکر کیا۔ لہٰذا وُہ معذور ہے۔ اس نے ذاتی مفاد اور حظِ نفس کے لیے مجھے قید نہیں کیا۔ بلکہ اس نے جو کیا حق سمجھ کر کیا۔ اور اللہ جانتا ہے کہ وُہ حق کے خلاف تھا۔ میں نے اپنے ہر مخالف کو معاف کر دیا، سوائے اس شخص کے، جو اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے!

اکثر لوگوں کو آپ کی بیماری کا علم ہی نہیں تھا۔ اور آپ کی وفات کا اچانک اعلان کیا گیا۔ شیخ علم الدین نے فرمایا: ۲۲ ر ذوالقعدہ ۷۲۸ھ کو شیخ امام علامہ فقیہ حافظ زاہد قدوہ شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس احمد بن شیخنا الامام المفتی شہاب الدین ابی المحاسن عبدالحلیم ابن شیخ امام شیخ الاسلام مجد الدین ابی البرکات عبدالسلام بن عبداللہ بن ابی القاسم بن محمد بن تیمیہ الحرانی

ثم الدمشقی دمشق کے قلعے کے ہال میں، جہاں آپ محبوس تھے، وفات پا گئے۔ آپ کی وفات پر بڑے تاسف وغم کا اظہار کیا گیا۔ لوگ رو رہے تھے، بلک رہے تھے۔ حزن وملال کی تصویر بن گئے تھے۔ صفِ ماتم بچھ گئی تھی۔ آپ کے پاس آپ کے رشتہ دار، شاگرد اور ساتھی پہنچے۔ عوام قلعے کے دروازے پر پہنچے، اور اس قدر ہجوم ہوا، گویا پورا شہر امڈ آیا ہے۔ گلیاں، بازار سب بھر گئے تھے۔ دمشق کی جامع مسجد کھچا کھچ بھر گئی تھی۔ قلعے کا دروازہ لوگوں کے لیے کھول دیا گیا، اور اندر آنے کی اجازت دے دی گئی۔ غسل سے پیشتر ایک جماعت آپ کے پاس بیٹھی رہی، اور قرآنِ مجید کی تلاوت کی جاتی رہی۔ پہلے مرد آئے۔ وُہ پیچھے ہٹ گئے، تو عورتوں کی ایک جماعت آئی۔ وُہ بھی چلی گئیں، تو غسل دینے اور غسل میں مدد دینے والے علماء داعیان کی ایک جماعت آگئی۔ اس موقعہ پر عوام وخواص کا ہجوم امڈ آیا۔ غسل سے فارغ ہوئے، تو آپ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ لوگوں کا قلعے میں اور اس راستے میں، جو جامع دمشق کو جاتا تھا، ہجوم ہو چکا تھا۔ جامع مسجد اندر اور باہر سے بھر چکی تھی، اور تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ باب البرید، باب الساعات سے لے کر فوارے سے آگے دور دراز تک لوگ ہی لوگ تھے۔ دمشق میں معذوروں کے سوا سب لوگ جنازے میں شریک تھے۔ اس موقعہ پر دمشق کے بازار اور سارے کاروبار بند ہو گئے۔ لوگ آپ کی وفات کے صدمہ سے اس قدر متاثر تھے کہ اُن کو اپنے معمولات کا ہوش نہ رہا۔ امراء، رؤسا، علماء، فقہاء، ترک، فوج — مرد، عورتیں، بچے، عوام وخواص سب جنازے کے ساتھ تھے۔ بعض حاضرین کا کہنا ہے ہمارے اندازے کے مطابق دمشق میں تین آدمی جنازے میں شریک نہ ہوئے، یہ تینوں آپ کی دشمنی میں مشہور تھے۔ اور لوگوں سے ڈر کر، کہ کہیں ان کو مار نہ ڈالیں، چھپ گئے تھے۔ ان کو خطرہ تھا، جونہی وہ لوگوں کی نظروں میں آئیں گے، انہیں رجم کر دیا جائے گا۔

جب آپ کا جنازہ قلعے سے نکالا گیا، تو لوگوں نے دیکھتے ہی نالہ وشیون اور چیخ وپکار سے گویا آسمان سر پر اٹھا لیا۔ لوگ رو رہے تھے، بلک رہے تھے، سسکیاں بھر رہے تھے۔ ہر طرف سے عوام کا ہجوم ٹوٹ پڑا۔ سبھی آپ کے جنازے کو مس کرنا چاہتے تھے۔ نظام درہم برہم ہو گیا۔ ڈر پیدا ہو گیا، کہیں آپ کی نعش گر نہ جائے۔ چنانچہ امراء اور فوج نے جنازے

کو گھیرے میں لے لیا۔ ترک جمع ہوئے اور انھوں نے لوگوں پر کنٹرول کیا۔ یہ عوام کو ہجوم کرنے سے روکتے رہے، مگر ہجوم بڑھتا ہی رہا۔ یہاں تک کہ جنازہ جامع بنی امیہ میں داخل ہوگیا۔ منتظمین کا گمان تھا کہ اتنی بڑی مسجد میں لوگ سما جائیں گے، مگر جامع اموی اندر باہر سے بھر گئی۔ اور بے شمار لوگ مسجد کے باہر تک پھیلے ہوئے تھے۔ ظہر کی نماز کے بعد جامع مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ اس سے پہلے قلعے میں بھی نمازِ جنازہ شیخ محمد بن تمام ؒ کی امامت میں ادا کی گئی تھی۔ پھر جنازہ باب البرید سے اکابر و اشراف کے ہاتھوں دمشق سے باہر لانے کے لیے اٹھایا گیا۔ ہجوم بڑھتا جا رہا تھا۔ مسجد کے دروازے کھول دیے گئے۔ مسجد سے نکال کر جنازہ دمشق سے باہر ایک وسیع و عریض اور کھلے میدان میں رکھا گیا۔ جہاں تیسری بار آپ کی نمازِ جنازہ آپ کے بھائی زین الدین عبدالرحمٰن نے پڑھائی۔ حاضرین میں سے ایک کا بیان ہے: میں جامع مسجد میں نمازِ جنازہ میں شریک تھا۔ مجھے نماز کے لیے جگہ ایک بلند مقام پر ملی۔ نماز شروع ہوئی، تو میں نے لوگوں پر دائیں بائیں نظر دوڑائی۔ جہاں تک نگاہ جاتی تھی، سر ہی سر نظر آئے۔ میں ان کا کنارہ تک نہ دیکھ سکا۔ یوں نظر آتا تھا، اس سارے علاقہ کو لوگوں نے ڈھانپ لیا ہے۔

ایک جماعت، جو اس جنازے میں شریک تھی اور اس نے لوگوں اور نمازیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، اس پر متفق ہے کہ ان کی تعداد پانچ لاکھ سے اُوپر تھی۔ تقریباً پندرہ ہزار عورتیں ان کے علاوہ ہیں۔ مورخین کا کہنا ہے، امام احمد بن حنبل ؒ کے سوا کسی کا بھی اتنا بڑا جنازہ نہیں سنا گیا۔ دارقطنی فرماتے ہیں، میں نے ابوسہل بن زیاد القطان سے سنا، وُہ کہتے تھے کہ میں نے عبداللہ بن احمد بن حنبل ؒ کو کہتے سنا، انھوں نے اپنے والد کو فرماتے سنا کہ: "اہلِ بدعت کو بتا دو، ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کُن دن جنازے کا ہے۔" ابوعبدالرحمٰن السلمی فرماتے ہیں، امام احمد رحمۃ اللہ کے جنازے میں ماہرین کے اندازے کے مطابق شرکاء جنازہ کی تعداد سترہ لاکھ تھی۔ اس میں وُہ لوگ شامل نہیں، جو بحری جہازوں میں تھے۔

پھر شیخ کا جنازہ قبرستان صوفیہ میں لایا گیا۔ جنازہ رکھا گیا، تو ملک شمس الدین وزیر آیا۔ وُہ پہلے نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہو سکا تھا۔ چنانچہ امراء، اکابر اور دوسرے بہت سے لوگوں

کے ہمراہ چوتھی مرتبہ جنازہ پڑھا گیا۔ پھر بوقتِ عصر آپ کو آپ کے بھائی شیخ، امام، علامہ، حافظ زاہد، عابد، جمال الاسلام شرف الدین رحمہ اللہ کے پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا۔ آپ کے یہ بھائی جن کے پہلو میں آپ کو دفن کیا گیا، اپنے بھائی تقی الدین کے ایامِ حبس میں ۷۲۷ھ میں فوت ہوئے۔ ان کی نمازِ جنازہ جامع دمشق میں ادا کی گئی۔ پھر اُن کی میت قلعے کے دروازے پر لائی گئی، اور آپ کے دو مقید بھائیوں تقی الدین اور زین الدین نے اہلِ قلعہ کے ساتھ مل کر نمازِ جنازہ پڑھی۔ اس وقت اتنے زیادہ لوگ تھے کہ تکبیر کی آواز پہنچانے کے لیے کئی مکبّرین کو مقرر کیا گیا۔ لوگ نمازِ جنازہ میں سسکیاں بھر رہے، رو رہے تھے، اور دل اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر تھے۔ گویا یہ وقت دقتِ مشہود تھا۔ پھر ان پر تیسری اور چوتھی بار نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ ان کے جنازہ میں لوگوں کا انبوہِ کثیر شریک تھا۔ ہر ایک کی زبان پر ان کی تعریف اور دعائیہ کلمات جاری تھے۔ ان کی وفات پر بڑے تاسف اور غم کا اظہار کیا گیا۔ شیخ کمال الدّین ابن الزملکانی نے ان کی تعریف کی ہے، اور کہا ہے: ”شرف الدین فقہ، نحو، اصول وغیرہ بہت سے فنون کے ماہر تھے۔ نیکی کے مختلف قسم کے کاموں، تعلیمِ علم، حسنِ عبادت میں ہمیشہ مصروف رہتے تھے۔ اپنے دین میں مضبوط، ذہین وفطین تھے۔ ان کو اپنے مذہب کا خوب استحضار تھا۔ نہایت خوبصورت بحث کرتے تھے۔ بیحد قوی الفہم تھے۔ رحمہ اللہ!“

جب شیخ تقی الدّین کو ان کے بھائی کے پہلو میں سپردِ خاک کر دیا گیا، تو لوگ آپ کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے مختلف آبادیوں، دُور دراز جگہوں، اور شہروں سے پیدل اور سوار ہو کر آتے رہے۔ یہ سلسلہ رات دن لمبے عرصے تک جاری رہا۔ آپ کے بارے میں نہایت عمدہ بکثرت خواب دیکھے گئے۔ حافظ شیخ سراج الدین البزار نے کہا: جہاں تک ہمیں علم ہے، آپ کی وفات کی خبر جس جس شہر میں پہنچتی رہی، وہاں کی سب جامع مساجد اور مدارس وغیرہ میں (خاص طور پر مصر، عراق، دمشق، تبریز، بصرہ، ان کے مضافات اور بستیوں میں) آپ کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ بہت سے علاقوں میں کئی جگہ، جن کی تعداد معلوم نہیں، آپ کے لیے راتوں اور دنوں میں بے شمار قرآن مجید ختم کیے گئے۔ بالخصوص عراق، دمشق اور مصر وغیرہ میں حتیٰ کہ لوگوں نے آپ کے لیے تلاوت کو اپنے وظائف کا حصہ مقرر کر لیا۔

آپ کے جنازے میں جس قدر وقار، ہیبت، عظمت، جلالت اور لوگوں کی طرف سے جنازے کی تعظیم و توقیر دیکھی گئی، کسی اور جنازے میں نہیں دیکھی گئی۔ آپ کے علم و عمل، زہد و عبادت، دنیا سے اعراض، آخرت میں انہماک، فقر و ایثار، کرم و مروّت، صبر و ثبات، شجاعت و فراست، حق بہ بانگِ دہل اعلان کرنے کا حوصلہ، دشمنانِ خدا و رسولؐ سے برہمی، دین سے منحرف لوگوں کے ساتھ سخت رویہ، اولیاء اللہ کے ساتھ تواضع۔ اکرام اور انکسار کا اظہار، ان کی جناب میں معذرت خواہی اور احترام، دنیا اور اس کی خوشنمائی نیز اس کی نعمتوں اور لذتوں سے بے نیازی و لاپرواہی، آخرت کی طرف شدید رغبت، اور اس کی طلب میں مواظبت وغیرہ مختلف اوصاف پر جو تعریفیں ہر خاص و عام عورتوں مردوں اور بچوں کی زبان پر تھیں، ایسی تعریفیں کسی اور کے بارے نہیں سنی گئیں۔ ہر ایک اپنی بساطِ علم کے مطابق آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی تعریفیں کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کو راضی کرے۔ آمین!

حافظ ابنِ عبدالہادی بن قدامہ نے آپ کے مناقب و فضائل پر طویل کلام کے بعد کہا:
"شیخ کے اور بہت سے فضائل ہیں۔ ان کی کتابوں کے نام اور ان کی سیرت۔ فقہاء، حکومت اور مصنوعی صوفیوں کے ساتھ ان کی جو جنگ جاری رہی —— پھر اس سلسلہ میں کئی بار قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا، اور آپ کے دیگر احوال، ان سب کے ذکر کی یہ کتاب حامل نہیں ہو سکتی۔ انتہیٰ!"

آپ کی وفات پر قصائد اور مرثیے

جب شیخ ابنِ تیمیہؒ فوت ہوئے تو بہت سے فضلاء اور ائمہ علماء نے لاتعداد قصائد لکھے جن میں آپ کے محاسن اور خوبیاں بیان کیں۔ اس مختصر کتاب میں ان سب کا ذکر ممکن نہیں۔ شیخ امام ابنِ فضل اللہ العمری نے کہا، آپ کی وفات کے بعد حزن و ملال کے اظہار کے ساتھ آپ کی خوبیاں اور محاسن کو نظم میں بیان کرنے۔ مرثیے کہنے والی شام، مصر، عراق، حجاز اور عرب کے علاقوں کی بہت سی جماعتیں ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت اور

اور فضل کا سوال کرتے ہیں۔

یہاں اس مختصر میں کچھ قصائد اور مراثی کا ذکر کرتا ہوں؛

ان میں سے ایک وہ ہے، جو شیخ قاضی امام عالم شہاب الدین ابوالعباس احمد بن فضل اللہ عمری شافعی نے شیخ کے حق میں نظم و نثر میں طویل کلام کیا ہے۔ اس میں کہا ہے کہ ان کی شکایت کئی بار سلطان کے سامنے پیش کی گئی، ان پر بڑی بڑی تہمتیں تراشی گئیں، ان کو مصائب میں گرفتار کرنے کے لیے بڑا انتظار کیا گیا، ان کی چغلی کھائی گئی۔ تاکہ ناکردہ جرائم میں ان کو دھر لیا جائے! جو شخص آپ کے مقام و منصب تک نہ پہنچ سکا، اس نے آپ سے حسد کیا اور ایسے لوگ بکثرت تھے۔ آپ کو اپنے وطن سے مجبور کر کے کبھی مصر، کبھی اسکندریہ بھیجا گیا۔ کبھی دمشق کے قلعے کی مجلس میں قید کیا گیا۔ ان تمام جگہوں میں آپ کو جیلوں کے خیموں میں رکھا جاتا تھا، اور موت کے ڈنگوں سے ڈسا جاتا تھا۔ تاہم آپ شرافت کے بلند مقام پر رہے، تاکہ اپنے صحیفوں کو دیکھیں، اعلیٰ اور قیمتی ہدیے جمع کرلیں۔ اطراف و اکناف کے شہروں میں ان کی عمدہ باتیں راہ پائیں اور باقی ملک آپ کے شرف کو جھانکیں۔ تاآنکہ آپ کو آخری بار جیل سے موتوں کے عقاب نے اچک لیا۔ آپ کو گہرے گڑھوں میں کھینچ لیا۔ آپ کو موت سے پہلے سامانِ نوشت و خواند سے محروم کر دیا گیا تھا، جس سے آپ کے دل کو سخت صدمہ پہنچا۔ یہی بات آپ کی بیماری اور ویرانی کا باعث بنی۔۔۔ یہاں تک کہ آپ شہرِ خموشاں کے مکین بن گئے۔ منبروں کی سواری کو ترک کر دیا اور اپنے رب کے ساحل پر جا اترے۔ آپ ڈرے نہیں۔ ملامت گروں اور معذرت کرنے والوں سے دُور ہو کر اپنی قلبی راحت کو اختیار کیا۔ کیا آپ فوت ہو گئے ہیں؟ نہیں، بلکہ آپ زندہ ہیں۔ آپ نے اپنی قدر اور مرتبہ پہچان لیا۔ آپ کی مثال دیکھی نہیں گئی۔ آپ نے محاسن اور خوبیوں سے مزیّن زندگی گزاری، تاآنکہ قبر نے آپ کو اپنا مہمان بنا لیا۔ جنت کی خوش خبری دینے والے فرشتے نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں جلدی پہنچنے کا پیغام پہنچایا، اور آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں منتقل ہو گئے۔ ہمیں توقع ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو شرمسار نہیں کرے گا۔ جس دن آپ دفن ہوئے، اس دن سب کے دل گویا اللہ تعالیٰ کی طرف لگے ہوئے تھے۔ یہ وقت خصوصی

اہمیت کا حامل تھا۔ آپ کی وفات سے سب علاقوں میں رنج و غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور لوگوں کو یوں جیسے پچھلی سب مصیبتیں یاد آ گئیں۔ صدیوں سے ایسا جنازہ نہیں اٹھایا گیا تھا، جس میں بھیڑ اور ازدحام کی وجہ سے ایڑیاں چھلتی تھیں ــــ کندھوں پر جنازہ تھا، اور دلوں میں عقیدت و احترام کا جذبہ کہ آنسو جس کے حدی خواں تھے، اور جس کے جلو میں عقیدتمندوں اور اقارب و اعیان کا ہجوم تھا ــــ آپ گویا اکیلے ہی ایک پوری امت تھے ــــ بھرپور زندگی گزاری، یہاں تک لحد میں جا اترے ــــ پھر لہا[1] ــــ

أهكذا فى الدّياجى يحجب القمر　　يحبس النوء حتى يحبس المطر

"کیا بھلا چاند اندھیروں میں اسی طرح چھپتا ہے، اور بارش کا ستارہ یوں روک لیا جاتا ہے تاکہ بارش نہ ہو؟"

أهكذا تمنع الشّمس المنيرة عن　　منافع الأرض أحيانا فتستتر

"کیا روشنی بکھیرنے والا سورج زمین کے معاملے سے کبھی کبھی یوں روکا جاتا ہے، اور وہ چھپ جاتا ہے؟"

أهكذا السّيف لا تمضى مضاربه　　والسّيف فى الفتك ما فى عزمه خور

"کیا تلوار یونہی جسم میں نہ اترے گی، اور اچانک حملے کے وقت اس کے عزم میں کمزوری آ جائے گی؟"

أهكذا القوس ترمى بالعراء وما　　تصمى الرّمايا وما فى باعها قصر

"کیا کمان کو یوں ہی میدان میں پھینک دیا جائے گا، حالانکہ اس کے تیر ابھی ہدف پر نہیں لگے اور اس کے دونوں کناروں میں ابھی کوئی نقص بھی واقع نہیں ہوا؟"

أهكذا يترك البحر الخضم ولا　　يلوى عليه و فى أصدافه الدّرر

---

[1] اصل عربی کتاب میں اس کے بعد عربی قصائد کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ دیکھئے غایة الامانی فی الرد علی النبهانی ج ۲ از ص ۲۱ تا ص ۲۴۰۔ صفحات کی تنگ دامانی کی بنا پر ہم نے ان تمام قصائد کے چیدہ چیدہ اشعار ہی (مع اردو ترجمہ) درج کرنے پر اکتفا کی ہے۔ (مترجم)

"کیا بحرِ ناپیدا کنار سے لاپرواہی برتتے ہوئے اسے اسی طرح چھوڑ دیا جائے گا؟ جبکہ اس کے سیپوں میں ابھی گوہرِ آبدار موجود ہیں؟"

أھٰکذا بتقی الدین قد عبثت — أیدی العدی وتعدی نحوہ الضرر

"کیا یہی حال تقی الدّین ابنِ تیمیہ کا ہے، کہ دشمنوں کے ہاتھوں انہیں تعدی و ضرر کا سامنا ہوگا، لیکن اس بات کو نظر انداز کر دیا جائے گا؟"

الیٰ ابن تیمیۃ ترمی سہام أذی — من الأنام ویدمی النّاب والظفر

"ابنِ تیمیہ پر مخلوق کی طرف سے اذیت کے تیر برسائے جاتے ہیں، اور ان کے دانت اور ناخن خون آلود ہیں۔"

برّ السوابق ممتد العبادۃ لا — ینالہ ملل فیہا ولا ضجر

"وُہ نیکی میں آگے بڑھ جانے والے، کثرت سے عبادت کرنے والے تھے، جس سے نہ وُہ تھکتے اور نہ اکتاتے تھے۔"

طریقۃ کان یمشی قبل مشیتہ — بہا ابوبکر الصّدّیق أو عمر

"ان کا طریق وُہی تھا، جس پر ان سے قبل حضرت ابوبکر صدّیق اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) چلے تھے۔"

مثل الأئمۃ قد أحیا زمانہم — کأنہ کان فیہم وھو منتظر

"ائمہ کرام کی طرح انہوں نے زمانے کو زندہ کر دیا۔ گویا آپ تھے تو انہی میں سے، لیکن وُہ (زمانہ) بعد میں آپ کا منتظر تھا۔"

ان یرفعوہم جمیعا رفع مبتدأ — فحقہ الرّفع أیضا أنہ خبر

"اگر لوگ ان ائمہ کو "مبتدا" (پہلے آنے) کی وجہ سے "رفع" (بلندی) دیتے ہیں، تو "خبر" ہونے کی وجہ سے آپ کا حق بھی "رفع" (سربلندی) ہے۔"

أمثلہ بینکم یلقی بضیعۃ — حتّٰی یطیع لہ عمدا دم ھدر

"کیا اس جیسا تمہارے درمیان ضائع ہو جائے گا؟ یہاں تک کہ عمدًا وُہ ہلاک کر دیا جائے گا، اور اس کا خون رائیگاں جائے گا!"

یکون وھو أمانی لغیرکم تنوبہ منکم الأحداث والغیر

"وُہ تمہارے غیر کے لیے دل کی دھڑکن ہے، لیکن تم میں سے جوان اور غیر جوان اس کو تکلیفیں پہنچاتے ہیں!"

واللہ لو أنّہ فی غیر أرضکم لکان منکم علیٰ أبوابہ زمر

"اللہ کی قسم! اگر وُہ تمہارے بجائے کسی اور علاقے میں ہوتے، توتم لوگ جماعت درجماعت آپ کے دروازوں پر حاضر ہوتے!"

مثل ابن تیمیۃ ینسی بمحبسہ حتّٰی یموت ولم یکحل بہ بصر

"ابنِ تیمیہ جیسا اپنی قید میں بھلا دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وُہ فوت ہو گیا، اور کسی آنکھ نے اس کی وجہ سے (آنسوؤں) کا سرمہ نہیں لگایا!"

مثل ابن تیمیۃ ترضی حواسدہٗ بحبسہ ولکم فی حبسہ غدروا

"ابنِ تیمیہ ایسی ہستی کے حاسد اُن کی قید پر خوش ہیں، اور اُن کو قید کر کے تمہارے ساتھ انھوں نے بدعہدی کی ہے!"

مثل ابن تیمیۃ فی السّجن معتقل والسّجن کالغمد وھو الصّارم الذّکر

"ابنِ تیمیہ ایسی عظیم شخصیت کو جیل میں قید کر دیا گیا۔ جیل ان کے لیے تلوار کی مانند تھی، اور وُہ شمشیرِ برّاں تھے!"

مثل ابن تیمیۃ تذوی خمائلہ ولیس یلقط من أفنانہ الزّھر

"ابنِ تیمیہ ایسے سدا بہار پھول مرجھا جاتے ہیں، اور اس کی ٹہنیوں سے پھُول نہیں چنے جاتے!"

بل ھٰکذا السّلف الأبرار ما برحوا یبلی اصطبارھم جھدا وھم صبر

"سلف صالحین یونہی ہمیشہ سے اپنے صبر کی کوشش میں آزمائے جاتے رہے، اور وُہ بڑے صابر نکلے!"

فی یوسف فی دخول السّجن منقبۃ لمن یکابد ما یلقی ویصطبر

"یوسف علیہ السلام کے قید خانہ جانے میں اس شخص کے لیے بصیرت ہے، جو

مصائب برداشت کرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔"

أیذھب المنھل الصافی وما نفعت بہ الظماۃ ویبقی الحمأۃ الکدر

"کیا چشمہ صافی ختم ہو جائے گا اور اس سے پیاسے منتفع نہ ہوں گے۔ جبکہ گدلا چشمہ باقی رہے گا؟"

یا لیت شعری ھل فی الحاسدین لہ نظیرہ فی جمیع العلوم ان ذکروا

"کاش مجھے علم ہو، اگر ان کے حاسدوں کا ذکر کیا جائے، کہ کیا ان میں سے آپ ایسا کوئی جامع العلوم ہے؟"

ھل فیھم لحدیث المصطفٰی احد یمیز النقد أو یروی لہ خبر

"کیا ان میں سے کوئی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا ماہر ہے، جو اس کو پرکھ سکے، یا کوئی خبر روایت کر سکے؟"

ھل فیھم من یضم البحث فی نظر او مثلہ من یضم البحث والنظر

"کیا ان میں کوئی ہے جو غور و فکر کے ساتھ بحث کر سکے؟ یا ان میں کوئی آپ جیسا ہے کہ بحث و نظر کو سمیٹ سکے؟"

ھلا جمعتم لہ من قومکم ملأ کفعل فرعون مع موسٰی لیعتذروا

"تم نے اس کے مقابلے میں اپنی قوم کے اعیان کو جمع کیوں نہیں کیا؟ جیسا کہ فرعون نے موسٰیؑ کے لیے کیا تھا، تاکہ وہ معذرت پیش کریں۔"

یلقی الأباطیل أسحار الھا دھش فلیلقف الحق ما قالوا وما سحروا

"جادوگر جادو کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جو انہوں نے کیا اور کہا اگرچہ اس کی بڑی داد و دہش ہے، تاہم حق اس کو نگل جائے گا۔"

ولیتھم أذعنوا للحق مثلھم فآمنوا کلھم من بعد ما کفروا

"وُہ خیال کریں کہ کیا انہوں نے حق کا اقرار کیا، اور وُہ کفر کے بعد سب کے سب ایمان لے آئے؟"

یا طالما نفروا عنہ مجانبۃ ولیتھم نفعوا فی الضمیم أو نفروا

"کتنے ہی عرصہ سے وُہ آپ سے بدکتے اور نفرت کرتے رہے۔ وُہ خیال کریں کہ کیا انہوں نے اس سے نفع حاصل کیا؟"

هل فيهم صادع للحق مقوله — أو خائض للوغى والحرب تستعر

"کیا ان میں ایک بھی ایسا ہے، جو علی الاعلان حق کے مقابلہ میں اپنی بات کو لا سکے، یا وہ بھڑکتی جنگ میں شریک ہُوا ہو؟"

رمى الى نحو غازان مواجهة — سهامه من دعاء عونه القدر

"انہوں نے غازان کے مقابلہ میں تیر اندازی کی۔ اللہ ربّ العزت سے مدد مانگ کر!"

وشق في المرج والأسياف مصلتة — طوائف كلها أو بعضها تتر

"آپ نے تلواریں سونت کر "مرج" میں تاتاریوں کے سب یا بعض گروہوں کو منتشر کر کے مصائب میں مبتلا کر دیا۔"

هذا وأعداؤه في الدور أشجعهم — مثل النساء بظل الباب مستتر

"آپ کا حال تو یہ ہے، لیکن آپ کے دشمنوں میں سے، جو زیادہ بہادر ہونے کا دعویدار) تھا، عورتوں کی طرح دروازے کی اوٹ میں چھپا ہوا تھا۔"

وبعدها كسروان والجبال وقد — أقام أطوادها والطود منفطر

"تاتاریوں کے بعد آپ نے کسروان اور جبال میں دشمنانِ دین کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا۔"

واستحصد القوم بالأسياف جهدهم — وطالما بطروا طغوى وما نظروا

"آپ اس قوم کو تلوار کے ذریعہ پوری کوشش سے کاٹتے رہے، جب تک وُہ سرکشی کر کے تکبّر کرتے رہے اور غور و فکر سے کام نہ لیا۔"

يا وارثا من علوم الأنبياء نهى — أورثت قلبي نارا وقدها الفكر

"اے انبیاء (علیہم السلام) کے عقلمند وارث! میرے دل کو جس فکر نے چمکایا تھا، تُو نے اس کو آگ دکھا دی ہے!"

یا عالما بمنقول الفقہ أجمعہا أعنك تحفظ زلات کما ذکروا

"اے ساری منقول فقہ کے عالم: بھلا تجھ سے وُہ لغزشیں ہو سکتی ہیں، جن کو لوگ بیان کرتے ہیں؟"

یا قامع البدع اللاتی تجنبہا أہل الزمان وہذا البدو والحضر

"اے ان بدعات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والے، جن کو دورِ حاضر کے شہریوں اور دیہاتیوں نے قبول کر رکھا تھا!"

ألم تکن للنصارٰی والیہود معا مجادلا اذہم فی البحث قد حضروا

"کیا یہودیوں اور نصرانیوں کو، جب وُہ بحث کے لیے آتے، تُو اکیلا کافی نہ ہوتا تھا؟"

وکم فتی جاہل غو أبنت لہ رشد المقال فزال الجہل والغرر

"کتنے ہی جاہل اور فریب خوردہ ایسے ہیں، جن کے سامنے آپ نے راہِ حق واضح کی، تو وُہ جہالت اور باطل سے نکل آئے!"

قالوا بأنك قد أخطأت مسألۃ وقد یکون فہلا منك تغتفر

"انہوں نے کہا کہ آپ نے مسئلہ میں خطا کی ہے — ایسا کبھی ہو بھی جاتا ہے لیکن وُہ آپ کو بخشی کیوں نہیں کی جا سکتی؟"

ومن یکون علی التحقیق مجتہدا لہ الثواب علی الحالین لا الوزر

"جو شخص سچ مچ مجتہد ہو، اسے دونوں صورتوں (خطا و صواب) میں ثواب ملتا ہے، نہ کہ گناہ!"

ألم تکن بأحادیث النبی اذا سئلت تعرف ما تأتی وما تذر

"کیا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے بارے آپ سے سوال کیا جاتا تھا، آپ پہچانتے نہیں تھے کہ کس پر عمل کریں، اور کس کو ترک کریں؟"

حاشاك من شبہۃ فیہا ومن شبہ کلا ہما منك لا یبقی لہ أثر

"آپ احادیث میں شک و شبہ سے محفوظ تھے۔ جس نے ان دونوں (مقبول و مردود)

یں آپ کی طرف سے شک ڈالا ، اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہے گا!"

علیك فی البحث اَن تبدی غوامضاً ۔۔۔ وما علیك اذا لم تفهم البقر

" بحث کے موقع پر آپ لازماً اس کے غوامض کو ظاہر کرتے تھے ۔۔ جب گائے نہ سمجھے تو آپ پر کوئی الزام نہیں!"

قدمت للّٰہ ما قدمت من عمل ۔۔۔ وما علیك بهم ذموك اَو شکروا

" آپ نے جو بھی عمل آگے بھیجے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تھے۔۔اب چاہیے وہ بُرا کہیں یا شکر گزار رہوں، آپ کو کوئی نقصان نہیں!"

علامہ ابو حفص عمر بن الوردی شافعی ناظم البہجہ (رحمہ اللہ) نے کہا ؎

قلوب النّاس قاسیة سلاط ۔۔۔ ولیس لها الی العلیا نشاط

" لوگوں کے دل سخت اور ردّی ہیں، انہیں بلندیوں پر جانے کا کوئی شوق نہیں!"

تقی الدّین ذو ورع وّعلم ۔۔۔ خروق المعضلات به تخاط

" تقی الدّین صاحبِ علم و ورع ہیں۔ پیچیدہ، پھٹے ہوئے مسائل کو ان کے ذریعے سیا (حل کیا) جاتا ہے۔"

توفّی وهو مسجون فرید ۔۔۔ ولیس له الی الدّنیا انبساط

" وُہ اس حالت میں فوت ہوئے کہ قیدِ تنہائی میں تھے ۔ انھیں دنیا کی طرف کوئی رغبت نہیں تھی۔"

ولو حضروه حین قضیٰ لأَلفوا ۔۔۔ ملائکة النّعیم به اَحاطوا

" اگر مخالفین ان کی وفات کے وقت موجود ہوتے، تو وُہ دیکھتے کہ جنت کے فرشتوں نے انہیں گھیرے میں لے لیا ہے۔"

فتی فی علمه اَضحیٰ فریدا ۔۔۔ وحلّ المشکلات به بناط

" آپ ایسے نوجوان تھے، جو علم میں یکتائے روزگار تھے ۔۔۔ مشکل مسائل کا حل انہی کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔"

وکان الی التقٰی یدعو البرایا　　وینھٰی فرقۃ فسقوا ولاطوا

"آپ مخلوق کو تقوای کی طرف دعوت دیتے، اور فرقہ بازی سے منع کرتے تھے — لیکن انہوں نے بات نہ مانی اور اصرار کیا"۔

فیا للہ ما قد ضم لحد　　ویا للہ ما غطی البلاط

"اللہ ہی کے لیے خوبی ہے، کتنے بڑے آدمی کو قبر نے سینے سے لگا لیا! — اور اللہ ہی کے لیے خوبی ہے، زمین کے فرش نے کسے اپنے اندر چھپا لیا!"

ھم حسدوہ لما لم ینالوا　　مناقبہ فقد مکروا وشاطوا

"مخالفین آپ کے مرتبے اور مناقب تک نہ پہنچ سکے، تو انہوں نے حسد کیا — سازشیں کیں، اور غضبناک ہو گئے"۔

وکانوا عن طریقتہ کسالیٰ　　ولٰکن فی أذاہ لھم نشاط

"وہ آپ کے راستے پر چلنے میں سست تھے، تاہم آپ کو تکلیف پہنچانے میں بڑے ہشیار تھے!"

وحبس الدّر فی الاصداف فخر　　وعند الشّیخ بالسّجن اغتباط

"موتی کا سیپ میں ہونا اس کے لیے باعثِ فخر ہے، اور شیخ کا جیل میں جانا قابلِ رشک!"

ألم یك فیکم رجل رشید　　یری سجن الامام فیستشاط

"کیا تم میں کوئی بھلا آدمی نہیں ہے، جو امام کی جیل کو دیکھتا اور غضبناک ہو جاتا؟"

امام لا ولایۃ کان یرجوا　　ولا وقف علیہ ولا رباط

"آپ امام تھے، جو حکومت کے خواہش مند نہ تھے — نہ آپ کو اس کی خبر تھی، نہ دل میں خیال تھا!"

ولا جاراکم فی کسب مال　　ولم یعھد لہ بکم اختلاط

"وہ تمہارے ساتھ مال کمانے میں شریک نہ ہوئے، اور نہ تمہارے ساتھ

اس سلسلے میں آپ کو کوئی تعلق ہی تھا۔"

وسجن الشیخ لا یرضاہ مثلی ففیہ لقدر مثلکم انحطاط

"شیخ کی قید کو مجھ ایسا پسند نہیں کرتا ـــــ جیسا تمہارا آپ کے ساتھ سلوک تھا، اسی قدر تم گھٹیا انسان ہو!"

فما أحد الی الانصاف یدعو وکلّ فی ھواہ لہ انخراط

"کوئی انصاف کی طرف دعوت نہیں دیتا، ہر کوئی اپنی خواہش میں ڈبلا ہو رہا ہے۔"

فھا ھومات عنکم واسترحتم فعاطوا ما أردتم أن تعاطوا

"لو آپ تو تمہیں چھوڑ کر فوت ہو گئے ہیں ـــ اب جو تمہارے پروگرام ہیں، انہیں عمل میں لاؤ!"

یہ اشعار بھی انہی کی طرف منسوب ہیں ؎

کان واللہ فقیھا عالما ذا عفاف وتقی ما یتھم

"اللہ کی قسم! وہ فقیہ، عالم، پارسا تھے ـــ اور جو تہمت طرازیاں اُن پر کی گئی ہیں۔ ان سے بری تھے۔"

غیر لم یدر مداراۃ الوریٰ ومداراۃ الوریٰ أمر مھم

"ہاں یہ ضرور ہے کہ انہوں نے مخلوق کی خوشامد نہیں کی ـــ اور مخلوق کی خوشامد بڑی "اہم" بات ہے!"

شیخ محمدؒ عراقی جزریؒ نے کہا ؎

طرق الخافقین خطب جسیم أطرقت منہ الوری العلماء

"رات کے وقت دنیا کو ایک عظیم حادثہ کی خبر ملی ہے، جس نے مخلوق میں علماء کو سرنگوں کر کے خاموش کرا دیا ہے!"

ان تکن مت فالعلوم التی احییـ ـت من بعد موتھا أحیاء

"اگرچہ آپ فوت ہو گئے ہیں، مگر جن مردہ علوم کو آپ نے زندہ کیا ہے، وہ

تو زندہ ہیں!"

یا مزیل الاشکال عن کلّ فہم ولد عن کل زلّۃ اغضاء

"اے مشکلات کو ہر فہم سے زائل کرنے والے! اس کی ہر لغزش کو معاف فرما دے!"

لا الصّباح صباح بعدک عندی فی ضیاء ولا المساء مساء

"میرے نزدیک تیرے بعد صبح، صبحِ روشن نہیں رہی — اور نہ ہی شام شام ہے!"

عطلت بعدک الدّروس فما فیہا لرب الفہم السّقیم شفاء

"آپ کے بعد دروس ویران ہو گئے — اب بیمار فہم شخص کے لیے ان میں شفاء نہیں ہے!"

من لعلم الفتیا اذا اشتبہ الأ مر وحارت فی ردہا الأذکیاء

"جب کسی امر میں شبہ پڑ جائے گا، اور بڑے بڑے ذہین اس میں حیران ہوں گے، اس وقت فتوائے کا علم کس کے پاس ہو گا؟"

من لعلم الحدیث بعدک فیما قالہ الواصفون والأتقیاء

"آپ کے بعد علمِ حدیث کا امین کون ہو گا؟ — جیسا کہ بیان کرنے والوں اور پرہیزگاروں نے آپ کے بارے کہا ہے!"

کلّ میت یکون مثل تقی الدّین فالموت عندہ أحیاء

"جو مرنے والا تقی الدّین ایسا ہو، اس کے نزدیک موت بھی زندگی ہے!"

ایّہا الحبر أوحش الآن ربع کنت فیہ ومنزل وفناء

"اے عظیم عالم! جس آبادی میں، جس گھر میں اور جس صحن میں آپ سکونت رکھتے تھے، اب بیابان نظر آتے ہیں"

ہان قدر الحمراء عندک من زہدک واستحقرت لک البیضاء

"زہد کی بناء پر آپ کے نزدیک سونے کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی۔ چاندی

آپ کے نزدیک حقیر چیز تھی۔"

ونبذت الدّنیا فعشت فقیرا　　بصفات تودّھا الأغنیاء

"آپ نے دنیا کو پھینک دیا، اور فقیرانہ زندگی ایسی صفات کے ساتھ بسر کی، جن کی خواہش اغنیاء کو بھی ہے!"

کنت فی ذروۃ السّنام من العلم　　وما قلت للأنام سواء

"آپ علم کی بلندیوں پر تھے — اور جو آپ نے لوگوں کو بتایا، وہ بھی بلند اور اعلیٰ ہے!"

واذا حلت المنیۃ یوما　　بنفیس فلیس یغنی الأساء

"جب موت نے ایک دن ایسے نفیس انسان کو بھی آلیا ہے، تو بُرے لوگ اس سے کیونکر بچ سکتے ہیں؟"

وسقی اللہ روضۃ أنت فیھا　　ساریات تجری بھا النکباء

"اللہ تعالیٰ اس باغ کو، جس میں آپ آرام فرما ہیں، رات کے بادلوں سے سیراب کرے — جسے شمال مشرقی ہوائیں لیے پھرتی ہیں۔"

رضی اللہ عنک حیّا ومیتا　　وسقٰی ربعک المصون الحیاء

"اللہ تعالیٰ آپ سے زندگی میں اور موت کے بعد خوش رہے، اور اللہ تعالیٰ آپ کی محفوظ قبر کو بارانِ رحمت سے سیراب کرے!"

قسما بالّذی لو أنصف الدّ　　ھر لأضحٰی فی کلّ بیت عزاء

"واللہ! اگر زمانے میں انصاف ہوتا، تو ہر گھر میں تعزیت کا منظر ہوتا!"

شیخ علاء الدّین ابنِ غانم رحمہ اللہ نے کہا ؎

أیّ حبر مضٰی وایّ امام　　فجعت فیہ ملّت الاسلام

"کتنا بڑا امام اور عالم گزر گیا — اس بارے ملتِ اسلامیہ کو حادثہ پیش آگیا ہے!"

ابن تیمیۃ التقی امام الـ　　عصر من کان شامۃ فی الشّام

"آپ (ابنِ تیمیہ) متقی، امام العصر ہیں۔ جو ملکِ شام کے لیے تل کی طرح خوبصورت نشان ہیں!"

بحر علم قد غاض من بعد ما فا　　ض ندا ه وعم بالأنعام

"آپ علم کا سمندر ہیں، جو فیض کے جاری ہونے اور انعام کے عام ہونے کے بعد خشک ہو گیا ہے!"

زاهد عابد تنزه في دنـ　　ـياه عن كلّ ما بها من حطام

"آپ زاہد عابد ہیں، جو اپنی دنیا سے اس کے ہر قسم کے ساز و سامان سے پاک ہو گئے ہیں۔"

كان كنز الكلّ طالب علم　　ولمن خاف أن يرى في حرام

"آپ ہر طالبِ علم کے لیے خزانہ تھے — اور اس شخص کے لیے بھی، جس کو حرام میں پڑنے کا خوف ہوتا۔"

جاز علما فما له من مساو　　فيه من عالم ولا من مسام

"علم میں سب سے آگے بڑھ گئے — اب کوئی عالم اور تیز طرار شخص علم میں آپ کے مساوی نہیں ہے۔"

كم له في حنادس الخطب والنّا　　س نيام حتّى الضّحى من قيام

"کتنے ہی اہم موقعوں پر اور حوادث کے وقت لوگ اندھیروں میں سو رہے ہوتے، جبکہ آپ دن چڑھے تک قیام کر رہے ہوتے۔"

وبنو فارس قد افترسوا النّا　　س افتراس الأسود سرح الحوامي

"فارس کے رہنے والوں نے لوگوں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا تھا، جس طرح شیر آزاد چرنے والے جانوروں کو چیر پھاڑ دیتا ہے۔"

ودمشق الشام بعد انبساط　　من ضواحي رستاقها في انضمام

"ملکِ شام ٹوٹ گیا۔ جبکہ اس سے پہلے وہ متحد تھا، اور اس کے آس پاس لوگ خوشحال تھے۔"

اذا غزانا علی العلوج غزاة   وغزانا من فارس بالطغام

"جنگجوؤں نے جب عجمی کافروں کے ساتھ مل کر ہم سب پر حملہ کر دیا، اور فارسیوں نے کمینے اور ردّی لوگوں کے ساتھ چڑھائی کر دی"

فأعاد العزیز منّا ذلیلا   ذا صغار ینقاد کالأنعام

"انہوں نے ہم میں سے معزز کو ذلیل و حقیر بنا دیا، جنھیں جانوروں کی طرح مطیع کر لیا گیا تھا"

فنضاہ الجبّار جل ثناہ   فی وجوہ العدا کحد الحسام

"تو آپ کو بلند ثنا والے اللہ تعالیٰ نے دشمن کے مقابلہ میں شمشیرِ براں بنا دیا، جس کی دھار انتہائی تیز تھی"

یا ابن تیمیۃ علیک خصوصا   وعموما تحیتی وسلامی

"ابنِ تیمیہ! آپ کے لیے خاص طور پر اور عام طور پر میری دعاء وسلام ہو"

یا سلیل العلی علیک القوافی   قد بکت فی الطروس والأقلام

"اے عالی مرتبہ بزرگوں کی اولاد! قافیے (نظمیں) آپ پر کاغذوں اور قلموں کے ذریعے روتے ہیں"

ان حللت الثّری فروحک حلت   یا ابن عبد السّلام دار السّلام!

"اگر آپ مٹی میں اتر گئے ہیں، تو آپ کی رُوح اے عبد السلام کے بیٹے، دار السلام میں ہے!"

فسقٰی تربۃ حواک ثراھا   کلّ مزن بوابل ورھام

"جس مٹی میں آپ آرام فرما ہیں، اس مٹی کو ہر قسم کی تیز اور ہلکی، پیہم بارش برسانے والا بادل سیراب کرے!"

◎

محمود ابن الاثیر الحلبی علیہ الرحمۃ نے کہا ؎

ابن تیمیۃ یتیمۃ دھر   مالہ من مساوم ومسامی

" ابنِ تیمیہ زمانے بھر کا ایسا بے مثل موتی ہے کہ نہ کوئی اس کی قیمت پوچھ سکتا ہے، اور نہ بتا سکتا ہے!"

أوحد في العلوم والفضل والزّ ... هد لا یرائی فی ملّة الاسلام

" آپ علم وفضل میں یگانہ تھے، ایسا ملّتِ اسلام میں کوئی نظر نہیں آتا!"

بحر علم یغوص کلّ لبیب ... فی معانیہ حار کلّ الأنام

" آپ علم کا سمندر ہیں، جس میں ہر عقلمند غوطہ زنی کرتا ہے۔ آپ کے معانی میں دنیا حیران ہے!"

ان یکن غاب شخصہ وتواری ... ومضت روحہ لدار السّلام

" اگرچہ آپ کی شخصیت غائب ہو چکی ہے، اور چھپ گئی ہے ـــــ گو آپ کی روح دار السلام میں جا چکی ہے"۔

فمناقبہ والفضائل تبقی ... فی ممرّ الدّھور والأعوام

" ـــــ تاہم آپ کے فضائل ومناقب کئی زمانوں تک عوام میں باقی رہیں گے!"

کم رماہ الحساد بالکید والبغی ... وھو لا ینثنی عن الأقدام

" حاسدوں نے مکروفریب اور ظلم وزیادتی کر کے آپ پر تہمتیں تراشی ہیں، لیکن آپ کے قدم ڈگمگائے نہیں!"

طالب الحق لا یخاف لحیف ... وھو یحمی عن ذروۃ الاسلام

" حق کا طالب ظلم وزیادتی سے نہیں ڈرتا ـــــ وُہ تو اسلام کی چوٹی اور بلندی کی حفاظت کرتا ہے!"

لا یخاف الملوك أیضا ولا خلـ ... ـق ولا العداۃ مع اللّوام

" آپ بادشاہوں، مخلوق اور ظالم ملامت کرنے والے دشمنوں سے نہیں ڈرتے تھے!"

صدرہ للعلوم والقلب للرّبّ ... ویداہ للبذل والأنعام

"آپ کا سینہ علوم کے لیے، دل رب تعالیٰ کے لیے، اور ہاتھ خرچ کرنے نیز انعامات سے نوازنے کے لیے تھے!"

شیخ امام زین الدین عمر بن حسام الشبلی رحمہ اللہ نے کہا ؎

آسفي عليك وما التأسف نافع　　صبا عليك مقلقل الأحشاء

"مجھے آپ کا غم اور افسوس ہے، حالانکہ اس تأسف کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپ کا مشتاق وہی ہوگا، جو بے قرار ہے!"

آسفي عليك نفى الكرى عن ناظري　　من فرط أحزاني وفرط عنائي

"آپ کے لیے میرے غم و حزن، نیز تھکاوٹ و مشقت کی زیادتی نے میری آنکھوں کی نیند اڑا دی ہے"

غاضت بحار العلم بعدك والورى　　في غفلة يا سيد العلماء

"اے سید العلماء! تیرے علم کے سمندر خشک ہو گئے ہیں، اور مخلوق غفلت میں پڑ گئی ہے"

متفرد في كل علم دونه　　لعلو رتبته ذرى العلياء

"آپ ہر علم میں یکتا تھے، اور اپنے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے بلندیوں تک پہنچ گئے تھے!"

بالفضل قد شهدت له أعداؤه　　وبه سما فضلا على النظراء

"آپ کی فضیلت کے تو دشمن بھی معترف تھے، اسی وجہ سے آپ اپنے جلیسوں پر فوقیت لے گئے تھے!"

شيخ العلوم وتابع السلف الألى　　تبعوا الرسول بشدة ورخاء

"شیخ العلوم تھے، سلف کے پیروکار تھے۔ جنھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سختی و نرمی، ہر حالت میں اتباع کی تھی"

يجفوا المضاجع راكعا أو ساجدا　　أو ذاكر الله في الظلماء

"آپ بستر پر نہیں ٹکتے تھے، بس اندھیروں میں اللہ تعالیٰ کے حضور رکوع،

سجدہ اور ذکر میں رات بسر کرتے تھے!"

کالصبر فی حنك العدوّ مذاقہ — والشّہد من شہد الی الجلساء

"آپ دشمنوں کے گلے میں مصبر (کڑواہٹ) کی حیثیت رکھتے تھے، جبکہ ہم نشینوں میں شہد سے بھی زیادہ شیریں تھے!"

الواھب المال الجزیل وغامر — ضیف النّزیل بوافر النّعماء

"مالِ جزیل دینے والے، اور اپنے ہاں ٹھہرنے والے مہمان کے لیے وافر نعمتیں مہیا کرنے والے تھے!"

المحسن الکافی السؤال وحاسم الـ — دّاء العضال وکاشف الغماء

"احسان کرنے والے، سوال کا بھرپور جواب دینے والے تھے۔ پیچیدہ امراض (روحانی) کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والے، پوشیدہ معاملہ کو ظاہر کرنیوالے تھے!"

و اذا المسائل فی الفتاوی أفحمت — أھل العلوم وحجبت بخفاء

"فتووں میں جب مسائل نے اہلِ علم کو ساکت کر دیا، اور وُہ پردۂ خفاء میں رہ گئے"

وأنت تقی الدین اظہر ما اختفی — منہا وأبداہ لعین الرّائی

"آپ تقی الدین (دین کی حفاظت کرنے والے) نے مخفی مسائل کو ظاہر، اور دیکھنے والوں کی نظروں میں انہیں واضح کر دیا"

ویری البصیر الحقّ فیما قالہ — والحقّ لا یخفٰی علی البصراء

"صاحبِ بصیرت، جو کچھ آپ نے کہا، اس میں حق کو دیکھتا ہے، اور اصحابِ بصیرت پر حق مخفی نہیں رہتا!"

سجنوہ خشیۃ آن یری متبذلا — صونا فنال منازل الشّہداء

"انہوں نے آپ کو جیل میں اس لیے ڈالا تھا کہ کہیں فیاض آدمی اور خود کو عیب سے بچانے والا نظر نہ آئے، مگر آپ نے شہداء کی منازل کو پالیا"

آی خاشع آی شاکر آی ذاکر — للّٰہ فی الأصباح والأمساء

"ایسے ہی شقحب کے میدانِ جنگ میں تاتاری، بلاد دیکھے، قوموں میں سمندر کی مانند آئے تھے۔"

والمسلمون علی النّزول قد اَجمعوا　　والمغل عنهم نظرۃ للرّائی

"مسلمانوں نے شکست پر اتفاق کر لیا تھا، جبکہ مغل دیکھنے والوں کی نظروں سے اوجھل تھے۔"

من حرض السّلطان والامراء علی　　ترك النّزول سواه عند مساء

"آپ کے سوا کس نے سلطان اور امراء کو شام کے وقت شکست قبول نہ کرنے پر ابھارا اور تیار کیا تھا؟"

قال اثبتوا فلکم دلیل النّصر قد　　وافی فکان النّصر عند لقاء

"آپ نے فرمایا، تم ثابت قدم رہو، تمہارے لیے نصرت کی دلیل پوری ہو گئی ہے، تو واقعی لڑائی کے موقع پر مدد آ گئی!"

واَتی جبال الکسروان فاَذنت　　بدمارها من بعد طول بقاء

"آپ کسروان کے پہاڑوں پر آئے، تو انہوں نے لمبی زندگی کے بعد اپنی ہلاکت کی آپ خبر دے دی!"

اُدعوا الٰہ العرش یجمع بیننا　　فی جنّت الفردوس فهو رجائی

"الٰہ العرش (اللہ ربّ العزت) سے دعا کرو کہ وہ ہم سب کو جنت الفردوس میں جمع فرما دے — یہی میری آرزو ہے!"

وعلیہ من ربّ السّماء تحیّۃ　　تبقی له اَبدا بغیر فناء

"آپ پر آسمان کے رب کی طرف سے سلام ہو، اور یہ سلام فنا کے بغیر ہمیشہ ہوتا رہے!"

شیخ جمال الدین عبد الصمد بن ابراہیم بغدادی حنبلی، المعروف بابن الحصری نے کہا:

عش ما تشاء فانّ اٰخره الفنا　　الموت ما لا بدّ منہ ولا غنی

"آپ کس قدر خشوع کرنے والے، شاکر، اور صبح و شام اللہ رب العزت کا ذکر کرنے والے تھے"۔

أي زاهد أي حامد أي باذل للمسلمين نصائح النصحاء

"کتنے بڑے زاہد، حمد کرنے والے اور مسلمانوں کے لیے نصیحتیں فرمانے والے تھے"۔

خير الصفات صفاته و ثناءه بالجود بين الناس خير ثناء

"بہتر صفات سے متصف ہیں، اور لوگوں کے درمیان سخاوت کی وجہ سے آپ کی تعریف بہترین ہے"۔

من جاء يسأله يشاهد عنده بذل الملوك وعيشة الفقراء

"جو شخص آپ کے پاس سوال کرنے کے لیے آتا، وہ آپ کے ہاں بادشاہوں کی سی سخاوت اور فقیرانہ طرزِ زندگی دیکھتا"۔

والجود يرفع أهله بين الورى أبدا ويهوي البخل بالبخلاء

"سخاوت سخی کو ہمیشہ دنیا میں بلند مرتبہ پر فائز کرتی ہے، اور بخل بخیلوں کو نیچے گرا دیتا ہے"۔

وله إذا اصطدم القتال شجاعة قامت بنصر الدين في الهيجاء

"جب جنگ و قتال کی آگ بھڑک اٹھتی، تو لڑائی میں آپ کی شجاعت دین کی نصرت کے لیے جوہر دکھاتی تھی"۔

سل عند غازانا وسل أمراءه لما أتو بطلائع الأسراء

"آپ کے بارے میں غازان اور اس کے امراء سے پوچھو — جب ان کے ہراول دستے قید ہو گئے تھے"۔

والمغل قد ملكوا البلاد وأهلها كم فك من عان بغير عناء

"مغلوں نے شہروں اور ان کے باشندوں کو غلام بنا لیا تھا، تو انہوں نے بغیر مشقت کے کتنے قیدیوں کو رہا کرا دیا تھا"۔

وكذا بشقحب التتار قد أقبلوا كالطم في أمم بغير مراء

"جب تک چاہو، زندہ رہو! آخر کار فنا، یعنی موت ہے۔ جس سے کوئی چارۂ کار نہیں، نہ بے نیازی ہو سکتی ہے۔"

لا بدّ من یومٍ یسوءُ لکَ حتفہ　　حتماً نأی الأجل المقدّر أو دنا

"جس دن موت آئے گی، تمہیں لازماً غم ہو گا —— یہ اجلِ مقدر قریب ہو یا دُور!"

من غرّہ الأمل المدید فانّہ　　غرلأن طعامہ لن یھتنا

"جس شخص کو لمبی امیدوں نے فریب دیا، وہ یقیناً فریب خوردہ ہے۔ اس کا طعام اس کے لیے ہرگز خوشگوار اور پر لطف نہیں ہو گا!"

شمس الحیاۃ تضیفت بمشیبہ　　ضیف یجرّ من المنیۃ ضیفنا

"زندگی کا سورج غروب ہونے لگا ہے، بڑھاپا اس کا مہمان ہے ۔۔ ہمارا مہمان موت کو کھینچ لاتا ہے!"

یا من یعدّ الدھر صاحب دھرہ　　ویعد فیہ للاقامۃ موطنا

"اے وُہ شخص، جو زمانے پر انحصار کرتا ہے، اور اس میں اقامت کو وطن تصور کرتا ہے۔"

أو ما رأیت الموت کیف سطا بمن　　فی الخلق عن محض العلوم تکونا

"کیا تو نے دیکھا نہیں کہ مخلوق میں سے موت اس شخص پر کس طرح حملہ آور ہوئی ہے، جس کا وجود علم سے عبارت ہے!"

بذ الأنام مع البذاذۃ فضلہ　　اذ لم یکن یسوی التّقی متزینا

"شکستہ حالی کے باوجود آپ کے فضل و شرف کو لوگوں پر فوقیت حاصل ہے، کیونکہ تقویٰ کے بغیر آپ کسی چیز سے مزین ہی نہ تھے۔"

بالعرف یأمر ناھیاً عن منکر　　متقرّبا وھو البعید عن الخنا

"آپ ثواب کی نیت سے امر بالمعروف، نہی عن المنکر کرتے رہتے اور فحش گوئی سے دُور رہے!"

ما حال عن نہج الصّواب ولا اعتدیٰ — وبغیر تحصیل الفضائل ما اعتنیٰ

" آپ راہِ صواب سے ہٹے نہیں اور نہ حد سے بڑھے ہیں - آپ نے فضائل کی تحصیل کے علاوہ کسی چیز کی طرف توجہ نہ دی !"

واذا تجاری فماء السّیل ان — لما جری فی بحثہ متفننا

" مقابلے میں ، علم کی مختلف شاخوں میں بحث کے وقت سیلاب کا پانی بھی آپ کا اچھی طرح مقابلہ نہ کر سکتا تھا"

متزھدا متعبدا متھجدا — متخشعا متورعا متدینا

" بڑے زاہد ، بڑے عابد ، بڑے تہجد گزار ، بڑے خشوع والے ، بڑے پرہیزگار ، بڑے دیندار تھے !"

أعنی أبا العباس احمد بل — تقی الدین حقا والعلیم الممعنا

" میری مراد ابوالعباس احمد ہیں ، جو حقیقتاً تقی الدّین اور گہرے عظیم عالم تھے !"

فی اللہ لیس یخاف لومۃ لائم — ویری النوی فیہ نہایات المنی

" اللہ تعالیٰ کے بارے میں آپ کسی ملامت گر کی پرواہ نہیں کرتے تھے ، اور اس سلسلہ میں دور تک جانا اپنی انتہائی تمنا سمجھتے تھے "

واسمع مقالۃ أحمد متوعدا — أعداءہ یوم الجنائز بیننا

" امام احمدؒ کی بات سنو ! —— انہوں نے اپنے اعداء کو یوم الجنائز کا وعدہ دیا تھا "

یا دوحۃ الفضل الّتی فی أصلہا — طیب وزاکی فرعہا حلو الجنا

" اے علم و فضل کے شیریں درخت ! جس کی جڑ میں خوشبو ، جس کی شاخ پاکیزہ اور پھل شیریں ہے !"

أسّست بنیانا علیٰ تقویٰ ورضا — وان فللأسی قد ارتفع البنا

" آپ نے تقویٰ اور رضاء الٰہی پر بنیادیں اٹھائی ہیں —— اب یہ عمارت

بلندی بس آسمان کو چھُو رہی ہے"

جاھدت فی ذات المھیمن صابرا　　　عند الأذی فأتت بشارات الھنا

"آپ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیف کے وقت صبر کے ساتھ جہاد کیا ہے، چنانچہ خوش کن بشارتیں سننے میں آئی ہیں!"

واللہ قد أثنی علی العلماء فی　　　نص الکتاب وأنت أولی من عنی

"اللہ ربّ العزت نے اپنی کتاب میں علماء کی تعریف کی ہے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہترین علوم کے ساتھ نوازا ہے!"

لا غرو ان کنت ابتلیت بحاسد　　　فالحر ممتحن بأولاد الزّنا

"کوئی حرج نہیں، اگر کسی حاسد کی وجہ سے آپ مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ آزاد اور شریف انسان کسی بد بخت کی وجہ سے مصیبت میں پڑ ہی جاتا ہے!"

سقیا لتلك الرّوح من سحب الرضا　　　وتبوأت جنّات عدن مسکنا

"اللہ تعالیٰ آپ کی رُوح کو اپنی رضا کے بادل سے سیراب کرے، اور جنّاتِ عدن میں آپ کا مسکن بنائے!"

شیخ شہاب الدّین ابو العباس احمد بن عبد الکریم بن انوشروان تبریزی حنفی علیہ الرحمۃ نے کہا ؎

أفلت شموس المکرمات وأظلم الـ　　　ـشّام المنیر وزال عند النّور

"خوبیوں کا سورج غروب ہو گیا ہے روشن شام اندھیری ہو گئی، اور اس سے نور ختم ہو گیا ہے"

حبر به کان الزّمان ومن به　　　یزھو ویشرق فی الدّجی وینیر

"وُہ عظیم عالم تھا، جس کی وجہ سے زمانہ اور اہلِ زمانہ روشن تھے — وُہ اندھیروں میں چمکتا اور روشنی کرتا تھا"

علم التّعبد والتّزھد والتّقی　　　فی سائر الدّنیا له منشور

"اس کی عبادت گزاری، زہد اور پرہیز گاری کا علَم ساری دنیا میں لہراتا ہے۔"

ورسوخہ فی کلّ علم نافع — فحدیثہ بین الورٰی مشہور

"ہر مفید علم میں آپ کو رسوخ حاصل تھا، اس لیے آپ کی بات دنیا میں مشہور ہے۔"

لا غرو ان فاضت علیہ مدامع — حر و ان قصمت علیہ ظہور

"اس میں کوئی تعجب نہیں کہ کسی شریف آدمی کے آنسو بہے، اور اس کی کمر ٹوٹ گئی ہے۔"

فالصب ان صب المدامع بعد من — یہوی ومات فانہ معذور

"اس ہستی کی وفات کے بعد، جس سے محبت کی جاتی ہے، اگر آنکھیں آنسو گرائیں تو وُہ آنسو گرانے میں معذور ہیں۔"

والنّاس فی حزن علیہ وانّہ — عبد بلقیا ربّہ مسرور

"لوگ آپ کے لیے غمزدہ ہیں، جبکہ آپ ایسے بندے ہیں جو خوش خوش اپنے رب سے جا ملے ہیں۔"

غار الالٰہ علیہ من اغیارہ — فزواہ عنہم والمحبّ غیور

"اغیار سے اللہ تعالیٰ نے آپ پر غیرت کھائی، تو ان میں سے آپ کو اپنے پاس بلا لیا ——— اور محب غیور ہوتا ہے!"

وشعار کلّ مشیع لسریرہ الـ — تّسبیح والتّہلیل والتّکبیر

"آپ کی میت کو الوداع کہنے والوں کا شعار تسبیح و تہلیل و تکبیر تھا۔"

ولقد سری فوق الرّقاب سریرہ — فعجبت کیف الرّاسیات تسیر

"آپ کی چارپائی کندھوں کے اوپر چلی، تو میں نے تعجب کیا کہ بھلا کبھی پہاڑ (عظمت کے) بھی چلتے ہیں؟"

ما کنت اعلم قبل یوم وفاتہ — انّ البحار الزّاخرات تغور

"آپ کی وفات سے پہلے مَیں نہیں جانتا تھا کہ ٹھاٹھیں مارتا سمندر بھی

خشک ہو جاتا ہے!"

قد کان فی الدّنیا هلالا لائحا　　کلّ الیه بالبنان یشیر

"آپ دنیا میں روشن ہلال تھے کہ ہر کوئی انگلی سے آپ کی طرف اشارہ کرتا تھا۔"

هٰذا هو الفضل المبین وهٰذه　　نعم علیها ربّنا مشکور

"یقیناً یہ فضلِ مبین ہے، اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں — ہمیں اپنے رب کا شکر گزار ہونا چاہیے!"

و الی جنان الله راحت روحه　　یلقاه منها بهجة وسرور

"اللہ تعالیٰ کی جنتوں کی طرف آپ کی رُوح چلی گئی — وہاں آپ کو بہجت و سرور حاصل ہے۔"

یاربّ فاجمع بیننا فی جنّة　　المأوٰی فانت لما تشاء قدیر

"اے رب ہمیں جنت الماوٰی میں جمع فرما — ! تو جو چاہے اس پر قادر ہے!"

درج ذیل قصیدہ بھی اسی شاعر کا ہے ؎

عمّ المصاب فلا تبکوا بغیر دم　　علی ابن تیمیة ذی العلم والحکم

"مصیبت عام آئی ہے — اب ابنِ تیمیہ صاحبِ علم و حکمت پر خون کے آنسو بہاؤ!"

اذا تذکره من کان یألفه　　یهزه الشّوق من فرق الی قدم

"جو شخص آپ سے الفت رکھتا ہے، جب وُہ آپ کا تذکرہ کرتا ہے، تو فرطِ شوق سے جھوم اٹھتا ہے۔"

فالعلم والحلم والتّقوی بهن غدا　　فی النّاس اشهر من نار علی علم

"علم، حلم اور تقوٰی میں آپ، اونچے پہاڑ پر روشن آگ سے بھی زیادہ شہرت یافتہ تھے۔"

والزّهد فی زخرف الدّنیا وزینتها　　من وصفه کان مضموما الی الکرم

"دنیا کی آراستگی اور زینت میں زہد جس کا وصف ہو، وُہ مکرم ہستی ہے"!

ما ذاك الّا لما قد كان خصّصه　　بر الاله من الأخلاق والشّيم

"یہ محض اس لیے تھا کہ اللہ ربّ العزت نے آپ کو اعلیٰ اخلاق و عادات کی خصوصیات سے نوازا تھا"۔

من للمسائل قد أعيت فيوضحها　　وضوح برق لموع لاح في الظّلم

"اب کون ہے جو لاینحل مسائل کو واضح کرے؟ — ایسی وضاحت، جو اندھیروں میں بجلی کی چمک کے مترادف ہے"!

كالبحر يزخر ان بثّ العلوم وكال　　سّيل الّذي مدّه صوب من الديم

"آپ نے علوم کو ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی طرح دنیا میں پھیلا دیا تھا — یا اس سیلاب کی طرح، جس کو تھم کر برسنے والی بارش نے پھیلا دیا ہو"!

ما ان رأى النّاس أبهى من جنازته　　لما استقلت على الأعناق وانقم

"لوگوں نے آپ کے جنازہ کا کیسا منظر دیکھا جب وُہ سروں اور گردنوں پر اٹھا"!

أظمى الأنام اليه حجبه فبدا　　على السّرير فرواهم بد معهم

"لوگوں کی پیاسی نظریں آپ کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ آپ چارپائی پر نظر آئے تو آنسوؤں نے ان کو سیراب کر دیا"!

والأرض تبكي عليه والسّماء كذا　　قد جاء عن سيّد الأعراب والعجم

"زمین و آسمان آپ پر روئے — سیّدِ عرب و عجم سے (حدیث میں) اسی طرح آیا ہے"!

هذا هو المجد حقّ الافتخار به　　لا بالتّكاثر والأموال والحشم

"یہ وہ مجد و شرف ہے، جو قابلِ فخر ہے — نہ کہ مال اور خدم و حشم کی کثرت"!

يا جنّة الخلد وافيه مزخرفة　　وأنت يا نار أشواق الورى اضطرمي

"اے جنتِ خلد! تو خوب بن سنور کر ممدوح کو اس کا پورا حق دے — اور اے

آتشِ شوق، تو مزید بھڑک!"

ویا شموس العلیٰ غیبی لغیبتہ ویا مبانی المعالی بعدہ انھدمی

"اے شموسِ عظمت! آپ کی وفات پر تم بھی غروب ہو جاؤ ـــــ اور اے بلند اخلاق کی عمارتو! آپ کے بعد تم منہدم ہو جاؤ!"

فاعظم اللہ أجر الفاقدین لہ الواجدین ذوی الاخلاص کلّھم

"آپ کو گم پانے والے مخلص غمزدگان کو اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم سے نوازے!"

وأکرم اللہ مثواہ ومضجعہ بوابل من سحاب الجود والکرم

"اللہ تعالیٰ آپ کی قبر اور آرام گاہ پر اپنے جود و کرم کے بادلوں سے موسلا دھار بارش برسائے!"

آپ نے شیخ کے اور بھی کئی مرثیے لکھے ہیں!

فاضل برہان الدین ولد شہاب الدین تبریزی حنفی نے کہا ؎

وذق یا فؤادی کلّ یوم ولیلۃ مرارۃ أشواق ولوعۃ أشجان

"اے دل! روز و شب شوق کی کڑواہٹ اور غم و اندوہ کی بے چینیاں چکھتا رہ!"

ومن لی بأن ألقاہ والموت قد أتی فغیبہ فی الترب عن کلّ انسان

"میرے لیے کون (چارہ ساز) ہے کہ میں آپ سے مل سکوں؟ جبکہ آپ کو موت آچکی، اور اس نے ہر انسان سے آپ کو چھپا دیا ہے!"

امام ھدیٰ یدعوا الیٰ سبل ربّہ دعاء نصوح مشفق غیر خوان

"آپ امام الہدیٰ تھے، اپنے رب کے راستوں کی طرف دعوت دیتے تھے۔ ایک خیر خواہ، مہربان کی دعوت ـ بغیر کسی خیانت کے!"

فمذھبہ ما جاء عن خیر مرسل وأصحابہ والتابعین باحسان

"آپ کا مذہب وہی ہے، جو خیرِ رسل ؐ سے آپ ؐ کے صحابہ کرام ؓ اور تابعین ؒ

کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے"!

فکم مبطل وافاہ یبغی جدالہ　　فانصفہ فی البحث من غیر عدوان

"کتنے ہی باطل پرست تھے، جو آپ سے جدال چاہتے تھے۔ آپ نے بغیر کسی زیادتی کے بحث میں ان سے انصاف کا حق ادا کر دیا"!

ویکشف عنہ شبہۃ بعد شبہۃ　　الی ان یبین الحق احسن تبیان

"آپ نے ان کا ایک ایک شبہ دُور کر دیا، یہاں تک کہ حق کو احسن طریقہ سے بیان فرما دیا"!

یغار علی الاسلام من کلّ بدعۃ　　وما زال منہا ھادما کلّ بنیان

"آپ کو اسلام کے لیے ہر بدعت پر غیرت آتی تھی، اور عمر بھر آپ بدعات کی عمارت منہدم کرنے میں لگے رہے"!

وفی اللہ لم تاخذہ لومۃ لائم　　ولم یخش مخلوقا من الانس والجان

"اللہ تعالیٰ کے بارہ میں آپ کو کسی ملامت گر کی پرواہ نہ تھی۔ آپ جن وانس میں سے کسی سے ڈرتے نہ تھے"!

ولم ینتقم فی الدّھر یوما لنفسہ　　ولکنہ یؤذی فیعفو عن الجانی

"عمر بھر کسی سے اپنی ذات کی خاطر انتقام نہ لیا ـــــ آپ کو اذیت دی جاتی تو آپ موذی کو معاف فرما دیتے تھے"!

فمن جاھد الاعداء فی الدّین مثلہ　　ومن سل سیف العزم فی وجہ غازان

"آپ جیسا کون ہے جس نے اعداء دین سے جہاد کیا، اور کون ہے جس نے غازان کے مقابلہ میں تلوار سونتی"؟

ومن قال للنّاس اثبتوا یوم شقحب　　فانّ الاعادی فی انھزام وخذلان

"کون تھا جس نے شقحب کی جنگ میں لوگوں کو ثابت قدمی پر ابھارا؟ کہ ثابت قدم رہو، تمہارا دشمن شکست ورسوائی کا شکار ہو چکا ہے"!

فمن خشی الرّحمٰن بالغیب واتّقی　　الہ البرایا خافہ کلّ سلطان

"کون تھا جس نے رحمٰن سے بن دیکھے خشیت اختیار کی، اور مخلوق کے اللہ سے ڈرا؟ ـــــ جس سے ہر سلطان ڈرتا ہے"!

وما ضرّہ ان طال فی السّجن مکثہ　　اذا کان فی نسك وطاعة رحمان

"اگر آپ جیل میں عرصۂ دراز تک رہے ہیں، تو اس سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا، کیونکہ یہ قید رحمٰن کی اطاعت و بندگی میں تھی"!

منیبا الی مولاہ یقطع وقتہ　　بنقل حدیث اَو بتفسیر قراٰن

"آپ نے اپنے رب کی طرف انابت کرتے ہوئے، اور حدیث و تفسیرِ قرآن نقل کرتے ہوئے زندگی بسر کی"!

ولم یك مشغوفا بحبّ ریاستہ　　ولا شد بغلات ولا حسن غلمان

"حبِّ ریاست سے، خچروں پر سفر سے، اور غلمان کے حُسن سے آپ کو کوئی لگاؤ نہ تھا"

ولا کان مشغولا بجاہ ومنصب　　ولا رفع بنیان ولا غرس بستان

"جاہ و منصب میں، بلند عمارتیں بنانے میں اور باغ لگانے میں مشغول نہ رہتے تھے"!

ولٰکن بعلم نافع وعبادۃ　　وزھد واخلاص وصبر وایمان

"ہاں آپ کی مشغولیت علمِ نافع، عبادت، زہد، اخلاص اور صبر و ایمان میں تھی"

وسار علیٰ اَعناقھم نحو قبرہ　　یجاور مولیٰ ذا امتنان وغفران

"آپ لوگوں کے کندھوں پر قبر کی طرف روانہ ہوئے، تاکہ اپنے احسان و بخشش کرنے والے رب کے پاس اعتکاف کریں"

دعاہ الیٰ جنّات عدن وطیبھا　　ومتّعہ فیھا بحور و ولدان

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنّاتِ عدن اور اس کی پاکیزہ ہواؤں کی طرف دعوت دی، اور اس میں آپ کو حور و غلمان سے متمتع فرمایا"

فنسأل ربّ العرش یجمع شملنا بہ فی جنان الخلد من قبل حرمان

"ہم عرشِ عظیم کے رب سے سوال کرتے ہیں کہ محرومی سے قبل وُہ آپ کے ساتھ ہم سب کو ہمیشہ رہنے والے باغوں میں جمع فرمادے!"

شیخ کی وفات پر مصری فوج کے ایک دانشور نے امام ابو حیان نحوی کی نظرِ ثانی کے بعد اپنا درج ذیل مرثیہ ارسال کیا ؎

خطب دھی فبکی لہ الاسلام وبکت لعظم بکائہ الأیام

"ایک ایسی آفت کا حادثہ (رونما ہوا) جس پر اسلام رویا، اور اس کے رونے سے زمانہ بھی رونے لگا۔"

وبکت لعبرتھا السّماء فأمطرت فی غیر فصل تسمح الأعوام

"آپ کی موت پر آسمان آنسو بہاکر رویا ــــ اس نے کئی سالوں تک مسلسل برسات کی سخاوت کی!"

وبکت لہ الأرض الجلیدۃ بعدما أضحٰی علیھا وحشۃ وقتام

"زمین پر جب وحشت واندھیرا چھا گیا، تو وُہ بھی مضبوط اور صابر ہونے کے باوجود روئی!"

لتقی دین اللہ وصف باھر وخصائص خضعت لہ الأفھام

"اللہ کے دین کے محافظ کے اوصاف ظاہر و باہر ہیں۔ اور ان میں ایسی خصوصیات ہیں، جن کے سامنے عقل و فہم عاجز ہیں۔"

العالم الحبر الامام ومن غدا فی راحتیہ من العلوم زمام

"آپ عالم، نیک، صاحبِ علم اور امام تھے۔ آپ کے ہاتھوں میں علوم کی زمام تھی۔"

فوفی بأحکام الکتاب وکم لہ فی نصر توحید الالٰہ قیام

"آپ نے کتاب کے احکام کا حق ادا کر دیا ــــ توحیدِ الوہیت پر کس قدر مضبوطی سے قائم رہے!"

والسنۃ البیضاء احیا میتھا   فغدا علیھا حرمۃ وذمام

" آپ نے روشن سنّت کو مردہ ہونے کے بعد دوبارہ زندہ کر دیا ۔ اب وُہ معزز و محترم ہو گئی ہے!"

واَمات من بدع الضلال عوائدا   لایستطیع لدفعھا الصمصام

" جو بدعات جاری ہو کر عادت بن چکی تھیں، انہیں آپ نے ختم کر دیا — حالانکہ تلوار بھی ان کو روک نہیں سکتی تھی!"

اسّ الفضائل والمعارف والذی   لا تھتدی لفنونہ الاوھام

" فضائل و معارف کے لیے آپ نے بنیاد فراہم کی — نیز ان فنون کے لیے بھی جن کا کسی کو وہم و گمان تک نہ تھا"

ونعوتہ فی العلم قول محمّد   صلّی علیہ الخالق العلاّم

" آپ کی صفاتِ علم حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں۔ آپ پر خالق العلاّم درود بھیجتا ہے!"

انّ المنزّہ ربّنا سبحانہٗ   یقضی بما تاتی بہ الاحکام

" بلا شبہ ہمارا رب پاک اور منزّہ ہے۔ آپ ان احکام سے فیصلہ کرتے ہیں، جو روایات سے ثابت ہیں"

یبدی لکم فی کلّ قرن قادم   للدّین من یّھدی بہ الاقوام

" آنے والے ہر قرن میں اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ایسی ہستی کو ظاہر فرماتا ہے، تاکہ اس کے ذریعہ اقوام کی ہدایت کا سامان کرے!"

فلئن تاخّر من القرون لثامن   فلقد تقدّم فی العلوم امام

" اگرچہ آپ آٹھویں صدی کے متاخرین میں سے ہیں، تاہم علوم میں آگے بڑھ کر آپ نے امامت کا منصب سنبھال لیا ہے"

حدث بلا حرج وقل عن زھدہ   ما شئت لا ردّ ولا اٰثام

" پاک نوجوان تھے ۔ ان کے زہد کے بارے جو چاہو کہو، نہ اس کی تردید ہوگی اور نہ گناہ!"

وتراه يصمت لا لعي دائما　　　الا لعلم يقتني ويرام

"تم آپ کو ہمیشہ خاموش دیکھتے رہے ہو ــــــ اس کی وجہ عجز نہ تھا، بلکہ علم تھا، جس کو حاصل کیا جاتا اور اس کا قصد کیا جاتا ہے۔"

واذا تکلم لا یراجع هیبة　　　وسکینة وکلامہ ابرام

"جب آپ گفتگو فرماتے، تو ہیبت وسکینہ کی وجہ سے آپ کو ٹوکا نہ جاتا تھا۔ آپ کی گفتگو لاجواب ہوتی تھی۔"

القی علیہ مھابۃ من ربہ　　　فخطابہ الاجلال والاکرام

"آپ پر اپنے رب کی ہیبت چھائی رہتی تھی۔ آپ کا خطاب اجلال و اکرام کا مرقع ہوتا تھا۔"

بشر یعظم بالقلوب وقدرہ　　　ابدا یعظم بعد وھو غلام

"آپ ایسے بشر تھے، جن کی دلوں میں عظمت تھی۔ یہ عظمت ہمیشہ سے رہی، آپ کے لڑکپن میں بھی آپ کی قدر و منزلت کی جاتی تھی۔"

منن یخص بھا المھیمن من یشاء　　　من خلقہ والجاھلون نیام

"یہ سب اللہ تعالیٰ کے احسانات ہیں، اللہ نگہبان جسے چاہے اپنی مخلوق میں سے یہ خصوصیت (قیامِ لیل) عطا فرما دے، جبکہ جاہل لوگ سوئے ہوئے ہوں۔"

من رد من ارض الشام بعزمہ　　　من صد وجہ الکفر وھو حسام

"ملکِ شام کا اپنے عزم کے ذریعہ کس نے دفاع کیا، اور چہرۂ کفر کو کس نے روکا؟ آپ تیز کاٹ والی تلوار تھے۔"

من رد غازان الھمام بحمرۃ　　　من خلص الاسری وھم ایتام

"غازان کا رد سرخی (خون) کے ساتھ کس نے کیا، اور بے یار و مددگار قیدی کس نے رہا کرائے؟"

من قام بالفتح المبین مؤیدا　　　فی کسروان وھم طغاۃ عظام

"کسروان کے بڑے بڑے باغیوں کے ساتھ جنگ میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے کس نے فتحِ مبین حاصل کی تھی ؟"

من جدّ فی بدع الضّلالة حربہ　　فاذا لھم بعد الرّضاع فطام

"گمراہی کی بدعات کے خلاف کس نے زور و شور سے جنگ شروع کی ؟ جب بدعتیوں کو بدعات کے چسکے سے ہاتھ دھونے پڑے !"

من سار فی سنن الرّسول ونصرھا　　حتّی استقرّ لأمرھنّ نظام

"وُہ کون تھا جو سنن رسولؐ اور اس کی نصرت کے لیے چلا ، حتیٰ کہ سنّتوں کا نظام قائم ہو گیا !"

من قام فی خذل الصّلیب ودینہ　　لما تداعوا للأنام وقاموا

"صلیب اور صلیبی دین کی رسوائی کس کے ہاتھوں عمل میں آئی ؟ جب انہوں نے اپنے حمایتیوں کو بلایا ، اور وُہ مقابلے میں کھڑے ہو گئے !"

فھو وردّوا خائبین بذلة　　وعلیھم فوق الوجوہ ظلام

"وُہ کمزور ہوئے اور ذلّت کے ساتھ خائب و خاسر واپس ہوئے — اس وقت ان کے چہرے سیاہ تھے !"

فالعلم فینا لیس یقبض دفعة　　کلّا ولا یأتی حماہ حمام

"ہم میں سے علم یکدم ختم نہیں ہو گا — ہرگز نہیں ، اس کے باقی ماندہ کو موت نہیں آئے گی !"

لٰکن بقبض الرّاسخین ذھابہ　　وزوالہ ویبقی رعاع طغام

"علم راسخین فی العلم ، کی موت سے ختم ہو گا — بعد میں کمینے اور رذیل لوگ رہ جائیں گے !"

للہ ما لاقی تقی الدّین من　　محن تتابع وھنّ ضخام

"تقی الدّین نے اللہ تعالیٰ کی خاطر مسلسل بڑے بڑے مصائب برداشت کیے !"

ومکارہ حفت بکلّ شدیدة　　ومواقف زلت بھا الأقدام

" ایسے مصائب، جنھوں نے ہر سختی کو جمع کر لیا تھا ــــ اور ایسے مواقف، جہاں قدم ڈگمگاتے تھے۔"

ومکاید نصبت لہ وحبائل قصدا الیہ فردّھا الأقدام

" آپ کے لیے سازشیں کی گئیں اور پھندے لگائے گئے ــــ اس سے آپ کو روکنا مقصود تھا، لیکن قدموں نے انھیں رد کر دیا۔"

فعلیہ أفضل رحمۃ تھدی لہ ومن الالہ تحیۃ وسلام

" آپ پر افضل ترین رحمت کا ہدیہ ہو، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت و سلام"!

شیخ تقی الدّین محمود بن علی الدقوقی محدثؒ، جن کا شیخ سے غائبانہ تعارف تھا، نے کہا[۹]

مضی الزاھد الندب ابن تیمیۃ الذی أقرّ لہ بالعلم والفضل ضدّہ

" زاہد اور صاحب علم و فضیلت ابن تیمیہ دُنیا سے اٹھ گیا، جس کے علم و فضل کا مخالفین کو بھی اعتراف ہے"!

یحن الیہ فی النّھار صیامہ ویشتاق فی ظلمۃ اللّیل وردہ

" دن کو آپ کی طرف روزے شوق رکھتے تھے، اور رات کے اندھیرے آپ کی طرف قیام اللّیل کے شائق تھے"!

حمی نفسہ الدّنیا وعفّ تکرما ولمّا یصعر للدّنیات خدّہ

"آپ نے اپنے نفس کو دُنیا سے بچایا، بزرگانہ پاکدامنی اختیار کی، اور آپ کے رخسار کمینی چیزوں سے ملوّث نہیں ہوئے"!

علیھم بمنسوخ الحدیث وحکمہ وناسخہ فخر الزّمان ومجدہ

" فخرِ زمان، مجدِ زمان تھے ــــ ناسخ و منسوخ حدیث اور اس کے حکم کی خوب پہچان رکھتے تھے"!

فما قال فی دنیاہ ھجرا ولا ھوی ولا زاغ عن حقّ تبیّن رشدہ

" دنیا کے سلسلہ میں آپ نے کوئی بے کار بات یا خواہش نہیں کی۔ نہ ہی آپ

ایسے حق سے روگرداں ہوئے، جس کی خوبی ظاہر ہوگئی تھی!"

وما کان الاّ التبر عند امتحانہٖ	یبین لعین الحاذق النقد نقدہ

"امتحان کے موقع پر سونے کی ڈلی کی طرح نکھرتے تھے، آپ کا کھرا پن دانا پرکھنے والے کی نظروں میں ظاہر ہو جاتا تھا"

و فی الحق لم تاخذہ لومۃ لائم	ولا خاف من غمر تشدّد حردہ

"حق بیان کرنے میں آپ کو کسی بھی ملامت کنندہ کی ملامت نہ روکتی آپ کسی کینہ ور سے نہ ڈرتے، جس کی ناراضگی سخت ہوتی"

ولم تلھہ الدنیا و زخرفھا الذی	یروق لمن لم یونس الدھر رشدہ

"دنیا اور اس کے نقش و نگار نے آپ کو غافل نہیں کیا، وہ تو اس شخص کو خوش کرتی ہے، جس کی بھلائی سے زمانہ مانوس نہیں ہوتا"

لقد نقدت منہ المحافل زینھا	ولما یفارق علمہ الجم وجدّہ

"اب خوبصورت محافل آپ سے سونی ہوگئی ہیں، جبکہ آپ کا علمِ کثیر اور کوشش آپ سے مفقود ہوگئی ہے!"

وکان اماما یستضاء بنورہ	وبحرا من الافضال قد غیض عدّہ

"آپ ایسے امام تھے، جن کے نور سے روشنی لی جاتی تھی۔ اور علم و فضل کے سمندر تھے، جس کا پانی خشک ہوگیا ہے!"

وکنت ارجی ان اراہ و نلتقی	ولکن قضاء اللہ من ذا یردّہ

"مجھے امید تھی کہ آپ کو دیکھوں گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو کون روک سکتا ہے؟"

علیک ابا العباس فاضت مدامعی	وقلبی ببعدی عنک اجج وقدہ

"اے ابو العباس! آپ پر میرے آنسو بہتے ہیں، اور میرا دل آپ سے دوری کی وجہ سے شعلہ زن ہے!"

شددت عری الاسلام شدۃ غارث	قوی علی الاعداء لم یأل جھدہ

"اسلام کی شاخوں کو آپ نے ایک عارف باللہ کی طرح مضبوطی سے باندھ رکھا تھا۔ آپ دشمن پر قوی تھے، اور آپ نے اپنی کوشش میں کمی نہیں کی!"

علیك سلام اللہ حیًّا ومیّتًا   مدی مابدی نجم و أشرق سعدٌ

"آپ پر زندگی میں اور موت کے بعد سلام ہو — اتنے عرصہ تک جب تک ستارے چمکتے رہیں!"

درج ذیل اشعار بھی آپ ہی نے لکھے ہیں ؎

واقطع علائقك الّتی ھی فتنۃ   واتّبع سبیل أولی الھدایۃ تھتدِ

"ان علائق کو، جو فتنہ ہیں، قطع کر دو۔ ہدایت یافتہ لوگوں کی پیروی کرو، تم ہدایت پا جاؤ گے!"

ودع صباك ودع أباطیل المنی   واھجر دنیات الأمور وسدد

"بچپنا اور جھوٹی خواہشات چھوڑ دو۔ کمینے کام ترک کر دو، اور سیدھی راہ اختیار کرو۔"

واقنع من الدّنیا القلیل ولازم الـ   فعل الجمیل وسر بسیر مجرد

"تھوڑی دنیا پر قناعت کرو، خوبصورت کام کرو، اور دنیا سے بے تعلق شخص کی طرح زندگی بسر کرو!"

وتوخ فعل الخیر واصحب أھلہ   متحبّبا متجنّبا فعل الرّدی

"فعلِ خیر کا قصد کرو، نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو اور ان سے محبت کرو۔ ہلاکت کے کاموں سے بچ کر رہو!"

لا تعتبن مفارقا یبکی علی   أحبابہ وارحمہ ان لم تسعد

"جو شخص اپنے احباب کی موت پر اُن کی جدائی کی وجہ سے روتا ہے، اگر تم اس کی مدد نہیں کر سکتے تو اس کو ڈانٹو تو نہیں!"

ماذا الوقوف عن السّری وصحابنا   ساروا وصاروا بالعراء الغرقد

"یہ سفر سے رکنا کیسا ہے؟ جبکہ ہمارے ساتھی راتوں رات چل کر غرقد کے

بیابان میں پہنچ گئے"!

ماتَ الامامُ العالمُ الحبرُ الّذی　　　بہداہ عالمُ کلِّ قومٍ یّہتدی

"امام، عالم، حبر فوت ہو گئے، جن سے ہر قوم کا عالم راہنمائی حاصل کرتا تھا"

أین المحامی عن شریعۃِ أحمدٍ　　　أین المحقّق نہجَ مذہبِ أحمدِ

"اب شریعتِ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حامی کہاں ہیں؟ مذہبِ احمد کے نہج پر محقق کہاں ہیں؟"

من للیہود وللنّصاریٰ بعدہ　　　یرمیہم بمقالۃٍ المتشدّد

"ان کے بعد اب یہود و نصاریٰ کو کون ٹھوس قسم کے جواب دے گا؟"

سل عن دیّان الیہود أما غدا　　　متلفعًا بصغارہ المتہوّد

"یہود کے سردار سے پوچھو، کیا وہ (ممدوح کی مجلس سے) یہودیانہ ذلت کے ساتھ نہیں نکلا؟"

نشأت علیٰ فعل التّقی أطوارہ　　　فعنت لہ التّقویٰ وأعطت عن ید

"آپ کے اطوار نے پرہیزگاری کے کاموں پر نشوونما پائی ہے، لہٰذا تقویٰ ان کے لیے مطیع و فرمانبردار ہو گیا ہے"!

ورث الزّہادۃ کابرًا عن کابرٍ　　　والعلم ارثًا سیّدًا عن سیّد

"زہد ان کے باپ دادا کی میراث ہے — اور علم میراث ہے سردار در سردار سے"!

قف ان مررت بقاسیون علیٰ ثریٰ　　　فیہ ضریح العالم المتفرّد

"اگر تم قاسیون کے پاس سے گزرو، تو ذرا ٹھہر جاؤ! کہ اس میں ایک منفرد عالم کی قبر ہے"!

واعجب لقبر ضمّ بحرًا زاخرًا　　　بالفضل یقذف بالعلا والسؤدد

"تعجب کرو کہ قبر نے فضل کا ایسا سمندر اپنے اندر سما لیا ہے، جو بلندیوں اور

سرداریوں کی لہریں، اٹھاتا ہے۔"

مات الّذی جمع العلوم الی التّقٰی　　　والفضل والورع الصّحیح الجیّد

"وہ ہستی فوت ہوگئی، جس نے علوم کے ساتھ تقویٰ، فضیلت اور صحیح و عمدہ پرہیزگاری کو جمع کرلیا تھا۔"

بددت شمل الملحدین جمیعھم　　　وجمعت شمل ذوی التّقی المتبدد

"ملحدین کی جمعیت کو آپ نے پارہ پارہ کردیا۔ جبکہ نیک، متقی، بکھرے ہوئے لوگوں کا شیرازہ باندھا۔"

یا کالئ الاسلام من أعدائہ　　　وسمام کلّ أخی نفاق ملحد

"اے دشمنوں سے اسلام کی حفاظت کرنے والے، اور ہر ملحد و منافق کے لیے زہرِ قاتل۔"

یا واحد الدّنیا ویا فرد الورٰی　　　انت الّذی جددت دین محمّدؐ

"اے دنیا میں منفرد حیثیت کے حامل، اور اے یگانۂ روزگار! آپ نے دینِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجدید کی ہے۔"

آگے چل کر کہا ؎

صنّفت کتبا قد حوت کلّ الھدٰی　　　وبھدیھا قد ضلّ من لا یھتدی

"آپ نے ایسی کتب تصنیف کی ہیں، جو ہدایت کی جامع ہیں ـــ ان کی راہنمائی سے وہی گمراہ ہوگا، جو ہدایت نہ چاہے۔"

فیھا رددت علی الفلاسفۃ الأُلی　　　زاغوا عن الحقّ الصّریح الأیدی

"ان میں آپ نے فلاسفہ کا رد کیا ہے، جو واضح اور صریح حق سے کج رو ہو گئے ہیں۔"

وکذا علیٰ أھل الکلام وحزبھم　　　من کلّ مبتدع خؤون معتدی

"اسی طرح ہر بدعتی، خیانت کار، حد سے بڑھنے والے اہلِ کلام اور اُن کی جماعت کی بھی تردید کی ہے۔"

فعليك منّي ألف ألف تحيّة تغشي ضريحك يا قرين الفرقد

"اے شہرِ خموشاں کے مکیں! میری طرف سے لاکھوں سلام آپ کی ضریح پر سایہ فگن رہیں!"

حافظ ذہبی نے کہا ؎

یا موت خذ من أردت أو فدع محوت رسم العلوم والورع

"اے موت! جب تو نے علم وورع کی نشانی کو مٹا دیا ہے تو اب جس کو چاہے پکڑ لے یا چھوڑ دے!"

أخذت شيخ الاسلام وانفصمت عرى التقى واشتفى أولو البدع

"تو نے شیخ الاسلام کو پکڑ لیا، اس سے تقویٰ کی دیوار ٹوٹ پھوٹ گئی۔ بدعتیوں نے سکون محسوس کیا"

غيبت بحرا مفسرا جبلاً حبرا تقيّا مجانب الشبع

"تو نے سمندروں اور پہاڑوں ایسے عظیم مفسّر کو غائب کر دیا۔ حبر تھا، متقی تھا اور سیر ہو کر کھانا نہیں کھاتا تھا"

فان يّحدّث فمسلم ثقة وان يّناظر فصاحب اللّمع

"اگر آپ حدیث بیان کرتے تو تسلیم کی جاتی، اور اس پر اعتماد کیا جاتا، میدانِ مناظرہ میں ہوتے، تو تیز اور ذہین ہوتے!"

وان يخض نحو سيبويه يفه بكلّ معنى فى الفن مخترع

"اگر آپ سیبویہ کے بارے میں گفتگو کرتے، تو اس کے فن میں نئے اختراعی معانی کا حق ادا کر دیتے"

وصار عالى الاسناد حافظه كشعبة أو سعيد الضبعى

"آپ امام شعبہ یا سعید ضبعی کی طرح عالی الاسناد تھے اور اس کے حافظ تھے!"

والفقه فيه فكان مجتهدا وذا جهاد عار من الجزع

"فقہ میں آپ مجتہد تھے، مجاہد تھے ــــ صابر تھے!"

وجوده الحاتمي مشتهر　　وزهده القادري في الطّبع

"حاتم جیسی ان کی سخاوت مشہور تھی، اور خود اختیار کردہ زہد طبعی بن گیا تھا۔"

أسكنه الله في الجنان ولا　　زال عليا في أجمل الخلع

"اللہ تعالیٰ آپ کو جنّتوں میں بسائے، اور آپ ہمیشہ عالیشان لباس میں بلندیوں پر رہیں!"

مع مالك والامام أحمد والنّـ　　ـعمان والشّافعي والنّخعي

"امام مالکؒ، امام احمد، امام نعمان، امام شافعی اور امام نخعی کی معیت آپ کو نصیب ہو!"

مضى ابن تيمية وموعده　　مع خصمه يوم نفخة الفزع

"ابنِ تیمیہؒ کوچ کر گئے، اور مخالف کے ساتھ وعدہ 'نفخۃ الفزع' کے دن کا ہے!"

آپ کے ایک ہم عصر ادیب نے کہا ؂

أشكو الى الله الملمات　　وما أقاسيه من حزن ولوعات

"میں اللہ تعالیٰ کے حضور سخت مصیبت کے واقع ہونے اور اس سلسلہ میں غم اور سوزشِ جگر کی شکایت کرتا ہوں۔"

وجمّل النّفس بالصّبر الجميل ولا　　تذر الدّموع على تلك الأويقات

"اپنے نفس کو صبرِ جمیل سے مزیّن کر، اور چھوٹے چھوٹے مصائب پر آنسو نہ بہا!"

واذكر مصارع قوم كيف قد شربوا　　بعد الزّلال بكأسات المنيات

"قوم کے پچھاڑے جانے کی جگہ کو یاد کر! کہ انہوں نے آبِ زلال کے بعد موت کے جام کس طرح پیے؟"

وأنت من بعدهم تسري كسيرهم　　امّا لدار هوان أو بجنّات؟

"تو بھی انہی کے انداز میں زندگی گزار رہا ہے؟ —— تو رسوائی کے لیے ہے یا جنّات کے لیے؟"

أقول ما قاله العبد المنيب وقد　　أودى به السّجن في بر وطاعات

" میں وہی کہتا ہوں، جو عبدِ منیب (ممدوح) نے کہا۔ جیل نے آپ کو نیکی اور طاعات کی حالت میں ہلاک کر دیا۔"

أنا الذّليل أنا المسكين ذو شجن　　أنا الفقير الى ربّ السّمٰوٰت

" ذلیل ہوں، مسکین ہوں، غمگین ہوں ـــــ میں ربّ السّمٰوٰت کا محتاج ہوں!"

ما زال يتّبع أثار الرسول على الـ　　ـنّهج القويم بأعلام الدّلالات

" آپ ہمیشہ آثارِ رسول کے مضبوط نہج پر واضح دلائل کے ساتھ قائم رہے!"

يهدى لسنّته يفتى بشرعته　　يرعى لحرمته فى كلّ ساعات

" آپ رسولِ اکرم (ص) کی سنّت کی طرف بلاتے تھے، آپؐ کی شرع کے مطابق فتوے دیتے، اور اسی کی ہر وقت رعایت کرتے تھے!"

حبر الوجود فريد فى معارفه　　أفنى بسيف الهدى أهل الضّلالات

" آپ دورِ حاضر کے حبر، معارف میں یکتا تھے۔ گمراہوں کو ہدایت کی تلوار سے آپ نے فنا کے گھاٹ اتار دیا!"

ما جاءه سائل الّا ويمنحه　　امّا بجود وامّا بالمداراة

" جب بھی کوئی سائل آپ کے پاس آیا، آپ نے اسے عطیہ سے نوازا، یا سخاوت سے مدارات کی!"

فى علمه ما علمنا من يناسبه　　الّا أئمّتنا أهل العنايات

" آپ کے مناسبِ حال علم کا ہمیں علم نہیں، یہ بڑے بڑے ائمہ کرام ہی جانتے ہیں۔"

فى جوده ما وجدنا من يماثله　　غير البرامك كانوا فى سعادات

" سخاوت میں ہم نے آپ ایسا کسی کو نہ پایا، سوائے برامکہ کے ـــ جو صاحبِ سعادت تھے!"

فى زهده ما سمعنا من يشاكله　　الّا رجال مضوا أهل الكرامات

"آپ کے زہد میں ہم نے آپ کی مثل نہیں سنا، مگر اونچے درجے کے اہل کرامت بزرگ، جو فوت ہو چکے ہیں"

یجود وھو فقیر ان ذا عجب		ھٰذا الّذی ما سمعنا فی الحکایات

"تعجب ہے، آپ ضرورت مند ہونے کے باوجود سخاوت کرتے تھے۔ ایسی باتیں تو ہم نے حکایات میں بھی نہیں سنیں!"

تلوح شمس المعالی فی شمائلہ		وفی صفا وجہہ نور الھدایات

"بلندیوں کا سورج آپ کے شمائل و اخلاق میں چمکتا تھا۔ آپ کے پاکیزہ چہرے پر ہدایت کا نور برستا تھا"

بحر المعارف تاھوا فی بدایتہ		أھل المعانی وأرباب النّھایات

"ایسے معارف کا سمندر کہ اہلِ معانی اور باکمال لوگ اس کی ابتداء میں سرگردان رہے"

والھف قلبی علی من کان یجمعنا		علی فنون المعانی والاشارات

"میرے دل کو سخت صدمہ اور رنج ہے، اس شخصیت کی وفات پر، جو ہمیں معانی و اشارات کے مختلف فنون پر جمع کرتی تھی!"

یروی الأحادیث عن سکان کاظمۃ		فیطرب الکون من طیب الرّوایات

"خاموش باسیوں سے آپ احادیث کو روایت فرماتے، تو ان روایات کی پاکیزگی سے کائنات وجد میں آجاتی تھی!"

أفضٰی الی اللہ والجنّات مسکنہ		علیہ من ربہ أزکٰی تحیات

"آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ گئے، اب آپ کا مسکن جنّتیں ہیں، آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پاکیزہ سلام ہوں!"

ثم السّلام علی المختار ماھمعت		سحب الغمام وجادت بالزّیادات

"پھر سلام ہو پاکیزہ ہستی پر، جب تک بادل برستے رہیں اور خوب برستے رہیں"

والحمد للہ حمد الا انقطاع لہ   أرجو بہ من الٰہی محو زلاتی

"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ لامتناہی! ان کی برکت سے اپنی لغزشوں کی معافی کا امیدوار ہوں"

علامہ شیخ مرعی حنبلی فرماتے ہیں، ہم نے شیخ ابن تیمیہ کے کچھ مناقب اختصار و تلخیص کے ساتھ بیان کرنے کا جو ارادہ کیا تھا، اس کو یہیں پر ختم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو، اور ان کو راضی کرے۔ نیز آپ کے علوم کی برکات سے ہمیں نفع پہنچائے۔ آمین!

پھر فرمایا:

وعظ و نصیحت پر خاتمہ

آپ گزشتہ صفحات میں شیخ کی سیرت، ان کے مناقب، علم کی گہرائی، قوتِ جہاد اور ہر فعل جمیل سے متصف ہونے سے متعلق جان چکے ہیں۔ جیسا کہ ائمہ نے آپ کے حق میں شہادت دی ہے اور نظم و نثر میں، زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی، آپ کی تعریف کی ہے کہ آپ کبار ائمہ محققین اور امت کے باعمل علماء راسخین، اکابر علماء میں سے تھے۔ اس سلسلہ میں دو جلیل القدر اماموں، امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی شہادت موجود ہے کہ "جب علماء اولیاء اللہ نہیں تو پھر کوئی بھی ولی نہیں"۔ بالخصوص جبکہ بے شمار ائمہ نے آپ کے حق میں گواہی دی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم و عمل، زہد و عبادت کی نعمت سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ کا موقف صرف کتاب وسنّت تھا، جیسا کہ آپ کے مناقب میں گزر چکا ہے کہ کسی کا قول "کائنا من کان" آپ کو اس موقف سے ہٹا نہ سکا۔ ایسی عظیم ہستی پر عیب تراشی اور ظلم و تعدی وہی کر سکتا ہے، جس کا دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے خالی ہو چکا ہو۔ نبہانی نے آپ کے حسب و نسب میں وُہ وُہ قباحتیں بیان کیں، جن سے آپ کا دامن پاک ہے۔ آپ کے دیکھنے میں ایسے جاہل آئے ہوں گے، جو خود تو سرگردان ہیں، لیکن شیخ کو بلا علم ایسی ایسی باتوں کی طرف منسوب کرتے ہیں، جن کو وُہ اپنے اعظم الجاہلین کے لیے بھی پسند نہ کریں! — پھر وُہ بزرگ ہستی جو علماء راسخین اور ائمہ دین میں سے ہے، اور سیّد المرسلینؐ کی شریعت کا دفاع کرنے والی ہے، اس کے ساتھ یہ بھونڈا اور ناروا سلوک کیسے گوارا کیا جا سکتا ہے؟ آپ اس مفتری (نبہانی)

کو دیکھیں کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وُہ ارشاد معلوم نہیں، جو آپؐ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: "انّ دماءکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھٰذا فی شھرکم ھٰذا فی بلدکم ھٰذا الاھل بلّغت؟" یعنی "اے مسلمانو! تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں، جس طرح کہ آج کا یہ دن، اس مہینے اور شہر میں حرام ہے! ـــ خبردار! کیا میں نے اللہ کا حکم تمہیں پہنچا دیا ہے"!

اس بے وقوف کو حافظ ابنِ عساکر کا یہ قول بھی معلوم نہیں: "لحوم العلماء سمّ من شمّھا مرض، ومن ذاقھا مات" یعنی "علماء کے گوشت زہریلے ہوتے ہیں۔ جو کوئی ان کو سونگھے گا، بیمار ہو جائے گا۔ اور جو کھائے گا مر جائے گا"۔ کیا اس بر خود غلط کو یہ بات نہیں ملی کہ حدیث شریف میں، مرنے والوں کی برائیاں اگر ہوں بھی، تو ان کے ذکر سے منع کیا گیا ہے؟ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، "اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویھم" (ابوداؤد، ترمذی) یعنی "اپنے مرنے والوں کے محاسن بیان کرو، اور ان کی برائیاں بیان نہ کرو"! ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا تسبّوا الأموات فانھم قد افضوا الٰی ما قدّموا" یعنی "اپنے مرنے والوں کو برا نہ کہو، اس لیے کہ وُہ اپنے کیے تک پہنچ گئے ہیں"، اس کو امام احمدؒ، بخاریؒ اور نسائیؒ نے روایت کیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے: "لا تذکروا موتاکم الا بخیر، ان یکونوا من اھل الجنّۃ تأثموا، وان یکونوا من اھل النّار فحسبھم ما ھم فیہ" یعنی "اپنے مُردوں کا ذکر خیر ہی کیا کرو، کیونکہ اگر وُہ اہلِ جنت میں سے ہیں، اور تم اُن کو بُرا کہو گے تو گنہگار ہو گے۔ اگر وُہ دوزخی ہیں، تو ان کو وہی کافی ہے جس میں وُہ ہیں"۔ اب کسی شخص کو، جو اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اجازت نہیں کہ وُہ کسی بھی مسلمان کی (جبکہ وُہ اس لائق بھی نہ ہو) کسی طور پر بے عزتی کرے۔ جب یہ حکم عام مسلمانوں کے لیے ہے، تو پھر ائمۂ اسلام اور انبیاءؑ کے وارثوں کے ساتھ (بالخصوص جب وُہ فوت ہو چکے ہوں) یہ سلوک کہاں تک درست ہو سکتا ہے؟

شیخ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں: "اے رشد و ہدایت کے طالب! تیرے لیے صحیح

طریقہ یہ ہے کہ تمام ائمہ مرحومین کے بارے میں ادب کو ملحوظ رکھے۔ لوگ اگر ان کے بارے میں نامناسب باتیں کریں تو دلیلِ واضح کے بغیر اُن کی بات نہ مانو۔ اگر اس میں تاویل کر کے حسنِ ظن کو قائم رکھ سکو تو یہ بہتر ہے، ورنہ ائمہ مرحومین کے مناقشات سے اعراض کر لو کہ تمہاری زندگی کا مقصد اہلِ علم کے کیڑے نکالنا نہیں ہے۔ تم دینی امور میں دلچسپی لو جن کا تعلق تمہاری اپنی ذات سے ہے۔ طالبِ حق طالبِ فضل و شرافت رہتا ہے، تا آنکہ وُہ ائمہ کرام کے مناقشات میں دخل دے اور ان میں غور و خوض کرنے لگے۔ اس صورت میں اس کو شکستہ دلی اور روسیاہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ انتہیٰ"

اگر نبہانی شیخ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے عقیدے پر طعن کرتا ہے، تو آپ کا عقیدہ سلف صالحین کا عقیدہ ہے۔ جیسا کہ بوقتِ مناظرہ اس پر اتفاق ہو چکا ہے۔ تو پھر اس کو سلف پر بھی (معاذ اللہ) طعن کرنا چاہیئے۔ اگر طعن کی بنیاد طلاقِ ثلاثہ کا مسئلہ ہے۔ جس میں انہوں نے اکٹھی یا تین لفظوں میں الگ الگ طلاق دینے کو ایک طلاق قرار دیا ہے۔ تو چونکہ وُہ مجتہد ہیں، اور یہ ان کا اجتہاد ہے، اجتہاد کی وجہ سے مجتہد پر طعن ہرگز درست نہیں۔ جبکہ اس کے پاس دلائل بھی ہوں، تو اس پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ پھر مسئلۂ طلاق میں اکابر صحابہؓ و تابعینؒ کا مسلک بھی یہی ہے، جیسا کہ حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ، زبیرؓ بن عوام، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، ابنِ مسعودؓ، ابنِ عباسؓ سے مروی ہے۔ شیخ کا موقف یہ ہے کہ تین طلاق کہنا بے معنی ہے، کیونکہ اس نے تین بار تو طلاق دی نہیں۔ عطاء، طاؤس، عمرو بن دینار، سعید بن جبیر، ابوالشعثاء، محمدؒ بن اسحاق، حجاج بن ارطاۃ بھی یہی کہتے ہیں۔ شیوخِ قرطبہ کی ایک جماعت کا قول بھی یہی ہے۔ ان میں فقیہِ زمان محمدؒ بن عبدالحسین اور اصبغ بن حباب وغیرہ شامل ہیں۔ —— اور اگر زیارتِ قبور الصالحین وغیرہ کو حرام کہنا وجہِ طعن ہے، تو یہ ان پر صاف جھوٹ اور افتراء ہے۔ شیخ اس سے منع نہیں فرماتے۔ انہوں نے تو زیارتِ قبور کے لیے شدِّ رحال کے سلسلہ میں دو قول حکایت کیے ہیں، پھر ائمہ مجتہدین کے ایک گروہ کی تائید میں نہی کو ترجیح دی ہے۔ اور اس مسئلہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بطورِ دلیل پیش کیا ہے: "لا تشدّ الرحال الّا الیٰ ثلاثۃ مساجد۔

الحدیث!" یعنی "تین مساجد کے علاوہ کسی جگہ کے لیے شدِّ رحال کر کے نہ جایا جائے"۔ اب اس صورت میں آپ پر اعتراض کیسے درست ہو سکتا ہے؟ ــــ بالخصوص جبکہ سب مذاہب کے روایت کرنے والے علماء بغداد بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ شیخ امام حافظ سراج الدین ابو حفص عمر البزار آپ کے مناقب میں رقمطراز ہیں ؛

" آپ کے حق میں جو کچھ کہا گیا ہے، اس میں زیادہ حصّہ جھوٹ و بہتان ہے۔ کہنے والے بظاہر عادل نظر آتے ہیں، جبکہ ان کا باطن فسق و جہالت سے مشحون ہے۔ بدعتی اور اہلِ اہواء، دین کے نام سے دُنیا کمانے والے، جو ایک دوسرے کے پشتیبان اور آپکے ساتھ عداوت میں ایک دوسرے سے تعاون کرنے والے ہیں، انھوں نے تو آپکے قتل کی سازشیں بھی کیں۔ یہ لوگ گھر بیٹھ کر اٹکل سے آپ کے بارے میں صریح کذب کے مرتکب ہوئے! ــــ جھوٹ گھڑنے والے ہیں، اور آپ کی طرف وہ کچھ منسوب کرنے والے جو آپ نے فرمایا ہی نہیں! ــــ نہ آپ سے وُہ منقول ہے، اور نہ ہی آپ کی کسی تحریر سے وُہ ثابت ہے۔ نہ آپ کی کسی تصنیف، فتوے میں وُہ موجود ہے، اور نہ ہی کسی مجلس میں آپ سے سنا گیا!" فرماتے ہیں: " ان کی دشمنی کا اصل سبب اور مقصودِ اکبر، طلب جاہ و ریاست اور دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب سے اونچا مقام عطا فرمایا ہے، اور عوام و خواص کے دلوں میں آپ کی خداداد خوبیاں گھر کر گئی ہیں، جبکہ خود وُہ ان سے خالی و محروم ہیں۔ بس اتنی سی بات آپ سے ان کی عداوت و بغض کا سبب بن گئی۔ اور وہ جہاں تک ان سے ہو سکا، آپ کی چغلیاں کھانے اور بدگوئیاں کرنے میں لگ گئے۔ اللہ تعالیٰ اور قیامت کا ڈر دلوں سے نکل گیا، پھر جو ہوا سو ہوا ــــ اللہ تعالیٰ ظالموں کے اعمال سے غافل نہیں ہے!" شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مناقب پر علامہ شیخ مرعی بن یوسف کرمی حنبلی، متوفی ۱۰۳۳ھ کی کتاب " الکواکب الدّریۃ " یہاں ختم ہو جاتی ہے۔ آپ نے اپنی کتاب کے بالکل آخر میں شیخ الاسلام کی تعریف میں کہا ہے ؎

امام المعالی والمعانی یعیبه ۔۔۔ علی فضله من کان فی رتبة الدّنیا

"آپ بلندیوں کے اور معانی کے امام ہیں، آپ کے علم و فضیلت میں عیب جوئی

وہی کرتے ہیں، جو خود ان سے رتبے میں فروتر ہیں۔"

ومن ذا یعیب البدر والبحر والھدیٰ ومن کان بالفضائل فی الدّنیا

"وُہ کون ہوتا ہے جو عیب چینی کرے۔ اس میں جو بدرِ کامل، بحر اور ہدایت ہے؟ اور وُہ دنیا میں فضائل کے لحاظ سے یگانہ ہے"۔

وما ضرّ نور الشّمس ان کان ناظرا الیہ عیون لم تزل دھرھا عمیا

"سورج کا اس میں کیا نقصان ہے، جبکہ اس کو دیکھنے والی آنکھیں ہمیشہ سے اندھی ہوں"۔

وھل جاء فی الدّنیا کاحمد بعدہ وھل حل بدر فی منازلہ العلیا

"کیا احمد (ممدوح) کے بعد ان جیسا کوئی دنیا میں آیا ہے؟ کیا بدرِ کامل اپنے منازلِ علیا میں اترا ہے؟"

مصنف نے آپ کے ان مناقب میں جو کچھ ذکر فرمایا ہے، اس سے عیاں ہے کہ مصنف جلاء العینین سے پہلے بھی بہت سے افاضل علماء اور اساطینِ امت نے امام، شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا دفاع کیا ہے۔ اور آپ کی طرف ابتداع کی جو نسبت کی گئی ہے، اس کو سراسر غلط ٹھہرایا — آپ پر اعتراضات کو بے بنیاد ثابت کیا ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کجرو نبہانی نے آپ پر، اور آپ کا دفاع کرنے والے پر اعتراضات کرکے — اور یہ دعوٰی کرکے کہ وُہ راہِ ہدایت پر ہے، اور شیخ تقی الدّین اور ان کے ہم منہج و ہم مسلک اہلِ بدعت و ضلالت ہیں — دراصل گندگی میں غوطہ لگایا ہے۔ نبہانی اور اس کے ہم مذہب خالص دنیا دار، آخرت سے لاپرواہ ہیں، اور جہالت میں ڈوبے ہوئے! — بایں ہمہ ان کی گفتگو کو دیکھیے، کیا کیا بول اور کیا کیا دعوے ہیں؟ "کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم" ان کے منہ سے اللہ کی ناراضگی کے بہت بڑے بول نکلے ہیں! — ان جیسے لوگ اس میدان کے شہسوار نہیں ہیں۔ اس باب میں ان کی گفتگو فضولیات کا حصہ ہے، جو قابلِ التفات نہیں! اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے، اور لغزشوں سے عصمت بھی اسی کی طرف سے ہے! اگر کوئی معترض یہی اعتراض شیخ تقی الدینؒ اور دوسرے ائمہ کرام پر کردے کہ انہوں نے

بھی دوسرے اکابر کے اقوال پر اعتراضات کر کے ان کو گمراہ کہا ہے، اور ان کے عیوب و نقائص کو بیان کیا ہے۔ جیسا کہ جدل و خلاف کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں ہے۔ پھر ان کو یہ وعظ کیوں نہیں کیا گیا، جو شیخ مرعی نے آپ کے مناقب کے آخر میں ذکر کیا ہے؟" تو اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ تقی الدین کے مخالفین نے جو کچھ کہا ہے، وہ کسی مناظرے کا اقتضاء نہیں، اور نہ ہی اس کی بنیاد کسی دلیل پر ہے۔ بلکہ اس کا باعث محض خواہش نفس ہے! بالخصوص وہ باتیں، جو سبکی، اس کے بیٹے اور ابن حجر مکی، نیز ان کے اتباع اور مقلدین نے کہی ہیں!۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ یہ سب افتراء ہیں۔ اور آپ کے نقائص و عیوب کو انہوں نے محض گالی کے طور پر ذکر کیا ہے۔ کیونکہ شیخ نے ان کی دل پسند بدعات و اہواء کا ابطال کیا ہے۔ شیخ تقی الدین کی بحث اور اعتراض کی بنیاد دلائل ہیں۔ اس سے مقصود حقائقِ دلیلیہ کا اظہار ہے، محض مخالفت برائے مخالفت نہیں! نہ ہی دلائل کی بجائے انہوں نے اٹکلیں چلائی ہیں۔ انہوں نے وہی راہ اور طرزِ عمل اپنایا ہے، جو علماء ربّانیین کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ یہ طریقہ ائمہ اربعہؒ اور ان کے اصحابؒ کا رہا ہے۔ ان کے مناظرات و مخالفات کا مقصد بھی یہی تھا، جو شیخؒ کا ہے!

ہماری اس گفتگو کی شاہد عدل شیخ رحمہ اللہ کی کتاب "بیان الدلیل علیٰ بطلان التحلیل" ہے۔ جس میں موصوف نے حیلوں کے ابطال پر مفصّل بحث کی ہے، پھر سوال و جواب کے ذریعہ اس مسئلہ کو نکھارا ہے۔ مثلاً فرماتے ہیں:

سوال: اگر یہ کہا جائے کہ ان حیلوں میں علماء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ جب کوئی انسان کسی حیلہ سازی کے جواز کا فتوٰے دینے والے کا مقلد ہو، تو اس صورت میں حیلہ سازی اس کے لیے جائز ہو گی، پھر اختلافی مسائل پر انکار بھی تو ناجائز ہوا!۔ بالخصوص اس شخص کے لیے، جو ایسے مذہب کا پابند ہو کہ جس میں حیلوں کی رخصت ہے، یا جس شخص نے حیلوں کے بارے میں تفقہ حاصل کیا ہے اور اس کے خیال میں دلیل اس کے جواز کی متقاضی ہے!۔ فقہاء کی جماعتوں میں اس پر عمل مشہور ہے!۔ حیلہ سازی کا قول امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعی کی طرف منسوب ہے۔ یا یہ کہ ائمہ کرام نے جو فرمایا ہے، اس کا

انکار مناسب نہیں جو شخص ائمہ مجوزین کے ساتھ عقیدت رکھتا ہے، اور ان کو دوسروں سے افضل جانتا ہے، وُہ قابلِ انکار نہیں۔ اس کا مجوزین کے مذہب کی متابعت کو ترجیح دینا یا تو ازراہِ الفت و عادت ہوگا' یا نظر و اجتہاد کے نقطہ نظر سے! اب فرض کرو کہ یہ اعتقاد باطل ہے، تو کیا تم ان ائمہ کی فضیلت، علم و فقہ اور تقوٰی میں ان کے مرتبہ کو پہچانتے نہیں ہو؛ اور تمہیں معلوم نہیں کہ ان میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح حاصل ہے، یا وہ اس کے مساوی ہے یا اس کے قریب؟ اگر کوئی عامی یا متفقہ ان میں سے کسی ایک کا مقلد ہو — خواہ اس قول کے مطابق کہ مفتیوں کے تعین میں اجتہاد واجب نہیں، اور خواہ اس قول کے مطابق کہ مفتی کے تعین کے لیے اجتہاد واجب ہے! جب وُہ ترجیح دیتا ہے کہ جس کی وُہ تقلید کرتا ہے، وہ افضل ہے۔ مزید برآں اس مسئلہ میں وُہ مذہب بھی ہو کہ جس کا اس نے التزام کیا ہے۔ تو اس پر انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ الّا یہ کہ مسئلہ قطعی ہو اور اجتہاد کا اس میں دخل نہ ہو! اگر اس پر یہ کہا جائے کہ اس صورت میں ائمہ پر قطعی مسائل کی مخالفت کا طعن آتا ہے، تو یہ ان کی امامت پر دھبہ ہے — پناہ بخدا! کہ وُہ ایسی بات کہیں، جو اس طرح کی برائی کو متضمن ہو! پھر کبھی اس سے اپنے ہم مثل کے مقابلہ، یا اس سے بھی آگے تک بات پہنچ سکتی ہے۔ خصوصاً وُہ شخص کہ جسے دین یا دنیا کی خواہش اس سے بھی آگے جانے پر اکسائے — اندریں صورت یا تو یہ اعتصام بحبل اللہ سے خروج ہوگا، اور یا اسے افساد ذات البین اور تفریق (جس کی ممانعت ہے) کو اختیار کرنا ہوگا — یوں تو فقہ کے مسائل 'باب الاھواء' کا حصّہ بن جائیں گے۔ اور یہ ناجائز ہے! جبکہ یہ معلوم ہے کہ سلف؛ بقاء الفت و عصمت اور صلاح ذات البین کے باوجود فروعی مسائل میں اختلاف رکھتے تھے؟

جواب: شیخ رحمہ اللہ نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ: ائمہ کرام کی گستاخی — یا ایسی بات، جس سے ان میں سے کسی کی شان میں کمی آتی ہو، یا ان سے محاذ آرائی کی صورت بنے — ہم ان سب باتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ بلکہ ہم تو امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں شامل رکھے گا، جو ان سے محبت و مودّت رکھتے اور ان کے حقوق کو پہچانتے ہیں۔ ایسے حقوق، جن کو ان کے اکثر ماننے والے بھی نہیں پہچانتے۔

ان شاء اللہ اس میں ہمارا حصہ سب سے زیادہ ہو گا! ——— اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نہ تو ہم بُرائی سے بچ سکتے ہیں اور نہ بھلائی ہی کر سکتے ہیں!"

آپ نے فرمایا: "لیکن دینِ اسلام کی تکمیل دو امور سے ہے، اوّلاً ائمہ کے فضل و حقوق اور مقام و مرتبہ کو جاننا، اور ہر اس بات کو ترک کرنا، جس سے ان کی شان میں گستاخی ہوتی ہو! ثانیاً، اللہ تعالیٰ۔ اس کی کتاب، اس کے رسولؐ، ائمہ مسلمین، نیز عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو بیّنات اور ہدایت نازل فرمائی ہے، اس کو واضح اور ظاہر کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے جس کو شرحِ صدر کی نعمت سے نوازا ہے، اس کے نزدیک ان دو قسموں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ ہاں دو آدمی اس سے تنگ دل ہوتے ہیں۔ پہلا وُہ آدمی، جو ان کے مقام و مرتبہ نیز حالات و معاذیر سے ناواقف ہو۔ اور دوسرا وہ کہ جسے شریعت اور اس کے احکام کا علم نہ ہو!"

پھر فرمایا، وُہ رجلِ جلیل۔ جس کی زندگی صالح اور آثارِ حسنہ سے مزین ہو۔ ایسا شخص اسلام میں بلند مرتبے پر فائز ہوتا ہے۔ کبھی کبھار اس سے بھی غلطی اور لغزش سرزد ہو جاتی ہے، تاہم اس میں وُہ ماجور و معذور ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کے مقام و مرتبے کو دلوں میں ملحوظ رکھنے کے باوجود اس کی لغزش یا غلطی کی پیروی کرنی جائز نہیں ہوتی۔

امام عبد اللہ بن مبارک کا ایک مناظرہ غور کے لائق ہے ——— آپ فرماتے ہیں، ہم کوفے میں تھے کہ میرے ساتھ نبیذ کے مسئلہ میں (جو ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے) مناظرہ ہوا۔ میں نے مدِ مقابل سے کہا کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے حجت پیش کرو، میں اسی صحابی سے پوری شدت سے اس کا رد پیش کر دوں گا۔ اب اس نے حجت پیش کرنی شروع کی۔ وُہ جس صحابی سے رخصت پیش کرتا، میں اسی صحابی سے سخت ممانعت پیش کر دیتا۔ اب اس کے ہاں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ ان سے نبیذ کی شدّتِ ممانعت کے بارے میں کوئی بات صحیح ثابت نہیں تھی۔ ان سے یہ صحیح ثابت ہے کہ ان کے لیے سبز ٹھلیا میں نبیذ نہیں بنایا گیا تھا۔

میں نے نبیذ کی رخصت کی حجت پیش کرنے والے سے کہا" اے احمق! اگر عبداللہ بن مسعودؓ یہاں تشریف فرما ہوتے، تو وُہ کہہ دیتے کہ وُہ تیرے لیے حلال ہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ سے جو شدّتِ ممانعت بیان کی ہے، تیرے لیے مناسب یہ ہے کہ تو اس سے بچے یا ڈرے!"

اس پر ایک نے کہا: "اے ابو عبدالرحمٰن! النخعی اور شعبی (ان کے ساتھ اور بھی نام گنائے) کیا وہ حرام پیتے تھے؟" میں نے کہا، "ثبوت پیش کرتے وقت رجال کو نہ دیکھو۔ کیونکہ لبا اوقات ایک شخص اسلام میں صاحبِ مناقب ہوتا ہے، لیکن پھر بھی اس سے لغزش ہو جاتی ہے۔ کیا وُہ لغزش دلیل بن سکتی ہے؟ اگر تمہیں انکار ہے تو عطاء، طاؤس، جابر بن زید، سعید بن جبیر اور عکرمہ کے بارے میں تم کیا کہو گے؟" اس نے کہا" وُہ بہترین لوگ تھے۔" میں نے کہا،" ایک درہم کے بدلے دو درہموں کے بارے کیا کہتے ہو؟" اس نے کہا، "یہ حرام ہے!" میں نے کہا، "حالانکہ یہ مذکور بزرگ اس کے جواز کے قائل ہیں، پھر تمہارا مطلب یہ ہوا کہ وُہ حرام کھاتے کھاتے دنیا سے رخصت ہوئے؟" اس پر وُہ خاموش ہو گیا، کوئی جواب نہ بن آیا اور اس کی دلیل ٹوٹ گئی۔

ابنِ مبارک فرماتے ہیں: مجھے معتمر بن سلیمان نے بتایا کہ میں شعر پڑھ رہا تھا، میرے والد صاحب نے سن کر فرمایا، "پیارے بیٹے! شعر نہ پڑھا کرو۔" میں نے جواب میں کہا: "آبا جان! حضرت حسن شعر پڑھا کرتے تھے، ابنِ سیرین شعر پڑھا کرتے تھے۔" آبا جان نے فرمایا: "اگر تم حسن کی اور ابنِ سیرین کی ایسی باتیں اختیار کرتے جاؤ گے تو تم میں سب بُرائیاں جمع ہو جائیں گی۔"

امام ابنِ مبارک نے جو وضاحت کی ہے، وُہ علماء کے درمیان متفق علیہ ہے۔ امت کے سابقونِ اوّلون، اور ان کے بعد کے اکابرین کے کئی اقوال و افعال ایسے ہیں کہ ان میں سنّت ان سے مخفی رہ گئی تھی۔ یہ بڑا وسیع میدان ہے، جو شمار سے باہر ہے۔ لیکن اس سے نہ ان کی عزت و ادب میں کوئی فرق آتا ہے، اور نہ ہی ایسے اقوال و افعال میں ان کی اتباع جائز ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: "فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ الآیۃ!" (النسآء: ۵۹) "اگر کسی مسئلہ میں تمہارا اختلاف

نزاع ہو جائے، تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔"

مجاہد، حکم بن عتیبہؒ اور مالکؒ وغیرہ نے فرمایا ہے: "مخلوق میں سے ہر ایک کی بات لی جا سکتی ہے، اور چھوڑی بھی جا سکتی ہے۔ سوائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے! کہ آپ کی ہر بات قبول کی جائے گی۔" سلیمان تیمیؒ نے کہا: "اگر تم ہر عالم کی رخصتوں کو قبول کرتے جاؤ گے، تو تم میں سب شر جمع ہو جائے گا۔" ابن عبد البرؒ نے فرمایا: "اس پر اجماع ہے، اور میرے علم کی حد تک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابِ کرامؓ سے یہی مفہوم مروی ہے۔

کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف مزنی سے روایت ہے، وہ اپنے باپ سے، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، "مجھے اپنے بعد اپنی امت کے لیے تین قسم کے لوگوں کے اعمال کا خوف ہے: عالم کی لغزش، ظالم کا فیصلہ اور ایسی خواہش جس کی اتباع کی جائے۔" جبکہ ابن زیاد بن حدیر نے حضرت عمرؓ سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا: تین چیزیں دین کو منہدم کر دیتی ہیں، عالم کی لغزش، منافق کا قرآنِ مجید کے ذریعے جدال کرنا ـــــ حالانکہ قرآن حق ہے، اور منارۂ نور! ـــــ جیسا کہ راستے کے نشانات ہوتے ہیں![1]

حضرت معاذؓ بن جبل ہر روز اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے کہ شاید ہی کبھی ناغہ ہو، "اللہ انصاف کرنے والا حَکَم ہے ـــــ شکی مزاج لوگ ہلاک ہو گئے ـــــ تمہارے پیچھے فتنے آنے والے ہیں، جن میں مال بکثرت ہو گا۔ ان میں قرآن کو کھولا جائے گا، اور اس کو مومن اور منافق، عورت، بچہ، سیاہ اور سرخ سب لوگ پڑھیں گے! جلد ہی یہ ہو گا کہ ایک شخص کہے گا، میں نے قرآن پڑھا ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ جب تک میں لوگوں کے لیے بدعات جاری نہ کروں، وہ میری پیروی نہیں کریں گے۔ تم اپنے آپ کو بدعات سے بچاؤ، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے! ـــــ اپنے آپ کو حکیم کی کجروی سے بچاؤ! شیطان کبھی حکیم کی زبان سے کلمۂ ضلالت ادا کرتا ہے، اور کبھی منافق بھی کلمۂ حق کہہ دیتا ہے۔ حق جس طرف

[1] اصل میں اسی طرح ہے، تیسری چیز مذکور نہیں۔

سے بھی آئے، اس کو قبول کر لینا چاہیے۔ اس لیے کہ حق نورانی ہوتا ہے! لوگوں نے پوچھا، "حکیم کی کجروی کا کیا مطلب ہے ؟" فرمایا: "وہ ایک کلمہ ہوتا ہے، جو تمہیں حیرت زدہ کرتا ہے۔ تم اس سے رکتے ہو اور کہتے ہو، یہ کیا ہے؟ اس کی کجروی سے بچو، وہ تمہیں حق سے نہ روکے! امید رکھو، شاید وہ لوٹ آئے اور حق کی طرف رجوع کر لے! علم اور ایمان قیامت تک رہیں گے۔ جو تلاش کرے گا، پالے گا!"

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تین مواقع پر تمہارا طرزِ عمل کیسا ہونا چاہیے؟ عالم کی غلطی، منافق کا قرآن کے ذریعے جدال، دُنیا جو تمہاری گردنیں توڑ دے گی:

۱۔ عالم کی غلطی کے موقعہ پر تمہارا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ اگر وُہ ہدایت دے تو بھی اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو۔ تم کہتے ہو، ہم وہی کریں گے جو فلاں کرتا ہے۔ ہم وُہ نہیں کریں گے جو فلاں نہیں کرتا۔ اگر وُہ خطا کرے تو اس سے قطع تعلق نہ کرو۔ اس طرح تم اس پر شیطان کی مدد کرو گے!

۲۔ جہاں تک منافق کے مجادلہ بالقرآن کا تعلق ہے، تو قرآن کے نشانات نورانی ہیں، جیسے کہ راستے پر روشن نشانات ہوتے ہیں۔ قرآن کی جس بات کی تمہیں معرفت حاصل ہو، اس کو لے لو۔ جس کی سمجھ نہ آئے اس کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو!

۳۔ رہی دنیا جو تمہاری گردنیں توڑ کر رکھ دے گی، تو اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ دنیوی لحاظ سے اپنے سے کم تر کو دیکھو، اور پر والوں (بڑے دنیا داروں) کو نہ دیکھو۔"

حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ: "ان کے لیے ویل ہے، جو عالم کی لغزشوں کی پیروی کریں۔" پوچھا گیا، "وہ کیسے؟" فرمایا: "عالم ایک بات اپنی رائے سے کہتا ہے، پھر اس کو ایسا عالم مل جاتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زیادہ رکھتا ہے۔ وُہ اس کی بات کو ترک کر کے پہلی رائے پر ہی لگا رہتا ہے!" —— یہ آثارِ مشہورہ ہیں جن کو ابنِ عبدالبر وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

الغرض ہمیں عالم کی لغزش سے ڈرایا گیا ہے، اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ یہ بڑی خوفناک چیز ہے، جس کا ہمیں بڑا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس کے باوجود ہمیں حکم یہ ہے کہ ہم اس کا

ساتھ نہ چھوڑیں۔ اب جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے شرحِ صدر سے نوازا ہے، ان پر واجب ہے کہ ان کے پاس کسی امام کی کمزور بات پہنچے، تو وہ اس کو اس کے مقلدین تک نہ پہنچائے۔ اگر اس کی صحت کا یقین ہو، تو بھی خاموش ہی رہے۔ ورنہ اس کے قبول کرنے میں توقف کرے!— ائمہ کرام کی ایسی کتنی ہی زیادہ بے اصل باتیں ہیں، جن کو بیان کیا جاتا ہے۔ اور بہت سے مسائل ہیں، جن کی ائمہ کے پیروکاروں نے قاعدہ متبوعہ کے مطابق تخریج کی ہے۔ اگر امام ان کو اور ان کے نتائج کو دیکھ لیتے تو ان کا التزام نہ فرماتے۔ موجود وہ کچھ دیکھتا ہے، جو غائب نہیں دیکھتا۔ جو شخص ائمہ کی فقہ اور ان کے ورع کا علم رکھتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اگر وہ ان حیلوں کو اور ان کے نتیجے میں تلاعب بالدین کو دیکھتے، تو اب ان کی تحریم کا فتوے دیتے۔ اگرچہ پہلے وہ ان کے جواز ہی کے قائل تھے — انتہیٰ!

پھر شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسی سوال کا دوسرا، تیسرا، چوتھا اور پانچواں جواب دیا ہے، اور اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

شیخ الاسلام پر اعتراضات کی حقیقت

اس سے مقصود یہ ہے کہ جس نے شیخ پر کلام کیا ہے، انہوں نے زیادہ تر جھوٹ اور بہتان طرازی کی گفتگو کی ہے — اور اس کی بنیاد محض پیروی خواہش ہے! جبکہ رسل اللہ کے پیروکاروں اور باعمل علماء کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے راضی ہوں، اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ناراض ہوں۔ وہ صرف کتاب وسنّت کی اتباع کریں! وہی قبول کریں، جو اُن کے مطابق ہو۔ اور جو ان کے خلاف ہو، اس کو ترک کر دیں۔ اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تحقق اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ اس کے خلاف جو کچھ ہو گا، عداوت ہو گا!

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے سورۂ کوثر کی تفسیر (جو ایک جلیل القدر تفسیر ہے) میں کیسی خوبصورت بات کی ہے کہ: "سورۃ الکوثر کتنی جلیل الشان، اور اختصار کے باوجود کتنی کثیر الفوائد سورت ہے۔ اس کی حقیقتِ معنیٰ اس کے آخری حصّے سے واضح ہوتی

ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولِ اکرم ﷺ کے دشمن کو ہر بھلائی سے محروم کرتا ہے ــــ اس کے ذکر، اہل ومال کو بھلائی سے کاٹ دیتا ہے۔ وُہ آخرت میں اسی وجہ سے خسارے میں رہے گا۔ اس کی زندگی بھلائی اور نیکی سے خالی ہوتی ہے۔ وُہ زندگی سے صحیح ملتفع نہیں ہوتا، نہ ہی وُہ اپنے مفاد کے لیے عملِ صالح کا ذخیرہ کرتا ہے۔ اس کا دل کسی بھلائی کو اپنے اندر سمو نہیں سکتا۔ وُہ خیر کی معرفت ومحبت اور رسولوں پر ایمان کا اہل نہیں ہوتا۔ اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ یعنی وُہ اللہ کی طاعت کے عمل نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اعوان وانصار سے کاٹ دیتا ہے، اور اس کو قرب کے ہمہ قسم کے طریقوں اور اعمالِ صالحہ سے محروم کر دیتا ہے۔ اس کو اپنے اعمال میں مٹھاس اور مزا نہیں آتا۔ اگر بظاہر نیک اعمال میں مصروف ہو، تو بھی اس کا دل ان سے بھاگتا ہے۔ یہ سزا ہے اس بات کی کہ اس نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ بعض احکام کی مخالفت کی ہے، اور ان کو اپنی خواہشِ نفس کی وجہ سے، یا اپنے تبوع، شیخ، امام (صغیر یا کبیر) کی وجہ سے رد کر دیا ہے۔ مثلاً ایسا شخص، جو صفات کی آیات واحادیث کی مخالفت کرے۔ یا اپنے اور اپنے فرقے کی موافقت کی خاطر ظلم وحماقت سے ان کی ایسی تاویل کرے جو اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا، ومراد کے خلاف ہو۔ یا یہ تمنا کرے کہ کاش صفات کی آیات نہ اترتیں، اور صفات کی احادیث رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہوتیں! ــــ ان کی مخالفت اور ان سے کراہت کی قوی ترین علامت یہ ہے کہ جب وُہ ان آیات واحادیث کو سنتا ہے، جن سے اہلِ سنّت استدلال کرتے ہیں، تو اس کا دل بھنچ جاتا ہے اور وُہ ان سے کنی کترا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے دل میں ان آیات واحادیث کے ساتھ بغض ہوتا ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے بڑھ کر اور کیا مخالفت ہو سکتی ہے؟ یہی حال ان لوگوں کا ہے جو غناء، قصائد، دف اور بانسری کے سماع کے وقت رقص کرتے اور وجد میں آجاتے ہیں۔ لیکن جب ان کے سامنے قرآنِ مجید پڑھا جائے تو اکتا جاتے ہیں، اور اس کو بوجھل سمجھتے ہیں۔ اس سے بڑی مخالفت اور کیا ہوگی؟ ــــ باقی چیزوں کو اسی پر قیاس کر لیں! یہی صورت ان لوگوں کی ہے، جو لوگوں کے کلام اور علوم کو قرآن وسنّت پر مقدم رکھتے ہیں۔

اگر وُہ شریعت کے مخالف نہ ہوتے تو ایسا نہ کرتے۔ حتیٰ کہ بعض لوگ قرآنِ مجید کو حفظ کرنے کے بعد بھُلا دیتے ہیں، اور قرآن کی بجائے لوگوں کے اقوال میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی مخالفت اور دشمنی اس کے ساتھ کفر، اس کا انکار، اور قرآنِ مجید کو اساطیر الاوّلین، یا نقل شدہ جادو کہنا ہے۔ یہ سب سے بڑی مخالفت اور دشمنی ہے انہیں اس کے ساتھ کفر، اس کی مخالفت اور دشمنی کے مطابق حصّہ ملتا ہے۔ ان لوگوں نے آپؐ کی مخالفت اور دشمنی کی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی کہ ہر نیکی سے ان کا تعلق کاٹ کر اس کا دشمن بنا دیا جبکہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے خلاف خصوصیت سے نوازا کہ آپؐ کو حوضِ کوثر عطا فرمایا! —— اس سے مراد وُہ خیرِ کثیر ہے، جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو دنیا اور آخرت میں عطا فرمائی۔ دُنیا میں آپؐ کو ہدایت، نصرت، تائید، نفس و آنکھ کی ٹھنڈک، شرحِ صدر اور قلبی نعمتوں، یعنی اپنی محبّت اور ذکر سے نوازا کہ ان کے مقابلے میں دنیا کی نعمتوں کی قطعاً کوئی حیثیت نہیں۔ جبکہ آخرت میں آپؐ کو وسیلہ، مقامِ محمود عطا فرمایا، اور آپؐ کو یہ عزت دی کہ آپؐ کے لیے اور آپؐ کی امت کے لیے سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔ پھر لواء الحمد اور حوضِ عظیم بھی عطا فرمایا —— سب مومنوں کو آپؐ کی اولاد اور آپؐ کو ان کا باپ بنایا! —— یہ اس شخص کے حال کے سراسر خلاف ہے، جو آپؐ سے اور آپؐ کی شریعت سے دشمنی اور مخالفت کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا "اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ" کہ آپؐ سے بغض رکھنے والا ہی مقطوع النّسل ہے۔ یعنی اس سے کوئی عملِ خیر اور عملِ صالح پیدا نہ ہو سکے گا۔

ابوبکر بن عیاش سے پوچھا گیا، ایک گروہ مسجد میں بیٹھتا ہے، لوگ اس کے پاس بیٹھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا، جو لوگوں کی خاطر بیٹھتا ہے، لوگ اس کے پاس بیٹھتے ہیں۔ اہلِ سنّت فوت ہو جاتے ہیں تو ان کی شہرت باقی رہتی ہے۔ بدعتی مرتے ہیں، تو اس کے ساتھ اُن کی شہرت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ اہلِ سنّت نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّتوں کو زندہ کیا۔ اور اہلِ بدعت نے سنّتوں کو ختم کیا، تو ان کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ" سے حصّہ ملتا ہے۔ لوگو! بچو، اور چوکنے رہو اس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

کسی بات کو ناپسند کرو، یا اپنی خواہشِ نفس یا اپنے مذہب یا شیخ کی خاطر کسی سنّت کو رد کر دو، یا شہوات یا دنیا میں مشغولیت کی بنا پر کسی سنّت کو ناپسند کرو۔ اللہ تعالیٰ نے کسی پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی اطاعت واجب نہیں کی۔ اگر کوئی بندہ ساری مخلوق کی مخالفت مول لے لے، اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے تو اللہ تعالیٰ بندے سے کسی کی مخالفت کے بارے میں نہیں پوچھے گا۔ اس لیے کہ جس کسی کی اطاعت کی گئی ہے، یا آئندہ کی جائے گی، وُہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ماتحت ہوگی۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی حکم دے، تو اس کی بات نہیں مانی جائے گی۔ اس کو خوب جان سمجھ لو، سنو اور مان لو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو، بدعت پر عمل نہ کرو۔ ورنہ تم ابتر ہو جاؤ گے، اور تمہارا عمل مردود ہو جائے گا۔ بلکہ اتباع کے مقابلے میں عمل ابتر ہیں اور اس کے عامل میں کوئی خیر نہیں ہے۔ انتہیٰ"! جو شخص ائمہ ہدیٰ اور امت کے بزرگوں کی تنقیص کرتا ہے (اس کا انجام خراب ہوتا ہے) جس طرح نبہانی، ابنِ حجر مکی اور دیگر غالیوں نے کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ننگا کر دیا، اور ان کا بُرا انجام ان کو دکھا دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور گرفت کی جھلک ہے، جس کے وُہ مستحق ہیں۔ جبکہ آخرت کا عذاب کہیں زیادہ سخت ہے۔

نبہانی غالی کا گمان تھا کہ اہلِ حق کے اعوان و انصار موجود نہیں، سوائے مصنّف "جلاء العینین" کے! اس نے اقوالِ کاسدہ کے ذریعے ان کی شناعت کی ہے۔ اس بیچارے کو علم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے دین کے مدد گار بے انتہا ہیں۔ "تیرے رب کے لشکروں کا علم اسی کو ہے" —— ہم اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کی دعاء کرتے ہیں!

اعتراض ۰ ابنِ حجر مکی اور شیخ الاسلامؒ کے درمیان موازنہ

نبہانی نے ایک فصل میں امام ابنِ حجر اور امام ابنِ تیمیہؒ کے درمیان فرق و موازنہ کیا ہے۔ لکھا ہے: "یہ تو معلوم ہی ہے کہ مذاہبِ اربعہ میں سے ہر اہلِ مذہب کو اپنے مذہب کے علماء کے احوال کا علم زیادہ ہے۔ کیونکہ وُہ ان کے اقوال کی تدقیق میں، ان کے حالات کی کرید میں، اور ان کے محاسن و مساوی کی تلاش میں اکثر مصروف رہتے ہیں: وُہ خلف و سلف

سے اس کو روایت کرتے ہیں تاکہ مذہب میں ان کے اقوال کی حیثیت کا تعین ہو سکے یعنی انہیں قبول کریں یا رد کریں —— ان پر اعتماد کریں، یا ان کو ضعیف قرار دیں۔ ہم دونوں اماموں ابنِ حجر اور ابنِ تیمیہ پر غور و فکر کے بعد جس نتیجے پر پہنچے ہیں، اسے یہاں ذکر کرتے ہیں:

ابنِ حجر مکی

مذہبِ شافعی کے ائمہ متأخرین میں ابنِ حجر کے پائے کا کوئی امام نہیں ہے سوائے شمس رملی کے۔ ان دونوں کی ترجیح میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ لیکن جب وہ دونوں کسی مسئلے میں متفق ہوں، تو مذہبِ شافعی کے علماء کے نزدیک علی الاطلاق اس پر عمل واجب ہو جاتا ہے۔ ابنِ حجر کا ان کے مذہب میں یہ مرتبہ معلوم ہے جس کا کسی کو انکار نہیں۔ عالم تو درکنار، جاہل بھی اس کے خلاف دعویٰ نہیں کر سکتا۔ فقہ میں ان کی مؤلفات مذہبِ شافعی میں آج تک بہترین شمار کی گئی ہیں۔ یہ سب کی سب ان کے ہم مذہبوں اور غیروں کے نزدیک مقبول کتب ہیں، اور بہت سی ہیں۔ ان میں سے اکثر مفصل ہیں اور کئی کئی مجلدات پر مشتمل ہیں۔ بعض کتب کے نام یہ ہیں: شرح العباب، تحفۃ المحتاج شرح المنہاج، الامداد شرح الارشاد (پھر اس کو دو مجلدات میں مختصر کر کے اس کا نام "فتح الجواد" رکھا اور اس پر حاشیہ لکھا) فتاویٰ کبریٰ، شرح الحضرمیہ، حاشیہ مناسک نووی مختصر المناسک (المذکورہ) مختصر الروض۔ ان کی فقہی کتب میں سے اب یہی یاد آئی ہیں۔

حدیث وغیرہ میں بھی ان کی بہت سی مؤلفات ہیں، اور سب کی سب مقبول و متداول ہیں۔ لوگوں نے ان پر خوب توجہ دی ہے! مثلاً شرح مشکوٰۃ المصابیح، الزواجر عن اقتراف الکبائر، الصواعق المحرقہ لاہل الرفض والزندقہ، اسنی المطالب فی صلۃ الاقارب، شرح الشمائل، شرح الہمزیہ، شرح الاربعین النوویہ، الاعلام بقواطع الاسلام، کف الرعاع عن محرمات اللہو والسماع، الایضاح والبیان بما فی لیلۃ الرغائب والنصف من شعبان، اور دیگر کتب جو اس وقت یاد نہیں آ رہیں۔ ان کے حصول کا لوگوں کو بڑا شوق ہے، اور سب مذاہب کے محقق علماء ان پر اعتماد کرتے ہیں۔ عام طور پر سب لائبریریوں میں یہ کتب موجود ہیں۔ کیا ہی شاندار کتابیں ہیں، جن کے ساتھ انہوں نے دین کی خدمت انجام دی اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچایا۔ یہ سب دنیا میں پھیل چکی ہیں اور سب اسلامی علاقوں میں ان کو قبولِ تام حاصل ہے۔ کیونکہ

اس پر اتفاق ہے کہ وُہ اونچے درجے کے ان ائمہ میں سے ہیں جن پر علماء اسلام نے ان کے زمانے سے لے کر آج تک کوئی طعن نہیں کیا۔ کسی نے ان کو بدعت، یا مخالفتِ سنّت کا الزام نہیں دیا۔ سادات صوفیہ کے حق میں وُہ بہترین عقیدت رکھتے تھے، ان کی بڑی تعریف کرتے تھے، اوران کی طرف سے نہایت عمدہ جواب دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی برکات ان کے شاملِ حال رہیں۔ مختصر یہ کہ وُہ ان باعمل اور اکابر ائمہ علماء میں سے تھے، جو ہادی اور ہدایت یافتہ تھے۔ جنھوں نے اپنے علم کے ذریعے دینِ مبین کی تائید و تجدید کا کام کیا، اور اس سے سب مسلمان فیضیاب ہوئے۔ ان کی قبولیت اوران کی کتب کی طرف توجہ پر تمام دنیا میں اتفاق ہو چکا ہے۔

ابنِ تیمیہ

لیکن ابنِ تیمیہ بھی ائمۂ اسلام میں سے امام ہیں۔ وُہ اپنے زمانے میں علم و عمل میں ممتاز تھے، دین میں بڑے مضبوط تھے، حق کے بارے میں کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے بے نیاز تھے۔ یہاں تک کہ اپنی جاری کردہ بدعاتِ معلومہ کی بناء پر، جمہورِ امت کی مخالفت کے سبب ان کو مشکل حالات اور بہت سی رسوائیوں سے دوچار ہونا پڑا۔ چنانچہ متعدد مرتبہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ حتیٰ کہ جیل میں ہی فوت ہوئے، لیکن حق کے واضح ہو جانے کے بعد بھی انہوں نے ان بدعات سے رجوع نہ کیا۔ آپ اکابر حفاظِ حدیث میں سے تھے۔ علومِ دین میں ان کی بہت سی مطول اور مختصر کتابیں ہیں۔ کم ہی لوگ ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے ایسی توفیق سے نوازا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی کتابوں اور علم سے ایسی نفع رسانی مقدّر نہیں تھی، جو امام ابنِ حجر کے علم اور کتابوں سے ہوئی۔ ان کی کتابیں کثرت اور نفاست کے باوصف، بیکار کونوں کھدروں میں پڑی رہ گئیں۔ جمہور علماء اور دوسروں نے ان پر کوئی توجہ نہیں دی، اور نہ ہی ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ان میں سے اکثر تو ضائع اور برباد ہو گئیں، اب لوگوں میں قلیل مقدار میں باقی رہ گئی ہیں۔ اور یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ نے ہی ابنِ حجر کے علم اور کتابوں کی پوری نشر و اشاعت کا انتظام کیا، جن سے بلادِ اسلام میں ہر خاص و عام نے نفع پایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہی ابنِ تیمیہ کی کتب سے قلوب کو پھیر دیا، اب ان کی قلیل و

نادر کتاب ہی ملے گی ۔ چنانچہ شاید ہی کسی وقف یا ذاتی لائبریری میں ابنِ تیمیہ کی کوئی کتاب موجود ہو ۔ پھر جب کوئی ملتی بھی ہے ، تو عام طور پر پھٹی پرانی ، کِرم خوردہ ـــ جس کو دیمک نے چاٹ لیا ہے ، اور اس کے اوراق بوسیدہ ہو چکے ہیں ۔ وُہ اس حالت میں ہوتی ہے کہ اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا ، حالانکہ ان کی سب کتابیں پتہ دیتی ہیں کہ ان کا مصنف اکابر ائمۂ اسلام میں سے ہے ۔ شاید ہی کوئی کتاب ہو گی ، جو شذوذ سے خالی ہو ، جس کے ذریعے انہوں نے مسلمانوں کے مذاہب کی مخالفت کی ، اور علماء دین پر طعن و تشنیع کی ہے ۔ خاص طور پر اولیاء عارفین پر !

لکھتے لکھتے یہاں تک پہنچ کر کہتا ہے :

"میرا گمان بلکہ یقین ہے کہ ابنِ تیمیہ کی کتابوں سے بایں جلالتِ قدر ، عدمِ انتفاع کا واحد سبب ان مسائل میں ان کا شذوذ ، اور اکابر ائمہ پر اعتراض ہے ۔ ان کتابوں کو ایسے خزانوں سے تشبیہ دی جا سکتی ہے ، جو جواہراتِ نفیسہ سے بھرپور ہوں ، لیکن وُہ بدعات اور امت کی مخالفت کے قاتل سانپوں سے ڈھکے ہوئے ہیں ۔ یہ لوگوں کو ان سے فائدہ اٹھانے اور ان کی طرف توجہ کرنے سے روکتے ہیں ! اس کے بعد بھی بہت سی ہفوات بکی ہیں ۔

جواب

ابنِ حجر اور ابنِ تیمیہؒ کے مابین محاکمہ کرتے ہوئے جو باتیں نبہانی نے کہی ہیں ، گویا وُہ انہیں جزاء و حقوق کے قوانین سے متعلق کرتا ہے ۔ حالانکہ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے اس علم کے خلاف ہیں ، جو اس نے اپنی کتابوں میں نازل فرمایا ہے ۔ میں نے اس قدر طویل اقتباس اس لیے دیا ہے ، تاکہ انصاف پسند اہلِ علم اس کی جہالت و حسد کا اندازہ لگا سکیں مصنف جلاء العینین ، نے جو کھلا حق بیان کیا ہے ، اور ابنِ حجر کی اس سے کجروی اور علماء دین پر اسکے غلط الزامات کا جو ذکر کیا ہے ، دراصل نبہانی نے اس کے مقابلے میں یہ سب کچھ بطورِ جوابِ آں غزل ، محض مذہبی تعصب کی بناء پر لکھا ہے ۔

اپنے اس مقالے کو شروع کرنے سے قبل یہ کج رو کہتا ہے: "جب مصنف جلاء العینین کا اپنی کتاب میں اہلِ سنّت اور ان کے مذہب پر ظلم ظاہر ہو چکا ہے۔ خاص طور پر امام سبکی اور اس کے بیٹے، اور ابنِ حجر پر ۔۔۔ تو اس نے ابن تیمیہ اور اس کے مذہب اور اس کے ہم مسلک حضرات کی تعریف میں تعصّب کی حد تک مبالغہ کیا ہے۔ مجھے خیال آیا، میں یہاں ابنِ تیمیہ اور ابنِ حجر کے درمیان فرق کا ذکر کر دوں۔ تاکہ ہر ایک کے سامنے عیاں ہو جائے کہ ابنِ حجر کے خلاف ابنِ تیمیہ کے حق میں اس نے جو ڈگری دی ہے، وُہ باطل ہے۔ تو میں کہتا ہوں ۔۔۔۔۔!" اس کے بعد وُہ مقالہ لکھا، جو ہم نقل کر آئے ہیں۔ یہاں اس کے اپنے کلام میں تناقض ہے۔ بلکہ ہر جگہ اسی طرح اس کی باتوں میں تناقض ہوتا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ" ابنِ تیمیہ امام من ائمۃ المسلمین ہیں"۔ پھر ان پر بدعت کی تہمت بھی تراشتا ہے، اور ان کو بدعتی بناتا ہے۔ شیطان اپنے اولیاء کو جو کلام القاء کرتا ہے، وُہ اسی طرح کا ہوتا ہے۔ نبہانی ظالم (جیسا کہ اس کے جہل وضلالت سے واقف پر مخفی نہیں) ان لوگوں میں سے نہیں، جو اہلِ علم کے اقوال میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دے سکے۔ بلکہ وُہ تو ٹھیک طریقے سے عبارت بھی نہیں پڑھ سکتا۔ وُہ تو دو بچوں کے درمیان بھی منصف بننے کا اہل نہیں، چہ جائیکہ وُہ علماء کے درمیان حَکَم بن جائے ۔۔

ما أنت بالحکم الترضی حکومتہ ولا الأصیل ولا ذی الرأی والجدل

"تو ایسا منصف نہیں، جس کے فیصلے پر خوشنودی کا اظہار ہو، نہ تُو اپنے کام خود نپٹا سکتا ہے ۔۔۔ تُو رائے اور جدل سے خالی ہے۔"

حَکَم کے لیے شرط یہ ہے کہ وُہ کتاب وسنّت، اقوالِ صحابہؓ اور مذاہبِ مجتہدین کا عالم ہو ۔۔۔ اس ظالم کے پاس یہ علوم کہاں ہیں؟

شیخ قدس اللہ روحہٗ فرماتے ہیں: یہ معلوم ہے، ہم جب علم ودین میں اختلاف رکھنے والے مشائخ اور علماء کے بارے میں گفتگو کریں تو لازم ہے کہ یہ گفتگو عدل وانصاف کی ہو، اور یہ جہل وظلم سے پاک ہو۔ ہر ایک پر واجب ہے کہ وُہ ہر ایک کے لیے عدل کرے۔ ظلم ہر حال میں حرام ہے، وُہ کسی حالت میں مباح نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى" [1]

یعنی "کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔ انصاف کیا کرو، یہ تقوٰی کے زیادہ قریب ہے۔"

یہ آیت کفار کے ساتھ بغض کے سبب اتری تھی، حالانکہ کفار کے ساتھ بغض کا حکم دیا گیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بغض رکھنے والے کو بھی یہ اجازت نہیں کہ وہ مبغوض پر ظلم کرے، تو ایسے مسلمان کے ساتھ یہ کس طرح جائز ہوگا جس سے تاویل کی وجہ سے یا کسی شبہے کی وجہ سے، یا ہوائے نفس کی وجہ سے اختلاف ہو؟ وہ زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس پر ظلم نہ ہو، بلکہ اس کے ساتھ عدل و انصاف کیا جائے۔ اصحابِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حق رکھتے ہیں کہ قول و عمل میں ان کے ساتھ انصاف کیا جائے، اور ان کے پیروکاروں کا بھی یہ حق ہے۔ روئے زمین پر رہنے والے سبھی عدل کی مدح و محبت، عدل کرنے والے کی تعریف اور اس سے محبت کرنے پر متفق ہیں۔ اسی طرح ظلم کی مذمت و برائی، ظالم کی مذمت اور اس سے بغض رکھنے پر بھی سب متفق ہیں۔ گفتگو کا مقصد عقلی تحسین و تقبیح نہیں، ہم نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عدل سب دنیا کے نزدیک محمود و محبوب ہے۔ نفوس و قلوب میں اس کی محبت مرکوز و محبوب ہے۔ دل اس سے محبت کرتے ہیں، اور اس کی تعریف کرتے ہیں۔ یہ وہ معروف ہے، جس کی دل معرفت رکھتے ہیں۔ جبکہ ظلم وہ منکر ہے، جس کا دل انکار کرتے ہیں۔ اس سے بغض رکھتے ہیں، اور اس کی مذمت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اس لیے بھیجا تاکہ انصاف قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ" [2] "ہم نے رسولوں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کیں، اور ترازو (قواعدِ عدل) بھی، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔"

---

[1] المائدۃ: ۸ [2] الحدید: ۲۵

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اَللّٰہُ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ" (الشوریٰ) یعنی "اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے کتاب کو حق کے ساتھ آتارا اور میزان کو بھی"۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا ۙ وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ" (النسآء: ۵۸) یعنی "اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کردو۔ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو، تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو"۔ اور فرمایا: "فَاِنْ جَآءُوْکَ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْھُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْھُمْ فَلَنْ یَّضُرُّوْکَ شَیْئًا ؕ وَاِنْ حَکَمْتَ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ" (المآئدۃ: ۴۲) "اگر وہ آپ کے پاس کوئی مقدمہ لائیں تو ان کے درمیان فیصلہ کیجئے، یا اعراض کیجئے۔ اگر اعراض کریں گے تو وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اور اگر فیصلہ کریں تو انصاف سے!۔۔۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے"۔ نیز فرمایا: "فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَھُمْ عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الْحَقِّ" (المآئدۃ: ۴۸) یعنی "اللہ تعالیٰ نے جو نازل فرمایا ہے، اس کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کیجیے۔ حق کو، جو آپ کے پاس آچکا ہے چھوڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجیے!" اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ انصاف کے مطابق فیصلہ کریں، اور یہ کہ "مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ" کے ساتھ فیصلہ کریں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ انصاف "مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ" ہے اور "مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ" انصاف ہے۔ اسی لیے ہر اس شخص پر، جو دو کے درمیان فیصلہ کرنے لگے، عدل وانصاف سے فیصلہ کرنا واجب ہے۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: "وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ!" "جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو عدل و انصاف سے فیصلہ کرو"۔ کسی حاکم کو کسی حالت میں بھی اجازت نہیں کہ وہ ظالمانہ فیصلہ کرے!

جس شرع کے مطابق مسلمانوں کے حکام کو فیصلہ کرنا لازم اور واجب ہے وہ سب کی سب عدل وانصاف ہے۔ شرع کا کوئی حکم ظلم نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم سب احکام سے احسن ہے۔ شرع "مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ" ہی ہے۔ جس نے "مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ" کے ساتھ

فیصلہ کیا، اس نے عدل کے ساتھ فیصلہ کیا۔ لیکن کبھی عدل، شرائع اور مناہج کے اختلاف کی وجہ سے متنوع ہوتا ہے۔ عدل ہر شریعت میں اس کے مطابق ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ الی قولہ: "وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۝ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ" (المآئدۃ: ۴۲ تا ۵۰)

یعنی "اگر آپ فیصلہ کرنا چاہیں تو انصاف کا فیصلہ کریں، یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ اور وہ آپ کو کیسے حکم بناتے ہیں، جبکہ ان کے پاس

تورات ہے، اس میں اللہ کا حکم ہے۔ پھر وُہ اس سے پھر جاتے ہیں۔ (در حقیقت) یہ لوگ ایمان دار ہی نہیں ہیں۔ بے شک ہم نے تورات نازل فرمائی، جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ اس کے مطابق انبیاءؑ جو فرمانبردار تھے، یہودیوں کو حکم دیتے رہے۔ اسی طرح ربّانی اور علماء بھی! اس وجہ سے کہ وُہ کتاب کے نگہبان بنائے گئے تھے، اور وُہ اس کے شاہد تھے۔ تم، لوگوں سے مت ڈرو، مجھ سے ڈرو ـــ اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لینا! اور جو "ما انزل اللہ" کے مطابق فیصلے نہ کرے، وہی لوگ کافر ہیں۔" آگے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تک: "اہلِ انجیل پر لازم ہے کہ وُہ" ما انزل اللہ" کے مطابق فیصلے کیا کریں۔ اور جو "ما انزل اللہ" کے مطابق فیصلے نہ کرے، وہی لوگ فاسق ہیں۔ اور ہم نے آپؐ پر سچی کتاب نازل کی، جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، اور ان سب پر شامل ہے، تو آپؐ "ما انزل اللہ" کے مطابق ان کے درمیان فیصلے کیجیے۔ اور جو حق آپؐ کے پاس آچکا، اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجئے۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور منہاج مقرر کیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں ایک ہی شریعت پر کر دیتا۔ لیکن وُہ اس میں، جو اس نے تمہیں دیا ہے، تمہاری آزمائش کرنی چاہتا ہے۔ تو خیرات میں سبقت کرو، اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ جانا ہے۔ پھر وُہ تمہیں ان ساری باتوں کی خبر دے گا، جن میں تم اختلاف کرتے ہو! ـــ اور ان کے درمیان "ما انزل اللہ" کے ساتھ فیصلے کیجئے، اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ اور اُن سے چوکنا رہیں کہ کہیں وُہ آپؐ کو "ما انزل اللہ" میں سے بعض احکام میں بہکا نہ دیں۔ اگر یہ نہ مانیں تو جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب ان پر مصیبت نازل کرے۔ یقیناً ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں! کیا یہ جاہلیت کے فیصلے کی خواہش رکھتے ہیں؟ ـــ اور ان کے لیے، جو یقین رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے خوبصورت حکم کس کا ہے؟"

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے تورات و انجیل کے حکم کا ذکر فرمایا ہے۔ پھر فرمایا، اس نے قرآن اتارا ہے۔ اور اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کے درمیان قرآن کے مطابق فیصلے کریں۔ آپؐ کے پاس جو کتاب آئی ہے، اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشات

کی پیروی نہ کریں! اور یہ بھی خبر دی کہ ہر نبی کے لیے الگ شریعت اور منہاج مقرر ہے۔ حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ کے لیے، جو کچھ تورات و انجیل میں ہے، اسے شریعت اور منہاج قرار دیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو کچھ قرآن مجید میں ہے، اس کو شریعت اور منہاج بنایا۔ اور آپؐ کو حکم دیا کہ "ما انزل اللہ" کے مطابق فیصلے کریں! — آپؐ کو چوکنا کیا کہ کہیں مخالفین "ما انزل اللہ" میں سے بعض کو چھڑا کر آپؐ کو فتنے میں ڈال دیں۔ جس نے غیر قرآن کو تلاش کیا، اس نے جاہلیت کے فیصلے کو طلب کیا۔ اور فرمایا:

" وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ " "جو لوگ ما انزل اللہ، کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہی کافر ہیں۔"

لاریب، جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر نازل فرمایا ہے، اس کے مطابق فیصلہ کرنے کے وجوب کا جو شخص معتقد نہیں، وُہ کافر ہے۔ جو شخص "ما انزل اللہ" کے بغیر فیصلہ کرنے کو جائز سمجھے، پھر اس کو عدل و انصاف جانے، وُہ کافر ہے۔ ہر گروہ عدل کا ہی حکم دیتا ہے۔ کبھی عدل ان کے دین میں وُہ ہوتا ہے، جس کو ان کے اکابر عدل کہیں۔ بلکہ بہت سے نام کے مسلمان اپنی عادات (جن کو اللہ تعالیٰ نے نہیں اتارا) کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔ مثلاً جنگلی روایات، رسم و رواج اور اُن کے سرداروں کے احکامات۔ وُہ سمجھتے ہیں کہ کتاب و سنت کی بجائے رسم و رواج کے مطابق فیصلہ مناسب ہے۔ حالانکہ یہ عقیدہ کفر ہے۔ کتنے ہی لوگ مسلمان تو ہو گئے ہیں، لیکن اس کے باوجود وُہ رسم و رواج کے مطابق (جس کا حکم ان کے سرداروں نے دیا ہو) فیصلے کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو جنھیں علم ہو جائے کہ "ما انزل اللہ" کے بغیر فیصلہ اور حکم جائز نہیں، پھر بھی اس کا التزام نہیں کرتے اور "ما انزل اللہ" کے خلاف حکم اور فیصلے جائز جانتے ہیں، وُہ بھی کافر ہیں۔ اگر ان کو علم نہ ہو سکا، تو وُہ جاہل ہیں۔ اور ان لوگوں کی طرح ہیں، جن کا مسئلہ گزر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ جب ان کے درمیان کسی مسئلہ میں اختلاف پیدا ہو جائے، تو وُہ اس کو اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي

الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۔ (النّسآء : ۵۹)

یعنی "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ اور اپنے اولو الامر کی بھی اگر کسی مسئلے میں تمہارے درمیان تنازع ہو جائے، تو اس کو اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا دو۔ اگر تمہارا اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان ہے، تو یہ طریقہ بہت بہتر اور احسن انجام والا ہے!"

نیز فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ (النّسآء : ۶۵)

یعنی "آپ کے رب کی قسم! وہ اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتے، جب تک آپس میں پیدا ہونے والے اختلافات میں آپ کو حَکم نہ بنا لیں! ــــ پھر آپ کے فیصلے پر دلوں میں کسی قسم کی تنگی بھی محسوس نہ کریں، اور دل و جان سے اس کو تسلیم کر لیں!"

جو کوئی آپس کے اختلافات اور تنازعات میں اللہ و رسولؐ کی تحکیم کا التزام نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ وہ مومن نہیں ہے۔ اور جو شخص ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا التزام مانتا تو ہے، لیکن اس نے نافرمانی کی اور خواہشِ نفس کی پیروی کی، تو وہ دوسرے عاصیوں اور گناہ گاروں کی طرح ہو گا۔ خارجی اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے ان حکمرانوں کی تکفیر کرتے ہیں، جو "ما انزل اللہ" کے مطابق حکم اور فیصلے نہیں کرتے۔ پھر ان کا دعوےٰ ہے کہ ان کا اعتقاد ہی اللہ کا حکم ہے۔ لوگوں نے اس پر کافی گفتگو کی ہے، جس کے یہاں ذکر سے بات طویل ہو جائے گی۔ جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے، آیت کا سیاق اس پر دلالت کناں ہے۔

مقصد یہ ہے کہ عدل کا حکم ہر ایک پر، ہر زمانے اور ہر جگہ پر واجب ہے۔ چاہے وُہ اس کے حق میں ہو، یا خلاف ہو۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے، اس کے مطابق حکم اور فیصلہ عدلِ خالص ہے، اور وہ عدل کی اکمل و احسن انواع میں سے ہے۔ اس کے مطابق حکم کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے امتیوں پر واجب ہے۔ جو اللہ و رسولؐ کے حکم کا التزام نہ کرے، وُہ کافر ہے۔ یہ امت کے سب معاملات میں پیدا ہونے والے تنازعات میں واجب ہے۔ چاہے ان کا تعلق اعتقاد سے ہو، یا عمل سے! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"کَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ" (البقرة ۲۱۳)

"پہلے لوگ ایک مذہب پر تھے (پھر آپس میں اختلاف کرنے لگے) تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف بشارت دینے والے، ڈرانے والے نبی مبعوث فرمائے۔ اور ان پر حق کے ساتھ کتابیں نازل فرمائیں، تاکہ ان کے اختلافی امور میں وُہ فیصلہ کر دے۔ اس میں اختلاف بھی ان لوگوں نے کیا، جن کو کتاب دی گئی تھی ــــ بعد اس کے کہ ان کے پاس کھلے احکام آ چکے تھے!"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ!" (الشوریٰ ۱۰) یعنی "جس چیز میں تمہیں اختلاف ہے، اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے"۔ نیز فرمایا: "فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ــــ الآیۃ!" (النسآء ۵۹) یعنی "اگر تمہارا کسی مسئلے میں باہم نزاع ہو جائے، تو اس کو اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا دو"۔

امت کے مشترکہ امور میں کتاب و سنّت کا حکم چلے گا۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ وُہ لوگوں پر کسی عالم، امیر، شیخ یا بادشاہ کا قول لازم کرے۔ جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ وُہ لوگوں کے درمیان

ان میں سے کسی کا حکم جاری کرے گا۔ کتاب وسنّت کا حکم جاری نہ کرے گا ــــــ وہ کافر ہے۔ مسلمان حکام معیّنہ امور میں ہی حکم جاری کرتے ہیں، امورِ کلیہ میں کوئی حکم جاری نہیں کرتے۔ جب وُہ معیّن امور میں حکم جاری کریں، تو ان پر لازم ہے کہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلے اور حکم جاری کریں۔ اگر یہ کتاب اللہ میں نہ ہوں، تو سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلے کریں۔ اگر اس میں بھی نہ ہو تو حکمران اپنی رائے سے اجتہاد کرے:

"وَقَدْ قَالَ النَّبِیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم: القضاۃ ثلاثۃ: قاضیان فی النّار، وقاض فی الجنّۃ، فمن علم الحقّ وقضٰی بہٖ فھو فی الجنّۃ، ومن علم الحقّ وقضٰی بخلافہٖ فھو فی النّار، ومن قضٰی للنّاس علیٰ جھل فھو فی النّار"

یعنی "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ دو قاضی دوزخ میں، اور ایک قاضی جنت میں جائے گا۔ جس کو حق کا علم ہو، اور وُہ اس کے مطابق فیصلہ کرے، تو وُہ جنت میں جائے گا۔ جس نے حق کو جان لیا، پھر اس کے خلاف فیصلہ دے دیا، وُہ دوزخی ہو گا۔ اور جس نے لوگوں کے لیے فیصلے جہالت سے کیے، یہ بھی دوزخی ہو گا۔"

جب وُہ علم وعدل کے ساتھ فیصلہ کرے، اور اجتہاد کر کے صحیح نتیجہ پر پہنچے، تو اس کے لیے دگنا اجر ہے۔ اور جب اجتہاد کرے، اور اس میں خطاء کرے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔ یہ مسئلہ صحیحین میں دو سندوں کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

یہاں مقصد یہ ہے کہ جب عام مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے، تو اس کے بارے میں علم وعدل کے مطابق گفتگو کرنا اور اس کو اللہ و رسولؐ کی طرف لوٹانا واجب ہے۔ یہ طریقہ صحابہ کرامؓ میں واضح طور پر موجود تھا۔ اگر کوئی کسی حکمران، بادشاہ، حاکم، امیر، شیخ وغیرہ میں طعن کرے، اور اس کو کافر یا اپنے غیر پر ولایت وغیرہ میں تجاوز کرنے والا کہے جبکہ اس کے غیر کو عالم، عادل اور ہر گناہ و خطاء سے مبراء قرار دے۔ نیز ہر اس شخص کو کافر، ظالم کہے، یا گالی گلوچ کا مستحق سمجھے جو پہلے حکمران سے محبت کرتا، یا اسے اپنا حاکم سمجھتا ہے

تو اس صورت میں بھی گفتگو عدل وانصاف اور علم کے مطابق کرنا لازم ہے۔ رافضیوں نے صحابہ کرامؓ کے بارے میں مختلف اور الگ الگ راستے اپنائے ہیں۔ انہوں نے بعض صحابہؓ سے محبت کا دعوٰی کیا، اور اس میں غلو کیا۔ جبکہ دوسرے صحابہؓ سے دشمنی کی، اور دشمنی بھی آخری حد تک کی۔ جیسا کہ بہت سے لوگ اپنے علماء وملوک، علماء وشیوخ کے ساتھ یہی طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں۔ ان کے درمیان صحابہ کرامؓ کے علاوہ دوسروں کے بارے میں رفض پایا جاتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ایک گروہ کسی ایک ہستی سے اور اس کے ماننے والوں سے محبت وعقیدت رکھتا ہے، جبکہ کسی دوسری شخصیت اور اس کی جماعت سے بُغض رکھتا ہے، اور اسے بلا وجہ گالی بکتا ہے — یہ سب تفرق وتشیّع کا طرزِ عمل ہے، جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ" (الانعام: ۱۶۰)

یعنی "جن لوگوں نے اپنے دین کو پارہ پارہ کیا، اور بہت سے فرقے بن گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔"

اور فرمایا: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا" (اٰلِ عمران: ۱۰۲، ۱۰۳) یعنی "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور نہ مرنا، مگر مسلمانی کی حالت میں! اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور فرقے فرقے نہ ہوجاؤ۔ اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو، جو تم پر ہے۔ جب تم دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے۔"

اور فرمایا: "وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَیِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ یَّوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ

إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ - وَأَمَّا الَّذِينَ
ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ۔" (آل عمران: ۱۰۵-۱۰۷)

یعنی "ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو فرقے فرقے ہو گئے، اور کھلے احکام آ جانے کے بعد اختلاف کرنے لگے تھے! —— ان لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے! جس دن بہت سے چہرے سفید ہوں گے، اور بہت سے چہرے سیاہ ہوں گے۔ تو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے (اُن سے اللہ فرمائے گا) کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے؛ اب اس کفر کے بدلے عذاب کا مزہ چکھو! —— اور جن لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے، وُہ اللہ تعالیٰ کی رحمت (جنّت) میں ہوں گے، اور وُہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اہلِ سنّت کے چہرے سفید ہوں گے، اور اہلِ بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔" حضرت ابو امامہ باہلی وغیرہ اسی وجہ سے اس کی تاویل خوارج سے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سب مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وُہ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں، اور فرقے فرقے نہ ہو جائیں۔ "حبل" (رسی) کی تفسیر اللہ کی کتاب (قرآنِ مجید) اس کے دین، اسلام، اخلاص، اس کے امر و عہد اور طاعت و جماعت سے کی گئی ہے۔ یہ سب صحابہؓ و تابعینؒ سے منقول ہے۔ "حبل" سے ہر ایک یا سب مراد ہو سکتے ہیں، اور یہ سب صحیح ہیں۔ قرآنِ مجید دینِ اسلام کا حکم دیتا ہے۔ یہی اس کا عہد، امر اور طاعت ہے۔ اس کو مل کر مضبوطی سے تھامنا جماعت ہے۔ اور دینِ اسلام کی حقیقت سے مراد اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان اللّٰہ یرضٰی لکم ثلاثا: ان تعبدوہ ولا تشرکوا بہ شیئا، وان تعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرّقوا، وان تناصحوا من ولاہ اللّٰہ امرکم!"

"بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین باتوں کو پسند فرماتا ہے (۱) اس کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ (۲) اللہ کی رسی کو سب مل کر

مضبوطی سے پکڑلو، اور فرقے فرقے نہ ہو جاؤ (۳) جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا حکمران بنایا ہے، اس کی خیر خواہی کرو۔"

اللہ تعالیٰ نے زندہ اور مردہ مسلمانوں پر ظلم کرنا حرام کر دیا ہے، اور ان کے خون اور مال اور عزتیں حرام کر دی ہیں۔ صحیحین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپؐ نے حجۃ الوداع میں فرمایا:

"ان دماءکم و اموالکم و اعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھٰذا فی شھرکم ھٰذا فی بلدکم ھٰذا الا ھل بلّغت الا لیبلغ الشّاھد الغائب، فربّ مبلغ اوعٰی من سامع۔ انتھٰی!"

"بیشک تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری عزتیں، تم سب پر اسی طرح حرام ہیں، جس طرح آج کا دن اس مہینے اور شہر میں حرام ہے۔ سنو! حاضر غائب کو پہنچا دے کہ بہت سے وہ لوگ، جن کو بات پہنچائی جائے، اسے سننے والے سے زیادہ یاد رکھتے ہیں!"

شیخ الاسلام کی بات ختم ہوئی۔

نبہانی کے اعتراض کا بوداپن —— پہلی وجہ

آپ کے کلام سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ نبہانی نے "غیر ما انزل اللہ" کے ساتھ فیصلہ دیا ہے۔ اس نے صرف اس مقام پر نہیں، بلکہ اپنی پوری کتاب میں کتاب و سنّت کی سند پیش نہیں کی —— نہ آئندہ اس کی اس سے توقع ہے۔ وہ اپنی عدالت میں بھی اسی طرح فیصلے کرتا ہو گا، کیونکہ وہ "غیر ما انزل اللہ" کے ساتھ فیصلے کرنے کا عادی ہو چکا ہے۔ وہ اس حکم میں اور دوسرے حکموں میں بس ایک قاضی ہے!

اب "جلاء العینین" کے مصنّف کو دیکھیے، انہوں نے اپنی سب باتوں میں کتاب و سنّت کی سند پیش کی ہے، اور سب احکام میں "ما انزل اللہ" کی اتباع کی ہے۔ نبہانی کے غلط اعتراض کی یہ پہلی وجہ ہے!

دوسری وجہ نبہانی کا ابن حجر اور اس کی کتابوں ــــ شیخ ابن تیمیہؒ اور آپ کی کتابوں میں موازنہ کرنا اسی طرح کا ہے، جس طرح کنکر اور موتی ۔ اندھیرے اور روشنی، نمکین پانی اور میٹھے پانی کے درمیان فرق و موازنہ کا حال ہے ۔ بھلا زمین کو آسمان سے، رات کو دن سے، اندھیرے کو اجالے سے، اموات کو احیاء سے، سونے والے کو بیدار سے، فقیر کو غنی سے، اور جاہل کو عالم سے کیا نسبت ہو سکتی ہے ؟ ــــ اسی طرح جمادات کا، عاقل سے کیونکر موازنہ کیا جا سکتا ہے ؛ اور اضداد کی آپس میں کیا نسبت ہو سکتی ہے ؎

عدمتك قد بان التباين في الورٰى　　　وفيما يرى الباري فسبحٰن من برٰى!

ضللت الهدى اذ بالحصى قست جوهرا　　　عداك الحجى أين الثريا من الثرٰى

وأين حصى الحصباء من درر البحر

فمامادر فيهم سواء وحاتم　　　ولا كهجان الخيل خيل كرائم

فهل يستوي سيف كهام وصارم　　　وهل يستوي لادر درك عالم

وفدم جهول ناقص الدين والحجر

یعنی "میں تجھے بیوقوف، محتاج اور یتیم فی العلم پاتا ہوں ــــ مخلوق میں تفاوت ظاہر ہے ۔ اور ان چیزوں میں بھی، جنھیں باری تعالیٰ نے پیدا کیا ــــ پاک ہے جس نے پیدا کیا !

تو راہِ ہدایت سے ہٹ چکا ہے کہ تو نے جوہر کو کنکری پر قیاس کیا ! ــــ عقل تجھ سے آگے نکل گئی ہے، بھلا کہاں ثریا اور کہاں ثرٰی : سمندر کے موتیوں کی، آندھی کے کنکروں سے کیا نسبت ہے ؟

بہت پاخانہ کرنے والا، گندگی بکھیرنے والا ــــ سخاوت کرنے والے حاتم کے برابر نہیں، جس طرح کہ خراب نسل کا دوغلا ٹٹو، اعلیٰ نسل کے گھوڑے کے برابر نہیں ہوتا ۔ کیا کند تلوار، اور تیز دھار تلوار برابر ہو سکتی ہیں ؟ کیا بیوقوف اور گفتگو نہ کر سکنے والا جاہل ناقص العقل والدین ــــ عالم کے برابر ہو سکتا ہے ؟"

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے :

" هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ " (الزمر: ۹)

" بھلا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں ؟"

ابنِ حجر کی حیثیت شیخ تقی الدین کے مقابلے میں مہدِ طفولیت میں سونے والے لڑکے کی ہے۔ بلکہ جس نے شیخ کو ابنِ حجر پر ترجیح دی ہے، اس نے انصاف نہیں کیا، اور سچا فیصلہ نہیں دیا ۔ ؎

ألم تر انّ السّیف ینقص قدرہٗ   اذا قیل انّ السّیف خیرٌ من العصا

" کیا آپ نے دیکھا نہیں، جب یہ کہا جائے کہ تلوار چھڑی سے بہتر ہے تو اس سے تلوار کی قدر کم ہو جاتی ہے ؟"

ابنِ تیمیہؒ سبقت کر کے اکابر مجتہدین کے مرتبے کو پہنچ گئے ہیں، جیسا کہ آپ ان مصنّفین اور اکابر اہلِ علم سے سُن چکے ہیں، جنھوں نے آپ کے مناقب پر کتابیں تصنیف کی ہیں اور آپ کی تعریف کی ہے۔ اگر نبہانی، شیخؒ اور امام ابنِ حجر کبیرؒ کے مابین موازنہ کرتا تو یہ بھی محلِ نظر ہوتا ۔ ؎

انّ اٰثارنا تدلّ علینا   فانظروا بعدنا الی الاٰثار

" ہمارے آثار ہماری خبر دیتے ہیں، ہمارے بعد ہمارے آثار کو دیکھو !"

تیسری وجہ | نبہانی بے چارے کو پتہ ہی نہیں کہ موازنہ کسے کہتے ہیں، اور اس کا طریقہ کیا ہے ؟ کاش ! اس نے "کتاب الموازنہ بین ابن تمام والبحتری" کا مطالعہ کیا ہوتا، تو اس کو موازنہ کرنے کا طریقہ معلوم ہو جاتا۔ اگرچہ یہ کتاب شعر سے متعلق ہے، اور ہم ایک دوسرے فن میں ہیں ــــ لیکن موازنہ کرنے کے اصول مختلف نہیں، وُہ ایک ہی ہیں ! اس وقت اس پر لازم تھا کہ ایک ہی موضوع پر لکھی گئی دونوں کی کتابوں کے درمیان موازنہ کرتا۔ مثلاً ابنِ حجر کی "الصّواعق المحرقہ" اور ابنِ تیمیہؒ کی "منہاج السّنّہ" کا موازنہ کرتا۔ یہ دونوں کتابیں روافض کے رد میں ہیں۔ ان دونوں کتابوں کے تقابل کے بعد انصاف پسند انسان پر کہنے والے کے اس قول کا مفہوم ظاہر ہو جاتا ۔ ؎

وفی الحیوان یشترك اضطرارا   أرسطا طالیس والکلب العقور

" حیوان کا لفظ، اضطراراً، أرسطاطالیس (فلاسفر) اور کاٹنے والے کتے دونوں

ہی کے لیے مشترک ہے۔"

یا وُہ ابنِ حجر کی کتاب "تحفہ" یا اس کی کسی اور فقہی کتاب میں، اور شیخ الاسلام کی فقہ میں کتاب "شرح العمدہ" کے درمیان موازنہ کرتا۔ اس طرح ایک ہی موضوع پر دونوں کی کتابوں کا موازنہ ہوتا، اور ان کتابوں میں دلائل و مسائل کا، سلاستِ عبارت کا، اور مقصد میں کامیابی کا تقابل ہوتا۔ تو پھر غبار چھٹتا، اور رات دن کا پتہ چلتا۔ اس صورت میں ابنِ حجر کی کتابیں ختم ہو جاتیں، اور شیخ الاسلام کی تقریباً تین صد ایسی کتابیں باقی رہ جاتیں، جن کے مقابلے میں ابنِ حجر کی کوئی کتاب نہ ہوتی —— ابنِ حجر کو یہ خیال نہیں آیا کہ پھر وُہ کیا کرتا، اور شیخ کی کتابوں کا موازنہ کس سے کرتا؟ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص جہالت اور بے حیائی سے متصف ہو، وُہ بڑی مشکل میں پھنس جاتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کی دُعاء کرتے ہیں۔

ایک انصاف پسند انسان جانتا ہے کہ ابنِ حجر یا دوسرے غالی شافعیوں کی کتابوں کا شیخ کی کتابوں سے موازنہ ناممکن ہے۔ کیونکہ ابنِ حجر کی اکثر کتابیں جھوٹ کا پلندہ ہیں، اور افتراء، قولِ زور، بے اصل آراء (جن کی سند کتاب و سنّتِ صحیحہ سے نہیں) اور دعوت الیٰ غیر اللہ وغیرہ بدعات و ضلالات سے پُر ہیں۔

جبکہ شیخ تقی الدینؒ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے کا دل نور، ایمان، یقین اور حکمت سے لبریز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امام حافظ شیخ عبداللہ عراقی نے شیخ الاسلام کے ایک شاگرد کو شیخ الاسلام کی وفات کے بعد ایک خط میں آپ کی کتابوں کے بارے جو کچھ لکھا، اس کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں۔ اس بزرگ کا کلام خالص مصفّی سونے کی ڈلیا کی مانند ہے، جیسا کہ طالبِ حق سے مخفی نہیں ہے۔

چوتھی وجہ ابنِ حجر کی سب کتابیں اہلِ بصیرت کی نظر میں عیوب کی جامع ہیں۔ اور ان میں سے بعض میں دوسروں کی کتابوں کے سرقہ کا عیب بھی ہے۔ مثلاً "کتاب الزواجر" شیخ الاسلام کے شاگرد ابنِ قیمؒ کی "کتابُ الکبائر" کا سرقہ ہے۔ یہ حقیقت دونوں کتابوں کے مطالعہ سے واضح ہو جاتی ہے۔ یہی صورت "الاعلام لقواطع الاسلام" کی ہے۔ اس میں بھی اس نے

شیخ الاسلام کی کتاب کا بالواسطہ یا بلا واسطہ سرقہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کتابوں کی زبان اور عبارت ابنِ حجر کی دیگر بہت سی کتابوں سے مختلف ہے۔ بالخصوص "الجوہر المنظم" اور "الصواعق" کی طرح کی کتابوں کی زبان پوچ اور گھٹیا ہے۔ اہلِ علم ایسی گفتگو سے، جو ان کتب میں ہے، اپنی زبانوں کو آلودہ نہیں کرتے! ـــــ پھر ان میں موضوع احادیث ہیں، جنھیں غلط طور پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ نیز ایسی باتیں، جو ایک زمانہ ساز کی ہو سکتی ہیں۔ جن لوگوں نے اس کی کتابوں کا رد لکھا ہے، یہ بات ان پر مخفی نہیں ہے۔

اس کی کتاب "تحفہ" اور دوسری فقہی کتب کا مطالعہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں، کیونکہ ان میں ابہام وخفاء اور تعبیر میں دقّت ہے۔ اہلِ علم نے تو اس سے کم معیوب کتابوں کے مطالعے سے بھی منع کر دیا ہے۔ بلکہ بعض نے تو مفتیوں کو ابنِ حجر کی کتابوں کے مطابق فتوے دینے سے منع کر دیا۔ کیونکہ ان کی عبارت مبہم، چیستان اور پہیلی قسم کی ہے، جو افادہ واستفادہ دونوں کے منافی ہے۔ پھر مسلمانوں کو ان کی ضرورت بھی نہیں۔ بلند مرتبہ شافعی اور غیر شافعی علماء کی کتابوں سے دنیا بھری پڑی ہے، جو اپنے موضوع میں کافی وشافی ہیں۔ اندریں صورت ابنِ حجر کی کتابوں کی ضرورت بھی کیا رہ جاتی ہے، جبکہ وُہ پہلوں کی کتابوں سے سرقہ شدہ بھی ہیں؟ کیا آپ نے دیکھا نہیں، جب سے شافعیوں نے اس کی کتابوں کے ساتھ شغل اختیار کیا ہے، ان میں علم اور علماء گھٹ گئے ہیں؟ جبکہ دوسرے لوگ ان کے سوا دوسری واضح اور مبسوط کتابوں میں مشغول رہتے ہیں!

پانچویں وجہ | اکثر بلادِ اسلام میں احکام کا مدار مذہب شافعی نہیں ہے۔ مشرق ومغرب میں احکام کا مدار مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اونچے درجے کے حنفی فقہاء پر ہے۔ انھوں نے ابنِ حجر جیسوں سے دنیا کو بے نیاز کر دیا ہے۔ بلادِ ہندیہ میں سب احناف ہیں۔ چین میں وسطی ایشیا کے ترکوں میں، اسی طرح بلادِ دولتِ عثمانیہ میں بھی اکثر احناف ہیں۔

شافعی مذہب دُنیا میں تقریبًا ناپید ہے، جس طرح اہلِ ظاہر کا مذہب ختم ہو چکا ہے۔ چنانچہ آپ کو کوئی حکم ایسا نظر نہیں آئے گا، جس کی بنیاد مذہبِ شافعی ہو۔ ہاں آج کل

امام شافعیؒ کے، صرف عبادات میں مقلّد موجود ہیں۔ ان میں سے اکثر دائیں بائیں کا فرق معلوم نہیں۔ جب اصل مذہب کا یہ حال ہے تو ابن حجر بیچارے کی کتابوں کا وجود کہاں ہو سکتا ہے؟ لہٰذا نبہانی کا یہ قول باطل ٹھہرا کہ ابن حجر کی کتابوں کو لوگ شوق سے بڑھ بڑھ کر لے رہے ہیں، اور تمام مذاہب کے محققین ان پر اعتماد کرتے ہیں۔ کاش مجھے معلوم ہو کہ بڑے حنفی علماء میں سے کون ہیں؟ جو ان پر اعتماد کرتے ہیں؟ اور بقول نبہانی، اس کی کتابیں جو مشرق و مغرب میں پھیل چکی ہیں، کہاں ہیں؟ مجھے علم ہے کہ ابن حجر اور دیگر غالی شافعیوں کی کتابیں ان کے نزدیک ناخن کے تراشے کی حیثیت بھی نہیں رکھتیں۔ بڑے بڑے علماء مالکیہ اور حنبلیہ کے نزدیک بھی ان کی یہی حیثیت ہے!

نبہانی کا یہ کہنا کہ جمیع بلادِ اسلام میں لوگوں نے اس کی کتابوں کو قبولِ تام کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ لیا ہے، صاف جھوٹ ہے۔ اہلِ بصیرت حضرات میں سے کوئی انھیں کیسے ہاتھوں ہاتھ لے سکتا ہے، جبکہ وُہ آراء محضہ ہیں؟ اور ان پر کوئی سند کتاب و سنّت سے وُہ نہیں لایا؟ ــــــ ہاں بعض جاہل شافعی، متقدمین کی کتابوں کی اشاعت نیز طباعت کی سہولتوں کی بدولت علمی خزانوں کے ظہور سے قبل، اس کی بعض کتابوں کے بارے خوش فہمی میں مبتلا تھے۔

چھٹی وجہ اس کی کتابوں کی نشر و اشاعت کا یہ سبب بیان کرنا ــــ کہ "سب کا اس پر اتفاق ہے کہ وُہ (ابنِ حجر) بڑے علماء میں سے ایک ہے۔ علماء مذاہب اسلام میں سے اس کے زمانے سے لے کر آج تک کسی نے اس پر طعن نہیں کیا۔ نیز ان میں سے کسی نے بھی اس کو بدعت کی طرف منسوب نہیں کیا" ــــــ کھُلا جھوٹ ہے۔ بلکہ علماء نے اس پر اور اس کی کتابوں پر طعن کیا ہے، جیسا کہ کئی بار یہ بیان ہو چکا ہے۔ بر سبیلِ تسلیم، اس میں اس کی مدح کی کوئی وجہ نہیں، ہاں بلکہ اس کا خلاف نظر آتا ہے۔ کیونکہ اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے:

"وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ۔ الاٰیۃ" (البقرۃ ۱۲۰)

"یہود و نصاریٰ آپؐ سے کبھی راضی نہ ہوں گے یہاں تک کہ آپؐ اُن کی ملت کی اتباع کریں۔"

——— سوادِ اعظم ایسے لوگوں سے ہی خوش ہوتے ہیں، جو ان کی خواہشاتِ نفس اور عقائدِ باطلہ میں ان کی موافقت کریں۔ لیکن اہلِ علم ایسوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور نہ ہی ان کی طرف التفات کرتے ہیں۔ چنانچہ نبہانی کی بات ابنِ حجر کے غیر اہم ہونے کی دلیل بنتی ہے سہ

انّ الرّیاح اذا اشتدّت عواصفھا فلیس ترمی سوی العالی من الشّجر

"جب آندھیاں چلتی ہیں، تو وُہ بلند و بالا درختوں کو ہی گراتی ہیں!"

اے نبہانی! کیا تجھے معلوم نہیں، کوئی بھی مشہور عالم اور قابلِ ذکر فاضل ایسا نہیں پایا گیا کہ لوگوں نے اس کو طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنایا ہو، اور مخلوق میں سے اکثر نے اس سے عداوت کی راہ اختیار نہ کی ہو؟ ——— اللہ ربّ العزّت کی طرف سے مبتلائے آلام و مصائب ہونا، نیز اعداء کی کثرت تو اہلِ علم کے لیے فخر، اور ان کے علوِ مرتبت کی دلیل ہوتی ہے!

ساتویں وجہ نبہانی کا یہ کہنا کہ "ابنِ حجرؒ امام و فقیہ تھے، اپنے سادات صوفیہ کے بارے میں حسنِ اعتقاد رکھتے تھے۔ ان کی تعریف کرتے تھے، اور ان پر اعتراضات کے بہترین جواب دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی برکات و نفحات اس کے شاملِ حال رہیں"

اس سے امت کے مجتہدین اکابر علماء پر ابنِ حجر کو ترجیح حاصل نہیں ہو سکتی، اس لیے کہ سب مسلمان ایسے صوفیہ کے بارے میں اعتقادِ خیر رکھتے ہیں، جو شریعت کے پابند ہوں، اور اپنی اہواء و بدعات کے پیروکار نہ ہوں۔ خاص طور پر شیخ الاسلام تو خود صوفیہ اور زہاد کے اکابر میں سے تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب "الفرقان بین اولیاء الشیطان و اولیاء الرحمٰن" میں جو کچھ بیان فرمایا ہے، اس سے موحد کو شرحِ صدر ہو جاتا ہے۔ صوفی ہونے کے ہر مدعی کے لیے ضروری نہیں کہ اس کا زہد و ورع تسلیم کر لیا جائے۔ بالخصوص زمانہ حاضر کے صوفیہ تو بھیڑیے ہیں، جو بھیڑ کے لباس میں ہیں۔ جیسا کہ ہم دارالسلطنت میں بدعتیوں کے شیخ رفاعی کے بارے میں سنتے ہیں کہ وُہ اپنے مکر و فریب، خباثت و زندقہ میں شیطان کے بھی کان کاٹتے تھے۔ اور جیسا کہ بغداد میں "گیلانی" کی طرف نسبت رکھنے کے دعویدار شیخ القادریہ کے

بارے میں سنتے ہیں کہ وُہ لوگوں کے لیے رشد و ہدایت کی آڑ میں ضلالت کا کاروبار جاری کیے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس ایک بڑی مہر ہے۔ جو شخص ان کے سلسلہ میں داخل ہوتا ہے، اسے جو کچھ وُہ دیتے ہیں، اس پر یہ مہر لگا دیتے ہیں۔ اس مہر میں لکھا ہے "لا الٰہ الا اللہ (عبد القادر شیئاً للہ)" اس سے اکابر فقہاء حنفیہ کے مطابق وُہ کافر ہو جاتے ہیں۔ ابن وہبان کی نظم کا ایک شعر ہے ؎

بد رویش درویشان کفر بعضهم　　　كذا قول شيء لله بعض يكفر

"بعض علماء نے 'درویش درویشان' کہنے پر تکفیر کی ہے، اسی طرح 'شیئاً للہ' کے قول پر بعض کفر کا فتوے دیتے ہیں۔" گدی نشین، اس کی اولاد اور پورا خاندان امت پر سب سے بڑی مصیبت اور بلاء ہیں۔ دنیا کی ہر معصیت کو انہوں نے اپنے لیے مباح کر لیا ہے۔ ان کا سردار گدی نشین نہیں، بلکہ بھیڑیا ہے۔ وُہ عراق پر شر کے پیغام رساں ہیں۔ رافضی و زندیق ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالیاں بکتے ہیں، شراب پیتے ہیں، اور ہر منکر کے ساتھ شغل رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ایک الگ کتاب ان زنادقہ کے حالات پر لکھوں گا، اور مسلمانوں کو ان سے متنبہ کروں گا۔ یہ ہیں زمانۂ حال کے صوفیہ!۔ معاملہ سب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے!

اگر ابن حجر نے اس قسم کے فاسق و فاجر لوگوں کی تعظیم کی ہے، تو بے شک وُہ اللہ کے دشمنوں میں سے ہے۔ اور اگر اس کا حسن اعتقاد ان کے بارے میں ہے، جو شرع شریف کے تبع ہیں، تو سب مسلمان اور باعمل علماء بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں۔ پھر اس کو دُوسروں پر کیا فضیلت ہے؟ اس نے اپنی کتاب "التعرف فی الاصلین والتصوف" میں جو کچھ ذکر کیا ہے، اس سے ہمارے اس موقف کی تائید ہوتی ہے —— اس نے کہا ہے:

"سید الطائفہ ابو القاسم جنید کا طریق صحیح طریق ہے۔ کیونکہ وُہ بدعت سے خالی ہے۔ وُہ تسلیم و تفویض پر، نفس سے برأت پر، توحید بالحق پر دائر ہے۔ اور جو کچھ ابن عربی اور اس کے قلیل اتباع کی طرح کے متاخرین صوفیہ کی کتابوں میں جمع ہے، ان وہم انداز ظواہر سے اجتناب واجب ہے اور اس کا اعتقاد حلال نہیں ہے۔ اس کے سب اعتقاد

کفریہ ہیں، جیسا کہ فصوص الحکم اور الفتوحات المکیہ، وغیرہ میں ہے۔ لیکن وُہ ان کو چھپانے کے لیے اصطلاحات کا پردہ استعمال کرتے ہیں۔ ورنہ اگر وُہ حلول و اتحاد وغیرہ کے عیب اور دوسرے عیوب کو جو اُن کی طرف منسوب ہیں ترک کر دیں۔ تو وُہ کھرے حق پر ہوں گے۔ جو اُن کے احوال کی حقیقت سے بے بہرہ ہے، یا ان کے طریق کی حقیقت کو ان عیوب کی اصطلاحات کے پردے میں خیال کرتا ہے۔ اس خیالِ خام سے کہ وُہ ان کا پیروکار رہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بچائے۔"

پھر اس نے کہا: "کیا ہی عمدہ ہے، جس کو بعض محققین نے پہلوں کی نصرت کے لیے تحقیق کیا ہے۔" اس کی گفتگو کا حاصل (مع اُن عبارات کے، جن کا ظاہر مراد نہیں ہے) یہ ہے کہ "جو شخص سلوک الی اللہ میں انتہاء کو پہنچ جائے اور وُہ بحرِ توحید وعرفان میں مستغرق ہو جائے، تب اس کی ذات، ذاتِ باری میں —— اور اس کی صفات، اس کی صفات میں فنا ہو جاتی ہے —— اس سے ہر چیز غائب ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں اس کو اللہ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا، اسی کو 'فنا فی التوحید' کہتے ہیں۔ حدیثِ قدسی میں اسی طرف اشارہ ہے: "لا یزال عبدی یتقرّب الیّ بالنّوافل حتّٰی احبّه فاذ احببته کنت سمعه الّذی یسمع بهٖ و بصره الّذی یبصر بهٖ ویده الّتی یبطش بها و رجله الّتی یمشی بها فلئن سألنی لاجیبنّه ولئن استعاذنی لاعیذنّه" کہ "میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں، جس سے وُہ سنتا ہے۔ میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں، جس سے وُہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں، جس سے وُہ پکڑتا ہے۔ میں اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں، جس کے ساتھ وُہ چلتا ہے۔ اگر وُہ مجھ سے سوال کرے، تو میں اس کو قبول کرتا ہوں۔ اگر وُہ مجھ سے پناہ طلب کرے، تو اس کو پناہ دیتا ہوں۔"

ایک دوسری حدیثِ قدسی میں ہے:

"مرضت فلم تعدنی، جعت فلم تطعمنی، عطشت فلم تسقنی فیقول کیف ذٰلك وانت ربّ العٰلمین؟ فیقول تعالیٰ: مرض عبدی فلان فلم تعده،

جاع عبدی فلان فلم تطعمہ، عطش عبدی فلان فلم تسقہ۔ الحدیث" یعنی "میں بیمار ہوا، تو تُو نے میری عیادت نہ کی۔ میں بھوکا تھا، تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ میں پیاسا تھا، تُو نے مجھے پانی نہ پلایا! وہ کہے گا! یہ کیسے ہو سکتا ہے، جبکہ تو رب العالمین ہے؛ اللہ تعالیٰ فرمائے گا! میرا فلاں بندہ بیمار تھا، تو نے اس کی عیادت نہ کی۔ میرا فلاں بندہ بھوکا تھا، تو نے اس کو کھانا نہ کھلایا۔ میرا فلاں بندہ پیاسا تھا، تو نے اس کو پانی نہ پلایا"۔

کبھی ولی سے ایسی گفتگو ہو جاتی ہے، کہ عبارت اس کے حال کی ترجمانی سے قاصر رہتی ہے۔ اس سے یوں لگتا ہے کہ اس سے مقصد حلول واتحاد ہے کیونکہ مثال کے ذریعے ان عبارات کا کشفِ حال متعذر رہتا ہے۔ ہم تمنا کے ساحل پر ہیں، اور بحرِ توحید میں سے بقدرِ امکان ہی چلو بھر سکتے ہیں۔ ہمیں اعتراف ہے کہ طریقِ فنا میں برہان کے بجائے وجود اور ذات پیشِ نظر ہوتی ہے۔ انتہیٰ!"

یہ تصریح کر دی گئی ہے کہ ابنِ عربی کی کتابیں کفر سے بھری ہوئی ہیں۔ ان کے ظواہر سے اجتناب واجب ہے۔ ایک فقیہ جب کسی سے کلمۂ کفر سنتا ہے، تو اس پر واجب ہو جاتا ہے کہ شریعت غرا کے مطابق فتوے دے۔ علامہ محمد امین سویدی رحمہ اللہ نے "تعرف" کی شرح میں خوب تفصیل واطناب سے کام لیا ہے۔ انہوں نے اس کا نام رکھا ہے" قلائد الدرر فی شرح رسالہ ابنِ حجر"۔ یہاں انہوں نے اس مسئلہ پر کافی وشافی کلام فرمایا ہے۔ اسی طرح علامہ، صاحب" التعطف علی التصرف" نے بھی شاندار کلام کیا ہے، ان دونوں کتابوں کا ضرور مطالعہ کیجئے!

مقصد یہ ہے کہ شریعتِ غراء کا متبع، جس کے اقوال واعمال بدعت کی خرابی سے محفوظ ہوں، اس کی محبت اور اس کا دفاع اور اس کے لیے" رحمۃ اللہ علیہ" کی دعا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اور جو شریعت کا مخالف ہو اور شرعی اعمال سے کورا ہو، جس کی مثال آج کل کے مدعیانِ شیخوخت ہیں، ان سے قطع تعلق کرنا —— ان کی گمراہی اور فسق کو واضح کرنا ہر مسلمان پر لازم وواجب ہے۔ اور جو شخص ان کا حمایتی وثنا خواں اور ان کا مددگار ہو، اس کی مدح نہ کی جائے! "رَبِّ بِمَآ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِّلْمُجْرِمِينَ" (القصص: ۱۷) یعنی

"میرے پروردگار! تو نے مجھے انعامات سے نوازا، لہٰذا میں مجرموں کا کبھی بھی مددگار نہیں بنوں گا!"

آٹھویں وجہ اس مقام پر نبہانی نے شیخ الاسلام پر ناکردہ گناہ کی وجہ سے شدید انکار کیا ہے۔ ہاں ان کا گناہ ایک ہے، اور وُہ ہے اخلاص فی التوحید! اس نے ان کی کتب کی مذمت کی ہے۔ وُہ کہتا ہے: "شیخ کی کتابیں عدیم البرکت ہیں" اس نے آپ کی عیب جوئی میں یہ بھی کہا ہے کہ "آپ نے کئی بار قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، یہاں تک کہ آپ قید ہی میں فوت ہوئے۔ لیکن آپ نے جن بدعات کو حق سمجھا، ان سے رجوع نہیں فرمایا۔"

اس طرح کے اعتراضات کا جواب کئی بار دیا جا چکا ہے۔ اور ان میں نبہانی کی کجروی کو ہم واضح کر چکے ہیں! ــــ دراصل یہ اس کا اپنے مشائخ و اصحاب کی محبت میں غلو ہے، اور یہ اس کے رفض کا سبب ہے ــــ حتیٰ کہ اس نے اس کو سماعِ حق سے بہرا اور رؤیتِ حق سے اندھا کر دیا ہے۔ مثل مشہور ہے: (حبّك الشیء یعمی و یصمّ!) "تیرا کسی چیز سے محبت کرنا، اس کے بارے میں تجھے اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے!"

ہم نے ابھی یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا صالحین کو مصائب میں مبتلا کرنا ان کی علوِ شان کی دلیل ہوتی ہے ــــ شیخ تقی الدین ابنِ تیمیہؒ جب جیل میں تھے، آپ کے بھائی نے آپ کو اپنے اعداء سے نرمی اور رفق کا مشورہ دیا، تاکہ آپ جیل سے رہائی پاسکیں۔ اس کے جواب میں آپ نے جو کچھ لکھا، توضیحِ مقام کی خاطر ہم اس کا کچھ حصّہ یہاں نقل کرتے ہیں! آپ نے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کے بعد لکھا،

"سب تعریفیں اللہ ربّ العزّت کے لیے ہیں، ہم اسی سے استعانت اور استغفار کرتے ہیں۔ اور ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں، نیز اپنے اعمال کے بُرے نتائج سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں! جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جس کو وُہ گمراہ کر دے، اس کا کوئی ہادی نہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وُہ "وحدہٗ لاشریک لہٗ" ہے۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس نے آپؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اس کو سب دینوں پر غالب کر دے ــــ اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے! ــــ اللہ تعالیٰ رحمتیں کرے آپؐ پر، اور

خوب سلام بھیجے!

امّا بعد! مجھے ایک رقعہ ملا ہے، جس میں دو جلیل القدر شیوخ، عالموں اور عبادت گزاروں (جو لوگوں کے لیے نمونہ ہیں) کا پیغام ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اور دیگر بھائیوں کی اپنی روح کے ساتھ تائید فرمائے ـــــ ان کے دلوں میں ایمان کو جاگزیں فرمادے، اور ان کے لیے اپنے پاس سے وہ کچھ مقدر فرمائے، جس کے ساتھ قوت و دلیل پوری ہو۔ یعنی علم و حجت اور بیان و برہان کی دلیل ـــــ قدرت و نصرت بالسّنان والاعوان کی دلیل! ـــــ انہیں اپنے متقی اولیاء کا درجہ عطا فرمائے، اور جو کوئی ان سے ٹکر لینے کی کوشش کرے، اس پر ان کو غالب فرمائے؛ انہیں ان متقی ائمہ میں سے بنادے، جو صبر و ایقان کے جامع ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کو حقیقت عطا فرمانے والا ہے۔ اپنے پوشیدہ اور علانیہ وعدے کو پورا کرنے والا ہے، اور عباد الرحمٰن کے لیے حزب الشیطان سے انتقام لینے والا ہے لیکن اس کی حکمت کا اقتضاء اور اس کی سنّتِ جاریہ یہ ہے کہ اس کے بندوں کو ابتلاء و امتحان پیش آتے رہیں، جس کے ذریعے اہلِ صدق اور اہلِ ایمان کو اہلِ نفاق اور اہلِ بہتان سے ممیز فرمادے۔ اس کی کتاب بتلاتی ہے کہ جو کوئی دعویٰ ایمان کرتا ہے، اسے آزمائش و فتنوں میں مبتلا ہونا پڑتا ہے۔ اور جو لوگ برائیوں اور سرکشی میں مبتلا ہوں، ان کے لیے سزا و عقوبت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے؛

الٓمٓ ۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ، وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ، اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ۔

(العنکبوت: ۱تا۴)

یعنی "کیا لوگ یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ صرف یوں کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے، چھوڑ دیے جائیں گے، اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی؟ جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں ہم نے اُن کو بھی آزمایا تھا۔ سو اللہ تعالیٰ ان کو ضرور ظاہر کرے گا، جو (اپنے ایمان میں) سچے ہیں۔ اور ان کو بھی ضرور ظاہر فرمائے گا جو (اپنے ایمان میں) جھوٹے ہیں۔ کیا جو لوگ برے کام کرتے ہیں،

وہ ہمارے اختیار سے نکل جائیں گے؟ —— بُرا ہے جو وُہ فیصلہ کرتے ہیں!

اللہ سبحانہٗ نے اس شخص کی غلطی کو واضح فرما دیا، جو یہ گمان رکھتا ہے کہ بُرے کام کرنے والے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نکل جائیں گے۔ نہیں بلکہ وُہ جب چاہے گا، ان کو گرفتار کریگا۔ وہ غالب ہے! —— اور یہ بھی واضح فرمادیا کہ ہر مدعی ایمان کو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں میں شامل نہیں فرمائے گا۔ ہاں بلکہ ان کو آزمایا جائے گا، تاکہ سچے اور جھوٹے الگ الگ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے کہ ایمان کی سچائی اس کی راہ میں جہاد کرنے سے ہی ظاہر ہوتی ہے۔ ارشاد ہے:

" قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا " (الحجرات ۱۴)

" دیہاتی کہتے ہیں، ہم ایمان لے آئے ہیں۔ ان سے فرمادیجیے، تم ایمان نہیں لائے۔ لیکن کہو کہ ہم نے اسلام قبول کیا ہے"!

مزید فرمایا: " اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ " (الحجرات ۱۵)

" جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے، پھر شک میں نہ پڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا، یہی لوگ سچے ایماندار ہیں"

اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے وقت اپنی خواہش کی بنا پر پلٹ جانے کو خسران کا موجب قرار دیا۔ جو شخص آزمائش کے وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کنارے پر رہ کر کرتا ہے —— کنارے سے مراد وُہ جانب و طرف ہے، جس پر کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی۔ اسے قرار نہیں ملتا۔ وُہ ایمان پر اس وقت ٹھہرتا ہے، جب اس کو دنیا کا مفاد مطلوب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ " (الحج ۱۱)

وقال اللہ تعالیٰ: " اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ " (آل عمران ۱۴۲)

وقال اللہ تعالیٰ: " وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ

وَنَبْلُوَا أَخْبَارَكُمْ ۔ (محمد: ۳۱)

یعنی "لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے' جو کنارے پر رہ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ اگر اس کو کوئی دنیاوی مفاد پہنچے، تو اس کے سبب مطمئن ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی آفت اس پر آپڑے' تو منہ کے بل لوٹ جاتا ہے (یعنی کافر ہو جاتا ہے) اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی!"

اور یہ بھی ارشاد ہے: "کیا تم سمجھتے ہو کہ بغیر آزمانے کے تم بہشت میں داخل ہو جاؤ گے؟ حالانکہ ابھی تک اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو تم میں سے ظاہر نہیں فرمایا"

اور یہ بھی فرمایا: "ہم تم کو ضرور آزمائیں گے، تاکہ ہم تم میں سے مجاہدوں اور ثابت قدم رہنے والوں کو ظاہر کر دیں، اور تمہارے حالات جانچ لیں۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ دنیا میں جہاں مرتدین موجود ہیں، وہاں اللہ تعالیٰ کے محب و محبوب مجاہدین بھی موجود ہیں۔ ارشاد ہے:

" يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۔" (المآئدة: ۵۴)

یعنی "اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ ایسی ہستیوں کو لے آئے گا، جن سے اس کی محبت ہوگی، اور ان کو اس سے محبت ہوگی۔"

یہ لوگ نعمت ایمان پر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے ہیں، جو ہر موقعہ ایمان پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۔" (آل عمران: ۱۴۴)

یعنی "حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ تعالیٰ کے صرف پیغمبر ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو گزرے ہیں، بھلا اگر فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے (مرتد ہو جاؤ گے؟)"

جب اللہ تعالیٰ انسان کو صبر و شکر کی نعمت عطا فرماتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ اس کے لیے خیر کا موجب ہوتا ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لا یقضی اللّٰہ للمؤمن قضاء الّا کان خیراً لّہ، ان اصابتہ سرّاء فشکر کان خیرا لّہ، وان اصابتہ ضرّاء فصبر کان خیراً لّہ"

یعنی" اللہ تعالیٰ مومن کے لیے جو بھی فیصلہ فرماتا ہے، وُہ اس کے حق میں خیر ہوتا ہے۔ اگر اس کو خوش حالی ملے تو شکر کرتا ہے، یہ اس کے لیے خیر ہے۔ اگر اس کو تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، اور یہ بھی اس کے لیے خیر ہے"

صابرو شاکر وُہ سعادت مند ہیں کہ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کئی مقامات پر فرمایا ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ صبر و شکر کی نعمت سے نہ نوازے، اس کا حال بڑا ابتر ہوتا ہے۔ خوشی اور تکلیف میں سے ہر ایک، اس کو بد انجام تک پہنچا دیتی ہے۔ تو پھر امورِ عظیمہ یعنی انبیاء و صدّیقین کی آزمائش میں اس کا حال کیا ہوگا؛ جن کے سبب سے اصولِ دین مضبوط ہوتے ہیں —————— نیز اہلِ نفاق اور الحاد و بہتان کے مکر سے ایمان و قرآن کی حفاظت ہوتی ہے۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں — تعریفیں بہت، پاکیزہ، بابرکت؛ جس طرح ہمارا رب پسند کرے، اور راضی ہو۔ اور جو اس کی کریم ذات، معزز سلطنت اور جلال کے مناسب حال ہوں! — اللہ ہی سے سوال ہے کہ وُہ آپ حضرات اور باقی مومنوں کو دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ثابت قدم رکھے۔ اور آپ حضرات پر اپنی باطنی اور ظاہری نعمتیں پوری فرمائے! — اپنے دین، اپنی کتاب، اپنے رسُول اور اپنے مومن بندوں کی کافروں اور منافقوں کے مقابلے میں مدد فرمائے — جن کے ساتھ ہمیں جہاد اور سختی کا اس نے اپنی کتابِ مبین میں حکم دیا ہے"! (امام ابن تیمیہؒ کی بات یہاں ختم ہوئی)

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ان کی تکالیف و مصائب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تھے۔ اور یہ اُن کی رفعتِ شان کا ذریعہ ہیں، نہ کہ عیب! جیسا کہ اس کجرو نبہانی نے جھوٹا دعویٰ کیا ہے۔

نویں وجہ | نبہانی کے قول کی تردید اس کے اپنے ہی اس قول سے ہو رہی ہے کہ "ابنِ تیمیہ

کے علم اور اس کی کتابوں سے نفع رسانی اللہ نے اتنی مقدر نہیں کی، جتنی ابنِ حجر کے علم اور کتابوں سے نفع رسانی کا سامان کیا ہے۔ ابنِ تیمیہؒ کی کتابیں بے کار کونوں کھدروں میں پڑی ہیں۔ الخ!" اس کی یہ گفتگو بچگانہ ہے۔ اس کا اس طرح کا کلام پہلے کئی جگہ گزر چکا ہے۔ ہم وہیں اس کا جواب بھی دے چکے ہیں، جس سے مومنوں کے سینوں کو شفا۔ ملتی ہے۔ ہم یہاں بھی کہتے ہیں: کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ، جس کے لیے سب تعریفیں ہیں، نے شیخ کے علم اور اس کی کتابوں سے ہر زمانے میں خوب نفع پہنچایا، اور ان میں برکت رکھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا مطالعہ کرنے والوں کے سینوں میں انشراح ہوتا ہے، اور دل منور ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ علومِ نبویہ اور وحی الٰہی پر مشتمل ہیں۔ یہ مومنوں کے سینوں کے لیے شفا۔ کا سامان ہیں، اور بدعتیوں کی آنکھیں ان سے اندھی ہیں۔ آپ کے اہلِ مذہب، اور اسی طرح سب مذاہب کے انصاف پسند حضرات ان سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ شیخ قدس اللہ روحہٗ نے اپنی مصنفات میں اس بات کی ضمانت نہیں دی کہ ان کا کلام مردہ دل، جامد الذہن، اور بدسرشت لوگ بھی سمجھ لیں گے۔ وُہ بزبانِ حال کہتے ہیں ؎

علیّ نحت القوافی من معادنہا　　　وما علیّ اذا لم تفہم البقر

"میرے ذمہ یہ تو ہے کہ قوافی کو ان کی کانوں سے کھرچ کر نکال لوں۔ میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں کہ گائے نہیں سمجھتی!" بلکہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس نوع کے لوگوں کا ذمہ نہیں لیا کہ وُہ اس سے، اس کے رسولوں سے وُہ ہدایت سمجھ لیں، جو وُہ لائے ہیں۔ اور ان کی پیش کردہ بیّنات، دینِ حق، حجت اور شفا۔ سے منتفع ہوں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا" (الکہف)

یعنی "ہم نے ان کے دلوں پر، کہ وہ اس کو سمجھ لیں، پردے ڈال دیے ہیں، اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔"

اور ارشاد ہے: "اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ" (یٰسٓ: ۸-۹) یعنی "ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیے ہیں، جو

ٹھوڑیوں تک ہیں، اور سر اُلل رہے ہیں۔ ہم نے ان کے آگے سد قائم کر دی ہے اور اُن کے پیچھے سد قائم کر دی ہے، اور اُن کو ڈھانپ دیا ہے — وُہ نہیں دیکھ سکتے!

کیا خوب کہا گیا ہے ؎

فیا لک من آیات حق لو اھتدیٰ — بھنّ مرید الحقّ کن ھوادیا

"کیا ہی خوب آیات ہیں! اگر اُن کے ذریعے حق کا متلاشی ہدایت پا جائے تو وُہ ہادی ہوتی ہیں"

ولٰکن علی تلک القلوب اکنّۃ — فلیست وان اصغت تجیب المنادیا

"لیکن ان کے دلوں پر پردے ہیں، اب اگر دھیان دیں بھی تو منادی کو جواب نہیں دے سکتے"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ" (الانفال، ۲۳) یعنی "اللہ اگر ان میں خیر کی صلاحیت دیکھتا تو اُن کو سننے کی توفیق دیتا۔ اگر بغیر صلاحیت کے ان کو سنواتا تو منہ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے"

ابنِ حجر کی کتابیں، جن پر یہ کجرو پھُولا نہیں سماتا، اہلِ بصیرت کے ہاں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتیں — سوائے کم مرتبہ لوگوں کے! — وُہ یا تو دوائیاں باندھنے کے کام آتی ہیں، اور یا چمگادڑوں کے گھونسلوں کے! — کیونکہ یہ بے مغز کے چھلکے ہیں۔ یہی حال سبکی اور اس کے بیٹے کی کتابوں کا ہے۔ مثل مشہور ہے، "وُہ اپنی بیماری مجھ پر پھینک کر کھسک گئی!" — "الزام ان کو دیتے تھے، قصور اپنا نکل آیا!" — ہم پوچھتے ہیں کہ بالفرض کجرو کے دعوے کے مطابق اگر یہ بے کار پڑی ہیں، تو اس میں ان کتابوں کا کیا قصور ہے؟ ہم علیٰ وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ اس سے ان کی شان میں کوئی خلل نہیں واقع ہوتا ؎

لیس الخمول بعار — علی امرئ ذی کمال

"صاحبِ کمال آدمی کے لیے گمنامی کوئی عیب نہیں!"

فليلة القدر تخفى وتلك خير الليالى

" لیلۃ القدر مخفی ہے (واضح نہیں ہے) حالانکہ وُہ سب راتوں سے بہتر ہے۔"

علم کی فضیلت اس سے بے نیاز ہے کہ اس کی شہرت ہو، اور اس کی طرف اشارے کیے جائیں۔ اس کی قدر اور مرتبہ کو جاننے والوں کے فقدان سے اس کا کوئی نقصان نہیں۔ نفیس موتی کی نفاست کوئلہ فروش کی جہالت سے سلب نہیں ہوتی، نہ ہی جبکہ وُہ کوڑے میں پڑا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک (جلّ جلالہٗ) خود کنزِ مخفی تھا۔ اس کے اپنے سوا کوئی اسے جانتا نہ تھا۔ کیا اس سے اس کی جلالتِ قدر کو نقصان پہنچا؟ نہیں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ، جو دنیا کی پیدائش سے پہلے تھا، وُہی دنیا کی پیدائش کے بعد ہے۔ اس سے اس کی جلالتِ قدر اور علوِ شان میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ بعض اصحابِ معرفت نے جو فرمایا، یہ اس کا خلاصہ ہے۔ وُہ پاک ذات جیسے پہلے تھی، ویسے ہی اب بھی ہے۔ پھر اگر اس کجرو سے دریافت کیا جائے کہ اس کے امام کی کتابیں کہاں باقی ہیں، تو کیا جواب دے سکتا ہے؟ اس کو پورا علم ہے کہ کتاب "ہز القحوف شرح عقیدہ ابی شادوف" کے نسخے اقطار و بلاد میں اس قدر پھیلے ہیں کہ اس کے امام کی کتب کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہو سکا۔ اگر لائبریریوں کو کھنگالا جائے تو کتاب "الام" کے مشکل سے دو تین نسخے دستیاب ہو سکیں گے۔ ہو سکتا ہے وُہ دیمک زدہ کرم خوردہ اور بوسیدہ بھی ہوں، اگر مصری مطابع اس کی طباعت کے لیے فیاضی کا ثبوت نہ دیتے، تو اس کجرو کو اس کا دیکھنا بھی نصیب نہ ہوتا۔ کیا اس پر یہ پھبتی کسی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب سے نفع مقدر نہیں کیا؟ جبکہ "ہز القحوف" اور اس جیسی دیگر کتابوں کے نفع کو مقدر فرمایا ہے۔

ہم اس سے پوچھتے ہیں، کہاں ہیں کتابیں امام شافعیؒ اور ان کے متقدمین اصحاب کی، اور کہاں ہیں مجتہدین کی کتابیں، مثلاً مذاہبِ اربعہ وغیرہ اور ان کے اصحاب کی کتابیں؟ اور کہاں ہیں اندلسیوں کی کتابیں؟ حالانکہ ان میں سے کچھ کتابیں، جو چالیس کے قریب تھیں، ناصر لدین اللہ کے کتب خانے میں موجود تھیں۔ اور کہاں ہیں وُہ کتابیں جو عباسیوں کے کتب خانوں میں تھیں؟ اور کہاں ہیں مدارسِ بغداد کے کتب خانے، اور کہاں ہیں

نبہانی کو خوش خبری دیتا ہوں کہ شیخ تقی الدینؒ اور ان کے اصحاب کی سب کتابوں کو مصر و ہند میں عنقریب زیورِ طبع سے آراستہ کر دیا جائے گا، پھر ان میں سے کوئی چیز گوشۂ گمنامی میں باقی نہ رہے گی — تب نبہانی کی ذلت و رسوائی دیدنی ہوگی۔

ہم چوتھی بار کہتے ہیں کہ کتابوں کی عام نشر و اشاعت اور قبولِ عام کا سنّت و بدعت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں - ہم دیکھتے ہیں، کتنی ہی کتابیں ہیں جو بدعات سے بھری ہوئی ہیں، اور ان کے مصنّف بدعتیوں کے شیخ بھی ہیں- اس کے باوجود بہت سی سنّت کی کتابوں سے ان کی نشر و اشاعت زیادہ ہے۔ زمخشری کی "کشاف" کو دیکھ لیجئے اس کے معتزلہ ہونے کا حال تو سب کو معلوم ہے، اور اس کی تفسیر معتزلہ کی بدعتوں اور آراء سے پُر ہے۔ لیکن اس کی اشاعت اس قدر ہے کہ کسی دوسری تفسیر کو حاصل نہ ہو سکی۔ لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں اس کا حوالہ دیتے ہیں- اور مصنّف کے زمانہ سے تا ایں زمانہ، لوگ اس سے نقل کرتے چلے آتے ہیں۔ چنانچہ بعد میں آنے والے مفسّرین بھی اس سے بے نیاز نہیں ہو سکے۔ بتاؤ کہ بدعت کے لیے، کتابوں کی اشاعت اور عدمِ اشاعت کونسی تاثیر ہے؟ معتزلی سکاکی کی کتاب "المفتاح" کو لیجیے، لوگ شروع سے اس کے فوائد سے مستفید ہو رہے ہیں۔ مصنّف کے زمانے سے آج تک اس کو پڑھتے آئے ہیں، اس کی برکت دور و نزدیک عام ہو گئی ہے۔ حالانکہ معتزلہ کے شیطانی وساوس اور بدعات اس میں موجود ہیں — اس کی اشاعت کا مقابلہ کس سے کیا جا سکتا ہے؟ ماوردی، جو ائمہ شافعیہ میں سے ایک امام ہیں، اور اہلِ اعتزال کا مسلک رکھتے تھے، ان کی کتابیں فیضِ عام اور کثرتِ برکت کی حامل ہیں۔ ان کی بدعت نے ان کی کتابوں کو زاویۂ خمول میں کیوں نہ رکھا؟ — رافضیوں، زیدیوں، قدریوں، ظاہریوں کی کتابوں اور مشہور معتزلی جاحظ کی کتابوں کی بھی یہی صورتِ حال ہے!

یہاں استقصاء مقصود نہیں! مقصد یہ ہے کہ نبہانی نے شیخ تقی الدینؒ کی کتابوں کے حق میں جو ہرزہ سرائی کی ہے، اس کی کوئی وجہ موجود نہیں۔ بلکہ یہ اس کی جہالت، تعصب للباطل اور اتباعِ اہوا کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے آخری زمانے کے بہترین عالم کو بے عزت کرنے کی کوشش کی پاداش میں خود اسے ذلیل و رسوا کر دیا ہے، اور اس کے مسلک کی طرف التفات

مدرسہ نظامیہ کی کتابیں ؟ پھر کہاں ہیں مدرسہ مستنصریہ کی کتابیں ـــ اور کتابوں کے مصنّفین کے تراجم میں جن کتابوں کا تذکرہ ہوتا ہے ، وُہ کہاں ہیں ؟ حالانکہ یہ اس قدر ہیں ، جو زبان و بیان کی طاقت سے باہر ہیں !

کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کتابوں کے مصنّف اہلِ بدعت تھے ، اللہ تعالیٰ نے ان کی کتابوں سے نفع رسانی کا فیصلہ نہیں کیا ، بلکہ بے کار کونوں کھدروں میں پڑی ہیں یا تلف ہو گئی ہیں ؟ ـــ اور ابنِ حجر کی کتابیں سعادت کا خزانہ ہیں ، اسی لیے ان کو عوام میں قبولِ عام حاصل ہے !ـــ ایسی بات ایک پاگل ہی کہہ سکتا ہے ، جو جہالت کے میدان میں سرگرداں ہو - بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کی متقدمین کی کتب سے محرومی ، ان کے مصائب و نوائب میں شامل ہے - یہی وجہ ہے ، بلاد المسلمین میں جہالت ، بدعملی اور تعلیم و تربیت کا فقدان ہے - کہ ان کے ہاں کتبِ متداولہ عموماً وُہ ہیں ، جو عجمیوں کی ہیں -

ہم تیسری مرتبہ پھر بابانگِ دہل کہتے ہیں کہ شیخ کی کتابیں 'بحمد اللہ' سنّت کے مددگاروں اور اہلِ حدیث کے ہاں ، نیز بلادِ ہند ، بلادِ نجد ، مصر ، شام اور عراق میں امام احمد نضر اللہ وجہہ کے متبعین کے ہاں محفوظ و متداول ہیں - یہ ایسی شاندار کتابیں ہیں ، جن کی نظیر نہیں ملتی - اور جن میں مشتاق لوگ شوق کرتے ہیں ، کاش ہمیں پتہ چل سکے کہ کونسی کتاب ناپید ہے ، اور اس کے کثیر نسخے موجود نہیں ہیں ؟

کاش یہ کجرو دار السلطنت کی لائبریریوں ، مصر خدیویہ کی لائبریریوں ـــ نیز شام ، عراق اور ہند وغیرہ کی لائبریریوں کے دفاتر کی طرف مراجعت کرتا تو یہ ہفوات نہ بکتا - میرا خیال ہے کہ اس نے کتاب " المنہاج " اور " العقل والنقل " کی کئی جگہوں میں بیاض دیکھ کر یہ سب کچھ کہہ دیا ہے - حالانکہ " المنہاج " کے بہت سے نسخے دار السعادہ کے کتب خانے میں موجود ہیں - یہ سب نہایت خوش خط اور بہترین حالت میں ہیں - ہندوستان اور نجد میں بھی یہی صورت ہے - " العقل والنقل " کا بھی یہی حال ہے - قسطنطنیہ میں راغب پاشا کی لائبریری میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے ، اور گمان یہ ہے کہ وُہ مؤلف کے ہاتھ کا تحریر شدہ ہے - یہ مکمل اور صحیح نسخہ ہے - مطبوعہ " منہاج " ، مع حاشیہ کے ناشر کو جو میسّر آیا ، اس نے طبع کر دیا ہیں

نہیں کیا گیا۔ اس کے حامیوں کو چاہیے کہ اس کی مرثیہ خوانی کریں! ــــ اس کی دوسری گفتگو بھی اسی قبیل سے ہے، ہم تطویل میں اپنی قوتوں کو ضائع نہیں کرنا چاہتے۔

اس کے بعد اس نے ابن تیمیہؒ کی موافقت سے خوف دلایا ہے، تاہم بعد کی گفتگو میں جانبین کے اقوال کو حسن نیت پر محمول کرنے کا ذکر کر کے اپنے کیے کرائے پر پانی پھیر دیا ہے۔ اس کے بعد پھر ادھر ادھر ہاتھ ٹوئیاں ماری ہیں۔ گویا اس کی مثال اس عورت کی سی ہے، جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے: "كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا"، (النحل: ۹۲)

یعنی "اس عورت کی مانند، جو صبح کا کاتا سوت شام کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی تھی۔"

الغرض معمولی بصیرت رکھنے والے کے سامنے بھی اس کی ذہنی کیفیت آشکارا ہو گئی ہے، اس کے باوجود ہم نے اس کا بار بار ابطال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہدایت و توفیق دینے والا ہے!

سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم سے استغاثہ؟

پھر نبہانی (اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرے) نے چھٹا باب قائم کیا ہے۔ اس میں اس نے علماء و صالحین کی حکایات و آثار درج کیے ہیں، جنھیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کے ذریعے فوائد حاصل ہوئے۔ اور کہا ہے، یہ حکایات و آثار قابلِ اعتماد ثقہ حضرات سے منقول ہیں۔ چنانچہ تین ائمہ سے اس کا اثبات ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ابو عبداللہ ابن نعمان الفاسی نے اپنی کتاب "مصباح الظلام" میں، قسطلانی نے اپنی کتاب "مواہب لدنیہ" میں، نور الدین حلبی نے اپنی کتاب "بغیۃ الاحلام" میں ــــ جبکہ دیگر حضرات نے بھی اس کا اثبات ذکر کیا ہے! ــــ پھر پہلی فصل میں ان لوگوں کا ذکر کیا، جنھوں نے مغفرت وغیرہ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا۔ اس سلسلہ میں ایک اعرابی کا قصہ لکھا، جس نے کہا تھا ؎

یا خیر من دفنت فی القاع أعظمہ   فطاب من طیبهن القاع والأکم

"اے قبرستان میں مدفون لوگوں میں سے بہترین اور عظیم ترین ہستی، جس کی خوشبو سے میدان اور ٹیلے مہک گئے ہیں۔"

نفسی الفداء لقبر أنت ساکنه ۔۔۔۔۔ فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

"آپ کی قبر پر، جس میں آپ آرام فرما ہیں، میری جان قربان! اس قبر میں عفت و جود و کرم مدفون ہے!"

پھر اسی قبیل کی دیگر کہانیاں لکھی ہیں۔ جبکہ دوسری فصل میں ان قیدیوں نیز جنگلوں اور سمندروں میں بھٹکے ہوئے مصیبت زدہ لوگوں کا ذکر کیا ہے، جو شدائد و اسقام میں مبتلا ہوئے۔ پھر اس سے ملتی جلتی عاداتِ خوارقہ کا ذکر کیا ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ظہور میں آئیں۔ اس فصل میں اس نے ایسے لوگوں کی بہت سی حکایات لکھی ہیں، جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بہت سی حاجات میں استغاثہ کیا تھا، اور وہ پوری ہو گئی تھیں۔ اسی طرح انھوں نے صالحین سے استغاثہ کیا، تو بھی ان کا مقصود حاصل ہو گیا۔ نیز شیخ احمد رفاعی سے نقل کیا ہے کہ: "جس شخص کو کوئی حاجت ہو، وہ میری قبر کی طرف متوجہ ہو کر سات قدم چلے، اور مجھ سے استغاثہ کرے تو اس کی حاجت پوری ہو گی!"

——— مختصراً اس نے اس طرح کی ہفوات و خرافات بکی ہیں کہ بتوں کے پجاریوں کو بھی مات دیدی ہے۔

ان ہفوات کا جائزہ ان سب کا جواب شیخ الاسلام تقی الدینؒ نے اپنی کتاب "اقتضاء الصراط المستقیم فی مخالفۃ اہل الجحیم" میں دیا ہے۔ پہلے انھوں نے ان شبہات اور حکایات کا ذکر کیا ہے، جن سے غالی استدلال کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: "ایسی حکایات کم علم اور دین میں ناپختہ لوگ گھڑتے ہیں۔ یہ حکایات عموماً ایسے مجہول لوگوں سے مروی ہوتی ہیں جنھیں کوئی نہیں جانتا۔ پھر ان میں بعض ایسی ہوتی ہیں کہ کہنے والے نے اپنے اجتہاد سے کہی ہوتی ہیں۔ ان میں خطاء و صواب دونوں کا احتمال ہوتا ہے ——— یا یہ بہت سی شروط و قیود کے ساتھ خاص حالات اور مواقع سے متعلق ہوتی ہیں۔ اس طرح ان میں کوئی خطرہ نہیں ہوتا، تاہم نقل کرتے وقت ان میں تحریف کر دی جاتی ہے۔ مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کے بعد، جب زیارتِ قبور کی اجازت دی تو باطل پرستوں نے سمجھا کہ اس سے ان کی مزعومہ زیارت مراد ہے۔ جس میں قبر کے پاس نماز پڑھنا اور صاحب قبر سے استغاثہ مقصود

ہوتا ہے۔ پھر باقی دلائل ایسی نقل کے ساتھ ہوتے ہیں، جس کے ذریعے شرع کا اثبات نہیں ہو سکتا ___ یا ایسے قیاس کے ساتھ، کہ جن سے عبادات کا استحباب بھی جائز نہیں ہوتا۔ یہ سب کچھ اس کے باوجود ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مشروع نہیں کیا۔ ایسی حکایات و قیاسات سے، جو انبیائے کرام سے منقول نہیں، عبادات کا اثبات نصاریٰ اور ان جیسے دیگر لوگوں کی عادت ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے اثبات میں اصل قابلِ اتباع کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، نیز سابقونِ اوّلون کی راہ ہے۔ ان اصولوں کے بغیر حکم شرعی نصًا، یا استنباطًا ثابت نہیں ہوتا۔"

شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: "مشرکین، جن کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا، اپنے بتوں کے پاس دُعا۔ کیا کرتے تھے۔ کبھی ان کی دعائیں اسی طرح قبول ہو جاتی تھیں، جس طرح کبھی کبھی ان قبر پرستوں کی پوری ہو جاتی ہیں۔ ہمارے زمانے میں بھی اس طرح کا ایک گروہ موجود ہے۔ چنانچہ اگر اس کو اس بات کی دلیل بنایا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتا، اور اسے پسند فرماتا ہے، تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ یہ کفر متناقض ہے۔ اس کے باوجود آپ کو ایسے لوگ بکثرت ملیں گے، جو کسی قبر وغیرہ کے پاس استغاثہ کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر کوئی کسی ایک بت یا قبر کے ساتھ عقیدت اور حسنِ ظن رکھتا ہے، جبکہ دوسرے بُت یا قبر سے بدگمان ہوتا ہے۔ ہر ایک کا دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ صرف اسی کے بُت کے پاس دُعا۔ قبول ہوتی ہے، اور کسی دوسرے کے پاس قبول نہیں ہوتی۔ ظاہر ہے، ان سب کو صحیح ماننا محال ہے۔ بعض کو چھوڑ کر بعض سے موافقت، تحکم یا ترجیح بلا مرجح ہے، اور ان سب کے دین کو اختیار کرنا جمع بین الاضداد! ۔ ان کا زعم یہ ہوتا ہے کہ جس قدر اُن کی توجہ اپنے بُت کی طرف زیادہ، اور دوسرے کی طرف کم ہوگی، اسی قدر اس کی تاثیر زیادہ ہوگی۔ اور اگر دوسروں کی نفی کو چھوڑ کر، جس بات کو وُہ ثابت کرتے ہیں، اس میں سب کے ساتھ موافقت ہوگی تو اس کی تاثیر کم ہو جائے گی۔ لہٰذا ان کا خیال یہ ہے کہ اگر ایک شخص، جب ایک سے زیادہ (بتوں یا قبروں) کے ساتھ قبولیت کا حسنِ ظن رکھتا ہو، تو اُس کی تاثیر اس قدر نہیں ہوگی، جس قدر کہ دوسروں کو چھوڑ کر صرف ایک سے حسنِ ظن کی بنا۔ پر ہوگی۔ یہ سب اوثان کے خصائص ہیں!"

پھر شیخ نے اس اجمال کی تفصیل بیان فرمائی ہے، اور حسبِ عادت خوب وضاحت و اطناب سے کام لیا ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"جہاں تک جہتِ طلب کی بناء پر تحریم کا تعلق ہے، تو یہ کبھی اس لیے ہوتی ہے کہ یہ دعاء لغیر اللہ ہے۔ جیسا کہ جادوگر ستاروں کے ساتھ گفتگو کرتے، اور ان کی عبادت کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض مرتبہ، جبکہ اہلِ ایمان کی دعاء اور ان کی عبادت، یا ایسی کوئی دوسری چیز اس کے معارض نہ ہو، تو کئی قسم کی حاجات پوری بھی ہو جاتی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس طرح کے کام زمانۂ فترت اور بلادِ کفر میں، اہلِ ایمان کے علاقے اور زمانے کی نسبت زیادہ ہوتے ہیں۔ میں ایسے لوگوں کو جانتا ہوں، جو شدائد و مصائب میں زندوں سے استغاثہ کرتے ہیں تو ان کے شدائد و مصائب دُور ہو جاتے ہیں۔ کئی مرتبہ ایسے امور دیکھنے میں آتے ہیں، جن کا مستغاث بہ کو قطعاً علم نہیں ہوتا۔ کئی لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے ایذاء دہندگان کے لیے بددعاء کرتے اور ان کی ایذاء رسانی پر توجہ مرکوز کر دیتے ہیں، تو وہ بعض زندوں یا مردوں کو دیکھتے ہیں، جو اُن کے اور ایذاء دینے والوں کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔ بعض مرتبہ وہ یوں محسوس کرتے ہیں کہ وہ ایذاء رساں کو تلوار سے مارتے ہیں، چاہے حائل ہونے والے کو اس کا علم تک نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فعل ایسے سبب سے ہوتا ہے، جو مقصود اور دفاع کرنے والے کے درمیان ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اس طاعت کی وجہ سے ہوتا ہے، جس کا اس نے حکم دیا ہے۔ اور یہ عین ممکن ہے!

اور کبھی کبھی عبّاد الاصنام کے لیے ایسے امور مشاہدے میں آتے ہیں، جنھیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پسندیدہ سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ حرام ہوتے ہیں۔ اور یہ کام اپنے اعوان و انصار کے لیے شیاطین انجام دیتے ہیں۔ چنانچہ جب کسی ایسے شخص کو پکارنے کا فوری اثر ظاہر ہوتا ہے، جس کے بارے ہمیں یقین ہوتا ہے کہ اس نے اس پکار کو سنا تک نہیں، تو یہ وہم کیونکر کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں سبب بنا ہوگا، یا اس نے اس میں کوئی کردار ادا کیا ہے؟ — اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے کرتا ہے، تو جب سبب ہی حرام ہے، تو اس سبب کو اختیار کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟ مثلاً وہ امراض، جنہیں اللہ تعالیٰ زہر کھانے کے بعد پیدا کرتا ہے (زہر کھانا حرام ہے، تو ان امراض کا سبب حرام ہوا!) — کبھی دعاء فی نفسہٖ حرام

ہوتی ہے، مثلاً غیر اللہ سے دُعا، کہ وُہ اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے دعا کرے۔ جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں "اے والدہ الٰہ! ہمارے لیے الٰہ کے پاس سفارش کیجئے" کبھی دُعا، اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے مگر اس میں توسّل ایسا ہوتا ہے کہ وُہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ ہوتا ہے۔ اس کی مثال مشرکین کا، اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے بتوں کا توسّل اختیار کرنا ہے ـــــ اور کبھی دعا، ایسے کلمات سے ہوتی ہے کہ مناجاتِ الٰہی کے لیے یہ کلمات مناسب نہیں ہوتے ـــــ گو اس قسم کی دُعاؤں سے دعا کنندہ کا مقصود کبھی کبھی حاصل ہو جاتا ہے تاہم ان میں جو خرابی ہوتی ہے، وُہ ان کی منفعت سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ حرام ہوتی ہیں، اور جن لوگوں کی ہدایت و نورانیتِ قلب کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ نہیں کیا ہوتا، یہ ان کے حق میں بڑا فتنہ ہوتی ہیں۔ کیونکہ وُہ تکوینی اور تشریعی امور، نیز تقدیر اور تشریع میں فرق کو نہیں سمجھتے ـــــ انہیں علم نہیں ہوتا کہ امور کی تین اقسام ہیں:

۱۔ وُہ امور جنھیں اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں نہ تو پسند کرتا ہے اور نہ ان پر خوش ہوتا ہے ـــــ ان امور کو حاصل کرنے کے اسباب حرام اور عذاب کا موجب ہیں۔

۲۔ وُہ امور، جنھیں اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں پسند فرماتا اور اس پر خوش ہوتا ہے کہ بندہ انھیں بجا لائے، لیکن ان کے حصول پر اس کی اعانت نہیں فرماتا۔

۳۔ ایسے امور، جنھیں اللہ تعالیٰ بندے سے پسند بھی کرتا ہے، اور ان پر اس کی اعانت بھی فرماتا ہے۔

پہلی صورت اللہ تعالیٰ کی اعانت ہے۔ دوسری اللہ تعالیٰ کی عبادت، جبکہ تیسری صورت عبادت و اعانت کا مجموعہ ہے۔

ایسی دعا، جو مباح ہے۔ جب وُہ مؤثر و مقبول ہوتی ہے۔ تو یہ اعانت کے قبیل سے ہوتی ہے، عبادت کے قبیل سے نہیں ـــــ مثلاً کفار و منافقین اور فساق کی دعائیں، چنانچہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ جو دعا، شرک پر مشتمل ہو، مثلاً غیر اللہ سے دعا کرنا کہ وُہ یہ کام کر دے یا اس سے دعا کرنا کہ وُہ اس کے لیے دعا کرے، یا اسی طرح کی اور دعائیں ـــ اُن سے دعا کنندہ کی غرض بر نہیں آتی، اِلّا یہ کہ یہ حقیر اور معمولی امور سے متعلق ہوں۔

لیکن جہاں تک امورِ عظیمہ کا تعلق ہے، مثلاً قحط کے زمانہ میں بارش برسانا، یا نازل ہونے والے عذاب کو دور کرنا، تو اس موقع پر یہ شرک کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے:

"قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝" (الانعام: ۴۰-۴۱)

یعنی "آپؐ ان سے کہہ دیں: بھلا بتاؤ تو سہی، اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے، یا قیامت آموجود ہو، تو کیا اس وقت تم غیر اللہ کو پکارو گے؟ اگر سچے ہو تو بتاؤ! نہیں، بلکہ تم اسی ایک اللہ کو پکارتے ہو! تو جس مصیبت کے لیے تم اس کو پکارتے ہو، وہ چاہے تو اس کو دور فرما دیتا ہے۔ اور جنھیں تم شریک بناتے ہو، اس وقت اُن کو بھول جاتے ہو!"

نیز فرمایا:

"وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا" (الاسراء: ۶۷)

"اور جب تمہیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے (ڈوبنے کا خوف لاحق ہوتا ہے) تو جن کو تم پکارا کرتے ہو، وہ سب گم ہو جاتے ہیں ـــــ سوائے اس (اللہ) کے! پھر جب وہ تم کو ڈوبنے سے بچا کر خشکی پر لے آتا ہے، تو تم منہ پھیر لیتے ہو ـــــ اور انسان ہے ہی ناشکرا!"

نیز ارشاد فرمایا:

"اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ـ الاٰية" (النمل: ۶۲)

"بھلا کون ہے جو لاچار و بے قرار کی دعا سنتا ہے، جب وہ اس کو پکارتا ہے۔ اور کون اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے، اور کون تم کو زمین میں پہلوں کا جانشین بناتا ہے؟"

اور ارشاد ہے:

"قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ

اَقۡرَبُ وَيَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَہٗ وَيَخَافُوۡنَ عَذَابَہٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحۡذُوۡرًا "
(الاسرآء: ۵۶-۵۷)

" آپؐ فرما دیجیے: (اے مشرکو!) جن کو تم اللہ کے سوا مشکل کشا سمجھتے ہو، ان کو پکار دیکھو وُہ نہ تو تمہاری تکلیف دور کر سکتے ہیں، اور نہ اس کو دُوسروں کو لگا سکتے ہیں۔ جن کو تم پکارتے ہو، وُہ تو خود اپنے رب کے ہاں ذریعۂ تقرب تلاش کرتے رہتے ہیں کہ ان میں سے کون اللہ کا زیادہ مقرب ہے؛ وُہ اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں، اور اس کے عذاب کا خوف رکھتے ہیں۔ بے شک تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کے لائق ہے"!

نیز ارشاد فرمایا:

" اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلۡ اَوَلَوۡ كَانُوۡا لَا يَمۡلِكُوۡنَ شَيۡـًٔـا وَّلَا يَعۡقِلُوۡنَ ۔ قُلۡ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيۡعًا ؕ " (الزمر: ۴۳، ۴۴)

یعنی "کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور سفارشی بنا لیے ہیں؟ کہہ دیجئے: کہ خواہ وُہ کسی چیز کا بھی اختیار نہ رکھتے ہوں، اور نہ کچھ سمجھتے ہوں؟ کہہ دیجیے، شفاعت (سفارش) تو سب اللہ کے اختیار میں ہے"!

یہ بڑے بڑے مطلوب، جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قبول نہیں کر سکتا، اس کی توحید کی دلیل ہیں اور اس شخص کے شبہے کو قطع کر دیتے ہیں، جو اس کے ساتھ شرک کرے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان سے کمتر درجے کی دعاؤں کو قبول کرنا بھی صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کا فعل ہے۔ چاہے اس کام کے ہو جانے کے اسباب مباح ہوں، یا حرام ہوں۔ یوں سمجھیں کہ جس طرح اس (اللہ) کا آسمانوں، زمینوں، ہواؤں، بادلوں وغیرہ بڑے بڑے اجسام کو پیدا کرنا اس کی وحدانیت اور اس کے ہر چیز کے خالق ہونے کی دلیل ہے، اسی طرح اس بات کا ثبوت بھی، کہ جو اس سے کم تر درجے کی اشیاء ہیں، ان کا تو وُہ بدرجۂ اولیٰ خالق ہے۔ کیونکہ وُہ مخلوقاتِ عظیمہ سے منفعل ہے۔ سببِ تام کا خالق، لامحالہ مسبّب کا خالق ہے! جامع بات یہ ہے کہ شرک دو نوع کا ہے:

اوّلاً شرک فی الربوبیت، ___ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو بھی تدبیر کنندہ سمجھ لیا جائے۔

جیسا کہ ارشاد ہے:

" قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ "

(سبا: ۲۲)

یعنی" کہہ دیجیے: جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو، ان کو بلاؤ۔ وُہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ بھر اختیار نہیں رکھتے۔ نہ ہی ان کی ان دونوں میں کچھ شراکت ہے، اور نہ ہی ان میں سے کوئی اس کا مدد گار ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمادی کہ بالاستقلال ان کو ذرہ بھر اختیار نہیں۔ نہ وُہ اس کے شریک وسہیم ہیں، اور نہ ہی اس کی بادشاہت میں مدد گار ہیں۔ اب جو نہ تو مالک ہو، نہ شریک اور نہ مدد گار، اس کا تعلق تو منقطع ہوگیا۔

ثانیاً، شرک فی الالوہیت، یہ کہ غیر اللہ سے عبادت اور سوال کی دُعا کی جائے حالانکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" یعنی ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔" جیسا کہ اسباب کے طور پر مخلوقات کا اثبات توحیدِ ربوبیت میں قدح کا باعث نہیں، نہ ہی اس سے اللہ تعالیٰ کے" خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ" ہونے کی ممانعت ہوتی ہے، اور نہ ہی اس سے واجب آتا ہے کہ مخلوق سے عبادت و استعانت کی دعا۔کی جائے۔۔۔ اسی طرح بعض شرکیہ یا غیر شرکیہ اسباب محرمہ کا اسباب کے طور پر اثبات توحیدِ الوہیت میں کوئی نقصان نہیں کرتا۔ نہ ہی اس سے اس بات کی نفی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی دینِ خالص کا مستحق ہے۔ جن کلمات وافعال سے شرک کی بدبُو آئے، ان سے اجتناب لازم ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا باعث ہیں۔ ان سے بندہ سزا و عقاب کا مستحق بنتا ہے، اور بندے کو نفع سے نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے: "لَا نَعْبُدُ اِلَّآ اِيَّاهُ وَلَا نَسْتَعِيْنُ اِلَّآ اِيَّاهُ" کو خیر کل قرار دیا ہے۔ باقی سارا قرآن اسی اصل کے اثبات کے گرد گھومتا ہے۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بلا اذن، شفاعت کو غیر مؤثر قرار دیا۔ ارشاد ہے:

" مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔" (البقرۃ: ۲۵۵) یعنی کون ہے جو بلا اجازت

اس کے حضور شفاعت کر سکے؟"

اسی طرح ارشاد ہے:

"وَأَنذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ" (الانعام: ۵۱)

یعنی "آپ قرآن کے ذریعے ان لوگوں کو ڈرائیں جنھیں اپنے رب کے حضور جمع ہونے کا خوف ہے۔ ان کے لیے اس کے سوا نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ ہی سفارشی"

"وَذَكِّرْ بِهِ أَن تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ" (الانعام ۷۰) "اور ان کو قرآن کے ذریعے نصیحت کیجیے کہ کہیں کوئی جان اپنے اعمال کی سزا میں ہلاکت میں نہ ڈالی جائے۔ اس روز اس کا اللہ کے سوا کوئی ولی اور شفیع نہ ہوگا"

"قُلْ أَنَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا - الآیۃ" (الانعام: ۷۱)

"آپ کہہ دیجیے، کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایسوں کو پکاریں، جو نہ ہمیں نفع دے سکیں، نہ ہمارا کچھ بگاڑ سکیں!"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُم مَّا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۖ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ ۚ لَقَد تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنكُم مَّا كُنتُمْ تَزْعُمُونَ" (الانعام: ۹۴)

یعنی "تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے آئے ہو، جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا! اور جو ہم نے تمہیں عطا کیا تھا، وہ اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو! اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے سفارشیوں کو نہیں دیکھتے، جن کے بارے میں تمہارا دعویٰ تھا کہ وہ تم میں (ہمارے) شریک ہیں؟ اب تمہارے تعلقات منقطع ہو گئے ہیں، اور جو کچھ تم دعوے کیا کرتے تھے، وہ سب ختم ہو کر رہ گئے ہیں۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۖ مَا لَكُم مِّن دُونِهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ" (السجدۃ: ۴)

"پھر وُہ (اللہ تعالیٰ) عرش پر مستوی ہوا۔ تمہارا اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی مددگار ہے، اور نہ سفارشی۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى" (الزّمر: ۳)

"اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور مددگار بنا لیے ہیں (کہتے ہیں) ہم تو ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں، کہ وُہ ہمیں مرتبے میں اللہ کے ہاں قریب کر دیں۔"

ارشاد ہے:

"اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَـيْـــًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ، قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا الاٰیۃ" (الزّمر: ۴۳-۴۴)

"کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور سفارشی بنا لیے ہیں؟ کہہ دیجیے! اگرچہ وُہ کسی چیز کا اختیار نہ رکھتے ہوں، اور نہ کچھ سمجھتے ہوں؟ نیز فرما دیجئے کہ شفاعت کا سارا اختیار تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔"

اللہ ربّ العزّت کا ارشاد ہے:

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰي حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُۨ اطْـمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُۨ انْقَلَبَ عَلٰي وَجْهِهٖ ڗ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ، يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ، يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ" (الحج، ۱۱ تا ۱۳)

"لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کنارے پر رہ کر کرتے ہیں۔ اگر اس کو کوئی دنیاوی فائدہ پہنچے، تو اس کے سبب مطمئن ہو جائے۔ اور اگر کوئی آفت آپڑے تو منہ کے بل لوٹ جائے (کافر ہو جائے)! اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا، اور آخرت میں بھی۔ یہ کھلا نقصان ہے! وُہ اللہ کے سوا اس کو پکارتا ہے، جو نہ اس کو نقصان پہنچا سکے، نہ فائدہ دے سکے۔ یہی تو پرلے درجے کی گمراہی ہے! وُہ اس کو پکارتا ہے، جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے۔ ایسا دوست بھی بُرا ہے، اور ایسا ہم نشین بھی بُرا ہے۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ " (العنکبوت: ۴۱)

" جن لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو کارساز بنا رکھا ہے، ان کی مثال مکڑی کی ہے۔ اگرچہ اس نے بھی ایک گھر بنایا، تاہم کچھ شک نہیں کہ کمزور ترین گھر مکڑی کا گھر ہے۔"

قرآنِ مجید کی زیادہ تر تعلیم اسی اصلِ عظیم، اصل الاصول کے اثبات میں ہے!

علاوہ ازیں شیخ الاسلام نے مفصّل جواب میں اوّلاً قبر کے پاس دعاء پر کلام کیا ہے، پھر فرمایا ہے: کسی امام سے منقول نہیں کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ سے سوال و استغاثہ وغیرہ کو مستحب جانا ہو۔ امام مالکؒ سے اور دوسروں سے اس کے منافی کلام منصوص مروی ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اعرابی کی حکایت معروف ہے۔ جس کا ذکر متاخرین فقہاء نے کیا ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس آیا، اور یہ آیت پڑھی: "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا " (النسآء: ۶۴) " اگر وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، آپؐ کے پاس آتے۔ اللہ سے استغفار کرتے، تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان پاتے۔"

پھر اس نے دو شعر پڑھے ؎

یا خیر من دفنت فی القاع أعظمہ فطاب من طیبھن القاع والأکم

" اے قبرستان میں مدفون لوگوں میں سے بہترین اور عظیم ترین ہستی! آپؐ کی خوشبو سے ٹیلے اور میدان مہک اٹھے ہیں۔"

نفسی الفداء لقبر أنت ساکنہ فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

" میری جان اس قبر پر فدا ہو، جس میں آپؐ سکونت پذیر ہیں۔ اس میں عفت، جود اور کرم مدفون ہے!"

اسی بناء پر اصحابِ شافعی اور اصحابِ احمد میں سے متاخرین فقہاء نے اس کو مستحب سمجھا ہے۔ حالانکہ انہوں نے اس حکایت سے دلیل لی ہے، جس سے کوئی شرعی مسئلہ ثابت

نہیں ہو سکتا۔ بالخصوص اگر یہ مسئلہ مشروع و مندوب ہوتا، تو صحابہؓ و تابعینؒ اس کا سب سے زیادہ علم رکھتے، اور اس پر عمل پیرا ہوتے! ـــــ رہی بات اعرابی کی طرح حاجت برآری کی تو اس کے کئی اسباب ہیں، جس کو میں نے کسی دوسرے مقام پر مفصل بیان کر دیا ہے۔

الغرض کسی حاجت روائی کا سبب ضروری نہیں کہ وُہ مشروع بھی ہو، اور اس کا حکم دیا گیا ہو ـــــ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں ہر سائل کو دیتے تھے، اور کسی کو محروم نہیں رکھتے تھے۔ حالانکہ یہ سوال سائل کے حق میں حرام ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" انی لاعطی احدھم العطیۃ فیخرج بھا یتأبطھا نارا، قالوا: یا رسول اللہ! فلم تعطیھم؟ قال: یأبون الا ان یسألونی ویأبی اللہ لی البخل "

" میں سائل کو عطیہ دیتا ہوں ـــــ وُہ اس کو لے کر نکلتا ہے، تو اس کی بغل میں آگ ہوتی ہے (یعنی یہ عطیہ لینا اس کے لیے گناہ ہوتا ہے) صحابہؓ نے عرض کی: یا رسولؐ اللہ! پھر آپؐ ان کو دیتے کیوں ہیں؟ فرمایا: وُہ مجھ سے سوال کرنے سے باز نہیں آتے، اور اللہ تعالیٰ میرے لیے بخل کو ناپسند فرماتا ہے۔"

اکثر یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی ایک عمل کو نیک سمجھتا ہے، اس کی ممانعت کا اس کو علم نہیں ہوتا، تو اس کو اس کے نیک مقصد پر ثواب ملے گا، اور عدمِ علم کی وجہ سے اس کو معاف کر دیا جائے گا۔ یہ ایک وسیع باب ہے۔

عام بدعی عبادات، جن سے نہی کر دی گئی ہے، اگر کوئی شخص ان پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ پھر اُن کے سبب سے اس کو ایک نوع کا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے، تاہم اس سے یہ دلیل نہیں لی جا سکتی کہ وُہ امر مشروع ہے۔ ہاں اگر اس کی خرابی اس کی مصلحت پر غالب نہ ہوتی، تو اس سے نہی نہ کی جاتی!

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نبہانی نے اس باب میں مُردوں سے بعض لوگوں کا استغاثہ کرنا ذکر کیا ہے، اور بتایا ہے کہ مستغیثین کو ان کے مقاصد حاصل ہو گئے تھے۔ نیز اس کی تائید میں بہت سی حکایات لکھی ہیں! ـــــ اس کی یہ سب باتیں نا قابلِ اعتبار ہیں۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ یہ حکایات کذب و افتراء سے محفوظ ہیں تو بھی یہ غیر اللہ سے استعانت و استغاثہ

کے جواز پر دلیل نہیں بن سکتیں۔ قبل ازیں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ استغاثہ دعاء ہے، اور دُعاء عبادت کا مغز ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، کسی اور کے لائق نہیں۔ جس نے غیر اللہ کی عبادت کی، اس نے شرک کا ارتکاب کیا!

پھر یہ حکایات ایسے لوگوں سے منقول ہیں کہ جن کے قول سے احتجاج نہیں کیا جا سکتا —— یہ نہ تو انبیاء ہیں، نہ صحابہ، اور نہ ہی یہ ائمۂ مجتہدین میں سے ہیں۔ جبکہ دین کا اثبات اس قسم کے عامی لوگوں، جہلاء اور غالی صوفیوں سے نہیں ہوتا۔ ہاں اس کے لیے دلیل کتاب و سنّت، اور مجتہدین و فقہاء کے اجماع سے ہونی چاہیے۔

—— اور جہاں تک ان مستغیثین کا تعلق ہے کہ جنھیں مُردوں سے استغاثہ سے اپنے مقاصد حاصل ہوئے، تو یہ بھی غیر اللہ سے استغاثہ کے جواز کی دلیل نہیں —— جیسا کہ شیخ نے ذکر کیا ہے —— ایسے اسباب، جن سے اللہ تعالیٰ زمین و آسمان میں حوادث کی تخلیق فرماتا ہے، ان کی حقیقت سے وہی واقف ہے، اور مخلوق ان کے ادراک سے قاصر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا طریق کار یہ تھا، وُہ مخلوق کو صرف ان باتوں کا حکم دیتے تھے، جو ان کی اصلاح پر مبنی ہوتی تھیں۔ اور ان چیزوں سے منع فرماتے تھے، جو ان کے فساد کا باعث بن سکتی تھیں۔ یہ حضرات کائنات کے اسباب میں کلام سے پرہیز کرتے تھے۔ فلاسفہ کی طرح ان میں مشغول نہیں ہوتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ایک طبیب کی ہے۔ جو کسی مریض کا معائنہ کر کے اس کا مرض معلوم کر چکا ہو! وُہ اس کے لیے دوا اور پرہیز تجویز کرتا ہے کہ فلاں دوائی کھاؤ، اور فلاں فلاں چیز سے پرہیز کرو۔ جب مریض اس کی تجویز اور پرہیز کے مطابق عمل کرے گا، تو (اگر اللہ چاہے گا) اسے شفاء حاصل ہوگی۔ جبکہ ایک فلسفی اس مرض کے اسباب، اس کی صفات، اور جو چیز اس مرض کا موجب بنی۔ گو اس پر طویل گفتگو کر سکتا ہے، لیکن اگر مریض اس سے پوچھے کہ اس مرض کا علاج کیا ہے، تو اسے اس کا پورا علم نہ ہوگا۔

اسی طرح بعض اوقات بعض اسباب کی تاثیر پر کلام کرنا کمزور دین و عقل والوں کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ اس کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو ہدایت اور یقین کے طالب

لیکن علم و ایمان سے عاری شخص کی ہوتی ہے کہ اس کی عقل ماؤف ہو جاتی، اور وُہ حیرت و پریشانی کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایک عاقل شخص کے لیے اسی قدر جاننا کافی ہے کہ شرعی امور کے علاوہ کوئی چیز، کسی حال میں بھی مؤثر نہیں ہوتی، لہٰذا اس میں کوئی منفعت نہیں ہوتی۔ اور اگر وُہ اثرانداز ہو بھی، تو اس کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ ہو گا!

پھر بسا اوقات، کسی غلط مقصد کے لیے بعض دُعاء کنندگان کی حاجت روائی کا سبب یہ ہوتا ہے کہ دعاء کنندہ اس حالت میں لازماً بے چین و مضطر ہوتا ہے ــــ ایسی حالت میں ایک مشرک اگر کسی بُت کے پاس حاجت روائی کی اللہ تعالیٰ سے دُعاء کرے، تو اس کی بھی دعاء قبول ہو جائے گی۔ کیونکہ اس وقت اس کی توجہ اللہ کی طرف گہری ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ صریح شرک ہے!

اگر کسی توسّل کی بناء پر ــــ یہ صاحبِ قبر ہو یا اس کے علاوہ کوئی دیگر ــــ دعاء کنندہ کی کوئی دعاء پوری ہو بھی جائے تو روزِ قیامت اُسے اِس کی سزا ملے گی، اور وُہ دوزخ میں جا گرے گا۔ یہ اسی طرح ہے، جیسے کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے ایسی چیز کا سوال کرے، جو اس کے لیے فتنہ کا باعث ہو ــــ مثلاً ثعلبہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کثرتِ مال کے لیے دعاء کی درخواست کی، تو آپؐ نے اسے کئی بار روکا (کہ یہ تمہارے لیے مناسب نہیں) لیکن وُہ باز نہ آیا، تو آپؐ نے اس کے لیے دُعاء کر دی۔ اور پھر ویسا ہی ہوا، جیسا آپؐ نے فرمایا تھا۔ کہ یہ دُعاء اس کے لیے دُنیا و آخرت میں شقاوت کا باعث بن گئی! کتنے ہی لوگوں نے غیر مباح دُعائیں کیں۔ ان کی دعائیں قبول بھی ہوئیں اور مقصد بھی حاصل ہو گیا، لیکن یہ ان کے لیے دُنیا و آخرت میں ہلاکت کا سبب بن گئیں۔ کبھی تو اس لیے کہ یہ سوال کرنا ہی نہ چاہیے تھا۔ جس طرح بلعام بن باعورا، ثعلبہ اور دوسرے بہت سے لوگوں نے بعض مقاصد کے لیے دعائیں کیں۔ یہ مقاصد انہیں حاصل ہوئے، تاہم یہی ان کی ہلاکت کا باعث بھی بن گئے۔ کبھی یوں ہوتا ہے کہ یہ سوال اس بھونڈے طریقے سے کیا جاتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہوتا۔ حالانکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ" (الاعراف ۵۵)

کہ "تم اپنے رب کو تضرع اور زاری سے، چھپ کر پکارو۔ بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔"

یعنی اللہ تعالیٰ دعاء اور سوال میں حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا، اس کے باوجود ان کی حاجت پوری فرما دیتا ہے۔ اسی طرح وہ لوگ ہیں، جنھوں نے اپنی دعا میں ایسی مناجات کی، جن سے اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کی جرأت کا اظہار ہوتا، اور اس کی حدود سے تجاوز ہوتا ہے۔ ان کی دعاء قبول ہو کر ان کے لیے فتنہ بن جاتی ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے تحت ہوتا ہے۔

کیا آپ دیکھتے نہیں کہ جادو، طلسمات، نظرِ بد وغیرہ، جو اللہ کے اذن سے دنیا میں تاثیر رکھتے ہیں، ان کے ذریعے بھی بہت سے نفوس کی اغراض پوری ہو جاتی ہیں۔ اس کے باوجود اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا:

" وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۭ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ، وَلَوْ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ " (البقرۃ: ۱۰۲-۱۰۳)

یعنی "انہوں نے جان لیا تھا کہ جس شخص نے جادو وغیرہ کو قبول کر لیا، اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ یقیناً وہ چیز بہت بُری ہے، جس کے بدلے میں انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا ــــ کاش وہ جانتے! اگر وہ ایمان لے آتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے، تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بہتر صلہ ملتا۔ کاش وہ اس کو جانتے!"

جادو کے ذریعے اغراض حاصل کرنے والوں کو اعتراف تھا کہ وہ آخرت میں نفع نہ دے گا، اور جادو کرنے والا آخرت میں خائب و خاسر ہو گا۔ تاہم ان کے پیشِ نظر صرف دنیا کی منفعت کا حصول تھا، نہ کہ کچھ اور! ــــ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: " وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ " "وہ جادو سیکھتے تھے، جو اُن کو نقصان دیتا، نفع نہ دیتا تھا۔"

اسی قسم کی صورتِ حال دُعاء کرنے والے ان سائلوں کی ہے، جو دعاء حرام طریقے سے کرتے ہیں، پھر بھی ان کی غرض پوری ہو جاتی ہے ــــ تاہم اس کا نتیجہ ضررِ عظیم کی صورت میں

ظاہر ہوتا ہے۔

اور کبھی دُعا، مکروہ ہوتی ہے۔ یہ بھی قبول ہو جاتی ہے، اور اس تحریم و کراہت سے کبھی دُعا کرنے والا واقف بھی ہوتا ہے، لیکن وُہ اس میں مجتہد یا مقلد ہونے کی وجہ سے معذور ہوتا ہے ـــــ اس مجتہد اور مقلد کی طرح، جو باقی اعمال میں معذور ہوتا ہے! ـــ جبکہ دوسرے لوگ کبھی کبھی کثرتِ حسنات، صدقِ قصد، یا اس طرح کے دوسرے اسباب کی وجہ سے اپنی دعا، میں تجاوز کے مرتکب ہو جاتے ہیں! ـــ تاہم جو شخص غیر اللہ سے استغاثہ کرے، اور اس کو پکارے، وُہ مشرک ہے۔ جبکہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ جرمِ شرک کو نہیں بخشے گا۔ اور باقی گناہ جس کو چاہے گا، بخش دے گا۔ ہاں اگر وہ اس حکم سے ناواقف ہو، تو پھر اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی کی امید کی جا سکتی ہے!

نبہانی نے اپنے شیخ رفاعی سے جو کچھ نقل کیا ہے، اگر یہ نقل صحیح ہے، تو احمد رفاعی نے کہا ہے: "جس شخص کو کوئی حاجت ہو، وُہ خالص غلامی کا تصور رکھ کر میری قبر کی طرف متوجہ ہو ـــ اس کی طرف سات قدم چلے، پھر مجھ سے فریاد کرے، تو اس کی حاجت پوری کر دی جائے گی" یہ بے بنیاد اور بے دلیل بات ہے۔ اس لیے کہ رفاعی نہ تو نبی تھا، نہ رسول، کہ جس کو وحی کے ذریعے یہ بتایا گیا ہو! ـــــ وُہ تو ایک عام امتی تھا، اور امام شافعی رحمہ اللہ کا کمزور سا مقلد! ـــــ اس کا امام بھی ایسی بے دلیل بات کہتا، تو وُہ رد کر دی جاتی! پھر رفاعی مسکین کی کیا حیثیت ہے؟ ـــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہر ایک کی بات لی بھی جا سکتی ہے، اور رد بھی کی جا سکتی ہے!

نبہانی نے یہ کلام جو احمد رفاعی کی طرف منسوب کیا ہے، اگر اس نے بے علمی میں یہ بات کہہ دی ہے، تو اس کی خطاء کی بخشش اور لغزش کی معافی کی امید کی جا سکتی ہے اور اگر اس نے قیامِ حجت، اور اس کی خرابی و بطلان پر برہان و دلیل ظاہر ہونے کے بعد یہ بات کہی ہے، تو اس کا حکم پہلے بیان ہو چکا ہے۔

احمد رفاعی کے بارے حسنِ ظن یہی ہے کہ اس نے یہ ہذیان نہیں بکا ہو گا اور یہ بہتان نہیں باندھا ہو گا! ـــــ وُہ ربوبیت کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے؟ ـــــ وُہ تو کانا تھا جبکہ

اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے۔ دراصل یہ سب دعاوی باطلہ نبہانی کی طرف سے اپنے شیخ دجال العصر کو خوش کرنے کے لیے ہیں۔ کیونکہ اگر کتاب "برہان المؤید" کی نسبت رفاعی کی طرف صحیح ہو، تو بھی نبہانی نے جو کچھ اس کی طرف منسوب کیا ہے، اس کی کتاب اس کو باطل کر دیتی ہے۔ وجہ یہ کہ اس میں اس کے خلاف مواد بھی موجود ہے۔ یعنی یہ کہ عبادت کی سب انواع اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ لیکن وُہ شخص، جس نے اس کتاب کو اس کی طرف منسوب کیا ہے، وہ دجال العصر، شیخ الضلال اور منبع کذب وافتراء ہے —— آہ! اس کی کتنی ہی ایسی سازشیں اور دسیسہ کاریاں ہیں! —— موصلی نے اس جیسوں کے مناسبِ حال کیا خوب کہا ہے ؎

وفظّ غلیظ القلب أیقنت أنّہ ۔۔۔ علی النّفس ما شیء أشدّ من الفض

"وُہ بدخلق، سخت دل ہے۔ مجھے یقین ہے کہ نفس پر انتشار و تفریق سے زیادہ سخت کوئی چیز نہیں ہے!"

تعرفنی فی حال النّاس کلّھا ۔۔۔ وانّی لأدری النّاس فی لؤمۃ المحض

"تم مجھے سب لوگوں کے حالات سے واقف کراتے ہو، حالانکہ میں خالص ملامت کو سب لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔"

وقالوا لقد دس الخبیث بلفظہ ۔۔۔ غداۃ عرضت الشعر من عرض العرض

"انہوں نے کہا، جس صبح میں نے اشعار پیش کیے، خبیث نے ان میں اپنے الفاظ داخل کر دیے ہیں۔"

دسائس لا تدری الیھود بعشرھا ۔۔۔ دعتہ طباع السّوء للنھش والعض

"وُہ ایسی دسیسہ کاریاں ہیں کہ یہود اُن کا دسواں حصّہ بھی نہیں جانتے۔ بُری طباع نے نوچنے اور کاٹنے کے لیے اس کو دعوت دی ہے!"

یھون لدغ العقربان بلدغہ ۔۔۔ ولا شک بعض الشّرّ أھون من بعض

"اس کا ڈسنا اس قدر زہریلا ہے کہ بچھو کا کاٹنا اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ یقیناً بعض شر، بعض سے کمتر ہوتے ہیں۔"

اذا ما رأتہ العین أیقنت انّہ ۔۔۔ تخلق من حقد وصور من بغض

"جب آنکھ اس کو دیکھتی ہے، تو یقین کر لیتی ہے کہ بلاشبہ اسے کینے سے پیدا کیا گیا ہے۔ جبکہ اس کی شکل وصورت بغض سے ترتیب دی گئی ہے۔"

اس نے اس کے نام سے کتنی ہی کتابیں غلط طور پر منسوب کی ہیں، اس کے بارے کتنے ہی باطل دعوے کیے ہیں۔ اس کتاب کا نام "برہان المؤید لصاحب مدالید" ہی بتا رہا ہے کہ یہ کسی دوسرے کی کتاب اس کے نام سے منسوب کر دی گئی ہے۔ ورنہ احمد رفاعی نے مدالید کا جھوٹا دعویٰ کیا ہی کب ہے کہ یہ اس کی کتاب کے نام کا جزء بنتا؟ اس دجال العصر نے اس کی اور اس کے اصحاب کی طرف ایسی کتابوں کو منسوب کیا ہے، جو کذب اور قولِ زور سے بھری ہوئی ہیں۔ ہمارے علم میں نہیں کہ جس کسی نے اس کا ترجمہ وتعارف لکھا ہے، اس نے اس کی کتاب "البرہان المؤید لصاحب مدالید" کا ذکر کیا ہو۔ اور نہ ہی کسی نے ان دیگر کتابوں کا ذکر کیا ہے، جنھیں کجرو نبہانی نے غلط طور پر اس کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

لی حیلة فیمن ینم ولیس فی الکذاب حیله

"جو شخص چغلی کھاتا ہے، اس کے لیے میں تدبیر کر سکتا ہوں، لیکن کذاب کے لیے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔"

من کان یخلق ما یقول فحیلتی فیه قلیله

"جو شخص من گھڑت باتیں کرتا ہے، میری تدبیر اس کے بارے کم ہی کامیاب ہوگی۔"

اس بر خود غلط نے ایسے ایسے فریب اور سازشیں کی ہیں کہ شیطان کے کان بھی کترے ہیں۔ ان میں سے کچھ کا ذکر "کتاب المسامیر" میں تفصیل سے کیا گیا ہے، جو اس کی فضیحتوں، برائیوں اور خباثتوں کو ظاہر کرنے کے لیے تالیف کی گئی ہے۔ اس کا شر سرکشوں اور اس سے نسبت رکھنے والوں میں سرایت کر گیا ہے — نبہانی زائغ بھی انہی میں سے ہے:

لقد جرّبتهم فرأیت منهم خبائث، بالمهیمن نستجیر

"میں نے ان کا تجربہ کیا، تو ان میں ایسی ایسی خباثتیں دیکھیں کہ پناہ بخدا!"

یہ تو ابنِ صیاد کے ساتھ نسبت رکھتا ہے، اور مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وُہ یہودی ہے۔ اس کے اعمال اسی کی گواہی دیتے ہیں۔ وُہ آج کے مسلمانوں کے لیے وبالِ عظیم بن گیا ہے اور اس نے ملک و ملت کو بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ اس کے ذریعے ملکی معاملات نا اہل لوگوں کے سپُرد کیے گئے ہیں، اور اس نے خزانے کو بھی خوب خوب لُوٹا ہے ؎

ولو کان ھٰذا موضع القول لأشتفٰی بہ القلب لٰکن للمقال مواضع

"اگر یہاں بات کہنے کا موقع ہوتا تو ہم ایسی گفتگو کرتے کہ اس سے دلوں کو شفا ملتی ــــ تاہم گفتگو کے لیے دوسرے مواقع بھی ہیں۔"

اس نے شرافت کا دعوٰی کیا ہے، لیکن اس میں شرافت نام کی کوئی چیز نہیں۔ اس نے شیخ طریقت ہونے کا دعوٰی کیا ہے، حالانکہ اس کا ذکر و وِرد تالیاں پیٹنا، دف بجانا ہے۔ اور محرمات و منکرات کی اباحت اس کا خاصہ ہے۔ موصلی نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

ألا بلّغ جناب الشّیخ عنّی رسالۃ متقن بالامر خبرا

"جنابِ شیخ میں میری طرف سے ایک تجربہ کار اور با اعتماد شخص کا پیغام پہنچا دو!"

وسل منذ غداۃ یھز رأسا بحلقۃ ذکرہ ویدیر دبرا

"جس صبح کو وُہ اپنے حلقۂ ذکر میں (وجد میں آکر) سر ہلا رہا اور اپنی دُبر کو گھما رہا ہوتا ہے ــــ اس سے پوچھو کہ:"

أقال اللہ صفّق لی وغن وقل کفرا وسمّ الکفر ذکرا

"کیا اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے، میرے لیے تالیاں بجاؤ اور گاؤ ــــ نیز کفر بکو، اور اس کا نام ذکر رکھ لو!"

و أیّ ولایۃ حصلت بجھل ومن ذا نال بالکفران أجرا

"وُہ کون سی ولایت ہے جو جہالت سے حاصل ہوتی ہے ـ آخر ناشکری سے کس نے اجر و ثواب حاصل کیا ہے؟"

فان قلت اجتھدت بکلّ علم فاعرب لی اذا لاقیت عمرا"

"اگر تو کہے کہ میں نے ہر علم میں اجتہاد کیا ہے، تو جب "عمر" کا لفظ آئے، اس پر میرے سامنے اعراب لگاؤ!"

وما يكفيك هٰذا الفعل حتّٰى　　كذبت على النّبيّ وجئت نكرا

"تیرے لیے یہ (بُرے) افعال ہی کیا کم تھے کہ تو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا بھی شروع کر دیا؟ — تو سخت منکر کام کا مرتکب ہوا ہے!"

متٰى كانت هيازع من قريش　　فعدّدها لنا بطنا وظهرا

"(بھلا بتاؤ!) قریش کے بیوقوف کب، اور کتنے تھے؟ ذرا انہیں ہمارے سامنے ظاہرًا، باطنًا شمار کرو!"

فلو تكن السيّادة باخضرار　　لكان السّلق أشرف منك قدرا

"اگر سیادت سیاہ کارناموں سے حاصل ہوتی، تو زبان دراز فاحشہ عورت تجھ سے زیادہ شریف اور بلند مرتبے والی ہوتی!"

وأنت شققت للباري شريكا　　فيملك دونه نفعا وّضرّا؟

"تو نے باری تعالیٰ کے لیے شریک ڈھونڈ نکالا ہے، تو کیا وُہ اس کے سوا نفع و ضرر کا اختیار رکھتا ہے؟"

فويلك قد كفرت ولست تدري　　ولم تبرح على هٰذا مصرا

"تجھ پر افسوس، کہ تو نے غیر شعوری طور پر کفر کا ارتکاب کیا ہے، اور اس پر ہمیشہ اصرار کرتا رہا ہے۔"

وويحك ما العبادة ضرب دفّ　　ولا في طول هٰذا الذّقن فخرا

"اور تجھ پر افسوس! دف بجانا عبادت نہیں ہے، نہ اس لمبی داڑھی میں کوئی فخر ہے!"

برؤيتك الانام تظنّ خيرا　　ولو عقلت لظنّت فيك شرّا

"لوگ تجھے دیکھ کر خیر کا گمان کرتے ہیں، اگر وُہ غور و فکر سے کام لیں تو تیرے بارے بُرا گمان کرنے لگیں!"

مقصد یہ ہے کہ نبہانی بشیخِ شیطانی نے استغاثہ کے باب میں جو کچھ ذکر کیا ہے ۔ وُہ سب بے دلیل ہے۔ بلکہ اس کے خلاف پر ٹھوس دلائل موجود ہیں۔ رفاعی اور اس جیسے دیگر لوگوں کے اقوال دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ یہ ان لوگوں میں سے ہرگز نہیں، جن کے اقوال و افعال کی اقتدار کی جاتی ہے۔ ہاں یہ وُہ لوگ ہیں کہ ان کے متبعین نے ان پر اس قدر جھوٹ بولا ہے کہ جو کچھ ان سے نقل کرتے ہیں، اسے دلیل بنانا تو درکنار، اس پر اعتبار تک نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا یہ ناقابلِ اعتبار لوگ ہیں ـــــ حقیقت یہ ہے کہ ؎

وخیر امور الدّین ما کان سنّۃ　　وشرّ الأمور المحدثات البدائع

" امورِ دین میں بہترین چیز سنّتِ (رسولؐ) ہے، اور بدترین امور بدعات و ایجاداتِ بندہ ہیں"۔

نبہانی کے نقل کردہ اوراد و وظائف

نبہانی نے اپنی کتاب کے ساتویں باب میں بعض لوگوں کے اوراد و وظائف اور ان کی کتابوں میں سے ایسی دعائیں نقل کی ہیں، جن میں انہوں نے حاجت برآری کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے استغاثہ کیا ہے۔ ان میں سے بعض دعائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔

یہ باب حزبِ عظیم ہے۔ اس میں اس نے کلام طویل اور اقوالِ کثیرہ ذکر کیے ہیں۔ ان میں سے ایک، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر، صلوٰۃ کا مسئلہ ہے۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، اور نہ ہی اس میں کوئی نزاع ہے۔ بعض دُعائیں ایسی ہیں، جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی گئی ہے۔ اس پر بھی ہم کوئی کلام نہیں کریں گے۔ البتہ بعض دعاؤں میں مخلوق سے استغاثہ و طلب اور غیر اللہ سے دعا ہے ـــــ اسی پر بحث مقصود ہے۔ اس نے شیخ ناصر الدّین ابنِ سویدان، ابوالحسن البکری، شعرانی اور ایسے ہی دیگر حضرات سے استغاثہ بغیر اللہ نقل کیا ہے، لیکن ان کی بات حجت و دلیل نہیں بن سکتی:ـــــ مختصرًا ان سب کا جواب یہ ہے، ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ ساری دنیا موحد ہے۔ یہ بات تو بہت

بعید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ" (الانعام: ۱۱۷)

یعنی "اگر تم زمین میں سے اکثر لوگوں کی اطاعت کرو گے، تو وُہ تمہیں اللہ کی راہ سے گمراہ کر دیں گے۔"

نیز فرمایا: "وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ" (یوسف: ۱۰۶)

کہ "ان میں سے اکثر ایمان نہیں لاتے، مگر ساتھ ساتھ شرک بھی کیے جاتے ہیں۔"

جو کچھ نبہانی نے ذکر کیا ہے، اس سے اس شخص کا رد تو ہو سکتا ہے — جو یہ دعوےٰ کرے کہ سب لوگ موحد ہیں، اور ان میں کوئی بھی غیر اللہ سے التجاء یا استغاثہ کرنے والا نہیں۔ اس صورت میں اس کا کلام اس دعوے کا جواب ہو سکتا تھا۔

پھر غیر اللہ سے استغاثہ میں تفصیل کی ضرورت ہے، جس کی معرفت و واقفیت ضروری ہے۔ تاکہ لوگوں کو اس مسئلے پر بصیرت حاصل ہو۔ اور وُہ نبہانی کی طرح اس موضوع پر گفتگو کرتے وقت اندھی اونٹنی کی طرح ٹامک ٹوئیاں نہ مارتے پھریں۔

شیخ الاسلام سے ایک سوال اور اس کا جواب

شیخ الاسلام تقی الدّین کے پاس اس موضوع سے متعلق ایک سوال آیا تھا۔ آپ نے اس کا نہایت احسن جواب دیا۔ سوال و جواب یوں ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء اور ائمہ دین (اللہ تعالیٰ ان کو اپنی طاعت کی توفیق سے نوازے) اس شخص کے بارے میں، جو کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ نہ کیا جائے۔ کیا یہ کہنا حرام ہے؟ اور یہ کفر ہے یا نہیں؟ اگر وُہ کتاب اللہ کی آیات اور احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استدلال کرے تو اس کی دلیل اس کو نفع دے گی یا نہیں؟ نیز جب اس پر کتاب و سنّت سے دلیل قائم ہو جائے، تو جو شخص اس کی مخالفت کرے، اس پر کیا واجب ہے؟

جواب: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں! — سنّتِ مستفیضہ، بلکہ متواترہ سے باتفاق

امت یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شافع ہیں، اور آپ کی شفاعت قبول ہو گی۔ آپؐ بروز قیامت مخلوق کی شفاعت فرمائیں گے، اور لوگ آپؐ سے شفاعت کی درخواست کریں گے! ـــــ عرض کریں گے، آپؐ ان کے لیے رب تعالیٰ کے حضور شفاعت فرمائیں۔ چنانچہ آپؐ ان کی سفارش کریں گے!

اہلِ سنّت کا اس پر اتفاق ہے کہ آپؐ اہلِ کبائر کے لیے شفاعت فرمائیں گے۔ اور اہلِ توحید میں سے کوئی بھی ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا۔ جبکہ خوارج اور معتزلہ نے اہلِ کبائر کے حق میں شفاعت کا انکار کیا ہے، اور اہلِ ایمان کے لیے شفاعت کو تسلیم کیا ہے۔ یہ لوگ بدعتی اور گمراہ ہیں۔ ان کی تکفیر میں نزاع ہے، اور یہ ایک تفصیلی مسئلہ ہے۔ جو مسئلہ تواتر اور اجماع سے ثابت ہو، اگر اس پر قیامِ حجت کے بعد بھی کوئی اس کا انکار کرے تو وُہ کافر ہے ــ چاہے اس (شفاعت کے) معنٰی میں وُہ اس کا نام استغاثہ رکھے یا نہ!

جو کوئی آپؐ کی شفاعت کا اقرار کرے، اور صحابہ کرامؓ جس کا وسیلہ پکڑتے تھے اور شفاعت طلب کرتے تھے، اس کا انکار کرے، تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ صحیح بخاری شریف میں حضرت انسؓ سے مروی ہے: "انّ عمر بن الخطاب کان اذا قحطوا استسقٰی بالعباس بن عبد المطلب، وقال: اللّٰھم انّا کنّا نتوسّل الیک بنبیّنا فتسقینا، وانّا نتوسّل الیک بعمّ نبیّنا فاسقنا فیسقون"

یعنی "جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں قحط پڑ جاتا، تو وُہ حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کے وسیلے سے بارش کی یُوں دُعاء کرتے،

" اے اللہ! ہم تیرے حضور اپنے نبیؐ (کی دعاء) کا وسیلہ پکڑتے تھے، تو تُو بارش برسا دیتا تھا۔ اب ہم تیرے حضور اپنے نبیؐ کے چچا (کی دعاء) کا وسیلہ پکڑتے ہیں، ہم پر بارش برسا! تو بارش ہو جاتی تھی"

سنن ابی داؤد وغیرہ میں ہے: "انّ اعرابیا قال للنبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم: جھدت الأنفس، وجاع العیال، وھلک المال، فادع اللہ لنا فانّا نستشفع بک علی اللہ، ونستشفع باللہ علیک، فسبّح رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم حتّی عرف ذٰلک

فی وجوہ اصحابہ، وقال: ویحک ان اللہ لا یستشفع بہ علی احد من خلقہ، شأن اللہ اعظم من ذٰلک ۔ الحدیث!

"ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا، (قحط سالی کی وجہ سے) جانیں مشقت میں پڑ گئیں، اہل وعیال بھوکے مر گئے، مال ضائع ہوگئے، آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائیں ـــــ ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور سفارشی پیش کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو آپ کے پاس سفارشی لاتے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "سبحان اللہ" کہنا شروع کیا، یہاں تک کہ (آپ کی ناپسندیدگی کو دیکھ کر) صحابہ کرامؓ کے چہروں سے گھبراہٹ نظر آنے لگی۔ آپ نے فرمایا: تجھے افسوس ہو، اللہ تعالیٰ کو مخلوق میں سے کسی کے پاس سفارشی نہیں لایا جا سکتا ـــــ اللہ کی شان اس سے بہت بڑی ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کی اس بات کو کہ "ہم اللہ تعالیٰ کو آپ کے پاس سفارشی لاتے ہیں" سخت ناپسند فرمایا۔ لیکن اس کی اس بات کو کہ "ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور سفارشی پیش کرتے ہیں" ناپسند نہیں فرمایا، بلکہ اس کو برقرار رکھا۔ اس سے اس کا جواز معلوم ہوگیا۔ جو کوئی اس کا انکار کرے، وُہ ضال، مخطی اور مبتدع ہے۔ اس کی تکفیر میں نزاع ہے، اور یہ مسئلہ تفصیل چاہتا ہے!

ـــــ اور جس نے آپ کی شفاعت اور توسّل وغیرہ، جو کتاب وسنّت اور اجماع سے ثابت ہے، کا اقرار کیا ـــــ لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے دُعا کرنا تسلیم نہیں کرتا، چنانچہ جن امور پر صرف اللہ تعالیٰ ہی کو قدرت ہے، وُہ انہیں اسی سے مانگتا ہے ـــــ مثلاً گناہوں کی مغفرت، دلوں کی ہدایت، بارش برسانا اور نباتات کا اگانا وغیرہ ـــــ تو ایسا شخص راہِ صواب پر ہے۔ یہ مسئلہ مسلمانوں میں متفق علیہ ہے، اور اس میں کوئی نزاع نہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ" (آل عمران: ۱۳۵) کہ "اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون ہے، جو گناہوں کو بخشے؟"

اور فرمایا: "اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ" (القصص ۵۶)
"آپ جس کو پسند کریں اور چاہیں، ہدایت پر نہیں لا سکتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہے، ہدایت

عطا فرماتا ہے۔"

نیز فرمایا: "یَاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ھَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔" (فاطر: ۳) "اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو، جو تم پر ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے، جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دے؟"

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، "وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔" (آل عمران: ۱۲۶) "اس (فرشتوں کے نصرت کے لیے نزول) کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے محض بشارت بنایا ہے، تاکہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں۔ دراصل مدد و نصرت صرف اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے۔"

اور فرمایا: "اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔" (التوبہ: ۴۰) "اگر تم آپؐ کی مدد نہ کرو گے، تو آپؐ کی مدد اللہ تعالیٰ نے کی تھی — جب آپؐ کو کافروں نے (گھر سے) نکال دیا تھا (آپؐ اس وقت) دو (ابوبکر صدیقؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے دوسرے تھے، جب دونوں غار میں تھے۔ اس وقت آپؐ اپنے صحابی (ابوبکر صدیقؓ) سے فرما رہے تھے کہ غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

جو معانی اور عقائد کتاب و سنّت سے ثابت ہوں، ان کا ماننا واجب ہے۔ اور جن معانی کی کتاب و سنّت نفی کریں، ان کی نفی واجب ہے۔ جو عبارت معانی پر اثباتاً یا نفیاً دلالت کناں ہو، اگر وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں موجود ہو، تو اس کو برقرار رکھنا لازم ہے۔ اور اگر کسی اور کے کلام میں ہو، اور اس سے اس کی مراد ظاہر ہو، اس پر اس کا وہی حکم مترتب ہو گا — ورنہ اس میں اس کی طرف رجوع ہو گا۔ کبھی یوں ہوتا ہے کہ اللہ و رسولؐ کے کلام میں ایسی عبارت ہوتی ہے، جس کا معنیٰ صحیح ہوتا ہے۔ لیکن کئی لوگ اس سے وہ مفہوم مراد لیتے ہیں، جو اللہ و رسولؐ کے نزدیک مراد نہیں ہوتا — اس صورت میں اس کا فہم اس پر رد کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں روایت کی ہے، "انّہ کان فی زمن النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم منافق یؤذی المؤمنین،

فقال ابوبکر الصّدّیق، قوموا بنا لنستغیث برسول الله ﷺ من ھٰذا المنافق - فقال النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلم: انہ لا یستغاث بی وانما یستغاث باللہ۔ " نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک منافق مومنوں کو ایذاء دیا کرتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آؤ ہم اس منافق سے (نجات کے لیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استغاثہ مجھ سے نہیں، صرف اللہ تعالیٰ سے کیا جاتا ہے۔"

یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا معنیٰ مراد لیا ہے۔ وُہ یہ ہے کہ جن امُور پر صرف اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے، وُہ اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کیے جائیں۔ ورنہ صحابہ کرامؓ آپؐ سے (استسقاء وغیرہ کے لیے) دعاء کی درخواست کرتے تھے ___ جیسا کہ صحیح بخاری میں ابنِ عمر (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: " میں آپؐ کے چہرہ مبارک کو دیکھتا آپؐ بارش کے لیے دُعاء فرماتے، تو آپؐ کے منبر سے نیچے تشریف لانے سے قبل ہی بارش شروع ہو جاتی اور پرنالے بہنے لگتے۔ اس پر مجھے شاعر کا یہ شعر یاد آجاتا ؎

وأبیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتٰمی عصمۃ للأرامل!

" آپؐ سفید (مبارک) پیشانی والے ہیں، آپؐ کے چہرے کی برکت سے بادلوں سے بارش طلب کی جاتی ہے۔ آپؐ یتیموں کے فریاد رس اور بیوگان کی عصمت ہیں۔"

یہ ابوطالب کا قول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسماء اللہ کے موضوع پر تصنیفات کرنے والوں نے کہا ہے، ہر مکلّف پر واجب ہے کہ وُہ جان لے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیاث اور مغیث علی الاطلاق نہیں ہے۔ ہر فریاد رسی صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اگرچہ اس کا ظہور کسی اور کے ذریعے ہو۔ حقیقتاً فریاد رسی صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ہے، غیر کے لیے یہ لفظ مجازاً استعمال ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا ہے کہ مغیث وغیاث اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہیں۔ مغیث کا ذکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ اس پر امّت کا اجماع ہے۔

اور تجھی پر بھروسہ ہے۔ گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی قوت تیری توفیق کے بغیر نہیں ہے"! یہ معنیٰ مطلق استغاثہ کا لفظ بولنے سے سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے، اور اس کے ماسوا سے اس کی مطلق نفی کرنا صحیح ہے۔ یہی وجہ ہے، ائمہ مسلمین میں سے کسی سے یہ معروف نہیں کہ اس نے غیر اللہ کا استغاثہ مطلق جائز رکھا ہو۔ اور نہ ہی کسی عالم نے اس شخص پر انکار کیا ہے، جس نے غیر اللہ سے مطلق استغاثہ کی نفی کی ہے۔ اسی طرح "استعانت" بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ" میں اسی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ عبادت پر اعانتِ مطلقہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کرسکتا!

ویسے مخلوق سے بھی کبھی ان امور میں، جو اس کی قدرت میں ہوں، استعانت ہوتی ہے!

—— یہی حال "استنصار" کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

"وَاِنِ اسۡتَنۡصَرُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ فَعَلَیۡکُمُ النَّصۡرُ" (الانفال: ۷۲)

"اگر وُہ تم سے دین میں مدد مانگیں، تو اُن کی مدد تم پر لازم ہے"!

جبکہ "نصرِ مطلق"، سے مراد ایسی صورتِ حال کو پیدا کرنا ہے، جس سے دشمن پر غلبہ حاصل ہو —— اور یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت میں ہے!

جس نے کتاب وسنت سے ثابت مسئلہ کا خلاف کیا، وُہ کافر ہوگا یا فاسق یا گنہگار، الّا یہ کہ وُہ مومن مجتہد ہو! —— جس سے اجتہاد میں خطا ہوجائے، وُہ اجتہاد پر ثواب پائے گا، اور اس کی خطا معاف ہوگی۔ یہی حکم اس شخص کا ہے، جس کے پاس وُہ علم نہیں پہنچا کہ جس کے ذریعے اس پر حجت قائم ہوسکے —— اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیۡنَ حَتّٰی نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا" (الاسرآء: ۱۵) کہ "ہم اس وقت تک عذاب بھیجنے والے نہیں، جب تک کہ رسول بھیج کر حجت قائم نہ فرمادیں"

—— اور اگر اس پر کتاب وسنت سے حجتِ ثابتہ قائم ہوجائے، تو اس کے مخالف کو اس کے مطابق سزا دی جائے —— یا تو قتل کی، یا کوئی دوسری —— واللہ اعلم!

ابو عبداللہ حلیمی نے کہا: غیاث مغیث ہی ہے۔ اکثر کہا جاتا ہے "غیاث المستغیثین" اس کا معنٰی ہے: "مصائب و شدائد میں اپنے بندوں کی، جب وُہ پکاریں، فریاد کو پہنچنے والا۔ ان کی دُعاء کو قبول فرمانے والا اور ان کا مخلص!"

صحیحین میں استسقاء کی حدیث میں ہے: "اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا" کہا جاتا ہے: اغاثہ اغاثۃ وغیاثا وغوثا (مدد کرنا)! ــــ یہ نام مجیب و مستجیب کے معنٰی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ" (الانفال: ۹) "جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، تو اس نے تمہاری دعاء قبول فرمائی اور تمہاری مدد کو پہنچا۔"

اتنا فرق ہے کہ "اغاثہ" افعال کے ساتھ، جبکہ "استجابت" اقوال کے ساتھ زیادہ حق رکھتی ہے ــــ یہ الفاظ ایک دوسرے کی جگہ بھی مستعمل ہوتے ہیں۔

علماء کہتے ہیں، مستغیث اور داعی کے درمیان فرق یہ ہے کہ مستغیث، غوث کا لفظ بولتا ہے۔ اور داعی، مدعو اور مغیث کے ساتھ نداء کرتا ہے۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ "استغاثہ" کا صیغہ یہ بھی ہے: "یا اللہ للمسلمین" معروف کرخی سے مروی ہے، وُہ اکثر کہا کرتے تھے: "واغوثاہ" اور فرماتے تھے: "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ"

دعاء ماثور میں ہے: "یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ، اصلح لی شأنی کلّہ، ولا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین، ولا الی احد من خلقک" کہ "اے زندہ، ہمیشہ قائم رہنے والے! تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں، میں تیری رحمت کے وسیلے سے فریاد رسی چاہتا ہوں۔ میرے سب حالات کی اصلاح فرما دے! ــــ مجھے آنکھ جھپکنے کے ایک لحظہ کے برابر بھی میرے نفس کے سپرد نہ کرنا، اور نہ ہی اپنی مخلوق میں سے کسی کے سپرد کرنا"

اس کی رحمت کے ساتھ استغاثہ کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ استغاثہ ہے۔ بالکل اسی طرح، جس طرح اس کی صفات کے ساتھ استعاذہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ استعاذہ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ قسم کھانا، دراصل اللہ تعالیٰ کی قسم کھانا ہے ــــ

حدیث شریف میں ہے: "اعوذ بکلمات اللہ التّامّات من شرّ ما خلق" یعنی "میں اللہ تعالیٰ کے مکمّل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں ــــ ہر اس چیز کے شر سے، جو اس نے پیدا کی" اس

میں ہے :

" اعوذ برضاك من سخطك، و بمعافاتك من عقوبتك، و بك منك لا احصیٰ ثناء عليك، انت كما اثنيت على نفسك "

" میں تیری رضا۔کی پناہ مانگتا ہوں، تیرے غصّے سے۔ اور تیرے معاف کرنے کی تیری سزا سے۔ میں تجھ پر حمد و ثنا۔ کو شمار نہیں کر سکتا۔ تُو ویسا ہی ہے، جیسا کہ تو نے اپنی تعریف خود فرمائی ہے "

اسی لیے ائمہ کرام نے کلام اللہ کے غیر مخلوق ہونے پر ایک دلیل اس " اعوذ بکلمات اللہ التامّات " سے لی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ استغاثہ مخلوق کا جائز ہی نہیں (اللہ کے کلمات سے استعاذہ ان کلمات کے غیر مخلوق ہونے کی دلیل ہے!)

یہی حال قسم کا ہے۔ صحیحین میں ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " من کان حالفا فلیحلف باللہ او لیصمت " " جو قسم کھائے، وُہ اللہ کی قسم کھائے ــ ورنہ خاموش رہے " دوسرے الفاظ یوں ہیں، " من حلف بغیر اللہ فقد اشرك " " جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی، اس نے شرک کیا " اس کو ترمذی نے روایت کیا اور صحیح کہا ہے۔ پھر صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ " عزۃ اللہ " " عمر اللہ " وغیرہ کی قسم کھانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ " حلف لغیر اللہ نہیں ہے، جس کی نہی آئی ہے۔ استغاثہ کے اس معنیٰ میں جو کوئی جھگڑا کرے، وُہ یا تو کافر ہے۔ اگر انکار کرے! ۔ یا مخطئ و ضالّ ہے۔ اور استغاثہ کے جس معنیٰ کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی فرمائی ہے، اس کی نفی واجب ہے۔ جس نے اس کو غیر اللہ کے لیے ثابت کیا، (جبکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے) وُہ بھی کافر ہے۔ جب اس پر ایسی حجت قائم ہو، جس کا تارک کافر ہوتا ہے! ابو یزید بسطامی کا قول اسی باب سے ہے " مخلوق کا مخلوق سے استغاثہ اسی طرح ہے جس طرح ایک ڈوبنے والا دوسرے ڈوبنے والے سے استغاثہ کرے۔ اور جس طرح ایک قیدی دوسرے قیدی سے استغاثہ کرے "

موسیٰ علیہ السّلام کی دُعا۔ میں ہے " اے اللہ سب تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ شکایت بھی صرف تیرے حضور ہے۔ تو ہی ہے جس سے مدد چاہی گئی ہے، تو ہی فریاد رسی کرنے والا ہے،

ایک اور سوال، اور شیخ الاسلام کا جواب

اعتراض شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان سب امور میں استغاثہ کو جائز کہتا ہے، جن میں اللہ تعالےٰ سے استغاثہ کیا جاتا ہے۔ اِس سے مراد یہ لیتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طلبِ غوث میں، اللہ تعالےٰ کے وسائل میں سے وسیلہ ہیں۔ اسی طرح سب انبیاء، اولیاء کے ساتھ ان سب امور میں استغاثہ کو جائز بتاتا ہے، جن میں اللہ تعالیٰ سے استغاثہ کیا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کا انکار کرے، اس کی تکفیر کی جائے کیونکہ اس نے آپ کی شان میں، اور جس کے آپ مستحق ہیں، کمی کی ہے الخ!

جواب شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، جو ربّ العالمین ہے کسی مسلمان نے یہ نہیں کہا کہ جن امور میں اللہ تعالیٰ سے استغاثہ کیا جاتا ہے، ان سب میں کسی نبی، ولی اور فرشتے وغیرہ سے بھی استغاثہ جائز ہے بلکہ دینِ اسلام کی یہ بات آپ سے آپ معلوم ہو رہی ہے کہ اس کا اطلاق جائز نہیں ہے۔ اور یہ کسی نے بھی نہیں کہا کہ کسی سے استغاثہ سے مراد اس کا وسیلہ ہے۔ بلکہ عام لوگ اپنی دعاؤں میں چند امور کا وسیلہ پکڑتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص یوں کہے، میں تیرے حضور فلاں شیخ کے حق یا اس کی حرمت کا وسیلہ پکڑتا ہوں، یا میں تیرے حضور لوح کو یا قلم کو یا کعبے کو یا اور چیزوں کو، جن کو لوگ اپنی دعاؤں میں استعمال کرتے ہیں، وسیلہ بناتا ہوں انہیں علم ہوتا ہے کہ وہ ان چیزوں سے استغاثہ نہیں کر رہے۔ جس سے کوئی استغاثہ کرے، وہ اس سے طلب کرتا اور مانگتا ہے۔ اور جس کو وسیلہ بنایا جائے اس کو پکارا نہیں جاتا نہ اس سے مانگا جاتا ہے، نہ اس سے سوال کیا جاتا ہے صرف یہ ہوتا ہے کہ اس کے وسیلے سے طلب کیا جاتا ہے۔ اتنا تو ہر شخص سمجھتا ہے کہ جس سے دعا کی جائے، اور جس کے وسیلے سے دعا کی جائے، دونوں میں کیا فرق ہے؟ "استغاثہ" سے مراد طلبِ غوث ہے، یعنی مصیبت کا ازالہ۔ "استنصار" سے مراد طلبِ نصرت ہے، اور "استعانت" سے مراد طلبِ عون ہے۔

ان میں سے مخلوق سے وہی چیز طلب کی جا سکتی ہے جو اس کی قدرت و اختیار میں ہو جیسا کہ ارشاد ہے:

"وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ[1]" — "اگر وہ تم سے دین میں مدد چاہیں، تو ان کی ضرور مدد کرو۔"

"فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ[2]" — "اس شخص نے، جو اس کی قوم سے تھا، اس شخص کے خلاف مدد طلب کی، جو اس کی دشمن قوم سے تھا۔"

"وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى[3]" — "نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔"

لیکن جن باتوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو قدرت نہیں، یہ صرف اللہ سے مانگی اور طلب کی جا سکتی ہیں اسی وجہ سے مسلمان نبی کریم ﷺ کی سفارش حاصل کرتے تھے، آپ کے ذریعے بارش مانگتے تھے اور آپ کے ساتھ توسل کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کی، اور کہا:

"اللّٰهم انا كنا اذا اجدبنا نتوسل اليك بنبينا فتسقينا وانا نتوسل اليك بعم نبينا فاسقنا فيسقون۔" — "اے اللہ! جب ہم خشک سالی میں مبتلا ہوتے، تو تیرے حضور اپنے نبی کا توسل کرتے تھے تو تُو بارش برسا دیتا تھا اب ہم تیرے حضور اپنے نبی کے چچا کے وسیلے سے بارش مانگتے ہیں، پس بارش ہو جاتی تھی۔"

سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: "انا نستشفع بالله عليك ونستشفع بك على الله" "ہم اللہ تعالیٰ کو آپ کے پاس سفارشی لاتے ہیں، اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور سفارشی بناتے ہیں" آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ مخلوق میں سے کسی کے پاس اس کو سفارشی بنایا جائے" آپ نے اس کی اس بات کو

---

[1] الانفال: ۷۲، [2] القصص: ۱۵ [3] المائدة: ۲

کہ"ہم آپؐ کو اللہ تعالیٰ کے حضور سفارشی بناتے ہیں" درست قرار دیا لیکن اس بات کو ناپسند فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق کے پاس سفارشی بنایا جائے۔ یہ مسلمانوں کا متفقہ مسئلہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ قیامت کے دن سفارش فرمائیں گے، اور مخلوق آپؐ سے سفارش کرنے کی درخواست کرے گی اہلِ سُنّت کے نزدیک آپؐ کی سفارش وشفاعت اہلِ کبائر کے لئے ہوگی، وعیدیہ کے نزدیک آپؐ کی سفارش ثواب کی زیادتی کے لئے ہوگی۔

اگر کہنے والا یہ بات کہے کہ "جس نے یہ کہا۔ اے اللہ! میں تیرے حضور تیرے رسول کا وسیلہ پکڑتا ہوں۔ اس نے لغتِ عرب، بلکہ سب دُنیا کی زبان میں حقیقۃً رسولِ کریم سے استغاثہ کیا"۔ تو یہ نرا جھوٹ ہے انسانوں کی کسی زبان میں یہ استعمال نہیں، بلکہ سب ہی جانتے ہیں کہ جس کے حضور استغاثہ کیا جائے، وہی مدعو اور مسئول ہوتا ہے لوگ مسئول اور مستول بہ کے درمیان فرق کرتے ہیں، چاہے خالق سے استغاثہ ہو، یا مخلوق سے، مخلوق کی دسترس میں جو چیزیں ہیں، ان کا استغاثہ اس سے جائز ہے نبی کریم ﷺ سب مخلوق سے افضل ہیں، لہٰذا ایسا استغاثہ آپؐ سے جائز و درست ہے اگر کوئی اس شخص سے جس سے استغاثہ کرنا چاہتا ہو، یوں کہے "میں آپ سے فلاں کے ساتھ، یا فلاں کے حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں" تو کوئی نہیں کہے گا کہ اس نے جس کو وسیلہ بنایا ہے، اس سے استغاثہ کیا ہے بلکہ اس کا استغاثہ اس سے ہوگا، جس کو اس نے پکارا ہے، اور جس سے سوال کیا ہے۔

اسماء اللہ الحسنیٰ کے مصنفین کہتے ہیں کہ "مغیث" بمعنی "مجیب" ہے لیکن "اغاثہ" افعال کے ساتھ، اور "اجابہ" اقوال کے ساتھ خاص ہے ہمارے نبیؐ کے سوا اللہ تعالیٰ کے حضور توسل کرنا، اس کا نام استغاثہ رکھا جائے یا نہ، سلف سے ثابت نہیں ہے نہ ہی اس مضمون کا کوئی اثر مروی ہے!

نبی کریم ﷺ سے توسل سُنن کی ایک حدیث سے ثابت ہے، جس کو ترمذی اور نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی بارگاہِ نبوّت میں حاضر ہوا اور عرض کی "یا رسول اللہ! میری نظر جاتی رہی ہے آپؐ میرے لئے دعا فرمایئے" نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"توضّأ وصلّ رکعتین وقل" "وضو کر اور دو رکعت نماز پڑھ اور یہ دعا پڑھ لے

"اللّٰھم اِنّی اسألك وأتوجه الیك بنبیّك محمّد صلی اللّٰہ علیه وسلّم۔ وفی لفظ اتوسّل الیك بنبیّك، یا محمّدُ انّی اتشفع الیك فی ردّ بصری اللّٰھم شفّعه فیّ"۔

"اللہ! میں تیرے حضور درخواست کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوں تیرے نبی محمد ﷺ کے واسطے سے" (ایک لفظ یہ بھی ہے") میں تیری طرف تیرے نبیؐ کا توسل کرتا ہوں۔ اے محمدؐ! میں اپنی نظر کو لوٹانے کے لیئے آپؐ سے سفارش کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ اے اللہ! آپؐ کی سفارش میرے حق میں قبول فرما!"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اس کے لئے سفارش (دعاء) کی تھی، تو سائل نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ آپؐ کی 'میرے حق میں' سفارش قبول فرما۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بینائی دے دی تھی۔ آپؐ نے فرمایا اگر کوئی حاجت درپیش ہو تو ایسے ہی کرنا۔ اس حدیث کی وجہ سے شیخ عزالدین ابن عبدالسلام نے آپؐ کے ساتھ توسل کو مستثنیٰ کر دیا ہے۔

لوگ اس کا معنیٰ دو طرح پر کرتے ہیں (۱) یہ وہی توسل ہے جس کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس طرح ذکر فرمایا: "اے اللہ! ہم تیرے حضور تیرے نبیؐ کو وسیلہ بنایا کرتے تھے، تُو بارش برسا دیتا تھا۔ اب ہم تیرے نبیؐ کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، پس بارش برسا" چنانچہ بارش برس جاتی۔ اس میں ذکر ہے کہ صحابہؓ آپؐ کی زندگی میں استسقاء وغیرہ کے لئے آپؐ سے توسل کرتے تھے، آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ کو وسیلہ بناتے تھے آپؐ سے توسل کا معنیٰ یہ تھا کہ وہ آپؐ سے بارش کے لئے دعاء کی درخواست کرتے تھے، اور وہ خود بھی دعاء کرتے! ــ اس طرح آپؐ کی دعاء، اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا وسیلہ بن جاتا تھا۔ صحابہ کرامؓ نے آپؐ کی وفات کے بعد یہ وسیلہ اختیار نہیں کیا، اور نہ ہی آپؐ کی غیر حاضری میں۔ نبی کریم ﷺ ایسی صورت میں سفارشی اور دعاء کنندہ ہوتے تھے۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ آپؐ کے ساتھ توسل، زندگی میں اور وفات کے بعد، سفر میں اور حضر میں جائز ہے کسی نے یہ نہیں کہا کہ جنہوں نے پہلا مفہوم بیان کیا، انہوں نے کفر کیا۔ ان کی تکفیر کی کوئی وجہ نہیں ہے یہ مسئلہ مخفی ہے، اس کے دلائل واضح نہیں کیونکہ کفر اس چیز کے انکار سے ہوتا ہے، جو دین سے بالضرورت معلوم ہو۔ یا ان احکام کے انکار پر جن پر اجماع ہو۔ لوگوں کا مشروع اور غیر مشروع

دعا میں اختلاف ایسا ہی ہے' جیسا کہ اختلاف ہے کہ کیا ذبح کے وقت آپؐ پر صلوٰۃ جائز ہے؟ اور یہ "سبب" کے مسائل میں سے نہیں ہے!

اور جو کہے کہ توسل کی نفی' جس کو وہ "استغاثہ بغیرہٖ" کہتا ہے، کفر ہے ——

—— تو اس کے جواب کی ضرورت ہی نہیں۔ ان امور کے ساتھ تکفیر کرنے والا سخت سزا اور تعزیر کا مستحق ہے' جو اس جیسے' دین پر افترا کرنے والوں کے مناسب ہو' بالخصوص جب نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ :

"من قال لأخيه يا كافر فقد باء بها احدهما" — "جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کو یا کافر کہا۔ تو ان دونوں میں سے ایک اس کا ضرور مصداق ٹھہرا"

جو شخص یہ کہے کہ جن امور پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو قدرت و اختیار نہیں ہے' ان میں استغاثہ صرف اللہ تعالیٰ ہی سے کیا جا سکتا ہے' تو یہ حق بات ہے! —— جیسا کہ ابو یزید بسطامی نے کہا کہ "مخلوق سے استغاثہ ایسا ہے' جیسا کہ ایک ڈوبنے والا دوسرے ڈوبنے والے سے استغاثہ کرے" اور جیسا کہ شیخ ابو عبداللہ قرشی نے کہا "مخلوق کا مخلوق سے استغاثہ ایسا ہے' جیسا کہ قیدی کا قیدی سے استغاثہ ہو" جبکہ "استغاثہ" کا لفظ عام طور پر مطلق استغاثہ کے معنیٰ میں بولا جاتا ہے' جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

"اذا سألت فاسأل الله' و اذا استعنت فاستعن بالله" — "جب سوال کرو' تو صرف اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب مدد مانگو' تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو"

جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے ایک چیز کی نفی فرما دی ہے' اور آپؐ اس میں اسی طرح صادق و مصدوق ہیں' جس طرح ہر نفی و اثبات کی خبر دینے میں آپؐ صادق و مصدوق ہیں' تو جو کوئی آپؐ کی خبر کو رد کر دے اور نہ مانے اور سمجھے کہ اس میں آپؐ کی تعظیم ہے۔ اس نے نصاریٰ کی راہ اختیار کی' مسیح علیہ السلام نے اپنے بارے میں خبر دی کہ آپؑ اللہ تعالےٰ کے بندے ہیں' مگر انہوں نے آپؑ کو جھٹلایا اور سمجھا یہ کہ اس میں آپؑ کی تعظیم ہے۔

ہمارے لئے جائز راہ یہی ہے کہ جس کی آپؐ نے نفی فرمائی' ہم بھی اس نفی کریں' کسی کو حق

نہیں کہ آپؐ کی نفی کے مقابلے میں اس کے برعکس کوئی بات کرے۔ واللہ اعلم!

قبر پرستوں اور "اعمیٰ" کے توسل میں فرق

شیخ الاسلامؒ کے کلام میں نبہانی کا کئی وجوہ سے رد ہے۔ نبہانی نے اپنے پیدا کردہ شبہ میں توسل واستغاثہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے میں کوئی فرق نہیں کیا۔ اس نے توسل اور درود جس کو علماء نے اپنے احزاب و وظائف میں بیان کیا ہے، کو استغاثہ بنا ڈالا ہے۔ اور یہ کہہ دیا کہ علماء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا ہے۔ شیخؒ نے استغاثہ کی جو دو قسمیں بیان کی ہیں، اس نے ان میں کوئی فرق نہیں کیا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ شیخ کے کلام سے قبر پرستوں کا کئی وجوہ سے رد ہے:

وجہ اوّل شیخ نے سنن کی ایک روایت سے جس توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت کر کے بیان کیا ہے، وہ نبہانی اور اس کے بھائی قبر پرستوں کے عرف میں جو توسل ہے، اس سے یکسر مختلف ہے۔ ان کا توسل مخلوق سے دعاء کرنا اور ان سے مدد مانگنا ہے۔ اور شیخ نے جس توسل کو بیان فرمایا ہے، اس سے مراد اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنا ہے کہ سائل کی دعاء کو قبول کرنے کی جو آپؐ نے سفارش کی ہے، اس کو قبولیت سے نواز دے۔ آپؐ نے سائل کو ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور نماز کا توسل اختیار کرے، جو سب بدنی عبادات سے افضل ہے۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے حضور ہی دعاء کرے۔ اور اس میں کہے "اے اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں جو سفارش یعنی دعاء کی ہے، اس کو قبول فرما!" یہ مسئلہ باعثِ نزاع نہیں ہے، اور قبر پرستوں کے توسل سے یہ یکسر مختلف ہے۔ شیخ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ اس کو "استغاثہ" نہیں کہا جا سکتا۔ شیخ نے توسل اور استغاثہ میں فرق کیا ہے۔

وجہِ ثانی شیخ الاسلام اور ان کے ہم مسلک محققین نے اس کو ترجیح دی ہے کہ یہ آپؐ کی زندگی کے ساتھ خاص تھا کیونکہ اس سے مقصود دعاء کے ذریعے آپؐ کی سفارش تھی۔ جیسا کہ آپؐ اپنے اصحاب کے لئے استغفار و دعاء کرتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہی سمجھا تھا، اور

یہی بات کافی ہے انہوں نے دعا کی تھی' اے اللہ! ہم تیرے حضور تیرے نبی کا توسل کرتے تھے؛ تو بارش برس جاتی تھی یعنی آپؐ ان کے لئے دعا کیا کرتے تھے' آپؐ کی دعا قبول ہو جاتی تھی لیکن آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ سے دعا کی درخواست جائز نہیں' کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے حضرت عباسؓ سے دعا کرانے لگے تھے' کسی صحابی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ امت کے افاضل و اکابر میں سے کوئی آپؐ کی قبر شریف کی طرف نہیں گیا' حالانکہ آپؐ کی قبر ان کے درمیان موجود تھی۔ یہ صورتِ حال دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصویب و تائید فرمائی تھی' یہ بات علی سبیلِ تنزل کہی جا رہی ہے' ورنہ اس کی عدمِ مشروعیت کتبِ سماوی سے ظاہر و باہر ہے۔

وجہِ ثالث اگر حدیث صحیح ثابت ہو جائے' تو ابن عبد السلام اور دوسرے لوگ جو جواز کے قائل ہیں' ان کے نزدیک یہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے' شیخ نے جن لوگوں سے جواز کو نقل کیا ہے' ان میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دوسروں کے ذریعے سوال کیا جائے۔ شیخ نے فرمایا کہ سلف میں سے کسی نے اس پر عمل نہیں کیا۔ نہ ہی اس سلسلہ میں کوئی اثر مروی ہے' سوائے شیخ عز الدین کے' جنہوں نے اس کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ قبر پرست اللہ تعالیٰ سے ایسے شخص کی جاہ کے وسیلے سے سوال کرتے ہیں' جس سے ان کو عقیدت ہوتی ہے' آخر کار اس کا نتیجہ یہی ہو گا کہ جس کی قبر اونچی ہو' اور اس پر قبہ بنا دیا جائے' اس کی جاہ کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جائے' بلکہ ایسے دیوانوں اور احمقوں کے توسل سے' جن سے قبر پرست عقیدت رکھتے ہیں۔

عقیدۂ توحید کے خلاف نبہانی کے بیان کردہ شرکیہ اوراد و وظائف

نبہانی نے جو اوراد و وظائف ذکر کئے ہیں' وہ سب اس کے دعویٰ کی دلیل سے غیر متعلق ہیں' ہم بیان کر چکے ہیں کہ ان میں سے بعض میں توسل ہے' اور توسل اور استغاثہ میں فرق ہے جیسا کہ شیخ نے تحقیق فرمائی ہے۔ اور بعض میں درود ہیں' وہ بھی اسی قبیل سے ہیں' رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے بہت سے فوائدِ عظیمہ ہیں' جن کو حافظ ابنِ قیمؒ نے اپنی کتاب "جلاء الافہام فی

الصلوٰۃ علیٰ خیر الانام" میں بیان کیا ہے بعض اوراد ایسے ہیں جو اس کے دعوے کے مطابق ہیں مگر وہ اصحاب اوراد ایسے ہیں جن کا قول دلیل نہیں بن سکتا ہر ایک کی بات قبول بھی کی جا سکتی ہے اور ترک بھی سوائے نبی معصوم ﷺ کے بحمد اللہ ہم اس کی کچھ تفصیل بیان کر چکے ہیں۔

کتاب و سنّت کی ادعیہ کی مخالفت

نبہانی نے اس مقام پر جن لوگوں کا کلام اور دعائیں ذکر کی ہیں، وہ کتاب و سنّت اور اس کے متبعین کے سراسر خلاف ہیں :

قرآن کریم وہ مقدس کتاب ہے جس کے آگے اور پیچھے سے اس میں باطل داخل نہیں ہو سکتا اس کا عظیم ترین مقصد اللہ سبحانہٗ کی یکتائی اور خصائص توحید ہے کوئی ایک سورت بھی ایسی نہیں جو اس کی توحید کے وجوب اور عبادت میں اس کی یکتائی کی ندا نہ کر رہی ہو قرآن عظیم کی دعاؤں اور اذکار کو دیکھئے، وہ سب خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں مثلاً :

"رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ"[1]

"اے ہمارے رب! اگر ہم سے بھول چوک ہو گئی ہو تو ہم سے مواخذہ نہ کیجیو۔ اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا تُو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ اے ہمارے رب! ہم پر اتنا بوجھ نہ ڈال جس کو اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں۔ ہم کو معاف فرما، ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا مالک ہے کافر قوم پر ہمیں نصرت عطا فرما۔"

"رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا

"اے ہمارے رب! ہم نے منادی کو ایمان

---

[1] البقرۃ : ۲۸۶

يُنَادِىْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۔ لہ

کے لئے ندا کرتے سنا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ، ہم ایمان لے آئے اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے، اور ہم سے ہماری برائیوں کو دور فرما۔ اور ہمیں نیک بندوں کے ساتھ فوت فرما! اے ہمارے رب! جن جن چیزوں کا تو نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے وعدہ کیا ہے، وہ ہمیں عطا فرما اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا۔ یقیناً تو وعدے کا خلاف نہیں کرتا!"

نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، اور ان کی اولادوں اور موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء ورسل، سب کی دعائیں ایسی ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کا اپنی کتاب کریم میں ذکر فرمایا ہے۔ ان میں سے کسی میں بھی غیر اللہ سے التجا نہیں ہے، نہ کسی مقرب فرشتے سے، نہ کسی نبی مرسل سے۔ بلکہ سب نے اللہ تعالیٰ سے ہی خاص دعا کی ہے، اور اسی کے حضور التجا! اور اسی سے استغاثہ واستعانت کی ہے۔ کسی اور سے نہیں کی۔ اگر ہم وہ سب بیان کریں، تو بات طویل ہو جائے گی اور جگہ کم ہے۔ ہم بعض سورتوں اور آیات کو ذکر کریں گے، جو اللہ تعالیٰ سے التجا کے وجوب، اور اس کے سوا کسی کی طرف نہ جھکنے پر دلیل ناطق ہیں۔ اور اس کے ساتھ، اہل علم مفسرین نے جو کچھ ان آیات پر اپنی تفاسیر میں بیان کیا ہے، اس کو بھی پیش کریں گے۔ یوں تو پورا قرآن حکیم اللہ وحدہٗ کی عبادت کے وجوب، غیر اللہ کی عبادت سے بیزاری و براءت، اور چہروں کو صرف اسی کے سپرد کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ اگرچہ یہ دلالتیں مختلف انواع کی ہیں بعض دلائل مطابقہ، بعض تضمنیہ، بعض التزامیہ ہیں اور بعض قیاس صحیح ہیں۔

بحث اوّل اس کی ایک مثال بسملہ کا معنیٰ اور تفسیر ہے، جو علماء نے بیان کی ہے۔ انہوں نے بسم اللہ کی 'باء' کے بارے میں کہا ہے کہ اس کا معنیٰ استعانت ہے، اور اس قول کو کئی وجوہ سے،

لہ آل عمران: ۱۹۳، ۱۹۴

جو اپنی جگہ بیان کی گئی ہیں، ترجیح دی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ حدیث شریف میں ہے، جو مہتم بالشان کام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ شروع نہ کیا جائے، وہ بے برکت ہو جاتا ہے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں بہت سی روایات ذکر کی ہیں۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ کوئی کام مکمّل اور پورا نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ! اس کا اصل اور اس کا فائدہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہوتا ہے۔ علماء کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ بسملہ سورۂ فاتحہ کا حصّہ ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ قرآنی آیت ہے، جو سورتوں کے درمیان امتیاز کے لئے ہے۔ پہلے قول کے مطابق اس کو پڑھنا عباداتِ واجبہ میں سے ہے، اور اس کا مضمون استعانت ہے۔ لٰہذا اللہ تعالیٰ سے استعانت واجب ٹھہری، دوسرے قول کے مطابق اس کو پڑھنا مستحب ہے، اور اللہ تعالیٰ سے استعانت واجب ہے۔ لیکن اس لفظ کے ساتھ خاص اور ضروری نہیں!

بحثِ ثانی پھر مفسرین کہتے ہیں کہ اس کا متعلق، افادہ حصر و اختصاص کی غرض سے، مؤخر مقدر ہے۔ اور یہ وجوبِ استعانت کے قول پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے، اور سب کو ترک کر کے وہی اس کا مستحق ہے، وہ غیر کے لئے استعمال نہیں ہو سکتی۔ عربی قاعدہ یہ ہے کہ جب مقدم کو مؤخر، اور مؤخر کو مقدم کر دیا جائے، تو اس سے حصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اور کتاب اللہ کے پہلے حرف سے ہی اپنے متعلق کے ساتھ دونوں مقام اللہ وحدہٗ سے استعانت کے وجوب پر دلالت کناں ہیں۔

بحثِ ثالث 'باء' نیز اس کے متعلق کو مؤخر کرنے کی بحث میں مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں "حصر" سے مراد "حصر افراد" ہے۔ اور اس کا "قصر" "قصرِ قلب" نہیں۔ بعض اساطین مفسرین نے اس کو اس لئے ترجیح دی ہے کہ مشرکین اپنے معبودوں کو مستقل نہیں، بلکہ شریک مانتے تھے۔ ان کے اعتقاد کے مطابق حصر، یکتائی کا حصر ہے۔ اکثر کفار بھی اپنے معبودوں کی شرکت کا اعتقاد رکھتے تھے، نہ کہ استقلال کا، لٰہذا موحد کے نزدیک تسمیہ کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کو استعانت میں ان معبودوں سے، جن کی اس کے ساتھ عبادت کی جاتی تھی، یکتا ماننا ہے۔ اور ایک قول کے مطابق، قلب کے لئے اختصاص اور حصر، اس شخص کے اعتقاد کے اعتبار کی بناء پر ہوتا ہے جو اپنے معبود کے لئے استقلال کا دعویٰ کرتے جیسا کہ معطلہ صانع کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

بحثِ رابع اللہ تعالیٰ کے اِسم میں مفسرین کہتے ہیں کہ وُہ اَلـٰہ اِلـٰھـۃ و اُلـوھِیـۃ فھو اِلـٰہٌ" بروزنِ فعال بمعنیٰ مفعول ہے" وُہ عَبَدَ یَعبُدُ عِبَادَۃً" کے معنیٰ میں ہے غیر اللہ سے مدد چاہنے والا اُس کو معبود بناتا اور اس کی عبادت کرتا ہے بالخصوص ان امور میں جن پر صرف اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے جب یہ ثابت ہو گیا کہ استعانت "تألہ" ہے اور "تألہ" عبادت ہے" تو دلیل قائم ہے کہ عبادت کا مستحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے لہٰذا استعانت کا مستحق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

بحثِ خامس مقدس ترین اسم شریف کی تفسیر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے یہ ہے کہ وُہ "ذوالالوھیۃ والعبودیۃ علیٰ خلقہ اجمعین" اپنی ساری مخلوق پر الوہیت و عبودیت والا" ہے۔ مفسرین نے اس کو نہ صرف لیا اور قبول کیا بلکہ اس کو مستحسن سمجھا جب اللہ تعالیٰ بندگی و عبودیت کا حقدار اور مالک ہے" تو اس کو کسی اور کی طرف لوٹانا شرک ہے اور حق کو ناحق جگہ پر استعمال کرنا ہے۔ اس میں وُہ سب عبادات داخل ہیں جن پر تألہ، الوہیت، عبادت اور عبودیت صادق آتی ہے۔ خاص طور پر دعا، کہ یہ عبادت کی سب سے اہم اور بڑی نوع ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں اس طرح تبویب فرمائی ہے" باب دعاؤکم ایمانکم" اس کے ضمن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے امام بخاریؒ اکثر تبویب میں ایسی روایات لاتے ہیں" جو صحیح ہوتی ہیں" لیکن ان کی شرط پر نہیں ہوتیں۔

بحثِ سادس مفسرین اللہ تعالیٰ کے نام "رحمٰن" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"انّہ الموصوف بغایۃ الرّحمۃ ومنتھاھا وانّہ وصف ذات لا ینفلك عنہ کسائرِ اوصافہِ المقدّسۃ الذّاتیۃ"	کہ "وہ غیر محدود اور انتہائی رحمت کے ساتھ موصوف ہے اور یہ ذات کا وصف ہے، جو اس کے باقی ذاتی اوصافِ مقدسہ کی طرح اس سے غیر منفک ہے"

اور جو اس وصف کے ساتھ موصوف نہ ہو" اس کا قصد اور اس سے دعا، و پکار، نیز واسطوں اور سفارشوں کے چکر میں پڑنا" اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمال اور نعوتِ جلیلہ کے ساتھ سوءِ ظن ہے۔ چونکہ وُہ صفاتِ مقدسہ اور نعوتِ کاملہ جمیلہ کے ساتھ متصف ہے" اس لئے اس نے اپنی

عبادت اور دعا کی طرف بلایا ہے۔ مفسرین نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے اس قول سے استدلال کیا ہے، جو انہوں نے اپنی قوم کو فرمایا تھا: فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ "ربّ العالمین کے ساتھ تمہارا ظن کیسا ہے؟" یعنی تم نے اللہ تعالیٰ کو کیا گمان کیا ہے کہ وہ تمہیں جزاء دے گا؟ حالانکہ تم نے اس کے ساتھ غیر کی عبادت کی ہے، تم نے اس کو کیا سمجھ کر اس کے ساتھ شریک گھڑ لئے ہیں؟ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ وہ شریکوں اور مددگاروں کا محتاج ہے؟ یا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ بندوں کے احوال اس سے پوشیدہ ہیں، اس لئے اس کو ایسے شرکا کی ضرورت ہے، جو اس کے بندوں کے احوال کی خبر دیا کریں، جس طرح کہ غلام مالک کو خبر دیتا ہے؟ یا وہ اکیلا علی الاستقلال ان کی تدبیر اور قضاء حوائج پر قادر نہیں ہے؟ یا وہ پتھر دل ہے کہ ایسے سفارشیوں کا محتاج ہے، جو اس کے دل کو بندوں پر نرم کرتے رہیں؟ یا وہ کمزور ہے، اور ایسے دوست کا محتاج ہے، جس کے ذریعے اپنی کمی کو کثرت میں، یا کمزوری کو طاقت میں تبدیل کرلے؟ یا وہ اولاد کا محتاج ہے، لہٰذا اس کو بیوی کی ضرورت ہے، جس سے اس کی اولاد ہو؟ اللہ تعالیٰ ان سب سے بہت بلند اور بڑا ہے۔ اگر مشرکین کو اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل ہوجائے تو اس کے شریک نہ بنائیں۔

اسی طرح اس کا نام "رحیم" ہے، لوگوں کے پاس ظاہری، باطنی جتنے عطیات، احسانات اور نعمتیں ہیں، وہ اس کی شفقت اور رحمت کے آثار ہیں۔ جس ذات سے یہ افعال وصفات ہوں، وہ بھلا بے چین اور بے قرار کو ضرورتوں، حاجتوں اور مصیبتوں میں کب دوسروں کی طرف جانے دیتا ہے؟ حدیثِ قدسی ہے:

"كلّكم ضالّ الّا من هديته فاستهدونى اهدكم، يا عبادى كلّكم جائع الّا من اطعمته فاستطعمونى اطعمكم، يا عبادى كلّكم عار الّا من كسيته فاستكسونى اكسكم. الحديث بطوله!"

"تم سب گمراہ ہو، مگر جس کو میں ہدایت دوں، مجھ سے ہدایت مانگو، میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو، مگر جس کو میں کھلاؤں، مجھ سے کھانا مانگو، میں تمہیں کھانا دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو، مگر جس کو میں پہناؤں، مجھ سے لباس مانگو، میں تمہیں لباس دوں گا۔ (حدیث لمبی ہے)!"

بندوں سے محبّت اور ان پر رحمت کے لئے وہ ہر رات آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے، اور فرماتا ہے:

"ھل من سائل فاعطیہ؟ ھل من داع فاستجیب لہ؟ ھل من تائب فاتوب علیہ؟ ھل من مستغفر فاغفر لہ؟"

(الحدیث معروف ومشہور)

"کیا کوئی سائل ہے کہ میں اس کو دوں؟ کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا کو قبول کروں؟ کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ میں اس کی توبہ قبول کروں؟ کیا کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ میں اس کو بخشوں؟" (حدیث مشہور و معروف ہے)

بعض اسرائیلیات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"ابن اٰدم اطلبنی تجدنی، فان وجدتنی وجدت کلّ شیٔ، وان فتک فاتك کلّ شیٔ۔"

"اے ابنِ آدم! مجھے طلب کر، تو پالے گا، اگر تو نے مجھے پالیا تو ہر چیز کو پالیا، اگر میں تجھے نہ مِل سکا تو ہر چیز تیرے ہاتھ سے گئی۔"

مفسرین نے یہ معنیٰ تفسیر میں قبول کیا ہے۔ اسی طرح اسماء حسنیٰ کی شرح میں اس کو پسند کیا گیا ہے۔ اور احوالِ قلوب — ان کی سیر، اور بلند و اعلیٰ بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کی طرف توجہات' کی بحث میں اس پر اطمینان ظاہر کیا گیا ہے۔

فاتحۃ الکتاب کی ابتداء میں بیضاوی کی عبارت میں بیان کیا گیا ہے کہ:

"تسمیہ میں ان اسماء کو اس لئے خصوصیت دی گئی ہے کہ عارف کو معلوم ہو جائے کہ سب امور میں استعانت کا مستحق معبودِ حقیقی ہی ہے جو جلدی ملنے والی اور دیر سے ملنے والی، بڑی اور چھوٹی ہر قسم کی نعمتوں کا مالک ہے اور وہ جنابِ قدس میں گہری محبّت کے ساتھ متوجہ ہو جائے۔ اور توفیق کی رسی کو مضبوطی سے تھام لے اپنے باطن کو اس کے ذکر میں مشغول رکھے' اور اس سے مدد مانگنے کے ساتھ غیر سے منقطع ہو جائے۔"

بیضاوی نے کہا ہے کہ: "سب جہانوں کے موجد ہونے' ان کا رب ہونے' ظاہری' باطنی' جلدی اور دیر سے ملنے والی نعمتوں سے ان کو مستفید و سرفراز کرنے' اور ثواب و عقاب کے دن ان کے امور کا مالک ہونے کے اوصاف سے اللہ تعالیٰ کو متصف کرنا اس غرض کے لئے ہے

کہ پتہ چلے، حمد کے لائق وہی ہے اس سے زیادہ کوئی اس کا حقدار نہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی حمد کا استحقاق ہی نہیں رکھتا۔ کسی حکم کے وصف پر مرتب ہونے سے اس کی علّت کا اظہار ہوتا ہے۔ یعنی جو ان صفات سے متصف نہیں، وہ حمد کا اہل نہیں، چہ جائیکہ اس کی عبادت کی جائے تاکہ مابعد کے لئے وہ دلیل ہو۔

وصفِ اوّل اس چیز کے بیان کے لئے ہے، جو حمد کی موجب ہے اور وہ ہے ایجاد و پرورش! دوسرا اور تیسرا وصف اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ یہ سب کچھ اپنی مہربانی اور اختیار سے کرتا ہے، یہ اس پر بالذات واجب نہیں! یا اعمالِ سابقہ کی وجہ سے اس کا فیصلہ کیا گیا ہو حتیٰ کہ وُہ اس وجہ سے حمد کا مستحق ہو گیا ہو۔ چوتھا وصف اختصاص کی تحقیق کے لئے ہے، کہ وُہ اس میں شرکت کو قبول نہیں کرتا۔ اور اس ضمن میں حامدین کے لئے وعدہ ہے، اور اعراض کرنے والوں کے لئے وعید ہے۔ انتہیٰ!"

بسملہ اور اس میں ابحاث کو مثال کے طور پر جو ہم نے بیان کیا ہے اگر وہ کافی نہ ہو تو مزید کی ضرورت ہو تو اہلِ علم اور اہلِ تاویل نے فاتحۃ الکتاب پر جو کچھ کہا ہے، ہم اس کی روشنی میں کلام کرتے ہیں تاکہ ہماری اس کتاب سے قاری فائدہ اٹھا سکے۔

"حمد کے معنی ہیں محبّت و رضاء کا استلزام اور اس کے خلاف شرک وغیرہ کو ترک کرنا":

تو سنئے! بعض محققین کے افادات کے مطابق حمد محمود کے محاسن کو تعریف کے طور پر اس طرح بیان کرنا ہے کہ اس سے محبّت اور رضامندی، نیز اس کے سامنے عاجزی ظاہر ہو، جو کوئی محبّت سے اعراض کرے، یا اس کے سامنے عاجزی کو ظاہر نہ کرے، یا اس میں اس کا کسی کو شریک بنالے ــــــ یا اس کے غیر سے حاجت و فاقے کے وقت تعلق رکھے، اپنی شدت و ضرورت میں اس سے مدد مانگے، وُہ اس سے راضی نہیں ہوتا، یہ تعریف بعض وجوہ کی بناء پر، جو سمجھ دار پر مخفی نہیں ہے، زیادہ مکمّل ہے بعض کی اس تعریف سے ہم بات کو طول نہیں دیتے کہ وہ اصطلاح میں ایسا فعل ہے جو منعم کی تعظیم ظاہر کرتا ہو اور جب اس میں آلؔ استغراق اور عموم افراد کے لئے ہو جیسا کہ راجح ہے تو تمام اوصافِ کمال اور نعوتِ جلال و جمال کی موجودگی کی بناء پر وہ لائقِ حمد ہوتا ہے! ــ لہٰذا تمام صفاتِ کمال، اور ان کی کثرت اللہ تعالیٰ کے لئے اکمل طور پر ثابت ہوگی یہی وجہ ہے کہ مخلوق میں

سے کوئی اس کی ثناء کا احصاء و شمار نہیں کر سکتا، اسی سے اس کی الٰہیت پر اور اس پر کہ وہ الٰہِ حق ہے، استدلال کیا جاتا ہے اور جن صفاتِ کمال سے متصف ہونے کی وجہ سے عبادت، تعظیم اور قصد کا وہ استحقاق رکھتا ہے، ان کا کسی میں فقدان اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی الٰہیت باطل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے اپنے باپ سے خطاب کو حکایت کیا ہے:

"یَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا" [۱]

"ابا جان! آپ ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہیں، جو نہ سن سکیں، نہ دیکھ سکیں، اور نہ آپ کے کسی کام آ سکیں؟"

بچھڑا پوجنے والوں کے بارے میں فرمایا:

"أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا" [۲]

"انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ نہ وہ ان سے بات کر سکتا ہے، اور نہ ان کو راہ دکھا سکتا ہے؟"

اللہ تعالیٰ نے صفاتِ کمال کی نفی کو الٰہیت اور عبادت کے بطلان کا موجب بنایا۔ یہ فطرت اور عقل سے سمجھا جا سکتا ہے۔ کتاب اللہ کے پہلے کلمے میں یہ تین مقامات ہیں، جو غیر اللہ سے دعاء اور اس کی عبادت اور استغاثہ کے بطلان کی دلیل ہیں۔ بندہ، چاہے اس کا درجہ کتنا اونچا ہو جائے اور اس کا مرتبہ بلند ہو جائے، وہ پھر بھی اپنے خالق کا محتاج ہی رہتا ہے۔ اس کی قدرت، علم و حکمت، فضل و کرم اور زندگی کو ان صفات سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی، جن صفاتِ کمال اور نعوتِ جلال سے اس کا خالق اور الٰہِ حق متصف ہے۔ شیخ الاسلامؒ نے فرمایا ؎

والفقر لی وصف ذات لازم ابدا　　　کما الغنیٰ أبدا وصف لہ ذاتی

"فقر میرے لئے ہمیشہ ذاتی اور لازمی وصف ہے، جس طرح غناء ہمیشہ سے اس کا ذاتی وصف ہے۔"

---

[۱] مریم: ۴۲ [۲] الاعراف: ۱۴۸

"اللہ" "رب" "رحمٰن" "رحیم" اور "مالک" توحید کے لئے دلیل ہیں!

اللہ اللہ الٰہیت پر دلالت کرتا ہے جو الٰہیت وکمال کی باقی سب صفات کو متضمن ہے، اور اسمارِ حسنٰی کے جمیع معانی کو مستلزم ہے۔ اس کے "مالوہ" اور معبود ہونے پر اس کی دلالت بالوضع اور بالمطابقت ہے۔ مخلوق اس کی بندگی محبت وتعظیم وعاجزی اور حوائج ونوائب میں گھبرا کر اس کی طرف رجوع کرنے کے ساتھ کرتی ہے۔ جس نے اس کے سوا کسی دوسرے کی (جو الٰہیت کا حق نہیں رکھتا) بندگی کی، وہ اس کی عبودیت کے درجے سے نہیں نکل سکتا۔ حوائج ونوائب میں گھبرا کر وہ اسی کی طرف رجوع کرتا، نیز مہمات اور مصائب میں اسی پر اعتماد کرتا ہے۔ جو شخص اس طرح کا ہو، مثلاً فرشتوں، انبیاء واولیاء کے پجاری، اس نے اس اسم شریف کو عبودیت اور الٰہیت میں اللہ تعالیٰ کی یکتائی کا حق نہیں دیا۔

رب رب کا لفظ تمام دُنیا کے لئے اس کی ربوبیت پر دلالت کرتا ہے۔ کمال ربوبیت اس کی صفاتِ کمال میں سے ہے جس کے ساتھ وُہ متصف ہے مثلاً قدرت، علم، رحمت، قیومیت۔ وُہ اپنے بندوں کی پرورش پیدائش وتدبیر اور ملک کے ساتھ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے وجوب پر یہ سب سے بڑی، سب سے واضح اور سب سے روشن دلیل ہے۔ غیر اللہ کی الٰہیت اور عبادت "ابطل الباطل" اور "اضل الضلال" (سب سے بڑا باطل اور سب سے بڑی گمراہی) ہے۔ اسی لئے اس کی ربوبیت سے صادر ہونے والے افعال کے ساتھ، اس کی توحید کے وجوب اور اس کی الٰہیت پر استدلال کیا جاتا ہے۔ مثلاً اس کا پیدا کرنا اور اس کی قیومیت! ارشاد ہے:

"اَفَمَنْ یَّخْلُقُ کَمَنْ لَّا یَخْلُقُ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ"[1] "کیا پس جو پیدا کرتا ہے اُس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو کچھ نہ پیدا کرے؟ کیا تم غور نہیں کرتے؟"

---

[1] النحل: ۱۷

"اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰی كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ"[۱] "کیا پس جوذات ہر نفس کے اعمال پر نگہبان ہے؟"

"قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ"[۲] "کہہ دو بھلا تم نے ان چیزوں کو دیکھا ہے، جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو؟ ذرا مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین کا کونسا حصہ پیدا کیا ہے؟"

یہ مضمون قرآنِ کریم میں بکثرت ہے۔ لیکن دلوں پر زنگ اور مُہر لگ جانے کا پردہ بزرگوں و قبروں کے پجاریوں اور اس کے فہم کے درمیان حائل ہے۔

رحمٰن جیساکہ گزرچکا ہے، یہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ رحمت اس کی صفت ہے اور ذاتی وصف غیر منفک ہوتا ہے اس لئے اس کا اطلاق غیر اللہ پر نہیں کیا جاتا۔

رحیم رحیم سے مراد اپنے بندوں پر بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے یعنی رحمت کرنے میں مبالغہ کرنے والا کیونکہ "رحیم" بروزن "فعیل" ہے جو مبالغے کا صیغہ ہے لیکن "فَعلان" اس سے زیادہ مبالغے کے معنیٰ کے لئے ہے۔ رحمت کی وسعت وکثرت اور احاطہ موصوف کی عظمت، صفاتِ کمال، اس کی عبادت والہیت کے وجوب اور اس کی طرف دلوں کی انابت کے وجوب کے دلائل میں سے ہے۔

جو غیر اللہ سے استغاثہ کرے وہ اس کی طرف اہم اور بڑے امور میں شوق ورغبت رکھے گا جو کہ اس کی قدرت واختیار سے باہر ہیں اور وہ اسبابِ عادیہ کی جنس سے نہیں ہیں مثلاً جو شخص انبیاء وصالحین اور فرشتوں سے استغاثہ کرے اور اپنی حاجات ومصائب میں ان کی طرف رجوع کرے اس نے اس اسم کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ اس کا حق اس کو نہیں دیا اور اس پر جو ایمان لانا واجب تھا وہ نہیں لایا۔ اگر وہ اس اسم کے مدلول کے کمال اس کی وسعت واحاطت کا کچھ شعور رکھتا، تو اپنے رب کی بجائے دوسروں کی طرف نہ جاتا اور نہ ہی وہ "رحمان الدنیا والآخرۃ ورحیمھا" کے غیر کی طرف التفات کرتا۔ اسماءِ حسنیٰ اور صفاتِ علیا ایسی جامع اور عظیم شہادتیں ہیں کہ ان کی معرفت صدیقوں،

---

[۱] الرعد: ۳۳ [۲] الاحقاف: ۴

ہیں کئی مقامات پر اس دن کی بادشاہت کی خصوصیت کو بطور تعریف بیان فرمایا ہے۔ اس میں حکمت اور راز یہ ہے کہ اہلِ دنیا دُنیا میں جو تعلقات واسباب رکھتے بھائی چارہ وغیرہ کے معاملات کرتے ہیں، وہ یومِ آخرت میں منقطع اور مفقود ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ۔" [۱]

"اس دن سے ڈرو، جب کوئی شخص کسی کے کچھ کام نہ آئے گا، اور نہ اس سے بدلہ قبول کیا جائے گا۔ نہ اس کو سفارش کچھ فائدہ دے گی، اور نہ ان کی مدد کی جاسکے گی۔"

اس خطاب میں جو عمومیت ہے، اور اسمِ نکرہ نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر معبود کی جس طرح تنکیر کی ہے، خواہ وُہ نبی ہو یا فرشتہ، اس کو ذہن میں رکھیے۔ شفاعت کرنے والوں کے ذریعے اس دن جو کچھ واقع ہوگا، اُس سے اس آیت کی مخالفت نہیں ہوتی، اور نہ ہی اس سے عموم کی نفی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جو کچھ ہوگا اُس کے اذن سے ہوگا اور اذن اس کو ملے گا، جس کے قول وفعل کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سندِ پسندیدگی مل جائے گی۔ معاملہ پہلی بار، دوسری بار، اوّل و آخر اللہ جلّ ذکرہٗ کے اختیار میں ہے۔

الدّین دین سے مراد اچھے بُرے اعمال نیز وُہ جن کی دلیل نہیں اتاری گئی، اور وہ اعمال اور دینی امور، جن کی کوئی حجیت نہیں، کی جزاء ومکافات ہے۔ اس کے فاعل کو جزاء یا عقاب ملے گا اگر اللہ تعالیٰ کی توحید۔ اس پر اور اس کے رسولوں پر ایمان وغیرہ مانع نہ ہوا۔

اولیاء وصالحین کی عبادت واستغاثہ، اور چہروں کو ان کی طرف متوجہ کرنے کے بعد کونسی توحید باقی رہ جاتی ہے؟ ارشاد ہے:

"فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔" [۲]

"تیرے رب کی قسم! ہم ان سب سے ان اعمال کے بارے میں پوچھیں گے، جو وہ کرتے تھے۔"

ایک جماعت نے کہا، اس سے مراد "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ" کی شہادت ہے، جس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

---

[۱] البقرۃ: ۱۲۳ [۲] الحجر: ۹۲، ۹۳

جو اللہ اور اس کے واجبات و مستحیلات کو جانتے ہیں، کے سوا کسی کو حاصل نہیں اور نہ ہی ان کے سوا کسی دوسرے کی سیرت اس سے مزین ہے۔ جس نے غیر سے تعلق جوڑا اور اس کی طرف التفات کی، اس کے علم کی پہنچ ۔۔۔ اس کی دانائی اور فہم کی انتہاء، اولیاء وصالحین تک ہی ہے۔ وہ انہی سے رحمت واحسان اور نرمی کا امیدوار ہے۔ وہ اسماء حسنیٰ کے مفہوم سے محجوب ہے، اور اپنے رب کی معرفت اس کو حاصل نہیں ہے۔ وہ اس کی صفاتِ کمال اور نعوتِ جلال سے بے خبر اور جاہل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ"[1] "اے جاہلو! کیا تم مجھے غیر اللہ کی عبادت کا حکم کرتے ہو؟"

جو کوئی صالحین سے دعاء واستغاثہ کا حکم کرے، اللہ تعالیٰ نے اس کو اوپر سے جہالت کا سرٹیفکیٹ بھیج دیا ہے۔ اب وہ اس کا نام توسل، سفارش، استنصار، کرامت رکھے، یا کچھ اور!

"مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" یہ کمال اور شان وشوکت کا وصف ہے۔ اس کا تقاضا ہے، اس وحدہٗ لاشریک لہٗ کے ساتھ ہی معاملہ رکھا، اور چہرے کو اسی کا فرماں بردار بنایا جائے! ۔۔۔ کیونکہ حکومت میں اختصاص نیز اس میں انفرادیت، خوف ورجاء اور طاعت کو واجب کرتے ہیں۔ اس کے بعد اگر کوئی کسی مقہور غلام ومملوک سے جس کا حکومت میں کوئی حصہ نہیں ہے، اور نہ ہی اس کا حکومت کے ساتھ کسی لحاظ سے تعلق ہے، واسطہ رکھے۔ دینے اور روکنے میں، اٹھانے اور گرانے میں، دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول میں، اس کی طرف رجوع اور قصد رکھے۔ وہ پرلے درجے کا بے وقوف اور گمراہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ"[2] "ابراہیم علیہ السلام کی ملت سے روگردانی وہی کرے گا جس نے اپنے آپ کو بے وقوف بنا لیا ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے، باوجود اس کے کہ وہ دُنیا وآخرت کا مالک اور بادشاہ ہے، اپنی کتاب

---

[1] الزمر: ۶۴ [2] البقرۃ: ۱۳۰

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

اس آیت میں عبادت واستعانت میں اس کا اختصاص اور یکتائی ہے یہ اس کا حق ہے جس میں نہ تو نبی مرسل اور نہ فرشتہ مقرب شریک ہو سکتے ہیں۔ مکلف بندوں سے سب سے بڑا مقصود عبادت ہے جو رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اس کی خالص عبادت کرتے ہیں اور استعانت میں اس کو یکتا سمجھتے ہیں وہ ان کا معبود ومستعان ہے سب اعمال ان دو کلماتِ شریف میں داخل ہیں ان دونوں میں صیغہ حصر واختصاص نے توحید پر دلالت کی ہے۔ بندہ محنتی اور باہمت ہے اس کی ہمت ومحنت اس کا مقصد اور وسیلہ ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ اس کا انتہائی مقصد ومراد اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اس کی طاعت اور رضامندی کی تلاش ہو لازم ہے کہ اس کا وسیلہ اللہ وحدہٗ سے استعانت اور استغاثہ ہو۔ یہ اہل کمال کا حال ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت واستعانت کو جمع کر لیا ہے۔ بخلاف اس کے جو غیر اللہ کا پجاری اور اس سے مدد چاہنے والا ہے یا جو شخص عبادت تو اس کی کرے لیکن جس سے اس کا مقصدِ استعانت حاصل ہوتا ہے اس کو ضائع کر دے اور اس میں کوتاہی کرے یا جو شخص اس سے استعانت لے، لیکن ان طریقوں سے جو اس کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔ یا ان اعمالِ صالحہ اور وسائل سے جن کو اس نے مشروع نہیں کیا۔ دوسری نوع میں وہ لوگ داخل ہیں جن کا انبیاءؑ واولیاء سے عبادت واستغاثہ اور استعانت کا تعلق ہے جیسا کہ قبر پرست عبادت واستعانت کے وجوب پر یہ دو کلمات جو دلالت کرتے ہیں ان کو اس کا پتہ ہی نہیں!

ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کی حدیث میں ہے:

"اَلَا اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهِنَّ؟ اِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ۔ الحدیث!"

"کیا میں تجھے وہ کلمات سکھاؤں جن سے تمہیں اللہ تعالیٰ نفع دے؟ جب سوال کرنا ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے کرو اور جب مدد مانگنی ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو۔"

حضرت حسنؒ نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو لکھا "غیر اللہ سے مدد مانگنے سے بچنا اس صورت میں اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے سپرد کر دے گا۔" ابو عبد اللہ قرشی نے کہا "مخلوق کا مخلوق سے مدد

مانگنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قیدی قیدی سے مدد مانگے۔"

بات طویل ہوتی جارہی ہے۔ ہمارا مقصد صرف یہ تنبیہ کرنا ہے کہ قرآن مجید اوّل تا آخر توحید کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ اس کا حکم دیتا ہے، اسی کا مشورہ دیتا ہے اور اس کو لازم قرار دیتا ہے۔ قیامت کے روز اہلِ توحید کو عزّت و کرامت سے نوازا جائے گا، اور اہلِ توحید کی صفات کیا ہیں؟۔ یہ سب کچھ بیان کرتا ہے جو توحید کے تارک ہیں ۔۔ اس سے غافل ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں دوسروں کو شریک بناتے ہیں، ان کے احوال بیان کرتا ہے۔ پھر دارِ آخرت میں ان لوگوں کی سزا و عقاب، اور ذلت و رسوائی کو بھی بیان کرتا ہے۔

"اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ -الآیۃ!" اس آیت میں ایک راستے کا تعین ہے جو شخص اس کے سوا کسی دوسرے راستے پر چل کر اللہ تعالیٰ تک پہنچنا چاہے۔ اس کی رضاء اور جنّت کو حاصل کرنا چاہے تو یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ اس ایک راستے کے سوا سب راستے مسدود ہیں، جو منزلِ مقصود تک پہنچانے والے نہیں ہیں۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

"خطّ لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطًّا ثم خطّ خطوطًا عن یمینہٖ وعن شمالہٖ وقال: ھٰذہٖ سبلٌ علٰی کلّ سبیلٍ منھا شیطان یدعو الیہ، ثمّ قرأ قولہ تعالیٰ: وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا فَاتَّبِعُوۡہُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمۡ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ؕ ذٰلِکُمۡ وَصّٰکُمۡ بِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ۝"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک خط کھینچا، پھر آپ نے اس کے دائیں بائیں کئی خطوط کھینچے اور فرمایا: یہ راستے ہیں۔ ان میں سے ہر راستے پر ایک شیطان ہے، جو اس کی طرف بلاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھا: "میرا سیدھا راستہ ہے، اس کی پیروی کرو، دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو، وہ تمہیں اس کی راہ سے ہٹا دیں گے۔ یہ ہے جس کی تمہیں وہ وصیت کرتا ہے تاکہ تم بچو۔"

جب یہ بات سمجھ لی گئی کہ صراطِ مستقیم وہ ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ ہدیٰ رواں دواں رہے تو انبیاء و اولیاء کو پکارنا، ان سے استغاثہ اور ان کی

طرف توجہ' یہ سب امور ایسے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کی راہ سے خارج ہیں اور وہ ان پر عمل پیرا نہیں تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے اور اس کے اولیا ہیں سے کوئی ایک بھی اس راہ پر نہیں تھا۔ ان امور کی ممانعت پر بہت سی نصوص دلالت کناں ہیں' اس مسئلے پر عمدہ اور مختصر گفتگو گزر چکی ہے جب یہ باتیں صراطِ مستقیم سے خارج ہیں اس پر چلنے والوں اور عمل کرنے والوں کے شایانِ شان نہیں' تو پھر وہ ایسی راہ ہوئی جو اپنے راہ رووں کو شیطان کی اطاعت میں داخل کر دیتی ہے اور جہنم میں پہنچا دیتی ہے۔ صراطِ مستقیم کے جادہ پیماؤں کی محنت اور شان یہ ہوتی ہے کہ وہ عبادت و استعانت' استغاثہ و انابت' خوف و رجاء اور توکل و اعتماد میں اللہ تعالیٰ کو اکیلا جانتے ہیں ان اوصاف کو چھوڑنا ان کی راہ اور طریقے سے نکل جانا ہے' علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کافیہ شافیہ میں فرمایا ہے ؎

فلواحدٍ کن واحدا فی واحد اعنی سبیل الحقّ والایمان

"ایک کے لئے ایک میں' ایک ہو جا یعنی حق و ایمان کی واحد راہ اختیار کر!"

اللہ تعالیٰ کی راہ ایک ہے' بہت سی نہیں ہیں اہلِ قبور یا دوسروں کو' چاہے وہ اولیاء و صالحین ہی کیوں نہ ہوں' پکارتے پر کسی کیلئے ممکن نہیں کہ وہ دلیل و حجت پیش کر سکے جس سے ثابت ہو کہ وہ مشروع و مسنون ہے' یا مباح ہے۔ اس کو شریعت ثابت کرنا ممکن نہیں ہے۔ جاہل جو کمزور سے شبہات پیش کرتے ہیں' وہ لائقِ التفات نہیں ہیں بلکہ یہ شبہات خود ان کے' اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی راہِ مستقیم اور ان احکام کے درمیان' جو آپؐ اللہ تعالیٰ سے لیکر آئے ہیں' حائل ہو کر راہ کاٹنے والے ہیں۔ وہ ان کو دلائل اور بینات کہتے ہیں' مگر فی الحقیقت وہ جہالات و خیالات اور ضلالات ہیں جیسا کہ نبہانی گمراہ نے اپنے مشائخ اور ائمۃ الغلاۃ سے نقل کر کے اعتراض وارد کئے ہیں۔ ہم ان پر پہلے گفتگو کر چکے ہیں۔

"غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ الخ!" بعض مفسرین کی توجیہ کے مطابق "غیر" پہلے اسم موصول کی صفت و نعت ہے' معنیٰ یہ ہوا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے' وہ "مغضوب علیہم اور ضالین" کی صفاتِ شنیعہ اور افعالِ قبیحہ کے مخالف ہیں "مغضوب علیہم" نے حق کو پہچانا لیکن اس کی اتباع کا ارادہ نہیں کیا۔ بلکہ اپنی اغراضِ فاسدہ اور شہوات' جو سچائی سے روکنے والی ہیں' کو انہوں نے ترجیح دی۔ اور اپنے حصے کا فائدہ اٹھایا اس بات کی کوئی پرواہ نہ کی جس میں بندے کی صلاح و ہدایت ہے!

—جبکہ "ضالین" پر شبہات غالب آگئے اور وہ جہالتوں اور ضلالتوں کی وادیوں میں سرگرداں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید و الٰہیت اور صمدیت کے وجوب نیز بیوی بچوں سے بے نیازی و پاکیزگی پر جو ظاہر دلائل اور واضح آیات قائم فرمائی ہیں، اُنھوں نے ان سے کوئی ہدایت حاصل نہیں کی!

پہلے وصف "غضب" کے سب سے زیادہ حقدار یہودی ہیں اور دوسرے وصف "ضلالت" کے سب سے زیادہ حقدار نصاریٰ ہیں۔ پہلے وصف کا یہودیوں پر غلبہ ہے اور دوسرے کا نصاریٰ پر۔ اسی لئے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے:

"الیھود مغضوب علیھم والنصاریٰ ضالون" "یہود مغضوب علیہم ہیں اور نصاریٰ ضالین ہیں"

لیکن یہ وصف انہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص جو اپنی رائے اور خواہش کی خاطر صراطِ مستقیم سے منحرف ہو جائے، وہ بھی پہلے وصف میں شریک ہے اور جو اپنی جہالت و ناسمجھی کی وجہ سے منحرف ہو، وہ دوسرے وصف میں شریک ہے۔ اس انحراف کے ساتھ اگر اصل دین جس کے بغیر ایمان و توحید کا کوئی مقام نہیں اس کے ساتھ باقی رہے تو وہ گنہگار مسلمان ہوگا۔ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اگر اس انحراف سے اصل دین اور ایمان میں خلل واقع ہو جائے اور وہ توحید سے محروم ہو جائے جیسا کہ ان لوگوں کا حال ہے جو اپنے کاموں اور مصائب میں انبیاءؑ و اولیاء اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ پکارتے ہیں، اپنے مصائب و شدائد میں انہی پر ان کا بھروسہ ہے اور انہی سے استغاثہ کرتے ہیں ان کا ضلالت میں مکمل حصہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰـهٌ مَّعَ اللّٰهِ"[1] "بھلا بے قرار کی التجا کون قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے؟ اور کون اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے، اور کون تم کو زمین میں پہلوں کا جانشین بناتا ہے؟

---

[1] النمل: ٦٢

— جبکہ "ضالین" پر شبہات غالب آ گئے' اور وہ جہالتوں اور ضلالتوں کی وادیوں میں سرگردان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید و الٰہیت اور صمدیت کے وجوب' نیز بیوی' بچوں سے بے نیازی و پاکیزگی پر جو ظاہر دلائل اور واضح آیات قائم فرمائی ہیں، اُنہوں نے ان سے کوئی ہدایت حاصل نہیں کی!

پہلے وصف "غضب" کے سب سے زیادہ حقدار یہودی ہیں' اور دوسرے وصف "ضلالت" کے سب سے زیادہ حقدار نصاریٰ ہیں۔ پہلے وصف کا یہودیوں پر غلبہ ہے' اور دوسرے کا نصاریٰ پر۔ اسی لئے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے:

"الیھود مغضوب علیھم والنصاریٰ ضالون" "یہود مغضوب علیہم ہیں اور نصاریٰ ضالین ہیں"

لیکن یہ وصف انہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر وہ شخص جو اپنی رائے اور خواہش کی خاطر صراطِ مستقیم سے منحرف ہو جائے' وہ بھی پہلے وصف میں شریک ہے اور جو اپنی جہالت و ناسمجھی کی وجہ سے منحرف ہو' وہ دوسرے وصف میں شریک ہے۔ اس انحراف کے ساتھ اگر اصل دین جس کے بغیر ایمان و توحید کا کوئی مقام نہیں اس کے ساتھ باقی رہے تو وہ گنہگار مسلمان ہوگا۔ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اگر اس انحراف سے اصل دین اور ایمان میں خلل واقع ہو جائے اور وہ توحید سے محروم ہو جائے جیسا کہ ان لوگوں کا حال ہے جو اپنے کاموں اور مصائب میں انبیاء و اولیاء اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ پکارتے ہیں' اپنے مصائب و شدائد میں انہی پر ان کا بھروسہ ہے اور انہی سے استغاثہ کرتے ہیں' ان کا ضلالت میں مکمل حصہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

"اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ"[1] "بھلا بےقرار کی التجا کون قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے؟ اور کون اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے، اور کون تم کو زمین میں پہلوں کا جانشین بناتا ہے؟"

---

[1] النمل: ۶۲

-کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود بھی ہے ؟"

جو استفہامات پہلے گزر چکے ہیں۔ اور وُہ مابعد کے لئے دلائل و آیات ہیں۔ ان کے بعد اس استفہام اور اس کے حسنِ موقعہ پر نگاہ ڈالئے' اس سے آپ کے سامنے عبّاد القبور کی مصائب و شدائد میں استعانت' اور اپنے معبودوں سے دعاء وغیرہ کی برائی واضح ہو کر سامنے آجائے گی اہلِ جاہلیت تو مصائب و شدائد میں خالص اللہ تعالےٰ سے دعاء کرتے تھے اور اعتراف کرتے تھے کہ شدائد و مصائب میں دعا کی قبولیت' اور ان کو دور کرنا صرف اللہ تعالیٰ ہی سے خاص ہے موجودہ زمانے کے لوگوں کا شرک بیماریوں اور مصائب میں اور شدید ہو جاتا ہے۔

پھر یہ بھی معلوم ہے کہ گمراہ نصاریٰ کے خاص الخاص وصف' انبیاءؑ اولیاء کی عبادت اور ان کو اللہ تعالیٰ کے اختیارات اور حقوق میں شریک بنانا ہے نیز آسمانی کتابوں میں انبیاءؑ کی معرفت جو ان سے اقرار لیا گیا ہے' اس کے خلاف تحریم و تحلیل میں اپنے علماء و احبار کی اطاعت کرنا ہے قبر پرست اس میں کافی حد تک ان سے مماثل ہیں' اور انبیاءؑ و صالحین کی عبادت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کو پکارنے کی وجہ سے ضلالت کے وصف کے اطلاق کے حقدار ہیں

صاحبِ "منہاج التأسیس" علیہ الرحمتہ نے ہمارے مذکورہ مسائل کو بیان کر کے فرمایا ہے کہ:

"یہ ایک اشارہ ہے جس سے آپ پیچھے جھانک کر دیکھ سکتے ہیں۔"

سورۃ فاتحہ میں علوم و توحید کا بیان' اور گمراہوں اور باطل فرقوں کا اس قدر رد ہے کہ اس کا مکمّل اندازہ و شمار محال ہے۔

جو اصحاب اس سورتِ کریمہ کے مضامین کا تفصیلی مطالعہ کرنا چاہیں' وُہ کتاب "شرح منازل السّائرین" جو حافظ ابنِ قیمؒ کی تصنیف ہے' کا مطالعہ کریں۔ اس سے اسرار و رموز کے وُہ خزانے کھلیں گے' جن سے شرحِ صدر کی دولت ہاتھ آئے گی۔

تفسیر سورۃ اخلاص

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ قرآنِ حکیم از اوّل تا آخر اللہ تعالیٰ کے لئے توحید کو خالص کرنے

اور خصائص میں یکتائی کا بانگِ دہل اعلان کر رہا ہے۔ ہم اس کی مثال اور شہادت بیان کر چکے ہیں۔ ہم مزید وضاحت کے لئے کتابِ کریم کی وہ آیات بیان کرتے ہیں، جو پوری صراحت کے ساتھ ہمارے مقصد کو ثابت کر رہی ہیں۔ شاید بنہانی اور اس قسم کے دوسرے قبر پرستوں پر کوئی آیت ہی کارگر ہو جائے، اور وہ ہدایت پا جائیں۔ ان کے دل سے گمراہی کے پردے چاک ہو جائیں۔ اخلاصِ توحید پر پوری صراحت و وضاحت سے دلالت کناں سورۂ اخلاص ہے۔ ارشاد ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

"کہہ دو، وہ ذات، جو اللہ ہے، ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ کسی کا وہ باپ، نہ کسی کا بیٹا ہے۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔"

یہ سورتِ عظیمہ علم کے خزانوں سے معمور ہے، اور قرآنِ مجید کی ایک تہائی کے برابر ہے۔ اس پر امام تقی الدین ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط کلام فرمایا ہے، جو ایک الگ مستقل، بڑی جلد پر مشتمل ہے۔ بحمد اللہ وہ متداول ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا: (الصمد) اس میں سلف کے متعدد اقوال ہیں۔ شاید کسی کو گمان ہو کہ وہ سب مختلف ہوں گے، نہیں! بلکہ وہ سب صحیح و صواب ہیں۔ ان سے دو قول مشہور ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ "صمد" سے مراد وہ ذات ہے، جس کا جوف نہ ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ایسا سردار ہے کہ حوائج میں اس کا قصد، اور اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ پہلا قول اکثر صحابہؓ و تابعینؒ اور اہلِ لغت کے ایک گروہ کا ہے۔ دوسرا قول سلف و خلف کے ایک گروہ اور جمہور لغویوں کا ہے۔ اسانید کے ساتھ منقول آثار باسند تفاسیر کی کتابوں میں اور سنّت کی کتابوں وغیرہ میں موجود ہیں۔ پھر کہا: ہم بہت سے باسند آثار قبل ازیں بیان کر چکے ہیں۔ پھر "صمد" کے معنیٰ میں بہت سے اقوال ذکر کئے ہیں۔ پھر ایک فصل میں "احد" کی تنکیر اور "الصمد" کی تعریف کا سبب ذکر کیا ہے۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ "احد" کے ساتھ اللہ وحدہٗ کے سوا کسی ممتاز شخص کی تعریف نہیں کی گئی۔ البتہ غیر اللہ میں نفی کے لئے مستعمل ہے۔ اہلِ لغت کہتے ہیں: "لا احدٌ فی الدار" گھر میں کوئی نہیں۔ "فیہا احدٌ" نہیں بولا جا سکتا۔ یہ قرآنِ مجید میں جہاں استعمال ہوا، کلام غیر موجب میں استعمال ہوا ہے:

"فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ" "تم میں سے کوئی ہمیں اس سے روکنے والا

حَاجِزِیْنَ"۔ [1] نہ ہوتا"

"لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ" [2] "اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو"

"وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ فَاَجِرْہُ" [3] "اگر کوئی مشرک آپؐ سے پناہ کا طالب ہو تو اس کو پناہ دیجئے"

"فَابْعَثُوْٓا اَحَدَکُمْ بِوَرِقِکُمْ" [4] "اپنے میں سے ایک کو ایک روپیہ دے کر بھیجو"

"جَعَلْنَا لِاَحَدِھِمَا جَنَّتَیْنِ" [5] "ان دونوں میں سے ایک کو دو جنتیں عطا کیں"

اس آیت میں "احد" اضافت کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔

"صمد" کو جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، اہلِ لغت نے مخلوق کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔ یہاں یوں نہیں کہا "اللہ صمدٌ" بلکہ کہا: "اَللّٰہُ الصَّمَدُ" تاکہ واضح ہو کہ دوسروں کے مقابلے میں وہی "صمد" ہونے کے لائق ہے، اور انتہائی کامل صمدیت اسی کے لئے واجب ہے۔ مخلوق اگرچہ بعض لحاظ سے "صمد" ہو سکتی ہے، لیکن صمدیت کی حقیقت اس سے منتفی ہے، کیونکہ وہ تفرق و تجزیہ کے لائق ہے، اور وہ غیر کی طرف محتاج بھی ہے۔ ما سوی اللہ، اللہ تعالیٰ کا من کل الوجوہ محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں، جس کی ہر چیز محتاج ہو اور وہ کسی کا محتاج نہ ہو۔ ساری مخلوق تجزی و تفرق، انقسام کو قبول کرتی ہے، اور اس کا ایک حصہ دوسرے سے جدا ہو سکتا ہے مگر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ایسا صمد ہے جس پر ایسی کسی چیز کا جواز نہیں ہے بلکہ حقیقتِ صمدیت اور کمالِ صمدیت اللہ وحدہٗ کے لئے واجب و لازم ہے۔ اس کی عدمِ صمدیت کا کسی لحاظ سے بھی امکان نہیں جیسا کہ اس کی احدیت میں ثنویت کسی لحاظ سے بھی ممکن نہیں۔ وہ ایسا "احد" ہے کہ کوئی شئی بھی اس کے مماثل نہیں ہے جیسا کہ سورۂ اخلاص کے آخر میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ" "اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے" یہاں اس کو نفی کے لئے استعمال فرمایا ہے یعنی کوئی چیز بھی اس کی ہمسر نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ ایک اور یکتا ہے۔ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: "اَنْتَ سَیِّدُنَا" "آپؐ ہمارے سردار ہیں" آپؐ نے فرمایا: "اَلسَّیِّدُ اللّٰہُ" "سردار اللہ تعالیٰ ہے"۔

---

[1] الحاقۃ: ۴۷ [2] الاحزاب: ۳۲ [3] التوبۃ: ۶ [4] الکہف: ۱۹ [5] الکہف: ۳۲

اللہ تعالیٰ کا ارشاد اُحدُ اور صمدُ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ کسی کا باپ اور بیٹا نہیں، اور کوئی اس کا ہمسر نہیں "صمدُ" اس کو کہا جاتا ہے جو اندر سے خالی نہ ہو اور نہ ہی اس کا جوف ہو اس میں کوئی چیز داخل نہیں ہو سکتی، اور نہ وہ کچھ کھاتا پیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ" [1]	"کہہ دو کیا میں غیر اللہ کو مددگار بناؤں؟ حالانکہ وہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے وہ کھلاتا ہے کھاتا نہیں۔"
"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَاۤ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ" [2]	"میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں میں ان سے رزق کا ارادہ نہیں رکھتا، اور نہ ان سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں بے شک اللہ تعالیٰ رزق دینے والا اور قوت والا زور آور ہے۔"

پھر آپ نے مختلف مسائل پر بحث کی ہے، اور بات سے بات نکلتی چلی گئی ہے پڑھ کر انسان حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ اس سورت کے ہر کلمے کا تقاضا ہے کہ صرف اللہ وحدہٗ ہی کی عبادت کی جائے۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے، اس کے ماسوا سے التجا نہ کی جائے۔ جب اُحد کا معنی یہ ہے کہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، تو پھر استغاثہ اسی سے کرنا چاہیئے کیونکہ وہ صفاتِ کمال میں کامل ہے، اور صفاتِ نقص سے منزہ ہے!۔ غیر اللہ اس طرح نہیں ہے۔ اب کامل سے اعراض کر کے، ناقص کے حضور التجا کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ جب احد ہے، تو جو تفسیر بھی کی جائے، ہر لحاظ سے وہ صمد ہے۔ احدیت، صمدیت کی دلیل ہے۔ بس وہی ملجأ ہے کوئی اور نہیں۔ صمدیت سے اللہ تعالیٰ کا "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ" کے ساتھ متصف ہونا لازم آتا ہے ہر جملہ اپنے مابعد کی دلیل ہے جو باپ ہے، وہ "احد" نہیں نہ ہی وہ صمد ہے یہی حال بیٹے کا ہے جس کا کوئی ہمسر یا اس کی ذات و صفات میں اس کا

---

[1] الانعام: ۱۴ [2] الذاریات: ۵۶-۵۷-۵۸

کوئی نظیر ہو تو وہ اس لائق نہیں کہ اس کی طرف الٰہیت کو منسوب کیا جائے یہ سورت اختصار کے باوجود وحدانیت کے دلائل کی ایسی جامع ہے کہ دوسری سورت ایسی جامع نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اس کو "ثلث القرآن" فرمایا گیا ہے جو شخص اس سورت کے معارف وعلوم سے مزید استفادہ کرنا چاہے' وہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ کی تفسیر کا مطالعہ کرے۔

سورۂ فلق کی تفسیر

شیخ الاسلام اور ان کے شاگرد رشید نے سورۂ فلق پر بہترین کلام فرمایا ہے ابن قیم رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب "بدائع الفوائد" میں فرمایا "ان دو سورتوں یعنی معوّذتین' اور ان کی عظیم منفعت اور ان کی شدید حاجت وضرورت کا بیان مقصود ہے! ۔ ان سے کبھی کوئی مستغنی نہیں ہو سکتا یہ جادو' نظرِ بد اور دوسرے سب شرور وتکالیف کے علاج کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہیں' بندے کو ان سورتوں کے ساتھ استعاذہ کی اس سے کہیں زیادہ ضرورت ہے جتنی کہ اس کو سانس لینے' کھانے پینے' اور لباس کی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہتے ہیں' یہ سورتیں تین اصولوں پر مشتمل ہیں: پہلا استعاذہ' دوسرا مستعاذ بہٖ' تیسرا مستعاذ منہ۔ ان کی معرفت حاصل ہو جانے سے ہی پتہ چل سکتا ہے کہ ان دونوں سورتوں کی کس قدر شدید حاجت وضرورت ہے" حافظ ابنِ قیم رحمہ اللہ نے ہر اصول کے لئے ایک فصل قائم کی ہے' اور اس میں خوب تفصیل سے کلام فرمایا ہے انہوں نے پہلی فصل میں فرمایا ہے:

"سنئے! لفظ "عاذ" اور اس سے مشتق ہونے والے سب صیغے بچاؤ' پناہ اور التجا کے معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ اس کلمے کی حقیقت ہر ایسی چیز سے جس کا ڈر ہو' بھاگ کر اس کے پاس پہنچنا ہے جو اس کو اس سے بچائے۔

اسی لئے مستعاذ بہ کو معاذ کہا جاتا ہے جس طرح کہ اس کو ملجا کہا جاتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ بنت الجون کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا گیا اور آپ نے اس پر اپنا دستِ مبارک رکھا تو اس نے کہا "اعوذ باللہ منک" "میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں"' آپ نے فرمایا "لقد عذتِ بمعاذ" "تو نے پناہ دینے والے کے ساتھ پناہ

مانگی ہے، جاؤ اپنے گھر واپس چلی جاؤ۔" اس سے ثابت ہوا کہ "اعوذ" کے معنی: " التجا کرتا ہوں" اور "بچاؤ چاہتا ہوں"، کے ہیں۔ اس اصول کے بارے میں دو قول ذکر کئے ہیں، پھر فرمایا ہے: "دونوں قول حق ہیں، استعاذہ دونوں کا جامع ہے۔ پناہ چاہنے والا پناہ دینے والے کے ساتھ چھپتا ہے، چمٹتا اور پناہ لیتا ہے۔ اس کے دل کا اس کے ساتھ گہرا اور مضبوط تعلق ہوتا ہے، وہ اس سے اس طرح لازم ہوتا ہے، جس طرح بچہ اپنے باپ سے چمٹتا ہے، جب اس کا دشمن تلوار لیکر اس پر حملہ آور ہو، وہ اس سے بھاگ رہا ہو، اسی دوران میں اس کا باپ اس کو دیکھ لے، تو وہ اپنے آپ کو اس کے سامنے ڈال دے گا۔ اور وہ اس کو پوری ہمت سے بچانے کی کوشش کرے گا۔

اسی طرح پناہ لینے والا اپنے دشمن سے، جو اس کی ہلاکت کے درپے ہے، بھاگ کر اپنے رب اور مالک کی طرف دوڑتا، بھاگتا، اور اپنے آپ کو اس کے سامنے ڈال دیتا ہے۔ اس سے پناہ مانگتا، فریاد رسی، اور بچاؤ کا خواہاں ہوتا ہے۔ ان عبارتوں کی روشنی میں استعاذہ کا معنی "قائم بقلبہ" ہے یعنی جو اپنے دل کے ساتھ قائم ہو، یہ مثال بطورِ تفہیم کے ہے، ورنہ دل اس وقت اللہ رب العزت کے حضور جس طرح پناہ اور بچاؤ چاہتا ہے، اور جس طرح وہ اس کے سامنے گرتا ہے ــ اپنی حاجت مندی اور ذلت کو جس انداز میں اس کے سامنے پیش کرتا ہے، اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

اس سے مقصود یہ ہے کہ اس کی محبت و خشیت، جلال و ہیبت کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس کا ادراک اس کے ساتھ اتصاف کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے، نہ کہ محض صفت و خبر کے ساتھ، جیسا کہ کسی چیز کی لذت ایسے شخص کے سامنے بیان کی جائے، جو ابتداء سے ہی اس سے قطعی ناآشنا ہو، اگر اس کو سمجھانے کے لئے ایسی چیزوں کے ساتھ تشبیہ دی جائے، جن کے ساتھ تشبیہ ممکن ہے، تو بھی اس کے دل میں اس کی حقیقت کی معرفت حاصل نہ ہو سکے گی۔ البتہ اگر وہی چیز اسے مل جائے، تو وہ اس کی لذت کو عملاً چکھ کر اس کو جان سکے گا۔" اس کے بعد اعاذہ و استعاذہ کے درمیان فرق پر دقیق و لطیف لمبی بحث کی ہے۔ اور دونوں سورتوں میں "قل" کے استعمال کا سبب بیان کیا ہے، جو ایک جدید انکشاف ہے۔ ہمارے موضوع کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، اگر شوق ہو تو اس کا مطالعہ فرمائیے!

پھر فصلِ ثانی کے تحت لکھا ہے "مستعاذ بہ صرف اللہ وحدہٗ ہے جو صبح کا رب ہے، اور لوگوں کا رب ہے۔ لوگوں کا بادشاہ اور لوگوں کا معبود ہے جس کے بغیر کوئی اور استعاذہ کے لائق ہی نہیں۔ اس کی مخلوق میں سے کسی سے بھی استعاذہ نہیں کرنا چاہیئے بلکہ وہی ہے جو پناہ مانگنے والوں کو پناہ دیتا ہے، ان کو بچاتا ہے، ان کو اس چیز کے شر سے جس سے انہوں نے پناہ مانگی ہے، پناہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کے بارے میں خبر دی ہے کہ مخلوق سے استعاذہ کرنا اس میں طغیان و سرکشی پیدا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومن جنّوں کے بارے میں فرمایا ہے:

وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝ [1]

"بعض انسان جنّوں کی پناہ پکڑا کرتے تھے، اس سے ان کی سرکشی اور بڑھ گئی۔"

تفسیر میں ہے: زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی عرب سفر پر جاتا، اور کسی وادی میں اس کو رات آجاتی، تو وہ کہتا "میں اس وادی میں قوم کے بے وقوفوں کے شر سے اس کے سردار کی پناہ پکڑتا ہوں"۔ تو اس کی پوری رات ان سے امن و سکون میں بسر ہوتی یعنی انسانوں نے جنّوں کے سردار سے استعاذہ کیا، تو اس نے جنّوں میں سرکشی، گمراہی، گناہ اور شر پیدا کر دیا تھا وہ کہتے تھے کہ ہم جنّ و انس کے سردار بن گئے ہیں۔ "رهق" کلامِ عرب میں گناہ، محرمات میں پوری طرح ملوّث ہونے کو کہتے ہیں۔ انسانوں کے استعاذہ کی وجہ سے وہ محرمات میں پوری طرح ملوّث ہو گئے۔ کبر و غرور، نیز بڑائی کے زعم میں مبتلا ہو گئے، اور سمجھ بیٹھے کہ ہم جنّ و انس کے سردار بن گئے ہیں۔

معتزلہ کے خلاف اہلِ سنّت نے اس مسئلہ میں کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات غیر مخلوق ہیں، اس سے دلیل لی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمات اللہ سے یوں استعاذہ کیا ہے:

"اعوذ بكلمات الله التامات" "میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ساتھ پناہ لیتا ہوں"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق سے استعاذہ نہیں فرماتے تھے، اس کی ایک نظیر یہ ہے:

"اعوذ برضاك من سخطك وبعفوك من عقوبتك" "میں تیری رضا کے ساتھ تیرے غصے

---

[1] الجن: ٦

سے، اور تیرے معاف کرنے کے ساتھ تیری سزا سے پناہ چاہتا ہوں"۔ اس سے ثابت ہوا کہ "رضاء" اور "عفو" اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، اور وہ غیر مخلوق ہیں۔ اسی طرح یہ ارشاد بھی ہے، "اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ" "میں اللہ تعالیٰ کی عزت وقدرت کے ساتھ پناہ لیتا ہوں"۔ "اعوذ بنور وجھک الذی اشرقت لہ الظلمات" "میں تیرے چہرے کے نور کے ساتھ پناہ لیتا ہوں جس سے سب اندھیرے روشن ہو گئے ہیں"۔ جس چیز کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے استعاذہ فرمایا ہے، وہ مخلوق نہیں ہے۔ آپ یا تو اللہ تعالیٰ سے، یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ استعاذہ فرماتے تھے۔

ان دو سورتوں میں رب، ملک اور الٰہ کے نام کے ساتھ استعاذہ کا ذکر ہے، اور ان میں ربوبیت کی اضافت "الفلق" اور "الناس" کی طرف ہے۔ ان دو سورتوں میں جن صفات کے ساتھ اپنی ذات کو موصوف کیا ہے، آپس میں ان کا ربط اور مناسبت ضروری ہے۔ ہم کئی جگہ اس بات کو بیان کر چکے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اس کے اسماء حسنیٰ سے پکارا جاتا ہے۔ ہم ہر مطلوب کے لئے ایسے اسم کے ساتھ سوال کرتے ہیں، جس کے ساتھ اس کو مناسبت ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان دو سورتوں کے بارے میں فرمایا ہے: "ان دو سورتوں کے برابر اور کوئی چیز نہیں، جس کے ساتھ پناہ مانگنے والے پناہ مانگیں"۔ جس اسم سے استعاذہ کیا گیا ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مطلوب کا مقتضی ہو۔ وہ اس شر کو دور کرتا ہے جس سے پناہ مانگی گئی ہے۔ اسی سے مناسبتِ مذکورہ واضح ہوتی ہے۔

تیسری فصل کے تحت ان دو سورتوں میں پناہ مانگے گئے شرور کے انواع کو بیان کیا ہے۔ خوب تفصیل سے بیان کیا ہے، اور عجیب عجیب نکات بیان فرمائے ہیں۔

اس بحث سے مقصد یہ ہے کہ یہ دونوں سورتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ پناہ گاہ اور ملجأ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جس کسی نے مخلوق میں سے کسی فرشتے سے، یا نبی و ولی سے استغاثہ کیا، اس نے اس سے پناہ مانگی۔ اور جس نے اس سے پناہ مانگی، اس نے اس سے ایسی چیز مانگی، جو صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت واختیار میں ہے۔ اس طرح اس نے اس کی عبادت کی کیونکہ "الدعاء مخ العبادۃ" "دعا عبادت کا مغز ہے"۔ اور جس نے غیر اللہ کی عبادت کی، اس نے

شرک کیا۔ اس مسئلہ پر قرآنی آیات بہت سی ہیں۔ ہم قبل ازیں ان میں سے کچھ ذکر کر چکے ہیں۔ جو قرآنِ حکیم کے معانی کو سوچ سمجھ کر پڑھ لے، اس مسئلے کی حقیقت کھل کر اس کے سامنے آجاتی ہے۔

ادعیہ مسنونہ سے ثبوت

اس مسئلہ کا سُنّتِ نبویہ میں جو مواد موجود ہے، وہ بحرِ ناپید کنار ہے۔ رسولِ کریم ﷺ کی مشرکین سے مخالفت، اور کافروں سے دشمنی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ جاہلیت کے کاموں کو مٹانے اور ان کی شرکیہ ضلالتوں کو باطل کرنے کے لئے آپؐ کو مبعوث فرمایا۔ جو کچھ آپؐ پر اللہ تعالےٰ نے بیان اتارا تھا، وہ، اور قرآن آپؐ کا خلق تھا۔ آپ ﷺ کے اذکار و ادعیہ پر لکھی ہوئی کتابوں پر جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں، تو ہمیں ایک دعا بھی ایسی نظر نہیں آتی، جس میں غیر اللہ سے پناہ مانگی گئی ہو۔ امام نوویؒ کی کتاب الاذکارؒ کو دیکھ لیجیے، دنیا جانتی ہے کہ اس میں مذکورہ دعائیں کس قدر صحت کی حامل ہیں۔ پھر کتاب "نزل الابرار فی الادعیۃ و الاذکار" اور شیخ الاسلام کی کتاب "الکلم الطیب و العمل الصالح" کو لے لیجیے۔ شیخ محمد جزریؒ کی کتاب "الحصن الحصین" کو پڑھیئے۔ ان کتابوں میں جتنی دعائیں ہیں، سب اللہ تعالیٰ سے ہیں۔ ان میں ایک کلمہ بھی ایسا نہیں، جو غیر اللہ سے مانگنے کی دلیل بن سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" [1] "رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے بہترین نمونہ ہیں۔"

ہر مسلمان کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر مطمئن ہو۔ افعال و اقوال میں آپؐ کی اقتداء کرے، اور اس میں صحابہؓ کرام و تابعینؒ اور ان کی اتباع کرنے والے ائمہ و مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی راہ اختیار کرے۔

رسولِ اکرم ﷺ، اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کے لئے یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

---

[1] الاحزاب: ۲۱

"اللّٰھم منزل الکتاب ومجری السّحاب وھازم الاحزاب اھزمھم وانصرنا علیھم"

"اے اللہ! کتاب نازل فرمانے والے، بادل کو چلانے والے، جماعتوں اور لشکروں کو شکست دینے والے، ان کو شکست دے اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرما!"

جب آپ ﷺ لڑائی کے لئے نکلتے تو یوں دعا کرتے :

"اللّٰھمّ انت عضدی ونصیری، بك احول، وبك اصول، وبك اقاتل"

"اے اللہ! تو میرا بازو، قوت اور مددگار ہے۔ تیری مدد سے میں تدبیر کرتا ہوں، تیری مدد سے میں حملہ کرتا ہوں، اور تیری مدد سے میں لڑتا ہوں۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: ہم ایک جنگ میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے، میں نے آپ کو یہ دعا کرتے سنا :

يَا مَالِكَ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○

"اے قیامت کے دن کے مالک، ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں، اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں جدھر دیکھتا تھا، فرشتے لوگوں کو گرا اور مار رہے تھے اور آپ ﷺ پڑھتے تھے :

"حسبنا اللہ ونعم الوکیل، ولا حول ولا قوّۃ الّا باللہ العزیز الحکیم، ماشاء اللہ، لا قوّۃ الّا باللہ، اعتصمنا باللہ، استعنّا باللہ، توکّلنا علی اللہ"

"ہمیں اللہ کافی ہے، اور وہ اچھا کارساز ہے۔ ہمیں گناہ اور تکلیف سے بچنے کی توفیق۔ نیکی اور بھلائی حاصل کرنے کی قوّت، صرف اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے حاصل ہے، جو اللہ نے چاہا، وہ ہوا، قوّت صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، ہم نے اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے پکڑا، ہم نے اللہ تعالیٰ سے مدد

چاہی، اور اللہ پر ہم نے بھروسہ کیا۔"

اور یہ بھی کہتے :

"حصنتنا کلنا اجمعین بالحیّ القیوم الّذی لایموت اَبدًا وَدُفِعتُ عنّا السّوء بلاحول ولاقوۃ الّا باللّٰہ العلیّ العظیم۔"

"ہم سب کی حفاظت اللہ کی طرف سے ہے، جو زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا۔ اور ہم سے برائی روکی گئی ہے "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ" کے ساتھ"!

اور یہ بھی پڑھتے :

"یا قدیمَ الاِحْسَانِ، یا مَنْ احسانہٗ فوق کلِّ احسانٍ، یا مالکَ الدّنیا والاٰخرۃ، یا حیّ یا قیومُ یا ذاالجلال والاکرام، یا من لاّیعجزہ شئ وَلایتعاظمہٗ انصرنا علٰی اعدائنا ھٰٓؤُلَآءِ وغیرھم، وَاظھرنا علیھم فی عافیۃ وسلامۃ عامۃ عاجلًا۔"

"اے قدیم احسان والے! اے وہ ذات جس کا احسان ہر احسان سے اوپر ہے! اے دنیا و آخرت کے مالک! اے زندہ اور قائم رکھنے والے! اے شان اور عزّت والے! اے وہ ذات جس کو کوئی بھی عاجز نہیں کرسکتا، اور جس کے سامنے کوئی بڑائی نہیں مار سکتا! ہمارے ان دشمنوں اور دوسرے دشمنوں پر ہماری مدد فرما، اور ان کے مقابلے میں ہمیں عافیت اور عام سلامتی کے ساتھ جلدی غالب فرما۔"

امام جزریؒ کی کتاب "حصن حصین" میں اس طرح کی بہت سی دعائیں مذکور ہیں انہوں نے اس کتاب کے خطبے میں فرمایا ہے "حصن حصین" کلامِ سیّدِ المرسلینؐ ہے، اور مومنوں کا اسلحہ ہے نبیِ امینؐ کے خزانے سے اور رسولِ کریمؐ کے ارشاد سے ہیکلِ عظیم ہے اور معصوم و مامون صلی اللہ علیہ وسلم کا مخفی تعویذ ہے۔ میں نے اس میں پوری پوری خیر خواہی کی غرض سے، احادیثِ صحیحہ سے دعاؤں کو مدون کیا ہے۔ میں نے سامان تیار کردیا ہے، تاکہ وہ ہر مشکل کے وقت کام آئے۔ میں نے اس کو ایسی ڈھال بنادیا ہے، جس کے ذریعے جن و انس کی شرارتوں سے بچا جاسکتا ہے۔ میں نے اس کو اچانک مصیبت کے وقت مضبوط قلعہ بنادیا ہے اور ہر ظالم نے، جو نشانے پر

بیٹھنے والے تیر جمع کئے ہیں، میں نے ان کو مضبوطی سے پکڑ لیا ہے" اور کہا ہے ؎

الا قولوا الشخص قد تقوی　　علی ضعفی ولا یخشی رقیبہ

"خبردار! اس شخص سے کہہ دو جس نے میری کمزوری کے مقابلے میں خوب زور ظاہر کیا ہے اور وہ اپنے رقیب سے نہیں ڈرتا۔"

خبأت لہ سہاما فی اللیالی　　وارجوان تکون لہ مصیبۃ

"میں نے راتوں میں تیر چھپا کر رکھے ہیں، اور مجھے امید ہے کہ وہ نشانے پر بیٹھیں گے۔"

پھر کہا ہے کہ جب میں اس کی ترتیب و تہذیب کی تکمیل کر چکا ایک ایسا دشمن میری طلب میں لگ گیا کہ اس سے مدافعت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے بس میں نہیں تھی میں اس سے بھاگ کر روپوش ہو گیا۔ اس قلعے میں محفوظ ہو گیا، اور سید المرسلین ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا میں اس وقت آپ کی بائیں طرف تھا، گویا آپ فرماتے تھے "تیرا کیا ارادہ ہے؟" میں نے عرض کی "یا رسول اللہ! میرے لئے اور مسلمانوں کے لئے دعا فرمائیے" میرے دیکھتے آپ نے اپنے دونوں مبارک ہاتھ اٹھائے، دعا کی اور منہ پر مل لئے یہ واقعہ جمعرات کا تھا، دشمن اتوار کی رات کو بھاگ گیا تھا اس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اور دوسرے مسلمانوں سے رسول اللہ ﷺ کی اس کتاب کی برکت سے مصیبت دور فرما دی۔ انتہیٰ"!

آپ وتروں کی دعا اس طرح پڑھا کرتے تھے:

"اللھم انا نستعینك ونستغفرك ونستھدیك ونؤمن بك ونتوكل علیك۔ الخ"!	"اے اللہ ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔ تجھ سے استغفار کرتے ہیں، اور ہدایت چاہتے ہیں!۔ تیرے ساتھ ایمان لاتے ہیں، اور تجھ پر توکل کرتے ہیں الخ"!

ایک روایت کے مطابق یہ دعاء قنوت پڑھتے تھے:

"اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن	"اے اللہ! جن کو تو نے ہدایت سے سرفراز کیا، مجھے بھی ان میں ہدایت دے۔ اور جن کو تو نے عافیت بخشی، مجھے بھی ان میں عافیت

تولّیت وَبارك لی فیما اعطیت و قنی شرّ ما قضیت۔ الی آخرہ!" — سے نواز! جو تو نے دیا اس میں برکت عطا فرما اور جو تو نے فیصلہ کیا ہے اس کے شر سے محفوظ رکھ (آخر تک)!"

آپ ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے، جب جاگتے پھر رات کو نیز گھر سے نکلتے اور داخل ہوتے وقت جو کچھ آپ پڑھتے تھے اور مختلف اوقات و احوال میں جو دعائیں آپ کرتے تھے مثلاً نزولِ باران کے وقت اور اس طرح کے دوسرے موقعوں پر۔ چاہے وہ نماز میں داخل ہیں یا خارج جو کچھ بھی آپ پڑھتے تھے ان سب کے ذکر کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

مقصد یہ ہے کہ آپ کی دعاؤں میں سے کسی دعا میں نہ تو استغاثہ با لمخلوق ہے، نہ ہی مخلوق کی قسم ہے نہ ہی کسی کا واسطہ و وسیلہ ہے ایک مومن کے ایمان کی شرط یہ ہے کہ وہ صرف آپ کی اقتداء کرے اسی میں اس کی سلامتی اور فلاح ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"[1] — "کہہ دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت چاہتے ہو تو میری اتباع کرو تم سے اللہ تعالےٰ محبت کرے گا"

امام بخاری رحمۃ اللہ ، امام مسلم رحمۃ اللہ اور دوسرے محدثین جنہوں نے صحیح احادیث جمع کرنے کا التزام کیا ہے ان کی روایت کردہ بہت سی احادیثِ صحیحہ میں اس مسئلہ سے متعلق بہت سا مواد موجود ہے مثلاً حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث:

"اذا استعنت فاستعن بالله" — "جب مدد چاہو تو اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو"

رسولِ کریم ﷺ نے مشرکین کے جس دین کو باطل کیا تھا اس کا مدار استغاثہ بغیر اللہ اور التجاء الی غیر اللہ مقابت پرستوں کی عبادت یہی تھی مثلاً وہ بتوں کے نام پر جانور ذبح اور نذر کرتے

---

[1] آلِ عمران: ۳۱

تھے، البتہ بڑے مصائب ونوائب میں وُہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی استغاثہ کرتے تھے۔ مگر ہمارے زمانے کے قبر پرست بڑے مصائب ونوائب میں بھی غیر اللہ سے استغاثہ کرتے ہیں۔

رہی بات اولیاء اللہ اور اللہ تعالیٰ کے نیک صالح بندوں کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پُرخلوص دعاء اور التجا کرتے تھے، اور انہوں نے کبھی مخلوق سے مدد نہیں مانگی، اس کی مثالیں بکثرت ہیں۔ امام ابوالقاسم خلف بن عبدالملک بن بشکوال متوفی ۵۷۸ھ نے ایک کتاب اس موضوع پر تصنیف کی ہے اور اس کا نام "المستغیثین باللّٰہ عند الحاجات وَالمھمات، والمتضرعین الی اللّٰہ سبحانہٗ وتعالیٰ بالرّغبات" رکھا ہے۔ یہ ایک شاندار کتاب ہے، اس کو دیکھ کر نبہانی کی سٹی گم ہو جائے گی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اولیاء کاملین اور صالحین سب کے سب، ہر حالت میں، رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرتے تھے۔ ابن بشکوال نے اپنی اس کتاب میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

مَیں ایک جنگ میں تھا، میرا گھوڑا مرگیا، وہاں میں نے ایک خوب رو، پاکیزہ خوشبو شخص کو دیکھا، اس نے کہا "کیا تُو اپنے گھوڑے پر سوار ہونے کی خواہش رکھتا ہے؟" مَیں نے کہا "ہاں"۔ اس پر اس نے مردہ گھوڑے کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا۔ اس کو پیچھے تک لے گیا، اور یوں کہا "اے بیماری! مَیں تجھے اللہ جلّ جلالہٗ کی عزت کی عزّت، اس کی عظمت کی عظمت، اس کے جلال کے جلال، اس کی قدرت کی قدرت، اللہ کی سلطنت کی سلطنت، لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی، اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں قلم لکھ چکا ہے اس کی، اور لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ کی قسم دلاتا ہوں کہ تو اس سے پھر جا!" اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی وقت مردہ گھوڑا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس شخص نے سوار کرانے کے لئے میری رکاب تھام لی، اور کہا "سوار ہو جاؤ"۔ مَیں سوار ہو گیا، اور اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔

اس کے بعد پورا قصہ بیان کیا ہے!

امام زین العابدین سجّاد رحمۃ اللہ علیہ جو دعائیں مانگا کرتے تھے، اُن میں سے بعض یہ ہیں:

"اللّٰھمّ ان تشأ تعف عنّا بفضلك وان تشأ تعذّبنا	"اے اللہ! اگر تُو چاہے تو اپنے فضل کے ساتھ ہمیں معاف فرما سکتا ہے، اگر تُو چاہے تو اپنے

فبِعَدلِكَ فسهِّل لنا عفوكَ بِمنّك،
واجرنا من عذابك
بتجاوزك، فانّه لا طاقة
لنا بعدلِك، ولا نجاة
لاحد منّا دون عفوك
يا غنىّ الاغنياء،
ها نحن عبادك بين يديك،
وانا افقر الفقراء بين
يديك، فاجبر فاقتنا
بوسعك، ولا تقطع رجاءنا
بمنعك، فتكون قد اشقيت
من استسعد بك، وحرمت
من استرفد فضلك،
فالى من حينئذ
منقلبنا عنك، والى اين
مذهبنا عن بابك،
سبحانك نحن المضطرون
الّذين اوجبت اجابتهم،
واهل السّوء الّذين
وعدت الكشف عنهم،
واشبه الاشيآء بمشيئتك
واولى الامور فى عظمتك
رحمة من استرحمك،

عدل کے ساتھ ہمیں عذاب دے سکتا ہے۔
تُو اپنی مہربانی اور احسان کی وجہ سے اپنی
معافی کو ہمارے لئے آسان کر دے، اور
ہمیں اپنے تجاوز کے ساتھ اپنے عذاب سے
پناہ دے اس لئے کہ ہمارے لئے تیرے
عدل کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے!
اے سب غنیوں کے غنی! تیری معافی کے
علاوہ ہم میں سے کسی کو نجات نہیں مل سکتی دیکھ
لے تیرے بندے تیرے سامنے حاضر ہیں۔
اور میں تیرے سامنے سب فقیروں سے بڑا
فقیر ہوں پس ہمارے فاقے کی تلافی کر۔ اپنی
وسعت کے مطابق۔ اس کو روک کر ہمیں
مایوس نہ کر! ورنہ ان سب لوگوں کو جو سعادت
کے طالب ہیں، تُو نے شقی بنا دیا۔ اور تیرے
فضل کا جو طالب ہوا تُو نے اس کو محروم رکھا تو
تیرے سوا ہمارا پلٹنا اس وقت کس شخص کی طرف
ہوگا؟ اور تیرے دروازے کے سوا ہمارا راستہ
اور کس طرف ہوگا؟ تو پاک ہے ہم مضطرب
ہیں جن کی دعا کی قبولیت کو تو نے خود لازم کر دیا
ہے اور ہم وہ لوگ ہیں جن کی مصیبت دور کرنے
کا تُو نے وعدہ کیا ہے تیری مشیئت میں سب
چیزوں سے بہترین اور تیری عظمت میں بہترین،
اس صاحب امور شخص کی رحمت ہے جس نے

وغوث من استغاث بك، فارحم تضرّعنا اليك، واغثنا اذ طرحنا انفسنا بين يديك، اللّهمّ انّ الشّيطان قد شمت بنا اذ شايعناه علىٰ معصيتك، فصلّ علىٰ محمّد وّاٰله ولاتشمته بنا بعد تركنا ايّاه لك ورغبتنا عنه اليك۔"

تجھ سے رحم مانگا اور اس شخص کی فریادرسی ہے، جس نے تیرے ساتھ استغاثہ کیا تیرے حضور ہمارے تضرع کی وجہ سے تُو ہم پر رحم فرما۔ اور ہماری فریادرسی فرما جبکہ ہم نے اپنی جانوں کو تیرے سامنے ڈال دیا ہے اے اللہ! اب شیطان دشمنی کی بنا پر ہم پر خوش ہے کیونکہ ہم نے تیری معصیات پر اس کی متابعت کی ہے اور محمد ﷺ اور آپؐ کی آل پر درود بھیج، اور جبکہ ہم نے شیطان کو تیرے لئے چھوڑ دیا۔ اور اس سے ہٹ کر تیری طرف اپنی رغبت اور شوق کو ظاہر کیا، لہٰذا تُو شیطان کو ہماری تکلیف اور مصیبت پر خوش نہ کر۔"

ان کی کتنی ہی ایسی دعائیں اور التجائیں ہیں جن سے توحید کے انوار چمک رہے ہیں ایمانِ تجرید کے سورج جگمگا رہے ہیں، غالی قبر پرستوں کی دعاؤں کا ان سے کیا تعلق؟ اللہ تعالیٰ ان سے اپنی زمین کو پاک کرے!

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وصیت

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ مرض الموت میں تھے ان کے بیٹے نے ان سے وصیت چاہی، تو فرمایا: "تم اللہ تعالیٰ کے تقویٰ اور طاعت کو اپنے اوپر لازم کرو۔ کسی سے امید نہ رکھو، سب حوائج کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو، اسی سے ان کی تکمیل چاہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر اعتماد اور بھروسہ نہ کرو۔ توحید پر ثابت قدم رہو، توحید سے چمٹے رہو، اور توحید پر جان دے دو، اور خوب سمجھ لو کہ توحید سب کی جامع ہے۔" آپ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا:

"جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح اور سچا تعلق ہو تو پھر آدمی کی کوئی چیز اس سے خالی نہیں ہوتی، اور نہ ہی کوئی چیز اس سے خارج ہوتی ہے" پھر اپنے بیٹوں کو فرمایا: "تم میرے پاس سے ہٹ جاؤ میں بظاہر تمہارے ساتھ ہوں مگر بباطن کسی اور کے ساتھ ہوں" پھر فرمایا:

"تمہارے سوا میرے پاس کوئی اور ہے ان کے لئے فراخی کرو اور ان کا ادب ملحوظ رکھو۔ یہاں بڑی بھیڑ ہے ان کے لئے جگہ تنگ نہ کرو" ان کے ایک بیٹے نے یہ بھی بتایا کہ حضرت شیخ یوں کہتے تھے "وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں بخشے میری اور تمہاری توبہ قبول فرمائے!"

آپ کے بہت سے وظائف و اوراد ہیں جو سب کے سب رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کے عین مطابق ہیں آپ کی وصیتیں توحید اور اللہ تعالیٰ کے خصائص میں اس کی یکتائی پر، دلالت کناں ہیں اور ان کی یہ باتیں مشہور و متداول ہیں۔ ان کے وظائف جو آپ ہر روز پڑھا کرتے تھے، آج کل بھی لوگ ان کو جانتے اور پڑھتے ہیں۔ شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا توحید اور اتباعِ سنن میں جو مقام ہے وہ کسی سے مخفی نہیں لیکن بات یہ ہے کہ ان کے بعد ان کے جانشین نالائق ہو گئے جیسے فرمایا: "انہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے وہ جلد ہی دوزخ میں جا گرینگے"۔

آپ نے اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین" اور "فتوح الغیب" میں لکھا ہے:

"ہر مسلمان موحد کو چاہیے کہ وہ صرف اللہ وحدہٗ پر بھروسہ کرے — صرف اسی سے استغاثہ کرے اور فریاد رسی چاہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے تصرف کا عقیدہ نہ رکھے، اور اپنے عمل کا آئینہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کو بنائے کہ وہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھا تو آپ نے مجھے فرمایا:

"يَا غُلَامُ احْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ، احفظ الله تجده تجاهك، اذا سألت فاسأل الله وَ اذا استعنت فاستعن بالله، واعلم ان الامة لو اجتمعت	"اے لڑکے! تو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کر، وہ تیری حفاظت کرے گا تو اللہ کو یاد رکھ تو اس کو اپنے سامنے پائے گا جب تو سوال کرے تو صرف اللہ تعالیٰ سے سوال کر جب مدد مانگنی ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے

علیٰ ان ینفعوك بشیءٍ لم ینفعوك الاّ بشیءٍ قد کتبه الله لك، ولو اجتمعت علیٰ ان یضرّوك بشیءٍ، لم یضرّوك الاّ بشیءٍ قد کتبه الله علیك، رفعت الاقلام وجفت الصّحف۔"

مدد مانگ ۔ خوب جان لو! کہ اگر ساری دُنیا مل کر تجھے نفع دینا چاہے تو نہیں دے سکتی سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے پہلے ہی لکھ دیا ہوا ہے اور اگر ساری دُنیا مل کر تجھے نقصان پہنچانا چاہے تو نہیں پہنچا سکتی، مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی تیرے لئے لکھ رکھا ہے قلم اٹھا لئے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔"

اے ہدایت کے طالب! سورۂ فاتحہ، جو تُو ہر نماز میں پڑھتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تیرے لئے کافی ہے: اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ○ "میں صرف تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتا ہوں"۔ تُو اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کر، اور اس کے سوا کسی سے مدد نہ مانگ! اور نہ مانگ، مگر اسی سے یہی اصل توحید ہے۔ ۔ ۔ ۔ !

شیخِ صوفیہ محی الدین ابنِ عربی کا کلام

اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اَلَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰهِ وَلَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ"[1]، پر گفتگو کرتے ہوئے ابنِ عربی شیخِ صوفیہ نے فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے بڑا عہد و پیمان یہ ہے کہ اس جلّ شانہ کے سوا بندہ کسی سے سوال نہ کرے۔ ابو حمزہ خراسانی کا قصہ اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان کی گواہی دیتا ہے، انہوں نے اپنے رب سے عہد کیا تھا کہ وہ کسی سے اس کے سوا سوال نہیں کریں گے۔ اتفاقاً وہ ایک کنوئیں میں گر گئے، انہوں نے گزرنے والوں

---

[1] الرّعد: ۲۰

میں سے کسی سے نکالنے کو نہ کہا یہاں تک کہ ایک شخص آیا اس نے بغیر ان کے کہنے کے ان کو کنوئیں سے نکالا لیکن وہ نظر نہ آیا اور ایک غیبی آواز آئی کہ "تم نے توکل کا پھل کیسا پایا؟" وفاء عہد میں جو کچھ اس نے کیا لائقِ اقتداء ہے۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کنوئیں میں گرنے اور باہر نکالنے کے لئے لوگوں سے سوال نہ کرنے پر نکتہ چینی کی ہے اور اس کی خطا کو واضح کیا ہے کہ اس حال میں لوگوں کو پکارنا توکل کے منافی نہیں ہے پھر بیان کیا ہے کہ حضرت سفیان ثوری رح وغیرہ نے کہا ہے کہ اگر ایک انسان بھوک سے مر جاتے اور لوگوں سے کھانا مانگ کر زندگی کو نہ بچائے تو وہ دوزخ میں جائے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابو حمزہ جاہل سے مہربانی کا سلوک کیا۔ ہاں اس طرح کا استغناء جو آجکل لوگ اہلِ قبور سے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے جائز نہیں ہے۔ جاہل لوگ اہلِ قبور کے متعلق طرح طرح کے اوہام وخیالات کا شکار ہیں ہائے افسوس، ہائے افسوس، لوگوں کے اس بُرے فعل پر!

شیخ محی الدین نے "فتوحاتِ مکیہ" میں کہا ہے:

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی "اے موسیٰ! اپنی حاجت مندی کے وقت غیر کی طرف توجہ نہ کر اپنی سب حاجتیں مجھ سے مانگ یہاں تک کہ آٹے میں ڈالنے کے لئے نمک بھی" یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؑ کو تعلیم دی ہیں نے اللہ سبحانہ کو خواب میں دیکھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "سب کاموں میں مجھے اپنا کارساز بناؤ" تو میں نے اس کو کارساز بنا لیا میں نے شیطان سے بچاؤ کی ایک خالص راہ دیکھی ہے۔ للہ الحمد علیٰ ذالك!

تعلیم کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کافی ہے: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ "یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں مخلوق سے ہرگز مدد نہیں مانگتے" اور ابنِ عباس رض کی حدیث "واذا استعنت فاستعن باللہ" "جب تو مدد مانگے تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگ" نیز اللہ تعالیٰ کے یہ ارشادات کافی ہیں:

"وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ" "جب ایک اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان لوگوں کے دل تنگ پڑ جاتے ہیں جو آخرت پر

بِالْاٰخِرَةِ"۔[1] — ایمان نہیں رکھتے"۔

"قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى"[2] — "کہہ دو اللہ تعالیٰ کو پکارو یا رحمٰن کو جس نام سے اس کو پکارو اس کے بہت سے خوبصورت نام ہیں"۔

امام زین العابدین سجاد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "محتاج محتاج سے کیسے سوال کرسکتا ہے؟" امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "مومن مانگتے وقت اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطے وسیلے نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝[3] — "ہم رگِ جان سے بھی اس کے زیادہ قریب ہیں"۔

تفسیر روح المعانی میں "وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝[4] — پر یوں گفتگو فرمائی ہے کہ:

"جو لوگ غیر اللہ (وہ جمادات ہوں، یا مُردہ انسان وغیرہ) سے فریادرسی چاہتے ہیں، یہ آیت ان کی سخت مذمت کرتی ہے کہ وہ ان سے ایسی چیز مانگتے ہیں، جس کو وہ اپنے لئے پیدا کرنے سے قاصر ہیں۔ یا ایسی چیز کو روکنے کا سوال کرتے ہیں، جس کو وہ اپنے آپ سے نہیں روک سکتے۔

بعض اکابر صوفیہ نے فرمایا ہے کہ استغاثہ بالاولیاء ممنوع اور ناجائز ہے مگر ایسے عارف کے لئے جائز ہے، جو حدوث و قدوم کے درمیان فرق سمجھتا ہو وہ استغاثہ بالولی کرے گا، مگر اس کی ذات سے نہیں بلکہ اس میں حق ظہور پذیر ہے۔ یہ ممنوع نہیں ہے، اس لئے کہ یہ استغاثہ بالحق ہے۔

میں کہتا ہوں، جب معاملہ ایسا ہے، استغاثہ بالحق کو ابتداء میں ہی کیوں چھوڑ دیا؟ اس کا سبب کیا ہے؟ جب اس حیثیت سے استغاثہ بالولی جائز ٹھہرا تو پھر اسی حیثیت سے

---

[1] الزمر: ۴۵ [2] الاسراء: ۱۱۰ [3] قٓ: ۱۶ [4] النحل: ۲۰، ۲۱

عبادت کی سب انواع ولی کے لیے جائز ہونی چاہئیں ممکن ہے استغاثہ بالولی کے جواز کے قائلین اس کے بھی قائل ہوں بلکہ میں نے بعض ایسے لوگوں کو دیکھا ہے —— —جو ایسی بات کہتے ہیں کہ اس کا ذکر کرنے کے لئے میری زبان یا قلم تیار نہیں ہے ہر بھلے صاحب ہدایت انسان کے لئے پُرامن راہ یہی ہے کہ استغاثہ و استعانت صرف اللہ عزّوجل سے ہو وہ سبحانہٗ زندہ صاحبِ قدرت ہے اور اپنے بندوں کی مصلحتوں سے خوب واقف ہے۔ اپنے آپ کو اس گروہ سے بچالو جو غیر اللہ سے نفع کی اُمید رکھتے ہیں" اسی تفسیر میں یہ بھی ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا - الاٰیۃ"[1]

"جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو، وُہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے"

اس آیت میں اولیاء اللہ میں غلو کرنے والوں کی شدید مذمت ہے، جو سختیوں میں اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر ان کو مدد کے لئے پکارتے ہیں- ان کے لئے نذریں مانتے ہیں' ان میں سے جو سمجھ دار ہیں' وہ کہتے ہیں" وُہ ہمارے اللہ تعالیٰ کے حضور وسیلے ہیں یہ نذریں جو ہم ولیوں کے لئے مانتے ہیں' وُہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہیں اور ان کے ثواب کی نیت ولی کے لئے کی جاتی ہے بلاشبہ یہ لوگ اپنے پہلے دعویٰ میں بُت پرستوں کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتے ہیں' وہ کہا کرتے تھے:

"مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى"[2]

"ہم ان کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں کہ وُہ ہمیں مرتبے میں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں"

ان کے دوسرے دعویٰ میں کوئی ہرج نہیں' بشرطیکہ وہ ان سے بیماروں کے لئے شفاء' یا غائب کی واپسی وغیرہ نہ مانگیں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وُہ ان اولیاء سے مانگتے ہیں اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب ان سے کہا جائے تم نذر تو مانو اللہ تعالیٰ کے لئے' اور اس کے ثواب کی نیت اپنے والدین کے لئے رکھو وہ ان اولیاء کی نسبت ثواب کے زیادہ محتاج ہیں تو وُہ

---

[1] الحج: ۷۳، [2] الزمر: ۳

ایسا کرنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوں گے۔ میں نے خود ایسے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے' جو اولیاء کے مزاروں کی چوکھٹوں پر سجدہ ریز ہوتے ہیں بعض ایسے ہیں جو اولیاء کے لئے قبروں میں تصرف ثابت کرتے ہیں' لیکن حسب مراتب ان کے مختلف درجات ہیں۔ ان میں جو علم کے دعوے دار ہیں' وہ چار یا پانچ اولیاء میں تصرّف کو محصور سمجھتے ہیں جب ان سے دلیل مانگی جائے تو کہتے ہیں' یہ کشف سے ثابت ہے' اللہ تعالیٰ ان کو تباہ کرے' کتنے بڑے جاہل اور افتراء پرداز ہیں۔ بعض یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ اپنی قبروں سے نکل کر مختلف شکلوں اور رُوپوں میں پھرتے ہیں' ان میں جو علم کے مدعی ہیں' وہ کہتے ہیں کہ ان کی ارواح مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں' اور جہاں چاہتی ہیں' گھومتی پھرتی ہیں' کبھی وُہ شیر' ہرن یا کسی اور جانور کی شکل میں آتے ہیں۔ یہ سب ڈھکوسلے ہیں' ان کا ثبوت کتاب وسنّت اور ائمہ سلف میں نہیں ملتا۔ اس قسم کے لوگوں نے دین کو خراب کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے' یہاں تک کہ یہود ونصاریٰ کے لئے ہنسی کا سامان فراہم کر رہے ہیں۔ اسی طرح دہریوں اور کئی دوسرے لوگوں کے لئے اضحوکہ بن گئے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت مانگتے ہیں!

اسی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد:—

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِىْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ "[1]	"جب ان پر ہماری کھُلی کھُلی آیات پڑھی جاتی ہیں' تو تم کافروں کے چہروں پر ناگواری کے اثرات کو پہچان لیتے ہو"

—پر گفتگو کرتے ہوئے مفسر فرماتے ہیں: اس آیت میں' بزعم خود صوفیوں' کی مذمت ہے۔ وُہ جب ایسی آیات سنتے ہیں' جن میں ان کا رد ہوتا ہے' تو ان کے چہروں پر ناراضگی اور ناگواری کے اثرات فوراً ظاہر ہو جاتے ہیں' وُہ ہمارے زمانے میں بکثرت ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○

"فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا[2]"—(کام کی تدبیر کرنے والوں کی قسم) پر لکھتے ہیں:

---

[1] الحج: ۷۲ [2] النازعات: ۵

"اس میں اللہ تعالیٰ نے موت کے فرشتوں کے مختلف گروہوں کی قسم کھائی ہے۔ بعض اس کا اور مطلب بھی بیان کرتے ہیں۔" آگے چل کر فرماتے ہیں: "مدبّرات سے ستارے مراد لینے سے، جاہل منجّمین اور اہلِ احکام کی مزعومہ باتوں کی صحت کا وہم ہو سکتا ہے، جو عقل و نقل سے باطل ہے، جیسا کہ ہم قبل ازیں اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔ اسی طرح اس سے وہ نفوسِ فاضلہ، جو اجسام سے الگ ہو چکے ہوں، مراد لینے سے کم عقل لوگوں کے اس زعم کی صحت کا وہم ہو سکتا ہے کہ اولیاء اپنی وفات کے بعد تصرّف کرتے ہیں مثلاً بیماروں کو شفاء دینا، ڈوبے ہوئے کو بچانا۔ دشمن کے مقابلے میں مدد کرنا، اور دوسرے ان کاموں میں مدد دینا، جو عالمِ کون و فساد میں پیش آتے رہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام ان کے سپرد کر دیئے ہیں۔ بعض ان تصرفات کو صرف پانچ اولیاء تک محدود کرتے ہیں۔ دراصل یہ سب جہالت کی کرشمہ سازیاں ہیں، اور دوسری بات بھی انتہائی جہالت کی ہے الخ!"

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا"[1]	"اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ ان سے اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کہہ لو"

اس آیت کے ضمن میں بعض غالیوں نے ذکر کیا ہے، اس آیت میں اشارہ ہے کہ جو شخص اولیاء کے پاس جانے کا ارادہ کرے، لائق یہ ہے کہ وہ پہلے قبول اور اذن کی رُوح اپنے دل پر رُوحانی مدد کے فیضان سے محسوس کرے جس کو آیتِ ہذا میں استئناس سے تعبیر کیا ہے۔ اس لئے کہ ولی کبھی اس حالت میں ہوتا ہے کہ اس کے پاس جانا مناسب نہیں ہوتا۔ اور کبھی ایسی صورت ہوتی ہے کہ جانے والے کو فائدے کی بجائے نقصان ہو جاتا ہے۔ بعض صوفیوں نے اس کا مصداق اس شخص کو بنایا ہے، جو اولیاء کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا چاہتا ہے۔ اس کے لئے لائق یہ ہے کہ پہلے وہ پورے ادب و احترام کے ساتھ دروازے پر کھڑا ہو، اپنے حواس کو مجتمع کرے، اور اجازت لینے کے لئے اپنے دل پر اعتماد کرے۔ اپنے اور جس بزرگ

---

[1] النور : ۲۷

کی زیارت مقصود ہو کے درمیان اپنے شیخ کو واسطہ بنائے جب اس کو شرحِ صدر ، مددِ روحانی اور فیضِ باطنی حاصل ہو جائے تو پھر داخل ہو ورنہ واپس آجائے۔ غالیوں کے نزدیک زیارت کے ادب سے مراد یہی طریقہ ہے۔

صاحبِ روح المعانی نے اس کے رد میں فرمایا ہے کہ "یہ ادب و احترام کا طریقہ اور اس طرح اجازت کا لینا سلف صالح میں نہیں تھا۔ شیعہ ائمہ کی زیارت کے وقت پکارتے ہیں "کیا میں اندر آسکتا ہوں، اے امیر المؤمنین؟ (یا) اے ابنِ بنتِ رسول اللہ ﷺ" یا اسی طرح کے دوسرے الفاظ۔ ان کا زعم ہے کہ اذن کی علامت یہ ہے، دل میں رقت اور آنکھوں میں آنسو آجائیں۔ یہ بھی من گھڑت بات ہے، سلف میں سے کسی سے یہ طریقہ منقول نہیں ہے۔ نہ ہی ہمارے فقہاء نے اس کو ذکر کیا ہے۔ یہ بدعت ہی ہے، اس پر عمل پیرا ہونے والا اہلِ خرد کے نزدیک ہنسی مذاق کے لائق ہے۔ جس کی قبر کی زیارت مقصود ہو اس کے اپنی قبر میں زندہ ہونے سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی زیارت کے لئے اجازت درکار ہو۔ اسی طرح بعض فقہاء نے بیان کیا ہے: آنے والے کے لئے لائق یہ ہے کہ جس کی زیارت مقصود ہو اسکا ادب ملحوظ رکھے جیسا کہ اس کی زندگی میں اس کا ادب ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ پھر فرمایا:

"یہ لکھ چکنے کے بعد مجھے 'الجوھر المنظم فی زیارۃ القبر المعظم صلی اللہ تعالیٰ علیٰ صاحبہ وسلم' جو ابنِ حجر مکی کی کتاب ہے، دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اس میں لکھا ہے: بعض نے کہا ہے، زائر کے لئے ادب یہ ہے کہ وہ دروازے پر تھوڑا سا ٹھہرے، جس طرح کہ بڑوں کے پاس جانے کے لئے اجازت مانگی جاتی ہے۔ انتہیٰ"!

صاحبِ تفسیر فرماتے ہیں: "اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی حال، اور نہ ہی ادب کا یہ تقاضا ہے۔ انتہیٰ"!

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کے لئے یہ مشروع نہیں ہے، تو دوسری قبروں کی زیارت کے لئے اس طریقہ کی عدمِ مشروعیت بدرجۂ اولیٰ ثابت ہے۔ اس کو خوب یاد رکھیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو بدعات سے بچائے! تفسیر روح المعانی میں ہے:

"وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ "اور جب اللہ وحدہٗ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں

قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۔الآیۃ ! (الزمر: ۴۵) — کے دل بھنچتے ہیں، جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے "۔

اس پر مفسر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی جو صفت یہاں بیان کی ہے وہ ہم نے بہت سے لوگوں میں دیکھی ہے کہ وہ جن مُردوں سے مدد مانگتے ہیں، اور جن سے حاجات طلب کرتے ہیں، ان کے ذکر پر خوش ہوتے ہیں اپنے اعتقاد اور خواہش کے مطابق ان کے بارے میں جھوٹی حکایات سن کر وجد میں آجاتے ہیں ۔ نیز جھوٹی حکایات بیان کر کے ان کی بڑی تعظیم کرتے ہیں لیکن جب ایک اللہ کا اور اس کے استقلال بالتصرف کا ذکر کیا جائے، وہ دلائل بیان کئے جائیں جن سے اللہ عزّوجل کی عظمت وجلال واضح ہو تو ان کی طبیعتوں میں انقباض پیدا ہوجاتا ہے ۔ اور بیان کرنے والے سے سخت نفرت کرتے ہیں، اور اس کو ناپسندیدہ نسبتوں سے پکارتے ہیں ۔

ایک دن ایک شخص، جو کسی فوت شدہ سے کسی مصیبت میں استغاثہ کر رہا تھا، اور پکار رہا تھا "اے فلاں! میری مدد کو پہنچ" میں نے اس سے کہا "یا اللہ" کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

"وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ" [1] — "میرے بندے جب تجھ سے میرے بارے میں پوچھیں تو میں قریب ہی ہوں پکارنے والے کی پکار کو جب وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں"

وہ میری یہ بات سُن کر غضبناک ہوگیا مجھے یہ اطلاع بھی ملی کہ وہ کہتا ہے "فلاں اولیاء کا منکر ہے" اور میں نے ایسے ہی ایک شخص سے سنا اس نے کہا کہ "اللہ عزّوجل کی نسبت، ولی جلدی دعا قبول کرتا ہے" یہ تو صریح کفر ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے کجی اور سرکشی سے پناہ مانگتے ہیں۔" اسی تفسیر میں:

"حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا — "یہاں تک کہ جب تم کشتیوں پر سوار ہوتے ہو، اور پاکیزہ ہوا سواروں کو لے کر چلتی ہے، اور وہ

---

[1] البقرۃ: ۱۸۶

بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ۝ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ الآیۃ[1]

اس پر خوش ہوتے ہیں تو ناگہاں زناٹے دار ہوا چلنے لگتی ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ اب تو گھر گئے تو وہ خالص اللہ کی عبادت کر کے اس کو پکارتے ہیں اے اللہ! اگر تو نے ہمیں نجات دے دی تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے پھر جب ان کو نجات بخشی تو وہ ملک میں ناحق شرارت کرنے لگتے ہیں"

مکہ مکرمہ کی فتح پر عکرمہ ابن ابی جہل فرار ہو گیا تھا اور سمندر میں کشتی پر سوار ہو گیا زنلٹے دار ہوا کا طوفان آیا کشتی والوں نے سواروں سے کہا اب خالص اللہ تعالیٰ کو پکارو یہاں تمہارے معبود تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔ عکرمہ نے کہا اگر سمندر میں اخلاص ہی نجات دیتا ہے تو خشکی میں بھی ایک اللہ کے سوا کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ اے اللہ! میں تیرے ساتھ عہد کرتا ہوں اگر تو نے مجھے یہاں سے نجات دے دی اور بچا لیا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کروں گا اور مسلمان ہو جاؤں گا میں ان کو معاف کرنیوالا سخی پاؤں گا پھر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ آئے اور مسلمان ہو گئے۔ ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے صرف دعاء کی تخصیص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کی تخصیص بھی اس سے معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ صرف پکارنے کے ساتھ اس کی خالص عبادت کرنے والے نہیں بن سکتے۔ بہرحال آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مشرکین ایسی حالت میں غیر اللہ کو نہیں پکارتے تھے۔ آپ کے علم و آگہی میں ہے کہ آج کے لوگوں کو جب کوئی اہم معاملہ اور بڑا حادثہ پیش آتا ہے وہ خشکی میں ہوں یا سمندر میں تو وہ ان کو پکارتے ہیں جو نہ نقصان دے سکیں نہ نفع وہ دیکھ سکیں نہ سن ہی سکیں بعض حضرت خضر علیہ السلام کو بعض حضرت الیاس علیہ السلام کو پکارتے ہیں۔ بعض ابوالخمیس اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو پکارتے ہیں ___ بعض کسی امام سے استغاثہ کرتے ہیں اور بعض

---

[1] یونس: ۲۲، ۲۳

اُمّت کے مشائخ میں سے کسی شیخ کے حضور گڑگڑاتے نظر آتے ہیں۔ کوئی نظر نہیں آتا جو صرف اپنے مولیٰ کے حضور گڑگڑائے، اور دعا کرے۔ کسی کے دل میں خیال تک نہیں آتا کہ اگر وہ اللہ وحدہٗ کو پکارے تو ان ہولناکیوں سے محفوظ رہے گا —— تعجب ہے، کوئی بتائے کہ ان دونوں فریقوں میں سے اس حیثیت میں کون زیادہ ہدایت یافتہ ہے، اور کس پکارنے والے کی بات زیادہ سیدھی اور درست ہے؟ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہی شکایت ہے، اس زمانے میں، جبکہ جہالت کی سخت آندھی کا طوفان برپا ہے، اور گمراہی کی موجیں تلاطم میں ہیں، شریعت کی کشتی لوٹ گئی ہے اب غیر اللہ سے استغاثہ کو نجات کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے۔ اہلِ معرفت کے لئے 'امر بالمعروف' کرنا مشکل ہوگیا، اور نہی عن المنکر سے پہلے مختلف قسم کی ہلاکتیں حائل ہیں۔

"وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" [1]	"جن لوگوں نے بُرے کام کئے، پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور ایمان لے آئے، تیرا رب اس کے بعد البتہ بخشنے والا مہربان ہے"

اس آیت کی تفسیر میں صاحب "رُوح المعانی" نے جو فرمایا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے اہم کاموں میں اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کرے۔ پھر کہا ہے، آیت میں اعلان ہے کہ گناہ چاہے وہ کتنے بڑے اور نمایاں ہوں، اللہ تعالیٰ کا عفو اور اس کا کرم اس سے بھی بڑا اور اجل ہے۔ ابونواس غفر اللہ لہٗ نے کیسی لطیف بات کہی ہے ؎

يارب ان عظمت ذنوبي كثرة	فلقد علمت بان عفوك اعظم
ان كان لا يرجوك الا محسن	فمن يلوذ ويستجير المجرم

"اے میرے پروردگار! اگر میرے گناہ بڑے بڑے اور بہت زیادہ ہیں، تو مجھے معلوم ہے کہ تیرا معاف کرنا ان سے بھی بڑا ہے۔ اگر تجھ سے صرف نیک لوگ ہی اُمید رکھیں، تو بتا دے کہ

---

[1] الاعراف: ۱۵۳

مجرم کس کی پناہ تلاش کریں؟

یہ اشعار امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں ؎

ولما قسا قلبی و ضاقت مذاهبی جعلت الرجاء ربی لعفوك سلّما

تعاظمنی ذنبی فلما قرنته بعفوك ربی کان عفوك اعظما

"جب میرا دل سخت ہوگیا اور میرے رستے تنگ ہوگئے تو میں نے تیرے عفو کی امید کو سیڑھی بنالیا میرے گناہ بڑے بڑے ہیں جب میں نے ان کا تیرے عفو سے مقابلہ کیا تو تیرا عفو ان سے کہیں بڑا نکلا!" — اس جلیل الشان تفسیر میں توحیدِ الٰہی کی تحقیق کے وجوب — نیز تنہا اللہ سبحانہ سے استغاثہ واستعانت سے متعلق بہت سے مسائل ہیں۔

مرتے وقت لوگوں کے کلام پر تالیف شدہ کتاب ابن ابی الدنیا میں نیک لوگوں، بزرگوں اور عارفوں کی آخری عمر کا بہت سا کلام موجود ہے۔ ان سب نے نظم و نثر میں استعانت و التجا کو صرف اللہ تعالیٰ تک محدود رکھا ہے اور کہا ہے کہ غیر اللہ سے استغاثہ نہیں کرنا چاہئے۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے "احیاء العلوم" میں اس کے لئے ایک الگ مستقل باب لکھا ہے زبیدی نے ابن ابی الدنیا کی کتاب "المحتضرین" کے خلاصے میں اس کی شرح کی ہے۔ ہم بخوفِ طوالت اسکو ترک کر رہے ہیں پھر اس لئے بھی کہ کتاب عام ملتی ہے اور اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

"مشہور شاعر شیخ صالح تجاوز اللہ عنہ کے تخیلات":

؎ یا سائلا غیر الله السّماء بشراك بالخيبة و الرد

انّ الّذی سوّاك من نطفة يغنيك عن مسألة العبد

"اے آسمانی معبود کے علاوہ کسی سے مانگنے والے تیرے لئے ناکامی کے ساتھ واپسی کی خوش خبری ہے۔ جس ذات نے تجھے نطفے سے انسان بنایا وہ بندوں سے مانگنے سے تجھے بے نیاز کرتا ہے"

کسی دوسرے نے کہا ہے ؎

لا تسألن من ابن آدم حاجة وسل الّذی ابوابه لا تحجب

"ابنِ آدم سے کسی حاجت کا ہرگز سوال نہ کر اس سے سوال کر جس کے دروازے بند نہیں ہوتے"

الله يغضب ان تركت سؤاله وبنیّ آدم حين يُسأل يغضب

"اگر تو اللہ تعالیٰ سے مانگنا ترک کردے تو وہ ناراض ہوتا ہے اور انسانوں سے جب مانگا جائے تو وہ ناراض ہوتے ہیں۔"

علامہ جلیل، فاضلِ نبیل، محدثِ عصر، حافظِ مصر، شیخ علی سویدی، صاحبِ کتاب "العقد الثمین" کے تاثرات ہ

یانفس کم لا تعبئین بحالی　　　هل اتعظت بفرقة الأمثال

"اے نفس! تو میرے حال سے کتنا لاپرواہ ہے کیا تو نے اپنے جیسوں کی جدائی سے نصیحت نہیں لی ؟"

ذهب الزمان باهله وتخلفت　　　اخلاف سوء عادموا أفضال

"زمانہ اہلِ زمانہ کو لے کر گزر گیا اب فضل وکرم سے عاری برے جانشین ان کی جگہ آ گئے ہیں۔"

بئس الخلائق هم لاذكرى لهم　　　اشباح أهواء ومحض خيال

"وہ مخلوق میں بدترین لوگ ہیں، وہ ناقابلِ ذکر ہیں وہ خواہشات کے سائے اور محض خیال ہیں۔"

اخلاقهم نقض العهود ودأبهم　　　خلف الوعود وزخرف الأقوال

"عہد توڑ دینا ان کا اخلاق، اور وعدوں کا خلاف کرنا اور چکنی چپڑی باتیں کرنا ان کی عادت ہے۔"

لا يعرفون وداد من صافاهم　　　ويرون ذالك شعبة لضلال

"جو ان سے خالص محبت کرے، اس کی محبّت کی قدر نہیں کرتے اور اس کو گمراہی کا شعبہ سمجھتے ہیں"

لا يسألون عن الصديق كانهم　　　جلوا عن الاشباه والأمثال

"وہ دوست کے بارے میں پوچھتے ہی نہیں، گویا وہ نظائر و امثال سے الگ ہو گئے ہیں۔"

ألفوا الجفاء فمن أتى منهم بما　　　فيه الوفاء فقد أتى بمحال

"وہ بداخلاقی اور اجڈپنے سے مانوس ہیں جو شخص ان میں سے وفاداری کرے اس نے محال کام انجام دیا۔"

آد یانهم دنیا بدت تبدی لنا　　　ما فیهم من أسوء الا فعال

"ان کے دین بھی دنیا ہیں جو ہمارے سامنے ان کے برے افعال کو ظاہر کرتے ہیں۔"

يتفاخرون بجمع أموال غدت　　　نسبا شريفا وابتهاج جمال

"وہ مال جمع کرنے کو فخر سمجھتے ہیں تا ل ہی ان کے لئے خاندانی شرافت ، جمال کی رونق اور خوشی بن گئے ہیں۔"

أفلا يرون بني اليهود وعابدي الـ — أنداد اجمع منهم للمال

"کیا وہ یہودیوں کو اللہ کے شریکوں کے پجاریوں کو نہیں دیکھتے کہ وُہ ان سے زیادہ مال جمع کرنیوالے ہیں؟"

انّي بلوتهم فلم أر فيهم — الّا البلاء وأعظم البلبال

"میں انکو آزما چکا ہوں' میں نے ان میں سوائے مصیبت اور شدید رنج وغم کے کچھ نہیں دیکھا"

لا خير فيهم غير ان وفاقهم — نكد وهم مؤذن بوبال

"ان میں کوئی بھلائی نہیں ہے سوائے اس کے کہ انکا اتفاق سختی اور رنج پر ہے' جو وبال کا پتہ دیتا ہے"

يا نفس عدی عنهم وتصبري — فهم الغثاء ودمنة الأطلال

"اے نفس! ان کو چھوڑ دے اور صبر کر۔ وہ سیلاب کا جھاگ اور ٹیلوں کا کوڑا کرکٹ ہیں"

وتخيّلي لمثالهم من طينة — غبراء وانظر مقتضى التّمثال

"ان کی مثال کے لئے زمین کے گارے کا تصور کر اور مشابہت کے تقاضے کو نظر میں رکھ"

وثقي بمن خلق السّموٰت العلى — الواحد المتكبّر المتعالى

"اور اس ذاتِ عالی پر بھروسہ کر جس نے بلند آسمانوں کو پیدا کیا جو ایک ہے' بڑائی والا اور بلند ہے"

والله ما آسفى غدا الّا على — ما ضاع منّي سابق الأحوال

"اللہ تعالیٰ کی قسم کل کو مجھے افسوس نہیں ہوگا مگر اس پر' جو پہلے حالات میں مجھ سے ضائع ہوگیا"

مع أنّني من فضل ربّي ليس لی — طمع بجاه عندهم وبمال

"اس کے باوجود مجھے' اپنے رب کے فضل سے' ان کے نزدیک جاہ اور مال کی حرص نہیں ہے"

يا صاحب النّفس الملومة انّني — أنهاك دهشتها بيوم كلال

"اے ملامت زدہ نفس والے! میں نے تجھے مصیبت کے دن اس کی دہشت سے روکا تھا"

صاح استمع نصحا أتاك مفصلا — كتفصل العقيان فوق لئال

"وہ چیخا کہ نصیحت سنو' جو مفصل طور پر تیرے پاس آچکی ہے' جس طرح کہ موتیوں کے اوپر سونا صاف نظر آتا ہے"

بادر بقايا عمرك الفانی فلا — تصرفه الّا فی الرّضی المتوالی

"جلدی کرو' اپنی باقی ماندہ فانی زندگی کو خرچ نہ کرو مگر مسلسل رضاء الٰہی میں!"

واشغل فؤادك دائبا متفكرا — فيما يليق بمنصب الاجلال

"اپنے دل کو ہمیشہ ان باتوں میں غور وفکر کیلئے مشغول رکھو جو بڑے مرتبے کے لائق ہوتی ہیں"۔

واخلص عبادتك التی باشرتها   فی القول والأحوال والأفعال

"اقوال وافعال اور احوال میں جو عبادت کرو اس میں خلوص پیدا کرو"۔

واشغل بذکر الله قلبك لاهجا   بصفاته العلیا بلا املال

"اپنے دل کو ذکر اللہ میں مصروف رکھو اور بغیر اکتائے اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ علیا کے ذکر میں لگائے رکھو"۔

واجعل مماتك نصب عینك انه   أولی الأمور وأنصح الأحوال

"اپنی موت کو نگاہوں کے سامنے رکھو وہ سب سے بہتر اور سب احوال سے زیادہ نصیحت کرنیوالی ہے"۔

واعلم بأنك بعد ذاك محاسب   فاضبطه لاتك فیه ذا اهمال

"اور خوب جان لو کہ اس کے بعد تم سے حساب لیا جائے گا اُس کو ضبط کرلو اور لاپرواہ نہ ہو جاؤ"۔

واعلم بأنك بعد ذلك صائر   اما الی بؤس او الافضال

"یہ بھی جان لو کہ اس کے بعد تم یا تو سختی کی طرف، یا مہربانیوں کی طرف جانے والے ہو"۔

وادأب علی حفظ الشریعة سالکا   سبل الهدی لاقالیا أو غالی

"ہدایت کے راستوں پر چل کر شریعت کی حفاظت پر مسلسل لگے رہو، نہ اس میں کمی کرو، نہ حد سے بڑھو"۔

وابدأ بحفظ القلب عن شبهاته   واعرف مساویها علی الاجمال

"شبہات سے دل کی حفاظت کرو اور منجملہ اس کی برائیوں کو بھی پہچان لو"۔

وکذاك فاحفظ عن الشهوات اذ   بالحفظ من هذین کل کمال

"اسی طرح اس کی شہوات سے بھی حفاظت کرو کیونکہ ان دونوں سے حفاظت ہی پورا کمال ہے"۔

ثم اسقه ماء الحیاة بواعظ   من محکم التنزیل فی اجلال

"پھر قرآنِ حکیم کے وعظ سے پوری تعظیم کے ساتھ اس کو زندگی کا پانی پلا"۔

واحرس فراغك بالتذکر انه   عمر اذا ما ضاع منك لغالی

"یادِ الٰہی سے اپنی فراغت کی حفاظت کرو جب وہ ضائع ہوگئی تو یاد رکھو کہ بڑی گراں زندگی ضائع ہوگئی"۔

واحفظ جوارحك التی أوتیتها   عن کل ما یقضی بکل نکال

"جو جوارح تجھے ملے ہیں، ان کی ہر ایسی چیز سے حفاظت کرو جو سزا وعذاب کا تقاضا کرتی ہے"۔

واعلم بانك ماخلقت سبهللا　　　فاعبد اِلٰہ العرش بالاقبال

"اور یہ بات بھی ذہن نشین کرلو کہ تمہیں بے کار پیدا نہیں کیا گیا عرش والے معبود کی پوری توجہ سے عبادت کرو!"

واجعل سلاحك دعوة بانابة　　　والجأ الی مولاك غیر مبال

"پورے رجوع کے ساتھ دعا کو اپنا ہتھیار بناؤ اور اپنے مالک کی طرف پوری کوشش اور توجہ سے پناہ حاصل کرو۔"

واسأله لاتسأم فانك عبدہٗ　　　فهوالکریم ورب کل نوال

"اور اس سے مانگو اکتاؤ نہیں تم اس کے بندے ہو وہ سخی ہے اور ہر عطیہ دینے والا ہے۔"

یارب فاقطع عن فؤادی کل ما　　　ارجوہ الا منك من آمال

"اے میرے پروردگار! میرے دل سے اپنے سوا ہر قسم کی امیدوں کو کاٹ دے۔"

واغسله من درن الظنون فانه　　　مرض القلوب وموجب الاعلال

"اور اس کو شک وگمان کی میل سے دھودے یقیناً ظن دوں کا مرض ہے اور بیمار کرنے کا موجب ہے۔"

وأرحه من نظر العباد فانه　　　أصل الفساد وأفسد الأشغال

"بندوں کی طرف دیکھنے سے اس کو راحت دے یقیناً وہ فساد کی جڑ اور سب سے برا کام ہے۔"

وارزقه خشیتك التی تستوجب　　　الحسنیٰ لدی المقبول من أعمال

"اور اس کو اپنی خشیت سے نواز جو مقبول اعمال کے وقت توجہ الی اللہ کو واجب کرتی ہے۔"

یارب وفقنی لما فیه الرضیٰ　　　فلقد وعدت اجابة التسآل

"اے پروردگار! جن اعمال میں تیری رضا ہے مجھے ان کی توفیق دے تُو نے خود دعاؤں کو قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے۔"

واختم لنا بالخیر عاجله الذی　　　تبدو حلاوة ذوقه بمآل

"دنیا سے ہمارا خاتمہ بالخیر کر جس کا انجام کار ذوق کی حلاوت ہو۔"

یارب انی عبدك الجانی علیٰ　　　نفسی تجاوز عن قبیح فعالی

"اے پروردگار! میں تیرا بندہ ہوں جس نے اپنی جان پر بہت سے گناہ کئے ہیں میرے برے کاموں سے درگزر فرما!"

واجعل صلوٰتك دائما تتری علیٰ　　　کنز المعالی السید المفضال

"ہمیشہ اور لگاتار اپنی رحمت کی بارش بلندیوں کے خزانے، سردار اور بڑے فضائل والے پر برسا!"

وکذا علیٰ آل لہٗ وصحابۃ   اھل العلیٰ والعزّ والاجلال

"اسی طرح آپؐ کی آل اور صحابہ کرامؓ پر رحمتیں نازل فرما جو عزّت وتوقیر اور بلندیوں والے ہیں۔"

ذرا ان کے اس شعر پر غور کیجئے "واسألہ ولا تسأم الخ" اور ایک نسخے میں یہ شعر بھی ہے ؎

وَاسألہ لاتسأل سواہ فانہ الـ   ـمولی الکریم وربّ کل نوال

"اسی سے مانگ اور اس کے سوا کسی سے سوال نہ کر وہ سخی مولیٰ ہے' اور ہر عطیہ دینے والا ہے۔"

پھر ذرا مندرجہ ذیل اشعار پر غور کیجئے :

(۱) "یاربّ فاقطع الخ" (۲) "وارحہ من نظر العباد الخ" اور دوسرے اشعار واقوال کو دیکھنے سے توحید کے انوار چمکتے نظر آئیں گے۔ ہر مومن کا جو رسول کریم ﷺ کی شریعت کا متبع ہو یہی حال ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کسی سے مدد مانگتا ہے' نہ استغاثہ کرتا ہے نہ التجا کرتا ہے' نہ استعانت چاہتا ہے۔ اور جس شخص کے دل پر غفلت کا پردہ گمراہی کا زنگ' کجروی کا مرض ہو' وہ اللہ تعالیٰ سے اعراض کر لیتا ہے اور غیر کو پکارتا پھرتا ہے ۔ ماسوی اللہ سے دلچسپی رکھتا ہے۔ بے کار اور کمزور شبہات' دلائلِ فاسدہ ، حکایاتِ کاذبہ سے چمٹا رہتا ہے اور روشن شریعت کی نصوص' صریح اور صحیح احادیث کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ اس فاضل شاعر نے عقائدِ سلفیہ پر ایک کتاب "العقد الثّمین" کے نام سے تالیف کی ہے' اس کا ضرور مطالعہ کیجئے۔ مجھے خبر ملی ہے کہ بعض افاضل حنفیہ نے اپنے بیٹوں کے لئے وصیت میں لکھا کہ وہ اس کتاب کو پڑھیں' اور پورے یقین کے ساتھ اس کو حفظ کریں۔ اس میں' اور حفّاظِ حدیث اور علماءِ سنّتِ نبوّیہ کی اس قسم کی کتابوں میں نجات ہے ۔ اس کتاب میں وہ سب باتیں جمع کر دی گئی ہیں' جن کی معرفت ہر مکلّف پر واجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالمِ علامہ شیخ محمد خلیل دمشقی نے' جو ابن الخشبہ کے نام سے معروف ہیں' اس کتاب کی تقریظ لکھتے ہوئے غالیوں کی بدعات کو بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں ؎

للّٰہ درامام ساد کل علی   فحق بالحق ان یدعی بملأ علیٰ

" اللہ تعالیٰ کیلئے خوبی ہے اس امام کا' جو ہر بلند مرتبہ کا سردار ہوا' حق اس لائق ہے کہ اسکو اونچی مجلس کا

نام دیا جائے۔"

اهدیٰ الینا کتابا من براعتہ　　　هو الشفاء لمرضی الغیّ والخطل

"انہوں نے اپنے کامل علم وفضیلت سے ہمیں ایک کتاب دی جو گمراہی اور حماقت کے مریضوں کے لیے نسخہ شفا ہے۔"

ابدی بہ من رقیق الفکر فانفجرت　　　منہ عیون الهدیٰ أحلی من العسل

"انہوں نے اس میں اپنی باریک بینی کو ظاہر کیا ہے اس سے ہدایت کے چشمے بہ نکلے ہیں جو شہد سے بھی زیادہ شیریں ہیں۔"

لا غرو فهو امام العصر جهبذہ　　　بل قد غلا و علا فیہ علی الاوّل

"اس میں کوئی تعجب نہیں وہ اپنے زمانے کے نقادوں کے امام ہیں بلکہ وہ اس سے بہت آگے نکل گئے ہیں اور اولیں مرتبہ پر فائز ہو گئے ہیں۔"

لا ضیر ان اشرقت فینا طوالعہ　　　فالشّمس راد الضّحیٰ کالشّمس فی الطّفل

"کوئی حرج نہیں اگر ہم میں ان کے چاندوں نے روشنی بکھیر دی ہے تو سورج چاشت کو لوٹانے والا ہے جیسا کہ سورج لڑکپن میں ہو۔"

عقائد هی عین الحق هادیۃ　　　الی صراط سویّ جلّ عن دغل

"عقائد عین حق ہیں اور ہدایت دینے والے ہیں ایسی راہ کی طرف جو سیدھی ہے اور خرابی سے بالا ہے۔"

من سنّۃ المصطفیٰ والآی قد نسجت　　　تلک البرود فکانت اشرف الحلل

"حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنّت اور قرآنی آیات سے وہ چادریں بُنی گئی ہیں لہٰذا وہ بہترین جوڑے بن گئے ہیں۔"

وطرزت بدراری العقل ساطعۃ　　　منها البراهین تمحو غیهب الزلل

"تو نے عقل کے موتیوں سے اس پر نقش و نگار کیا ہے۔ ان سے براہین چمکتے ہیں اور لغزشوں کی تاریکی ختم ہو جاتی ہے۔"

قد اظهرت بدعا صارت تری سننا　　　لدی الالی سکروا عن شرعۃ الرّسل

"تو نے بدعات کو ظاہر کر دیا جو ان کے نزدیک رسولوں کی شریعت اور سنّتوں کی جگہ

سے چکی تھیں‘‘

قوم ھم نجوا سبل الغوایۃ اذ   زاغوا فعند ھم ابلیس خیرولی

’’ایسی قوم جنہوں نے گمراہی کے راستوں کو اختیار کر لیا ہے جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو پھر ان کے نزدیک شیطان سب سے بڑا ولی ہے‘‘

والقطب والغوث والابدال من ترکوا   شرائع الدّین أو سبّوہ بالجمل

’’اور ان کے نزدیک قطب، غوث اور ابدال وہ ہیں جنہوں نے دین کے احکام ترک کر دیئے یا مجمل طور پر دین کو برا کہا‘‘

قلنا لھم لم یصلّوا قیل عند کم   وبعضھم قال ھم عنھا لفی شغل

’’ہم نے ان سے کہا انہوں نے نماز نہیں پڑھی تو جواب دیا گیا تمہارے نزدیک نماز نہیں پڑھی بعض نے کہا کہ ان کو ایک کام کی وجہ سے نماز کی فرصت ہی نہیں‘‘

جھّال قلنا فقالوا اللّب عند ھم   والقشر عند کم للرّد والجدل

’’ہم نے کہا وہ جاہل ہیں تو انہوں نے کہا عقل ان ہی کے پاس ہے اور تمہارے پاس تردید اور جھگڑے کے لئے چھلکا ہے‘‘

فسّاق قلنا فقالوا یستر ون علی   احوالھم کی تظنّوھم من السّفل

’’ہم نے کہا وہ فاسق لوگ ہیں تو انہوں نے جواب میں کہا وہ اپنے احوال پر پردہ ڈالتے ہیں، تاکہ تم ان کو گھٹیا قسم کے لوگ گمان کرو‘‘

قلنا زناۃ فقالوا ذاك عن حکمٍ[1]   أقلّھا سدّ ثقب الفلك عن خلل

’’ہم نے کہا وہ زانی ہیں تو جواب ملا وہ حِکَم سے ہے۔ اس کا کم از کم آسمانی سوراخ خلل کو بند کرتا ہے‘‘

قلنا لھم یأکلون السّحت قیل ھم   بحر ولا تقذر الأمواج بالبصل

’’ہم نے ان سے کہا وہ حرام کھاتے ہیں جواب ملا وہ سمندر ہیں اور پیاز کے ساتھ لہریں ناپاک نہیں ہوتیں!‘‘

برھانھم من حکایات مزخرفۃ   ھی الغرور من الشّیطان للختل

---

[1] یہ لفظ ’’حکمت‘‘ کی جمع ہو سکتا ہے۔

"مصنوعی کہانیاں ان کی دلیل ہیں۔ شیطان کی طرف سے فریب ہے۔ دھوکا دینے کے لئے"!

عمی عن الحق صم حیث عالمهم لا یدرك الفرق بین الجذب والخبل

"جہاں ان کے اہلِ علم حق سے اندھے بہرے ہوں، وہاں جذب اور ذہنی ابتری کے درمیان فرق نہیں ہوسکتا۔"

تباً وتباً لسیارا نهم فلقد غشت علی عین شرع الله بالقذل

"تباہی وہلاکت ہو ان سیاروں پر کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی شریعت کے سورج پر عیب کا پردہ ڈال دیا ہے۔"

تکونت من مناکیر منغصة ومن جنون ومن حمق ومن ثمل

"وہ صریح برائیوں سے اور جنون وحماقت اور مدہوشی سے عبارت ہیں"!

ولو تری لرأیت النکر غشولهم وثور أعلامهم من أسمج الحیل

"اور اگر دیکھو تو تمہیں نظر آئے گا کہ برائیوں نے ان کو ڈھانپ رکھا ہے، اور ان کی واضح اور نمایاں علامتیں بدترین حیلے ہیں۔"

وطالما مر من للدین منتسب مخشوشع ضارع یبکی بکاء العیل

"جب کبھی دین کی طرف منسوب شخص خشوع اور عاجزی کرکے محتاج کی طرح روتا ہوا گزرے۔"

وهزهم للتوابیت التی ارتفعت ونکس ارؤسهم باللثم والقبل

"اور ان کا تابوتوں کے لئے، جو بلند ہو گئے ہیں، برانگیختہ ہونا — نیز ان کے سروں کا بوسے لینے کیلئے جھک جانا (دیکھا جاتے) . . ."

وقولهم یابنی یحییٰ علیك به فخذه واقتله وانصرنی علی عجل

"اور ان کا کہنا: اے میرے بیٹے یحییٰ! تو اس کو لازم پکڑ، اس کو لے اور قتل کر، میری جلدی مدد کر"!

وغائبی یوم تأتینی به عجلا نذری الیك کذا یأتی بلا مهل

"نیز جس دن میرے غائب کو تو جتنی جلدی لے آئے گا اُسی قدر جلدی بغیر وقفے کے میری نذر تیری طرف آئے گی۔"

کم غصة قتلت کم رجفة قصمت ظهر الأریب وکم نبل من الأنسل

"(تو سمجھ لو کہ) کتنے ہی گلے میں پھنسنے والے کھانوں نے مار ڈالا اور کتنے ہی زلزلوں اور تیروں نے عقل مندوں کی کمر توڑ دی"۔

حتّٰی اقامت بہ الاعداء حجتھم   من کل منتقص للدّین أو لولی

"یہاں تک کہ دشمنانِ دین نے دین کی یا ولی کی تنقیص کرنے والے کی طرف سے' اس کے ذریعہ حجت قائم کردی!"

واضیعۃ الدّین اذ أھل الکتاب غدت   تظنّ ذا دین خیر الرّسل وانجلی

"ہائے دین کی بربادی! جب اہلِ کتاب گمان کرنے لگیں کہ یہ ہے خیر الرّسلؐ کا دین! شرم میں ڈوب جا!!"

ویا خسارتھم یا قبح ما فعلوا   کأنّھم لم یمیزوا الرّبّ من ھبل

"ان کے خسارے اور ان کی بداعمالی پر تعجب ہے گویا انہوں نے رب اور ہبل کے درمیان کوئی فرق روا نہیں رکھا"۔

ویا شقاوۃ قوم بین أظھرھم   لونا فقوا وتلوا متنا من الخبل

"اے ان کے درمیان قوم کی بدبختی! اگر وہ منافق ہو کر پیچھے رہ گئے ہیں' تو ہم پاگل ہو کر مر جائیں گے!"

ادواء لا یرتجی برء لعلّتھا   الاّ بشرب حبوب الموت بالعلل

"وہ ایسی بیماریاں ہیں' جن سے شفایابی کی اُمید نہیں' مگر موت کی محبتوں کو بار بار پلانے سے!"

الم یروا نقم اللہ الّتی اشتعلت   ترمی جمالات صفر من لظی الجلل

"کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے انتقامات کو نہیں دیکھا ہے شعلہ بار ہے' اور بڑی بھڑکتی آگ سے زرد اونٹوں کی مانند پتنگے پھینکتی ہے"۔

سکری ثملت بدن من معتقۃ   ماشیب فیھا سوی الدردی بالأصل

"وہ عمدہ شراب کے بڑے مٹکے سے مست ہو کر مدہوش ہے جس میں اصل شراب کے ساتھ سوائے تلچھٹ کے اور کچھ نہیں ملایا گیا"۔

ماست رویدًا وکان النّشر یقعدھا   حتی ارنوت بغبوق النّھل والعلل

"اُس پر شراب نے آہستہ آہستہ اثر کیا اور منتر نے اس کو اپاہج بنا دیا تھا' حتیٰ کہ وہ شام کے وقت

پہلی بار اور دوسری بار پینے سے سیراب ہوگئی "

واستحکم السکر منہا فانشت طربا تھتز فی خبب رقصا و فی رمل

"اس کا نشہ پختہ ہوگیا تو وہ خوشی سے ناچتی دوڑتی پھرگئی "

ھاجت بھا ریح نجد بالصبا سحرا وناح صدح رخیم النای بالزجل

"سحری کے وقت نجد کی ہوا جو مشرق سے چلتی ہے تیز ہوگئی اور چہچہانے والی مدنی آوازیں خوش و خرم ہوکر جھومنے لگی "

غنت عراقا وغنت بالحجاز علی برج الشوق بی فنین من الغزل

"اس نے عراق اور حجاز میں شوق پر عشقیہ اشعار کے لہجے میں گایا۔۔۔!"

"وقودھا الناس بل من غیضھا شھقت بالطفل والحمل والانعام للنزل

"اس کا ایندھن لوگ ہیں! ——— بلکہ وہ کھینچتی ہے لڑکے پر حمل پر اور چوپایوں پر اترنے کے لئے "

فتکاو ذبحا و بقرا للبطون علی عقر البھائم بعد القطع للسبل

"تاکہ غفلت میں پکڑ لے ۔۔ ذبح کردے اور پیٹوں کو پھاڑ دے جبکہ راستے بند ہوجانے کے بعد جانور بھی بانجھ ہوگئے ہیں "

"ولات حین مناص" حیث داھیۃ دھماء قد سطرت فی سابق الازل

"جب ازل میں سخت مصیبت لکھ دی گئی ہے تو اب کسی جگہ جائے پناہ نہیں ہے!"

کانھا صیحۃ اللہ التی عقلت اودت لعقل اولی الالباب ذی الدول

"گویا اللہ کی طرف سے چیخ (عذاب) ہے جو سمجھ لی گئی اس نے عقل مند اصحابِ حکومت کی عقل کو تباہ کردیا "

وھکذا یصنع اللہ متی انتھکت شرائع الدین صونا منہ عن بدل

"جب دین کے احکام کی بے حرمتی ہو تو بدلنے کی بجائے اس کو بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ اسی طرح کرتا ہے!"

ھلا رجعنا لمحو الذنب حین ربا مستمطرین الدما من صیب المقل

"گناہوں کو مٹانے کیلئے خون بہا کر ہم نے رجوع کیوں نہیں کیا جب اس نے زبردست بارش میں پرورش پائی!"

مستمسکین بعروی دین احمدنا مستوثقین بمولیٰ خیر متّکل

"ہمارے احمد ﷺ کے دین کے کڑے کو مضبوطی سے پکڑنے والے اور مولیٰ پر بھروسہ کرنیوالے، جو بہترین بھروسہ کرنے کے لائق ہے۔"

تذب عن بیضۃ الاسلام من کثب بصارم الشرع نرجو منّۃ النّفل

"قریب سے انمول اسلام کا دفاع شرع کی تلوار سے کرتے ہیں زائد احسان کی ہم اُمید رکھتے ہیں!"

یاسیّد الدّھر ماھٰذا الأنین علیٰ آثار سعدی وسعد الدّین فی زحل

"اے زمانے کے سردار! سعدی کے آثار پر کراہنے کی یہ آواز کیسی ہے؟ اور دین کی خوش بختی زحل ستارے میں ہے۔"

ویا بدیع المعانی راح یلمزھا قوماغدوا یعدلون الذّر بالجمل

"اے خوبصورت معانی والے! اس نے ان کی ایسی قوم پر عیب گیری کر کے خوشی محسوس کی، جو چیونٹی کو اونٹ کے برابر کر دیتے ہیں۔"

نادیت صمّاولکن لاّحیاۃ لھم ھیھات ھیھات عن ذاالکلّ فی شغل

"تو نے بہروں کو آواز دی ہے لیکن ان میں تو زندگی ہی نہیں وہ ان سب سے دور ہو کر بے خبر ہیں۔"

رشیت نبلاً ولکن لاحراك لھا ھل یخرق السھم صمّ الصخر والجبل

"تو نے تیر کو تیار کیا لیکن اس میں حرکت نہیں ہے کیا تیرا تیر مضبوط پتھر اور پہاڑ کو چھید سکتا ہے؟"

وھل منار السھی وازی الحضیض علاً وھل یطابق معوج بمعتدل

"کیا پست زمین بلندی میں بنات نعش[1] کا مقابلہ کر سکتی ہے کیا ٹیڑھا سیدھے کے مطابق ہو سکتا ہے؟"

وأنت کشاف غم المعضلات اذا غبطا یقولون جار اللہ معتزلی

"تو مشکلات اور دقیق عبارات کو حل کرنے والا ہے بربنائے رشک تجھے جار اللہ معتزلی کہیں۔"

---

[1] ایک ستارہ

خفرت ذمة اهل الله فأتمنوا وجزت فيهم صراط النّاسك النكل

" تُونے اہل اللہ کے ذمے کی حفاظت کی' انہوں نے تجھے امین جانا' تُونے ان کو عابد وزاہد اور مضبوط انسان کی راہ دکھائی "

تشکراً السعيك قدوفيت عهدك لا تخشى السّوى حبّذا من عالم بطل

" تمہاری کوشش کا شکریہ' تُونے اپنا عہد پورا کر دکھایا' تُو برابر کے مقابل سے نہیں ڈرتا۔ کیا ہی اعلیٰ بہادر عالم ہے "

قفوت آثار آل كلّهم منن على البريّة اذ جلوا عن المثل

" تُونے ایسے آثار کی پیروی کی جو سب کے سب مخلوق پر احسان ہیں جب وہ اپنی مثل سے بلند ہو گئے "

غرّ فضائلهم عزّ فواضلهم نور شمائلهم بالعلم والعمل

" ان کے فضائل روشن ہیں' ان جیسے فاضل نایاب ہیں' ان کے شمائل علم و عمل سے منور ہیں "

آدنى الخطا لمعالي نيل سوددهم لورامها البدر في عامين لم يصل

" ان کی ادنیٰ درجے کی بڑائی کو حاصل کرنے کا اگر چاند بھی ارادہ کرے تو دو سالوں میں نہ پہنچ سکے "

لولم يكونوا اسودا ما جرى مثلا ما في السويد ارجال يوم مرتحل

" اگر وہ بڑے اور سردار نہ ہوتے تو کہاوت مشہور نہ ہوتی کہ شان کے اظہار کے دن میدان میں آدمی نہیں ہیں "

یہ فاضل رحمۃ اللہ علیہ دمشق (شام) کے ممتاز علماء میں سے تھے' اور سلف کے عقیدہ پر تھے' ان کے کتنے ہی قصائد ہیں' جن میں غیر اللہ سے استغاثہ والتجا کی ممانعت کو بیان کیا گیا ہے۔ وُہ قبر پرست غالیوں اور بدعتیوں کے لئے تلوار تھے !

اور یہ کوئی نئی بات نہیں' دمشق میں بہت سے دین کے مددگار، ائمہ حدیث اور سنّت کے محافظ تھے۔

اللہ تعالیٰ ان کی عزّت کو محفوظ رکھے' اور ان کو پراگندہ نہ کرے —— ان جیسوں سے زمانہ

خالی نہ ہو!

اللہ تعالیٰ سے استغاثہ کے لیے چند بہترین اشعار

مندرجہ ذیل وہ مشہور اشعار ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ وہ مبارک استغاثہ ہے، جو کوئی کسی حاجت کے لئے ان کو پڑھے، وہ پوری ہوتی ہے اور جو مریض اس کا وسیلہ پکڑے، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفایاب ہوتا ہے ۔

یامن یریٰ مافی الضّمیر ویسمع　　　انت المعد لکلّ مایتوقّع

"اے وہ ذات، جو دلوں پر نظر رکھتی اور سنتی ہے، تو ہی ہر متوقع چیز کو مہیا کرتا ہے۔"

یامن یرجی للشّدائد کلّھا　　　یامن الیہ المشتکی والمفزع

"اے وہ ذات، جس سے سب سختیوں میں اُمید رکھی جاتی ہے اور اے وہ ذات، جس کے حضور شکایت اور گھبراہٹ پیش کی جاتی ہے۔"

یامن خزائن ملکہ فی قول کن　　　امنن فانّ الخیر عندك أجمع

"اے وُہ ذات کہ اس کی حکومت کے خزانے 'کُن' کہنے میں ہیں، مہربانی فرما، سب بھلائیاں تیرے پاس ہیں۔"

مالی سوی فقری الیك وسیلۃ　　　فبالافتقار الیك فقری أدفع

"تیرے حضور میری محتاجی کے سوا کوئی وسیلہ نہیں، تیرے حضور محتاجی کے وسیلے سے اپنی محتاجی دُور کرتا ہوں!"

ومالی سوی قرعی لبابك حیلۃ　　　ولئن طردت فای باب أقرع

"تیرا دروازہ کھٹکھٹانے کے سوا میری کوئی تدبیر نہیں، اگر تُو نے راندیا تو میں کس دروازے کو کھٹکھٹاؤں گا؟"

ومن الّذی ادعو وأھتف باسمہٖ　　　ان کان فضلك عن فقیرك یمنع

"اگر تیرے فقیر سے تیرا فضل روک دیا جائے تو کون ہے جس کو میں پکاروں اور جسکے نام کے

ساتھ گڑگڑاؤں؟"

حاشا لجودك أن تقنط عاصيا　　　الفضل أجزل والمواهب أوسع

"عاصی کو مایوس کرنا تیری سخاوت کے قطعاً موافق نہیں فضل و کرم بہت بڑا ہے اور بخششیں بہت زیادہ وسیع ہیں۔"

بالذلّ قد وافيت بابك عالما　　　انّ التذلّل عند بابك ينفع

"میں ذلّت کی حالت میں تیرے دروازے پر حاضر ہوا ہوں، اور جانتا ہوں کہ ذلّت و عاجزی ہی تیرے دروازے پر نفع دیتی ہے۔"

وجعلت معتمدی علیك توكلا　　　وبسطت كفى سائلا أتضرع

"اور میں نے اپنا اعتماد تجھ پر از روئے توکل کیا ہے اور میں نے سائل کی حیثیت میں اپنا ہاتھ نہایت عاجزی کرتے ہوئے پھیلایا ہے۔"

فاجعل لنا من كلّ ضيق مخرجا　　　والطف بنا یا مَن الیه المرجع

"ہمارے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ پیدا کر اے وہ ذات جس کی طرف لوٹ کر جانا ہے ہمارے ساتھ مہربانی کر!"

ثم الصّلاۃ علی النبیّ وآلہ　　　خیر الخلائق شافع ومشفع

"پھر درود ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر آپ ساری کائنات سے بہتر اور سفارش کرنے والے، نیز سفارش قبول کئے گئے ہیں۔"

بعض عارفوں کی درج ذیل مناجات وہ استغاثہ مبارکہ ہے کہ صالحین اس کے ذریعے اپنے مولیٰ سے راز و نیاز کر کے اس کے لطف و کرم کی بارش سے متمتع ہوتے رہے ہیں ؎

لبست ثوب الرجاء والنّاس قد رقدوا　　　وبتّ أشكو الی مولای ما أجد

"میں نے اُمید کا لباس پہن لیا ہے اور لوگ سب سو گئے ہیں! — میں نے رات اس حال میں بسر کی ہے کہ اپنے مولیٰ کے حضور اپنی تکلیفوں کو پیش کرتا رہا ہوں۔"

وقلت یا أملی فی کلّ نائبة　　ومن علیه لکشف الضّر أعتمد

"اور میں نے ہر مصیبت میں کہا اے میری اُمید! اور وہ ذات جس پر میں تکلیف دور کرنے کے لئے بھروسہ کرتا ہوں!"

أشکو الیك أمورًا انت تعلمها　　مالی علی حملها صبر ولا جلد

"میں تیرے حضور ایسے امور کی شکایت کرتا ہوں جن کو تو جانتا ہے ان کو برداشت کرنے کا مجھ میں صبر اور حوصلہ نہیں ہے۔"

وقد مددت یدی بالذّلّ مبتهلا　　الیك یا خیر من مدّت الیه ید

"میں نے ذلت کے ساتھ گڑگڑا کر اپنے ہاتھ تیرے حضور پھیلائے ہیں اے وہ بہترین ذات جس کے حضور ہاتھ پھیلائے جاتے ہیں!"

فلا تردنها یا ربّ خائبة　　فبحر جودك یروی کلّ من یرد

"اے میرے رب! ان کو خالی اور ناکام نہ لوٹانا تیری سخاوت کا سمندر تو ہر آنے والے کو سیراب کر دیتا ہے۔"

اسی طرح بستی نے اپنے مشہور قصیدے میں فرمایا ہے ؎

یا خادم الجسم کم تسعٰی لخدمته　　أتطلب الرّبح ممّا فیه خسران

"اے جسم کے خادم! تو اس کی خدمت میں کس قدر کوشش کرتا ہے کیا تو اس چیز سے نفع چاہتا ہے، جس میں سراسر خسارہ ہے۔"

من یتّق الله یحمد فی عواقبه　　ویکفه شرّ من عزّوا ومن هانوا

"جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے، اس کے انجام کار قابلِ تعریف ہیں اور اس سے طاقتوروں اور کمزوروں کے شر کو اللہ تعالیٰ روکے گا۔"

من استعان بغیر الله فی طلب　　فان ناصره عجز وخذلان

"جس نے کسی ضرورت وطلب میں غیر اللہ سے مدد مانگی تو اس کا مددگار عاجز و ذلیل ہوگا۔"

اور ایک صالح اور بزرگ ہستی کا مشہور قصیدہ ہے جس کو ایک زاہد نے مخمس کیا ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہے ؎

رفعت مقامی منّۃ وتفضّلا، وکمّلتنی بالعلم و الحلم والولا

ومنك ملأت الکفّ لی لا من الملا لك الحمد یا ذا الجود والمجد والعلا

تبارکت تعطی من تشاء تمنع

"تو نے میرے مقام کو محض اپنے فضل وکرم سے بلند فرمایا، اور مجھے علم وحلم اور غلامی کی نسبت سے کامل فرمایا۔ تو نے محض اپنے فضل سے میرے ہاتھ کو بھر دیا ہے، نہ کہ کسی دباؤ کی وجہ سے تیرے ہی لئے سب تعریفیں ہیں، اے سخی صاحبِ شان اور بلندیوں والے! ۔ تو برکت والا ہے، جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے روکتا ہے"۔

عروس التجلّی فی فؤادی تنجلی وانّ وعائی بالمعارف ممتلی

وارجوك یا مولای یا ذا التفضل الٰھی وخلّاقی وسؤلی وموئلی

الیك لدی الاعسار والیسر أفزع

"تجلی کی مسرت میرے دل میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور میرا برتن (دل) معارف سے بھرا ہوا ہے! — اے میرے مولیٰ! میں تجھ سے اُمید رکھتا ہوں اے مہربان، اے میرے معبود، میرے پیدا کرنے والے — میرے سوال کے لائق، اور میری پناہ گاہ! میں تنگیوں اور آسانیوں میں گھبرا کر تیرے حضور دوڑ کر حاضر ہوتا ہوں"۔

اذا کنت لی فی جملۃ الامر معتنی وقد نلت ھذا الحظ من فضلك السنی

فلست اُبالی مع عیوبی الٰھی لئن خیبتنی و طردتنی

فمن ذا الذی ارجو ومن ذا اشفع

"جب تو سب کاموں میں میرا خیال رکھنے والا ہے، تو میں نے یہ سعادت تیرے بلند مرتبہ فضل وکرم سے حاصل کی ہے۔ اے معبود! عیوب کے باوجود مجھے کچھ پرواہ نہیں (کہ تیرا فضل وسیع ہے)؛ لیکن اگر تو مجھ کو دھتکار دے، تو میں کس سے امید رکھوں اور کس سے شفاعت طلب کروں"؟

أنا العبد عبد الرق فی کل حالة ولست بعبد فی الرّخاء أو بشدّة
لك الأمر فی الحرمان أو فی العطیة الٰھی لئن جلّت وجمّت خطیئتی
فعفوك عن ذنبی أجلّ وأوسع

"صرف نرمی اور شدّت میں نہیں، بلکہ میں ہر حال میں تیرا ہی بندہ ہوں — محرومی و عطا کا اختیار صرف تجھی کو ہے! — الٰہی اگر میری خطائیں ظاہر اور زیادہ ہوجائیں، تو تیرا عفو میرے گناہوں سے بہت بڑا اور بہت وسیع ہے۔"

اذا سلکت دنیای بالحال سبلھا واظھرت الأیّام فی العبد جھلھا
فلست یئوسًا بل أقول لعلّھا الٰھی لئن أعطیت نفسی سؤلھا
فھا أنا فی روض الندّامة أرتع

"جب میری دُنیا فی الحال اپنی راہوں پر رواں ہے اور زمانے نے بندے میں اسکی جہالت کو ظاہر کر دیا ہے، میں مایوس نہیں ہوں بلکہ کہتا ہوں: شاید اے معبود تو میرے نفس کو اس کا سوال عطا فرمادے! — تو لیجئے اب میں ندامت کے باغ میں چرتا ہوں!"

الیك رجائی ینتمی واضافتی ومنك أری سکری بدا وافاقتی
وھب أنّنی آخرت عن سیر ناقتی الٰھی تری حالی وفقری وفاقتی
وأنت مناجاتی الخفیة تسمع

"میری اضافت اور میری امید تیری طرف منسوب ہے، اور میں تجھ ہی سے اپنے سکر و افاقہ کو ظاہر ہوتے دیکھتا ہوں! — میں اپنی اونٹنی کی رفتار سے پیچھے رہ گیا ہوں اے میرے معبود تو میرا حال، میری محتاجی اور میرا فاقہ دیکھتا ہے — تو میری خفیہ مناجات کو سنتا ہے!"

بحبّك ثوبی فی البریة منصبغ ولازال بالأشواق جلدی ینددبغ
وقلبی علی الحالین من أمرہ لدغ الٰھی فلا تقطع رجائی ولا تزغ
فؤادی فلی فی سیب جودك مطمع

"مخلوق میں تیری محبّت کے رنگ میں میرا کپڑا رنگا ہوا ہے، اور ہمیشہ شوقوں کے ساتھ میری کھال رنگ پکڑتی ہے! —————————————

دونوں حالتوں میں میرے دل کو طعن و تشنیع کی گئی ہے۔ اے میرے معبودؔ میری امید کو قطع نہ کر اور نہ ٹیڑھا کر! ــــ میرے دل کو تیری سخاوت کے دھارے سے اُمیدیں ہیں!"

مزید فرمایا ؎

جد اری علیٰ تأسیس جد واك قد بنی ولا زال قلبی بالتذکر یعتنی

وانی أنادی کلما الوجد حثنی الٰهی أجرنی من عذابك اننی

اسیر ذلیل خائف لك أخضع

"میری دیوار تیری سخاوت کی بنیاد پر قائم ہے، اور میرا دل اس کو ہمیشہ یاد کرتا رہتا ہے! اور بے شک جب بھی غم میرے اندر جوش پیدا کرتا ہے، میں پکارتا ہوں: اے میرے معبودؔ! مجھے اپنے عذاب سے پناہ دے، بے شک میں ذلیل قیدی اور ڈرنے والا ہوں اور تیرے حضور عاجزی کو ظاہر کرتا ہوں"۔

رفعت الی علیاء جاهك قصتی عسٰی تکشف الآن بقربك غصتی

اذا أنت بالتوحید طبق محجتی الٰهی فأنسنی بتلقین حجتی

اذا کان لی فی القبر مثوی و مضجع

"تیری بلند جاہ کے حضور میرا قصہ بلند درجہ حاصل کر گیا ہے، قریب ہے کہ اب تیرے قرب کی وجہ سے میرا غم دور ہو جب تیری توحید میری راہ کے مطابق ہے، اے میرے معبودؔ! مجھے میری حجت کی تلقین کے ساتھ مانوس کر، جب میرے لئے قبر میں ٹھہرنا اور لیٹنا ہو!"

أنا العبد ملق بالرجاء وسط لجة ورجت غراما أرض نفسی بسرجة

ولست أری عذراً ولا بعض حجة الٰهی لئن عذبتنی الف حجة

فحبل رجائی منك لا یتقطع

"میں ایک بندہ ہوں۔ امید کے ساتھ گہرے سمندر کے درمیان کو دھانے والا ہوں اور شدید محبتؔ شوق کے ساتھ میرے نفس کی زمین فطری طور پر اُمید کی متلاشی ہے! ــــــــــــ

اے میرے معبود! میرے پاس کوئی عذر اور حجت نہیں ہے، اگر تو مجھے عذاب دے ہزار حجتوں سے، تو بھی تجھ سے میری اُمید کی رسی منقطع نہیں ہوگی!"

سألتك تعفو عن ذنوبي تفضلا　　فاني لقد اكثرت فيك التوكلا
باسمائك الحسنٰى دعوت توسلا　　الٰهى اذقني طعم عفوك يوم لا
بنون ولا مال هنالك ينفع

"میں نے تجھ سے درخواست کی ہے کہ میرے گناہ محض اپنی مہربانی سے معاف فرمادے، میرا تجھ پر بہت زیادہ توکل ہے، میں نے تیرے اسمائے حسنٰی کے وسیلے سے دعا کی ہے، اے میرے معبود! جس دن مال واولاد انسان کے کام نہیں آئیں گے یعنی قیامت کے دن، اپنے عفو وکرم کا مزا چکھا۔"

حديث غرامي فيك لازال شايعا　　وانت اشتريت النفس مذكنت بايعا
فجدلي بأمن منك لا أك رايعا　　الٰهى لئن ترعني كنت ضايعا
وان كنت ترعاني فلست أضيع

"تیرے ساتھ میری شیفتگی ایک مشہور بات ہے، جب سے میں نے اپنے نفس کو بیچا ہے، تو نے اس کو خرید لیا ہے، میرے لئے اپنی طرف سے امن کی سخاوت کر تاکہ میں خوف زدہ نہ رہوں، اے میرے معبود! اگر تو نے میری حفاظت نہ کی تو میں برباد ہو جاؤں گا اور اگر تو نے میری حفاظت کی، تو میں ضائع نہیں ہوں گا۔"

عليك ثنائي من جميعي بألسن　　على كل فعل من فعالك بي سني
أتيت بذنب لي عن الغير مرسن　　الٰهى اذا لم تعف عن غير محسن
فمن لمسيئ بالهوى يتمتع

"سب زبانوں میں میری ثنا تیرے لئے ہے، تیرے افعال میں سے ہر فعل میرا درجہ بلند کرنے والا ہے، میں غیر سے منہ موڑ کر سر جھکائے گناہ لایا ہوں، اے معبود! جب تو نے غیر محسن کو معاف نہ کیا، تو خواہش کے ساتھ برائی کرنے والے کو کون فائدہ دے گا؟"

هو العبد من مولاه بالمنة ارتقى　　غداة له كأس المحبة قد سقى
عليك اتكالي قد عدمت لك البقا　　الٰهى لئن قصرت في طلب التقى
فلست سوى أبواب فضلك أقرع

یہ وُہ بندہ ہے جس کے مالک کے احسانات اور مہربانیاں انتہا کو پہنچ گئی ہیں اور جس نے صبح کے وقت محبّت کی شراب پی لی ہے میرا بھروسہ تجھی پر ہے میں نے تیرے لئے زندگی کو فنا کر دیا ہے اگرچہ میں نے تقویٰ کی تلاش میں کوتاہی کی ہے تاہم اے میرے معبود! تیرے فضل کے دروازوں کے سوا میں کسی دروازے کو نہیں کھٹکھٹاؤں گا۔"

دفعت عذول الحبّ عنّی بالّتی وفیك فتی أصبحت نحوك مافتی

فان عثرت رجلی وجلت خطیئتی الٰھی أقلنی عثرتی وامح زلّتی

فانی مقرّخائف متضرّع

"میں نے محبّت پر شدید ملامت کرنے والے نوجوان کو اپنے سے تیرے بارے میں اسی طریقے سے روکا کہ وہ اب پہلا سا نوجوان نہ رہا —— اگر میرا پاؤں پھسل گیا ہے اور میری خطاء ظاہر ہوگئی ہے تو اے میرے معبود! میری لغزش کو معاف فرما اور اس کو دھو ڈال میں معترف، خائف اور عاجزی کرنے والا ہوں۔"

محبّك لما أنت جدت له فنی فھیھات ان تلقاہ بالخیر معتنی

وھا أنا راجی الفضل ماعنك أنثنی الٰھی لئن خیبتنی وطردتنی

فما حیلتی یا ربّ أم کیف اصنع

"اے اللہ! جب تو نے اپنے محب کے لئے خوب بخشش کی، تو وہ فنا ہوگیا پس محض اہتمام خیر کے ساتھ تیرا ملنا دور ہے میں تو تیرے فضل کا امیدوار ہوں، میں تجھ سے نہیں مڑوں گا! اے میرے معبود! اگر تو نے مجھے ناکام لوٹا دیا اور دھتکار دیا، تو پھر اے میرے رب میری تدبیر کون سی ہے؟ یا میں کیسے کروں گا؟"

جمالك باہ فی الملاحة باھر ومنك یواقیت بدت وجواھر

أأبقی ومنہ قد تجلّت مظاھر الٰھی حلیف الحبّ باللّیل ساھر

یناجی ویبکی والقفول یھجع

"تیرا جمال بہت اعلیٰ ہے، اور یہی خوبصورتی سب پر ظاہر ہے اور تجھ سے یاقوت اور جواہر ظاہر ہوگئے ہیں۔ کیا میں باقی رہوں گا؟ حالانکہ اُس سے مظاہر واضح ہو چکے ہیں اے میرے معبود!

محبّت کا حلیف رات کو سو نہیں سکتا وہ سرگوشی کرتا ہے اور روتا ہے جبکہ واپس آنے والا غفلت میں سوتا ہے۔"

مقامك أضحى بانتسابي عاليا فاخرجت من أصداف علمي لئاليا

وحزني أولوا التحقيق راموا مراميا وكلّهم يرجو نوالك راجيا

وإلّا فبالذّنب المدمّر أصرع

"تیرا مقام میرے انتساب سے بہت بلند ہے پس میں نے اپنے علم کی سیپیوں سے موتی نکالے ہیں اصحابِ تحقیق نے میرے حزن و ملال کو نشانہ بنا لیا ہے اور ہر ایک تیری عطاء کا امیدوار ہے ورنہ میں تباہ کن گناہ کی وجہ سے عاجزی کے ساتھ گرا پڑا ہوں۔"

لوجهك قوم أولعوا بجماله وكل تفانى طامعا بوصاله

فبدّل لنا نقص الهوى بكماله الٰهى بعلم الهاشمى وآله

وتوحيد أبراهم لك أخشع

"ایک قوم تیرے چہرے کے جمال کے باعث شیفتہ بن گئی ہے ہر کوئی اس کے وصال کی اُمید میں دنیا سے چلا گیا ہے پس تو ہمارے لئے اس کے کمال سے خواہش کے نقص کو بدل ڈال! اے میرے معبود! رسولِ اکرم ﷺ اور آپ کی آل اور نیک لوگوں کی توحید کے باعث تیرے حضور خشوع و عاجزی کرتا ہوں۔"

ظهورك بى عندى أراه علامة على أنك المسدى الىّ كرامة

وان رامت الأغيار منّى انتقامة الٰهى أنلنى من رجائى سلامة

وقبح خطيئاتى على يشنع

"تیرا میرے ساتھ ظہور کرنا میرے نزدیک اس بات کی علامت ہے کہ تو میرے ساتھ کرامت کا سلوک کرتا ہے اگر اغیار مجھ سے انتقام کے طالب ہوں تو اے میرے معبود! میری اُمید سے مجھے سلامتی سے نواز میری خطاؤں کی قباحت مجھے قبیح بناتی ہے۔"

مقام الترجى للنوال هو الّذى اقام فؤادى بالتردّد يغتذى

وان لسانى فى ثناء مدحه بذى الٰهى لئن تعفو فعفوك منقذى

وانّی یارب الورٰی لک أخضع

"عطیے کے لئے امید کا مقام وہی ہے جس نے میرے دل کو کھڑا کیا ہے اور وہ بار بار اللہ کے حضور پیش ہونے سے غذا حاصل کرتا ہے میری زبان اس کی مدح و ثناء میں مصروف ہے، اے میرے معبود! اگر تو معاف فرمادے تو تیرا معاف کرنا مجھے بچانے والا ہے! ——— اے مخلوق کے پروردگار میں تیرے حضور عاجزی کرتا ہوں"

امام الھدٰی انّی ورائک مقتدٍ ولی فیک قلب من تشوقہ صدی
وقد بت أستجدی با حشاء مکمد الٰھی فانشرنی علیٰ دین أحمدٍ

منیبا تقیا قانتا لک أضرع

"اے ہدایت کے امام! میں تیرے پیچھے اقتداء کرنے والا ہوں اور تیرے بارے میں میرا دل اس شخص کا سا ہے جس کو آواز کی گونج شوق دلاتی ہے میں رات بھر عطیہ طلب کرتا رہا غمگین شخص کے دل کے ساتھ "اے الٰہی! مجھے دین احمد ﷺ پر اس حال میں قیامت کو اٹھانا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا، پرہیز گار، فرماں بردار ہوں اور تیرے حضور عاجزی کرنے والا ہوں"

سماء العطایا قد رفعت لھا یدی وأصبحت أرجو زھر روضتھا النّدی
وأشھدت ھٰذا الباب فی کلّ مشھد فلا تحرمنی یاالٰھی وسیّدی

شفاعتہ الکبرٰی فذاک المشفّع

"اونچے درجے کے عطیوں کے لئے میں نے اپنا ہاتھ اٹھایا ہے، اور میں اس کے باغ کے خوشبودار پھولوں کی امید رکھتا ہوں میں اس دروازے پر پوری طرح حاضر ہوں، اے الٰہی! اے میرے آقا! مجھے آپ کی شفاعت کبریٰ سے محروم نہ رکھنا آپ کی شفاعت یقیناً مقبول ہوگی"

ھو المصطفٰی المختار طٰہٰ محمّدٌ نبیّ الھدٰی رؤیاہ للعین أثمد
سلامک من عبد الغنی لہ ید وصلّ علیہ ما دعاک موحّد

وناجاک احیاء ببابک رکّع

"وہ چنے ہوئے اور پسندیدہ طٰہٰ محمد ﷺ ہدایت کے نبی ہیں آپ کی زیارت آنکھ کے لئے سرمہ ہے عبدالغنی کی طرف سے تیرا سلام پہنچانا اس پر احسان ہے اور آپ پر

درود و مہیج، جب تک موحد تجھے پکارتا رہے ۔ زندہ لوگ زندگی میں تیرے دروازے پر رکوع میں رہیں، اور تجھ سے سرگوشی کرتے رہیں"۔

مشہور مفسّر علامہ زمخشری، جن کو معتزلی کہا جاتا ہے، کی اپنے مالک کے حضور ایک مناجات ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ سے استغاثہ کیا گیا ہے، توحید کا دعویٰ رکھنے والوں کو ایسا ہی ہونا چاہیے، اور اس کے درست رائے ہونے کا اعتقاد رکھنا چاہیے۔ مناجات یہ ہے ؎

یا من یریٰ مدّ البعوض جناحہا　　　فی ظلمۃ اللّیل البہیم الألیل

"اے وہ ذات، جو سخت اندھیری رات میں مچھروں کے پر کھولنے کو بھی دیکھتی ہے!"

ویریٰ مناط عروقہا فی نحرہا　　　والمخّ فی تلک العظام النحل

"اور جو ذات رگوں کے سینے میں تعلق کو، اور ان ہڈیوں میں مغز کو دیکھتی ہے!"

ویریٰ مکان المشی من أقدامہا　　　وخطیطہا فی مشیہا المستعجل

"اور ان کے قدموں کے چلنے کی جگہ کو، اور تیزی سے چلنے کے دوران قدم اٹھانے کو دیکھتی ہے!"

ویریٰ مکان الدّم من أعضائہا　　　منتقلا من مفصّل فی مفصل

"اور وہ ان کے اعضاء میں خون کو ایک جوڑ سے دوسرے جوڑ میں منتقل ہوتے دیکھتی ہے!"

ویریٰ ویسمع حس ماھو صوتہا　　　فی قعر بحر غامض منجدل

"وہ دیکھتی ہے، اور ان کی آواز کی حس کو انتہائی گہرے سمندر میں سنتی ہے"۔

أصواتہا مرفوعۃ عند النّداء　　　أرزاقہا مقسومۃ للمسئول

"ان کی آوازیں ندا کے وقت بلند ہوتی ہیں، اور سوال کے وقت ان کے رزق مقسوم ہیں"۔

اغفر لعبد تاب عن فرطاتہ　　　مافات منہ فی الزّمان الأوّل

"بخش دے اس بندے کو، جس نے اپنی کوتاہیوں سے، جو پہلے ہو چکی ہیں، توبہ کر لی ہے"۔

تفسیر کشاف میں سورۃ البقرہ کی تفسیر کرتے ہوئے ان میں سے بعض ابیات کو بطور استشہاد بیان کیا گیا ہے، ان اشعار سے توحید کے انوار جگمگا رہے ہیں۔

شیخ شہاب الدین سہروردی جس استغاثہ کی ہمیشہ قرأت کیا کرتے تھے، اس کا مسلسل وظیفہ رکھنے والے کے لئے انہوں نے بہت سے خواص اور فوائد بیان کئے ہیں۔ استغاثہ یہ ہے:

"سبحانك لا اله الا انت یا ربّ کلّ
شئ و وارثه یا اله الالهة الرّفیع
جلاله یا الله المحمود فی کلّ حال فعاله
کلّ یوم هو فی شأن یا حیّ حین
لا حیّ فی دیمومیة ملکه وبقائه
یا قیّوم فلا یفوت شئ من علمه
ولا یؤوده یا واحد الباقی اوّل کلّ
شئ وآخره یا صمد من غیر
شبهة ولا شئ کمثله یا بادئ
النّفوس فلا شئ کفوه یدانیه ولا
امکان لوصفه یا کبیر انت الّذی
لا تهتدی العقول لوصف عظمته
یا باری النّفوس بلا مثال خلا من
غیره یا زاکی الطّاهر من کلّ آفة
بقدس جلاله یا کافی الموسع
لما خلق من عطایا فضله یا نقیا
من کلّ جور لم یرضه ولم یخالطه
فعاله یا حنّان انت الّذی وسعت
کلّ شئ رحمة وعلما یا منّان
ذو الاحسان قد عمّ کلّ الخلائق
منه یا دیّان للعباد کلّ یقوم خاضعا
لرهبته ورغبته یا خالق من فی
السّموٰت والارض کلّ الیه معاده"

"تو پاک ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کے
لائق نہیں ہے اے ہر چیز کے رب اور وارث!
اے معبودوں کے معبود! بلند شان والے!
اے اللہ! جس کے سب افعال ہر حال میں
تعریف کے لائق ہیں۔ ہر روز وہ ایک کام میں
ہوتا ہے اے زندہ! جبکہ اس کی ہمیشہ کی شاہی
اور بقا میں کوئی زندہ نہیں ہوگا۔ اے سب کو
قائم رکھنے والے! جس کے علم سے کوئی چیز
ضائع نہیں ہو سکتی اور نہ اس کو تھکا سکتی ہے۔
اے اکیلے باقی رہنے والے! ہر چیز سے پہلے اور
بعد! اے بے نیاز! بغیر کسی مشابہت اور مثل
کے! اے جانوں کو پہلی بار پیدا کرنے والے!
جس کا کوئی ہمسر نہیں، جو اس کا لگا کھا سکے اور
نہ ہی اس کی مکمل توصیف ممکن ہے۔ اے بڑے!
تو وہ ذات ہے جس کی عظمت کو بیان کرنے
کے لئے عقلیں ہدایت نہیں پاتیں۔ اور نفوس
کے بلا مثال پیدا کرنے والے! اے پاکیزہ!
جو ہر آفت سے اپنے جلال کی قدوسیت کی
بنا پر طاہر ہے اے کافی! جو اپنے فضل کے
عطیوں کو، جو اسی کے پیدا کردہ ہیں، وسعت
دینے والا ہے۔ اے پاک ہر ظلم و جور سے جس
کو اس نے پسند نہیں کیا اور جس کے افعال میں
اس کا شائبہ تک نہیں۔ اے مہربان! تو وہ ہے،

یاتام فلاتصف الالسن کنہ جلالۃ
ملکہٖ وعزہٖ یارحیم کلّ صریخ
ومکروب وعیاذہٖ وغیاثہٖ وملاذہٗ
یامبدع البدائع لم یبغ فی
انشائہا عونا یا علّام
الغیوب فلایؤودہٗ شیء من
حفظہٖ یا حلیم ذالاناۃ فلا
یعادلہٗ شیء من خلقہٖ یا
معید لما افناہ اذا برز الخلائق
لدعوتہٖ یا حمید الفعال ذالمنّ
علیٰ جمیع خلقہٖ بلطفہٖ یاعزیز
المنیع الغالب علیٰ امرہٖ فلایعادلہٗ
یا قاھر ذالبطش الشّدید انت
الّذی لایطاق انتقامہٗ یاقریبُ
یامتعالی فوق کلّ شیء علوّ ارتفاعہٖ
—— یا مذلّ کلّ جبّار بقھر عزیز
سلطانہٖ یانور کلّ شیء وھداہ
انت الّذی فلق الظّلمٰت بنورہٖ
یاعلی الشامخ فوق کلّ شیء علو
ارتفاعہٗ یا قدّوس الطّاھر من کلّ
سوءٍ فلاشیء یعادلہٗ یامبدیٔ
البرایا ومعیدھا بعد فناء
خلقہٖ یا جلیل المتکبّر عن

جس کی رحمت اور علم ہر چیز پر وسیع ہے۔
اے احسان کرنے والے صاحبِ احسان!
جس کے احسانات سے تمام مخلوق مستفید
ہے۔ اے بندوں کا حساب لینے والے ہر
ایک تیرے حضور ڈر اور رغبت سے کھڑا ہوگا!
اے آسمانوں اور زمین کے لوگوں کے خالق!
سب نے لوٹ کر تیرے حضور آنا ہے۔ اے
پورے! جس کی بادشاہی اور عزّت کی کنہ کو
زبانیں بیان نہیں کرسکتیں۔ اے ہر فریادی و
مصیبت زدہ پر مہربان! اور اس کو پناہ دینے
والے! اس کے فریاد رس اور اس کی پناہ گاہ!
اے نئی نئی چیزیں پیدا کرنے والے! جس کو کسی
کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ اے علّام الغیوب!
جس کو کوئی چیز حفاظت سے تھکا نہیں سکتی۔
اے وہ ذات جو ان اشیاء کو دوبارہ پیدا کرسکتی
ہے جو فنا ہو چکی ہیں! —— اور مخلوق جس کی
پکار پر میدان میں حاضر ہوگی۔ اے قابلِ تعریف
افعال والے! اے اپنی ساری مخلوق پر لطف
واحسان کرنے والے! اے حفاظت کرنے
میں مضبوط اور زبردست جو اپنے کام پر غالب
ہے اور اس کے برابر کوئی نہیں ہے! اے قاہر!
جس کی پکڑ بڑی سخت ہے اور جس کے
انتقام کو برداشت کرنے کی کسی میں طاقت

كلّ شئي فالعدل امرهٗ والصّدق وعدهٗ يا محمود فلا تبلغ الاوهام كلّ كنه ثنائهٖ وعزّهٖ ومجدهٖ يا كريم ذو العفو العدل انت الّذي ملأ كلّ شئي عدلهٗ يا عظيم ذو الثناء الفاخر والعزّ والمجد والكبرياء فلا يذلّ عزهٗ يا مجيب يا عزيز فلا تنطق الالسن بكلّ آلائهٖ وثنائهٖ ومجدهٖ وعزّهٖ يا غياثي عند كلّ كربة ومجيبي عند كلّ شدّة اسألك امانا من عقوبات الدّين والدّنيا والآخرة وان تصرف عنّي كلّ سوء ومحذور برحمتك يا ارحم الرّاحمين!

نہیں ہے۔ اے قریب! اے ہر چیز پر بلند جس کی بلندی سب سے اوپر ہے۔ اے ہر جبّار کو اپنی سلطنت کی قوّت سے ذلیل کرنے والے! اے ہر چیز کے نور اور اس کی ہدایت! تُو نے اپنے نور سے اندھیروں کو کافور کیا ہے۔ اے ہر چیز پر سب سے بلند! اے بہت پاک! جو ہر برائی سے پاک ہے، اور کوئی چیز اس کے برابر نہیں ہے۔ اے مخلوق کو پہلی بار اور فنا کے بعد دوبارہ پیدا کرنے والے! اے ہر چیز سے بہت بڑے! جس کا حکم عدل، اور جس کا وعدہ سچا ہے۔ اے محمود! جس کی ثناء اور عزت و مجد کی کنہ تک خیالات کی رسائی ممکن نہیں۔ اے کریم معاف کرنے والے اور عدل والے! تو نے عدل سے ہر چیز کو بھر دیا ہے۔ اے عظیم فخریہ ثناء اور عزّت و مجد و کبریائی والے جس کو وہ عزّت دے اس کو کوئی ذلیل نہیں کر سکتا۔ اے مجیب! اے عزیز! جسکی مکمّل نعمتوں، اور ثناء و مجد اور عزّت کو زبانیں بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ اے میری ہر مصیبت میں دستگیری کرنے والے! اے ہر سختی میں میری دعا قبول کرنے والے!

میں تجھ سے دین و دُنیا اور آخرت کی عقوبتوں سے امان کا سوال کرتا ہوں! ۔ مجھ سے ہر برائی اور ڈر والی چیز کو اپنی رحمت سے پھیر دے اے ارحم الراحمین!

ان کا ایک مشہور وظیفہ ہے، اس میں صرف اللہ سبحانہٗ سے استغاثہ اور التجا کی گئی ہے وہ

یوں شروع ہوتا ہے: "الٰهي! واله جميع الموجودات" (اے میرے اور جمیع موجودات کے معبود!) اس میں مناجات، تضرع الی اللہ، اسی سے پناہ طلب کرنے اور اسی سے مدد مانگنے کا ذکر ہے عارفوں، صوفی حضرات اور متبعین کے مناسب حال بھی یہی بات ہے۔

شیخ دمیاطی کا ایک طویل قصیدہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے اسماءِ حسنیٰ کیساتھ استغاثہ کیا گیا اور اس کو پکارا گیا ہے۔ اس کے آخری اشعار یہ ہیں ؎

باسمائك الحسنیٰ دعوتك سیّدی   وجئت بها یا خالقی متوسّلا

"آقا! تیرے اسماءِ حسنیٰ کے واسطے سے میں نے تجھے پکارا ہے۔ اے میرے خالق میں ان کے ساتھ وسیلہ پکڑا ہے"

ومبتهلا ربّی الیك بفضلها   وأرجو بها كلّ الا مور مسهلا

"میں نے ان کے ساتھ تیرے حضور عاجزی و انابت کی ہے میں ان کے وسیلے سے امید رکھتا ہوں کہ میرے سب کام آسان ہو جائیں گے"

فقابل الٰهي بالرّضاء منك واكفني   صروف زمانی مكثّرا ومقلّلا

"الٰہی! اس کے جواب میں اپنی طرف سے اپنی رضا عطا فرما اور زمانے کے حوادث و مصائب سے وہ کم ہوں یا زیادہ مجھے کافی ہو جا!"

وجد واعف وارحم وانصر علی العدیٰ   وتُب وَاهْدِ وَاَصْلِحْ كلّ حال تخلخلا

"اور سخاوت کر، معاف فرما، رحم کر اور دشمنوں پر مدد فرما! —— توبہ قبول فرما، ہدایت دے اور ہر بگڑی بنا دے!"

اور شفاء العلیل میں ہے:

جیسا کہ وہ صفاتِ کمال اور افعالِ حمد و ثنا کے وسیلے سے سخاوت فرماتا اور بخشتا ہے —— وہ پناہ بھی دیتا ہے، مدد کرتا ہے اور فریاد رسی کرتا ہے پس جس طرح وہ چاہتا ہے کہ پناہ لینے والے اس کی پناہ لیں، وہ یہ بھی پسند کرتا ہے کہ پناہ کے طالب اس سے پناہ کے لئے دعاء کریں بادشاہوں کا کمال یہ ہے کہ ان کے دوست ان کی پناہ میں آئیں اور وہ ان کو پناہ دیں جیسا کہ احمد بن حسین کندی اپنے ممدوح کے بارے میں کہتا ہے ؎

یا من ألوذ به فیما أؤمله   ومن أعوذ به ممّا أحاذره

"اے وہ شخص جس کو میں اپنی اُمیدوں کی پناہ گاہ سمجھتا ہوں! اور اے وہ شخص! جس کی میں پناہ چاہتا ہوں، ان چیزوں سے جن کا مجھے ڈر ہے!"

لا یجبر الناس عظما أنت کاسرہ ولا یھیضون عظما أنت جابرہ

"جس ہڈی کو تو توڑ دے، اس کو لوگ درست نہیں کر سکتے۔ اور جس ہڈی کو تُو درست کرے، اس کو وہ توڑ نہیں سکتے۔"

اگر شاعر یہ جذبات والفاظ اپنے رب اور باری تعالیٰ کے حق میں کہتا، تو یقیناً خوش نصیب ہوتا۔ مقصد یہ ہے، شہنشاہ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کے غلام اس کی پناہ اور حفاظت چاہیں جیسا کہ اس نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا ہے کہ وہ شیطان مردود سے اس کی پناہ مانگیں۔ میں نے بہت سے صالحین کے احزاب واوراد کو دیکھا ہے، ان میں کسی مخلوق سے کوئی چیز نہیں مانگی گئی۔ بلکہ ان سب میں اللہ واحد سے مناجات اور اس سے استغاثہ ہے۔ البتہ بعض احزاب واوراد میں نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ پکڑا گیا ہے مثلاً الٰہی! میں تجھ سے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی جاہ وحرمت یا ان کے حق وغیرہ کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں۔ یہ آپؐ سے استغاثہ نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے سوال ہے۔ توسل ایک الگ مسئلہ ہے، اس وقت وہ زیر بحث نہیں ہے۔

نبہانی کی جہالت کا تماشہ دیکھئے کہ توسل اور استغاثہ جو دو الگ الگ مسئلے ہیں، ان کو ایک ہی بنا دیا ہے۔ بلکہ آپ ﷺ پر درود کو بھی اس نے استغاثہ گمان کیا ہے اور جہاں کہیں اس کو صلوٰۃ، یا توسل، یا اس طرح کی اور چیز نظر پڑی، اس کو استغاثہ سمجھ کر بطور استشہاد پیش کر دیا۔ اس سے بڑھ کر جہالت کیا ہو سکتی ہے؟

بحمد اللہ، ہم نے اس کی ساری گفتگو پر تبصرہ کر کے اس کی جہالت کو طشت از بام کر دیا ہے۔
اب وہ شرمندگی اور ندامت سے "سر چھپائے پھرے گا۔"

فقل للعیون الرمد للشمس أعین سواک تراھا فی مغیب ومطلع

"چندھیائی ہوئی آنکھوں سے کہہ دو کہ تمہارے علاوہ بھی آنکھیں ہیں، جو سورج کو طلوع وغروب ہوتے دیکھتی ہیں۔"

کتاب کی تنگ دامانی کے باعث ہم مجبور ہیں کہ ابوالقاسم خلف بن عبدالملک بن

بشکوال نے اپنی کتاب" المستغیثین باللہ عند الحاجات والمہمات، والمتضرعین الی اللہ سبحانہ، وتعالیٰ بالرغبات" میں جو کچھ اس موضوع پر شافی کلام کیا ہے' اس کو ترک کر دیں۔ طالب حق کو چاہیئے کہ وہ اس کتاب کی طرف مراجعت کرے اور اپنے عمل کے لئے اس کو آئینہ بنائے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گا کہ نبہانی نے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے متعلق کیا کیا کذب بیانی کی ہے۔

اعتراض نبہانی نے کہا ہے کہ "آٹھویں باب میں وہ نظمیں بیان ہوں گی' جن میں علماء وفضلاء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استغاثہ کیا ہے کہ جو کوئی ان کو' یا ان میں سے بعض کو حاجت برآری کی نیت سے پڑھے گا' تو آپ ﷺ سے استغاثے کی برکت سے حصول مقصود کی قوی اُمید ہے' عام طور پر میں نے یہ استغاثے "قصائد المجموعة النبهانیه" سے لئے ہیں' اگر کسی اور جگہ سے لیا ہے تو اس کی وضاحت کر دی ہے" پھر حروف ہجا کی ترتیب سے شعر مرتب کر کے بیان کئے ہیں' ہر حرف میں متفرق شعراء کے اشعار بیان کئے ہیں' یہاں ان کے نقل کرنے کی اس لئے ضرورت نہیں کہ کتاب عام مل جاتی ہے۔

جواب اس باب میں اس نے جو کچھ مختلف وجوہ سے بیان کیا ہے' اس کا ذکر طوالت کا باعث ہو گا' ہم اختصار کی غرض سے ان میں سے بعض کو بیان کرنا کافی سمجھتے ہیں' اگرچہ ہماری سابقہ گفتگو سے اس کا جواب معلوم کیا جا سکتا ہے' تاہم یہاں بھی اس کا جواب دیا جاتا ہے:

وجہ اوّل اس قسم کے مطالب کا استدلال تو صرف کتاب وسنّت اور اجماعِ امت سے ہی ہو سکتا ہے' ہمارے گزشتہ بیان سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ جو چیزیں صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں' وہ کسی اور سے طلب نہیں کی جا سکتیں' بلکہ جس نے وہ چیزیں کسی اور سے طلب کیں' وہ مومنوں کی راہ کے سوا کسی اور راہ کا راہ رو ہے' اس قسم کے شخص کا حکم بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے سوا کوئی شخص بھی ہو' اس کی وہی بات قبول کی جا سکتی ہے' جو کتاب وسنّت کے موافق ہو' اور جو کتاب وسنّت کے موافق نہ ہو' وہ اس کے منہ پر دے ماری جائے' وہ جو بھی ہو' خاص طور پر جب وہ نبہانی جیسے جاہل ہوں' جن شاعروں کے اشعار کو نبہانی نے بیان کیا ہے' وہ حقیر اور بے وقعت ہیں' نبہانی بھی انہی میں سے ہے۔

نبہانی نے بہت سے حروف کے تحت اپنے رکیک اشعار لکھے ہیں اور پھر ان ہی کو اہلِ حق کے خلاف' اور اپنے مقصد کے لیۓ دلیل بنایا ہے۔ یہی حال اس جیسے دوسرے جاہل اور غالی لوگوں کے اشعار کا ہے۔ بحمد اللہ' ان باتوں سے حق کا مقابلہ و معارضہ نہیں کیا جا سکتا۔

وجہِ ثانی ہم بہت سے عارفوں کا نظم و نثر میں کلام ذکر کر چکے ہیں' جس کا تقاضا ہے کہ صرف اللہ وحدہٗ سے سوال کیا جائے' اور اللہ سبحانہٗ اکیلے سے استعانت ہو۔ اسی کے حضور التجا ہو' اور یہ کتاب و سنّت کی تعلیم کے عین مطابق ہے۔ صحابہ کرامؓ اور ائمہ ہدیٰ کا یہی طریقہ تھا۔

ہم قبل ازیں ذکر کر چکے ہیں' "کتاب المستغیثین باللہ عند المہمات والمہمات" میں یہ مضمون گویا بحرِ ناپید کنار ہے!۔ اس کے پڑھ لینے کے بعد اس کجرو کی ذکر کردہ باتوں کی طرف کون التفات کرے گا؟ "وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔" (ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا) حق باطل پر غالب آتا ہے' اور حق کے بعد سوائے ضلالِ بعید کے کیا رکھا ہے؟

وجہِ ثالث نبہانی کا یہ کہنا کہ: "جو کوئی اِن اشعار کو' جو اس نے بطورِ استشہاد پیش کیئے ہیں' حاجت برآری کی نیت سے پڑھے تو اس استغاثے کی برکت سے حصولِ مقصود کی قوی اُمید ہے۔ الخ" ایک جھوٹا دعویٰ' اور غالیوں کی حکایات کے سوا اس پر کوئی دلیل نہیں۔ یہ پورا گھڑا نہ جھوٹا ہے۔ اگر ان کی صحت کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو بھی یہ نبہانی کے دعوے کے لیۓ دلیل نہیں بن سکتی۔ سائلوں کی قبروں کے پاس دُعا کی قبولیت اِس بات کی دلیل نہیں کہ وُہ اللہ تعالےٰ کا دین ہے' اور اللہ تعالےٰ کو پسند ہے۔

——— قبور و صالحین کے پاس دعا کرنے کی دعوت کے لیۓ غالیوں کے پاس عموماً بنیاد' اس قسم کی حکایات ہوتی ہیں کہ: فلاں شخص نے وہاں دعا کی تھی اور وہ قبول ہو گئی، فلاں نے استغاثہ کیا تھا تو اس کی فریاد رسی ہو گئی، فلاں کو بینائی مل گئی۔ مجاوروں اور قبر پرستوں کے پاس اِس قسم کی بہت سی چیزیں ہوتی ہیں۔ نبہانی نے ایسی بہت سی اشیاء کو بیان کیا ہے۔ اور ان کو اپنے مذہب کی بنیاد' اور اپنے شرک کے دلائل بنایا ہے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بعض دفعہ مقاصد کے حصول کے اسباب' حرام ہوتے ہیں' مثلاً جادو وغیرہ۔ باقی رہا امور کا استحباب اور دین ہونا' وہ صرف کتاب و سنّت سے' اور جن باتوں پر "سابقون اولون" کاربند تھے' ثابت ہو سکتا

ہے۔ اس کے سوا جو امورِ محدثہ ہیں' ان سے استحباب ثابت نہیں ہو سکتا چاہے ان سے کبھی کچھ فوائد بھی حاصل ہو جائیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ان کے مفاسد ان کے فوائد کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔

وجہ رابع اکثر شرک کا وقوع دعاءِ غیر اللہ سے ہوتا ہے جیسا کہ اہل قبور کے ساتھ ان کو پکارنے' ان کے سامنے گڑگڑانے' ان کی طرف رغبت و شوق رکھنے وغیرہ سے شرک ثابت ہوتا ہے جب صورتِ واقعہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قبروں کے پاس نماز سے منع فرما دیا جس میں خالص اللہ وحدہٗ سے دعا ہوتی ہے تاکہ رب کے ساتھ شرک کا دروازہ بند ہو جائے وہاں پر ان کی طرف رغبت و شوق کی کیونکر اجازت ہو سکتی ہے؟ قطع نظر اس سے کہ ان سے قضاءِ حاجات اور مصائب و پریشانیوں کو دور کرنے کو مانگا جائے' یا ان سے یہ کہا جائے کہ وہ ہمارے لئے قضاءِ حاجات کو اور حلِ مشکلات کو اللہ تعالیٰ سے مانگیں! بلکہ شریعت نے تو یہاں تک ممانعت کر دی ہے کہ کسی نبی و رسول اور فرشتے وغیرہ کی قسم کھائی جائے' چاہے وہ قبر کے پاس بھی نہ ہو' جیسا کہ مخلوق کی مطلق طور پر قسم نہیں کھائی جا سکتی۔ باتفاقِ ائمہ ایسی قسم منعقد نہیں ہوتی صرف اس میں اتنا اختلاف ہے کہ کیا ایسی قسم کی ممانعت تحریماً ہے' یا تنزیہاً؟ صحیح قول یہ ہے کہ مخلوق کی قسم کی ممانعت تحریماً ہے علماءِ کرام کے درمیان حلف بالنبیؐ کے سوا اور کسی چیز میں کوئی تنازع نہیں ہے۔

امام احمدؒ کے مذہب میں حلف بالنبیؐ کے بارے میں دو قول ہیں' ان کے بعض اصحاب' مثلاً ابن عقیل نے اس اختلاف کو سب انبیاءؑ کے ساتھ حلف تک وسیع کر دیا ہے لیکن جمہور ائمہ مثلاً امام مالکؒ' امام شافعیؒ' امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کے نزدیک مخلوق کے ساتھ قسم کھا بھی لی جائے' تو وہ قطعاً منعقد نہیں ہوتی' اس لئے مخلوق کی قسم نہ کھائی جائے' یہی صواب ہے۔ نبہانی کے اس موضوع پر بیان کردہ جن اشعار میں نبی کریم حضرت محمد ﷺ کے ساتھ قسم کھائی گئی ہے' اس کی اصل یہی ہے اور اس میں اختلاف ہے' "منسک المروزی" میں توسل بالنبیؐ کے سلسلے میں امام احمدؒ سے جو قول منقول ہے' اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ قسم منعقد ہو جاتی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ قسم منعقد نہیں ہوتی' اسی طرح یہ مسئلہ ہے' اور غیر نبی کی قسم کھانے کے سلسلے میں امت کے درمیان نزاع کا مجھے علم نہیں' بلکہ علماء نے بالصراحت اس کی ممانعت فرما دی ہے' اور اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہی سوال کیا جائے' اور اس کو اس کے اسماء و صفات کے ساتھ قسم دی جائے جیسا کہ غیر اللہ

اور ایک صالح اور بزرگ ہستی کا مشہور قصیدہ ہے جس کو ایک زاہد نے مخمس کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے ؎

رفعت مقامی منّۃ وتفضّلا ، وکمّلتنی بالعلم والحلم والولا

ومنك ملأت الکفّ لی لا من الملا لك الحمد یا ذا الجود والمجد والعلا

تبارکت تعطی من تشاء تمنع

"تو نے میرے مقام کو محض اپنے فضل وکرم سے بلند فرمایا اور مجھے علم وحلم اور غلامی کی نسبت سے کامل فرمایا۔ تو نے محض اپنے فضل سے میرے ہاتھ کو بھر دیا ہے نہ کہ کسی دباؤ کی وجہ سے تیرے ہی لئے سب تعریفیں ہیں، اے سخی صاحبِ شان اور بلندیوں والے !۔ تو برکت والا ہے، جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے روکتا ہے"

عروس التّجلی فی فؤادی تجلی وانّ وعائی بالمعارف ممتلی

وارجوك یا مولای یا ذا التّفضل الٰھی وخلاّقی وسؤلی وموئلی

الیك لدی الاعسار والیسر أفزع

"تجلی کی مسرّت میرے دل میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور میرا برتن (دل) معارف سے بھرا ہوا ہے !۔۔۔ اے میرے مولیٰ ! میں تجھ سے اُمید رکھتا ہوں اے مہربان، اے میرے معبود میرے پیدا کرنے والے میرے سوال کے لائق اور میری پناہ گاہ ! میں تنگیوں اور آسانیوں میں گھبرا کر تیرے حضور دوڑ کر حاضر ہوتا ہوں"

اذا کنت لی فی جملۃ الامر معتنی وقد نلت ھذا الحظ من فضلك السنی

فلست اُبالی مع عیوبی الٰھی لئن خیبتنی و طردتنی

فمن ذا الذی اَرجو ومن ذا اَشفع

"جب تو سب کاموں میں میرا خیال رکھنے والا ہے تو میں نے یہ سعادت تیرے بلند مرتبہ فضل وکرم سے حاصل کی ہے۔ اے معبود! عیوب کے باوجود مجھے کچھ پرواہ نہیں (کہ تیرا فضل وسیع ہے) لیکن اگر تو مجھ کو دھتکار دے، تو میں کس سے امید رکھوں اور کس سے شفاعت طلب کروں؟"

أنا العبد عبد الرق فی کل حالة　　ولست بعبد فی الرخاء أو بشدة
لك الأمر فی الحرمان أو فی العطیة　　الٰھی لئن جلت وجمت خطیئتی
فعفوك عن ذنبی أجل وأوسع

"صرف نرمی اور شدّت میں نہیں، بلکہ میں ہر حال میں تیرا ہی بندہ ہوں — محرومی و عطا کا اختیار صرف تجھی کو ہے! —— الٰہی اگر میری خطائیں ظاہر اور زیادہ ہوجائیں، تو تیرا عفو میرے گناہوں سے بہت بڑا اور بہت وسیع ہے"

اذا سلکت دنیای بالحال سبلھا　　واظھرت الأیام فی العبد جھلھا
فلست یئوسا بل أقول لعلھا　　الٰھی لئن أعطیت نفسی سؤلھا
فھا أنا فی روض الندامة أرتع

"جب میری دُنیا فی الحال اپنی راہوں پر رواں ہے، اور زمانے نے بندے میں اسکی جہالت کو ظاہر کر دیا ہے، میں مایوس نہیں ہوں بلکہ کہتا ہوں: شاید اے معبودؔ تو میرے نفس کو اس کا سوال عطا فرما دے! — تو لیجئے اب میں ندامت کے باغ میں چرتا ہوں"!

الیك رجائی ینتمی واضافتی　　ومنك أری سکری بدا وافاقتی
وھب أننی أخرت عن سیر ناقتی　　الٰھی تری حالی وفقری وفاقتی
وأنت مناجاتی الخفیة تسمع

"میری اضافت اور میری امید تیری طرف منسوب ہے، اور میں تجھ ہی سے اپنے سکر وافاقہ کو ظاہر ہوتے دیکھتا ہوں! —— میں اپنی اونٹنی کی رفتار سے پیچھے رہ گیا ہوں اے میرے معبودؔ تو میرا حال، میری محتاجی اور میرا فاقہ دیکھتا ہے — تو میری خفیہ مناجات کو سنتا ہے"!

بحبك ثوبی فی البریة منصبغ　　ولازال بالأشواق جلدی ینذبغ
وقلبی علی الحالین من أمرہ لدغ　　الٰھی فلا تقطع رجائی ولا تزغ
فؤادی فلی فی سیب جودك مطمع

"مخلوق میں تیری محبت کے رنگ میں میرا کپڑا رنگا ہوا ہے، اور ہمیشہ شوقوں کے ساتھ میری کھال رنگ پکڑتی ہے! ——————————

دونوں حالتوں میں میرے دل کو طعن و تشنیع کی گئی ہے۔ اے میرے معبود! میری امید کو قطع نہ کر اور نہ ٹیڑھا کر! ــــ میرے دل کو تیری سخاوت کے دھارے سے امیدیں ہیں!"

مزید فرمایا ؎

جداری علیٰ تأسیس جدواك قد بنی　　ولازال قلبی بالتذكر يعتنی
وانی أنادی كلما الوجد حثنی　　الٰهی أجرنی من عذابك اننی
اسير ذليل خائف لك أخضع

"میری دیوار تیری سخاوت کی بنیاد پر قائم ہے، اور میرا دل اس کو ہمیشہ یاد کرتا رہتا ہے! اور بے شک جب بھی غم میرے اندر جوش پیدا کرتا ہے، میں پکارتا ہوں: اے میرے معبود! مجھے اپنے عذاب سے پناہ دے! بے شک میں ذلیل، قیدی اور ڈرنے والا ہوں، اور تیرے حضور عاجزی کو ظاہر کرتا ہوں۔"

رفعت الیٰ علیاء جاهك قصتی　　عسیٰ تكشف الآن بقربك غصتی
اذا أنت بالتوحید طبق محجتی　　الٰهی فأنسنی بتلقین حجتی
اذا كان لی فی القبر مثوی و مضجع

"تیری بلند جاہ کے حضور میرا قصہ بلند درجہ حاصل کر گیا ہے، قریب ہے کہ اب تیرے قرب کی وجہ سے میرا غم دور ہو، جب تیری توحید میری راہ کے مطابق ہے، اے میرے معبود! مجھے میری حجت کی تلقین کے ساتھ مانوس کر، جب میرے لئے قبر میں ٹھہرنا اور لیٹنا ہو!"

أنا العبد ملق بالرجا وسط لجة　　ورجت غراما أرض نفسی بسرجة
ولست أری عذرا ولا بعض حجة　　الٰهی لئن عذبتنی الف حجة
فحبل رجائی منك لا يتقطع

"میں ایک بندہ ہوں۔ امید کے ساتھ گہرے سمندر کے درمیان کو دھانے والا ہوں، اور شدید محبت و شوق کے ساتھ میرے نفس کی زمین فطری طور پر امید کی متلاشی ہے! ـــــــــ

اے میرے معبود! میرے پاس کوئی عذر اور حجت نہیں ہے، اگر تو مجھے عذاب دے، ہزار حجتوں سے، تو بھی تجھ سے میری امید کی رسی منقطع نہیں ہوگی!"

سألتك تعفو عن ذنوبي تفضلا ... فانّي لقد أكثرت فيك التوكّلا

باسمائك الحسنیٰ دعوت توسّلا ... الٰهي اذقني طعم عفوك يوم لا

بنون ولا مال هنالك ينفع

"میں نے تجھ سے درخواست کی ہے کہ میرے گناہ محض اپنی مہربانی سے معاف فرمادے میرا تجھ پر بہت زیادہ توکل ہے۔ میں نے تیرے اسمائے حسنیٰ کے وسیلے سے دعا کی ہے، اے میرے معبود! جس دن مال و اولاد انسان کے کام نہیں آئیں گے یعنی قیامت کے دن، اپنے عفو و کرم کا مزا چکھا"

حديث غرامي فيك لازال شايعا ... وانت اشتريت النفس مذكنت بايعا

فجدلی بأمن منك لا أك رايعا ... الٰهي لئن ترعنی کنت ضايعا

وان کنت ترعانی فلست أضيع

"تیرے ساتھ میری شیفتگی ایک مشہور بات ہے جب سے میں نے اپنے نفس کو بیچا ہے، تُو نے اس کو خرید لیا ہے میرے لئے اپنی طرف سے امن کی سخاوت کر تاکہ میں خوف زدہ نہ رہوں اے میرے معبود! اگر تُو نے میری حفاظت نہ کی تو میں برباد ہو جاؤں گا اور اگر تُو نے میری حفاظت کی تو میں ضائع نہیں ہوں گا"

عليك ثنائی من جميعی بألسن ... علی کلّ فعل من فعالك بی سنی

أتيت بذنب لی عن الغير مرسن ... الٰهی اذا لم تعف عن غير محسن

فمن لمسیئ بالهوی يتمتّع

"سب زبانوں میں میری ثنا تیرے لئے ہے تیرے افعال میں سے ہر فعل میرا درجہ بلند کرنے والا ہے میں غیر سے منہ موڑ کر سر جھکائے گناہ لایا ہوں، اے معبود! جب تُو نے غیر محسن کو معاف نہ کیا تو خواہش کے ساتھ برائی کرنے والے کو کون فائدہ دے گا؟"

هو العبد من مولاه بالمنة ارتقی ... غداة له كأس المحبة قد سقی

عليك اتكالی قد عدمت لك البقا ... الٰهی لئن قصرت فی طلب التقی

فلست سوی أبواب فضلك أقرع

یہ وُہ بندہ ہے جس کے مالک کے احسانات اور مہربانیاں انتہا کو پہنچ گئی ہیں اور جس نے صبح کے وقت محبّت کی شراب پی لی ہے میرا بھروسہ تجھی پر ہے میں نے تیرے لئے زندگی کو فنا کر دیا ہے۔ اگرچہ میں نے تقویٰ کی تلاش میں کوتاہی کی ہے تاہم اے میرے معبود! تیرے فضل کے دروازوں کے سوا میں کسی دروازے کو نہیں کھٹکھٹاؤں گا۔"

دفعت عذول الحبّ عنّی بالّتی وفیك فتی أصبحت نحوك مافتی

فان عثرت رجلی وجلت خطیئتی الٰهی أقلنی عثرتی وامح زلّتی

فانی مقرّ خائف متضرّع

"میں نے محبّت پر شدید ملامت کرنے والے نوجوان کو اپنے سے تیرے بارے میں اسی طریقے سے روکا کہ وہ اب پہلا سا نوجوان نہ رہا ——— اگر میرا پاؤں پھسل گیا ہے اور میری خطاء ظاہر ہو گئی ہے تو اے میرے معبود! میری لغزش کو معاف فرما اور اس کو دھو ڈال میں معترف، خائف اور عاجزی کرنے والا ہوں"

محبّك لما أنت جدت له فنی فهیهات ان تلقاه بالخیر معتنی

وها أنا راجی الفضل ما عنك أنثنی الٰهی لئن خیبتنی وطردتنی

فما حیلتی یا ربّ أم كیف اصنع

"اے اللہ! جب تو نے اپنے محب کے لئے خوب بخشش کی، تو وہ فنا ہو گیا پس محض اہتمامِ خیر کے ساتھ تیرا ملنا دور ہے میں تو تیرے فضل کا امیدوار ہوں، میں تجھ سے نہیں مڑوں گا! اے میرے معبود! اگر تو نے مجھے ناکام لوٹا دیا اور دھتکار دیا، تو پھر اے میرے رب میری تدبیر کون سی ہے؟ یا میں کیسے کروں گا؟"

جمالك باه فی الملاحة باهر ومنك یواقیت بدت وجواهر

أأبقی ومنه قد تجلّت مظاهر الٰهی حلیف الحبّ باللّیل ساهر

یناجی ویبكی والقفول یهجع

"تیرا جمال بہت اعلیٰ ہے اور یہی خوبصورتی سب پر ظاہر ہے اور تجھ سے یاقوت اور جواہر ظاہر ہو گئے ہیں۔ کیا میں باقی رہوں گا؟ حالانکہ اس سے مظاہر واضح ہو چکے ہیں اے میرے معبود!

محبّت کا حلیف رات کو سو نہیں سکتا، وہ سرگوشی کرتا ہے اور روتا ہے جبکہ واپس آنے والا غفلت میں سوتا ہے۔"

مقامك أضحى بانتسابي عاليا فاخرجت من أصداف علمي لئاليا
وحزني أولوا التحقيق راموا مراميا وكلّهم يرجونوالك راجيا
والّا فبالذّنب المدمّر أصرع

"تیرا مقام میرے انتساب سے بہت بلند ہے، پس میں نے اپنے علم کی سیپیوں سے موتی نکالے ہیں، اصحابِ تحقیق نے میرے حزن و ملال کو نشانہ بنا لیا ہے، اور ہر ایک تیری عطاء کا امیدوار ہے، ورنہ میں تباہ کن گناہ کی وجہ سے عاجزی کے ساتھ گرا پڑا ہوں۔"

لوجهك قوم أولعوا بجماله وكل تفاني طامعا بوصاله
فبدّل لنا نقص الهوىٰ بكماله الٰهي بعلم الهاشمي وآله
وتوحيد أبرارهم لك أخشع

"ایک قوم تیرے چہرے کے جمال کے باعث شیفتہ بن گئی ہے، ہر کوئی اس کے وصال کی اُمید میں دنیا سے چلا گیا ہے، پس تو ہمارے لئے اس کے کمال سے خواہش کے نقص کو بدل ڈال، اے میرے معبود! رسولِ اکرم ﷺ اور آپ کی آل اور نیک لوگوں کی توحید کے باعث تیرے حضور خشوع و عاجزی کرتا ہوں۔"

ظهورك بي عندي أراه علامة على أنك المسدى الىّ كرامة
وان رامت الأغيار منّي انتقامه الٰهي أنلني من رجائي سلامة
وقبح خطيئاتي علىّ يشنع

"تیرا میرے ساتھ ظہور کرنا میرے نزدیک اس بات کی علامت ہے کہ تو میرے ساتھ کرامت کا سلوک کرتا ہے، اگر اغیار مجھ سے انتقام کے طالب ہوں تو اے میرے معبود! میری اُمید سے مجھے سلامتی سے نواز، میری خطاؤں کی قباحت مجھے قبیح بناتی ہے۔"

مقام الترجي للنوال هو الّذي اقام فؤادي بالتردّد يغتذي
وان لساني في ثناء مدحه بذي الٰهي لئن تعفو فعفوك منقذي

وانّی یاربّ الوریٰ لك أخضع

"عطیے کے لئے امید کا مقام وہی ہے جس نے میرے دل کو کھڑا کیا ہے اور وہ بار بار اللہ کے حضور پیش ہونے سے غذا حاصل کرتا ہے میری زبان اس کی مدح وثناء میں مصروف ہے، اے میرے معبود! اگر تُو معاف فرمادے تو تیرا معاف کرنا مجھے بچانے والا ہے! ——
—— اے مخلوق کے پروردگار میں تیرے حضور عاجزی کرتا ہوں"

امام الھدیٰ انّی ورائك مقتدی ولی فیك قلب من تشوقه صدی

وقد بت أستجدی با حشاء مکمد الٰھی فانشرنی علیٰ دین أحمد

منیبا تقیا فانا لك أضرع

"اے ہدایت کے امام! میں تیرے پیچھے اقتداء کرنے والا ہوں اور تیرے بارے میں میرا دل اس شخص کا سا ہے جس کو آواز کی گونج شوق دلاتی ہے میں رات بھر عطیہ طلب کرتا رہا غمگین شخص کے دل کے ساتھ، اے الٰہی! مجھے دینِ احمد ﷺ پر اس حال میں قیامت کو اٹھانا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا پرہیزگار فرماں بردار ہوں اور تیرے حضور عاجزی کرنیوالا ہوں"

سماء العطایا قد رفعت لھا یدی وأصبحت أرجو زھر روضتھا النّدی

وأشھدت ھٰذا الباب فی کلّ مشھد فلا تحرمنی یا الٰھی وسیّدی

شفاعته الکبریٰ فذاك المشفّع

"اونچے درجے کے عطیوں کے لئے میں نے اپنا ہاتھ اٹھایا ہے اور میں اس کے باغ کے خوشبودار پھولوں کی امید رکھتا ہوں میں اس دروازے پر پوری طرح حاضر ہوں، اے الٰہی! اے میرے آقا! مجھے آپ کی شفاعتِ کبریٰ سے محروم نہ رکھنا آپ کی شفاعت یقیناً مقبول ہوگی"

ھو المصطفی المختار طٰہٰ محمّد نبیّ الھدیٰ رؤیاہ للعین أثمد

سلامك من عبد الغنی له ید وصلّ علیه ما دعاك موحّد

وناجاك احیاء ببابك رکّع

"وہ چنے ہوئے اور پسندیدہ طٰہٰ محمد ﷺ ہدایت کے نبی ہیں آپ کی زیارت آنکھ کے لئے سرمہ ہے عبدالغنی کی طرف سے تیرا سلام پہنچانا اس پر احسان ہے اور آپ پر

درود بھیج جب تک موحد تجھے پکارتا رہے ۔ زندہ لوگ زندگی میں تیرے دروازے پر رکوع میں رہیں، اور تجھ سے سرگوشی کرتے رہیں ۔"

مشہور مفسر علامہ زمخشری جن کو معتزلی کہا جاتا ہے کی اپنے مالک کے حضور ایک مناجات ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ سے استغاثہ کیا گیا ہے توحید کا دعویٰ رکھنے والوں کو ایسا ہی ہونا چاہئے اور اس کے درست رائے ہونے کا اعتقاد رکھنا چاہیئے مناجات یہ ہے ؎

یا من یریٰ مدّ البعوض جناحہا فی ظلمۃ اللّیل البھیم الألیل

"اے وہ ذات جو سخت اندھیری رات میں مچھروں کے پر کھولنے کو بھی دیکھتی ہے!"

ویریٰ مناط عروقھا فی نحرھا والمخّ فی تلك العظام النحل

"اور جو ذات رگوں کے سینے میں تعلق کو اور ان ہڈیوں میں مغز کو دیکھتی ہے!"

ویریٰ مکان المشی من أقدامھا وخطیطھا فی مشیھا المستعجل

"اور ان کے قدموں کے چلنے کی جگہ کو اور تیزی سے چلنے کے دوران قدم اٹھانے کو دیکھتی ہے!"

ویریٰ مکان الدّم من أعضائھا منتقلا من مفصّل فی مفصّل

"اور وہ ان کے اعضاء میں خون کو ایک جوڑ سے دوسرے جوڑ میں منتقل ہوتے دیکھتی ہے!"

ویریٰ ویسمع حس ماھو صوتھا فی قعر بحر غامض منجد ول

"وہ دیکھتی ہے اور ان کی آواز کی حس کو انتہائی گہرے سمندر میں سنتی ہے ۔"

أصواتھا مرفوعۃ عند النّداء أرزاقھا مقسومۃ للسّؤل

"ان کی آوازیں ندا کے وقت بلند ہوتی ہیں، اور سوال کے وقت ان کے رزق مقسوم ہیں ۔"

اغفر لعبد تاب عن فرطاتہ ما فات منہ فی الزّمان الأوّل

"بخش دے اس بندے کو جس نے اپنی کوتاہیوں سے جو پہلے ہو چکی ہیں توبہ کر لی ہے ۔"

تفسیر کشاف میں سورۃ البقرہ کی تفسیر کرتے ہوئے ان میں سے بعض ابیات کو بطور استشہاد بیان کیا گیا ہے ان اشعار سے توحید کے انوار جگمگا رہے ہیں ۔

شیخ شہاب الدین سہروردی جس استغاثہ کی ہمیشہ قرأت کیا کرتے تھے، اس کا مسلسل وظیفہ رکھنے والے کے لئے انہوں نے بہت سے خواص اور فوائد بیان کئے ہیں استغاثہ یہ ہے:

"سبحانك لا اله الا انت یارب کل
شئی ووارثہ یا الہ الالٰھة الرفیع
جلالہ یا اللہ المحمود فی کل حال فعالہ
کل یوم ھو فی شأن یا حی حین
لا حی فی دیمومیة ملکہ وبقائہ
یا قیوم فلا یفوت شئی من علمہ
ولا یؤودہ یا واحد الباقی اول کل
شئی وآخرہ یا صمد من غیر
شبھة ولا شئی کمثلہ یا بادئ
النفوس فلا شئی کفوہ یدانیہ ولا
امکان لوصفہ یا کبیر انت الذی
لا تھتدی العقول لوصف عظمتہ
یا باری النفوس بلا مثال خلا من
غیرہ یا زاکی الطاھر من کل آفة
بقدس جلالہ یا کافی الموسع
لما خلق من عطایا فضلہ یا نقیا
من کل جور لم یرضہ ولم یخالطہ
فعالہ یا حنان انت الذی وسعت
کل شئی رحمة وعلما، یا منان
ذو الاحسان قد عم کل الخلائق
منہ یا دیان للعباد کل یقوم خاضعا
لرھبتہ ورغبتہ یا خالق من فی
السمٰوٰت والارض کل الیہ معادہ

"تو پاک ہے تیرے سوا کوئی عبادت کے
لائق نہیں اے ہر چیز کے رب اور وارث!
اے معبودوں کے معبود بلند شان والے!
اے اللہ جس کے سب افعال ہر حال میں
تعریف کے لائق ہیں۔ ہر روز وہ ایک کام میں
ہوتا ہے اے زندہ جبکہ اس کی ہمیشہ کی شاہی
اور بقا میں کوئی زندہ نہیں ہوگا۔ اے سب کو
قائم رکھنے والے! جس کے علم سے کوئی چیز
ضائع نہیں ہوسکتی اور نہ اس کو تھکا سکتی ہے۔
اے اکیلے باقی رہنے والے! ہر چیز سے پہلے اور
بعد اے بے نیاز بغیر کسی مشابہت اور مثل
کے! اے جانوں کو پہلی بار پیدا کرنے والے!
جس کا کوئی ہمسر نہیں جو اس کا لگا کھا سکے اور
نہ ہی اس کی مکمل توصیف ممکن ہے۔ اے بڑے!
تو وہ ذات ہے جس کی عظمت کو بیان کرنے
کے لئے عقلیں ہدایت نہیں پاتیں اور نفوس
کے بلا مثال پیدا کرنے والے اے پاکیزہ!
جو ہر آفت سے اپنے جلال کی قدوسیت کی
بنا پر طاہر ہے اے کافی! جو اپنے فضل کے
عطیوں کو جو اسی کے پیدا کردہ ہیں وسعت
دینے والا ہے۔ اے پاک ہر ظلم وجور سے جس
کو اس نے پسند نہیں کیا اور جس کے افعال میں
اس کا شائبہ تک نہیں اے مہربان! تو وہ ہے،

یاتام فلاتصف الالسن کنہ جلالـۃ
ملکہٖ وعزہٖ یارحیم کلّ صـریخ
ومکروب وعیاذہٖ وغیاثہٖ وملاذہٖ
یامبدع البدائع لم یبغ فی
انشائھا عونا یا علّام
الغیوب فلایؤودہٗ شئی مّن
حفظہٖ یا حلیم ذاالاناۃ فلا
یعادلہٗ شئی مّن خلقہٖ یا
معید لما افناہ اذا برز الخلائق
لدعوتہٖ یا حمید الفعّال ذاالمنّ
علیٰ جمیع خلقہٖ بلطفہٖ یا عزیز
المنیع الغالب علیٰ امرہٖ فلا یعادلہٗ
یا قاھر ذاالبطش الشّدید انت
الّذی لا یطاق انتقامہٗ یاقریب
یامتعالی فوق کلّ شئی علوّ ارتفاعہٖ
—— یامذلّ کلّ جبّار بقھر عزیز
سلطانہٖ یانور کلّ شئی وھداہ
انت الّذی فلق الظّلمٰت بنورہٖ
یاعلی الشامخ فوق کلّ شئی علو
ارتفاعہٗ یا قدّوس الطّاھر من کلّ
سوء فلا شئی یعادلہٗ یامبدئ
البرایا ومعیدھا بعد فناء
خلقہٖ یا جلیل المتکبّر عن

جس کی رحمت اور علم ہر چیز پر وسیع ہے۔
اے احسان کرنے والے، صاحبِ احسان!
جس کے احسانات سے تمام مخلوق مستفید
ہے۔ اے بندوں کا حساب لینے والے، ہر
ایک تیرے حضور ڈر اور رغبت سے کھڑا ہوگا!
اے آسمانوں اور زمین کے لوگوں کے خالق!
سب نے لوٹ کر تیرے حضور آنا ہے۔ اے
پورے! جس کی بادشاہی اور عزت کی کنہ کو
زبانیں بیان نہیں کرسکتیں۔ اے ہر فریادی و
مصیبت زدہ پر مہربان! اور اس کو پناہ دینے
والے! اس کے فریادرس، اور اس کی پناہ گاہ!
اے نئی نئی چیزیں پیدا کرنے والے! جس کو کسی
کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ اے علام الغیوب!
جس کو کوئی چیز حفاظت سے تھکا نہیں سکتی۔
اے وہ ذات، جو ان اشیاء کو دوبارہ پیدا کرسکتی
ہے، جو فنا ہوچکی ہیں! ــــ اور مخلوق جس کی
پکار پر میدان میں حاضر ہوگی۔ اے قابلِ تعریف
افعال والے، اے اپنی ساری مخلوق پر لطف
واحسان کرنے والے! اے حفاظت کرنے
میں مضبوط اور زبردست، جو اپنے کام پر غالب
ہے اور اس کے برابر کوئی نہیں ہے، اے قاہر!
جس کی پکڑ بڑی سخت ہے، اور جس کے
انتقام کو برداشت کرنے کی کسی میں طاقت

كلّ شيْ فالعدل امرهٗ والصّدق
وعدهٗ‘ يا محمود فلا تبلغ
الاوهام كلّ كنه ثنائه وعزّه
ومجده‘ يا كريم ذوالعفو
العدل انت الّذي ملأ كلّ
شيْ عدلهٗ‘ يا عظيم ذوالثناء
الفاخر والعزّ والمجد
والكبرياء‘ فلا يذلّ عزّه‘
يا مجيب‘ يا عزيز فلا تنطق
الالسن بكلّ آلائه وثنائه
ومجده وعزّه‘ يا غياثي
عند كلّ كربة‘ ومجيبي
عند كلّ شدّة‘ اسألك
امانا من عقوبات
الدّين والدّنيا والآخرة‘
وان تصرف عنّي كلّ
سوء ومحذور برحمتك
يا ارحم الرّاحمين!

نہیں ہے۔ اے قریب! اے ہر چیز پر بلند جس کی بلندی سب سے اوپر ہے۔ اے ہر جبّار کو اپنی سلطنت کی قوّت سے ذلیل کرنے والے! اے ہر چیز کے نور اور اس کی ہدایت! تُو نے اپنے نور سے اندھیروں کو کافور کیا ہے۔ اے ہر چیز پر سب سے بلند! اے بہت پاک! جو ہر برائی سے پاک ہے‘ اور کوئی چیز اس کے برابر نہیں ہے۔ اے مخلوق کو پہلی بار اور فنا کے بعد دوبارہ پیدا کرنے والے! اے ہر چیز سے بہت بڑے! جس کا حکم عدل‘ اور جس کا وعدہ سچا ہے۔ اے محمود! جس کی ثناء اور عزّت و مجد کی کنہ تک خیالات کی رسائی ممکن نہیں۔ اے کریم! معاف کرنے والے‘ اور عدل والے! تو نے عدل سے ہر چیز کو بھر دیا ہے۔ اے عظیم! فخریہ ثناء اور عزّت و مجد و کبریائی والے! جس کو وُہ عزّت دے‘ اس کو کوئی ذلیل نہیں کر سکتا۔ اے مجیب! اے عزیز! جس کی مکمل نعمتوں‘ اور ثناء و مجد اور عزّت کو زبانیں بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ اے میری ہر مصیبت میں دستگیری کرنے والے! اے ہر سختی میں میری دعاء قبول کرنے والے!

میں تجھ سے دین و دُنیا اور آخرت کی عقوبتوں سے امان کا سوال کرتا ہوں! ۔ مجھ سے ہر برائی اور ڈر والی چیز کو اپنی رحمت سے پھیر دے‘ اے ارحم الراحمین!

ان کا ایک مشہور وظیفہ ہے‘ اس میں صرف اللہ سبحانہٗ سے استغاثہ اور التجا کی گئی ہے۔ وہ

یوں شروع ہوتا ہے: "الٰھی! والٰہ جمیع الموجودات" (اے میرے اور جمیع موجودات کے معبود!) اس میں مناجات، تضرع الی اللہ، اسی سے پناہ طلب کرنے اور اسی سے مدد مانگنے کا ذکر ہے عارفوں، صوفی حضرات اور متبعین کے مناسب حال بھی یہی بات ہے۔

شیخ دمیاطی کا ایک طویل قصیدہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے اسماء حسنی کیساتھ استغاثہ کیا گیا اور اس کو پکارا گیا ہے اس کے آخری اشعار یہ ہیں ؎

باسمائك الحسنیٰ دعوتك سیّدی — وجئت بها یا خالقی متوسّلا

"آقا! تیرے اسماء حسنیٰ کے واسطے سے میں نے تجھے پکارا ہے۔ اے میرے خالق میں نے ان کے ساتھ وسیلہ پکڑا ہے۔"

ومبتهلا ربّی الیك بفضلها — وأرجو بها كلّ الامور مسهّلا

"میں نے ان کے ساتھ تیرے حضور عاجزی و انابت کی ہے میں ان کے وسیلے سے امید رکھتا ہوں کہ میرے سب کام آسان ہو جائیں گے۔"

فقابل الٰهی بالرّضاء منك واكفنی — صروف زمانی مكثّرا ومقلّلا

"الٰہی! اس کے جواب میں اپنی طرف سے اپنی رضا عطا فرما اور زمانے کے حوادث و مصائب سے وہ کم ہوں یا زیادہ مجھے کافی ہو جا!"

وجد واعف وارحم وانصر علی العدی — وتُب وَاهْدِ وَاَصْلِحْ كلّ حال تخلخلا

"اور سخاوت کر، معاف فرما، رحم کر اور دشمنوں پر مدد فرما! ——— توبہ قبول فرما، ہدایت دے اور ہر بگڑی بنا دے!"

اور شفاء العلیل میں ہے:

جیسا کہ وہ صفاتِ کمال اور افعالِ حمد و ثنا کے وسیلے سے سخاوت فرماتا اور بخشتا ہے ——— وہ پناہ بھی دیتا ہے، مدد کرتا ہے اور فریاد رسی کرتا ہے پس جس طرح وہ چاہتا ہے کہ پناہ لینے والے اس کی پناہ لیں، وہ یہ بھی پسند کرتا ہے کہ پناہ کے طالب اس سے پناہ کے لئے دعا کریں بادشاہوں کا کمال یہ ہے کہ ان کے دوست ان کی پناہ میں آئیں اور وہ ان کو پناہ دیں جیسا کہ احمد بن حسین کندی اپنے ممدوح کے بارے میں کہتا ہے ؎

یا من ألوذ به فیما أؤمله — ومن أعوذ به ممّا أحاذره

"اے وہ شخص، جس کو میں اپنی اُمیدوں کی پناہ گاہ سمجھتا ہوں! اور اے وہ شخص! جس کی میں پناہ چاہتا ہوں، ان چیزوں سے، جن کا مجھے ڈر ہے"!

لا یجبر الناس عظما أنت کاسرہ   ولا یھیضون عظما أنت جابرہ

"جس ہڈی کو تو توڑ دے، اس کو لوگ درست نہیں کر سکتے اور جس ہڈی کو تُو درست کرے، اس کو وہ توڑ نہیں سکتے۔"

اگر شاعر یہ جذبات والفاظ اپنے رب اور باری تعالیٰ کے حق میں کہتا، تو یقیناً خوش نصیب ہوتا۔ مقصد یہ ہے، شہنشاہ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کے غلام اس کی پناہ اور حفاظت چاہیں جیسا کہ اس نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا ہے کہ وہ شیطان مردود سے اس کی پناہ مانگیں۔ میں نے بہت سے صالحین کے احزاب واوراد کو دیکھا ہے، ان میں کسی مخلوق سے کوئی چیز نہیں مانگی گئی۔ بلکہ ان سب میں اللہ واحد سے مناجات اور اس سے استغاثہ ہے۔ البتہ بعض احزاب واوراد میں نبی کرم ﷺ کا وسیلہ پکڑا گیا ہے، مثلاً الٰہی! میں تجھ سے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی جاہ وحرمت یا ان کے حق وغیرہ کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں۔ یہ آپ سے استغاثہ نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے سوال ہے، توسل ایک الگ مسئلہ ہے، اس وقت وہ زیر بحث نہیں ہے۔

نبہانی کی جہالت کا تماشہ دیکھئے کہ توسل اور استغاثہ، جو دو الگ الگ مسئلے ہیں، ان کو ایک ہی بنا دیا ہے۔ بلکہ آپ ﷺ پر درود کو بھی اس نے استغاثہ گمان کیا ہے اور جہاں کہیں اس کو صلوٰۃ، یا توسل، یا اس طرح کی اور چیز نظر پڑی، اس کو استغاثہ سمجھ کر بطورِ استشہاد پیش کر دیا۔ اس سے بڑھ کر جہالت کیا ہو سکتی ہے؟

بحمد اللہ، ہم نے اس کی ساری گفتگو پر تبصرہ کر کے اس کی جہالت کو طشت از بام کر دیا ہے۔ اب وہ شرمندگی اور ندامت سے "سر چھپائے پھرے گا"

فقل للعیون الرمد للشمس أعین   سواك تراھا فی مغیب ومطلع

"چندھیائی ہوئی آنکھوں سے کہہ دو کہ تمہارے علاوہ بھی آنکھیں ہیں، جو سورج کو طلوع وغروب ہوتے دیکھتی ہیں۔"

کتاب کی تنگ دامانی کے باعث ہم مجبور ہیں کہ ابوالقاسم خلف بن عبدالملک بن

بشکوال نے اپنی کتاب "المستغیثین باللہ عند الحاجات والمہمات، والمتضرعین الی اللہ سبحانہ وتعالیٰ بالرغبات" میں جو کچھ اس موضوع پر شافی کلام کیا ہے، اس کو ترک کر دیں۔ طالب حق کو چاہیئے کہ وہ اس کتاب کی طرف مراجعت کرے اور اپنے عمل کے لئے اس کو آئینہ بنائے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گا کہ نبہانی نے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے متعلق کیا کیا کذب بیانی کی ہے۔

اعتراض نبہانی نے کہا ہے کہ "آٹھویں باب میں وہ نظمیں بیان ہوں گی جن میں علماء و فضلاء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استغاثہ کیا ہے کہ جو کوئی ان کو، یا ان میں سے بعض کو حاجت برآری کی نیت سے پڑھے گا تو آپ ﷺ سے استغاثے کی برکت سے حصول مقصود کی قوی اُمید ہے۔ عام طور پر میں نے یہ استغاثے "قصائد المجموعۃ النبہانیہ" سے لئے ہیں۔ اگر کسی اور جگہ سے لیا ہے تو اس کی وضاحت کر دی ہے۔" پھر حروف ہجائی کی ترتیب سے شعر مرتب کر کے بیان کئے ہیں، ہر حرف میں متفرق شعراء کے اشعار بیان کئے ہیں۔ یہاں ان کے نقل کرنے کی اس لئے ضرورت نہیں کہ کتاب عام مل جاتی ہے۔

جواب اس باب میں اس نے جو کچھ مختلف وجوہ سے بیان کیا ہے، اس کا ذکر طوالت کا باعث ہو گا۔ ہم اختصار کی غرض سے ان میں سے بعض کو بیان کرنا کافی سمجھتے ہیں۔ اگرچہ ہماری سابقہ گفتگو سے اس کا جواب معلوم کیا جا سکتا ہے، تاہم یہاں بھی اس کا جواب دیا جاتا ہے:

وجہ اوّل اس قسم کے مطالب کا استدلال تو صرف کتاب و سنّت اور اجماعِ امت سے ہی ہو سکتا ہے۔ ہمارے گزشتہ بیان سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ جو چیزیں صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں، وہ کسی اور سے طلب نہیں کی جا سکتیں۔ بلکہ جس نے وہ چیزیں کسی اور سے طلب کیں، وہ مومنوں کی راہ کے سوا کسی اور راہ کا راہرو ہے۔ اس قسم کے شخص کا حکم بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کے سوا کوئی شخص بھی ہو، اس کی وہی بات قبول کی جا سکتی ہے، جو کتاب و سنّت کے موافق ہو، اور جو کتاب و سنّت کے موافق نہ ہو، وہ اس کے منہ پر دے ماری جائے۔ وہ جو بھی ہو، خاص طور پر جب وہ نبہانی جیسے جاہل ہوں۔ جن شاعروں کے اشعار کو نبہانی نے بیان کیا ہے، وہ حقیر اور بے وقعت ہیں۔ نبہانی بھی انہی میں سے ہے۔

نبہانی نے بہت سے حروف کے تحت اپنے رکیک اشعار لکھے ہیں اور پھر ان ہی کو اہلِ حق کے خلاف اور اپنے مقصد کے لئے دلیل بنایا ہے۔ یہی حال اس جیسے دوسرے جاہل اور غالی لوگوں کے اشعار کا ہے۔ بحمد اللہ ان باتوں سے حق کا مقابلہ اور معارضہ نہیں کیا جا سکتا۔

وجہِ ثانی ہم بہت سے عارفوں کا نظم و نثر میں کلام ذکر کر چکے ہیں جس کا تقاضا ہے کہ صرف اللہ وحدہٗ سے سوال کیا جائے اور اللہ سبحانہٗ اکیلے سے استعانت ہو۔ اسی کے حضور التجا ہو اور یہ کتاب و سنّت کی تعلیم کے عین مطابق ہے۔ صحابہ کرامؓ اور ائمہ ہدیٰ کا یہی طریقہ تھا۔

ہم قبل ازیں ذکر کر چکے ہیں "کتاب المستغیثین باللہ عند الملمات والمہمات" میں یہ مضمون گویا بحرِ ناپید کنار ہے! اس کے پڑھ لینے کے بعد اس کجرو کی ذکر کردہ باتوں کی طرف کون التفات کرے گا۔ "وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ" (ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا) حق باطل پر غالب آتا ہے اور حق کے بعد سوائے ضلالِ بعید کے کیا رکھا ہے؟

وجہِ ثالث نبہانی کا یہ کہنا کہ: "جو کوئی اِن اشعار کو جو اس نے بطورِ استشہاد پیش کئے ہیں حاجت برآری کی نیت سے پڑھے تو اس استغاثے کی برکت سے حصولِ مقصود کی قوی اُمید ہے الخ!" ایک جھوٹا دعویٰ اور غالیوں کی حکایات کے سوا اس پر کوئی دلیل نہیں۔ یہ پورا گھڑا نہ جھوٹا ہے اگر ان کی صحت کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو بھی یہ نبہانی کے دعوے کے لئے دلیل نہیں بن سکتی سائلوں کی قبروں کے پاس دعا کی قبولیت اِس بات کی دلیل نہیں کہ وہ اللہ تعالےٰ کا دین ہے، اور اللہ تعالےٰ کو پسند ہے۔

________ قبورِ صالحین کے پاس دعا کرنے کی دعوت کے لئے غالیوں کے پاس عموماً بنیاد اس قسم کی حکایات ہوتی ہیں کہ "فلاں شخص نے وہاں دعا کی تھی اور وہ قبول ہوگئی، فلاں نے استغاثہ کیا تھا تو اس کی فریاد رسی ہوگئی، فلاں کو بینائی مل گئی" مجاوروں اور قبر پرستوں کے پاس اِس قسم کی بہت سی چیزیں ہوتی ہیں۔ نبہانی نے ایسی بہت سی اشیاء کو بیان کیا ہے۔ اور ان کو اپنے مذہب کی بنیاد اور اپنے شرک کے دلائل بنایا ہے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بعض دفعہ مقاصد کے حصول کے اسباب حرام ہوتے ہیں مثلاً جادو وغیرہ۔ باقی رہا امور کا استحباب اور دین ہونا وہ صرف کتاب و سنّت سے اور جن باتوں پر "سابقونِ اولون" کاربند تھے ثابت ہو سکتا

ہے اِس کے سوا جو امورِ محدثہ ہیں، ان سے استحباب ثابت نہیں ہو سکتا چاہے اِن سے کبھی کچھ فوائد بھی حاصل ہو جائیں، ہم جانتے ہیں کہ اِن کے مفاسد اُن کے فوائد کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔

وجہِ رابع اکثر شرک کا وقوع دعاء غیر اللہ سے ہوتا ہے جیسا کہ اہل قبور کے ساتھ اِن کو پکارنے، اِن کے سامنے گڑگڑانے، اِن کی طرف رغبت و شوق رکھنے وغیرہ سے شرک ثابت ہوتا ہے جب صورتِ واقعہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قبروں کے پاس نماز سے منع فرما دیا جس میں خالص اللہ وحدہٗ سے دعا ہوتی ہے تاکہ رب کے ساتھ شرک کا دروازہ بند ہو جائے وہاں پر ان کی طرف رغبت و شوق کی کیونکر اجازت ہو سکتی ہے؟ قطع نظر اس سے کہ ان سے قضاء حاجات اور مصائب و پریشانیوں کو دور کرنے کو مانگا جائے یا اِن سے یہ کہا جائے کہ وہ ہمارے لئے قضاء حاجات کو اور حلِ مشکلات کو اللہ تعالیٰ سے مانگیں! بلکہ شریعت نے تو یہاں تک ممانعت کر دی ہے کہ کسی نبی و رسول اور فرشتے وغیرہ کی قسم کھائی جائے چاہے وہ قبر کے پاس بھی نہ ہو، جیسا کہ مخلوق کی مطلق طور پر قسم نہیں کھائی جا سکتی۔ باتفاقِ ائمہ ایسی قسم منعقد نہیں ہوتی صرف اس میں اتنا اختلاف ہے کہ کیا ایسی قسم کی ممانعت تحریماً ہے یا تنزیہاً؟ صحیح قول یہ ہے کہ مخلوق کی قسم کی ممانعت تحریماً ہے علماء کرام کے درمیان حلف بالنبیؐ کے سوا اور کسی چیز میں کوئی تنازع نہیں ہے۔

امام احمدؒ کے مذہب میں حلف بالنبیؐ کے بارے میں دو قول ہیں ان کے بعض اصحاب، مثلاً ابن عقیلؒ نے اس اختلاف کو سب انبیاءؑ کے ساتھ حلف تک وسیع کر دیا ہے لیکن جمہور ائمہ مثلاً امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کے نزدیک مخلوق کے ساتھ قسم کھا بھی لی جائے تو وہ قطعاً منعقد نہیں ہوتی اِس لئے مخلوق کی قسم نہ کھائی جائے یہی صواب ہے۔ نبہانی کے اِس موضوع پر بیان کردہ جن اشعار میں نبی کریم حضرت محمد ﷺ کے ساتھ قسم کھائی گئی ہے اُس کی اصل یہی ہے اور اس میں اختلاف ہے "منسک المروزی" میں توسّل بالنبیؐ کے سلسلے میں امام احمد رحمہ اللہ سے جو قول منقول ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ قسم منعقد ہو جاتی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ قسم منعقد نہیں ہوتی اسی طرح یہ مسئلہ ہے اور غیر نبی کی قسم کھانے کے سلسلے میں امت کے درمیان نزاع کا مجھے علم نہیں بلکہ علماء نے بالصراحت اِس کی ممانعت فرما دی ہے اور اِس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہی سوال کیا جائے اور اس کو اس کے اسماء و صفات کے ساتھ قسم دی جائے جیسا کہ غیر اللہ

کو اسی طرح قسم دی جاتی ہے سنن کی ادعیۂ ماثورہ میں ہے :

"اللّٰھم انی اسألك بان لك الحمد انت اللہ المنان بدیع السمٰوٰت والارض یا ذا الجلال والاکرام ...!" "اے اللہ! میں تجھ سے اِس واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ تیرے لئے سب حمدیں ہیں تُو اللہ احسان فرمانے والا ہے جس نے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا۔"

"اللّٰھم انی اسألك بکل اسم ھو لك، سمیت بہ نفسك او انزلتہ فی کتابك او علمتہ احدًا من خلقك او استأثرت بہ فی علم الغیب عندك!" "اے اللہ! میں تجھ سے ایسے ہر اسم کے ساتھ سوال کرتا ہوں، کہ تیرے لئے ہے تُو نے اپنی ذات کا وہ نام رکھا یا اس کو اپنی کتاب میں اتارا یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا یا اپنے پاس علم غیب میں اس کو پسند فرمالیا۔"

یہ اور اس طرح کی دوسری دعائیں باتفاق علماء مشروع ہیں لیکن اگر سائل یوں کہے "اسألك بمعاقد العز من عرشك" (میں تیرے عرش میں عزت کے ٹھکانوں کے توسّل سے سوال کرتا ہوں) تو اِس میں اختلاف ہے ایک روایت شدہ اثر کی بنا پر بہت سے علماء نے اس کو جائز کہا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے اِس کی کراہت منقول ہے۔ ابو الحسین قدوری نے شرح کرخی میں کہا ہے کہ بشر بن ولید نے کہا میں نے ابو یوسف رحمۃ اللہ سے سنا ہے انہوں نے کہا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے فرمایا:

"لا ینبغی لاحد ان یدعو اللہ الا بہ، واکرہ ان یقول بمعاقد العز من عرشك او بحق خلقك۔"

"کسی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پکارے مگر اسی کے ساتھ! مجھے یہ ناپسند ہے کہ یُوں کہا جائے تیرے عرش میں عزّت کے ٹھکانوں کے ساتھ، یا تیری مخلوق کے حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں۔"

امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کے عرش کے عزّت کے ٹھکانوں سے مراد اللہ تعالیٰ ہی ہے" اسی لئے میں اِس کو مکروہ نہیں جانتا البتہ "بحق فلاں" اور "بحق انبیائك ورسلك" اور "بحق البیت والمشعر الحرام" کہنا مکروہ سمجھتا ہوں اِس حق کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا مکروہ ہے سب کے سب کہتے ہیں کہ اُس کی مخلوق کے توسّل سے سوال ناجائز ہے اس لئے کہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں

لہٰذا ایسی چیز کے واسطے سے، جو کوئی حق نہیں رکھتی، سوال کرنا جائز نہ ہوا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا "معقد العزّ من عرشك" کے ساتھ سوال، مخلوق کے ساتھ سوال ہے، یا خالق کے ساتھ؟ اس میں علماء کے درمیان نزاع ہے اور ان کے نزاع کی بنیاد یہی ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو اس سلسلہ میں ایک اثر مل گیا جس میں ہے:

"اسألك بمعاقد العزّ من عرشك، ومنتهى الرحمة من كتابك، وباسمك الاعظم، وجدك الاعلىٰ، وكلماتك التامّة"

"میں تجھ سے تیرے عرش میں عزت کے ٹھکانوں، تیری کتاب سے انتہائی رحمت، تیرے اسم اعظم، تیری اعلیٰ شان، اور تیرے پورے کلمات کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں"۔ اس بنا پر امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

اعتراض بعض لوگوں کو اس میں بھی اختلاف ہے وہ کہتے ہیں، مخلوق کے حق کے واسطے سے سوال کرنا جائز ہے جیسا کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جس میں ابن ماجہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ دعاء روایت کی ہے جس کو نماز کے لئے جانے والا گھر سے نکلتے وقت پڑھتا ہے، وہ یہ ہے:

"اللّٰهمّ انّي اسألك بحقّ السّائلين عليك وبحقّ ممشاي هٰذا فانّي لم اخرج أشراً ولا بطراً ولا رياءً ولا سمعة، خرجت اتقاء سخطك، وابتغاء مرضاتك، اسألك ان تنقذني من النّار وان تغفرلي"۔

"اے اللہ! میں تجھ سے اس حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں، جو سوال کنندگان کا تجھ پر ہے اور اپنے اس چلنے کے ساتھ، میں تکبر کرنے اور اترانے کی غرض سے نہیں نکلا ہوں، اور نہ ہی شہرت کی غرض سے نکلا ہوں میرے اس نکلنے کا مقصد تیرے غضب و غصے سے بچنا اور تیری خوشنودی حاصل کرنا ہے، میں عرض کرتا ہوں کہ مجھے دوزخ سے بچا، اور بخش دے"۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاۗءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ" (النساء: ۱)

"اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ تم اس کے واسطے سے اور رشتہ داری کے واسطے سے سوال کرتے ہو"۔

قراءتِ جر کے مطابق جیسا کہ کہا جاتا ہے "سألتك باللّٰه وبالرّحم"!

جس نحوی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ضمیر مجرور پر عطف تب جائز ہوتا ہے کہ حرفِ جر کو بھی دوبارہ

لایا جائے، تو یہ رائے اِس بنا پر قائم کی گئی ہے کہ بالعموم حرفِ جار کا اعادہ ہوتا ہے ورنہ کلام عرب کی نظم ہو یا نثر، بلا اعادہ حرفِ جار، عطف درست ہے جیسا کہ سیبویہ نے حکایت کی ہے:

"مافیھا غیرہ وفرسہ" جیسا کہ شعر میں ہوتا ہے، یہاں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اِس لئے کہ صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا اذا اجدبنا نتوسّل الیک بنبیّنا فتسقینا وانّا نتوسّل الیک بعمّ نبیّنا فاسقنا فیسقون"

"اے اللہ! جب ہم خشک سالی کا شکار ہوتے تھے، تیرے حضور تیرے نبی ﷺ کے ساتھ توسّل کرتے تھے تو بارش ہو جاتی تھی۔ اَب ہم تیرے حضور اپنے نبیؐ کے چچا کا توسّل کرتے ہیں کہ بارش برسا، تو بارش برس جاتی۔"

نسائی ترمذی وغیرہ میں "حدیثِ اعمیٰ" ہے، جس کو ترمذی نے صحیح کہا ہے کہ ایک اندھا شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اُس نے آپؐ سے درخواست کی کہ آپؐ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں، وہ میری نظر لوٹا دے۔ آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے اور یوں کہے:

"اللّٰھم انّی اسألک و أتوجّہ الیک بنبیّک محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم نبیّ الرّحمۃ، یا محمّد یا نبیّ اللہ انّی اتوجّہ بک الیٰ ربّی فی حاجتی لیقضیھا اللّٰھمّ فشفّعہ فیّ"

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور تیرے حضور تیرے نبی حضرت محمد ﷺ "جو نبیٔ رحمت ہیں" کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمدؐ! اے اللہ کے نبی ﷺ! میں آپؐ کے وسیلے سے اپنی حاجت کے لئے اپنے رَب کے حضور متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت پوری کرے۔ اے اللہ، آپ ﷺ کی سفارش میرے حق میں قبول فرما!"

اس نے دعا کی، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی نظر لوٹا دی۔

جواب اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کا حق اپنے اوپر رکھا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

"وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ"[1] "ہم پر مومنوں کی مدد کرنا لازم ہے"

"كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ[2] - الاية!" "تمہارے رب نے اپنے آپ پر رحمت کو لازم کرلیا ہے کہ جس نے تم میں سے نادانی سے برا عمل کیا پھر توبہ کرلی . . . الخ!"

صحیحین میں ہے آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب وہ آپؐ کے ردیف تھے، فرمایا:

"یا معاذ أتدری ما حقّ اللّٰہ علی عبادہ؟ قلتُ اللّٰہ و رسولہٗ اعلمُ قال حقّہ علیھم ان یّعبدوہ ولا یشرکوا بہٖ شیئًا أتدری ما حقّ العباد علی اللّٰہ اذا فعلوا ذٰلک؟ قلتُ اللّٰہ ورسولہٗ اعلمُ قال حقّھم علیہ ان لّا یعذّبھم"

"اے معاذ! کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟" میں نے کہا "اللہ و رسولؐ ہی خوب جانتے ہیں" آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں" پھر فرمایا کہ "تم جانتے ہو جب بندے یہ حق ادا کریں، تو بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟" میں نے عرض کی "اللہ اور رسول ﷺ ہی خوب جانتے ہیں" فرمایا "ان کا اس پر حق یہ ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ کرے!"

———— یہ حق اللہ تعالیٰ کے اپنے مکمل کلمات اور سچے وعدے کے ساتھ واجب ہوا ہے، اس کے وجوب پر اہلِ علم متفق ہیں البتہ اختلاف اس میں ہے کیا اللہ تعالیٰ بنفسہٖ اپنے آپ پر واجب کرتا ہے؟ اس میں دو قول ہیں جو اس کے جواز کے قائل ہیں، وہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت سے استدلال کرتے ہیں:

"كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ" "اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ پر رحمت کو لازم کرلیا ہے"

اور صحیح حدیث میں ہے "انی حرّمت الظّلم علٰی نفسی الخ" "میں نے اپنے آپ پر ظلم کو حرام کردیا ہے"

---

[1] الروم: ۴۷ [2] الانعام: ۵۴

اِس حدیث شریف پر کسی اور مقام پر شرح و بسط سے کلام کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر کسی بات کو واجب کرنا اور حرام کرنا اسے مخلوق پر قیاس کرنا ہے اِس لئے یہ قول بدعت ہے اور منقولِ صحیح اور معقولِ صریح کے بالکل خلاف ہے اہلِ سنّت اِس پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق و مالک اور رب ہے جو اس نے چاہا وُہ ہوا۔ اور جو نہ چاہا نہ ہوا۔ بندے اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں کر سکتے اسی لئے بعض اہلِ سنّت کا جو وجوب کے قائل ہیں، قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ پر رحمت کو لکھا اور ظلم کو حرام کیا ہے یہ نہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ پر کوئی استحقاق رکھتا ہے جیسا کہ مخلوق مخلوق پر استحقاق رکھتی ہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ہر خیر کی نعمت بخشنے والا ہے وہی ان کا خالق ہے وہی ان کی طرف اپنے رسولوں کو بھیجنے والا ہے وہی ایمان و عملِ صالح کی توفیق دینے والا ہے تو اب اس کے حضور وسیلہ اس کے فضل و احسان کی نعمت کا ہی ہو سکتا ہے۔ اللہ پر بندوں کا حق بابِ معاوضہ میں سے نہیں نہ ہی کسی غیر نے اس پر واجب کیا ہے۔ اللہ اس سے پاک و بلند ہے قدریہ، معتزلہ اور دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ مخلوق کا اللہ تعالیٰ پر حق اس طرح کا ہے جس طرح ایک مزدور کا تاجر پر ہوتا ہے یہ ان کا وہم ہے جو جہالت کی بنا پر پیدا ہوا ہے!

جب اس سے سوال کیا جائے گا تو ان اعمالِ صالحہ کے ذریعے جن کو مطلوب و مقصود کا سبب بنایا گیا ہے اور ان اعمالِ صالحہ کے عاملین کے لئے عزت و کرامت کا اس نے وعدہ کیا ہے وہ صلحاء کے لئے نکلنے کی راہ بنا دیتا ہے اور وہاں وہاں سے رزق دیتا ہے کہ ان کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ وُہ انکی، صلحاء اور ذو وجاہت لوگوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے یوں سوال اور سبب کی تلاش کو ...... دیا گیا ہے! ۔ لیکن جب ایسی چیز کے واسطے سے سوال کیا جائے جو مطلوب کا سبب نہیں تو وہ یا تو اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی قسم دینا ہو گا اور یہ حرام ہے یا ایسی چیز کے ساتھ سوال ہو گا جو مطلوب کی مقتضی نہیں ...... سوال بے فائدہ ہو گا۔

انبیاءؑ اور مومنوں کا اللہ تعالیٰ پر جو حق ہے وہ اس کے سچے وعدے، فرمان اور رحمت کی بنا پر ہے کہ وہ ان کو انعامات سے سرفراز کرے گا اور عذاب نہیں کرے گا وہ سب اللہ تعالیٰ کے ہاں اکرام والے ہیں وہ ان کی سفارش اور دعا کو قبول فرماتا ہے کہ اس قدر کسی اور کی دعا کو قبول نہیں فرماتا۔ جب دعا کرنے والا یوں کہے "اسألك بحق فلان وفلان" یعنی "میں فلاں فلاں کے حق کے

ساتھ تجھ سے سوال کرتا ہوں" اس نے اپنے رب کو نہیں پکارا اور اصل اُس نے اس شخص کی اتباع یا اس کی محبت واطاعت کے سبب سے نہیں، بلکہ اس کی نفسِ ذات سے سوال کیا ہے۔ اور کرامت کے لحاظ سے اس کو رب بنا دیا۔ اس نے ایسے سبب سے نہیں کیا جو مطلوب کے وجوب کا سبب ہو سکے۔

تب کہا جا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اعمالِ صالحہ سے توسل و توجہ کا خود حکم دیا ہے۔ مثال کے طور پر اُن تین اشخاص کی دعا کو لیجیے جنہوں نے غار میں پناہ لی تھی، اور اعمالِ صالحہ کے وسیلے سے دعا کی تھی۔ اس توسّل میں اور انبیاء علیہم السلام کی دعا کے توسل میں کوئی نزاع نہیں، بلکہ اس وسیلے کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ ارشاد ہے:

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ"۔[1]

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کے قرب کا وسیلہ تلاش کرتے رہو۔"

"اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ یَخَافُوْنَ عَذَابَهٗؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا"۔[2]

"یہ لوگ جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعۂ قرب تلاش کرتے رہتے ہیں کہ ان میں سے کون اللہ تعالیٰ کا زیادہ مقرب ہوتا ہے اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں، اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں — بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ تلاش کرنے سے مراد ایسی چیزوں کو حاصل کرنا ہے، جو توصّل الی اللہ اور تقرب الی اللہ کا وسیلہ بن سکیں، چاہے وہ عبادت واطاعت اور امتثالِ حکم کی صورت میں ہو، یا اس سے سوال اور اس کی پناہ حاصل کرنا ہو جس میں جلبِ منافع اور دفعِ مضار کے لئے اس کی طرف رغبت ہو! قرآنِ مجید میں دعا کا لفظ عبادت اور سوال دونوں کو شامل ہے۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے لازم ہے۔ بندے پر جب کوئی مصیبت آتی ہے، تو اس کا مقصد طلبِ حاجات اور حلِ مشکلات ہوتا ہے۔

---

[1] المائدۃ: ۳۵ [2] الاسرآء: ۵۷

اس موقعہ پر وہ سوال اور تضرع میں خوب کوشش کرتا ہے اگرچہ وہ بھی عبادت واطاعت ہی ہے! ۔
ابتدا میں اس کے پیش نظر مطلق رزق ونصرت اور عافیت کا مقصد حاصل کرنا ہوتا ہے پھر اس دعاء وتضرع کے ذریعے اس کے لئے ایمان باللہ اس کی معرفت ومحبت کی ایسی راہیں کھلتی ہیں کہ اس کے ذکر ودعا کو نعمت سمجھتا ہے اور اس سے گہری محبت رکھتا ہے تب مطلوبِ حاجت سے بھی اس کی قدر اور اہمیت اس کے نزدیک زیادہ ہو جاتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ومہربانی ہے کہ وہ بندوں کو دینوی حاجات کے ذریعے اعلیٰ دینی مقاصد کی طرف لے جاتا ہے اور کبھی اسطرح ہوتا ہے کہ ابتدا میں ایک بندہ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت کی وجہ سے محبت وانابت، نیز خشیت اور تعمیلِ اوامر کے لئے کرتا ہے اگرچہ اس کے ضمن میں حصولِ رزق ونصرت اور عافیت کا حصول بھی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ" [1] کہ "تمہارے رب نے فرمایا تم مجھے پکارو میں قبول کروں گا" ابوداؤد وغیرہ اہلِ سنن نے ایک حدیث روایت کی ہے، جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اَلدُّعَآءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ثُمَّ قَرَأَ قَوْلَهُ تَعَالىٰ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ" "دعا عبادت ہی ہے پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد پڑھا" اور تمہارے رب نے فرمایا تم مجھے پکارو میں تمہارے لئے قبول کروں گا"

اس حدیث نے قرآن کے ساتھ دونوں انواع کی تفسیر کردی ہے کہا جاتا ہے: "اُدْعُوْنِيْ اَيْ اُعْبُدُوْنِيْ" "مجھے پکارو یعنی میری عبادت کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا، یہ بھی کہا گیا کہ تم مانگو میں دوں گا" دونوں انواع حق ہیں صحیحین کی حدیثِ نزول میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:
"يُنْزِلُ رَبُّنَا اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا كُلَّ لَيْلَةٍ حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ فَيَقُوْلُ: مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَاسْتَجِيْبَ لَهٗ مَنْ يَّسْاَلُنِيْ فَاُعْطِيَهٗ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِيْ فَاَغْفِرَ لَهٗ" "جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو ہمارا ربّ پہلے آسمان پر نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کون ہے جو مجھے پکارے میں اس کو قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے میں اس کو دوں؟ کون ہے

---

[1] غافر: ۶۰

جو مجھ سے استغفار کرے میں اس کو بخشوں۔"—— یہ صورتِ حال طلوعِ فجر تک رہتی ہے!

اللہ تعالیٰ نے پہلے اجابتِ دعا، کا پھر سائل کو دینے کا پھر بخشش کا ذکر فرمایا ہے۔ اس میں جلبِ منفعت بھی ہے اور دفعِ مضرت بھی!—— دعا کی قبولیت چاہنے والے داعی کے یہ دونوں مقصود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ"[1]

"اے رسول! جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو کہہ دیجئے میں تمہارے پاس ہوں جب پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہیئے کہ میرے حکم مانیں، اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک راہ پائیں!"

روایت ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم اس سے سرگوشی کریں یا بعید ہے کہ اس کو باآوازِ بلند پکاریں؟" اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ قریب ہے پکارنے والا جب اس کو پکارے، وہ سنتا ہے اور قبول فرماتا ہے پھر ان کو حکم دیا کہ اس کے احکام مانیں اور اس پر ایمان لائیں جیسا کہ بعض نے کہا "جب میں ان کو بلاؤں تو میرے حکم کو مانیں اور اس پر ایمان رکھیں کہ میں ان کی دعا کو قبول کرتا ہوں" ان دو چیزوں یعنی اس کی الوہیت کی کامل اطاعت اور اس کی ربوبیت پر صحیح ایمان رکھنے سے ہی اجابتِ دعا حاصل ہوگی جو شخص اپنے رب کے حکموں کو بجا لاتے اس کی دعا کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے، اور اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ"[2]

"اور ان لوگوں کی دعا قبول فرماتا ہے جو ایمان لائے اور عملِ صالح کیے اور اپنے فضل سے ان

---

[1] البقرۃ: ۱۸۶ [2] الشوریٰ: ۲۶

کو زیادہ دیتا ہے۔"

یعنی اُن کی دعا قبول فرماتا ہے یوں کہا جاتا ہے: "استجابہ واستجاب لہ" اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کو قبول فرما کر حاجت روائی فرمائی" جو کوئی اس یقین سے دعا کرے کہ وہ ضرور قبول فرمائے گا تو وہ اس کو قبول فرماتا ہے۔ اس یقین کے ساتھ کافر مشرک بھی دعا کرنے تو وہ قبول فرماتا ہے اللہ سبحانہٗ نے خود ارشاد فرمایا:

"وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَنْ لَمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَسَّهُ" ؎۱

"جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں لیٹا بیٹھا اور کھڑا ہر حالت میں پکارتا ہے پھر جب ہم اس کی تکلیف دور کرتے ہیں تو وہ اس طرح بے لحاظ ہو کر گزر جاتا ہے گویا اس نے تکلیف پہنچنے پر ہمیں پکارا ہی نہیں تھا۔"

"وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ (الی قولہ) وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا" ؎۲

"جب تمہیں دریا میں ڈوبنے کی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا سب تم سے گم ہو جاتے ہیں پھر جب وہ تمہیں نجات دے کر خشکی پر لے جاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہے ہی ناشکرا۔"

"قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ" ؎۳

"کہو (اے کافرو) بھلا اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو یا تم پر قیامت آجائے تو کیا غیر اللہ کو پکارو گے اگر تم سچے ہو؟ بلکہ تم اسی کو پکارو گے! تو جس دکھ کے لئے تم اس کو پکارتے ہو اگر چاہے تو اس کو دور کر دیتا ہے اور تم ان کو بھول جاتے ہو جن کو شریک بناتے ہو۔"

چونکہ ان مشرکین کو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار تھا اور وہ یہ بھی اقرار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مضطر و

؎۱ یونس: ۱۲ ؎۲ الاسراء: ۶۷ ؎۳ الانعام: ۴۰، ۴۱

بے چین لوگوں کی دعا قبول فرماتا ہے' اس وجہ سے ان کی دعاء قبول کی گئی وہ لوگ چونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مخلص نہیں تھے' اور نہ ہی اس کے اور اس کے رسولوں کے اطاعت گزار تھے' اس لئے اُن کو دعاء سے دنیاوی نفع ملتا تھا' اور آخرت میں ان کو کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَاۤءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ (الی قولہٖ) وَمَا كَانَ عَطَاۤءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا"[1]

"جو شخص دنیا کا خواہشمند ہو' تو ہم اس میں سے جس کو جتنا چاہتے ہیں، دیتے ہیں پھر اس کے لئے جہنم مقرر ہے جس میں وہ برائی والا اور اندھا ہو کر داخل ہو گا (آگے یہاں تک) اور تیرے رب کی عطا رکی ہوئی نہیں ہے۔"

حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اہلِ ایمان کے لئے رزق کی دعا کی تھی' اور عرض کی تھی:

"وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (قال اللہ تعالیٰ) وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ"[2]

"اور اس کے رہنے والوں میں سے' اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والوں کو پھلوں کا رزق عطا فرما' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اور جو کافر ہو گا میں اس کو بھی تھوڑا فائدہ (دنیا میں) دونگا پھر اس کو عذاب میں لاچار کر دوں گا، اور وہ بری جگہ ہے۔"

یہ درست نہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ رزق اور نصرت کا فائدہ دے' اس کی دعا قبول فرما کر' یا اس کے بغیر) وہ اسے اپنا محبوب اور دوست بنالیتا ہے' بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن و کافر' نیک اور بد' سب کو رزق بہم پہنچاتا ہے' یہ کبھی اس طرح بھی ہوتا ہے کہ ان کی دعا قبول ہو جاتی ہے' اور دنیاوی فوائد تک ان کا سوال پورا کر دیا جاتا ہے' تاہم آخرت میں انہیں کچھ نہیں ملے گا۔ بیان کیا گیا ہے کہ کچھ عیسائیوں نے مسلمانوں کے ایک شہر کا محاصرہ کر لیا' ان کے میٹھے پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا' تو انہوں نے مسلمانوں سے میٹھا پانی مانگا' جس کو وہ سفر کے دوران استعمال کر سکیں' تاکہ وہ واپس جا سکیں۔

---

[1] الاسراء: ۱۸۔۲۰ [2] البقرة: ۱۲۶

مسلمانوں کے اربابِ اختیار نے مشورہ کیا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا جائے، تاکہ وہ پیاس سے کمزور ہو جائیں، اور ہم ان کو گرفت میں لے لیں۔ عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ سے بارش کے لئے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے بارش برسا دی۔ مسلمان عوام کے ایک طبقے کو اس سے اضطراب ہوا۔ بادشاہ نے ایک عارف باللہ سے لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے کہا، اور اُس کے لئے منبر رکھنے کا حکم دیا تو اس عارف نے یوں کہا: "اے اللہ! ہمیں معلوم ہے کہ یہ لوگ اُن میں سے ہیں جن کے رزق کا تو نے ذمہ لیا ہے، جیسا کہ تیرا ارشاد ہے:

"وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا"[1] "زمین کی ہر جاندار چیز کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔"

"اُنہوں نے تجھے بے چینی اور اضطراب کے ساتھ پکارا ہے، اور تُو لاچار و مضطر کی دعا قبول فرماتا ہے۔ تُو نے چونکہ اُن کے رزق کا ذمہ لیا ہے، اس لئے تو نے اُن پر پانی برسا دیا ہے۔ اسلئے نہیں کہ تُو ان سے اور ان کے دین سے محبّت کرتا ہے۔ سو اب ہماری درخواست ہے کہ ہمیں ان میں کوئی ایسی نشانی دکھا، جس سے دلوں میں تیرے بندوں کے ایمان مضبوط ہو جائیں۔" تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ہوا یا ایسی ہی کوئی چیز بھیجی جس سے سب ہلاک ہو گئے۔

یہی حال اس شخص کا ہے، جو ناجائز چیزوں کے لئے دعا کرتا ہے۔ یا تو ایسی چیز مانگ کر، جو نامناسب ہے، یا جس میں شرک وغیرہ کی معصیت ہے۔ اس کی کوئی حاجت و ضرورت پوری ہو جاتی ہے، تو اس کو غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ، اسکے عمل کے صالح ہونے کی دلیل ہے۔ بلکہ دراصل اس کی حیثیت ایسی ہے، جیسی کہ اس شخص کی، جس کو اللہ تعالیٰ نے مہلت دی ہو ۔ اس کو مال و اولاد کے فائدے دیئے ہوں، اور وہ اس کو بھلائیوں کا جلدی مل جانا خیال کر بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُم بِهِ مِن مَّالٍ وَبَنِينَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ ۚ بَل لَّا يَشْعُرُونَ"[2] "کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو دُنیا میں ان کو مال اور بیٹوں سے مدد دیتے ہیں، تو ان کی بھلائی میں جلدی کر رہے ہیں؟ بلکہ یہ سمجھتے ہی نہیں۔"

---

[1] ھود: ٦ [2] المؤمنون: ۵۵، ۵٦

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ○ [1]

"پس جب ان نصیحتوں کو بھول گئے جو ان کو کی گئی تھیں، تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب ان چیزوں سے جو ان کو دی گئی تھیں، خوب خوش ہو گئے ہم نے انکو اچانک پکڑ لیا اُس وقت وہ مایوس ہو کر رہ گئے"!

"وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ" [2]

"کافر یہ خیال نہ کریں کہ ہم ان کو جو مہلت دیئے جاتے ہیں، یہ ان کے حق میں بہتر ہے ہم انکو صرف اسلئے مہلت دیئے جاتے ہیں، تاکہ گناہ میں زیادہ ہو جائیں اور ان کیلئے رسوا کرنے والا عذاب ہے"!

مہلت دینے سے مراد طویل عمر، رزق و نصرت وغیرہ ہیں۔

"فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ (الیٰ قولہٖ) اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ" [3]

"مجھے ان سے سمجھ لینے دو، جو اس حدیث (قرآن) کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو آہستہ آہستہ اس طرح پکڑیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہو گی ہیں ان کو مہلت دیئے جاتا ہوں، میری تدبیر قوی ہے"!

یہ ایک وسیع مسئلہ ہے کسی دوسری جگہ اس کو شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ" [4]

"اپنے رب کو عاجزی سے اور چھپ کر پکارو، وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔

یہاں اس بحث سے یہ وضاحت مقصود ہے کہ ایک دعا وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی ہے یہاں اس کو اس سے آخرت میں ثواب ملے گا دنیا کے فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اور ایک دعا محض سوال کے لئے ہوتی ہے جس سے اس کی حاجت برآری ہو جاتی ہے پھر اگر وہ ایسی حاجت ہو جو اللہ تعالیٰ کو محبوب و پسندیدہ ہے، تو اس پر ثواب بھی ملتا ہے ورنہ محض حاجت پوری ہو جاتی ہے اور ایک دعا

---

[1] الانعام: ۴۴ [2] آل عمران: ۱۷۸ [3] القلم: ۴۴-۴۵ [4] الاعراف: ۵۵

ایسی ہوتی ہے جس سے اس کے دین کو ضرر پہنچتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ضائع کرنے اور اس کی حدود کو پھاندنے پر سزا ملے گی جس وسیلے کی تلاش کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، وہ اس کی عبادت اور اس سے سوال دونوں کو شامل ہے۔ جن اعمالِ صالحہ کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ان کا، نیز انبیاءؑ و صالحین کی دعا اور ان کی سفارش کا اس کے حضور وسیلہ اختیار کرے کا اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کی قسم دلانے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کی قیامت کے دن سفارش کرنے کا تعلق اسی مسئلے سے ہے۔ لوگ آپؐ سے درخواست کریں گے کہ آپؐ ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش فرمائیں جیسا کہ دنیا میں آپؐ سے بارش وغیرہ کے لئے دعا کی درخواست کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے:

"انا کنا اذا اجدبنا توسلنا الیک بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا۔"	"ہم جب خشک سالی کی مصیبت آتی تھی تو تیرے نبیؐ کا وسیلہ لیتے تھے اور تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا۔ اب ہم تیرے نبیؐ کے چچا کا وسیلہ لیتے ہیں۔"

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم آپ ﷺ کی دعا و سفارش اور سوال کا وسیلہ پکڑتے تھے اب آپؐ کے چچا کی دعا و سوال اور سفارش کا وسیلہ پکڑتے ہیں۔ اس سے یہ مراد قطعاً نہیں کہ ہم تجھے ان کی قسم دلاتے ہیں۔ یا اس طرح کی کوئی دوسری بات، جو آپؐ کی وفات اور عدم موجودگی میں کی جائے، ہرگز مراد نہیں ہے۔ جس طرح بعض لوگ کہتے ہیں "تجھ سے فلاں کی جاہ کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں" اور کہتے ہیں کہ "ہم اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے انبیاءؑ و اولیاء کا وسیلہ پکڑتے ہیں" اس سلسلہ میں ایک من گھڑت حدیث روایت کرتے ہیں:

"اذا سألتم الله فاسألوہ بجاهی فان جاهی عند الله عریض۔"	"جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو میری جاہ کے وسیلے سے کرو اللہ تعالیٰ کے ہاں میری جاہ بہت بڑی ہے۔"

اگر صحابہ کرامؓ یہ وسیلہ اختیار کرتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا یہی مطلب ہوتا — تو آپؐ کی وفات کے بعد بھی اس پر عمل کرتے اور آپؐ کی بجائے حضرت عباسؓ کا وسیلہ اختیار نہ کرتے کیونکہ انہیں علم تھا کہ حضرت عباسؓ کے مقابلے میں آپؐ کے ساتھ سوال کرنا اور آپؐ کی قسم دلانا زیادہ بلند مرتبہ ہے۔ اس

سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس توسل کو صحابہ کرامؓ نے اختیار کیا ہے، اس کا تعلق زندوں کی دعاء سے ہے، نہ کہ مُردوں سے یعنی زندوں کی دعاء اور اسکی سفارش کا وسیلہ اختیار کرنا۔ یہ صرف زندہ سے ہی طلب کیا جاسکتا ہے، مردہ سے دُعاء وغیرہ کوئی چیز طلب نہیں کی جاسکتی!

'حدیثِ اعمیٰ' کا مطلب بھی اسی طرح ہے اس نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گذارش کی تھی کہ میری بینائی کے لئے دعاء فرماویں۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو دعاء سکھائی اور اس دُعاء میں اس کو یہ فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے کہ وہ اس کے حق میں نبی کریم ﷺ کی سفارش (دعاء) کو قبول فرمائے یہ دلیل ہے اس کی کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے حق میں سفارش کی تھی، اور اس کو حکم دیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے آپؐ کی سفارش کو قبول کر لینے کا سوال کرے۔ اس کا یہ کہنا کہ "اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور تیرے نبیؐ کے ساتھ تجھ سے متوجہ ہوں، جو نبیؐ رحمت ہیں"، یہ آپؐ کی دعاء اور سفارش کے ساتھ متوجہ ہونا ہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "اے اللہ! ہم تیرے نبیؐ کا وسیلہ پکڑتے تھے"۔ دونوں حدیثوں میں توسل اور توجہ کا ایک ہی معنیٰ ہے پھر کہا "اے محمدؐ! اے رسولؐ اللہ! میں آپؐ کے ساتھ اپنے ربّ کی طرف اپنی حاجت کے لئے متوجہ ہوتا ہوں، تاکہ وہ میری حاجت بر آری کرے۔ اے اللہ! آپؐ کی سفارش میرے حق میں قبول فرما"۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ وہ اس کے حق میں نبی کریم ﷺ کی سفارش کو قبول فرمائے "یا محمدؐ! یا نبیؐ اللہ!" کی نداء محض استحضارِ قلبی کے لئے ہی تھی یعنی جو دل میں مستحضر تھا اس کو نداء کی جیسا کہ نمازی تشہد میں "السّلام علیك ایّہا النّبیّ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ" کہتا ہے۔ یہ اسلوبِ کلام عام ہے کہ انسان اکثر ایسوں کو مخاطب کرتا ہے جن کو اپنے دل میں حاضر سمجھتا ہے اگرچہ خارج میں اس کے خطاب کو سننے والا کوئی نہ ہو۔ شخص اور ذات کے ساتھ توسل وسوال اور توجہ میں اجمال واشتراک ہے جس کے سبب کئی لوگوں نے صحابہ کرامؓ کے مقصود کو سمجھنے میں ٹھوکر کھائی ہے۔ اس میں آپؐ کو بحیثیت دعاء و سفارش کنندہ کے سبب بنایا گیا ہے یا اس لئے کہ دعاء کرنے والے کو آپؐ سے محبت تھی، وہ آپؐ کا مطیع فرمان تھا، اور آپؐ کی اقتداء کرتا تھا، تو آپؐ کو سبب بنانا اس لئے تھا کہ سائل کو آپؐ سے محبت تھی، اور وہ آپؐ کا متبع تھا، یا اس نے آپؐ کی دعاء و سفارش کو وسیلہ بنایا تھا۔ اگر آپؐ کی قسم دلانا اور آپؐ کی ذات کا توسل مراد لیا جاتا ہے، تو یہ توسل آپؐ کی طرف سے، اور سائل سے کسی اور چیز کا نہ ہوا، بلکہ آپؐ کی ذات، یا آپؐ کی اللہ تعالےٰ

کو قسم دلانے کے ساتھ ہوا یہی معنیٰ ہے جس کو علماء نے مکروہ و ممنوع قرار دیا ہے۔ اسی طرح کسی کے ساتھ سوال کرنے کا مسئلہ ہے اس سے معنیٰ اوّل بھی مراد لیا جاتا ہے حصولِ مطلوب میں سبب ہونے کی وجہ سے اس کو وسیلہ بنا لیا جاتا ہے کبھی اس سے قسم دلانا بھی مراد لیا جاتا ہے معنیٰ اوّل کی تائید ان تین اشخاص کی روایت سے ہوتی ہے جو ایک غار میں پناہ گزین ہو گئے تھے صحیحین وغیرہ کی یہ مشہور حدیث ہے پتھر اس غار کے مُنہ پر آکر پھنس گیا تھا انہوں نے آپس میں فیصلہ کیا کہ ہم میں سے ہر کوئی اپنے بہترین عمل کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے ایک نے کہا: "اے اللہ! میری ایک چچا زاد تھی۔ مجھے اس سے شدید محبت تھی جتنی زیادہ کہ کسی مرد کو کسی عورت سے ہو سکتی ہے۔ اُس نے مجھ سے سو دینار مانگا۔ یہ میں نے اس کو دے دیئے اور نفسانی خواہش کے لئے جب ہم خلوت میں ہوئے، تو عورت نے کہا "اے اللہ کے بندے اللہ تعالیٰ سے ڈر مُہر کو نہ توڑ مگر حق کے ساتھ۔ میں ڈر گیا جو سونا اس کو دیا تھا وہ اس کو چھوڑ دیا اور چلا آیا۔ اے اللہ! اگر میں نے وہ عمل تیری رضا کے لئے کیا تھا تو اس پتھر کو ہٹا دے"! پتھر تھوڑا سا ہٹ گیا جس سے اُن کو آسمان نظر آنے لگا۔ پھر دوسرے نے دعا کی "اے اللہ میرے ماں باپ بوڑھے تھے میں ان کو دودھ پلاتے بغیر کسی کو پلاتا نہیں تھا ایک دِن بکریوں کے لئے درختوں کے پتوں کی تلاش میں دور چلا گیا دیر سے گھر پہنچا۔ اس وقت تک میرے والدین سو چکے تھے، مجھے گوارا نہ ہوا کہ ان کو دودھ پلائے بغیر کسی اور کو دودھ پلاؤں میں پیالہ ہاتھ میں لے کر کھڑا رہا اور اُن کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ دن چڑھ گیا۔ وہ جاگے، انہوں نے دودھ پیا۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ عمل خالص تیری رضا کو حاصل کرنے کے لئے کیا تھا، تو اس پتھر کو ہٹا کر ہمیں مصیبت سے نجات دے" پتھر اور ہٹ گیا مگر ابھی اس سے نکل نہیں سکتے تھے۔ تیسرے نے یوں دُعا کی "اے اللہ! میں نے کئی مزدور کام پر لگائے تھے۔ میں نے سب کو مزدوری دے دی تھی، مگر ایک آدمی مزدوری لئے بغیر چلا گیا میں نے اس کی مزدوری کو کاروبار پر لگا دیا، یہاں تک کہ بہت سا مال جمع ہو گیا کچھ عرصے بعد وہ مزدور آیا اور کہا "اے اللہ کے بندے میری مزدوری دو"! میں نے کہا "یہ جتنے اونٹ، گائیں، بکریاں اور غلام تجھے نظر آرہے ہیں، لے لو" اُس نے کہا "اے اللہ کے بندے! مذاق نہ کرو میری مزدوری دو" میں نے کہا "میں مذاق نہیں کرتا" چنانچہ اُس نے وہ سارا مال لے لیا، کچھ نہ چھوڑا۔ اے اللہ! اگر میں نے تیری رضامندی

کو حاصل کرنے کے لئے یہ عمل کیا تھا تو ہمیں اس کی برکت سے اس مصیبت سے نجات دے" پتھر غار کے منہ سے ہٹ گیا' اور وہ بخیر و عافیت نکل کر چلے گئے۔

ان لوگوں نے اپنے اعمالِ صالحہ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کو پکارا تھا کیوں کہ اعمالِ صالحہ بندے کا اللہ تعالیٰ کے حضور سب سے بڑا وسیلہ ہیں۔ توجہ کرنے کا ذریعہ اور سوال کرنے کا واسطہ ہیں' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خود وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان لوگوں کی دعاء قبول فرماتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے صالحہ اعمال کئے اور اپنے فضل سے ان کو زیادہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ"[1] "جو لوگ ایمان لائے' اور جنہوں نے نیک اعمال کئے' ان کی دعاء قبول فرماتا ہے' اور اپنے فضل سے ان کو زیادہ دیتا ہے"

"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ"[2] "تمہارے رب نے فرمایا تم مجھ سے دعاء کرو۔ میں تمہاری دعاء قبول کرونگا"

انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور عملِ صالح' جس کا اس نے حکم دیا ہے' اور سوال و تضرع کے ساتھ اس سے دعا کی تھی۔ حضرت فضیلؒ بن عیاض سے جو کچھ بیان کیا جاتا ہے' اس سے بھی یہی مراد ہے۔ ان کو عسر البول کی شکایت ہو گئی' تو انہوں نے دعاء کی کہ "اے اللہ! مجھے جو تیرے ساتھ محبت ہے' اس کے وسیلے سے میری تکلیف دور فرما" چنانچہ تکلیف جاتی رہی۔

ایک مہاجرہ عورت کا قصّہ بھی اسی طرح ہے جب اس نے کہا: "اے اللہ! میں تجھ پر اور تیرے رسولؐ پر ایمان لائی ہوں' اور تیری راہ میں ہجرت کی ہے" پھر اللہ تعالیٰ سے اپنے بچے کے زندہ ہو جانے کی دعاء کی' چنانچہ اس کا بچہ زندہ ہو گیا۔ اس قسم کی اور مثالیں بھی ہیں یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ مومنوں نے کہا:

"رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ" "اے ہمارے رب! ہم نے ایک ندا کرنے والے کو سنا جو ایمان کے لئے پکار رہا تھا تو ہم

---

[1] الشوریٰ: ۲۶ [2] غافر: ۶۰

أٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا ... اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔[1]

ایمان لے آئیے۔ اے ہمارے رب ہمارے گناہ معاف فرما، اور ہماری برائیوں کو دور کر دے (آگے یہاں تک) بے شک تو وعدہ خلاف نہیں کرتا!"

اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا اُس کے حضور اس کے اوامر و نواہی بجا لانا، اور عبودیت و طاعت کے جس فعل کو وہ پسند کرتا ہے اس کا وسیلہ لینا بھی اسی قبیل سے ہے۔ اس کا سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت کی اُمید اور اس کے عذاب کا خوف ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس کے اسماء وصفات کے ساتھ سوال کرنے کی دلیل یہ دعا ہے:

"اسئلك بان لك الحمد انت اللہ المنان بديع السمٰوٰت والارض، وبانك انت اللہ الاحد الصمد الذی لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوًا احد۔"

"میں تجھ سے اس سبب سے مانگتا ہوں کہ: سب حمد تیرے لئے ہے تو اللہ ہے، بہت احسان کرنے والا، آسمانوں اور زمین کو بنانے والا، اور اس سبب سے دعا کرتا ہوں کہ تو اللہ ایک ہے، بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے، نہ کسی کا بیٹا اور نہ ہی کوئی اس کا ہمسر ہے۔"

اور اس قسم کی دوسری دعائیں سبب تلاش کرنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا محمود و منّان ہونا اس بات کا مقتضی ہے کہ وہ اپنے بندوں پر احسان و انعام کرے، جس پر اس کی تعریف کی جائے۔ اور اس کے بے نیاز ہونے، اور کسی کا باپ اور بیٹا نہ ہونے کا ایک تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنی صمدیت میں یکتا ہے۔ وہی آقائے مقصود ہے، جس کی طرف لوگ اپنی حاجات لے جائیں۔ وہ سب سے بے نیاز ہے، اس کے سوا سب اس کے محتاج ہیں، اور اس کے بغیر چارہ وگزارہ نہیں ہے۔ یہ صفات، حاجات و مطلوبات کے پورا کرنے کا سبب ہیں۔ اور اس کے اسماء و صفات کی اس کو قسم دینا بھی اسی کے معنی کو متضمن ہے۔

رہی بات حدیث ابو سعید رضی اللہ عنہ کی کہ: "اَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ،

---

[1] آل عمران: ۱۹۳، ۱۹۴

وَبِحَقِّ مَمْشَایَ هٰذَا۔(میں تجھ سے اس حق کے واسطے سے سوال کرتا ہوں۔ جو سائلوں کا تجھ پر ہے اور جو میرے اس چلنے کا تجھ پر ہے) اس حدیث کو عطیہ عوفی نے روایت کیا ہے اور اس میں ضعف ہے۔ اس کے ثابت ہونے کی صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سائلوں کا اللہ سبحانہ پر حق یہ ہے کہ وہ ان کی دعا کو قبول فرمائے اور اس کی اطاعت کرنے والوں کا حق یہ ہے کہ ان کو ان کے اعمال کا ثواب دے۔ اس سے سوال اور اس کی اطاعت، اجابت وحصولِ ثواب کا سبب ہے۔ یہ اس کو وسیلہ بنانا، اس کے ذریعے متوجہ ہونا اور اس کو سبب بنانا ہے۔ اگر اس سے مراد قسم ہو تو وہ قسم اس کی صفات کی ہوگی، کیونکہ اجابت اور ثواب دینا اس کے افعال و اقوال سے ہے۔ اس کی حیثیت وہی ہوگی، جو ایک صحیح حدیث میں ہے:

"اعوذ برضاك من سخطك، وبمعافاتك من عقوبتك، واعوذ بك منك، لا احصی ثناء علیك انت كما اثنیت علیٰ نفسك"

"میں تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضگی سے، اور تیرے معاف کرنے کے ساتھ تیری سزا سے پناہ مانگتا ہوں اور میں تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں میں تیری کما حقہٗ ثنا نہیں کرسکتا تو اُسی طرح ہے جس طرح خود تو نے اپنے آپ کو بیان کیا۔"

مخلوق سے پناہ جائز نہیں ہے جیسا کہ امام احمدؒ اور دیگر ائمہؒ نے تصریح فرمائی ہے۔ اس سے اہلِ حق نے دلیل لی ہے کہ کلام اللہ غیر مخلوق ہے۔ اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے جو صحیح حدیث وغیرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپؐ پڑھا کرتے تھے:

"اعوذ بكلمات اللّٰه التّامّات من شرّ ما خلق" میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں، اس چیز کی بُرائی سے جو اس نے پیدا کی" وجہ استدلال یہ ہے کہ مخلوق کی پناہ جائز و درست نہیں، بعض لوگوں نے معافات پر اعتراض وارد کیا ہے، جمہور اہلِ سنت کہتے ہیں کہ معافات، افعال میں سے ہے۔

جمہور مسلمان اور اہلِ سنّت کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے افعال اس کے ساتھ قائم ہیں اور خلق، مخلوق نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہ احمدؒ، شافعیؒ، مالکؒ کے جمہور اصحاب کا اور اصحابِ امام ابوحنیفہؒ کا یہی قول ہے۔ اور یہی اہلِ حدیث، صوفیہ اور اہلِ کلام و فلسفہ کے گروہوں کا بھی مسلک ہے۔

معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ نے جو اعتراض کیا ہے اس کا جواب بھی اس میں موجود ہے۔!
اہل اثبات میں اہلِ حدیث اور عام متکلمہ صفاتیہ جو کلابیہ، اشعریہ اور کرامیہ وغیرہ ہیں، نے استدلال کیا ہے کہ کلام اللہ غیر مخلوق ہے اور جب صفت اپنے محل کے ساتھ قائم ہو، اس کا حکم اس محل پر ہوتا ہے، نہ کہ غیر پر، اس کے ساتھ محل ہی متصف ہوگا کوئی اور نہیں جب اللہ تعالیٰ نے ایک محل کے لئے علم یا قدرت یا حرکت وغیرہ پیدا فرمائی تو وہ محل علم و قدرت کے ساتھ عالم و قادر اور متحرک ہوگا۔ یوں کہنا جائز نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس حرکت سے متحرک ہے، یا مخلوق علم و قدرت کے ساتھ عالم و قادر ہے انہوں نے یہ بھی کہا ہے: اگر وہ اپنے لئے کلام کو پیدا کرے جس طرح درخت سے کلام پیدا کیا تھا اور اس سے موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی تھی تو اس کلام سے وہ درخت متصف ہوگا اور یہ درخت کا مقولہ ہوگا: "اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ" (میں اللہ ہوں) اللہ تعالیٰ کا چمڑوں اور ہاتھوں کو قوت گویائی عطا فرمانا، کنکروں کو اور پہاڑوں کو تسبیح پڑھنے کی قوت بخشنا وغیرہ۔ اسی طرح کا کلام الٰہی ہے جیسا کہ قرآن مجید اور تورات و انجیل ہے بلکہ ہر کلام اسی کا کلام ہوگا کیونکہ وہ ہر چیز کا خالق ہے صاحب "فصوص" اور ان جیسے دوسرں نے یہ بات جہمیہ حلولیہ اور اتحادیہ سے لی ہے معتزلہ نے افعال کی عدل و احسان جیسی صفات پر اعتراض کیا ہے گویا کہ یوں کہا جائے گا کہ "وہ عادل و محسن ہے" اپنے غیر میں، اپنی مخلوق کے عدل سے اور غیر میں، اپنی مخلوق کے احسان سے: اس سے اس کو مشکل کا سامنا ہوگا جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل اس کے ساتھ قائم نہیں، بلکہ اس کا فعل ہی مفعول ہے اور وہ اس سے منفصل ہے اس کی صفتِ خلق سے مراد مخلوق ہی ہے۔

لیکن جنہوں نے اس قاعدے کو مسترد کر دیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ: افعال اسکے ساتھ قائم ہیں، لیکن پیدا کردہ مفعول اس سے الگ ہیں انہوں نے خلق اور مخلوق میں فرق کر کے، اس کی دلیل کو رد کر کے، سیدھی راہ اختیار کی ہے۔

یہاں مقصد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا اللہ تعالیٰ کی عقوبت سے اس کے عفو اور معافات کیساتھ استعاذہ جب کہ وہ مخلوق سے نہیں ہے ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے اسکی اجابت اور حصولِ ثواب کا سوال کرنا اگرچہ مخلوق سے سوال نہیں کیا جاتا، جن علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اسی کے ساتھ سوال کرنا چاہیئے، اس کی صفات کے ساتھ سوال کرنا اس کے منافی نہیں ہے جیسا کہ قسم

اس کے ساتھ مشروع ہے جیسا کہ حدیثِ صحیح میں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "من کان حالفا فلیحلف باللہ اولیصمت" "جس نے قسم کھانی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا خاموش رہے"۔ ترمذی کے الفاظ یوں ہیں: "من حلف بغیر اللہ فقد اشرک!" "جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا"۔

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے پھر "بعزۃ اللہ" اور "لعمر اللہ" وغیرہ کی قسم کھانا بھی نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے لہٰذا یہ "حلف بغیر اللہ" میں شامل نہیں ہے کیونکہ لفظ "غیر" سے کبھی "جدا" اور "الگ" بھی مراد لیا جاتا ہے۔ اسی لیے سلف اور تمام ائمہ نے قرآن اور باقی "صفات اللہ" پر یہ اطلاق نہیں کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا غیر ہیں یا نہیں بلکہ اس لیے کہ لفظ "غیر" میں اجمال ہے اور اس سے "جدا" اور "الگ" بھی مراد ہوتا ہے لہٰذا موصوف کی صفت، یا اس کا کچھ حصہ لفظ غیر میں داخل نہیں ہے کبھی اس سے مراد وہ چیز ہوتی ہے جس کا تصور اس کے غیر کے تصور سے ورا ہو اس اصطلاح کے لحاظ سے وہ غیر ہے یہی وجہ ہے کہ اہلِ نظر کے درمیان غیر کے مسمّٰی کے بارے میں تنازع موجود ہے۔ اگرچہ یہ نزاع صرف لفظی ہے لیکن اس سے مسائلِ صفات میں شبہات پیدا ہوئے ہیں۔ جو ایسی صورت میں دور ہو سکتے ہیں جب کہ الفاظ کے اشتراک اور ابہامات کی معرفت حاصل ہو کسی دوسرے مقام پر اس کی تفصیل موجود ہے لہٰذا قائل کے اس قول کے درمیان کہ "صفات غیر ذات ہیں" اور اس کے درمیان کہ "صفات اللہ غیر اللہ ہیں" فرق کیا جائے گا کہ صفات، ذات سے زائد ہیں۔ کیونکہ ذات سے "مشبتین" نے جو ثابت کیا ہے، وہ اس سے زائد ہیں اور اللہ تعالیٰ صفاتِ لازمہ کے ساتھ متصف ہے اللہ کے اسم کا اطلاق صفات سے خالی ذات پر قطعاً نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا وجود ممکن ہے امام احمدؒ نے اسی بنیاد پر جہمیہ کے ساتھ ایک مناظرے میں فرمایا تھا ہم یوں نہیں کہتے "اللہ" اور اس کا علم، "اللہ" اور اس کی قدرت، "اللہ" اور اس کا نور لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ "اللہ اپنے علم و قدرت اور نور کے ساتھ الٰہ واحد ہے" تفصیل دوسری جگہ ہے!

لوگوں کا یہ کہنا کہ "میں تجھ سے اللہ اور رشتہ داری کے واسطے سے سوال کرتا ہوں" اور اس شخص کی قراءت جو یوں پڑھتا ہے "تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامِ" "تم باہم اللہ تعالیٰ اور رشتہ داری کے واسطے سے سوال کرتے ہو" یہ رشتہ داری کو سبب بنانے کے سلسلے میں ہے کیونکہ قرابت داری

ملاپ کا موجب ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے قرابت والوں سے ملے سائل کا اپنے غیر کے لئے قرابت داری کے واسطے سے سوال کرنا اس کے لئے ایسا وسیلہ ہے جو دونوں کے درمیان قرابت کے ملانے کو واجب کرتا ہے اس کا تعلق قسم دینے یا ایسے وسیلے سے نہیں، جو مطلوب کا مقتضی نہیں ہے بلکہ وہ ایسی چیز کو وسیلہ بنانا ہے جو مطلوب اقتضاء کرتا ہے جس طرح کہ انبیاء علیہم السّلام کی دعا اور اُن کی طاعت اور اُن پر درود کو وسیلہ بنانا۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے جو مروی ہے اس کا تعلق بھی اس کے ساتھ ہے انہوں نے فرمایا:

"میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کرتا تھا تو وہ مجھے نہیں دیتے تھے پھر میں کہتا جعفرؓ کے حق کے ساتھ آپ سے مانگتا ہوں تو وہ دے دیا کرتے تھے" بعض لوگوں نے اس کا مطلب حضرت علیؓ کو حضرت جعفرؓ کی قسم دلانا سمجھا ہے، یا اس قسم کے قول سے متعلق کیا ہے "میں تجھ سے تیرے انبیاءؑ کے حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں" مگر یہ درست نہیں ہے! حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت علیؓ کے بھائی تھے اور عبداللہ ان کے بیٹے تھے اس لئے صلہ رحمی کا حضرت علیؓ پر حق تھا عبداللہ کے ساتھ صلہ رحمی کا مطلب، ان کے باپ جعفرؓ کے ساتھ صلہ رحمی ہے حدیث شریف میں ہے:

"انّ من ابرّ البرّ ان یصل الرّجل اھل ودّ ابیہ بعد ان یولی۔"	"باپ کے ساتھ سب سے بڑا حسن سلوک یہ ہے کہ اس کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے دوستوں سے تعلقات رکھے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"انّ من برّھما بعد موتھما الدّعاء لھما، والاستغفار لھما وانفاذ عھدھما من بعدھما وصلۃ رحمك الّتی لارحم لك الّا من قبلھما۔"	"ماں باپ کی موت کے بعد ان سے حسن سلوک ان کیلئے دعاء واستغفار ہے اور ان کے بعد ان کے عہد کو پورا کرنا اور جو رشتہ داری ان کی طرف سے ہے اس کو ملانا۔"

اگر یہ ان کے گمان کے مطابق ہوتا تو حضرت علیؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق یا حضرت ابراہیمؑ کے یا دوسروں کے حق کے ساتھ سوال کرنا زیادہ بہتر ہوتا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم آپؐ کی محبت، اور سائل کے سوال کو قبول کرنے میں دوسروں سے زیادہ سرعت دکھلاتے

لیکن دونوں معنوں میں فرق ہے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سوال کرنے والا آپ کا طالب اور آپ کو سبب بنانے والا ہے۔ اگر یہ سبب ایسی چیز نہیں جو حصولِ مطلوب کی مقتضی ہو یا ان چیزوں میں سے ہو جن کی قسم نہیں کھائی جاتی، تو وہ باطل ہوگا اور انسان کا کسی کو ایسی چیز کی قسم دلانے کا مطلب مقسم بہ کے لئے مقسم کی تعظیم ہونا ہے یہی مطلب ہے اس حدیث کا جس میں قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرنے کا حکم ہے ان جیسوں کے بارے میں کہا گیا ہے:

"انّ من عباد اللّٰہ من لو اقسم علی اللّٰہ لابرہ"

"اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کو قسم دلا دیں، تو وہ اس کو پورا کرتا ہے"

کبھی اس کا تعلق اس شخص کی تعظیم سے ہوتا ہے جس سے سوال کیا جاتا ہے۔

پہلی بات کا تعلق فقہاء کے مذکورہ حلف سے ہے جس کا مقصد روکنا اور منع کرنا ہے۔

دوسری بات مسئول سے اس کی محبت و تعظیم و دعا اور حق کے ساتھ سوال کرنا ہے اگر یہ ان باتوں سے ہے جو سائل کے مقصد کے حصول کا تقاضا کرتی ہیں، تو یہ سوال مستحسن ہے مثلاً انسان کا رشتہ داری کے ذریعے سے سوال کرنا۔

اللہ تعالیٰ سے اعمالِ صالحہ اور انبیاءؑ کی دعاء اور شفاعت کے ساتھ سوال کرنا اسی قسم سے ہے۔ لیکن صرف انبیاءؑ و صالحین کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی ان سے محبت و تعظیم اور ان کے ان حقوق کی رعایت سے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام فرمائے ہیں، سوال کرنا سائل کے مقصود کے حصول کا موجب نہیں ہیں الا یہ کہ ایسا سبب ہو جو سائل اور ان کے درمیان موجود ہو اور یہ سبب یا تو ان کی محبت و طاعت ہے جس پر اس کو ثواب ملے گا، یا ان کی اس کے لئے دعا ہے جس کو سفارش کے طور پر اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے۔

انبیاءؑ و صالحین کے ساتھ توسّل کی دو صورتیں ہیں یا تو ان کی طاعت و اتباع کے ساتھ ہوگا، یا ان کی دعاء و سفارش کے ساتھ ہوگا ان کی طاعت کئے بغیر یا ان کی طرف سے اس کی سفارش کئے بغیر دعاء کرنا کچھ مفید نہیں ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی جاہ و عزت رکھتے ہیں یہ مسائل میں نے دوسری جگہ وضاحت سے لکھے ہیں۔

یہاں مقصد یہ ہے کہ جب سلف اور ائمہ کے سوال بالمخلوق کے سلسلے میں یہ ارشادات ہیں' تو مُردہ مخلوق سے کیسے سوال کیا جا سکتا ہے؟ چاہیے اس سے یہ سوال کیا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے۔ یہی صورت ان لوگوں کے معاملے کی ہے' جو میّت کی قبر کے پاس' یا اس کے غائب ہونے کی صورت میں کرتے ہیں۔

شارع علیہ السلام نے حسم مادہ اور سدِّ ذریعہ کے لئے ان پر لعنت فرمائی' جو قبور انبیاءؑ و صالحین کو عبادت گاہ بنا لیتے ہیں (اور یہ حکم دیا کہ قبروں کے پاس نماز نہ پڑھی جائے' اور سوال صرف اللہ تبارک و تعالیٰ سے کیا جائے) اور اپنی اُمت کو اس سے بچنے کی تاکید کی۔ جب نفسِ شرک اور اسبابِ شرک' جن کی مکمل ممانعت کی گئی ہے' وقوع پذیر ہوں تو اس کی حیثیت کتنی ہولناک ہو گی ؟

ہم نے یہ سب باتیں "اقتضاء الصراط المستقیم" سے نقل کی ہیں' اس سے ان کو سمجھا جا سکتا ہے' جن پر نبہانی کے بیان کردہ اشعار بھی ہیں' وہ سب کے سب اس قسم کے ہیں' جن کی قطعاً ممانعت کر دی گئی ہے' بلکہ ایسے اشعار بھی ہیں' جن میں کھلا شرک موجود ہے' جیسا کہ عبدالرحیم برعی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہتا ہے ؎

مولای مولای فرج کل معضلة عنی فقد أثقلت ظهری الخطیئات

"اے میرے مولیٰ' اے میرے مولیٰ! مجھ سے ہر مشکل دور کیجئے گناہوں اور خطاؤں نے میری کمر توڑ دی ہے"۔

وعد علی بما عودتنی کرمًا فکم جرت لی بخیر منک عادات

"مجھ پر وہی دوبارہ کرم فرمائیے' جس کا آپ نے مجھے عادی بنا دیا ہے' عادات نے میرے لئے آپ سے کتنی ہی بھلائیاں پہنچائی ہیں"۔

وامنع حمای وهب لی منک تکرمة یا من مواهبه خلد و خیرات

"میری چراگاہ کی حفاظت فرمائیے' مجھے اپنے پاس سے عزت عطا فرمائیے' اے وہ ذات' جس کی بخششیں اور خیرات ہمیشہ رہتے ہیں"۔

واعطف علی وخذ یا سیدی بیدی اذا دهتنی الملمات المهمات

"مجھ پر مہربانی فرمائیے' اور اے میرے سردار! میری دستگیری فرمائیے' جب کہ بڑی بڑی مصیبتوں نے مجھے گھیر لیا ہے"۔

ایک ظریف نوجوان نے کہا ہے ؎

فیا خاتم الرسل الکرام و من بہ　　لنا من مھولات الذنوب تخلص

"اے معزز رسولوں کو ختم کرنے والے! اور وہ ذات جس کے ساتھ ہولناک گناہوں سے ہمیں نجات ملتی ہے۔"

أغثنا أجرنا من ذنوب تعاظمت　　فانت شفیع للوریٰ و مخلص

"ہماری فریاد رسی کیجئے اور ہمیں بڑے بڑے گناہوں سے محفوظ رکھیئے آپؐ کائنات کے شفیع اور نجات دہندہ ہیں۔"

قلقشندی یوں کہتا ہے ؎

أنت الذی لم یخف فی الناس قاصدہ　　ولیس عندک تسویف و تسویل

"آپؐ وہ ذات ہیں جس کا قاصد لوگوں سے مخفی نہیں رہ سکتا۔ جو نہ ٹالتا ہے اور نہ ہی ڈھیلا پڑتا ہے۔"

قصدتُ جاھک لا ارجو سواک ولی　　فی باب عزّک تردید و تطفیل

"میں نے تیری جاہ کا قصد کیا ہے تیرے سوا میں کسی سے اُمید نہیں رکھتا میں تیری عزت کے دروازے کے چکر لگاتا رہتا ہوں اور طفیلی ہوں۔"

محمد بکری کبیر نے اشعار میں کہا ہے ؎

یا أکرم الخلق علی ربہٖ　　و خیر من فیھم بہٖ یسأل

"اے مخلوق میں سے اپنے رب کے نزدیک زیادہ عزت والے! اور ان میں سب سے بہتر جس کے ساتھ سوال کیا جاتا ہے۔۔"

فقد مسنی الکرب و کم مرۃ　　فرجت کربا بعضہ یذھل

"مجھے مصیبت نے آگھیرا ہے اور کتنی ہی دفعہ آپؐ نے مصیبت دور فرمائی! ۔ ان میں سے بعض مصیبتیں تو حیران کن تھیں۔"

شیخ عبدالرحمٰن دمشقی کے اشعار ہیں ؎

أقلنی مما فیہ امسیت واھنا　　و نفسی بقید الکرب أمست مکبلہ

"میں جس میں سُست ہوں، وہ مجھے معاف فرما دیجئے جبکہ میرا نفس مصیبت کی قید میں مقید ہے۔"

وعجل بکشف الضرّ عمن لك التجا　　لانّ الضنا قد هاض ظہری وأثقلہ

"اس شخص سے جو آپؐ سے التجا کرے جلدی تکلیف کو دور فرما دیجئے کیونکہ کمزوری نے میری کمر چور چور کر دی ہے اور اس کو بوجھل کر دیا ہے" (اس کی اس بات پر غور فرمایئے کہ تکلیف کو جلدی دور فرما دیجئے۔ الخ)۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو پڑھیے :

"وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ"[1]　　"اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اسے اس کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا۔"

اس قسم کے بہت سے اشعار نبہانی کی کتاب میں موجود ہیں جس نے اس کتاب کو دیکھا ہے وہ ہماری تائید کرے گا اور یہ کوئی انوکھی اور تعجب خیز بات نہیں کیونکہ وہ بدعتی ہے جس کے دل پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے۔

وجہ خامس نبہانی نے جن بڑوں کے اشعار سے تمسک کیا ہے وہ صرصری اور بوصیری ہیں ان کے علاوہ برعی، وتری، شہاب اور اسی قسم کے دوسرے لوگ علم ودین، زہد وفضیلت اور کسی دوسری قابلِ ذکر بات میں معروف نہیں ہیں۔ کچھ اشعار نبہانی نے بطورِ استشہاد پیش کئے ہیں اہلِ علم نے ان کے اشعار پر اعتراض کیا ہے کیونکہ ان میں غلو ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے روکا تھا۔ مثلاً قصیدہ لامیہ جس سے کچھ اشعار نبہانی بھی بطورِ استشہاد لایا ہے، میں صرصری نے کہا ہے ؎

یارسول اللہ یا من مدحہ　　فی القوافی أقوم الألفاظ قیلا

"اے رسولؐ اللہ! اے وہ ذات جس کے اشعار وقوافی میں استعمال شدہ الفاظ راست بیٹھتے ہیں۔"

مسّنی ضرّ عناہ ثابت　　من ذنوب غادرت قلبی کلیلا

"مجھے تکلیف پہنچی ہے جس کی تکان گناہوں کی وجہ سے ثابت ہے اور جنہوں نے میرے دل کو تھکا دیا ہے۔"

أنا منہا تائب مستغفر　　فاسأل الرحمٰن لی صبرا جمیلا

"میں ان سے توبہ اور استغفار کرتا ہوں آپؐ رحمٰن سے میرے لئے صبرِ جمیل کا سوال کریں۔"

---

[1] یونس : ۱۰۷

اس کا یہ شعر دیکھئے ؎

لأنت الی الرحمٰن أقوی وسیلۃ الیہ بہا فی الحادثات تنصل

"حادثات میں، رحمٰن کی طرف آپؐ نہایت قوی وسیلہ ہیں!" — یہ شعر ملاحظہ کیجئے ؎

وتسأل ربّ العالمین بمیتۃ علی السنّۃ البیضاء غیر مبدّل

"آپؐ ربّ العالمین سے ایسی موت کا سوال کریں، جو سنّت بیضاء پر ہو جس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی!"

اور دوسرے اشعار، جو اس نے اپنے مشہور قصائد میں کہے ہیں مثلاً: "انت علی کلّ الحوادث لی ولیؐ" (آپؐ میرے لئے ہر حادثے میں مددگار ہیں) اور: "علی تربہا خدیكّ عفر" (اس کی مٹی پر تیرے رخسار خاک آلود ہیں) اسی طرح بوصیری اپنے قصیدہ ہمزیہ میں کہتا ہے ؎

یا أبا القاسم الّذی ضمن اقسا می علیہ مدح لہ وثناء

"اے ابوالقاسمؐ! جس کو میرا قسم ولانا بھی اس کی مدح و ثنا ہے۔"

الأمان الأمان انّ فؤادی من ذنوب أتیتھنّ ھواء

"امن بخشیں، امن بخشیں، میرا دل ان گناہوں کی وجہ سے بے چین ہے، جو میں نے کئے ہیں۔"

اسی طرح کے دوسرے اشعار، جو بنہانی نے ذکر کئے ہیں، یہ شعر بھی اُسی کا ہے ؎

یا أکرم الخلق مالی من ألوذ بہ سواك عند حلول الحادثات العم

"اے ساری مخلوق سے زیادہ عزت والے، تیرے سوا میرا کون ہے جس کی بڑے بڑے حادثات کے وقت میں پناہ لوں؟"

شیخ تقی الدین نے بیان کیا ہے کہ یحییٰ صرصری کے اشعار میں غلو ہے، اور حدود کی عدم پابندی ہے۔ ایسی باتیں کسی بھی مخلوق کے حق میں کہنی جائز نہیں ہیں جس نے غیر اللہ سے استغاثہ کیا، یا اس کو پکارا، اس کو انہوں نے ناپسند کیا ہے۔

مسئلہ استغاثہ میں ابن البکری پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس نے بات کو اس کے ٹھکانوں سے بدل دیا ہے، محکم کو چھوڑ کر متشابہ کو اختیار کیا ہے، جیسا کہ نصاریٰ کا حال ہے، اور جیسا کہ اس گمراہ (ابن البکری) نے کیا ہے۔ اس نے خلط مبحث کی خاطر استغاثہ کو مطلق کیا ہے حالانکہ استغاثہ دو قسم کا ہے، استغاثہ زندہ سے، اور استغاثہ مردہ سے۔ زندوں سے استغاثہ ان امور میں جائز ہے جو اس

کی قدرت میں ہوں اس نے اسکو عام کر کے زندہ اور مردہ سے استغاثہ جائز کر دیا اس نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ کسی شخص سے سوال کرنے کو بھی استغاثہ کہہ دیا اس سے دو ہاتھ آگے بڑھ کر مخلوق سے طلب کرنے کو اس سے نہیں بلکہ اللہ سے طلب کرنا قرار دیا ہے اور اس سے استغاثہ کو اللہ سے استغاثہ قرار دیا ہے اس طرح اس نے ہر نبی اور ولی سے استغاثہ جائز کر دیا ہے یہ کئی وجوہ سے غلط ہے:

۱۔ اس نے متوسل بہ کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا میں اسکو مستغاث بہ بنا دیا ہے۔ اور پھر دعا میں متوسل بہ کے مستغاث بہ ہونے پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، حالانکہ دنیا کی کسی زبان میں حقیقت یا مجاز کے طور پر یہ استعمال معروف نہیں ہے مستغاث سے مراد وہ ذات ہے جس سے سوال کیا جائے اور مانگا جائے نہ کہ وہ ذات جس کے سبب سے سوال کیا جائے۔

۲۔ اس نے غلط طور پر سمجھ لیا ہے کہ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی دعا و سفارش سے توسل نہیں کرتے تھے، بلکہ آپؐ کی ذات سے توسل کرتے تھے لہٰذا آپؐ کی وفات کے بعد بھی یہ جائز ہوا! یہ صریح غلط ہے!

۳۔ اس نے آپؐ کے ساتھ استغاثہ میں سوال کو بھی شامل کر دیا ہے یہ آپ ﷺ کی زندگی مبارک میں تو بالکل جائز ہے لیکن اس نے غلط مبحث کر کے آپؐ کی زندگی اور وفات میں اس کو برابر بنا دیا ہے استغاثہ کے لفظ کو اس نے درست استعمال کیا ہے لیکن آپؐ کی زندگی اور وفات میں فرق نہیں کیا میرے علم کی حد تک وہ اس کو کسی عالم سے نقل نہیں کرتا۔ ہاں بعض لوگوں کے کلام میں یہ موجود ہے مثلاً شیخ یحییٰ صرصری کے شعر میں اس کا ایک ٹکڑا موجود ہے اور شیخ محمد بن نعمان کی ایک کتاب ہے: "المستغیث بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الیقظۃ والمنام" یہ اُن علماء میں سے نہیں ہیں، جو احکام کا درک رکھتے ہیں اور جن کے قول کو شرائع اسلامی اور حلال و حرام میں لیا جاتا ہو اور اس کی کوئی شرعی دلیل بھی نہیں، اور نہ ہی کسی پسندیدہ عالم سے منقول ہے بس یوں ہی اُنہوں نے ایک عادت اور رسم کو اپنا لیا ہے۔

بعض شیوخ جن کو میں جانتا ہوں اور وہ صاحب علم و فضل اور صاحب زہد ہیں مگر جب ان کو کوئی مشکل پیش آتی ہے تو وہ شیخ عبدالقادر کی طرف چند قدم چلتے ہیں اور اُن سے فریاد رسی چاہتے ہیں یہی حال بہت سے عوام کا ہے جب ان شیوخ کی اس غلطی پر ان کو آگاہ کیا تو وہ مان

گئے۔اور سمجھ گئے کہ ان کے اس عمل کا دینِ اسلام سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ بُت پرستوں سے مشابہت ہے۔ انتہیٰ!

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے ابن البکری پر گفتگو کے دوران میں فرمایا: "ہمیں یہ مسئلہ بالبداہت معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُمت کے لئے انبیاء وصالحین وغیرہ کسی فوت شدہ کو استغاثہ وغیرہ کے الفاظ کے ساتھ پکارنا مشروع نہیں ٹھہرایا، جیسا کہ آپؐ نے اُمت کے لئے میت کو یا میت کی طرف سجدہ کرنا مشروع نہیں کیا بلکہ ان سے واضح طور پر منع فرمادیا ہے۔ یہ وہ شرک ہے جس کو اللہ و رسولؐ نے حرام قرار دیا ہے لیکن متاخرین میں فرامین رسالت سے ناواقفیت اور جہالت کے غلبے کی بنا پر اس شرک کی وجہ سے تکفیر ممکن نہیں، تا آنکہ ان کے سامنے توحید وشرک کا مسئلہ شرعی طور پر سمجھا دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص اصل اسلام سے ناواقف ہو، اس کو مسئلہ سمجھایا جائے، تو وہ سمجھ جاتا ہے اور جان لیتا ہے کہ یہ اسلام کی بنیاد ہے۔ ہمارے اصحاب میں سے بعض شیوخ کہتے ہیں کہ یہ عظیم تر مسئلہ ہے، جو ہمارے لئے بیان کیا گیا ہے۔ یہ اور اس جیسے دوسرے لوگ دوسری طرف مُردوں کو پکارتے ہیں، ان سے سوال کرتے ہیں، ان سے پناہ چاہتے ہیں، اور اُن کی طرف گڑگڑاتے ہیں۔ بسا اوقات جو کچھ وہ کرتے ہیں، وہ عظیم تر ہو جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ وہ کسی ضرورت کے لئے میت کے پاس جاتے ہیں، اور وہاں وہ بڑی بے چینی اور اضطراری حالت میں دعا کرتے ہیں!۔ اس کو پکارنے کے نتیجے میں قضاءِ حاجات کے امیدوار ہوتے ہیں، یا اس کے واسطے سے دعا کرتے ہیں، یا اسکی قبر کے پاس دعا کرتے ہیں مگر ان کی عبادات کی کیفیت اس سے یکسر مختلف ہوتی ہے۔ وہ اکثر اوقات محض عادات وتکلف کے طور پر عبادت کے امور انجام دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اسلام سے خارج ہونے والا دشمن جب دمشق میں آیا تو لوگ تکلیف کو دور کرنے کی امید پر قبروں کے پاس مُردوں کو پکارتے ہوئے نکلے۔ ایک شاعر نے کہا ہے[۵]

یا خائفین من التتر لوذوا بقبر أبی عمر	"اے تاتاریوں سے ڈرنے والو! ابو عمر کی قبر کی
عوذوا بقبر أبی عمر ینجیکم من الضرر	پناہ لو۔ ابو عمر کی قبر کی پناہ حاصل کرو، وہ تمہیں اس تکلیف سے نجات دلائے گا۔"

میں نے ان سے کہا، یہ لوگ جو مُردوں سے فریادرسی چاہتے ہیں، اگر جنگ میں تمہارے ساتھ شامل

ہوں، تو اسی طرح شکست کھاجائیں گے جس طرح غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی تھی یہی وجہ ہے کہ دین کی معرفت رکھنے والے اور اصحابِ کشف اس بار لڑائی میں شریک نہیں ہوئے۔ کیونکہ یہ شرعی جنگ نہیں تھی، جس کا اللہ ورسول ﷺ نے حکم دیا ہے۔

اس کے بعد جب ہم نے لوگوں پر خالص بندگی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ استغاثہ پر زور دیا، اور یہ کہ وہ اس کے بغیر کسی سے فریاد رسی نہ چاہیں نہ کسی مقرب فرشتے سے، نہ کسی نبی مرسل سے! تب لوگوں نے اپنے معاملات کو درست کرلیا، اور اپنے ربّ سے فریاد رسی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بڑے درجے پر مدد فرمائی، جس کی پہلے نظیر موجود نہ تھی جیسی شرمناک شکست تاتار کو اب کے ہوئی، کبھی نہیں ہوئی تھی۔ جب توحید اور رسول ﷺ کی طاعت، جو اس سے پہلے نہ تھی، درست طور پر متحقق ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور ایمانداروں کی دُنیا و آخرت میں مدد فرماتا ہے۔" انتہیٰ!

دیکھئے، شیخؒ نے استغاثہ بغیر اللہ کو محض ناپسند ہی نہیں کیا، بلکہ قیامِ حجت، اور اس کے فاعل کے کفر کا علم رکھنے کے باعث اسکو شرک و کفر قرار دے چکے ہیں اور توحید کو ضروریاتِ دین میں شمار کیا، بلکہ اس کو اصل دین فرمایا ہے جبکہ شرک کے وجود کو قتالِ شرعی ہونے کا مانع، ہزیمت و عدمِ نصرت کا سبب بتایا ہے اس سے بڑا انکار اور کیا ہو سکتا ہے؟

شیخؒ نے صرصری کے شعر کو بھی ناپسندیدہ کہا ہے، اور واضح طور پر فرمایا ہے: اس نے ایسی بات کہی ہے جو ہرگز جائز و درست نہیں ہے جبکہ بعض نے اس کے بعض اقوال کی تاویل کی ہے کہ اس نے کہا ہے: "لأنت الی الرحمٰن اقویٰ وسیلة" (آپ رحمٰن کے پاس قوی تر وسیلہ ہیں) اسمیں استغاثہ ہے ہی نہیں، جیسا کہ اس کو بطور استشہاد لانے والے کو شبہ ہوا اصل بات یہ ہے کہ آپ ﷺ بندوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تبلیغ احکام شریعت و دین کے لیے واسطہ ہیں اور اس چیز کو بیان کرتے ہیں، جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا، اور وہ اس کی رضا کا موجب ہے۔ آپ ﷺ اس شخص کا وسیلہ ہیں، جو آپؐ کی راہ پر چلے، اور آپؐ کی ہدایت کو قبول کرے۔

شاعر کہتا ہے ؎

سل اللہ ربّ العالمین یمیتنی — علی السّنّة البیضاء غیر مبدّل

"اللہ ربّ العالمین سے سوال کیجئے کہ وہ سنتِ بیضا، جو ناقابلِ تبدیل ہے، پر موت دے۔" اس

ہیں اس کی صراحت نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے والے نبی کریم ﷺ ہیں۔ احتمال ہے کہ اس کی مُراد یہ ہو کہ "اے گنہگار! اے بندے! سوال کر" لیکن "تکلّم" سے "خطاب" کی طرف التفات کی ہو۔ ان کے حق میں یہ حسن ظن زیادہ اولیٰ ہے۔ اور یہ کہنا کہ "وانت علیٰ کلّ الحوادث لی ولی" (آپ ہر مصیبت کے وقت میرے مددگار ہیں) اس سے مراد یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے دوستی رکھتا ہے اور ہر حادثے میں، آسانی میں، مشکل میں، نرمی میں، سختی میں، تنگی میں، وسعت میں۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے دوستی نبھاتا ہے، وہ اولیاء اللہ کے سوا کسی سے دوستی نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ○ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ○ [1]

"تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسولؐ اور مومن لوگ ہیں، جو نماز پڑھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، اور رکوع کرتے ہیں۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ، اُس کے رسولؐ اور ایمانداروں سے دوستی رکھتا ہے، وہ اللہ کا گروہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غلبہ پانے والا ہے۔"

ولی سے مراد فریاد رس، معبود نہیں ہے۔ یہ جاہلی اور شرکیہ فہم و فکر ہے۔ اہلِ اسلام کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی ولایت سے مراد یہ ہے کہ آپؐ کی محبت و توقیر اور تعظیم و طاعت کو اپنانا، آپؐ کے فرامین کو بجالانا ـ منہیات کی پوری پوری پابندی کرنا اور آپؐ کے ارشاد کو ہر کسی بات پر مقدم رکھنا اہلِ اسلام کے نزدیک موالات کا صحیح مفہوم یہی ہے۔ رہے صرصری کے باقی اشعار جن کو نبہانی نے بطور استشہاد پیش کیا ہے ان کی تاویل مشکل ہے۔

شیخ رحمہ اللہ نے ایک جلد نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء و صالحین سے استغاثہ کے بارے میں لکھی ہے۔ اس میں کتاب و سنّت، اجماع و اعتبار کے دلائل سے اس کی ممانعت کو خوب تفصیل سے بیان کیا ہے۔

---

[1] المائدۃ: ۵۵، ۵۶

شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا:"شریعت کی حکمت کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ وہ سفینۂ نوحؑ کی مانند ہے جو لوگ شرعی احکام سے نکل گئے، وہ شرک کی طرف نکل گئے۔ ان میں سے ایک گروہ کے لوگ نمازیں بھی پڑھتے ہیں، پھر مُردے کو بھی پکارتے ہیں۔ کہتے ہیں:"مجھے بخش دیجئے، مجھ پر رحم کیجئے"۔ بعض قبر کی طرف رُخ کر کے اور کعبہ مکرّمہ کی طرف پشت کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اور یوں کہتے ہیں کہ"قبر خواص کا قبلہ ہے اور کعبہ عوام کا قبلہ ہے"۔ یہ بات اس شخص کی ہے جو سب سے زیادہ عابد و زاہد اور شیخ متبوع ہے۔ شاید وہ اپنے شیخ کے اصحاب میں سب سے بہتر ہے۔ وہ اپنے استاد سے یہ روایت کرتا ہے، اور بڑے بڑے ممتاز مانے ہوئے شیوخ سے بیان کرتا ہے، جو عبادت و زہد میں کوشش کرنے والے اصحابِ صدق ہیں۔ اور مرید کو پہلا حکم یہ دیا کہ اس کی توبہ کی ابتدا یہ ہے کہ وہ شیخ کی قبر پر اعتکاف کرے۔ جیسا کہ بُت پرست کرتے ہیں قبروں کے پجاریوں کو قبر کی پوجا کرتے وقت اتنی رقت، اتنا خشوع، اور حضورِ قلب طاری ہوتا ہے کہ مسجد میں ان پر یہ کیفیت بالکل نہیں ہوتی کبھی تو قبروں کا حج بھی کرتے ہیں۔ ایک گروہ نے اس مقصد کے لئے کتابیں لکھیں، اور اُن کا نام رکھا:"مناسک حج المشاھد" اور کئی مشائخ کی قبروں کی طرف سفر کر کے جاتے ہیں اگرچہ وہ اس کو حج نہیں کہتے، مگر عملاً وہ سب کچھ حج ہی کی طرح کرتے ہیں۔ ایک شیخ نے جو زہد و ورع میں مشہور ہے، ایک کتاب"استغاثۃ بالنبی ﷺ فی الیقظۃ والمنام" لکھی ہے اس شیخ کے مناقب میں ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے ایک مرتبہ حج کیا تھا، اور اس حج میں اس کا اصل مقصد نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت تھا، وہ وہیں سے واپس آ گیا اور کعبہ مکرّمہ نہیں گیا۔ یہ بات بھی اس کے مناقب میں شمار کی گئی ہے۔ ایک شیخ جس کے پاس علماء و قضاۃ عقیدت کے ساتھ آتے تھے، وہ شریعت سے خارج ہونے کے سبب کہا کرتا تھا: تین گھر وہ ہیں، جن کا حج ہوتا ہے؛ مکہ، بیت المقدس اور مشرکین کا شہر، جو ہندوستان میں ہے۔ کیونکہ اس کا اعتقاد ہے کہ یہود و نصاریٰ کا دین حق ہے۔ میرے ایک دوست اس کے پاس اس زمانے میں گئے، جب کہ ان کو اس کی حقیقت معلوم نہ تھی۔ انہوں نے کہا:"میں آپ کی رہنمائی چاہتا ہوں" تو اس نے پوچھا:"یہود و نصاریٰ کے دین کے مطابق یا مسلمانوں کے دین کے مطابق؟" انہوں نے کہا:"کیا یہود و نصاریٰ کفار نہیں ہیں؟" تو اس نے جواب میں کہا:"یوں تشدّد اور تنگ دلی سے کام نہ لیجئے، البتہ اتنا ہے کہ

اسلام افضل ہے۔"

بعض لوگ قبرِ شیخ کو عرفات کی حیثیت دیتے ہیں، وہ ایک مقررہ وقت پر اس کا سفر کرتے ہیں، اور پھر وہاں وقوف کرتے ہیں، جیسا کہ مشرق و مغرب میں ہر طرف ہو رہا ہے!

یہ اور اس قسم کے دوسرے لوگ ملّتِ ابراہیم علیہ السلام پر نہیں ہیں، ان کی نماز اور قربانی سب غیر اللہ کے لئے ہے۔ بعض لوگوں کے قیام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد "استغاثہ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم" موجود ہے۔ جیسا کہ یحییٰ صرصری اور محمد بن نعمان ہیں، یہ لوگ نیک تو ہیں، لیکن اہلِ علم میں سے نہیں ہیں، وہ اس شخص کے طریقے اور عادات پر چلتے رہے، جو شدائد و مصائب میں اپنے شیخ سے فریاد چاہتا ہے۔ بعض شیوخ جن کو میں صاحبِ علم جانتا ہوں، وہ علم و فضل اور صاحبِ زہد و ورع ہیں، جب ان پر کوئی افتاد پڑتی ہے تو وہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف چند قدم چلتے ہیں، اور ان سے استغاثہ کرتے ہیں، بہت سے عوام کا بھی یہی عمل ہے، عادات پر عمل کے ساتھ ساتھ ان کے پاس ایک گروہ کا یہ قول سند ہے کہ معروف کرخی کی قبر یا اس کے سوا کی قبر تریاقِ مجرب ہے، ان کے ساتھ یہ صورتِ حال بھی پیش آئی کہ انہوں نے زندہ سے یا مُردہ سے استغاثہ کیا، انہوں نے دیکھا کہ وہ ہوا میں آیا، اور بعض حاجات پوری کیں، جو مشرک لوگ ملائکہ و انبیاءؑ اور کواکب و اوثان کو پکارتے ہیں، ان میں یہ کثرت سے ہوتا ہے کہ شیاطین انسانی شکل میں سامنے آتے ہیں۔ اگر میں موجودہ زمانے کے ایسے واقعات بیان کرنے لگوں، تو بات بہت لمبی ہو جائے گی۔"

پھر آپ نے البکری سے، جس نے استغاثہ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز میں ایک کتاب تصنیف کی ہے، حکایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "وہ یہ مسئلہ لے کر علماء مصر کی خدمت میں حاضر ہوا، تاکہ وہ اس کی تائید کریں، مگر ان میں سے کسی نے اس سے موافقت نہیں کی، پھر اس نے علماء سے درخواست کی کہ میری کتاب کا جو جواب لکھا گیا ہے، اس کی مخالفت کریں، مگر انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ اس کے باوجود ایک گروہ کی غرض اس سے وابستہ تھی، اور پھر وہ شریعت سے جاہل بھی تھے، اس لئے وہ اس کو زور و شور سے لے کر اٹھے۔ اور اس میں ایسے لوگوں سے تعاون حاصل کیا، جن سے اربابِ حکومت کو غرض تھی، شدید عصبیت، کثرتِ جماعت، شاہی قوت اور شیطانی مکر و فریب اس پر مستزاد تھا۔" انتہیٰ!

اس کلام پر غور کیجئے' اس سے نبہانی اور اس کے ہم مسلک غالیوں کی ضلالت و گمراہی پوری طرح واضح ہو رہی ہے یہ شیخ رحمہ اللہ نے صراحت فرمائی ہے کہ سنّت کشتیٔ نوحؑ کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ اور ثابت اچھی طرح معلوم ہے کہ انبیاءؑ کو پکارنا سنّت نہیں' بلکہ شرکیہ بدعت ہے شرکیہ بدعات میں سے ایک میں' بعض تو یہاں تک جا پہنچے ہیں کہ میت کے لئے نماز پڑھتے ہیں' اور کہتے ہیں: "مجھے بخش دیجئے، مجھ پر رحم فرمایئے" نبہانی اور اس کے قبر پرست اخوان کے نزدیک یہ جائز ہے، جس کا انکار نہیں کیا جانا چاہیئے ایک بدعت یہ ہے کہ کئی مستغیث بت پرستوں کی طرح قبر پر اعتکاف کرتے ہیں یہ بھی ایک حقیقت ہے' اور جوازِ استغاثہ کا یہ منطقی تقاضا ہے۔

ایک بدعت یہ ہے کہ قبروں کے ساتھ شرک کرنے والے لوگوں کو مسجد میں وہ رقت و خشوع اور حضورِ قلب حاصل نہیں ہوتا' جو قبروں کے پاس ہوتا ہے۔

اور ایک یہ ہے کہ بعض قبر پرست قبروں کا حج کرتے ہیں نبہانی اور اس جیسے دوسرے غالیوں کے نزدیک یہ فضیلت ہے' جس کا وہ انکار نہیں کر سکتے۔

اور ایک بدعت یہ ہے، یہ شیخ رحمہ اللہ نے "استغاثہ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الیقظۃ والمنام" پر سخت تنقید کی ہے' اور فرمایا کہ: اس کا مصنف ایک بار حج کو گیا' لیکن اس کا اصل مقصد حج کی بجائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارکہ تھا' وہ وہیں سے واپس آ گیا' اور کعبہ مکرمہ نہ پہنچا۔ غالیوں کے نزدیک ایسا شخص کعبہ مکرمہ کے حاجی سے افضل ہے۔

اور ایک بدعت یہ ہے کہ بعض تو یہ تک کہنے کی جرأت کرتے ہیں کہ تین گھر وہ ہیں، جن کا حج ہوتا ہے: مکہ، بیت المقدس' اور وہ صنم' جو ہندوستان میں ہے' بعض یہ ہندوستانی بت کے لئے نہیں' بلکہ عقیدت مندوں کے ان مشائخ کے لئے سمجھتے ہیں، جن کو خدائی کا درجہ دے دیا گیا ہے۔

اور ایک یہ ہے کہ بعض وقوفِ عرفہ کی طرح شیوخ کے مقابر پر وقوف کرتے ہیں' اور یہ مشرق و مغرب میں ہو رہا ہے۔

اور ایک یہ ہے کہ شیخ نے صرصری اور ابن نعمان جیسوں کو' جو استغاثہ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہیں' علم سے عاری بتایا ہے' اور یہ کہ انہوں نے بھیڑ چال کے طور پر اس کو اختیار کیا ہے' کیونکہ

عوام مصائب میں مشائخ سے استغاثہ کرتے ہیں، اور ان کو پکارتے ہیں۔

اس سے ایک بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ اہلِ علم وفضل اور اہلِ زہد سے بھی شرک اور استغاثہ بغیر اللہ واقع ہو جاتا ہے ان کی دلیل عادت کے علاوہ یہ ہے کہ ایک گروہ نے کہا ہے: "معروف کرخی کی قبر یا اس کے غیر کی قبر تریاق مجرب ہے"۔

یہ بات واضح ہے کہ یہ بات غیر معصوم کی ہے جمہور اہلِ علم وایمان نے اس کو مسترد کر دیا ہے، اور اس کے کرنے والے کو بُرا جانا ہے۔ شیخ الاسلام کی کئی باتوں سے یہ گزر چکا ہے کہ یہ قرون مفضلہ میں معروف نہیں تھا! مذمت کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے۔

ایک بدعت یہ ہے کہ بنہانی کا کہنا ہے: ایک گروہ نے کسی زندہ یا مُردہ سے استغاثہ کیا اس کے نتیجے میں ایک شخص ہوا میں آیا، اور اس کی ضروریات پوری کر کے چلا گیا، جو مشرکین فرشتوں، نبیوں، ستاروں اور بتوں کو پکارتے ہیں، ایسے واقعات ان میں بکثرت ہیں گویا اس نے ثابت کیا کہ فرشتوں، نبیوں، ستاروں اور بتوں سے پجاریوں کی حاجات وغیرہ پوری ہو جاتی ہیں، یہ واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ اگر بیان کئے جائیں، تو کتاب لمبی ہو جاتے۔

شیخ کا یہ قول کہ "علماء مصر نے اس شخص سے اتفاق نہیں کیا جس نے ان چیزوں میں جو صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں، نبی کریم ﷺ سے استغاثہ کو جائز کہا، اور اس پر کتاب تصنیف کی! پھر شیخ الاسلام نے اس کے عدمِ جواز پر جو کچھ لکھا ہے، اس کی مخالفت سے انہوں نے انکار کر دیا تھا"۔ شیخ جو کچھ کسی سے حکایات وغیرہ نقل کرتے ہیں، وہ بالاجماع اس میں ثقہ ہیں سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں ہم اس کی کماحقہ ثنا نہیں کر سکتے وہ اسی طرح ہے جس طرح اس نے اپنے آپ کو بیان کیا ہے اس سے زیادہ ثنا جو اس کے نیک اور صالح بندوں نے کی ہے!

اہلِ علم ودین بزرگوں نے بوصیری کے کلام پر بہت زیادہ تنقید کی ہے اس کا یہ شعر بھی تنقید سے نہیں بچا ؎

یا أکرم الخلق مالی من ألوذ بہ   سواك عند حلول الحادث العمم

"اے ساری مخلوق سے زیادہ معزز، بڑے حادثات کے موقعوں پر میں آپ کے سوا کس کی پناہ لوں"؟

علّامہ شیخ عبداللطیف نے اپنی کتاب "منہاج التأسیس" میں فرمایا ہے کہ بوصیری کا یہ قول

صرصری کے قول سے بھی بہت زیادہ غلط اور عیب دار ہے کیونکہ اس میں حصر ہے اور بڑے مصائب و حوادث کے مواقع پر غیر اللہ کی پناہ کو بیان کیا ہے۔ قیامت کا آنا بھی انہی میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ اَرَءَیْتَکُمْ اِنْ اَتٰکُمْ عَذَابُ اللّٰہِ اَوْ اَتَتْکُمُ السَّاعَۃُ اَغَیْرَ اللّٰہِ تَدْعُوْنَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ [1]

"کہو بھلا دیکھو اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے یا قیامت آموجود ہو، تو کیا تم پھر بھی غیر اللہ کو پکارو گے؟ اگر سچے ہو تو بتاؤ!"

امورِ عامہ کلیہ میں غیر اللہ کو پکارنا امورِ جزئیہ خاص میں پکارنے سے زیادہ بُرا ہے اسی لئے اللہ تعالےٰ نے بت پرستوں کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہ عذاب یا قیامت آنے پر جو عمومی حوادث ہیں، غیر اللہ کو نہیں پکارتے۔ جو غالی اس کی طرف سے یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ اس کی اس سے مراد شفاعت اور جاہ ہے، بالکل بے کار ہے کیونکہ عام مشرکین کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے۔ استقلال کا قصد سوائے منکرینِ خدا کے کسی کا نہیں ہے جیسا کہ قرآنِ مجید میں کئی جگہ بیان ہوا ہے۔ غالیوں کی یہ بات کہ "نبی کریم ﷺ کو قیامت کے دن شفاعت دی جائے گی۔ اللہ تعالےٰ نے آپؐ پر یہ آیت اُتاری ہے:

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا [2]

"اُمید ہے تیرا ربّ تجھے مقامِ محمود پر سرفراز کرے گا۔"

۔تو یہ ایسے شخص کو، جو حقائق اور متنازعہ مسئلے سے ناواقف ہے، مغالطے اور دھوکے میں ڈالنا ہے۔ یہاں جھگڑا اس میں ہے کہ فوت ہو جانے کے بعد شفاعت چاہنا اور اس کا قصد کرنا جائز ہے یا نہیں؟

رہا قیامت کے روز آپ ﷺ کی شفاعت کا حصول اور آپؐ سے اس کا سوال، یہ متفقہ مسئلہ ہے۔ اس کا کسی کو انکار نہیں، یہ بالکل ایسا ہی ہے، جیسا کہ آپؐ کی زندگی میں سفارش کرائی جاتی تھی۔ لیکن آپؐ کی وفات کے بعد کسی صحابی یا امام سے معروف نہیں کہ اُنھوں نے

---

[1] الانعام: ۴۰ [2] الاسرآء: ۷۹

آپؐ سے شفاعت چاہی ہو، یا آپ ﷺ کو پکارا ہو۔

یہ کارستانی بعد میں آنے والے بعض ایسے لوگوں کی ہے، جن کا مسائل و احکام میں کوئی مقام نہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، راہِ راست کی راہنمائی دیتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے معجزات کے بارے میں قصیدہ بُردہ میں بوصیری کا قول بھی اسی قسم کا ہے ؎

لو ناسبت قدرہ اٰیاتہ عظما　　　　احیا اسمہ حین یدعی دارس الرمم

"اگر عظمت میں آپؐ کے معجزے آپکی (اللہ کے ہاں) قدر کے مناسب ہوتے، تو جب آپؐ کو پکارا جاتا تو بوسیدہ ہڈیاں آپؐ کے نام کی برکت سے زندہ ہو جاتیں"۔ شاعر کہتا ہے، اگر آپؐ کے معجزات آپؐ کی اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر ۔ کمالِ قرب اور اس کے ہاں نزدیکی سے مناسبت رکھتے، تو ان معجزات میں یہ بات بھی ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بوسیدہ ہڈیوں کو آپؐ کے نام کی برکت اور ذکر کی حرمت کی وجہ سے زندہ کر دیتا، جہاں آپؐ کے نام سے دعاؤں میں برکت حاصل کی جاتی، وہاں آپؐ کے سبب بڑی بڑی مہمات میں پہنچا جا سکتا! ۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ مجازی بادشاہوں کے سامنے ایسے لوگوں کے نام کا وسیلہ اختیار کیا جائے، جن کی ان کے ہاں قدر و منزلت ہوتی، اور قضاء حاجات اور مطالب کو حاصل کرنے کے لیے ان کے ذکر کے ساتھ پہنچا جاتا ہے۔ تو مالک الملک اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے، لیکن اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ضعیفوں کو پھسلن سے بچایا جائے، اور عوام کے قدموں کو ڈگمگانے میں ان کو سنبھالا دیا جائے۔ لہٰذا احیاء موتی کو خاص کیا ہے کیونکہ وہ سب سے زیادہ نفع مند مطلوب تھا، اس لیے کہ جس طرح مسمّٰی کی ذات کی برکت سے مردہ دلوں اور روحوں کو زندہ کیا، تو مناسب یہ ہے کہ آپؐ کے نام کی برکت سے ان ہڈیوں اور ڈھانچوں کو زندہ کیا جائے۔ بعض شراحِ عقیدہ بُردہ کی بات یہاں ختم ہوئی!

اس عبارت میں جس قدر غلو ہے، وہ صاف نظر آرہا ہے آپ ﷺ کے معجزات میں سے عظیم الشان قرآن ہے، اور وہ ایسی کتاب ہے کہ "لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ"۔ "اس کے آگے اور پیچھے سے باطل نہیں آسکتا، اور یہ خدائے حکیم و حمید نے نازل کیا!"۔ اس کتاب کو اللہ تعالےٰ نے نور بنا کر نازل فرمایا، اور ہر کتاب پر نگہبان بنایا، اس کتاب

کو اس نے اتارا ، ہر بات پر اس کو فضیلت بخشی ، حلال و حرام کے درمیان فرق کرنے والا بنایا ——— نیز اس میں احکامِ شریعت نازل فرمائے ! - یہ ایسی کتاب ہے جس کو بڑی تفصیل سے بندوں کے لئے بیان کیا ہے - یہ ایسی وحی ہے جو اس نے اپنے نبی حضرت محمدؐ پر نازل فرمائی اور ایسا نور ہے کہ اس کی اتباع کر کے ضلالت و جہالت کے اندھیروں سے نکلا جاسکتا ہے ! - جو کوئی سوچ سمجھ کر اس کو سچا جانے اور غور سے سُنے تو اس کے لئے یہ شفاء ہے اور انصاف کی ترازو ہے کہ اسکی زبان حق سے نہیں پھرتی - یہ ہدایت کا ایسا نور ہے کہ مشاہدہ کرنے والوں سے اس کی دلیل نہیں چھپتی ! - نجات کا ایسا علم ہے کہ جو آپؐ کی سنّت کا ارادہ کرے ، وہ گمراہ نہیں ہوتا اور جس نے اس کے کڑے کو مضبوطی سے پکڑا وہ ہلاکت سے بچ گیا - اب ایک مسلمان کے لئے کیسے مناسب ہے کہ وہ یہ کہے کہ قرآنِ مجید کا معجزہ آپؐ کی شان اور قدر کے مطابق نہیں ، بلکہ آپؐ کی قدر سے کم ہے حالانکہ یہ کلام اللہ ہے - اور کلام اللہ غیر مخلوق ہے - اسی سے ظاہر ہوا اسی کی طرف لوٹے گا ، پھر اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم اور باقی اسماءِ حسنیٰ کا جب کوئی ذاکر ذکر کرتا ہے تو بھی بوسیدہ ہڈیاں زندہ نہیں ہوتیں ، یہاں دو بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا گیا ہے - ایک تو قرآنِ مجید کا درجہ نبی اکرم ﷺ سے گھٹایا گیا ہے ، جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے -

——— دوسرے یہ کہ جب آپؐ کا نام پکارا جائے ، تو بوسیدہ ہڈیاں زندہ ہو جائیں -

اہلِ سنّت تو رہے ایک طرف ، یہ کسی بھی مسلمان فرقے کے نزدیک جائز نہیں ہے - اس سے بڑا غلو کوئی ہو نہیں سکتا - متعصبین کو اسی بنا پر تاویل کی مختلف وادیوں میں بھٹکنا پڑا ہے - "عزائب الاغتراب" میں ہے کہ "بوصیری کا اس زیرِ بحث شعر کا معاملہ مشکل اور پیچیدہ ہے - قرآنِ مجید آپؐ کے عظیم معجزات میں شامل ہے - لیکن لفظ "لو" سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید آپ (علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم) کی قدر و شان کے مطابق نہیں - اور یہ بات ہر لحاظ سے غلط ہے - کیونکہ قرآنِ مجید بلند و بالا بادشاہ یعنی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے ، پھر اس کی طرف سے کئی جواب دیئے ہیں ، جو سب کے سب غیر پسندیدہ ہیں - آگے چل کر کہا ہے کہ "جواب اس تحقیق پر موقوف ہے کہ قرآنِ مجید ، جس پر کسی نبی یا کسی انسان کو فضیلت نہیں دی جا سکتی ، سے مراد کلامِ نفسی ہے ، جو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ذاتیہ میں سے ہے ؟ یا کلامِ لفظی ہے جس کو معتزلہ ، بڑے اشاعرہ اور ماتریدیہ

مخلوق کہتے ہیں؛ اگر پہلی بات مراد ہو تو اس کے بارے میں کچھ کہنا قطعی غیر مناسب ہے بلکہ بلاشبہ عقلی اور نقلی طور پر باطل ہے۔ اگر دوسری بات ہو تو عدمِ مناسبت کی بات کرنا نامناسب ہے اس سے ذہن خلجان میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ بڑے بڑے اہلِ سنّت کا قول ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام "ماکان و مایکون" میں سب سے افضل ہیں۔ بوصیری نے آیات و معجزات سے دوسرا معنٰی مُراد لیا ہے۔ کیونکہ کلامِ نفسی معجزہ نہیں ہو سکتا اور سیّد الکونین نے اس کے متعلق چیلنج نہیں دیا۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اشعری ہے؛ کلامِ لفظی کو مخلوق سمجھتا ہے۔ کیونکہ ابتداء و انتہاء اور سابق و مسبوق پر مشتمل ہے۔ اور وہ ان لوگوں میں سے ہے؛ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع مخلوقات پر فضیلت دیتا ہے۔ وہ زمانہ ماضی کی مخلوق ہو؛ یا زمانہ مستقبل کی۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

فمبلغ العلم فیہ انہ بشر   وانہ خیر خلق اللہ کلھم

"علم کی پہنچ یہاں تک ہے کہ آپ بشر ہیں؛ اور ساری مخلوق سے بہتر ہیں" آگے چل کر کہا ہے: "میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے؛ وہ قصیدے کی 'مرزوقی کی مختصر شرح' میں لکھا مجھے مل گیا ہے؛" چنانچہ اس شعر پر گفتگو کرنے کے بعد کہا ہے "شارح نے کہا ہے؛ ہمیشہ لوگوں نے اس شعر پر اعتراض کیا ہے۔ کیونکہ اس شعر میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو معجزات آپؐ کو عطا فرمائے گئے ہیں؛ وہ آپؐ کی قدر اور شان کے مطابق نہیں ہیں۔ اس لئے کہ 'لَو' حرفِ امتناع ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خاصہ مذکورہ اس لئے ناممکن الحصول ہے کہ آپؐ کے معجزات آپؐ کی قدر و شان کے مطابق نہیں ہیں؛ اور یہ قطعی باطل ہے۔ کیونکہ قرآنِ مجید آپؐ کے معجزات میں سے ہے۔ اور وہ کلام اللہ ہے۔ کلام متکلم کی صفت ہوتی ہے؛ اور صفت کا شرف موصوف کے شرف کیساتھ ہوتا ہے" پھر کہا ہے کہ "اس کے کئی جواب ہو سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں؛ سوال مغالطہ ہے۔ قرآن مجید سے مراد کلام اللہ ہے؛ جو ذات کی صفت ہے یعنی ایسا معنٰی؛ جو اس کے ساتھ قائم ہے۔ یہ آپؐ کو نہیں دیا گیا! ــــ جبکہ جو آپؐ کو دیا گیا ہے؛ وہ معجزہ ہے۔ اور معجزہ عام عادت کے خلاف اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے؛ اور وہ ذات کی صفت نہیں۔ اس سے زبان سے ادا کئے گئے الفاظ اور شنیدہ آوازیں بھی مراد ہو سکتی ہیں۔ یہی وہ معجزہ ہے؛ جو آپؐ کو دیا گیا ہے۔ قرآن کا اس پر اطلاق قرأت کے لحاظ سے ہے؛ اور اس کا مدلول وہ معنٰی ہے؛ جو قائم بالذات ہے۔ حروف و اصوات پر قرآن کا اطلاق عام

ہے۔ اس لحاظ سے ہم تسلیم نہیں کرتے کہ حروف و اصوات آپ کی قدر و شان کے مطابق ہیں انتہیٰ!

اس جواب کو دیکھئے' بالکل بے معنی سا ہے کلامِ نفسی کا بطلان کسی اور جگہ بیان کیا گیا ہے!

جن مشہور ہستیوں کے اشعار سے کج رَو نبہانی نے استشہاد کیا ہے' وہ صرصری اور بوصیری ہیں ان کے بارے میں اہلِ علم کا تبصرہ آپ دیکھ چکے ہیں باقی کو بھی ان پر قیاس کر لیجئے خامہ فرسائی کی کاوش غیر ضروری ہے۔

احسن ما فی خالد وجهه ۔۔۔۔۔ و وجهه الغاية فی القبح

"خالد کے سارے جسم سے اس کا چہرہ ہی خوبصورت ہے' اور وہ بھی درحقیقت انتہائی بدصورت ہے!"

وجہِ سادس بعض غالیوں نے ان شعراء اور غیر اللہ سے اپنی حاجتوں اور مقاصد مانگنے والوں نیز اس کے داعیوں کی طرف سے عذر پیش کئے ہیں' اور کہا ہے کہ اشاعرہ اور ماتریدیہ سے میں اہلِ سنت تاثیرِ اسباب اور تعطیل کے قائل نہیں ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وجود میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اثر انداز نہیں ہوتا اور تاثیر اسباب کی موجودگی پر ہوتی ہے نہ کہ ان کے ساتھ' یعنی جو کوئی کسی نبی یا ولی سے کوئی چیز مانگے' تو اس کو دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جس نے تاثیر کو غیر اللہ کی طرف سے سمجھا' وہ شرک کا مرتکب ہوا لہٰذا بوصیری اور صرصری کی طرح جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا' اور جن جن شاعروں کے اشعار سے نبہانی نے استشہاد کیا ہے' اس پر کوئی ملامت نہیں اس نے جو ذکر کیا ہے' یہی ان کا مقصود ہے۔

میں نے بعض غبی اور جاہل اصحابِ جبہ و قبہ سے جن کو بڑے بڑے القاب دیتے جاتے ہیں' سنا ہے کہ اس نے کہا: میں حجاز کی طرف سفر کر رہا تھا کہ راہ میں ایک "حائل" پہاڑ کے پاس سے گذر ہوا وہاں کے باشندے نجدِ عرب کے رہنے والے' اور امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب پر تھے۔ ان دنوں ان کا امیر محمد آلِ رشید تھا۔ میں امیر کی خدمت میں حاضر ہوا' ان سے دیر تک گفتگو رہی اسی دوران دعاء غیر اللہ پر گفتگو ہوئی امیر نے کہا' "تمہارے علاقے میں لوگ صالحین میں بہت غلو کرتے ہیں' جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے' وہ ان کی قبروں پر مساجد و مشاہد تعمیر کرتے ہیں — ان پر چراغ جلاتے ہیں' اور دوسری بدعات کرتے ہیں اس سے آگے بڑھ کر وہ مشکلات و حاجات کے لئے ان سے فریاد رسی چاہتے ہیں۔ یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم '

اہل علم و دین کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔ یہ جاہلیت کے زمانے کے مشرکین عرب کے افعال ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ خراب" وہ کہتا ہے، میں نے امیر کو جواب دیا: "اللہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے کہ ہمارے ملک کے لوگ تمہارے بارے میں اور نجد عرب وغیرہ کے ان باشندوں کے بارے میں، جو تمہارے مسلک کے ہیں، یہ رائے رکھتے ہیں کہ تم مشرک ہو" یہ سن کر امیر مبہوت رہ گیا اور اس کا انکار کیا پھر اس نے کہا "ہمیں مشرک کیوں کہتے ہو، حالانکہ ہم سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی توحید پر عمل پیرا ہیں"؟ اس نے کہا، میں نے جواب دیا: "ہمارے ملک کے لوگ اسباب کی تاثیر کے قائل نہیں ہیں۔ اور تم اسباب کی تاثیر، علتوں، حکمتوں، اور مصلحتوں کے قائل ہو۔ اس صورت میں تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وجود میں ایک مؤثر کو شریک کر دیا، اور یہ شرک اکبر ہے۔ لیکن ہم لوگ جب کسی چیز پر چھری چلاتے ہیں، تو وہ بذاتہ نہیں کاٹتی، بلکہ اس وقت اللہ تعالیٰ کاٹ کو پیدا فرماتا ہے۔ پانی میں سیراب کرنے کی قوت موجود نہیں ہے، بلکہ پینے کے وقت اللہ تعالیٰ سیرابی کو پیدا فرماتا ہے۔ خود پانی میں سیرابی نہیں ہوتی۔ آگ خود نہیں جلاتی، بلکہ جلانا اس موقع پر پیدا کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ نہیں ہوتا۔ آنکھ دیکھتی نہیں، کان سنتے نہیں۔ بلکہ اس وقت دیکھنا اور سننا پیدا کیا جاتا ہے۔ نہ کہ ان میں یہ موجود ہوتا ہے۔ یہ سب ظاہری اسباب ہیں! اور جب کہنے والا کسی مردے سے استغاثہ کرتے ہوئے کہتا ہے: "اے فلاں، اے فلاں، یہ، یہ کیجئے"۔ تو اس سے مقصد اللہ تعالیٰ سے طلب کرنا ہوتا ہے کہ وہ اس کی حاجت روائی کرے" جب وہ اپنی بے عقل گفتگو سے خاموش ہوا، میں نے کہا:

"امیر نے کیا جواب دیا؟" اس نے کہا "اس نے کوئی جواب نہ دیا، میں نے کہا "اس کو چاہیئے تھا کہ تجھے جواب دیتا اور پوچھتا یہ باتیں جو تم نے بیان کی ہیں، کس کی ہیں؟ اور کس سے تو نے نقل کی ہیں؟ تیرے پاس کتاب و سنت اور سلف امت سے اس پر کیا دلیل ہے؟ تیری بات کا مطلب تو یہ ہوا، ہر چیز جو خالق سے طلب کی جانی چاہیئے، وہ مخلوق سے طلب کی جا سکتی ہے۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ پھر بت پرستوں پر اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی، اور ان کو کوئی الزام نہیں دیا جا سکتا کہ "جو چیز اللہ تعالیٰ سے طلب کرنی چاہیئے، وہ بتوں سے کیوں طلب کرتے ہو"؟ ان کا عقیدہ بھی یہ تھا کہ بت وسائط و وسائل اور سفارشی ہیں۔ اور قرآن مجید کے الفاظ میں یوں کہتے تھے:

وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا "اور یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ

عِنۡدَ اللّٰهِ" (یونس : ۱۸)　　　　ہمارے سفارشی ہیں"

اور کہتے تھے کہ "ہم ان کی محض اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں"۔ اور اس طرح کی دوسری باتیں کرتے تھے جب ان سے پوچھا جاتا تھا: تمہیں رزق کون دیتا ہے، زمین آسمان کس نے بنائے ہیں؟ تو یہی جواب دیتے تھے کہ "اللہ تعالیٰ نے"۔ اس کتاب کے متعدد مقامات پر اس کی وضاحت گزر چکی ہے غالیوں کی یہ بات اور بت پرستوں کی بات ایک جیسی ہے ان کے دل ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں حکمت اور تعلیل کے ثبوت کے لئے نصوص و آیات بیان کر چکا ہوں۔ اور یہ بھی ذکر کر چکا ہوں کہ سبب اور مسبب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے کتاب و سنت اور کلام سلف کا اقتضاء یہی ہے لیکن اس سے قبول حق کی بجائے اس کے کبر و نفرت میں اضافہ ہی ہوا ہے وہ ایسی قوم کا فرد ہے جن کے برتن عقل سے کورے ہیں اور ان کے دل عقل سے محرومی کی بناء پر کھنڈر بن چکے ہیں!۔ ان کے صحن علوم سے صاف ہیں، ان کے مردار پانی کے اوپر تیر رہے ہیں۔ ان کا شمار جانوروں میں ہے، نہ کہ انسانوں میں! ایسے لوگ اسلام کے لئے مصیبت ہیں۔

مسئلہ اسباب پر علامہ حافظ شیخ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر جو ابن قیمؒ جوزیہ کے نام سے معروف ہیں، نے اپنی کتاب "شفاء العلیل فی القضاء القدر والحکمۃ والتعلیل" میں خوب مفصل بحث کی ہے بحث کے دوران فرمایا ہے کہ "اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اسباب کو شرعی اور تقدیری لحاظ سے مسببات سے منسلک کر دیا ہے دینی و شرعی اور کونی و قدری امور میں اسباب کو اپنی حکمت، اپنی بادشاہی اور تصرف کا محل بنا دیا ہے اس لئے اسباب و قویٰ اور طبائع کا انکار ضروریات کا انکار ہے عقل و فطرت میں طعنہ زنی اور حس کے ساتھ دشمنی ہے، شریعت اور جزاء کا انکار ہے! اللہ تعالیٰ نے بندوں کے مصالح، ان کے معاش و معاد، ثواب و عقاب، حدود و کفارات، اوامر و نواہی، حلت و حرمتیں رکھے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اسباب کے ساتھ مربوط و قائم ہے بلکہ بندے کا نفس، اس کی صفات و افعال، ان سب امور کا سبب ہیں، جو اس سے صادر ہوتے ہیں حتیٰ کہ سب موجودات اسباب ہیں، یا مسببات۔ پوری شریعت اسباب و مسببات پر مشتمل ہے۔ یہاں تک کہ تقدیر بھی اسباب و مسببات کے ساتھ متعلق

ہے۔ تقدیر انہی پر جاری ہے اور انہی میں متصرف ہے یعنی اسباب شریعت اور تقدیر کا محل ہیں قرآنِ مجید اسباب کے اثبات سے پُر ہے مثلاً ارشاد ہے:

"بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ"۔ لہ "اس سبب سے جو تم عمل کرتے تھے۔"

"بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ"۔ لہ "اس سبب سے کہ تم کماتے تھے۔"

"ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ"۔ لہ "یہ اس وجہ سے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا۔"

"فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ"۔ لہ "اس سبب سے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا۔"

اس کے بعد بہت سی آیات بیان کر کے کہا ہے: "اور بھی بہت سی آیات ہیں، ہم نے بالاستیعاب بیان نہیں کیں۔"

جہاں شرط و جزاء موجود ہوں گی ان کا آپس میں سببیت کا تعلق ہو گا۔ ان کو بالاستیعاب بیان کرنا مشکل ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا"۔ لہ "اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے، تو وہ تمہیں ممتاز کر دے گا۔"

"لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ"۔ لہ "اگر تم نے شکر کیا تو میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو میرا عذاب بھی سخت ہے۔"

یہ بات پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ جہاں کسی حرف کے ذریعے حکم ماقبل پر مرتب ہوتا ہے، وہ سببیت کا فائدہ دیتا ہے۔ اور جہاں مابعد کو "با" کے ذریعے ماقبل کی علت بنایا جاتا ہے، وہاں وہ اس کے سبب ہونے کا فائدہ دیتا ہے۔ اور جہاں یہ ہو کہ فلاں چیز فلاں چیز کی جزا ہے، تو وہ اس کا سبب ہوا علتِ غائی، فاعلی کی علت ہوتی ہے۔ اگر ہم قرآن و سنت سے اسباب کے اثبات کے لئے کوشش کریں، تو دس ہزار سے بھی زیادہ مقامات مل جائیں گے یہ حقیقت ہے اس میں مبالغہ نہیں اس بات کو سمجھنے کے لئے حس، عقل اور فطرت کی شہادت کافی

لہ السجدة: ۱۴ لہ یونس: ۵۲ لہ الحج: ۱۰ لہ الشوریٰ: ۳۰ لہ الانفال: ۲۹ لہ ابراہیم: ۷

ہے۔ اسی وجہ سے اہلِ علم میں سے بعض نے یہ کہا ہے کہ جن لوگوں نے اسباب کے انکار پر گفتگو کی، وُہ اہلِ دانش کے نزدیک اضحوکہ بن کر رہ گئے ہیں، بزعمِ خود وُہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ مسئلہ توحید کی مدد کر رہے ہیں، مگر وہ معطلہ کے مشابہ بن گئے، جو رب تعالیٰ کی صفات اور نعوتِ کمال، اس کے استواء عرش، اپنی مخلوق سے بلند ہونے، کتابوں میں اس کے کلام، فرشتوں اور اپنے بندوں سے گفتگو کرنے کا انکار کر کے یہ سمجھ بیٹھے کہ وُہ توحید کی مدد کر رہے ہیں مگر درحقیقت اس طرح وُہ اللہ و رسولؐ کی تکذیب، اور ہر کمال سے اس کی تنزیہ، نیز محال و معدوم صفات کے ساتھ اس کو متصف کرنے کے مرتکب ہوئے۔ اور اس شخص کی نظیر بن گئے، جو اللہ تعالیٰ کو اس کے افعال میں اور کسی وقت بھی اس کے ساتھ فعل کے قائم ہونے سے منزہ مانتا ہے، اس طرح وُہ اس گمان میں مبتلا ہوتا ہے کہ وُہ حدوثِ عالم اور عدم سے اس کے پیدا ہونے کی تائید کر رہا ہے، حالانکہ اس طرح وہ اصل فعل اور پیدا کرنے کا انکار کر رہا ہے، شریعتوں اور نبوتوں پر سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ لوگوں کو اس وہم میں مبتلا کر دیا جائے کہ توحید، انکارِ اسباب کے بغیر ثابت نہیں ہوتی! — عقل پرستوں نے جب یہ دیکھا کہ رب سبحانہٗ و تعالیٰ کی توحید انکارِ اسباب کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتی تو وہ مسئلہ توحید اور اس کو دنیا کے سامنے پیش کرنے والے (رسول) سے ہی بدظن ہو گئے۔ قرآنِ حکیم کا مطالعہ کرنے سے پتہ چل سکتا ہے کہ اسباب کے اثبات کے لئے اس سے بڑی کوئی دوسری کتاب نہیں ہے۔

کس قدر تعجب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سبب و مسبّب کا خالق ہے، اسی نے ایک چیز کو دوسری کا سبب بنایا ہے، اسباب اور مسبّبات اس کی مشیت و قدرت اور اس کی حکمت کے مطیع و منقاد ہیں۔ اگر وہ چاہے تو کسی چیز کی سببیت کو باطل کر دے، جس طرح کہ اس نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کے جلانے کو باطل کر دیا تھا، اور اپنے کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لئے پانی کے غرق کرنے کو سلب کر لیا تھا! وُہ چاہے، تو اسباب کی موجودگی — نیز ان کے قویٰ کے باوجود تاثیر کے لئے موانع پیدا فرما دے اگر چاہے، تو اسباب اور ان کی تاثیر اور تقاضوں کو ان کے حال پر چھوڑ دے یہ سب

اس کے افعال ہیں۔ اس سے اس کی توحید میں کونسا نقص لازم آتا ہے؟ اور کسی بھی لحاظ سے اس میں کونسا شرک مترتب ہوتا ہے؟ جب کم عقل لوگ یہ سن لیتے ہیں کہ آگ نہیں جلاتی، پانی نہیں ڈبوتا اور روٹی سیر نہیں کرتی، تلوار نہیں کاٹتی اور ان چیزوں میں کسی حالت میں تاثیر نہیں ہوتی ـــ نہ ہی وہ اس اثر کا سبب ہے اور نہ اس میں قوت ہے، جب یہ چیزیں ایک دوسرے سے ملتی ہیں، تو ان میں خالق و مختار جب چاہے، اثر پیدا کر دیتا ہے۔ تب وہ سمجھتے ہیں کہ رب کے ہر چیز کو پیدا کرنے اور خلق و تاثیر میں انفرادیت کو توحید کہتے ہیں! لیکن اس کے قائلین بے چارے یہ جان نہیں سکے کہ یہ مسئلہ توحید کے ساتھ بدگمانی ہے اور رسولوں کے اعداء کو ان کی شریعتوں پر مسلّط کر دینا ہے۔ جیسا کہ آپ ان کی کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں کہ وہ اس طرح لوگوں کو ایمان سے متنفر کرتے ہیں۔ سچ ہے جاہل دوست اتنا نقصان دہ ہوتا ہے، جتنا عقل مند دشمن نقصان دہ نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ذوالقرنین کے بارے میں فرمایا:

"وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا" [1] "ہم نے اس کو ہر طرح کا سامان عطا کیا تھا!"

پھر علامہ ابن قیم ؒ نے اس آیت کی تفسیر بیان کی ہے اور اس کے ساتھ بہت سی آیات ذکر کی ہیں، جن کو پڑھ کر اہلِ ایمان کے سینوں میں ٹھنڈک پڑتی ہے۔ اہلِ شوق کو اصل کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

مقصد یہ ہے کہ اس کجرو نے امیر جبل کے ساتھ جس گفتگو کا ذکر کیا ہے، وہ من گھڑت اور جھوٹی ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ کذّاب، اور نمائش و ریاکاری کا دلدادہ ہے۔ اگر وہ اپنی نقل میں سچا ہے، تو بھی عوام کے ساتھ گفتگو پر کوئی حکم مرتب نہیں ہو سکتا۔ مسئلہ اسباب کے بارے میں سلف کے قول کو مانیں یا نہ مانیں، اس کا دعاء و عبادت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ دعاء و عبادت تو بہرحال باتفاقِ عقلاء و اہلِ معرفت اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ اشاعرہ، جو اسباب کے عدمِ تاثیر کے قائل ہیں، وہ غیر اللہ کی عبادت کو جائز نہیں سمجھتے، نہ وہ غیر اللہ کو سجدہ کرتے ہیں، نہ غیر اللہ کے لئے ذبح کرتے ہیں، نہ غیر اللہ کی قسم کھاتے ہیں،

---

[1] الکہف: ٨٤

نہ غیر اللہ سے استغاثہ و استعانت کے جواز کے قائل ہیں۔

یہ سب کام کجرو نبہانی اور اس کا طائفہ کرتا ہے۔ اس عملِ باطل میں ان کے پاس کونسی دلیل ہے؟ پہلے اس کا جواب دیں، پھر امیر جبل، جو اہلِ علم میں سے نہیں، کے ساتھ گفتگو پر فخر کریں۔ مگر اس کو علم و دلیل سے کیا تعلق؟ وہ تو بس الزام دے کر، دوسروں کی خاموشی پر فخر کرتا ہے۔ جھوٹوں پر خدا تعالیٰ کی لعنت!

وجہ سابع | استغاثہ بغیر اللہ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو پکارنے کی دلیل کے طور پر نبہانی اور اس کے ہم مسلک لوگوں نے جن شعراء کے اشعار کو استدلال کے لئے پیش کیا ہے، ان سب کا تعلق اہلِ حلول و اتحاد سے ہے۔ انہوں نے ہی دعاء و التجا کو غیر اللہ کے لئے جائز کیا ہے۔ وہ سب ایک ہیں۔ ایک شاعر کا شعر انہی پر چسپاں ہوتا ہے ؎

وتلتذ ان مرّت علی جسدی یدی   لانی فی التّحقیق لست سواہ

"میرا ہاتھ میرے جسم پر پھیرا جائے تو مزا آتا ہے۔ اس لئے کہ دراصل میں اس کا غیر نہیں ہوں!"

ایک دوسرا کہتا ہے ؎

الرّب عبد و العَبْد ربٌ   یا لیت شعری من المکلّف

"رب، بندہ ہے اور بندہ، رب ہے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا ہے کہ مکلف کون ہے؟"

کیونکہ ان کے نزدیک وجود ایک ہی ہے۔ اسی بناء پر بعض نے یہ بڑ ہانکی: "پاک ہے جس نے اشیاء کو ظاہر کیا، حالانکہ وہ عین اشیاء ہے"۔ جب اللہ تعالیٰ ہر چیز کا عین ہوا، تو پھر ہر چیز کی عبادت درست ہوئی۔ کیونکہ وہ عین حق ہے۔ "فصوص الحکم" میں جو کچھ ہے، اس کو پڑھ کر اہلِ ایمان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ شرف الدین اسماعیل، جو ابن المقری کے نام سے معروف ہے، کے قصیدے میں سے یہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

فقال بانّ الرّبّ و العبد واحد   فربّی مربوب بغیر تغایر

"اس نے کہا کہ رب اور بندہ ایک ہے تو میرا رب بغیر کسی فرق کے مربوب ہوا!"

وانکر تکلیفا اذا العبد عندہٗ   الٰہ و عبد فھو انکار حایر

"اور اس نے تکلیف کا انکار کیا جبکہ اس کے نزدیک بندہ معبود اور عبد ہے تو یہ حیران

کُن انکار ہے"

اسی طرح کے اشعار ہیں اس نے وہی کچھ کہا ہے، جو شیخ محی الدین نے کہا ہے ؎

وکل کلام فی الوجود کلامہ ۔۔۔ سواء علینا نثرہ ونظامہ

"دُنیا میں ہر کلام اسی کا کلام ہے ہمارے لئے برابر ہے، نظم ہو یا نثر!"

قبر پرستوں کے دو فرقے مقصود یہ ہے، غالی قبر پرستوں کے دو فرقے ہیں؛

پہلا فرقہ وہ لوگ ہیں، جو اتحاد و حلول کے قائل ہیں ان کے نزدیک خالق و مخلوق، مٹی اور رب الارباب میں کوئی فرق نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے عقیدہ و کلام کیمطابق نبہانی زائغ بھی انہی میں سے ہے ہم کتاب کے شروع میں اس کا ذکر کر چکے ہیں اس نے اپنے جیسے بہت سے شعراء کا کلام بھی بیان کیا ہے۔

دوسرا فرقہ وہ لوگ ہیں، جو دین کے حقائق و دقائق سے نابلد ہیں نبہانی نے جن شعراء کے اشعار کو نقل کیا ہے، ان میں سے زیادہ ایسے ہی ہیں۔ انہیں اپنے اشعار میں بیان شدہ باتوں کا شرعی طور پر علم نہیں اگر انہیں سمجھایا جائے تو وہ سمجھ جائیں انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو غلو سے اشعار کہے ہیں، وہ اپنی جہالت کی بناء پر سمجھتے ہیں کہ وہ نیک کام میں لگے ہوئے ہیں۔ ہم نے مزاروں اور اولیاء کی قبروں پر ایسے منکرات و اعمال دیکھے ہیں، جن کو سارے کے سارے عوام بھی چاہے علماء کے لباس میں ہوں مشروع نہیں جانتے۔ ہماری گزشتہ تنقید سے، جو اشعار اس نے بطورِ استشہاد بیان کئے ہیں، باطل ہو گئے ہیں۔ والحمد للہ!

اعتراض: نبہانی نے کہا ہے کہ شیخ محمد امیر کبیر اپنے مشہور "ثبت" نیز جن علوم شریعت و طریقت اور ہر معقول و منقول علم پر مشتمل تھا اس کی اجازت میرے شیخ امام علامہ ابراہیم سقا مصری نے دی ہے۔ انہوں نے شیخ محمد امیر صغیر سے، انہوں نے اپنے والد امیر کبیر مذکور سے روایت کی ہے۔

پھر اپنی سند کو شاذلی طریقے پر ذکر کر کے حضرت جبریل علیہ السلام تک پہنچایا ہے انہوں نے حضرت اسرافیل علیہ السلام سے، انہوں نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے، انہوں نے لوح سے لوح نے قلم سے، اور قلم نے اللہ جل جلالہ سے بیان کیا ہے پھر اسی قبیل سے دوسری سند ذکر کی ہے۔

پھر ایک تنبیہ کو بیان کیا ہے جس میں اپنے شیخ پر لگائے گئے الزامات کی صفائی پیش کی

ہے۔ پھر بکری خلوتی طریقے پر سند بیان کی ہے اس کے بعد وہ ہفوات اور یاوہ گوئی کی ہے کہ محمدی کان اس کو سننے کی بجائے بہرہ ہونے کو ترجیح دیں۔

جواب نبہانی کی جہالت وضلالت اس کے دعویٰ کو جھٹلاتی ہے۔ معقول ومنقول کے علم ہی اس کے پاس کب ہیں، جن کی اجازت ملی ہو؟ علوم عقلیہ ونقلیہ تو درکنار کسی ایک علم کا کچھ حصہ بھی اس کو نہیں ملا ؎

ودعوة المرء تطفی نور بهجته
هذا بحق فکیف المدعی زللا

"یہ سچی بات ہے کہ جب آدمی کا دعوے باندھنا اس کی تروتازگی کے نور کو بجھا دیتا ہے تو پھر لغزشوں کے دعوے دار کا کیا حال ہوگا؟"

پھر اس کا زہد وورع اور تقویٰ کہاں ہے؟ اس نے اپنی پوری عمر غیر شرعی قوانین کے مطابق چھوٹے چھوٹے مقدمات طے کرنے میں گزار دی تھی۔ ایسے شخص کو شرم نہیں آتی کہ اپنے آپ کو مسلمان کہے چہ جائیکہ صالحین اور باعمل علماء میں شمار کیا جائے وہ تو ہر فضیلت سے عاری اور ہر خوبی سے خالی ہے لیکن جب کسی کو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کی شرم نہ رہے تو جو چاہے کرتا پھرے کاش! وہ اپنی سند کو رفاعی طریقے سے بھی ذکر کرتا۔ جس کو اس نے اپنے شیخ اور شیطان سے حاصل کیا تھا جو برائی کا شیخ اور دجالوں کا مقتدیٰ خبیث ذات وافعال والا بدعتوں کا باپ اور گمراہی کا عنوان ہے! اور ہمارے زمانے کے متصوفین کا عام طور پر یہی حال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر میں اشارہ ہے:

وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى - الآیۃ" (الاعراف: ۱۶۸-۱۶۹)

"ہم نے ان کو آسائشوں اور تکلیفوں سے آزمایا کہ وہ ہماری طرف رجوع کریں پھر ان کے بعد ناخلف لوگ جانشین بنے جو کتاب کے وارث ہوئے وہ اس دُنیا دنی کا مال ومتاع لیتے ہیں۔"

اس سے مراد ذلیل خواہشات اور فانی لذات ہیں۔ انہوں نے کتاب کی وراثت کو ان چیزوں کے حصول کا ذریعہ بنالیا۔

"وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا"[1]

"اور کہتے ہیں ہمیں بخش دیا جائے گا۔"

---

[1] الاعراف: ۱۶۹

کیونکہ ہم واصل کامل ہیں ہمارے زمانے کے نام نہاد صوفیوں کا حال اس سے مختلف نہیں ہے وہ شہوات پر یوں گرتے ہیں جس طرح پروانے آگ پر گرتے ہیں اور کہتے ہیں، چونکہ ہم واصل ہیں، اس لئے ہمیں اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بعض کے بارے میں یہ تک کہا گیا ہے کہ وہ خالص حرام کھاتا ہے اور کہتا ہے کہ نفی و اثبات اس کے نقصان سے بچا لیتا ہے۔ یہ پرلے درجے کی گمراہی اور واضح ترین غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ بعض بغیر شرعی عذر کے مردار کھانا حلال جانتے ہیں اور کہتے ہیں، ہم سمندر ہیں اور سمندر پلید نہیں ہوتا۔ اس گمراہ کو پتہ نہیں کہ یہ عقیدہ رکھنے والا کتے اور سؤر سے بھی زیادہ پلید ہے پھر اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے بعض کاملین، اہل اللہ سے جھوٹی حکایات بیان کرتے ہیں۔ جن کی کوئی اصل نہیں کامل اہل اللہ کو ایسی باتوں سے کیا تعلق ؟ انتہی!

اللہ تعالیٰ کے درج ذیل ارشاد پر زمخشری کی تفسیر دیکھئے:

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ" [1]

"اے ایمان والو! جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگ لے آئے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا، اور وہ اس سے محبت کریں گے۔"

وہ کہتے ہیں بندوں کی اپنے رب سے محبت سے مراد اس کی طاعت اور اس کی رضا کی طلب ہے اور ایسے کاموں سے بچنا جو اس کی ناراضگی اور عذاب کا باعث ہوں نیز اللہ تعالیٰ کی بندوں سے محبت، سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کی طاعت پر ان کو بہترین ثواب و جزاء سے نوازے ان کو بڑائی دے اور ان سے راضی ہو۔ پرلے درجے کے جاہل، علم و علماء کے دشمن، شریعت کے مخالفین، اور بدترین راہ چلنے والے جو عقیدہ رکھتے ہیں وہ چاہے ان جیسے جاہلوں اور احمقوں کے نزدیک کچھ وقعت رکھتا ہو مگر درحقیقت وہ ایک خود ساختہ اور صوفیت کا اثر قبول کرنے والا فرقہ ہے وہ جس محبت و عشق اور اپنی کرسیوں پر گانے کو دین بنائے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ اس

---

[1] المائدۃ : ۵۴

کو خراب کرے، اور ان کی رقص گاہوں کو اللہ تعالیٰ ویران کردے، جن میں ایسے اشعار پڑھے جاتے ہیں، جو نوجوان لڑکوں کے متعلق ہوتے ہیں، جن کو وہ شہداء کا نام دیتے ہیں۔ ان کی بے ہوشیوں کو دیکھئے، ان کو موسیٰ علیہ السلام کی بے ہوشی اور کوہِ طور کے ٹوٹنے سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔ ان کی باتیں سنیں تو ایسا لگتا ہے کہ وہ بذاتہ ان سے محبت کرتا ہے، اسی طرح وہ اس کی ذات سے محبت کرتے ہیں، ھا، کا مرجع ذات ہے، نہ کہ صفات و نعوت! انہی میں سے محبت ہے۔ اس کی شرط یہ ہے کہ محبت کے سکرات اس پر طاری ہوں۔ اگر یہ بات اس میں نہ ہو تو اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ انتہیٰ؟

نام نہاد صوفیوں کے گروہ نے صحیح صوفیوں کو بدنام کر دیا ہے۔ امام نے ان کے بارے میں جو نقل کیا ہے، وہ اس کے مرتکب ہوئے ہیں، بلکہ آجکل کے صوفیوں کو دیکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس سے کئی گنا زیادہ ان کا حال برا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حقیقی اور سچے صوفی بھی ایسے ہی ہیں۔ برے کی سزا نیک کو نہیں دی جاسکتی، اور نہ ہی بے گناہ کو قاتل کے بدلے قتل کیا جاسکتا ہے۔ کوئی دوسرے کا ذمہ دار نہیں۔ پھر یہ بھی معلوم ہے کہ جو علومِ عقلیہ آجکل لوگ پڑھتے ہیں، وہ عباسی خلیفہ مامون کے حکم سے ترجمے کے ذریعے یونانیوں کی کتابوں سے لئے گئے ہیں۔ اب جو شخص اپنی سند کو، وہ جھوٹی ہی سہی، نبی کریم ﷺ تک اور اس سے آگے "عن جبریل، عن میکائیل، عن اسرافیل، عن عزرائیل، عن اللوح، عن القلم" تک پہنچاتا ہے، جیسا کہ نبہانی کذاب نے کیا ہے۔ اس کے لئے یہ کیسے جائز ہے کہ وہ ان علوم پر فخر کرے؟ یونانی علوم سب کے سب غلط، گمراہی اور بہتان ہیں۔ متاخرین فلاسفہ کے فنون کے ماہرین پر ہمارا یہ تبصرہ روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ اس کی سند اس ذاتِ قدسی ﷺ کی طرف کیسے پہنچائی جاسکتی ہے، جو اپنی خواہش اور رائے سے نہیں بولتے؟ دراصل جتنے من گھڑت طریقے ہیں، ان کا یہی حال ہے۔ وہ شیطانی وسوسے ہیں، نہ کہ رحمانی وحی!

علمِ معقول میں سے علمِ کلام جو منقول کے ساتھ مخلوط ہے، اگر اس سے مراد کتاب و سنت کا مخالف ہو، تو وہ باطل ہے۔ نبہانی کو اس کے شیوخ نے جن علوم اور طریقوں کی سند کی اجازت دی ہے، اس کے ذکر سے اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ میں سے کوئی استدلال نہیں

کرتا تھا کہ حدوثِ عالم، حدوثِ اجسام کی وجہ سے ہے اور حدوثِ اجسام، اغراض و حرکت و سکون سے ثابت ہوتے ہیں اور اجسام اس کو مستلزم ہیں، ان سے جدا نہیں ہو سکتے۔ اور جو حوادث سے پہلے نہ ہو، وہ حادث ہے۔ اسی پر اس کی بنیاد ہے کہ حوادث کی ابتداء نہیں ہے بلکہ یہ بات اسلام میں پہلی صدی ہجری کے بعد سب سے پہلے جعد بن درہم اور جہم بن صفوان نے کی تھی۔ پھر یہ بات عمرو بن عبید کے اصحاب میں پہنچی۔ مثلاً ابوالہذیل علاف وغیرہ۔ عمرو بن عبید اور واصل بن عطاء انفاذ وعید میں یہ کہا کرتے تھے کہ "جو شخص دوزخ میں داخل ہوگا، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔" وہ تقدیر کو جھٹلاتے تھے۔ یہ سب باتیں وہ ہیں، جن کا کسی طرح کا تعلق نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے ساتھ نہیں ہے۔ یہ مکمل بحث شیخ الاسلام کی کتاب "منہاج السنۃ" میں موجود ہے، جس کو پڑھ کر مومنوں کے دل اطمینان اور سکون پاتے ہیں۔ پھر نبہانی نے بدعی طریقے سے جو سند ذکر کی ہے، اور اس کو نبی کریم ﷺ تک پھر آگے عن جبریل علیہ السلام، عن میکائیل علیہ السلام، عن اسرافیل علیہ السلام آخر تک پہنچایا ہے۔ وہ بے اصل اور صریح جھوٹ ہے۔

اس کی تحقیق یوں ہے کہ امت میں اہلِ معرفت اور حقائقِ ایمان سے بہرہ ور اصحاب، جن کی زبان صداقت شعاری کے ساتھ مشہور ہے، وہ کتاب و سنت سے عمل لیتے ہیں اور اسی کے ذریعے انہوں نے وصول الی اللہ کا درجہ حاصل کیا ہے، نہ کہ خرقہ اور گدڑی پہننے سے نبی کریم ﷺ سے صحیحین میں روایت ہے:

"انّ اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم وانّما ینظر الی قلوبکم واعمالکم!" "اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا، اس کی نظر تمہارے دلوں اور اعمال پر ہوتی ہے۔"

—— جسم کے لباس کہاں اور دل کے حقائق کہاں؟

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ خرقے کئی ہیں، ان میں مشہور دو ہیں: ایک خرقے کی نسبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف، اور دوسرے کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف ہے جیسا کہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اس کو نکھارا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خرقے کی دو اسناد ہیں: ایک حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ کی اسناد، اور دوسری ابو مسلم خولانی کی اسناد۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب خرقے کی نسبت حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جبکہ متاخرین اس کو معروف کرخی کے ساتھ ملاتے ہیں۔ بلاریب حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ حضرت سری کی خدمت میں رہے اور سری حضرت معروف کرخی کی خدمت میں رہے۔ لیکن معروف کرخی کے سلسلے میں انقطاع ہے۔ کبھی کہتے ہیں، معروف نے علی کی صحبت اٹھائی تھی اور اس سے مراد ابن موسیٰ رضا ہے۔ یہ قطعی طور پر باطل ہے۔ معروف کی متصل اور ثابت اسناد سے مروی خبروں کی بناء پر مصنفین نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ مثلاً ابونعیم، ابوالفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر نہیں کیا، جو حضرت معروف کے فضائل میں تصنیف کی ہے۔ معروف کرخ میں ہی رہے، اور علی بن موسیٰ کو مامون الرشید نے اپنا ولی عہد بنایا تھا اور ان کا امتیازی لباس سبز مقرر کیا تھا۔ پھر اس کو واپس لے کر سیاہ لباس مقرر کردیا تھا۔ معروف علی بن موسیٰ کے پاس کبھی نہیں آئے۔ کسی معتبر سند سے ثابت نہیں ہے کہ وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے ہوں، یا ان سے کچھ حاصل کیا ہو۔ بلکہ یہ بھی پتہ نہیں کہ ان کو دیکھا ہے۔ معروف نہ ان کے دربان و خادم تھے، نہ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ لہٰذا یہ ساری کہانی جھوٹی ہے۔

رہی دوسری اسناد، جو بیان کرتے ہیں کہ معروف داؤد طائی کی مصاحبت میں رہے، یہ بھی بے اصل بات ہے۔ ان کے حالات میں اس کا کوئی ذکر نہیں اور یہ بھی بے حقیقت بات ہے کہ حبیب عجمی کی خدمت میں داؤد طائی رہے تھے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ حبیب عجمی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے تھے۔ حضرت حسن کے شاگرد بہت تھے۔ مثلاً ایوب سختیانی، یونس بن عبید، عبداللہ بن عوف، محمد بن واسع، مالک بن دینار، حبیب عجمی، فرقد سبخی اور دوسرے بصرے کے عابد لوگ اس سلسلے میں یہ بھی ہے کہ حضرت حسن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہے۔ اس کے باطل ہونے پر اہلِ معرفت کا اتفاق ہے۔ سب اس پر متفق ہیں کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں نہیں گئے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے پڑھا سیکھا تھا۔ مثلاً احنف بن قیس اور قیس بن عباد سے، جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اخذ کیا تھا۔ اہلِ صحیح کی روایت اسی طرح ہے۔ حضرت حسنؒ کی پیدائش کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت صرف ۲ سال رہی۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اس وقت حضرت حسن مدینہ منورہ میں تھے۔ ان کی والدہ حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھی۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو ان کو بصرے بھیج دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں تھے۔ اس زمانے میں حضرت حسن غیر معروف بچے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو یہ اثر مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرے کی جامع مسجد میں داخل ہوئے تو وہاں سے سوائے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کے واعظوں کو نکال دیا، اہلِ معرفت اس کے جھوٹ ہونے پر متفق ہیں۔ البتہ یہ قصّہ معروف ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ نے ایک قصہ گو واعظ کو دیکھا جو وعظ کر رہا تھا۔ آپؓ نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے بتایا "ابو یحییٰ!" آپؓ نے اس سے پوچھا "کیا تو ناسخ اور منسوخ کا علم رکھتا ہے؟" اس نے کہا: "نہیں" تو آپؓ نے فرمایا "خود بھی ہلاک ہوا اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔ تمہارا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ مجھے شہرت مل جائے" پھر اس کو کان سے پکڑ کر مسجد سے نکال دیا۔ ابو حاتم نے "کتاب الناسخ والمنسوخ" میں روایت کی ہے "ہمیں حدیث بیان کی فضل بن دکین نے" اس نے کہا "ہمیں حدیث بیان کی سفیان نے ابو حصین سے" اس نے ابو عبد الرحمٰن سلمی سے" انہوں نے کہا "حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک قصّہ گو واعظ کے پاس پہنچے جو وعظ کر رہا تھا۔ آپؓ نے پوچھا "کہ تم ناسخ و منسوخ کو جانتے ہو؟" اس نے کہا "نہیں" آپؓ نے فرمایا "تم خود بھی ہلاک ہوئے دوسروں کو بھی کیا" اور کہا "ہمیں حدیث بیان کی زہیر بن عباد رواسی نے" اس نے کہا "ہمیں حدیث بیان کی اسد بن حمران نے" اس نے روایت کی جویبر سے" اس نے ضحاک سے" کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفے کی مسجد میں داخل ہوئے۔ اس وقت ایک واعظ وعظ کر رہا تھا۔ آپؓ اس کے سر پر جا کھڑے ہوئے تو پوچھا "کیا تم ناسخ کو منسوخ سے پہچانتے ہو؟" اس نے کہا "نہیں" پھر آپؓ نے پوچھا "کیا تم مدنی قرآن اور مکی قرآن کا علم رکھتے ہو؟" اس نے کہا "نہیں"۔ آپؓ نے فرمایا "خود بھی ڈوبے ہو اور دوسروں کو بھی لے ڈوبے ہو" پھر فرمایا "کیا تم جانتے ہو یہ کون ہے؟ یہ وہ ہے جو کہتا ہے کہ مجھے پہچانو مجھے پہچانو یعنی طالب شہرت"۔

ابن جوزیؒ نے ایک کتاب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں لکھی ہے۔ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد مقدسی نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے" جن سے ان کی ملاقات ہوئی" ان پر ایک رسالہ لکھا ہے اور حضرت حسن کے حالات تاریخ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

وغیرہ میں مشہور ہیں۔

شیخ الاسلام نے فرمایا"میں نے خرقے کی اسانید اس لئے لکھ دی ہیں تاکہ حق کو باطل سے پہچان لیا جائے۔ ان کی اور اسانید بھی ہیں، جو جابرؓ تک پہنچتی ہیں وہ قطعی طور پر منقطع ہیں نقلِ متواتر سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اپنے مریدین کو خرقہ نہیں پہناتے تھے، نہ ہی ان کے بال کاٹتے تھے۔ لیکن متاخرین میں سے مشرق کے بعض مشائخ نے اس پر عمل کیا۔ حضرت حسن کی باتیں اسانیدِ ثابتہ سے بہت سی کتابوں میں مذکور ہیں، بعض کا ہم نے بھی ذکر کیا ہے۔

ابوالفرج ابن الجوزی نے ان کے مناقب واخبار پر ایک کتاب لکھی ہے۔

ان سب سے زیادہ کمزور حضرت علیؓ کی طرف 'فتوت' کی نسبت ہے۔ اس کی اسناد میں بہت سے مجہول آدمی ہیں۔ جن کے حالات کا کوئی پتہ نہیں، جن سے ان کا کذب ظاہر ہوسکے۔ جو شخص صحابہ کرامؓ اور تابعین کے حالات کو جانتا ہے، اسے خوب معلوم ہے کہ ان میں کوئی بھی شلوار نہیں پہنتا تھا، نہ کوئی نمکین پانی پیتا تھا، نہ ہی وہ 'فتوت' نامی طریقے سے مختص ہوتے تھے۔ البتہ ان کے ہاں تابعین جمع ہوجاتے اور سیکھتے تھے۔ ان کی پیروی کرنے اور استفادہ کرتے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں انہوں نے تربیت پائی تھی اور جن جن کے پاس بھی وہ ٹھہرے استفادہ اُن سب صحابہ کرامؓ سے کرتے رہے۔ حضرت ابنِ مسعودؓ کے سب شاگرد حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ وغیرہ سے استفادہ کرتے رہے اور حضرت معاذ بن جبلؓ کے شاگرد حضرت ابنِ مسعودؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے استفادہ کرتے رہے۔ اسی طرح ابنِ عباس کے شاگرد ابنِ عمر اور ابوہریرہ (رضی اللہ عنہم) سے اخذ کرتے رہے اور زیدؓ بن ثابت کے اصحاب حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ سے لیتے رہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے دین کی توفیق دی، وہ سب سے فائدہ لیتا رہا۔ سب ایک دین اور ایک طریقے اور ایک راہ پر متفق تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور اللہ و رسولؐ کی اطاعت کرتے تھے۔ جب سچے اور معتبر لوگوں کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات پہنچتی تو اس کو قبول کرلیتے تھے، اور قرآن وسنّت کا صحیح فہم رکھنے والے سے استفادہ کرتے تھے۔ جب کسی نے ان کو اس خیر کی طرف بلایا، جس سے اللہ و رسولؐ محبت کرتے ہیں، تو انہوں نے اس کو فوراً قبول کرلیا۔ ان میں سے کسی نے اپنے شیخ کو رب نہیں بنالیا

تھا کہ معبود کی طرح اس سے سوال کرتا اور فریاد رسی چاہتا اس کی طرف رغبت کرتا اس کی عبادت کرتا اس پر بھروسہ کرتا اس کی زندگی اور موت کے بعد اس سے استفادہ کرتا اور نہ ہی نبی کے مقام پر ان کو رکھتا جس کے ہر حکم کی اطاعت واجب ہے گویا حلال اس کو سمجھے جو شیخ حلال کر دے اور حرام اس کو سمجھے جس کو وہ حرام کر دے یہ اور اس طرح کی دوسری باتیں دینِ نصاریٰ ہیں جن کے بارے میں ارشاد ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰـهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ [1]

"انہوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اور مسیح بن مریم کو اللہ تعالیٰ کے سوا رب بنا لیا تھا حالانکہ ان کو حکم تھا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان کے شریک بنانے سے پاک ہے۔"

وہ آپس میں ایک دوسرے کے نیکی اور تقویٰ میں معاون تھے، نہ کہ گناہ اور زیادتی پر! آپس میں حق اور صبر کی تاکید کرتے تھے امام و شیخ کا مقام ان کے نزدیک وہی ہوتا تھا جو نماز کے امام یا حاجیوں کے رہبر کا ہے۔ مقتدی امام کی نماز میں اقتداء کرتے ہیں، وہ ان کی طرف سے نماز نہیں پڑھتا وہ ان کو وہی نماز پڑھاتا ہے جس کا اللہ و رسول نے حکم دیا ہے اگر وہ بھول کر یا عمداً اللہ و رسول کے طریقہ نماز کی خلاف ورزی کرے تو وہ اس کی اقتداء نہیں کرتے حاجیوں کا رہنما وفد کو بیت اللہ کی راہ کی خبر دیتا ہے تاکہ وہ اس پر چلیں اور جا کر خود اس کا حج کریں، رہنما ان کی طرف سے حج نہیں کرتا اگر وہ کہیں چوک جائے تو اس کی بات نہیں مانی جاتی۔ اگر دو راہنماؤں اور دو اماموں میں اختلاف ہو جائے تو دیکھتے ہیں کہ حق کس کے ساتھ ہے؟ اسی کی اتباع کرتے ہیں ان کے درمیان کتاب و سنت فیصلہ کن ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے

---

[1] التوبۃ: ۳۱

اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا" ؎

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور جو تم میں صاحب حکومت ہیں، ان کی بھی اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹاؤ اگر اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام بھی عمدہ ہے"۔

جو صحابہ کرامؓ مختلف دیار و امصار میں سکونت پذیر ہو گئے تھے، وہاں کے لوگوں نے ان ہی سے ایمان اور دین حاصل کیا، مشرق و مغرب کے اکثر لوگوں نے حضرت علیؓ سے کوئی چیز حاصل نہیں کی۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں سکونت پذیر تھے اور اہل مدینہ کو آپؓ کی اتنی ہی ضرورت تھی، جتنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دوسرے سر برآوردہ صحابہ کرامؓ کی تھی جب کوئی معاملہ وغیرہ پیش آجاتا، اس کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیتے تھے۔ جب آپؓ کوفہ میں تشریف لے گئے تو اہل کوفہ اس سے پہلے ہی حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت حذیفہؓ، حضرت عمارؓ اور حضرت ابو موسیٰؓ وغیرہ، جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں بھیجا تھا، سے دین حاصل کر چکے تھے۔ اہل بصریٰ نے حضرت عمرانؓ بن حصین، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ، حضرت انس رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ کرام سے حاصل کیا تھا۔ اہل شام حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابو درداء اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم سے دین حاصل کر چکے تھے۔ ان علاقوں کے بڑے بڑے عابدوں اور زاہدوں نے ان صحابہ کرامؓ سے دین حاصل کیا تھا جن کو انہوں نے دیکھا تھا۔ اس صورت حال کے پیش نظر یہ کہنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے کہ اہل زہد اور اہل تصوف کی راہ آپؓ سے جا ملتی ہے کسی اور سے نہیں، زہد کی کتابوں کو دیکھئے، مثلاً الزہد للامام احمدؒ الزہد لابن المبارک۔ اور اسی طرح وکیع بن جراح اور ھناد بن سری کی کتاب الزہد اور زاہدوں کی خبروں پر مشتمل کتابیں،

؎ النساء : ۵۹

مثلاً حلیۃ الاولیاء اور صفوۃ الصفوۃ وغیرہ ایسی کتابیں ہیں جن میں صحابہؓ و تابعینؒ کی خبروں سے متعلق بہت سے امور ہیں ان میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت معاذ، حضرت ابن مسعود ابی بن کعب، ابوذر، ابودرداء، ابوامامہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جتنا ذکر ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس سے زیادہ نہیں ہے۔ انتہیٰ!

مقصدِ گفتگو یہ ہے معلوم ہو جائے کہ نبہانی نے جس یقین کا ذکر کیا ہے وہ کئی وجوہ سے باطل ہے۔ اولاً: جو علمِ شیطانی اس کے پاس ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سند سے ماخوذ نہیں ہے۔ جو علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے تھے اس کو وہ پہچانتا نہیں اور نہ ہی وہ اس کی طبیعت کے مطابق ہے یہ اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور گمراہوں اور نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ کے نور کی توفیق ہی نہیں ملتی۔

ثانیاً: اس کے بطلان کی وجہ یہ بھی ہے کہ جن طریقوں کو اس نے مذہب بنا لیا ہے ان کی کوئی بنیاد ہی نہیں وہ سب کے سب بدعات اور گمراہیاں ہیں۔ اگر اس کی بات سچی ہے کہ اس نے ان کو اپنا لیا ہے تو اسی وجہ سے اس کے دل پر ہدایت کا کوئی اثر نہیں بلکہ وہ بدترین قسم کا گمراہ اور جاہل ہے۔

ثالثاً: یہ اس لئے بھی غلط ہے کہ اس کی سند خراب اور باطل ہے جیسا کہ شیخ الاسلامؒ کی گزشتہ بحث سے معلوم ہو سکتا ہے۔

مختصراً یہ کہ: —— اس کی کتاب میں اول سے آخر تک تہ بر تہ اندھیرے ہی اندھیرے ہیں پاک ہے وہ ذات جس نے اس کے دل، کان اور آنکھ پر مہر کر دی ہے اس پر ماتم یہ ہے کہ وہ بایں حال علماء ربانی پر زبانِ طعن دراز کرتا ہے اور بدگوئی سے باز نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو بگاڑے اور اس پر اسی طرح لعنت کرے جس طرح اصحاب السبت پر لعنت کی تھی۔ اس پر ابوالعلاء مصری کے اشعار کتنی عمدگی سے چسپاں ہوتے ہیں ؎

اذا وصف الطائی بالبخل مادر	"جب بخیل حاتم طائی کو بخیل کہے اور سبزی فروش
وعیر قسا بالفھاھۃ باقل	کاہن کو بول چال میں عجز کا طعنہ دے . . ."
وقال السھی للشمس انت خفیۃ	"اور اندھا سورج کو کہے تو پوشیدہ ہے۔

وقال الدجیٰ للصّبح لونك حائل — اور اندھیرا صبح سے کہنے تیری روشنی رکاوٹ ہے"

وطاولت الارض السّماء سفاھة — "اور زمین بے وقوفی کی بناء پر آسمان سے بلندی میں مقابلہ کرے" اور سنگریزے اور چٹانیں ستاروں پر فخر کریں"

وفاخرت الشّھب الحصیٰ والجنادل

فیاموت زرانّ الحیاۃ ذمیمة — "تو اے عقل کی موت! زندگی قابل مذمت ہے اے جان کوشش کیے جا تیرا زمانہ بیہودگی پر اُتر آیا ہے"

ویانفس جدّی انّ دھرك ھازل!

ان سلسلوں اور اہل سلسلہ کے بدعت ہونے پر مفصل گفتگو دوسری جگہ کی گئی ہے!—
کتاب "کشف احوال المشائخ الاحمدیة وبیان احوالھم الشیطانیہ" میں بحث کو پڑھ کر اہل ایمان کے دلوں کو سکون اور اہل توحید کی آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے۔

نبہانی نے بے اصل جھوٹی اجازتوں پر فخر وغرور کو بار بار بیان کیا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے "الحمد للہ، مجھے بہت سے عالی، غیر خلوتی اور شاذلی وغیرہ سلسلوں کی اجازت حاصل ہے۔ مثلاً سلسلہ قادریہ، رفاعیہ اور نقش بندیہ لیکن یہ سب اس برکت کی وجہ سے ہے جو میری سند نبی کریم ﷺ تک پہنچتی ہے جیسا کہ میری سند فقہاء و محدثین اور باقی علماء دین کے طریقے سے متصل ہے"۔ اسی طرح کی بہت سی یاوہ گوئی کی ہے یہ اچنبے کی بات نہیں ہے کیونکہ وہ مجمع بدعات وضلالات ہے۔
کاش ہمیں معلوم ہوسکتا! ان اجازتوں نے اس کو کیا فائدہ دیا؟ اور ان بے ہودہ باتوں سے اس کو کونسی برکت حاصل ہوئی؟ ہمارے سامنے اس کی زندگی کا نقشہ یہ ہے کہ اس نے پوری عمر قانونی فیصلوں اور انتظامات میں گزار دی ہے اس طرح اپنا وقت دین سے بیگانگی اور گمراہیوں میں گزار دیا ہے؛

"وَسَيَعۡلَمُ ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ أَيَّ مُنقَلَبٖ يَنقَلِبُونَ" [1] — "ظالموں کو عنقریب پتہ چل جائے گا کہ وہ کہاں پلٹ کر جائیں گے"۔

"قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُم بِٱلۡأَخۡسَرِينَ أَعۡمَٰلًا ۝ ٱلَّذِينَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُونَ أَنَّهُمۡ يُحۡسِنُونَ صُنۡعًا" [2] — "کہہ دو! کیا ہم تمہیں بتائیں کہ عملوں کے لحاظ سے کون بڑے نقصان میں ہیں؟ وہ لوگ جنکی کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اچھے کام کر رہے ہیں"۔

---

[1] الشعراء : ٢٢٧ [2] الکھف : ١٠٣، ١٠٤

اعتراض نبہانی نے خاتمے میں لکھا ہے ؛

یہ خاتمہ ان اعتراضات کے جواب میں ہے جو ابن تیمیہ اور اس جیسے دوسرے لوگوں نے بعض اولیاء اللہ پر غیر واضح الفاظ کی بناء پر کیئے ہیں" پھر اس نے امام شعرانی کی کتاب "البحر المورود" سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے: "ہمارا یہ عہد ہے کہ ائمہ اسلام یعنی علماء وصوفیہ کی طرف سے اعتراضات کے جوابات پوری کوشش سے دیں اور ان پر طعن وتشنیع کرنے والے کی بات پر کان نہ دھریں۔ کیونکہ ہمیں معلوم ہے، ان میں طعنہ زنی وہی کرے گا جو ان کے بلند تخیل کی معرفت سے قاصر ہوگا" اور حضرت جنید رح اور غزالی، شیخ محی الدین ابن عربی کی برأت کے سلسلہ میں ان کا کلام نقل کیا ہے۔ اور لوگوں نے ان کی بعض باتوں پر جو اعتراضات کیئے ہیں، ان کو نقل کیا ہے۔ مثلاً شیخ ابو یزید کا یہ قول کہ "اے رب! میرے لئے تیری طاعت، تیرے لئے میری طاعت سے عظیم تر ہے" اور جنید رح کا قول کہ "عارفین مرتے نہیں، بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتے ہیں" اور شبلی کا قول کہ "میری ذلت کے مقابلے میں یہود کی ذلت کوئی حیثیت نہیں رکھتی" اور امام غزالی کا قول "اس سے زیادہ انوکھی بات ممکن نہیں، جو ہو چکی ہے" اور محی الدین ابن عربی کا قول کہ "میرے دل نے میرے رب کی طرف سے حدیث بیان کی ہے" یا "میرے رب نے میرے دل سے حدیث بیان کی ہے" یا "میرے رب نے اس کے نفس سے حدیث بیان کی" پھر یہ کہ شعرانی نے اپنی رائے کے مطابق ان کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں پھر اس گروہ کے اقوال، جو ان سے ثابت ہیں نقل کیئے ہیں مگر کسی قائل کی تعیین نہیں کی، مثلاً ان کا یہ کہنا کہ "لوح محفوظ سے مراد عارف کا قلب ہے" اور یہ کہنا کہ "ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے" اور "ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے نکلے" اور ان اقوال کے "صحیح" معانی ظاہر کیئے ہیں پھر کچھ اقوال، جو بعض لوگوں کی طرف منسوب ہیں، کے بارے میں کہا ہے: "ان اقوال کی ان کی طرف نسبت صحیح نہیں" اور ان کو جھٹلایا ہے۔ نبہانی نے فتاویٰ حدیثیہ سے بعض مسائل بیان کیئے ہیں، جن کا تعلق اس قسم کے اقوال سے ہے اس سے ان اقوال کے بارے میں استفسار کیا گیا تھا اس کے جو جواب دیئے ہیں، ان کو بیان کر دیا ہے اور اس پر کتاب ختم کر دی ہے۔

جواب اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی شخص اعتراض اور تہمت سے نہیں بچ سکا ہر ایک

کی بات قبول بھی کی جاسکتی ہے اور ترک بھی کی جاسکتی ہے سوائے رسول اللہ ﷺ کے! یہ لوگ جن کے اقوال کو بیان کیا گیا ہے اگر انکی توجیہ نہ بھی ہو سکے تو بھی اس سے ان کی شان اور مزید عرفان میں کوئی فرق نہیں آتا وہ انبیاء اور مرسلین کی طرح معصوم نہیں تھے۔ مثل مشہور ہے کہ تلوار کبھی اچٹ جاتی ہے۔ ہر گھوڑا کبھی ٹھوکر کھا جاتا ہے۔ سعادت مند ہے جس کی لغزشیں شمار کرلی جائیں اور غلطیاں کم ہوں!۔ کیا خوب کہا گیا ہے ؎

ومن ذالذی ترضی سجایاہ کلّہا　　　　کفی المرء نبلا أن تعد معائبہ

"کون ہے جس سے سب طبائع خوش ہوں؟ مرد کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کے عیب شمار کرلئے جائیں!" ——————— نبہانی نے شیخ الاسلام تقی الدین احمد ابن تیمیہؒ پر افتراء باندھا ہے کہ انہوں نے مذکورہ اقوال پر اعتراض کیا ہے! انہوں نے کس قول پر اعتراض کیا ہے؟ اور وہ کس کتاب میں ہے؟ یہ بہتان نبہانی کے سر پر قرض ہے جیسا کہ ہم بارہا بیان کرچکے ہیں، ابن تیمیہؒ علماء ربانی علماء باعمل کی طرف سے ہمیشہ دفاع کرتے تھے۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے، اس کا نام "رفع الملام عن الائمۃ الاعلام" رکھا ہے۔ اس میں ائمہ اربعہؒ کی طرف سے پورا پورا دفاع کیا ہے۔ امام احمدؒ کی پوری نصرت کی ہے اور دوسروں کا بھی دفاع کیا ہے۔ اس کا بیان گزر چکا ہے۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ انصاف کے اونچے مقام پر فائز تھے۔ وہ اہل علم کی قدر پہچانتے تھے، ہر صاحب حق کو اس کا حق دیتے تھے۔ ہاں انہوں نے ابوحامد امام غزالی کے بعض مسائل پر جو انہوں نے اپنی "احیاء علوم الدین" وغیرہ کتابوں میں ذکر کئے ہیں، کتاب و سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے اعتراض کیا ہے۔ یہی امت محمدیہ کے ائمہ کی شان ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق وہ سب گمراہی پر کبھی متفق نہیں ہوسکتے۔ اور ان کے بارے میں یہ بھی کہا ہے کہ وہ جب فوت ہو رہے تھے، تو بخاری شریف ان کے سینے پر تھی۔ ہاں انہوں نے شیخ محی الدین اور اس قسم کے دوسرے وحدت الوجودیوں، اصحاب حلول و اتحاد پر بحث کی ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، امام ابن تیمیہؒ نے ان کا سخت رد کیا ہے۔ اس میں سے ایک حصہ اپنی کتاب "الفرقان بین اولیاء الشیطان و اولیاء الرحمٰن" میں ذکر کیا ہے۔ ہم بھی اس کے کچھ اقتباسات پیش کرچکے ہیں۔ وہ پہلے انسان نہیں ہیں، جنہوں نے اہل عقل و دانش کو خبردار کیا ہو۔ ان سے پہلے کتنے ہی ایسے

بزرگ اہلِ علم گزر چکے ہیں آپ جیسے مجاہدوں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ شریعتِ غراء کا دفاع اور حفاظت کا فریضہ انجام دیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے دولتِ علم سے نوازا ہو پھر وہ اس کو چھپائے، اس کو قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ"[1]

"جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی تھی، عہد لیا تھا کہ وہ ضرور ضرور اس کو لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اور چھپائیں گے نہیں۔"

شیخ محی الدین پر بہت سی کتابیں تالیف کی گئی ہیں۔ جن میں 'فصوص' اور 'فتوحات' وغیرہ میں مذکور شطحیات کا رد کیا گیا ہے۔

اس کے رد میں جنہوں نے کتابیں لکھی ہیں، ان میں علامہ ثانی سعد الدین تفتازانی، حافظ عسقلانی، شیخ ابو عبد اللہ بخاری، ملّا علی قاری، علامہ عضد اور دوسرے بے شمار اہلِ علم بزرگ ہیں۔ انہوں نے اس کا بالکل صحیح رد فرمایا ہے۔ ہمیں طوالتِ کلام کا خیال نہ ہوتا تو یہاں ان کے کلام کو بیان کرتے۔ شاید اس موضوع پر ہم ایک مستقل کتاب لکھیں، جو اس کتاب کے برابر ہوگی۔

پھر نبہانی نے علامہ شعرانی سے شیخ محی الدین کے قول کی توجیہ نقل کی ہے۔ وہ اس لئے قبول نہیں کی جا سکتی کہ لفظ حقیقۃً یا مجازاً اس پر دلالت کناں نہیں ہیں یہ بات کہنے کی جرأت بعض ایسے غالیوں نے کی ہے جو علم و صلاح کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے ہیں۔ اس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں۔

علامہ عبد اللطیف اپنی کتاب "منہاج التاسیس فی الرّد علی ابن جرجیس" میں قبوری بدعات پر گفتگو کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

"کھری اور سچی بات یہ ہے کہ مذاہبِ اربعہ کے مشائخ اور فقہاء قبروں پر تعمیر شدہ قبوں کو گرانا واجب سمجھتے ہیں۔ قبروں کے طواف اور اہلِ قبور سے دُعا کرنے سے منع کیا ہے، بلکہ قبروں کے پاس اللہ تعالیٰ کو پکارنے کو بھی ناپسند کیا ہے۔ ان میں غلو کرنے، ان کے لئے جانور ذبح کرنے سے روکا ہے۔

---

[1] آلِ عمران: ۱۸۷

بلکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی عبادت یعنی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے جب کوئی ان ائمہ و فقہاء کے اقوال کے تقاضوں کے مطابق عمل کرے تو جاہل لوگ اس کو انبیاء و صالحین کی بے ادبی اور علماء کی مخالفت خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک علم ان کے متاخرین اسلاف و مشائخ کے اقوال کا نام ہے۔" اور فرمایا کہ: مجھے ایسے شخص نے حدیث بیان کی ہے جس کی حدیث قابل قبول ہے کہ اس نے مدینہ منورہ (اس کے ساکن پر افضل ترین صلوٰۃ و سلام ہو) میں حاجیوں کی آمد کے دن لوگوں کے ایک مجمع میں یہ سنا: آدمی تو وہ ہے جو کہتا ہے "مجھے حدیث بیان کی، میرے بھید نے میرے رب سے"! وہ یہ نہیں کہتا "ہمیں فلاں فلاں نے حدیث بیان کی"

رسولِ کریم ﷺ کے ساتھ اتنی بڑی گستاخی کو ملاحظہ کیجئے۔ یہ دینی بات پوری طرح معلوم ہے کہ جو شخص دین کو انبیاءؑ و رسل سے حاصل کرتا ہے، جو معصوم مبلّغ ہیں، وہ اس شخص سے یقیناً افضل ہے جو اسے اپنے دل کی واردات سے حاصل کرتا ہے بلکہ یہ قلبی واردات سب کی سب موقوف و مردود ہیں، اِلّا یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک شاہد عدل اس کی صحت کی گواہی دے اور بتائے کہ وہ حق ہے جس کو اختیار کرنا چاہیئے۔

ان واردات میں سے بیشتر جو شریعت کے خلاف ہیں (جن کی طرف اہل تصوّف نے اشارہ کیا ہے) یہ رب العالمین کی طرف سے نہیں، بلکہ شیطان کی طرف سے ہیں۔ اس سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ یہ عراقی اور اس جیسے دوسرے لوگ رسولوں کے بے ادب اور ان کی شان میں گستاخی کرنے والے ہیں، اور ان کی شریعتوں کے تارک ہیں۔ ان کی باتوں کا لبِ لباب اعتقادات و عملیات میں کتاب و سنّت سے کنارہ کشی ہے اور غلو، جہالت اور گمراہی اور حد سے زیادہ تعریف کرنے کی وجہ سے ہوائے نفس کی اتباع ہے یہ اعتراض اس قسم کی باتوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس میں ایک کلمہ بھی شرعی قانون کے مطابق نہیں۔ شیخ الاسلام نے رازی کی کتاب "محصل" پر کیا اچھا فرمایا ہے ؎

محصل فی أصول الدین حاصله   من بعد تحصیله جهل بلا دین

"اصولِ دین میں 'محصل' کا ماحصل بے دینی اور جہالت ہے۔"

بحر الضلالات والإفك المبین وما   فیه فأكثره وحی الشیاطین

”وہ ضلالتوں کا سمندر اور صریح تہمت ہے۔ جو کچھ اس میں ہے اس کا زیادہ حصہ وحی شیطانی ہے“۔

صاحبُ المنہاج کی گفتگو یہاں ختم ہوئی' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محی الدین کا قول' اگر اس کی نسبت اُس کی طرف صحیح بھی ہو تو بھی باطل ہے شعرانی نے جو بے جان توجیہ کی ہے' اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

امام غزالی کی کتابوں پر بہت سے علماء ربانی نے اعتراضات کیے ہیں' ان میں سے ایک امام ابوعبداللہ مازری ہیں۔ تاج الدین ابن السبکی نے 'طبقات' میں امام غزالی پر طعن کرنے اور ان کا رد کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: ”امام ابوعبداللہ مازری مالکی سے ایک شخص نے کتاب 'احیاء العلوم' اور اس کے مصنف کے بارے میں استفسار کیا تھا۔ اس کے جواب میں فرمایا: ”اگرچہ امام غزالی کی کتاب میں نے نہیں پڑھی' لیکن ان کے تلامذہ اور اصحاب کو دیکھا ہے' ان میں سے ایک نے ان کے حال اور طریقے کی نوعیت بیان کی ہے' اس کی روشنی میں ان کا مذہب اور سیرت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آگیا ہے۔ میں ان کے حال' ان کی کتاب کے حال' نیز موحدین فلاسفہ' متصوفہ اور اصحاب الاشارات کے مذاہب کے متعلق مختصر بیان پر اکتفا کروں گا۔ ان کی کتاب اس دائرے میں محصور ہے' ان طریقوں سے باہر نہیں ہے۔ اس کے بعد میں ایک مذہب والوں کے حیلے دوسرے مذہب والوں کے خلاف بیان کروں گا۔ پھر دھوکے بازیوں سے پردہ اٹھاؤں گا۔ اور باطل کے نظر نہ آنے والے پھندے بیان کروں گا' تاکہ ان سے بچا جا سکے“۔ اس کے بعد امام غزالیؒ کی کشف کے بارے میں تعریف کی ہے' اور کہا ہے کہ وہ اس سے فقہ کو' اصولوں کی نسبت زیادہ جانتے ہیں' لیکن علم کلام' جو اصولِ دین ہے' اس میں بھی ان کی تصنیف موجود ہے' تاہم وہ اس میں تبحر اور ماہر نہیں ہیں۔ ان کے تبحر نہ ہونے کا سبب میں نے سمجھ لیا ہے' اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے علمِ فلسفہ' اصولِ دین میں تبحر حاصل کرنے سے پہلے پڑھا تھا۔ فلسفہ پڑھنے سے معانی پر جرأت پیدا ہو گئی' اور حقائق کی طرف اچانک متوجہ ہونے کو آسان بنا دیا کیونکہ فلسفی خیالاتِ شریعت سے آزاد ہوتے ہیں۔ ان کو ائمہ کی مخالفت کا خدشہ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ مجھے ان کے ایک ساتھی نے بتایا کہ وہ اخوان الصفا کے رسائل' جو بغداد میں اکاون[۵۱] ہیں' کا خوب گہری توجہ سے مطالعہ کرتے تھے۔ ان رسائل کا مصنف ایک فلسفی ہے' جس نے عقل اور شرع کے علم میں غوطہ زنی کی ہے' اور دونوں علوم کو جمع کر دیا ہے۔ مختلف

اوقات میں اشعار اور احادیث کے ذریعے فلسفے کا حسن اور خوبی اہل شرع کو ذہن نشین کرا دی پھر بعد کے زمانے میں ایک فلسفی گزرا جو ابنِ سینا کے نام سے معروف ہے۔ اس نے علمِ فلسفہ میں تصانیف سے دنیا کو بھر دیا وہ فلسفے کا عظیم امام ہے۔ فلسفے میں اس کو اتنا ملکہ حاصل ہو گیا کہ اس نے اصولِ عقائد کو فلسفیانہ رنگ دے دیا اور ایسی حیلہ سازیوں اور چالبازیوں سے کام لیا کہ اس کو وہ مہارت حاصل ہوئی جو دوسروں کو حاصل نہ ہو سکی۔ میں نے اس کے دیوان دیکھے ہیں اور یہ بھی دیکھا ہے کہ امام غزالی فلسفے کے سلسلے میں اکثر اس پر اعتماد کرتے ہیں۔

پھر کہا ہے کہ "مجھے یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے صوفیہ کے مذہب کے سلسلے میں کس پر اعتماد کیا ہے" بعد ازاں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ انہوں نے ابو حیان توحیدی پر اعتماد کیا ہے۔ اس کے بعد 'احیاء' میں بیان شدہ احادیث کی کمزوری کو ظاہر کیا ہے اور کہا ہے کہ اہلِ ورع کی عادت ہے جو بات ان کے نزدیک ثابت شدہ نہیں، اس بارے میں یہ نہیں کہتے کہ امام مالکؒ نے فرمایا، امام شافعیؒ نے فرمایا پھر اشارہ کیا ہے کہ وہ ایسی اشیاء کو مستحسن سمجھتا ہے جن کی بنیاد کسی حقیقت پر نہیں مثلاً "ناخن تراشتے وقت سبابہ سے ابتداء کرنی چاہیئے کیونکہ وہ دوسری انگلیوں سے افضل ہے اس لئے کہ وہ مسبحہ ہے۔" اس کے بعد کیفیت کو آخر تک بیان کیا ہے۔ اور اس میں یہ اثر ذکر کیا ہے کہ "جو بلوغت کے بعد مر جائے اور اس کا عقیدہ یہ نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے، وہ بالاتفاق مسلمان ہے۔" پھر کہا ہے کہ امام غزالی نے اس اجماع کی حکایت میں بڑے تساہل سے کام لیا ہے۔ زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس کے برعکس پر اجماع ہو۔ ان کی یہ نقل قابلِ اعتماد نہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ انہوں نے اپنے ان علوم میں ایسی باتوں کو ذکر کیا ہے کہ ان کا کسی کتاب میں ذکر کرنا جائز نہیں۔ کاش معلوم ہوتا کہ وہ حق ہے یا باطل؟ اگر وہ باطل ہے تو اس نے سچ کہا اگر حق ہے تو وہ بلاشک اس کی مراد ہے۔ پس وہ کسی کتاب میں باریکی اور دقت کی وجہ سے کیوں جگہ نہ پائے اگر یہ بات ہے تو پھر کیا رکاوٹ رہی؟ ابنِ سبکی کے کہنے کے مطابق یہ امام مازری کے کلام کا خلاصہ ہے۔

ابو الولید طرطوشی کی امام غزالی کے متعلق رائے

تاج الدین نے کہا ہے کہ مازری سے کچھ ہی پہلے مالکیہ کے ایک عالم ابو الولید طرطوشی گزرے ہیں، وہ ابنِ مظفر کے نام اپنے ایک خط میں ذکر کرتے ہیں کہ: آپ نے غزالی کا ذکر کیا ہے میں نے

ان کو دیکھا ہے، اور ان سے گفتگو بھی کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک صاحب علم اور صاحب فضیلت شخصیت ہے ان میں عقل و فہم موجود ہے، اور عرصے سے علوم کے ساتھ واسطہ ہے۔ پھر ان میں ایک تبدیلی آئی اور وہ علماء کی صف سے نکل کر جاہل عمال میں شامل ہو گئے!۔ آخر کار علوم و فنون کو ترک کر کے تصوف کے ہو رہے، اور ان کی ترکتازیاں صرف علوم خواطر و ارباب قلوب اور وساوس شیطان تک محدود ہو گئیں چنانچہ ان کو فلسفیوں کی آراء اور حلاج کے رموز میں سمو دیا۔ اور فقہاء و متکلمین کی عیب گیری شروع کر دی نوبت بانیجا رسید کہ قریب تھے، دین سے ہی نکل جاتے لمجب انہوں نے احیاء العلوم لکھی تو ارادہ یہ کیا علوم احوال اور صوفیوں کے رموز پر بھی کلام کریں چونکہ خود ان باتوں سے ان کو مناسبت نہ تھی اور نہ ہی پوری طرح ان کی معرفت حاصل تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سر کے بل گرے۔ اور اپنی کتاب کو من گھڑت موضوع احادیث سے بھر دیا۔

شیخ تقی الدین ابن الصلاح کی رائے

شیخ تقی الدین ابن الصلاح نے بھی امام غزالی پر جرح و قدح کی ہے۔ اور ان کی کتابوں کے بارے میں یوں اظہار خیال کیا ہے کہ وہ اکاذیب اور موضوع احادیث سے بھری ہوئی ہیں۔

ابن السبکی نے اس پر اپنی رائے یوں دی ہے کہ امام غزالی کے بارے میں شیخ تقی الدین نے جو رائے قائم کی ہے، ہمارے لئے پسندیدہ نہیں ہے۔ علماء منطق نے اس کا ذکر کیا ہے، اور ہم نے بھی ابن حاجب کی مختصر کی شرح کے اوائل میں اس پر کلام کیا ہے۔

عفیف الدین سے منقول ہے کہ انہوں نے ان کے نام اپنے ایک خط میں لکھا ہے:

شیخ تقی الدین ابن الصلاح نے اپنا اور یوسف دمشقی اور مازری کا کلام ذکر کیا ہے یہ جماعت ایسے لوگوں کے ساتھ کتنی مشابہت رکھتی ہے، جن کے دل سلامت ہیں۔ وہ نرمی کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ انہوں نے ایک عظیم مسلمان شاہ سوار دیکھا، جس نے مسلمانوں کی کثیر تعداد کو دیکھ کر ان پر حملہ کر کے ان کی صفیں چیر دیں۔ وہ ان کی بے علمی میں گھسا رہا حتیٰ کہ ان کی شوکت کو داغدار کر کے توڑ پھوڑ دیا! ۔ ان کی جمعیت کو تتر بتر کر دیا اور ان میں سے اکثر کی کھوپڑی توڑ دی۔ ان کے خون کے کچھ چھینٹے اس پر بھی پڑے اور وہ صحیح سالم واپس آ گیا۔ مسلمانوں نے اس کو خون دھوتے دیکھا، پھر وہ ان کی عبادت اور نماز میں شریک ہو گیا۔ پھر بھی خون کے نشانات کا خیال آ جاتا ہے، اس لئے اس کو

بُرا سمجھا گیا۔ غزالی اور اہلِ اسلام کے تعلق کو اس مثال سے سمجھ لیجئے۔ انتہیٰ!

پھر ابنِ سبکی نے حسبِ عادت مذہبی تعصب کے پیشِ نظر مازری اور طرطوسی کے اعتراضات کے نہایت کمزور اور بے معنی جوابات دیئے ہیں اس کے باوجود اس کو یہ تسلیم کرتے بنی کہ غزالی علمِ حدیث میں کورے ہیں۔ چنانچہ کہا ہے کہ 'احیاء العلوم' میں واہی اور غیر معتبر احادیث اس لئے بیان ہوگئی ہیں کہ مشہور ہے، ان کو حدیث کی زیادہ سوجھ بوجھ نہیں تھی۔ جو اخبار و آثار 'احیاء' میں بیان کئے گئے ہیں، وہ عموماً گزشتہ صوفیاء اور فقہاء کی کتابوں میں متفرق طور پر موجود تھے۔ انہوں نے ایک حدیث کی بھی سند نہیں لکھی۔ البتہ ہمارے بعض اصحاب نے 'احیاء' کی احادیث کی تخریج کی ہے۔ کم ہی ہوں گی، جن کی تخریج نہ کی جا سکی ہو اور کہا، میں استفادہ کے لئے کچھ احادیث ذکر کروں گا۔ پھر اس نے کلام کے بعد اس شعر سے استشہاد کیا ہے ؎

لا یعرف الشّوق الّا من یکابده
ولا الصّبابة الّا من یعانیها

"جو شخص شوق کی راہ میں تکالیف برداشت کرے، وہی شوق کو صحیح طور پر جان سکتا ہے۔ سوزشِ عشق کو وہی محسوس کر سکتا ہے جو اس کی تکالیف کو سہے۔"

پھر لمبی گفتگو کے بعد کہا ہے: بلادِ مغرب میں 'احیاء العلوم' کی وجہ سے تعصب اور بہت سے فتنے پیدا ہو گئے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگ 'احیاء العلوم' کو حوالۂ آتش کرنے پر تیار تھے!۔ بعض اوقات 'احیاء العلوم' کو جلانے کے معمولی واقعات سرزد بھی ہوئے اور جب شیخ ابوالحسن نے غور و فکر سے 'احیاء العلوم' کا مطالعہ کیا تو کہا یہ کتاب بدعت اور خلافِ سنّت ہے۔ شیخ ابوالحسن کی حیثیت بلادِ مغرب میں شیخ مطاع کی تھی۔ انہوں نے 'احیاء العلوم' کے تمام نسخے جمع کئے اور سلطان نے اس کا حکم جاری بھی کر دیا۔ پھر دور دراز علاقوں کے باشندوں کو اس کے بارے میں سخت حکم بھیجا اور جو کوئی چھپائے اس کو سزا کی دھمکی دی۔ لوگوں کے پاس جتنے نسخے تھے، سب جمع کیے گئے۔ فقہاء نے جمع ہو کر اس میں غور و فکر کیا اور جمعرات کو متفقہ فیصلہ دیا کہ جمعہ کے دن ان کو جلا دیا جائے!۔ اس کے بعد ابنِ سبکی نے ابوالحسن کے متعلق ایک جھوٹے خواب کا قصہ ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس خواب کی وجہ سے اس کتاب کو جلانا موقوف ہوا اور کتاب کا شوق بڑھا۔ انتہیٰ!

علامہ شیخ عبداللطیف حنبلیؒ

علامہ شیخ عبداللطیف حنبلیؒ نے اپنے ایک ساتھی کو خط لکھا جس میں ابوحامد غزالی کی کتابوں کے مطالعے سے بچنے کی تاکید کی اور بتایا کہ اس کی کتابیں کتاب و سنت اور اقوالِ سلفِ امت کے خلاف ہیں ہم اس خط کو یہاں درج کررہے ہیں فرماتے ہیں: شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے یہ خط عبداللطیف بن عبدالرحمٰن کی طرف سے اخی فی اللہ عبداللہ بن معیذر کی طرف لکھا جارہا ہے السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ بعدازاں مجھے آپ کے متعلق ایسی خبر ملی ہے کہ جس سے ہر وہ شخص جس میں ملتِ حنیفی کے لئے غیرتِ دینی اور حمیتِ اسلامی موجود ہے، افسوس کئے بغیر نہ رہ سکے گا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ غزالی کی کتاب 'احیاء العلوم' کا مطالعہ کررہے ہیں اور اس پر ضعفاء اور عوام کو جمع کررکھا ہے جن کو اتنی سمجھ نہیں کہ وہ ہدایت و سعادت کے مسائل اور کفر و شقاوت کے وسائل کے درمیان فرق کرسکیں آپ ان کو احیاء کی ظالمانہ تحریفات اور گمراہ کرنے والی، نقصان دہ تاویلات اور شقائق ـــ جن میں بیماری چھپی ہوئی ہے، نیز اصولِ دین کا فلسفہ سناتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے بندوں پر فرض ٹھہرایا ہے کہ وہ اس کے رسولوں کی اتباع کریں، اور مؤمنین کی راہ کو لازم پکڑیں۔ یہ اصل محکم ہے، اس کے بغیر اسلام کا قیام ممکن نہیں!۔ اصولِ دین اور الٰہیات کے بہت سے مباحث میں غزالی نے فلاسفہ اور متکلمین کی راہ اختیار کی ہے، اس طرح اس نے فلسفے کو شریعت کی چادر پہنا دی ہے یہی وجہ ہے کہ کم عقل اور حقائق سے ناآشنا لوگوں نے اس کو وہی دین سمجھ لیا جو رسولوں نے پیش کیا ـــ جس کے لئے کتابیں اتریں، اور لوگ اس کے ساتھ اسلام میں داخل ہوئے۔ درحقیقت یہ اہلِ بصیرت حضرات کے نزدیک خالص بدبودار فلسفہ ہے۔ قریٰ و امصار میں سب اہلِ علم اس سے نفرت کرتے ہیں، اور اہلِ علم و بصیرت نے اس کے مطالعہ سے بچنے کی تاکید کی ہے بلکہ اہلِ مغرب میں سے جو سنت کی معرفت رکھتے ہیں، انہوں نے اس کو جلادینے کا فتویٰ دے دیا تھا اور بہت سے علماء نے اس کو اماتۃ علوم الدین کا نام دیا ہے۔ ابنِ عقیل نے اس کی سخت مذمت کی ہے اور اس کی ملمع سازیوں اور کھوٹ کو خوب واشگاف کیا ہے اور قطعی فیصلہ دیا ہے کہ اس کے اکثر مباحث خالص زندقہ ہیں۔ ایسے لوگوں کے فرض و نفل اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتے۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ ابوحامد غزالی نے بہت سی فلسفیانہ باتیں اختیار کی ہیں، اور وہ ابنِ عقیل کے نزدیک

زندقہ ہیں۔ انہوں نے ان کی بعض فلسفیانہ تاویلات کا رد بھی کیا ہے۔ اور شیخ الاسلام نے بھی عقول ونفوس کے بارہ میں ان کے نظریے کا رد "سبعینیہ" میں کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ وہ فلسفیوں کا مذہب ہے۔ اس بحث میں شیخ الاسلام نے خوب جوہر دکھائے ہیں، اور علماء دین نے بھی اس کا رد لکھا ہے، غزالی کے شاگرد ابن العربی مالکی نے اپنے استاد کے متعلق یہ رائے دی ہے کہ وہ فلسفے کے پیٹ میں گھس گئے تھے۔ پھر اس سے نکلنے کی کوشش کی، مگر پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکے۔ اس سلسلے میں اہل علم کا کلام معروف ہے!۔ اس بارے میں ان میں سے کسی کو شبہ نہیں ہے، سوائے ان لوگوں کے، جن کی پونجی کھوٹی ہے اور وہ اس فن سے نابلد ہیں۔ آگے چل کر کہا ہے، آپ جب اس کی بعض ٹیپ ٹاپ کی گئی عبارتوں کو سنتے ہیں تو کہتے ہیں؛ ہمیں اس سے فلاں کیوں منع کرتے ہیں ؟ یا اس سے ہمیں بچنے اور اعراض کرنے کی ہدایت کرتے ہیں گویا کہ آپ نے گمشدہ موتی اور گمشدہ چیز، جس کا اعلان ہو چکا ہے، کو پا لیا ہے۔ کبھی انسان کیلئے خوش کن چیز، جس پر انسان اترانے لگ جاتا ہے، بدبودار فلسفہ اور مبہم زندقہ ہوتا ہے، جو احادیث نبویہ اور سلفی عبارات کے قالب میں ڈھالا گیا ہے۔ آگے چل کر کہا ہے، میں نے اس کتاب میں بعض اہل علم کے اقوال اور اس کتاب کے بارے میں ان کے فتاویٰ کو جمع کر دیا ہے، اور طالب ہدایت کو اس سے بچنے کی تاکید بیان کی ہے۔ پھر غزالی کے ترجمہ میں حافظ ذہبی کا طویل کلام ذکر کیا ہے، اور کہا ہے کہ معجم ابوعلی صدفی سے قاضی عیاض، تالیف میں کہا گیا ہے؛ شیخ ابوحامد کی خبر بن خراب، اور تصانیف گھبرا دینے والی ہیں؛ انہوں نے طریقۂ تصوف میں غلو اختیار کیا، اور اپنے مذہب کی نصرت میں خوب جوش دکھایا ہے۔ اس طرح وہ سخت مصیبت بن گئے ہیں، اور اس غرض کے لئے انہوں نے اپنی مشہور کتابیں تالیف کی ہیں۔ ان میں کئی مقامات پر گرفت کی گئی ہے، اس سے امت بدگمان ہو گئی ہے۔ اس کے بھید کو تو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ ہمارے نزدیک مغرب میں اس کی کتابوں کو جلانے اور ان سے دور رہنے کیلئے سلطان کے حکم اور فقہاء کے فتویٰ پر عمل درآمد بھی ہو چکا ہے۔
حافظ ذہبی نے یہ بھی کہا ہے، ایک شخص (غزالی) نے فلسفے کی مذمت میں کتاب "التہافت" تالیف کی ہے، اور ان کا پردہ چاک کیا ہے۔ بہت سے مقامات میں اس نے یہ گمان کر کے ان سے موافقت کی ہے کہ وہ حق ہے، اور دین وملت کے موافق ہے۔ یہ غلط فہمی اس وجہ سے لگی ہے کہ

اس کو آثار کا علم نہیں تھا' اور عقل پر حکمران اور اس کے لئے فیصلہ کن "سنن نبوی" میں مہارت نہیں تھی' وہ ذوق و شوق سے ہمیشہ رسائل اخوان الصفاء میں مصروف رہتا تھا جبکہ رسائل اخوان الصفا' لاعلاج بیماری' بڑی برائی اور سم قاتل ہے ابو حامد اگر ذہین اور بہترین مخلص شخص نہ ہوتا' تو ضائع اور برباد ہو جاتا۔

ان کتابوں سے بچاؤ کی پوری پوری فکر کرو' اور پہلوں کے شبہات سے اپنے دین کو لے کر دور بھاگ جاؤ' ورنہ حیرت میں گم ہو جاؤ گے' جو شخص نجات اور کامیابی کا خواہاں ہو' وہ عبودیت پر کاربند ہو جائے ۔۔۔ اللہ تعالیٰ سے فریاد رسی چاہے' اور اسلام میں ثابت قدمی کے لئے اپنے مالک و مولیٰ کے حضور گڑ گڑائے !۔ یہ دعا کرے کہ صحابہؓ و سادات تابعینؒ کے ایمان پر موت آئے۔ اللہ ہی توفیق دیتا ہے' اور عالم کی حسن نیت اس کی بخشش کا باعث ہے !۔ وہ ان شاء اللہ اسی وجہ سے نجات پائے گا۔ انتہیٰ !

ابو حامد غزالی پر تبصرہ اور اس پر اعتراضات اتنے زیادہ ہیں کہ یہاں ان کے بیان کی گنجائش نہیں۔ جتنا کچھ ہم بیان کر چکے ہیں' فی الحال مقصد کے لئے اتنا ہی کافی ہے تعجب اس پر ہے کہ بعض جہلاء' جو علم و صلاح سے عاری ہیں' عمامہ و جبہ کے ساتھ علم و صلاح کے مدعی بن بیٹھے ہیں ؎

یحسبہ الجاھل مالم یعلما	"کرسی پر براجمان صاحب عمامہ و جبہ کو جاہل' جب
شیخا علیٰ کرسیہ معمما	تک وہ اس کی حقیقت سے ناآشنا ہو' شیخ خیال کرتا ہے"۔

عوام میں عامیانہ اور سوقیانہ ذہن و زبان کے وہ لوگ مقبول ہیں' جو اوہام اور اکاذیب بیان کرتے ہیں۔ انہیں اطمینان ہوتا ہے کہ عوام کالانعام میں ان کو کوئی ٹوکنے والا نہیں' جس طرح کہ کوئی قبرستان میں جو جی میں آئے کہتا رہے ایسے قصہ گو جاہلوں کو بڑے عالم خیال کر لیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ تین دن کے بچے سے بڑھ کر جاہل ہوتا ہے۔ اس نے احیاء العلوم کا ذکر کیا ہے ۔۔ اس پر خوب خوب تعریف کے ڈونگرے برسائے ہیں' اور اس کی تعریف میں رطب و یابس' جو جی میں آیا' کہہ ڈالا ہے۔ میں نے اس سے کہا' اس میں موضوع احادیث ہیں ۔۔ غیر شرعی فلسفے کے مسائل اور سنت نبویہ کے خلاف آراء موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب اہل علم کے نزدیک غیر معتبر ہے' اور وہ اس کو کوئی وقعت نہیں دیتے یہاں تک کہ بعض علماء نے اس میں بیان شدہ احادیث کا حال

بیان کرنے کے لئے ایک کتاب تصنیف کی ہے"؛ اس نے مجھے غصّے سے گھورا قریب تھا کہ اُس کی خبیث روح اس کے جسم سے پرواز کر جاتی' وہ کہنے لگا تم یہ باتیں کیسے کہہ سکتے ہو، جب کہ علامہ زبیدی نے اس کی شرح لکھی ہے۔ اس کی احادیث کی تخریج کی ہے' اور اس کے اسرار کو بیان کیا ہے"، میں نے جواب دیا' زبیدی اس فن کا اہل نہیں' اور نہ ہی وہ اس فن کا مردِ میدان ہے۔ بس اس کو لغت اور علومِ عربیہ سے کچھ مس ہے' اور جرح و تعدیل میں ایسے شخص کی رائے ناقابلِ التفات ہے' وہ خود غالی قبر پرست تھا' بلکہ غالیوں کی بدعات کا داعی تھا' اس نے یہ سب کچھ سن کر منہ پھیر لیا اور چلا گیا' میری بات کی طرف اس نے کوئی توجہ نہ کی' اور جو کچھ میں نے بیان کیا' اس کو غور سے نہ سنا۔ میں نے کہا ؎

علیّ نحت القوافی من معادنھا — "میرا کام اشعار کو ان کے سرچشموں سے تیار کرنا ہے اگر
وما علیّ اذا لم تفھم البقر — گائے اسکو نہ سمجھ سکے تو مجھ پر کوئی الزام نہیں"۔

آجکل حق بات لوگوں کو ناگوار گزرتی ہے' خاص کر اہلِ زیغ اور اہلِ بدعت تو اس کو سُننے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتے مگر ایک انصاف پسند انسان کے لئے ضروری ہے کہ انصاف کے تقاضے کیمطابق حق کی موافقت اور اس کی اتباع کرے۔ اس ساری گفتگو سے مقصد یہ بتانا ہے کہ شیخ تقی الدین قدس اللہ روحہ نے ابو حامد غزالی کے بارے میں وہ گفتگو نہیں کی' جو دوسروں نے ان کے حق میں کی ہے۔ نبہانی نے شیخ الاسلام پر جھوٹ بول کر اور افترا پردازی کر کے ظلم کیا ہے' بلکہ شیخ الاسلام نے غزالی کی حسن عاقبت اور ان کے حسنِ خاتمہ کی شہادت دی ہے' انہوں نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ لکھا ہے کہ "آخری عمر میں ان کا معاملہ حیرت و وقوف پر آن ٹھہرا تھا' اس سے پہلے وہ اہلِ کلام اور اہلِ فلسفہ کے طریقوں کے مطابق غور و فکر کرتے تھے۔ اپنی سمجھ کے مطابق وہ عبادت و ریاضت اور زھد کی راہوں پر چلتے رہے۔ آخری عمر میں حدیث میں مشغول ہو گئے تھے' مثلاً صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔ انتھیٰ"!

دیکھئے حضرت الشیخ نے ان کی طرف سے کیسے صفائی پیش کی ہے؟ اعمال کا اعتبار خاتمے پر ہوتا ہے۔ ایسی بہترین رائے تو ان کے نصرت کنندگان تاج الدین اور اس جیسے دوسرے لوگوں نے بھی ظاہر نہیں کی۔ حالانکہ انہوں نے ان کی تعدیل میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے' اور ان کی

کتابوں کے مطالعہ کی ترغیب دی ہے۔ جہاں جہاں ان سے قلمی لغزشیں ہوئی ہیں، ان کی ایسی تاویلات کی ہیں، جو الفاظ و معانی سے مطابقت نہیں رکھتیں۔

قاضی الجماعت ابو عبداللہ محمد بن حمد قرطبی نے فرمایا ہے "ایک ایسے شخص نے (جو وعظ کہتا تھا۔ رسمی طور پر فقہ کے ساتھ نسبت رکھتا تھا، بعد میں شریعتِ غراء الیہ اور مذہب صوفیہ میں دلچسپی رکھنے کی وجہ سے اس سے بے زار ہو گیا تھا) ایک پمفلٹ لکھا، اس میں امامِ بدعت ابو حامد کی کتاب کے حق میں تعصّب سے کام لیا، بھلا کہاں ان کی منکر باتوں کی شناعت اور مخالفِ دین کہانیوں کی گمراہی، اور کہاں شریعتِ سید المرسلین ﷺ! ۔ وہ اس گمان میں مبتلا ہو گیا کہ علمِ معاملہ، جو علمِ مکاشفہ کی طرف مفضی ہے اور علمِ مکاشفہ سرِ ربوبیت کو ظاہر کرتا ہے، وہ کسی پردے کو نہیں ہٹاتا اور اس سے آگاہ ہو کر کسی شخص کو کامیابی نہیں ملتی، مگر اس سے انسان اپنے شیخِ ضلالت کے حضور پہنچ جاتا ہے، جس نے ضلالت کے علم بلند کئے گئے اور اس کے احکام شروع ہوئے۔ ابو حامد غزالی نے کہا "اس علم کا ادنیٰ درجہ اس کی تصدیق ہے، اور اس کی کم از کم سزا یہ ہے کہ اس کے منکر کو کچھ نہ دیا جائے۔"

——— گویا اپنی بات سے پھر کر اپنی ہی بات کی طرف متوجہ ہو گیا، نہ قرآنِ مجید کی تلاوت کی، اور نہ کتبِ حدیث کا مطالعہ کیا! ——— وہ کہتا ہے "سلف کے طریقے کو ترک کر دو اور میرے کہنے پر لبیک کہو۔"

قاضی موصوف فرماتے ہیں کہ ابو حامد غزالی کا قول ہے کہ بہترین لوگوں کے سینے اسرار کی قبریں ہوتی ہیں۔ جس نے ربوبیت کا بھید کھولا، وہ کافر ہو گیا۔ مثال کے طور پر انہوں نے اپنے الفاظ کو مطلق استعمال کیا ہے۔ جس سے مترشح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک حلاج کا قتل ہونا دس آدمیوں کے زندہ کرنے سے بہتر ہے، اور بعض سے یوں نقل کیا ہے کہ اس نے کہا ہے "ربوبیت کا ایک بھید ہوتا ہے، اگر وہ ظاہر ہو جائے تو نبوت باطل ہو جائے، اور نبوت کا ایک راز ہے۔ اگر وہ کھل جائے تو علم باطل ہو جائے۔ اور علم کا ایک راز ہے، اگر وہ کھل جائے تو احکام باطل ہو جائیں۔" پھر غزالی نے کہا ہے "اگر اس نے ضعفاء کے حق میں اس طرح ابطالِ نبوت کا ارادہ نہیں کیا، تو جو اس نے کہا ہے، وہ حق نہیں ہے، اس لئے کہ صحیح میں تناقض نہیں ہے، اور کامل کا نورِ معرفت

اس کے نورِ ورع کو نہیں بجھا دیتا' اور یہ بھی کہا کہ "عارف کے سامنے حق کے انوار کی تجلی ہوتی ہے اور مخلوق سے مجوب علمِ رمزیہ ظاہر ہوتے ہیں' تو اس کو نبوت کے معنیٰ کی اور شریعت کے الفاظ (جن کے صرف ظاہر پر ہمارا عمل ہوتا ہے) کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے"۔ بعض سے یوں نقل کیا ہے کہ "جب تو اس کو [illegible]ت میں دیکھے تو وہ صدیق نظر آتا ہے جب وہ انتہا کو پہنچتا ہے تو زندیق نظر آنے لگتا ہے"۔ پھر [illegible] اس کی تشریح اسطرح کی ہے: "زندیق کا نام اس پر چسپاں ہوتا ہے جو فرائض کو معطل کر دے"۔ اور کہا ہے "صوفیہ علوم تعلیمیہ کی بجائے علوم الٰہیہ کیطرف گئے ہیں یعنی بیقرار ہو کر غموں اور فکروں کیساتھ بیٹھ کر اللہ اللہ کنتا رہتا ہے وہ اپنے دل کو تلاوتِ قرآن اور مطالعۂ کتبِ حدیث سے فارغ کر لیتا ہے۔ جب وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو تاریک کوٹھڑی میں خلوت اختیار کر لیتا ہے اور کپڑا اوڑھ لیتا ہے تب اس کو اللہ تعالیٰ کی یہ آواز سنائی دیتی ہے: یَاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ، یَاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ تم کہتے ہو، اس نے کسی شیطان یا کسی بے حقیقت کو سنا ہے"۔

ابوبکر طرطوسی فرماتے ہیں: "ابو حامد غزالی نے کتاب احیاء العلوم کو رسول اللہ ﷺ پر کذب و افتراء سے بھر دیا ہے' اور روئے زمین پر اس سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں ہے۔ اس نے فلاسفہ کے مذاہب اور رسائل اخوان الصفاء کے معانی کا جال بچھایا ہے اور وہ ایسے لوگ ہیں' جن کا عقیدہ ہے کہ نبوت کسبی چیز ہے اور معجزات محض کرشمہ سازیاں اور حیلہ سازیاں ہیں۔ انتہیٰ!"

یہ سب باتیں کتاب البیان کے مصنف نے بیان کی ہیں۔ واللہ المستعان! آپ نے دیکھ لیا ہے کہ یہ باتیں کس قدر یاوہ گوئی اور ہذیان پر مشتمل ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس کو آخری عمر میں سنتِ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دلچسپی رکھنے اور حسنِ خاتمہ کے باعث بخش دے' اور اس پر رحم فرمائے۔ اس کا خاتمہ بہت عمدہ تھا۔

علامہ سید صفی الدین نے اپنی کتاب القول الجلی میں ابنِ تیمیہ پر کئے گئے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ "انہوں نے غزالی، ابنِ عربی، عمر بن فارض وغیرہ اس طرح کے دوسرے لوگوں کی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے۔ حجۃ الاسلام امام غزالی کا رد کرنے کا سبب' واللہ اعلم' یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب المضنون میں کئی ایسی چیزیں بیان کر دی ہیں' جو شریعت کے خلاف اور فلاسفہ کے عقائد کے موافق ہیں۔ بعض علماء نے تو ان باتوں کی امام غزالی کی طرف نسبت کو تسلیم ہی نہیں

کیا امام غزالی پر نکتہ چینی کرنے میں امام ابنِ تیمیہ اکیلے نہیں ہیں، بلکہ قاضی عیاض، ابنِ جوزی وغیرہ نے بھی ان پر نکتہ چینی کی ہے۔ شیخ ابنِ تیمیہؒ نے انہی کی راہ اختیار کی ہے، اگرچہ ہم نے اس کے بعد امام غزالی کے بارے میں کوئی نکتہ چینی نہیں سنی یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے، جب کہ وہ حجۃ الاسلام، اور ممتاز علماءِ دین کے سردار ہیں"۔

ابن عربی پر ابنِ تیمیہ کی نکتہ چینی کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے 'فصوص' اور 'فتوحات' میں ایسی باتیں بیان کر دی ہیں، جو کفر کی مقتضی ہیں، بلکہ حافظ ابنِ حجر جیسے بعض علماء نے ان پر کفر کا فتوے صادر کر دیا ہے، اور ایک صاحبِ علم نے ایک رسالہ تصنیف کیا ہے، جس میں ان لوگوں کی آراء کو جمع کیا ہے، جنہوں نے شیخ ابنِ عربی کی مذمت کی ہے۔ اس رسالہ میں جو کچھ کہا ہے ، اسی کو 'العبر' میں ذہبی نے ذکر کیا ہے، اس کے ترجمے میں فرمایا ہے: "شیخ ابن عربی صاحبِ تصانیف، وحدت الوجود کے قائلین کے پیشوا ہیں"۔ پھر کہا ہے: "وہ ایک بڑے مسئلے کی وجہ سے بدنام ہیں"۔ اور تاریخِ اسلام میں کہا ہے: "اس آدمی نے تصوف کو اختیار کیا، اور خلوت گزین ہو گیا، بھوک پیاس کو برداشت کرتا رہا، اور نیند کو ترک کر کے بیداری کو اختیار کر لیا! — اس پر وہ اسرار و رموز کھلے، جو عالمِ خیال اور عالمِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں، اور یہ باتیں ایسی مستحکم ہوئیں کہ اس نے قوتِ خیال میں ان باتوں کا مشاہدہ کر کے خارج میں موجود گمان کر لیا! — اپنے ذہنی انتشار کی وجہ سے اس کو ایسا محسوس ہوا کہ اس نے کچھ باتیں سنی ہیں، اور پھر ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یقین کر لیا۔ حالانکہ ان کا خارج میں کوئی وجود نہیں تھا"۔ پھر مذکورہ رسالے میں کہا ہے، جس کو ذہبی نے میزان میں یوں بیان کیا ہے: "ابنِ عربی نے فلسفیوں کا تصوف اختیار کیا تھا، اور ایسی آزادانہ بُری باتیں کہی ہیں، جن کو علماء کے ایک گروہ نے دین سے خروج اور زندقہ شمار کیا ہے"۔ مذکورہ رسالے میں یہ بھی کہا ہے: مجھے دو شافعی علماء حافظ زین الدین ابو الفضل عراقی اور نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی نے بالمشافہ یہ بتایا ہے کہ ان کو شیخ الاسلام تقی الدین علی بن عبد الکافی سبکی سے اجازت ملی ہے، اگرچہ انہوں نے خود یہ بات نہیں سنی، انہوں نے 'منہاج النووی' کے باب الوصیۃ کی شرح میں متکلمین کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر کرنے کے بعد فرمایا ہے: "اسی طرح صوفی لوگ بھی متکلمین کی طرح کئی گروہوں میں منقسم ہیں، دراصل ان کا سرچشمہ ایک ہی ہے، جس شخص کا مقصد رب سبحانہٗ کی معرفت اور

ان اخلاق کو اختیار کرنا ہے جن کا اختیار کرنا جائز ہے نیز اچھے احوال کے ساتھ مزین ہونا اور معارف الٰہیہ اور احوالِ سنّیہ کی چمک حاصل ہونا ——— تو تصوف سے ہماری مراد یہی ہے۔ ایسا شخص سب سے بڑا عالم ہے۔ علماء کے لئے وصیت اور ان پر وقوف کا مصداق یہی شخص ہے۔

رہے ابن عربی اور ان کے ماننے والے متاخرین صوفیہ تو یہ گمراہ اور جاہل، راہِ اسلام سے ہٹ جانے والے ہیں، چہ جائیکہ ان کو علماء تصور کیا جائے۔ حارث محاسبی اور ان جیسے دوسرے صوفی اُمت کے وسط میں آئے تھے، جنھوں نے اچھی باتیں کی ہیں تصوف سے ہمارا مقصد یہی ہے۔ پھر تصوف باقی ماندہ لوگوں میں اور ایسے لوگوں میں پہنچا جو صوفی کے نام سے موسوم تھے، مگر گمراہ کن بدعات اور عقائدِ فاسدہ کو انھوں نے اختیار کر لیا۔ اس طرح وہ صوفی کے نام کی بجائے زندیق کے نام کے زیادہ حقدار بن گئے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور میں ان سے اپنی پوری بے زاری ظاہر کرتے ہیں۔ انتہیٰ!

صاحبِ رسالہ نے کہا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے جن نام نہاد صوفیوں کا ذکر کیا ہے، اس سے ان کا اشارہ ابن عربی اور اس کے ماننے والوں کی طرف ہے۔ اور کہا ہے کہ میں نے اپنے رفیق حافظ حجت قاضی شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر شافعی سے سُنا ہے، وہ فرماتے تھے: میں نے اپنے شیخ الاسلام اور مولانا سراج الدین بلقینی کے سامنے ابن عربی کا الجھا ہوا کلام پیش کیا، اور اس کے بارے میں ان کا فتویٰ چاہا، تو انھوں نے فرمایا، وہ کافر ہے۔ اور کہا، میں نے حافظ شہاب الدین ابن حجر کو فرماتے سُنا ہے، فرماتے تھے کہ میرے اور بعض احباب کے درمیان ابن عربی کے بارے میں طویل بحث و مذاکرہ رہا، یہاں تک کہ میں نے ابن عربی سے اس کی بدگفتاری کی وجہ سے برائت کا اظہار کیا۔ میرا مدِمقابل میری بات کو برداشت نہ کر سکا۔ اس نے مجھے دھمکی دی کہ وہ سلطان کے پاس میری کوئی دوسری شکایت کرے گا، جس سے مجھے ذہنی کوفت ہوگی۔ میں نے جواب دیا "سلطان کو اس میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے؟ آؤ میرے ساتھ مباہلہ کر لو، جب بھی دو آدمیوں نے مباہلہ کیا، تو جھوٹا شخص مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

اس نے کہا، منظور ہے۔ تو میں نے اس سے کہا، یوں کہو "اے اللہ اگر ابن عربی گمراہی پر

ہے تو مجھ پر لعنت کر۔ اس نے یہ کہا پھر میں نے کہا "اے اللہ! اگر ابن عربی ہدایت پر ہے تو مجھ پر لعنت کر اور ہمارے درمیان فیصلہ فرما۔" وہ روضہ میں رہتا تھا۔ ایک خوبصورت ہندی شخص نے اس کے پاس مہمان بننے کی درخواست کی پھر اس نے ان کے پاس رات بسر کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور رات کے ابتدائی حصے میں نکل گیا۔ وہ لوگ اس کو الوداع کہنے کے لئے شخمتور تک آئے۔ جب وہ واپس ہوا تو اس نے محسوس کیا کہ کوئی چیز اس کے پاؤں سے گزری ہے اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا "میرے پاؤں پر کوئی نرم و نازک چیز گزری ہے۔ دیکھو وہ کیا ہے؟" انہوں نے تلاش کیا مگر کوئی چیز نظر نہ پڑی وہ اپنے گھر میں نہیں پہنچا تھا کہ اندھا ہو گیا اور صبح ہونے سے پہلے مر گیا۔ یہ واقعہ ماہ ذوقعدہ ۷۹۱ھ ہجری کا ہے۔ یہ مباہلہ رمضان شریف میں ہوا تھا۔ میں نے مباہلہ کے موقعہ پر جان لیا تھا کہ وہ ایک سال بھی زندہ نہیں رہے گا۔ یہ واقعہ علماء کی ایک جماعت کے روبرو پیش آیا انتہٰی! مذکورہ باتوں کو جان لینے کے بعد یہ پوری طرح واضح ہو جائے گا کہ ابن عربی کی مذمت میں شیخ ابن تیمیہؒ منفرد نہیں ہیں انتہٰی کلام سید صفی الدینؒ! نبہانی سے اللہ تعالیٰ وہی معاملہ کرے جس کا وہ اہل ہے وہ ہمیشہ ایسی باتوں کی تلاش میں رہتا ہے، جو اس کی خواہش کے موافق ہوں یہی وجہ ہے کہ اس نے یہاں اپنے امام سبکی کے کلام اور حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی جو مشہور محدث ہیں کے کلام کی طرف کوئی توجہ نہیں دی چونکہ ابن حجر مکی کی بات بدعات کی طرف شوق رکھنے اور غلو کی وجہ سے اس کے مطلب کے مطابق تھی، لہٰذا اس کو فوراً لے لیا۔ وہ اس کے اقوال کو جگہ جگہ اور بار بار اسی لئے دہراتا ہے، حالانکہ اس کے علاوہ دوسرے بھی شافعی علماء ہی ہیں۔

اس کے بعد نبہانی نے اپنی کتاب کو برے خاتمے پر ختم کیا ہے اس خاتمے میں البکری کا مختصر رسالہ شامل کر دیا ہے جس میں زیارت کی ممانعت اور شیخ الاسلام کی عبارت کا رد کیا گیا ہے۔ شیخ الاسلام پر نکتہ چینی کی گئی ہے اور نابلسی کا مختصر کلام ذکر کیا ہے جس کا تعلق مسئلہ زیارت سے ہے یہ سب باتیں اس کی کتاب کا حصہ نہیں ہیں اور پھر ہم نے زیارت کے مسئلے پر جو بحث کی ہے وہ ہر مخالف اہل باطل کی تردید کے لئے کافی ہے اس لئے ہم اس حصے کو نظر انداز کر رہے ہیں جو شخص اس میں بیان شدہ حیل و ضلالت سے آگاہ ہو گا وہ یہ سمجھنے میں حق بجانب

ہوگا کہ زید اور قس بن ساعدہ اور رابیہ وغیرہ جو زمانۂ جاہلیت میں عرب کے موحدین تھے، ان لوگوں سے کہیں زیادہ بہتر تھے جیسا کہ سیر و تاریخ کی کتابوں میں مذکور ان کے اشعار سے ثابت ہوتا ہے۔

خاتمہ اے ہدایت کے متلاشی بھائیو! کتاب و سُنّت کی اتباع کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ یہ دو ایسے رہنما ہیں، جن کی اتباع کے ہم پابند ہیں اور یہ دو ایسے داعی ہیں، جو نیکی کی راہ کی طرف بلاتے ہیں۔ ان کو خوب مضبوطی سے پکڑلو۔ اہلِ بدعت نے اپنی خواہشات کے مطابق جو باتیں گھڑ رکھی ہیں، ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھو۔ کیونکہ بدعات سب سے بدتر بیماری ہے۔ بدعات، ان کی اقسام و انواع اور ان سے ممانعت کی تفصیل گزر چکی ہے۔ کتاب و سُنّت سے ثابت شدہ شریعت کو جو کوئی بنظرِ عمیق اور غور و فکر سے سمجھنے کی کوشش کرے گا وہ اچھی طرح جان جائے گا کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے لئے ایسی روشن راہ چھوڑ کر گئے ہیں، جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے۔ اس سے وہی شخص اعراض کرتا ہے جس کا دل و دماغ بیمار ہو اور اس کی عقل گمراہی کی ہلاکت گاہوں میں بھٹکتی پھر رہی ہو۔

اصل اتباع، جو بدعات سے بچانے والی ہے، عبادات کی متابعت سے حاصل ہوتی ہے۔ مکمل اور کامل اتباع اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی، جب تک آپؐ کے سب حالات میں، آپؐ کے سکون و حرکات میں، آپؐ کی عبادات و عادات میں آپ ﷺ کی پوری پوری اتباع نہ کی جائے۔ اس سلسلہ میں سلف صالح کا مشرب نہایت صاف اور عمدہ ہے اور ان کو حظِ وافر حاصل ہے۔

ترمذی، ابوداؤد، ابنِ ماجہ اور ابنِ حبان نے اپنی صحیح میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

"وعظنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موعظة وجلت منها القلوب وذرفت منها العیون، فقلنا یا رسول اللہ کانها موعظة مودع

"ہمیں رسول اللہ ﷺ نے وعظ فرمایا جس کو سن کر دل ڈر گئے، اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ہم نے عرض کی: اے اللہ تعالیٰ کے رسولؐ! ایسے لگتا ہے کہ یہ آپؐ کا آخری وعظ ہے، ہمیں وصیت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

فاوصنا قال اوصیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعۃ و ان تأمر علیکم عبد، وانہ من یعش منکم فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین عضوا علیہا بالنواجذ، وایاکم و محدثات الامور فان کل بدعۃ ضلالۃ"

میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے تقویٰ اور سننے اور ماننے کی وصیت کرتا ہوں چاہے تم پر کوئی غلام زبردستی امیر بن جائے اور یقیناً جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ تو اس وقت تم میری اور میرے خلفاء راشدینؓ کی سنّت کو لازم پکڑنا اس کو دانتوں کیساتھ مضبوطی سے پکڑنا دین میں نکالے گئے نئے نئے کاموں سے بچنا کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔"

ہمیں رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی اور اپنے خلفاء راشدینؓ جو آپؐ کے طریقے پر تھے کی راہ کی وصیت فرمائی ہے اور اپنے اس ارشاد سے "عضوا علیہا بالنواجذ" سے اس کی اہمیت پر ابھارا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ پورے منہ کے ساتھ تمسک کرو اور اس کو مضبوطی سے پکڑنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دو گویا آپ ﷺ نے فرمایا کہ سنّت میں پوری کوشش و جہاد کرو ۔ اس کو اپنے اوپر لازم کرلو اور اس کا خوب خوب شوق رکھو جس طرح کوئی شخص کسی چیز کے ہاتھ سے نکل جانے اور چھوٹ جانے کے خوف سے اسے اپنے دانتوں اور داڑھوں کے ساتھ خوب مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اتباعِ کتاب و سنّت کی لذت سے آشنا کرے اور اپنے فضل و کرم کے ساتھ بے کار کاموں اور بدعات سے محفوظ رکھے!

ایک فاضل ادیب نے کیا ہی اچھی نصیحت کی ہے ؎

یا باغی الاحسان یطلب ربہ
لیفوز منہ بغایۃ الآمال

"اے احسان کے متلاشی، جو اپنے رب کا طالب ہے! تاکہ اس سے وہ آخری امید اور غرض کو حاصل کر سکے۔"

انظر الی ھدی الصحابۃ والذی
کانوا علیہ فی الزمان الخالی

"صحابہ کرامؓ کی ہدایت کی طرف دیکھو اور اسکی طرف جس پر زمانہ ماضی میں صحابہ کرامؓ عمل پیرا رہے ہے۔"

واسلک طریق القوم این تیمموا
خذ یمنۃ ما الدرب ذات شمال

"صحابہ کرامؓ کی بابرکت راہ اختیار کرو جہاں جہاں وہ چلے برکت سے خالی راہ اختیار مت کرو۔"

تالله ما اختاروا لأنفسهم سوى
سبل الهدىٰ فى القول والأفعال

"اللہ تعالیٰ کی قسم انہوں نے اپنے لیئے اقوال و فعل میں ہدایت کی راہوں کے سوا کچھ اختیار نہیں کیا۔"

درجوا علىٰ نهج الرّسولؐ وهديه
وبه اقتدوا فى سائر الأحوال

"وہ رسول کریم ﷺ کی راہ اور ہدایت پر ترقی کی راہیں چلتے رہے اور سب حالتوں میں آپؐ کی اقتداء کرتے رہے۔"

نعم الرّفيق لطالب يبغى الهدىٰ
فمآله فى الحشر خير مآل

"طالب ہدایت کیلئے وہ بہترین ساتھی ہیں حشر میں اُس کا لَوٹنا بہترین لَوٹنا ہے۔"

القانتين المخبتين لربّهم
النّاطقين بأصدق الأقوال

"وہ فرماں بردار، اپنے رب کے سامنے عاجزی کرنے والے اور سب سے زیادہ سچی باتیں کرنے والے تھے۔"

التّاركين لكلّ فعل سيّئ
والعاملين بأحسن الأعمال

"ہر بُرے فعل کو چھوڑ دینے والے اور نیک اعمال پر عمل پیرا تھے۔"

أهواءهم تبع لدين نبيّهم
وسواهم بالضّدّ فى ذى الحال

"ان کی خواہشات اپنے نبیؐ کے دین کی تابع تھیں اور ان کے سوا دوسرے لوگ اس حال میں بالکل اُلٹ تھے۔"

ماشابهم فى دينهم نقص ولا
فى قولهم شطح الجهول الغالى

"ان کے دین میں کسی کمزوری کی ملاوٹ نہیں اور نہ ہی ان کے قول میں غالی اور جاہل کی سی شطحیات تھیں۔"

عملوا بما علموا ولم يتكلّفوا
فلذاك ماشابوا الهدىٰ بضلال

"انہوں نے علم کے مطابق عمل کیا، نہ تکلف میں نہیں پڑے! اسی لیئے ہدایت کو گمراہی کے ساتھ نہیں ملایا۔"

وسواهم بالضّدّ فى أحوالهم
تركوا الهدىٰ ودعوا إلى الأضلال

"دوسرے لوگ اپنے احوال میں ان سے مختلف تھے۔ انہوں نے ہدایت کو چھوڑ دیا اور گمراہی کی طرف دعوت دی۔"

فهم الأدلّة للحيارىٰ من يسر
بهداهم لم يخش من أضلال

"وہ حیران لوگوں کے رہنما ہیں جو شخص ان کی ہدایت پر خوش ہوا اس کو گمراہی کا خدشہ نہیں ہے۔"

وهم النّجوم هداية وإضاءة
وعلوّ منزلة وبعد منال

"وہ ہدایت کے نیز روشنی کرنے والے بلند مرتبہ — اونچے مقام والے ستارے تھے۔"

يمشون بين النّاس هوناً نطقهم
بالحقّ لا بجهالة الجهّال

"وہ لوگوں میں نرمی کے ساتھ چلتے تھے، ان کی بات سچی ہوتی تھی، نہ کہ جاہلوں کی جاہلیت کے مطابق"۔

حلما و علما مع تقى و تواضع
ونصيحة مع رتبة الأفضال

"وہ حلم و علم تقویٰ — تواضع اور خیر خواہی، نیز اصحابِ فضل کی فضیلتوں کے حامل تھے"۔

يحيون ليلهم بطاعة ربّهم
بتلاوة وتضرّع وسؤال

"وہ راتوں کو اپنے رب کی طاعت میں اور تلاوتِ قرآن میں، عاجزی اور سوال میں جاگتے تھے"۔

وعيونهم تجري بفيض دموعهم
مثل انهمال الوابل الهطال

"ان کی آنکھوں سے آنسو اس طرح رواں ہوتے تھے، جیسے تیز بارش ہو رہی ہو"۔

في اللّيل رهبان وعند جهادهم
لعدوّهم من أشجع الأبطال

"رات کو وہ راہب ہوتے تھے، اور جہاد میں اپنے دشمنوں کے لئے شجاع اور بہادر ہوتے تھے"۔

واذا بدا علَم الرهان رأيتهم
يتسابقون بصالح الأعمال

"جب مقابلے کا جھنڈا بلند ہو تو تُو ان کو اعمالِ صالحہ میں ایک دوسرے سے سبقت لیجاتے دیکھے گا"۔

بوجوههم اثر السّجود لربّهم
وبها أشعة نوره المتلالي

"ان کے چہروں پر اپنے رب کے حضور سجدوں کے نشان تھے اور ان کے نور کی چمکدار شعاعیں پڑ رہی تھیں"۔

ولقد أبان لك الكتاب صفاتهم
في سورة الفتح المبين العالي

"قرآنِ مجید کی سورۂ فتح میں ان کی صفات مذکور ہیں"۔

وبرابع السّبع الطّوال صفاتهم
قوم يحبّهم ذووا اذلال

"سبعِ طوال کی چوتھی سورت میں ان کی صفات ہیں؛ وہ ایسے لوگ ہیں جن سے نرم طبیعتوں والے لوگ محبت کرتے ہیں"۔

وبراءة والحشر فيها وصفهم
وبهل أتى وبسورة الأنفال

"انکی صفات سورۂ براءت، سورۂ حشر، سورۂ ھل اتیٰ علی الانسان، اور سورۂ انفال میں مذکور ہیں"۔

نبہانی کی کتاب، جو کتاب و سنّت کے خلاف ہذیان گوئی شیطانی وحی پر مشتمل ہے کا رد ختم ہوتا ہے۔ اب اس کو دال روٹی کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا ؎

وکلت للخل کما کال لی — "میں نے دوست کو اسی طرح ناپ کر دیا ہے،
علیٰ وفاء الکیل أو بخسہ — جس طرح اس نے میرے لئے ناپا تھا۔ وہ ناپ کم تھا یا پورا۔"

جب نبہانی کو میری اس کتاب کا علم ہوگا تو اس کا کیا حال ہوگا؟ اس کا سینہ تنگ، اس کا غم زیادہ طبیعت میں کدورت ہوگی۔ وہ بے بس اور نادم ہو کر اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کھائے گا مگر اب شرمندگی اور ندامت کا کیا فائدہ؟ اس نے خود ہی زخم کو چھیلا ہے۔ اب وہ ہائے وائے کس طرح کر سکتا ہے؟ اور تکلیف وہ جواب کے درد اور ظلم کی فریاد کس طرح کر سکتا ہے۔ "البادی اظلم" "ابتداء کنندہ بڑا ظالم ہوتا ہے"۔ جو شخص یہ پسند کرے کہ وہ معظم اور مقدم ہو، اس پر لازم ہے کہ وہ تہذیب والا اور سیدھا رہے۔ جو شخص چاہے کہ اس کی تعظیم و تکریم ہو، اور صدارت کے مقام پر فائز ہو تو اس پر واجب ہے کہ کینہ عادات و افعال سے پاک و صاف رہے اور جو کوئی اپنے آپ کو امورِ جلیلہ کے قابل سمجھے، اس کو بھاری بوجھوں پر صبر کرنا پڑتا ہے اور جس نے اسبابِ عظیمہ کی امیدیں باندھیں گویا اس نے اپنے آپ سے اخلاقِ کریمہ پر عمل پیرا ہونے کا مطالبہ کیا۔ عزتوں اور خوبیوں کو حاصل کرنے سے پہلے تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اس کا حوصلہ مضبوط اور عمر رسیدہ کے سوا کسی کو نہیں ہو سکتا۔ بلندیوں پر پہنچنے سے قبل اونچی اونچی پہاڑیاں ہیں، جن کو شیر جیسا بہادر ہی سر کر سکتا ہے۔ اور غنیمتوں کے ساتھ دکھ اور مشقتیں ہوتی ہیں، جن کو معزز اور فاضل لوگوں کے سوا کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔ اونچی عزت کے سامنے ایسے راستے ہوتے ہیں، جن پر بہادری اور لمبی مشقتوں کے بغیر نہیں چلا جا سکتا۔ اور قابلِ فخر شرف و بزرگی کے حصول سے پہلے ایسے مراتب ہوتے ہیں، جن کو شیروں اور سانپوں کے ساتھ مقابلہ کیئے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اور عز و مجد کے بانی کے لیئے ہلاکتوں اور مصائب کے پیالے ایک بار نہیں، دوسری بار بھی منہ لگا کر گھونٹ گھونٹ پینا بڑی معمولی اور آسان بات ہے۔ اور شہد کو حاصل کرنے والے کو اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ شہد نکالنے سے پہلے اس کو شہد کی مکھیاں کاٹ کھائیں گی۔

البتہ جو شخص ریاست اور بڑائی کا خواہش مند ہے، وہ اس کے تقاضے پورے کرنے سے محروم ہے۔ شان و شکوہ کا متمنی دوڑ کے میدان میں مر چکا ہے۔ وہ سیادت کو پسند کرتا ہے، جب کہ وہ اس کے پردوں سے عاری ہے۔ لہٰذا اس کے حصول کی راہ بھی اس کے لیئے بہت دور

ہے — سیادت کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچنے کی خوش بختی اس کے لئے محال ہے!

اس کتاب کو میں نے یکم ماہِ رمضان المبارک ۱۳۲۵ ہجری کو شروع کیا تھا اور الحمدللہ فصلِ خریف کے اواخر میں اسی سال ۲۴ ماہِ شوال کی نصف رات کے وقت ختم کیا ہے! میں نے اللہ تعالیٰ کی رضاء کے حصول اور اس کی شرع کی حفاظت میں جس کو نبہانی مخذول نے تبدیل و تحریف کا نشانہ بنایا ہے محنت کی ہے اسی راہ میں میری نگاہ تھک گئی اور ہڈی کمزور ہوگئی ہے! — فلہٰذا اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری اجل کو عفو پر ختم فرما اور تیری رحمت کی جو مجھے امید ہے اس کو حقیقت بنا! — اپنی رضاء کے لئے میرے راستوں کو آسان فرما اور ہر حالت میں میرے عمل کو حسنِ قبول سے نواز!

اے اللہ! غفلت کے اوقات میں اپنے ذکر کے لئے مجھے ہوشیار کر اور ایامِ مہلت میں مجھے اپنی طاعت کے لئے عمل کی توفیق دے! — اپنی محبت کی آسان راہ پر مجھے چلا اور میرے لئے اس کی برکت سے دُنیا اور آخرت کی بھلائیاں جمع کر دے!

اے اللہ! مجھے اپنی مخلوق کے سپرد نہ کر بلکہ تو خود اکیلا ہی میری حاجت روائی کر! — میرا کارساز بن اور میرے سب امور میں مجھ پر نظرِ کرم رکھ اگر تُو مجھے میری جان کے سپرد کر دے تو میں اس سے عاجز ہو جاؤں گا اور اس کی مصلحت کو قائم نہیں رکھ سکوں گا اگر تُو نے مجھے اپنی مخلوق کے سپرد کر دیا تو وہ مجھ پر ظلم کریں گے۔ اگر مجھے میرے قرابت داروں کے حوالے کر دیگا، تو وہ مجھے محروم کر دیں گے۔ اے اللہ! اپنے فضل کے ساتھ میری فریاد کو پہنچ اور اپنی عظمت کے وسیلے سے مجھے خوش حال کر دے! — اپنی وسعت کی برکت سے میرے ہاتھ کو فراخ کر دے، اور جو کچھ تیرے پاس ہے اس کو میرے لئے کافی بنا!

اے اللہ! اپنے سوا کسی کا مجھے ممنون نہ بنا کہ اس کا مجھ پر کوئی احسان ہو اور مجھے ان کی طرف کوئی حاجت اور ضرورت ہو بلکہ اپنے ساتھ ہی میرے دل کو سکون — میرے نفس کو انس دے اور میرا استغناء اور کفایت اپنے ساتھ ہی رکھ!

اے اللہ! مجھے ہدایت کی بات کرنے کی طاقت دے اور دل میں تقویٰ کا الہام کر! — اس چیز کی توفیق دے جو زیادہ پاکیزہ ہو اور ایسے عمل کرنے کی توفیق دے جو تجھے بہت زیادہ پسند

ہوں!

اے اللہ! مجھے بہترین راستے پر چلا اور میری موت اور زندگی تیری ہدایت پر ہو!

اے اللہ! مجھے میانہ روی کی متاع سے نواز اور سیدھی راہ چلنے والا ——— نیکی کی راہ دکھانے والا بنا! — اپنے نیک بندوں میں مجھے شامل فرما، آخرت کی کامیابی اور راستے کی سلامتی سے سرفراز فرما!

اے اللہ! غم و حزن میں تو ہی میرا مونس ہے، محرومی میں تو ہی مجھے عطا کرنے والا ہے، کرب و اضطراب میں تو ہی میرا فریاد رس ہے۔ میرے نقصان کی تلافی تیرے پاس ہے میری بگڑی بنانے والا تو ہی ہے۔ جو باتیں تیری رضامندی کے خلاف ہیں، ان کو تبدیل کرنا تیرے اختیار میں ہے اور بندوں کی تکلیف کا مداوا تیرے پاس ہے! — مجھے روز قیامت میں امن و سلامتی سے نواز، اور مجھے بہترین ہدایت عطا فرما!

اے اللہ! مجھے اپنی پناہ میں رکھ، اور اپنی رضا سے ڈھانپ لے! — جب معاملات میرے لئے الجھ جائیں، تو مجھے زیادہ ہدایت والے معاملے کی — جب اعمال ایک جیسے نظر آئیں، تو زیادہ پاکیزہ عمل کی اور جب راستے ایک دوسرے کے نقیض ہوں، تو ان میں سے زیادہ پسندیدہ کی توفیق دے!

اے اللہ! مجھے کفایت کی زندگی عطا فرما، اور حسنِ ولایت کی خصوصیت سے سرفراز کر، مجھے سچی ہدایت بخش — میری گزر بسر کو تکلیف دہ نہ بنا، اور میری دعاء کو رد نہ کر، میرے لیئے تیرے بالمقابل کوئی نہیں، اس لئے میں تیرے ساتھ کسی شریک کو نہیں پکاروں گا۔ سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیئے ہیں! زیادتی اور سزا ظالموں کے لئے ہی ہے! اللہ سبحانہٗ کے لیئے سب تعریفیں ہیں! ایسی تعریفیں، جو اس کی جناب کے شایانِ شان ہوں، اور جس طرح اس نے اپنی کتاب میں خود اپنی تعریف فرمائی ہے! — ایسی تعریف، جو اس کی طاعت و عفو کا ذریعہ، اس کی رضوان کا سبب — اس کی بخشش کا وسیلہ — اس کی جنت کا راستہ، اس کے انتقام سے پناہ، اس کے غضب سے امن، اس کی طاعت کے لئے معاون، اس کی معصیت سے روک، اس کے حق اور فرائض کی ادائیگی میں مددگار ہو!

اللہ تعالیٰ درود اور رحمتیں نازل فرمائے، ہمارے سردار و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جنھوں نے وحدانیت کے پھریرے لہرا دیئے، اور احکامِ قرآنی پر یقین کرنے والوں کو بشارتیں سنائیں! نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و اصحاب رضی اور اتباع و احزاب پر جنھوں نے مخالفین کا مقابلہ دلائل و براہین سے کیا ایسا درود اور سلام جس کی برکت سے ہم آپؐ کے سعادت مند اولیاء میں شامل ہو جائیں ——— اور جس کی برکت سے آپؐ کے دشمنوں کی تلواروں سے ہم شہداء کی لڑی میں پرو دیئے جائیں۔ یقیناً وہ ولی و حمید ہے! (۲۴ شوال ۱۳۲۵ ہجری)

ہم عصر علماء کی کتاب "غایۃ الامانی فی الرد علی النبہانی" پر تقاریظِ بلیغہ

(خادم السنّت ابوالعباس پنجابی کی تقریظ)

سب تعریفیں تنہا اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو سب سے بے نیاز ہے۔ اور جس کسی نے اس کے غیر سے مدد مانگی، اور گھبراہٹ اور مصیبت میں غیر کی طرف رجوع کیا، وہ گمراہ ہوا۔ اور صلوٰۃ و سلام اس ذاتِ مقدس پر جس نے توحید کی شمع جلائی، اسے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکایا، نیز آپؐ کی آل و اصحاب رضی پر جنھوں نے مشرکین اور معاندینِ توحید سے جہاد کیا۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا، یہ محض ایک کتاب نہیں، بلکہ فیصلہ کن بات ہے۔ اس کا نام ہے: "غایۃ الامانی فی الرد علی النبہانی"۔ نبہانی سب حدود پھاند گیا تھا، اور ایسی راہ اختیار کی تھی کہ کوئی موحد اس راہ پر نہیں چلا! ۔ اس نے اپنے شیطان کی وسوسہ اندازیوں، اور گمراہی اور بہتان کے مطابق گفتگو کی تھی جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ اس نے اسلام کی عمارت کو ڈھانے کی، اور اس کی دیواروں میں نقب زنی کی پوری کوشش کی ہے۔ اس نے سمجھا کہ میدان صاف ہے، لہٰذا خوب چرب زبانی سے کام لیا۔ اس جاہل، مسکین اور دشمنِ دین کو یہ علم نہیں تھا کہ ابھی ایمان کے محافظ اور اسلام کے مجاہد شہسوار موجود ہیں جو دین سے غالیوں کی تحریف، اور باطل پرستوں کی تزویر کو دور کرتے ہیں کیا اس کے کانوں میں صادق و مصدوق کا بے شک و شبہ یہ ارشاد نہیں گونجا:

"لا تزال طائفة من امتی ظاهرين على الحق حتى يأتی امر الله"۔ "میری اُمت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر ڈٹا رہے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (قیامت) آ جائے۔"

نبہانی کا یہ بہترین رد کرنے والے بہترین مصنف، علم و فضل کی بلندی پر سرفراز ــــــ علمِ راسخ کے رکن، اپنے زمانے کے بے مثل عالم، اپنے ساتھیوں اور ہمعصروں میں لاثانی، ابو المعالی جمال الدین شافعی، اسی طائفہ منصورہ کے رکن اور اسی جماعت کے ممبر ہیں اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت کرے، انہیں اپنی رضامندی اور خالص اطاعت کی توفیق ارزانی کرے! ۔انہوں نے مخالف کو خاموش کرا دیا ہے ۔ اس پر ذلیل اور ہلاکت کو لا دھرا، اور اس کی غلط سلط باتوں کی دھجیاں فضاء آسمانی میں بکھیر دیں۔ اب اس کی حالت یہ ہے کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں ــــ وہ سخت پریشان ــــ گھبرایا ہوا اور دھتکارا ہوا ہے۔ مصنف نے اس کو ایسی لگام دی ہے کہ بولنے سے قاصر ہے، اور اس کو کھینچ کر الزام و خسران کے مقام پر لا پٹخا ہے۔

تقریظ الشیخ عبد الودود بن محسن رحمۃ اللہ علیہ

اس کتاب ”غایۃ الامانی“ کی فصلوں اور ابواب کی ترتیب و تہذیب نہایت عمدہ ہے۔ زیرِ بحث مسائل کو ایسے طریقے پر واضح اور منقح کیا ہے کہ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے یہ کتاب اس لائق ہے کہ ائمہ معقول و منقول اس کو ہاتھوں ہاتھ لیں اس میں مسائل کو پوری طرح وضاحت اور روشن دلائل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے، اس کے مباحث کو نہایت خوبصورتی سے لپیٹا گیا ہے! ــــــ یہ کیسے نہ ہوتا جب کہ مؤلف نے کتاب کو فصاحت و بلاغت کے موتیوں کی لڑی میں پرو دیا ہے ۔ فوائد کے ہار جمع کر دیئے ہیں ۔ مشکلات کے اندھیروں کو اپنی تقریر کے بدرِ منیر کے انوار سے دور کر دیا ہے، اور دقیق اشاروں کو اپنی تحریر کے روشن چراغ سے واضح کر دیا ہے با ذوق حضرات کے لیئے بہترین سرمایہ، مدرسین کے لئے قابلِ اعتماد رہنما ہے اس قابلِ قدر تالیف کا مؤلف علم و فضل کا بحرِ زخار، مآثر و مفاخر کا سگا بھائی، اعلیٰ خوبیوں کا حامل، زمانے کا حسن ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے نبہانی کے بچھائے ہوئے شیطانی جالوں کو تار تار کیا ہے، اور سیفِ ربانی کے ذریعے اس کی ضلالت کی کھال کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے انہوں نے یہ کتاب دین کی نصرت اور شرعِ مبین پر غیرت کے تقاضوں کے مطابق تحریر کی ہے۔ جب کہ نبہانی نے (اللہ تعالیٰ اس سے وہی معاملہ کرے جس کا وہ اہل ہے) ہر برائی کو پیش کر دیا تھا۔ باطل و بہتان کا اس قدر ارتکاب کیا

ہے جو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس سید دسند، عالم اوحد کے ہم شکرگزار ہیں کہ انہوں نے اس کا بڑی مضبوطی اور پامردی سے مقابلہ کیا اور ناقابلِ تسخیر عزم کے ساتھ اس کو ایسی ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا کہ اس کی سب باتوں اور بحثوں کا کچومر نکل گیا۔ اب سوائے شرمندگی اور خاموشی کے اس کو کوئی چارہ کار نہیں۔ اللہ تعالیٰ مؤلفؒ کی کوشش کو اور اس کے عمل کو دارین میں شرفِ قبول سے نوازے۔

تقریظ۔ خادم الحدیث النبوی الشیخ عبداللہ سلامی

اے ابوالمعالی! آپ کا کارنامہ کیا خوب ہے اپنی کتاب کو موتیوں کے ہاروں سے مزین فرمایا ہے واقعی کتاب "غایۃ الامانی" اسم با مسمیٰ ہے بلکہ یوں کہنا مناسب ہے کہ وہ ربانی فیض ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے سب تعریفیں ہیں جس نے ہر زمانے میں ایسے مردِ مجاہد کھڑے کر دیئے جو سیدھے اور مضبوط دین کی حفاظت و مدافعت کرتے ہیں جب میں نے کتاب کا مطالعہ کیا تو اس کو فیصلہ کن تحریر پایا لیکن معاملہ وہی ہے جو کسی نے کہا ہے اور کیا خوب کہا ہے ؎

و اذا اضطررت الی الجواب فلا تجب　　　الا حکیما فی الرجال مساميا

"جب تو جواب کے لئے مجبور کر دیا جائے تو ایسا جواب دے جو مردوں میں دانائی والا اور قابلِ فخر ہو۔"

او کلما عوت الکلاب اجبتها　　　تا اللہ لا اصبحت کلبا عاویا

"کیا جب بھی کتے بھونکیں تو تو ان کو جواب دے گا؟ اس صورت میں بخدا تو بھی بھونکنے والا کتا بن کر رہ جائے گا۔"

اربأ لنفسك ان تفوه بمنطق　　　یزری بقائله ویخزی الراویا

"ایسی گفتگو سے بچو جو قائل کیلئے عیب اور راوی کی رسوائی بن جائے۔"

تقریظ — الشیخ احمد الفرجی مدرس بدار الہدیٰ

اے اللہ! تو ہی ہے جس سے مدد مانگی جائے اور بھروسہ و اعتماد تجھ ہی پر ہے تیری خیر کے سوا کوئی خیر نہیں اور تیرے سوا کوئی رب نہیں جس سے التجا کی جا سکے۔ اے اللہ! تیرے ذکر کے ساتھ دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔ اے میرے سید! تیرے سوا کون ہے جو علام الغیوب ہو؟ اس کے بعد عرض ہے کہ مجھے حسنِ اتفاق سے کتاب "جو غایۃ الامانی فی الرد علی النبہانی" کے نام سے

موسوم ہے کے مطالعے کا موقعہ ملا۔ نبہانی نے ایک کتاب لکھی تھی جس میں غیر اللہ کی عبادت کی دعوت دی تھی۔ اس کتاب میں اس نے جھوٹ اور بہتان کی بھرمار کر دی تھی۔ گویا وہ ہر بُرائی کا منہ کھولنے والی تھی۔ اس کے دل میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونے کا خوف نہ رہا تھا ؎

ولیس ببدع فالامور تغیرت　　　وکل نظام فی الزمان تبدلا

"اور یہ کوئی نئی بات نہیں معاملات بدل گئے ہیں اور دنیا میں ہر نظام تبدیل ہو گیا ہے۔"

واصبح هام المکرمات منکسا　　　واخمص ارباب الخبائث قد علا

"اب نیکی اور خوبیوں کے حاملین کو سر کے بل اُلٹ دیا گیا، اور خبیث اور گندے لوگوں کی ایڑیاں بلند ہو گئی ہیں۔"

جب فخرِ زمان، اہلِ فضل و عرفان کے خزانے زمانے کے حسن، اہلِ کمال ابوالمعالی کو اس جادۂ حق سے منحرف کرنے والی کتاب کا پتہ چلا تو انہوں نے اس کا ترکی بہ ترکی جواب دیا اور کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت شدہ باتوں سے اس کو خاموش کرا دیا بھلا حق کے مقابلے میں باطل کس طرح ٹھہر سکتا ہے؟ ہار سنگار والی گردن کا، محروم گردن کس طرح مقابلہ کر سکتی ہے ؎

ولا شك ان التبر ینقص قدرہ　　　بقطر اذا ما الصفر فی سوقه غلا

"اس میں شک نہیں کہ سونے کی خالص ڈلیا کی قدر تانبے کے مقابلے میں کم ہو جاتی ہے جبکہ بازار میں پیتل مہنگا ہو جائے۔"

ولیس سواء ذو علوم وجاهل　　　تأمل فبعض القول تلقاه مجملا

"عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ بعض مجمل باتوں کو جو تمہارے سامنے آئی ہیں، سوچو!"

ولا کل ذی ناب من الوحش ضیغم　　　ولا کل ذی ریش من الطیر اجدلا

"ہر کچلی والا جنگلی جانور شیر نہیں ہوتا اور نہ ہر پروں والا پرندہ لڑنے والا ہوتا ہے۔"

اے اللہ! حالات کو پھیرنے والے، ہمارے حال کو بہترین حال میں تبدیل فرما! حق کے اعوان و انصار جہاں جہاں ہیں، ان کی مدد فرما! آج اکثر لوگ حق کے دشمن ہیں، ان کو اپنے مانوس رسم و رواج کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ آج بہت سے اصحابِ جبہ و دستار نے جو زہد و معرفت کے مدعی ہیں اور ہر فضیلت سے بے خبر ہیں، حق کے خلاف فیصلہ دے دیا ہے۔ معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور اسی سے امیدیں وابستہ ہیں۔

تقریظ ـــــ شیخ ابوالخیر محمد الحجازی

یہ کتاب "غایۃ الامانی فی الرّد علی النبھانی" کتنی قابلِ فخر ہے! ـــــ یہ درحقیقت کنز العلوم، ایسے الفاظ و معانی کا سمندر ہے جو اس کی متعلقہ بحث میں مہارت، علم کی گہرائی و وسعت ـــــ روشن ذہن، عمدہ سوچ اور فکر اعلیٰ تنقید اور پُروقار طبیعت کی پاکیزگی کی شہادت دے رہے ہیں۔ قیامت کے دن نجات کے متلاشی کے لئے لازم ہے کہ اس کتاب میں بیان کردہ عقائد و اعمال کو اپنے اوپر لازم کرے! ـــــ یہ فیصلہ کن تحریر ہے، اور صحیح نصوص سے مبرہن، حق ہے اس کتاب نے کذاب نبہانی کی کجروی کو طشت از بام کر دیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے ہم مسلکوں کو دردناک عذاب دے کر رسوا کرے، اور غیر اللہ کو پکارنا ختم ہو جائے! جس کسی نے غیر اللہ سے مدد مانگی وہ گمراہ بھی ہوا اور رسوا بھی، صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک ہی پناہ دینے اور حفاظت کرنے والی ہے اسی کے پاس لوٹ کر جانا اور پناہ حاصل کرنا ہے۔ نبہانی کجرو نے جو کچھ کہا ہے، سب ہذیان اور شیطانی وسواس کی قسم ہے وہ لائقِ التفات نہیں، نہ ہی اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے!

بدعتیوں اور گمراہوں کے دشمن شیخ معین الدین ابن برکات کی تقریظ

ے أیا فکرتی قد نلت مرماكِ فابشری ولا تذکری فی المدح زیداً ولا عمرا

"اے میری سوچ تُو اپنے نشانے پر پہنچ گئی ہے تو خوش ہو جا، اور مدح میں زید و عمر کا ذکر نہ کر!"

ویا نفس ھذا غایۃ القصد والمنی فالقی عصا التسیار لا تقصدی سیرا

"اور اے نفس! یہ قصد و خواہشات کی انتہاء ہے سفر کا قصد ترک کر دے، اور سفر کے پروگرام ختم کر دے!"

یہ کتاب، جو حق کی مظہر ہے، ہر انصاف پسند انسان اس پر یقین کرے گا۔ ہر مدقق اور محقق اس کے مسائل پر عمل پیرا ہو گا! ـــــ اس کتاب میں بدعتیوں کی چھوٹی بڑی سب بدعات کا پوسٹ مارٹم کیا گیا ہے، اور ان کا کچا چٹھا کھولا گیا ہے اب نبہانی اور اس کے ہم مسلک غالی ـــــ قبر پرست غم و فکر میں منہ چھپاتے پھریں گے۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے حق کے اعداء کو رسوا کر دیا، اور ان کی جمعیت اور شیرازہ کو پارہ پارہ کر دیا ہے!

ـــــ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیزگار ہوئے، اور جو نیکوکار ہیں!

تقریظ ——— شیخ عبدالحق ادریسی

میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے اس کے فیصلہ کن خطاب کے اسرار کو سمجھا میرے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا معرکہ آگیا:

"فَاَجۡمِعُوۡا كَيۡدَكُمۡ ثُمَّ ائۡتُوۡا صَفًّا‌ ۚ وَقَدۡ اَفۡلَحَ الۡيَوۡمَ مَنِ اسۡتَعۡلٰى‏ قَالُوۡا يٰمُوۡسٰۤى اِمَّاۤ اَنۡ تُلۡقِىَ وَاِمَّاۤ اَنۡ نَّكُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَلۡقٰى‏ قَالَ بَلۡ اَلۡقُوۡا‌ ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمۡ وَعِصِيُّهُمۡ يُخَيَّلُ اِلَيۡهِ مِنۡ سِحۡرِهِمۡ اَنَّهَا تَسۡعٰى‏ فَاَوۡجَسَ فِىۡ نَفۡسِهٖ خِيۡفَةً مُّوۡسٰى‏ قُلۡنَا لَا تَخَفۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰى‏ وَاَلۡقِ مَا فِىۡ يَمِيۡنِكَ تَلۡقَفۡ مَا صَنَعُوۡا‌ ؕ اِنَّمَا صَنَعُوۡا كَيۡدُ سٰحِرٍ‌ ؕ وَلَا يُفۡلِحُ السّٰحِرُ حَيۡثُ اَتٰى‏"

(طٰہٰ: ۶۴ - ۶۹)

"تم جادو کا سامان اکٹھا کرو، پھر قطار باندھ کر آؤ، آج جو غالب رہا، وہی کامیاب ہوا، بولے: اے موسیٰ! یا تو تم ڈالو یا ہم پہلے ڈالتے ہیں"۔ موسیٰ علیہ السلام! نے کہا نہیں تم ہی ڈالو، جب انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں، تو ناگہاں وہ انکے جادو سے ایسی نظر آنے لگیں کہ وہ دوڑ رہی ہیں اس وقت موسیٰ عنے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔ ہم نے کہا خوف نہ کرو بلاشبہ تم ہی غالب ہو، اور جو چیز تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے، اس کو ڈال دو، وہ جو کچھ انہوں نے بنایا ہے، اس کو نگل جائے گی۔ یہ تو جادوگروں کے ہتھکنڈے ہیں اور جادوگر جہاں سے آئے فلاح نہیں پائے گا"

یہی حال نبہانی اور اس کے ہم قسم اہل زیغ اور اہل بہتان کا ہے کہ ناظرین کو بعض اوقات یوں نظر آتا ہے، وہ حقائق میں سے ایک حقیقت ہے مگر دراصل وہ شیطانی وساوس ہوتے ہیں، وہ جھوٹ، باطل اور یاوہ گوئی ہوتی ہے جب ابو المعالی اور اخو الفضائل نے اس کا رد کیا، تو ان کے قلم نے جھوٹ اور باطل کے ہتھکنڈوں کو نگل لیا۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں، جو ہمیشہ سے اپنے دین کے انصار کی تائید کرتا ہے! ——— اپنی کتاب اور رسول ﷺ کی سنّت کی نصوص پر اپنے ایمان و یقین سے اعتماد کرنے والوں کو غالب کرتا ہے۔

"انوارِ رحمانی" جلد اوّل پر مؤقر جریدہ "الاعتصام" لاہور۔ کا تبصرہ

"انوارِ رحمانی ترجمہ غایۃ الامانی (اردو)"

مترجم: مولانا ابوبکر صدّیق سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ ——— ضخامت: ۷۶۰ صفحات ——— قیمت: برائے مفت تقسیم

ناشر: مولانا محمد مدنی (بن حافظ عبدالغفور) رئیس جامعۃ العلوم الاثریۃ جہلم

مسئلہ توحید، جس کی حقیقت انسان کی فطرتِ سلیمہ میں داخل ہے، جس کی تفہیم و توضیح کے لیے بیشمار انبیاء و رسل علیہم الصّلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف لائے، جس کی تشریح و تفسیر سے قرآن مجید کا ایک ایک ورق بھرا ہوا ہے ——— افسوس کہ آج یہ متفقہ مسئلہ بھی ہمارے اختلاف و نزاع کا شکار ہو گیا ہے۔ اور خود مسلمان کو توحید کی حقیقت سمجھانے کے لیے کتابیں لکھنے کی ضرورت پیش آ رہی ہے۔

زیرِ نظر کتاب، جو دراصل عربی کتاب "غایۃ الأمانی فی الرّدّ علی النّبھانی" کا اردو ترجمہ ہے، اسی موضوع سے متعلق ہے۔ شیخ نبہانی نے "شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق" نامی کتاب لکھی۔ اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ——— اس میں رسولِ اکرم علیہ الصّلوٰۃ والسلام سے استغاثہ کو شرعی طور پر جائز ثابت کرنے کی سعیِ نامشکور کی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ اس نے ائمہ توحید، مثلاً شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہؒ، ابنِ قیمؒ وغیرہ پر طعن و تشنیع کے تیر بھی برسائے تھے۔

اس کتاب کے جواب میں شیخ محمود شکری آلوسی نے کتاب "غایۃ الامانی فی الرّد علی النّبھانی" تالیف کی، اور اس میں اس کے تمام دلائل نما مغالطات کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا۔ نیز صراحت و وضاحت سے یہ بات سمجھائی کہ مافوق الاسباب کے طور پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی مخلوق سے استغاثہ کرنا، اور مشکلات میں مدد کے لیے اسے پکارنا، توحید کے منافی ہے۔

اس سلسلہ میں جتنے بھی شکوک و شبہات اور اعتراضات پیش کیے جاتے ہیں، زیرِ نظر کتاب میں ان سب کا قرآن و سنّت کی روشنی میں ازالہ کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

یہ کتاب چونکہ عربی میں تھی، اور اردو دان حضرات اس سے مستفید نہیں ہو سکتے تھے، لہٰذا جامعہ علومِ اثریہ کے منتظمین نے عربی سے ناواقف حضرات کی اس مشکل کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کتاب کو اردو قالب میں پیش کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ ظاہر ہے اس قسم کی کوششیں سعیِ مشکور ہی کے ذیل میں آتی ہیں، جبکہ کتاب کی کتابت و طباعت اور کاغذ کے سلسلہ میں اعلیٰ معیار کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے ظاہری حسن میں بھی خاطر خواہ اضافہ کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود اس پر "برائے مفت تقسیم" لکھا ہے ——— اللہ تعالیٰ اس قسم کے نیک کام کرنے والوں کو جزائے خیر اور توفیقِ مزید عطا فرمائے۔ آمین!